تاریخ احمدیت

جلد ہفتدہم

سواحیلی ترجمہ قرآن کی اشاعت سے لیکر
سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی سفرِ یورپ سے
کامیاب مراجعت تک

(مئی ۱۹۵۳ء ــــ ستمبر ۱۹۵۵ء)

مؤلفہ
دوست محمد شاہد

الناشر
ادارۃ المصنفین۔ ربوہ

نام کتاب	:	تاریخ احمدیت جلد شانزدہم
مرتبہ	:	مولانا دوست محمد شاہد
طباعت موجودہ ایڈیشن	:	2007
تعداد	:	2000
شائع کردہ	:	نظارت نشر واشاعت قادیان
مطبع	:	پرنٹ ویل امرتسر

ISBN - 181-7912-123-2

TAAREEKHE-AHMADIYYAT

(History of Ahmadiyyat

Vol-16 (Urdu)

By: Dost Mohammad Shahid

Present Edition : 2007

Published by: Nazarat Nashro Ishaat Qadian-143516

Distt.Gurdaspur (Punjab) INDIA

Printed at : Printwell Amritsar

ISBN - 181-7912-123-2

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں داخل فرماتے ہوئے اس زمانہ کے مصلح امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا کی۔ قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں نے کس طرح دُنیا کی کایا پلٹ دی اس کا تذکرہ تاریخ اسلام میں جابجا پڑھنے کو ملتا ہے۔ تاریخ اسلام پر بہت سے مؤرّخین نے قلم اٹھایا ہے۔

کسی بھی قوم کے زندہ رہنے کیلئے اُن کی آنے والی نسلوں کو گذشتہ لوگوں کی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہوا کرتا ہے تا وہ یہ دیکھیں کہ اُن کے بزرگوں نے کس کس موقعہ پر کیسی کیسی دین کی خاطر قربانیاں کی ہیں۔ احمدیت کی تاریخ بہت پرانی تو نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے الٰہی ثمرات سے لدی ہوئی ہے۔ آنے والی نسلیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھ سکیں اور اُن کے نقشِ قدم پر چل کر وہ بھی قربانیوں میں آگے بڑھ سکیں اس غرض کے مدنظر ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ اپنی تاریخ کو مرتب کرتی ہیں۔

احمدیت کی بنیاد آج سے ایک سو اٹھارہ سال قبل پڑی۔ احمدیت کی تاریخ مرتب کرنے کی تحریک اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا فرمائی۔ اس غرض کیلئے حضور انور رضی اللہ عنہ نے محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کو اس اہم فریضہ کی ذمہ داری سونپی جب اس پر کچھ کام ہو گیا تو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی اشاعت کی ذمہ داری ادارۃ المصنفین پر ڈالی جس کے نگران محترم مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب تھے۔ بہت سی جلدیں اس ادارہ کے تحت شائع ہوئی ہیں بعد میں دفتر اشاعت ربوہ نے تاریخِ احمدیت کی اشاعت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ جس کی اب تک 19 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

ابتدائی جلدوں پر پھر سے کام شروع ہوا اس کو کمپوز کر کے اور غلطیوں کی درستی کے بعد دفتر اشاعت ربوہ نے

اس کی دوبارہ اشاعت شروع کی ہے۔ نئے ایڈیشن میں جلد نمبر ۱۷ کو جلد نمبر ۱۶ بنایا گیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان سفر کے دوران تاریخ احمدیت کی تمام جلدوں کو ہندوستان سے بھی شائع کرنے کا ارشاد فرمایا چنانچہ حضور انور ایدہ اللہ کے ارشاد پر نظارت نشر و اشاعت قادیان بھی تاریخ احمدیت کے مکمل سیٹ کو شائع کر رہی ہے ایڈیشن اول کی تمام جلدوں میں جو غلطیاں سامنے آئی تھیں ان کی بھی تصحیح کر دی گئی ہے۔ موجودہ جلد پہلے سے شائع شدہ جلد کا عکس لیکر شائع کی گئی ہے چونکہ پہلی اشاعت میں بعض جگہوں پر طباعت کے لحاظ سے عبارتیں بہت خستہ تھیں اُن کو حتی الوسع ہاتھ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اگر کوئی خستہ عبارت درست ہونے سے رہ گئی ہو تو ادارہ معذرت خواہ ہے۔ اس وقت جو جلد آپ کے ہاتھ میں ہے یہ جلد شائز دہم کے طور پر پیش ہے۔ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس اشاعت کو جماعت احمدیہ عالمگیر کیلئے ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین۔

خاکسار

برہان احمد ظفر درّانی

(ناظر نشر و اشاعت قادیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔۔۔ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تاریخ احمدیت کی سترھویں جلد

الحمدللہ۔ چودھویں صدی کے اختتام کے موقع پر ادارۃ المصنفین کی طرف سے تاریخ احمدیت کی سترھویں جلد طبع ہو کر احباب کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ تاریخ احمدیت کی پہلی جلد ۱۹۵۷ء کے جلسہ سالانہ پر شائع ہوئی تھی۔ اور پندرھویں جلد ۱۹۷۵ء کے جلسہ سالانہ پر۔ سولھویں جلد کا مسودہ تیار ہو رہا ہے انشاء اللہ احباب کی خدمت میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ و باللہ التوفیق۔

سترھویں جلد میں مئی ۱۹۵۳ء سے لیکر ستمبر ۱۹۵۵ء تک کے حالات کا ذکر ہے۔ اِس زمانہ کا مہتم بالشان واقعہ حضرت مصلح موعودؓ کا سفرِ یورپ ہے جس کے دَوران حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یہ پیشگوئی دوبارہ پوری ہوئی ثُمَّ يُسَافِرُ الْمَسِيْحُ اَوْخَلِيْفَةٌ مِّنْ خُلَفَاۤءِهٖ اِلٰى اَرْضِ دِمَشْقَ (حمامۃ البشریٰ ص۳۷) کہ مسیح موعود یا ان کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ ارضِ دمشق کی طرف سفر کرے گا۔ پہلی مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۲۴ء کے سفرِ یورپ میں دمشق میں نزول فرمایا اور پھر ۱۹۵۵ء میں یورپ جاتے ہوئے دوبارہ ارضِ دمشق میں اُترے۔ پہلی مرتبہ ابھی وہاں جماعت قائم نہیں ہوئی تھی لیکن دوسرے سفر میں حضورؓ نے دیکھا کہ آپ کے عُشاق کی ایک کثیر جماعت آپ پر قربان ہونا چاہتی تھی۔ اور حضور کی قدم بوسی کو سعادت سمجھتی تھی۔ الغرض یہ پیشگوئی دوسری دفعہ پھر بڑے زور سے پوری ہوئی۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔

حضرت مصلح موعودؓ کا سفرِ یورپ گو علاج کی غرض سے تھا لیکن اس میں الٰہی مصلحت یہ بھی تھی کہ آپ کے متعلق جو یہ الہام تھا کہ قومیں آپ سے برکت پائیں گی یہ بھی پُورا ہو۔ اور غلبۂ اسلام کی وہ مہم جو آپ کی خلافت میں شروع ہوئی تھی اُس میں ایک خاص جوش پیدا ہو چنانچہ ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء کو حضورؓ نے کراچی سے ایک پیغام جماعت کے نام دیا کہ

"میرا ارادہ ہے کہ مَیں یورپ اور امریکہ کے تمام مبلغین کو اکٹھا کر کے تصفیۂ زمین بر سرِ زمین طے کرنے کی کوشش کروں گا .... کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگیوں میں اسلام کی فتح کا دن دیکھنا نصیب کر دے۔ اور ہماری موتیں ہماری پیدائشوں سے زیادہ مبارک ہوں اور کامیابی ہمارے قدم چومے اور ہم

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتح جرنیل بن جائیں اور قیامت کے دن تمام دُنیا کی حکومت کی کنجیاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھنے کا فخر حاصل کریں ۔"

چنانچہ لندن میں حضورؓ نے دُنیا کے تمام برِاعظموں سے تعلق رکھنے والے مبلغین کی کانفرنس بُلائی۔ یہ کانفرنس ۲۲ تا ۲۴ جولائی منعقد ہوئی اور اس میں محترم چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے بھی یورپ اور افریقہ میں تبلیغِ اسلام، اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور تعلیمی سکیموں سے متعلق بحث میں حصہ لیا۔ حضورؓ نے افریقہ اور مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے متعدد تجاویز منظور فرمائیں۔ بعد میں آنے والے دنوں نے بتایا کہ حضورؓ کی اِن تجاویز کا نہایت شاندار نتیجہ نکلا۔ الغرض حضرت مصلح موعودؓ کا یہ سفر خاص مصلحتوں کے ماتحت ہوُا اور نہایت ہی مبارک سفر ثابت ہوُا۔

احباب کو علم ہے کہ اِن دنوں مہنگائی بہت زوروں پر ہے۔ ہر چیز کی قیمتیں پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہیں۔ اِس مہنگائی کے زمانے میں کسی کتاب کا شائع کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ پھر اخراجات کے مطابق اگر کتاب کی قیمت رکھی جائے تو وہ اِتنی زیادہ بن جاتی ہے کہ ہر ایک اسے آسانی سے حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دو مخلصین مکرم جناب ملک ممتاز احمد صاحب آف دوالمیال اور مکرم میاں اصغر علی صاحب ٹمبر مرچنٹ لاہور کے دِل میں ڈالا کہ وہ تاریخ کی اِس جلد کی اشاعت کے لئے ادارہ کی مدد کریں چنانچہ اِن دونوں اصحاب نے ہمیں گرانقدر امداد دی ہے۔ امّید ہے کہ اِن کے عطیہ کی وجہ سے خریدار دوستوں پر بوجھ قدرے کم ہو جائے گا۔ دوست دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اِن دوستوں کو فضلوں اور برکتوں سے نوازے اور ان کے اخلاص میں برکت دے۔ آمین

ادارہ مؤلف کتاب ہٰذا مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا شکر گزار ہے کہ اُنہوں نے باوجود گوناگوں مصروفیت کے رات دن ایک کر کے مواد جمع کیا اور اسے نہایت احسن طریق سے ترتیب دی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری محنتوں اور ناچیز مساعی کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنی رضا کے عطر سے ممسوح کرے اور دُنیا اور آخرت میں ستّاری فرمائے۔ آمین

والسّلام

خاکسار

ابوالمنیر نورالحق

مینجنگ ڈائریکٹر ادارۃ المصنفین ربوہ

فہرست مضامین تاریخ احمدیت جلد ہفدہم

عنوان	صفحہ
پہلا باب	
سواحیلی ترجمہ قرآن کی طباعت واشاعت سے لیکر شاہ ابنِ سعود کی المناک وفات پر حضرت مصلح موعودؓ کے تعزیت نامہ تک	
فصل اوّل	
سواحیلی ترجمہ قرآن کی طباعت واشاعت	۱
ترجمۃ القرآن کی مختصر تاریخ	۲
سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایمان افروز دیباچہ	۵
اخبار ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ میں مفصّل خبر	۹
سواحیلی ترجمہ کی اشاعت	۱۱
مشرقی افریقہ کے مختلف علماء اور اہلِ قلم کے تاثرات	۱۲
ترجمہ سواحیلی کا ردِّ عمل	۲۰
فصل دوم	
مرکزِ احمدیت میں دو اہم اشاعتی اداروں کا قیام	۲۱
۱۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ	۲۱
۲۔ اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن	۳۱
فصل سوم	
تاریخ احمدیت کی تدوین واشاعت کا انتظام	۴۰
حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تحریکِ خاص	۴۲
تاریخ احمدیت کی پندرہ جلدوں کی اشاعت	۴۷
سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے تاثرات وارشادات	۴۷
فصل چہارم	
فضلِ عمر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ربوہ کا افتتاح	۵۰
فصل پنجم	
حضرت مصلح موعودؓ کا سفرِ سندھ	۵۶
خطباتِ ناصر آباد	۵۷
خطبہ احمد آباد	۶۰
خطبہ محمد آباد	۶۲
خطباتِ کراچی	۶۴
کراچی میں اہم تقاریب اور حضرت مصلح موعودؓ کے پُرمعارف خطابات۔	۷۰
فصل ششم	
حضرت سیدہ اُمِّ داؤد کی وفات	۸۳
فصل ہفتم	
سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب۔	۹۰
فصل ہشتم	
شاہ ابنِ سعود کی المناک وفات پر حضرت مصلح موعودؓ	

عنوان	صفحہ
کی طرف سے تعزیت۔	۱۰۵
دوسرا باب	
فصل اوّل	
مرکزی دفاتر کا افتتاح	۱۰۹
تحریکِ جدید کے پہلے اُنیس سالہ دَور کا کامیاب اختتام۔	۱۲۵
فصل دوم	
جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء	۱۲۷
جلسہ سالانہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی معرکۃ آراء تقاریر۔	۱۳۷
افتتاحی خطاب	۱۳۷
دوسرے دن کی بصیرت افروز تقریر	۱۳۹
تیسرے دن کی پُرشوکت تقریر	۱۴۵
رپورٹر المصلح کے تاثرات	۱۴۷
اخبار تنظیم پشاور میں جلسہ سالانہ ربوہ کا ذکر	۱۴۹
۱۹۵۳ء کے خطباتِ جمعہ ایک نظر میں	۱۵۴
فصل سوم	
جلیل القدر صحابہ کا انتقال	۱۵۸
فصل چہارم	
۱۹۵۳ء کے متفرق اہم واقعات	۱۹۱
حضرت مصلح موعودؓ کی مبلغینِ احمدیت کو نصائح	۱۹۱
درس القرآن کا آغاز	۱۹۲
روزنامہ ایوننگ سٹار کراچی کا چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو خراجِ عقیدت۔	۱۹۲
روزنامہ المصلح کا اجراء	۱۹۳
کراچی میں صدر انجمن احمدیہ کا قیام	۱۹۷
عراق کے نائب سفیر متعینہ پاکستان کی طرف سے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات کا اعتراف۔	۱۹۸
کرنل ڈگلس سے امام مسجد لندن کی ملاقات	۱۹۸
رسالہ ریاض میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک علمی مضمون۔	۲۰۱
حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے بعض اہم خطوط کا جواب۔	۲۰۱
حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کا سفرِ پاکستان۔	۲۰۲
ڈاکٹر عبدالسلام کا نیا اعزاز	۲۰۳
حضرت مصلح موعودؓ کا ایک خطبۂ نکاح	۲۰۴
بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں	۲۰۵
نئی مطبوعات	۲۱۲
تیسرا باب	
حادثہ جھمپیر اور حضرت مصلح موعودؓ پر حملہ سے لیکر نوجوانانِ احمدیت کی ملک گیر خدمتِ خلق تک	

عنوان	صفحہ
فصل اوّل	
ریل کا خطرناک حادثہ اور ایک عظیم الشان نشان	۲۱۳
رؤیا کی تفصیلات	۲۱۴
مصیبت زدہ مسافروں کی خدمت	۲۱۶
حضرت مصلح موعودؓ کا پُرمعارف خطبہ	۲۱۷
چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا فاضلانہ خطبۂ اسناد۔	۲۲۱
فصل دوم	
حضرت مصلح موعودؓ کے خلاف پے در پے منصوبے اور ان کی ناکامی۔	۲۲۷
قاتلانہ حملہ اور خارق عادت رنگ میں خدائی حفاظت	۲۳۰
پولیس کو حادثہ کی اطلاع	۲۳۳
حضرت مصلح موعودؓ کا ایمان افروز پیغام	۲۳۴
قاتلانہ حملہ کی خبر قادیان میں	۲۴۰
انڈونیشیا میں حادثہ کی اطلاع	۲۴۱
دو لبنانی احمدیوں کا دردانگیز قصیدہ	۲۴۲
پنجاب کے مذہبی لیڈروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کی مذمت۔	۲۵۰
برّصغیر پاک و ہند کے پریس کا زبردست احتجاج	۲۵۲
حضرت مصلح موعودؓ کا حقیقت افروز بیان۔	۲۶۴
عدالت میں مقدمہ، بیانات اور فیصلہ	۲۷۲

عنوان	صفحہ
فصل سوم	
الفضل کا دوبارہ اجراء	۲۷۵
۱۹۵۴ء کی مجلسِ مشاورت	۲۸۰
مذاہبِ عالم کانفرنس جاپان سے احمدی مبلغ کا خطاب۔	۲۹۲
فصل چہارم	
حضرت مصلح موعودؓ کا سفرِ سندھ	۲۹۵
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی علالت اور قیامِ لاہور۔	۲۹۸
فصل پنجم	
سیلابِ مشرقی پاکستان اور جماعتِ احمدیہ کی امدادی سرگرمیاں۔	۳۰۰
سیلابِ پنجاب۔ مجالسِ خدام الاحمدیہ کی خصوصی خدمات۔	۳۰۵
پنجاب پریس میں چرچا	۳۱۳
مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی خدمات کا اعتراف	۳۱۵
خدمتِ خلق کے اسلامی مطمحِ نظر پر ایک ایمان افروز خطبہ۔	۳۱۸
فصل ششم	
عقل و تدبّر اور فہم و ذکا کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کی تلقین۔	۳۲۱
چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا انتخاب عالمی	

عنوان	صفحہ
عدالت کے جج کی حیثیت سے۔	۳۲۲
وقفِ زندگی کی تحریک	۳۳۰
پاکستان کے لئے تحریکِ دعا اور اس کی فوری قبولیت	۳۳۲
فصل ہفتم	
حضرت مصلح موعودؓ کا لاہور کے متاثرہ علاقوں میں دورہ اور تعمیری سرگرمیوں پر اظہارِ خوشنودی۔	۳۳۶
چوتھا باب	
سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۵۴ء سے لیکر خدام الاحمدیہ کی تحریکِ حج تک	
فصل اوّل	
سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ ۱۹۵۴ء	۳۴۱
اِفتتاحی خطاب	۳۴۱
اختتامی خطاب	۳۴۷
خدام الاحمدیہ عالمگیر کی طرف سے الوداعی ایڈریس	۳۵۱
اجتماع کے بعض ضروری کوائف	۳۵۳
اجتماع کے بعد الوداعی تقاریب اور حضرت مصلح موعودؓ کی قیمتی ہدایات۔	۳۵۴
تحریکِ جدید کی نسبت اہم خطبہ	۳۶۰
فصل دوم	
جلسہ سالانہ قادیان وجلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۵۴ء	۳۶۳
جلسہ قادیان	۳۶۳
جلسہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی پُرمعارف تقاریر	۳۶۵
افتتاحی تقریر	۳۶۵
دوسری تقریر	۳۶۶
تیسری تقریر	۳۶۹
فصل سوم	
جلیل القدر صحابہ کا انتقال	۳۷۳
حضرت خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب گوہر رامپوری۔	۳۷۳
الحاج ممتاز علی خاں صاحب صدیقی درویش قادیان	۳۷۸
حضرت میاں فیروز دین صاحب سیالکوٹی	۳۸۱
مرزا محمد احسن بیگ صاحب راجستھان	۳۸۲
حضرت مولوی مہر الدین صاحب لالہ موسیٰ	۳۸۵
حضرت میرزا محمد رمضان علی صاحب پشاوری	۳۸۸
حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ	۳۹۰
حضرت حافظ احمد دین صاحب ڈنگوی	۴۰۲
بعض دیگر مخلصینِ احمدیت کی وفات	۴۰۴
الحاج السیّد عبدالرؤف صاحب الحصنی دمشق	۴۰۴
جناب خان بہادر سعد اللہ خاں صاحب نظام پور ضلع پشاور۔	۴۰۵
منشی محمد خالد صاحب صدر جماعتِ احمدیہ جھانسی یو پی۔	۴۰۶
خان بہادر نواب احمد نواز جنگ بہادر حیدرآباد دکن۔	۴۰۹

عنوان	صفحہ
فصل چہارم	
۱۹۵۴ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات	۴۱۲
خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں اضافہ	۴۱۲
حج فنڈ خدام الاحمدیہ	۴۱۲
گورنر جنرل پاکستان کو ولندیزی ترجمہ قرآن کا تحفہ۔	۴۱۳
مسجد احمدیہ دارالذکر لاہور کا سنگِ بنیاد	۴۱۵
جلالۃ الملک شاہ سعود سے جماعتِ احمدیہ کراچی کے ایک وفد کی ملاقات۔	۴۱۶
ربوہ میں بجلی کی رَو کا افتتاح	۴۱۶
ایک احمدی کوہ پیما کی کامیابی	۴۱۷
جامعۃ المبشرین کی پختہ عمارت کی بنیاد	۴۱۸
تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی نئی عمارت کا افتتاح	۴۲۰
بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں	۴۲۰
ہاورفورڈ کالج امریکہ سے چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا خطاب۔	۴۲۲
مبلغینِ احمدیت کی مرکز سے روانگی اور واپسی	۴۲۴
نیا لٹریچر	۴۲۵
الحاج مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلا کا قبولِ احمدیت۔	۴۴۰
فصل پنجم	
خلافتِ ثانیہ کا بیالیسواں سال ۱۹۵۵ء	۴۴۶
۱۹۵۵ء کا پہلا خطبہ	۴۴۶
حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جماعت ہائے انڈونیشیا کے لئے ایک قیمتی تبرک۔	۴۴۸
فارغ التحصیل شاہدین کے لئے نئی سکیم	۴۴۹
صدر انجمن احمدیہ کے لئے واقفین کی تحریک	۴۵۱
ضرورتِ زمانہ کے مطابق لٹریچر تیار کرنے کا ارشاد۔	۴۵۱
پانچواں باب	
فصل اوّل	
حضرت مصلح موعودؓ کی تشویشناک علالت	۴۵۵
ڈاکٹروں کی طرف سے بغرض علاج یورپ یا امریکہ جانے کا متفقہ مشورہ۔	۴۵۷
یورپ جانے کا فیصلہ	۴۵۸
رُوح پرور پیغامات کا جدید سلسلہ	۴۶۰
پہلا پیغام	۴۶۰
دوسرا پیغام	۴۶۷
قائمقام امیر اور ناظر اعلیٰ کا تقرر	۴۶۸
تیسرا پیغام	۴۶۹
چوتھا پیغام	۴۷۲
فصل دوم	
سفرِ یورپ کا آغاز	۴۷۵
قصرِ خلافت سے روانگی	۴۷۶

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
حضرت سیّدہ نصرت جہاں کے مزارِ مبارک پر دعا	۴۷۷	عالَمِ رؤیا میں۔	
لاہور سے کراچی	۴۷۸	زیورچ کے احمدی احباب سے خطاب	۵۲۸
ملک میں بے بنیاد اور جھوٹی افواہیں اور حضرت	۴۷۸	ٹیلیویژن پر انٹرویو اور ایک یوگوسلاوین کا	۵۲۹
امیرِ مقامی کے دو زوردار مضامین۔		قبولِ اسلام۔	
پانچواں پیغام	۴۸۲	زیورک سے جرمنی تک	۵۲۹
چھٹا پیغام	۴۸۴	ایک نامور مستشرق کی بیعت	۵۳۰
ساتواں اور آٹھواں پیغام	۴۸۵	مقامی جماعت کی طرف سے حضورؓ کے اعزاز	۵۳۲
نواں پیغام	۴۸۸	میں دعوت۔	
اپنی صحت سے متعلق حضور کا رقم فرمودہ نوٹ	۴۹۰	اخبارات میں چرچا	۵۳۳
دسواں پیغام	۴۹۱	مبلّغ جرمنی کی مخلصانہ خدمات پر اظہارِ خوشنودی	۵۳۴
مدیر صدقِ جدید کا خراجِ تحسین	۴۹۳	جرمنی سے ہالینڈ میں ورود	۵۳۵
بنگالی احمدیوں کے نام حضورؓ کا پیغام	۴۹۴	**فصل سوم**	
ربوہ میں مقیم بنگالیوں کا اخلاص نامہ	۴۹۶	ہالینڈ سے روانگی اور لندن میں تشریف آوری	۵۴۱
گیارھواں پیغام	۴۹۷	ایڈیٹر صاحب الفضل کے نام مکتوب	۵۴۲
کراچی سے دمشق کے لئے روانگی	۴۹۹	لندن میں مبلّغینِ اسلام کی عالمی کانفرنس	۵۴۲
دمشق میں ورود اور ہفت روزہ قیام	۵۰۲	کانفرنس کے کامیاب اختتام پر اخبار الفضل	۵۴۴
دمشق سے بیروت	۵۰۹	میں مفصّل خبر۔	
بیروت سے زیورک تک	۵۱۱	اخبار المنیر لائلپور کا تبصرہ	۵۴۵
بارھواں اور تیرھواں پیغام	۵۱۵	لندن کانفرنس	۵۴۵
سورۃ فاتحہ کے متعلق چار پُرمعارف خطبات	۵۱۶	حضرت مصلح موعودؓ کا پُرشوکت اعلان	۵۴۷
چودھواں پیغام	۵۲۴	مالٹا کے ایک انجنیئر کا قبولِ اسلام	۵۴۹
ربوہ کی دردناک اجتماعی دعا اور اس کا نظارہ		پندرھواں پیغام	۵۴۹

عنوان	صفحہ
خطبہ عید الاضحیہ	۵۴۹
عید کے بعد ڈسمنڈ شا کی ملاقات	۵۵۰
جماعتِ احمدیہ نائیجیریا کے نمائندہ وفد کی ملاقات۔	۵۵۱
ایڈیٹر ماہنامہ ایسٹرن ورلڈ کی ملاقات	۵۵۲
طلبائے زنجبار کی ملاقات	۵۵۲
حضرت امّاں جانؓ کے انتقال پر پیغامِ تعزیت۔	۵۵۲
ایک سوئس کا قبولِ اسلام	۵۵۳
ناظرِ اعلیٰ ربوہ کے نام مکتوب اور واپسی کے پروگرام سے اطلاع۔	۵۵۳
قافلہ کی پہلی پارٹی کراچی میں	۵۵۳
حضرت مصلح موعودؓ کا جماعتِ احمدیہ لندن سے خطاب۔	۵۵۴
لندن سے کراچی تک	۵۵۴
قادیان میں جشنِ مسرّت	۵۵۵
نمائندگان جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کا سپاسنامہ۔	۵۶۰
حضرت مصلح موعودؓ کی بصیرت افروز تقریر	۵۶۳
مسلم فرقوں سے مغربی ممالک میں تبلیغِ اسلام کی پُرزور اپیل۔	۵۶۵
حضرت مصلح موعودؓ کا مرکزِ احمدیت میں ورود اور شمعِ خلافت کے پروانوں کا فقید المثال استقبال۔	۵۶۵
مبارک سفر کا مبارک اختتام	۵۷۲

ضمیمہ

فہرست قافلہ پاکستان برائے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء — صا

تصویر قافلہ پاکستان برائے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء

حضرت مصلح موعودؓ پر حملہ سے متعلق حضرت مسیح موعود کی رؤیا اور اس بارے میں حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی مراسلت — ۱۵

حملہ کے عینی گواہوں کے بیانات — ۲۱

فہرست قافلہ قادیان ۱۹۵۴ء — ۳۸

تصاویر

- سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے سفرِ کراچی ۱۹۵۳ء کا ایک یادگار فوٹو۔
- مینجنگ ڈائریکٹر ایسٹ افریقہ سٹینڈرڈ مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کو سواحیلی ترجمہ قرآن کی پہلی مطبوعہ کاپی پیش کر رہے ہیں۔
- حضرت مصلح موعودؓ تحریک جدید کے دفاتر کا معائنہ فرما رہے ہیں۔
- صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے دفاتر کے افتتاح کے مناظر۔
- جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء کے چند مناظر۔
- لوائے احمدیت کا پہرہ۔
- جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء میں شرکت کرنیوالے پاکستانی قافلہ کا گروپ فوٹو۔
- حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ اور دوسرے اکابر صحابہ جامعہ احمدیہ میں۔
- حضرت مصلح موعودؓ جامعہ احمدیہ میں۔
- حملہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے دو نایاب فوٹو۔
- حضرت مصلح موعودؓ کا گروپ فوٹو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی الوداعی تقریب کے موقع پر۔
- حضرت مصلح موعودؓ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ ۱۹۵۴ء سے خطاب فرما رہے ہیں۔
- لاہور اسٹیشن سے حضرت مصلح موعودؓ کی سفرِ یورپ کے لئے روانگی۔
- حضرت مصلح موعودؓ کا مجلس خدام الاحمدیہ کراچی سے خطاب۔
- خطاب کے بعد اجتماعی دعا۔
- کراچی سے یورپ کے لئے روانگی۔
- کراچی ائیرپورٹ پر مصافحہ۔
- حضرت مصلح موعودؓ کا نزولِ دمشق۔
- حضرت مصلح موعودؓ بیروت کے ائیرپورٹ پر۔
- حضرت مصلح موعودؓ لندن میں۔
- حضرت مصلح موعودؓ کالج اسٹاف سے مصافحہ فرما رہے ہیں۔
- تعلیم الاسلام کالج کی افتتاحی تقریب پر گروپ فوٹو۔

☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ
وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

پہلا باب

سواحیلی ترجمہ قرآن کی طباعت و اشاعت سے لے کر شاہ ابنِ سعود کی المناک وفات پر حضرت مصلح موعودؓ کے تعزیت نامہ تک

فصل اوّل

سواحیلی ترجمۂ قرآن کی طباعت و اشاعت

دُنیائے احمدیت میں سال ۱۳۳۲ہش/۱۹۵۳ء کے وسط کا ایک نہایت اہم واقعہ سواحیلی ترجمۃ القرآن کی طباعت و اشاعت ہے، جس نے مشرقی افریقہ میں تبلیغِ اسلام کی مہم کو تیز تر کر دیا اور مسلم افریقہ کے تخیّل کو بہت تقویت پہنچائی۔

جیسا کہ تاریخ احمدیت (جلد ہفتم) میں بتایا جا چکا ہے اِس ترجمہ کا آغاز مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (سابق رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ) نے یکم رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ (مطابق ۱۷؍نومبر ۱۹۳۶ء) کو کیا اور ۱۴؍مئی

۱۹۵۳ء کو ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ لمیٹڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر مسٹر سی۔ بی۔ اینڈرسنؑ نے اس کا پہلا مجلّد نسخہ تیار کیا جو مکرم شیخ صاحب نے اسی دن بذریعہ ہوائی ڈاک حضرت امیرالمؤمنین المصلح الموعود کی خدمت میں بھیج دیا اور درخواستِ دعا کے ساتھ اس کی اشاعت کے لئے اجازت چاہی۔ مکرم شیخ صاحب کو ۲۱ مئی ۱۹۵۳ء کو حضور کا برقیہ موصول ہوا کہ

"Translation reached. May God bless its publication and sale."

(Khalifatul Masih)

ترجمہ پہنچ گیا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت مبارک کرے۔ خلیفۃ المسیح ؑ

ترجمۃ القرآن کی مختصر تاریخ

مکرم شیخ مبارک احمد صاحب نے ترجمہ سواحیلی کے پیش لفظ میں لکھا :-

مجھے خوب یاد ہے کہ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کا پہلا مبارک دن تھا۔ نمازِ صبح کے بعد خاکسار نے قرآنِ مجید کے سواحیلی ترجمہ کا کام شروع کیا۔ اُن دنوں مَیں ٹبورا میں مقیم تھا۔ جب خاکسار نے اِس کام کا ارادہ کیا تو مَیں اکیلا تھا کوئی افریقن دوست نہ تھا جو اِس معاملہ میں میری مدد کرے سوائے پرائمری سکول کے ایک افریقن ٹیچر معلم سعیدی کامبی کے، جو عربی زبان سے واقف نہ تھے اور جو کچھ عرصہ کے بعد کام چھوڑ کر چلے گئے۔ بہرحال ترجمہ کا کام مَیں نے باقاعدگی کے ساتھ جاری رکھا دن کے بعد دن، ہفتے کے بعد ہفتے اور سال کے بعد سال گذرتے رہے حتّٰی کہ وہ دن بھی آن پہنچا جب تیس پاروں کا ترجمہ مکمل ہو گیا۔

۱۹۴۳ء میں جب ترجمہ قرآن کا مسودہ ٹائپ ہو کر مکمل ہو گیا تو اسے مشرقی افریقہ کے ایک اہم ادارہ انٹر ٹیریٹوریل لینگوایجز کمیٹی برائے سواحیلی (Inter-Territorial Languages Committee for Swahili) کو جو سواحیلی کی ترقی و اصلاح کے لئے حکومت کی طرف سے

ؑ Mr. C. B. Anderson Managing Director of the East African Standard Ltd.

ؑ پندرہ روزہ اخبار احمدیہ یکم جون ۱۹۵۳ء نیروبی (مشرقی افریقہ)

مقرر تھا بغرض رائے بھجوا دیا گیا۔ اس ادارہ نے اپنے ماہرین کو اس کی دو کاپیاں بغرض تنقید و اصلاح بھجوائیں اور خواہش کی کہ وہ ترجمہ اور زبان دونوں کے متعلق اپنی رائے سے پورے غور و فکر کے بعد مطلع کریں۔ اپریل ۱۹۴۴ء میں اس ادارہ کے سیکرٹری نے ان ماہرین کی کئی صفحات پر مشتمل آراء ہمیں بھجوائیں۔ ان کی متفقہ رائے تھی کہ

"On the whole, the translation is very good"

یہ ترجمہ مجموعی اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ ان ماہرین نے بعض مقامات کی تبدیلی کا مشورہ دیا جو قبول کیا گیا اور بعض جگہ ان کی عربی زبان سے عدم واقفیت کی وجہ سے ان کی مجوزہ اصلاح یا رائے رد کرنی پڑی۔

اِس ابتدائی نظرِثانی کے بعد یہ مسودہ سواحیلی زبان کے بعض دیگر فاضل و ماہر افریقن کو بھجوایا کہ وہ خالصتہً زبان کے عام فہم اور صحتِ زبان کے بارے میں اپنی رائے دیں۔ کچھ عرصہ بعد قریباً ۱۹۴۵ء میں ہمارے عزیز بھائی شیخ امری عبیدی جو لمبا عرصہ میرے ساتھ رہے اور مجھ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے اور عربی سیکھنے اور دیگر دینی امور میں دسترس حاصل کرنے اور خداداد صلاحیت کے باعث اِس قابل ہوگئے کہ وہ اس پر مزید ماہرانہ تنقیدی نگاہ ڈال سکیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا بغور مطالعہ، موازنہ اور تصحیح کا کام شروع کردیا اور عربی زبان سے اس کا تطابق اور درستی کی طرف بھی توجہ دی اور کئی مفید مشورے دیئے۔ چند سال کے بعد ہمارے دوسرے علماء نے بھی جو قرآنی علوم اور اسلامی علوم کے بھی ماہر تھے اور عربی اور سواحیلی دونوں زبانوں سے خاص واقفیت حاصل کر چکے تھے اِس ترجمہ کو بڑے غور و فکر سے پڑھا، اپنی رائے دی، مشورہ دیا۔ الحمدللہ۔ سب افریقن اہلِ علم اور ہمارے علماء سواحیلی ترجمہ اور اس کی فصاحت سے متأثر اور خوش ہوئے۔

ترجمہ میں تشریحی اور تفسیری نوٹ بھی شامل کئے گئے کیونکہ ترجمہ کے کام کے بعد اس کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ تفسیری نوٹ بھی لکھے جائیں چنانچہ ۱۹۴۹ء کے آخر میں بالخصوص مندرجہ ذیل تین امور کو مدِنظر رکھتے ہوئے کئی سَو نوٹ لکھے گئے :۔

اوّل :۔ پہلی بات ان نوٹوں میں یہ مدِنظر رکھی گئی کہ مشرقی افریقہ میں غیر مسلموں بالخصوص عیسائیوں کی طرف سے ان کے جرائد و رسائل اور کتب میں قرآن کریم کی کسی آیت یا تعلیم یا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی مقدّس زندگی پر اعتراض کیا گیا تو اس کا جواب ضرور دیا جائے۔

دوم :۔ قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہبِ عالَم کی تعلیم کا مقابلہ کرکے اسلامی تعلیم کی برتری کو دلائل سے ثابت کیا جائے۔

سوم :۔ کئی بدعات اور رسم و رواج شریعتِ اسلامیہ اور اُسوۂ نبیؐ کے خلاف ہیں اور مسلمانوں میں بوجہ عدم فہمِ قرآن داخل ہو گئی ہیں جن کی قباحت کو واضح کرکے اصل تعلیم اور اصل حقائق نمایاں کئے جائیں۔

بہت سے نوٹ مَیں نے لکھے اور بعض میرے رفقاء نے۔ یہ اکثر نوٹ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی بیان فرمودہ تفاسیر سے استفادہ کے ساتھ تیار کئے گئے جن کے پڑھنے سے اِنسانی ذہن اور دماغ پر گہرا اثر پڑتا ہے اور یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید بنی نوع انسان کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہے اور اس کتابِ عظیم میں ایسی زبردست قوّت ہے کہ وہ لوگوں کو ذلّت سے اُٹھا کر رفعت اور عظمت کی چوٹیوں تک پہنچا سکتی ہے۔

جن دوستوں نے سواحیلی ترجمۂ قرآن میں مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کا ہاتھ بٹایا اور خصوصی امداد فرمائی آپ نے ترجمہ کے شروع میں اُن کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ "مجھ پر لازم ہے کہ مَیں اپنے اُن رفقاء کا خاص طور پہ ذکر کروں جنہوں نے گزشتہ دو تین سالوں میں بہت فکرمندی، خاص شوق اور پوری لگن اور محبت سے میرا ہاتھ بٹایا ہے مثلاً

۱۔ شیخ امری عبیدی [1] ۲۔ مولانا محمد منور صاحب فاضل

حقیقت یہ ہے کہ میرے اِن دو ساتھیوں نے اس ترجمہ و تفسیر کی نظرِ ثانی کے کام، نوٹوں کی تکمیل، پروفوں کے دیکھنے اور تفسیر سے متعلق دوسرے امور میں خاص امداد کی ہے۔ اِسی طرح مولانا عنایت اللہ صاحب خلیل، مولانا جلال الدین صاحب قمر نے احادیث اور دیگر ضروری مواد اکٹھا کرنے میں اور عربی متن کے آخری پروف دیکھنے میں بہت مدد دی ہے [2]۔"

---

[1] مفصّل حالات "تاریخ احمدیت" جلد ہفتم صفحہ ۲۸۳ تا صفحہ ۲۸۵ میں درج ہیں۔

[2] محترم قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی نے بھی پروف ریڈنگ میں حصہ لیا ہے آپ مشرقی افریقہ میں لمبا عرصہ قیام اور سلسلہ کی خدمات بجالانے کے بعد ۱۹۶۷ء کو پاکستان میں تشریف لے آئے ہیں اور ربوہ میں مقیم ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایمان افروز دیباچہ

سواحیلی ترجمہ قرآن کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ایمان افروز دیباچہ بھی شائع ہوا جو حضور نے محترم شیخ صاحب کی درخواست پر عطا فرمایا۔ یہ تاریخی دیباچہ حضور نے مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر انچارج شعبہ زود نویسی کو لکھوایا تھا جو انہوں نے ۱۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو صاف کر کے حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے اپنے قلمِ مبارک سے کئی مقامات پر تصحیح کی اور آخر میں دستخط ثبت فرمائے[1] ۱۹ جنوری ۱۹۵۳ء کو مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور پرائیویٹ سیکرٹری نے اسے نیروبی پہنچانے کے لئے وکیل التبشیر صاحب تحریکِ جدید کو بھجوا دیا۔

جناب شیخ صاحب نے اس اُردو دیباچہ کا عام فہم سواحیلی میں ترجمہ کیا۔ دیباچہ کا متن حسبِ ذیل تھا:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِرُ

سواحیلی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور اس کے مضمون کے متعلق مختصر نوٹ شائع کئے جا رہے ہیں۔ افریقہ کو اسلامی تاریخ میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے خصوصاً شمال مشرقی افریقہ کو۔ اسلام کے ابتدائی ایام میں جب مکّہ والوں نے مسلمانوں پر بڑے بڑے مظالم کئے اور مکّہ میں مسلمانوں کی رہائش ناممکن ہوگئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف جانے کی ہدایت فرمائی۔ حبشہ یعنی ایبے سینیا وہ ملک ہے جو کہ کینیا کالونی کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ چنانچہ مسلمان اس ملک میں پہنچے اور وہاں کے بادشاہ کے قانون کے ماتحت انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی گئی اور امن کا سانس انہوں نے لینا شروع کیا تو مکّہ والوں سے یہ بات برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے اپنی قوم کے دو لیڈروں کو بادشاہ اور اس کے درباریوں کے لئے بہت سے تحائف دے کر بھجوایا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ بادشاہ سے درخواست کریں کہ وہ مہاجرین کو مکّہ کی حکومت کے حوالہ کر دے تاکہ وہ ان سے اپنے خیالات اور عقائد کے مطابق سلوک کریں اور اگر بادشاہ نہ مانے تو پھر درباریوں کو تحفے دے کر اُن سے بادشاہ پر زور ڈلوائیں

[1] اصل مسودہ اب دفتر شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے۔

اور مسلمان مہاجرینِ مکہ کو جس طرح بھی ہو واپس مکہ لائیں چنانچہ یہ وفد مکہ سے گیا اور درباریوں خصوصاً پادریوں کے ذریعہ سے بادشاہ سے ملا جو اس زمانہ میں نگس کہلاتا تھا جسے عرب لوگ نجاشی کہتے تھے۔ یہ اس بادشاہ کا نام نہیں تھا بلکہ یہ اس زمانہ کے حبشی بادشاہوں کا لقب ہوتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے سامنے انہوں نے شکایت کی کہ ان کے ملک کے کچھ باغی بھاگ کر حبشہ آگئے ہیں اور انہیں مکہ والوں نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان باغیوں کو مکہ کی حکومت کے حوالے کر دیا جائے۔ بادشاہ نے ان لوگوں کی باتیں سُن کر مسلمانوں کو بلوایا اور ان سے پُوچھا کہ وہ کس طرح آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اُن پر ان کی قوم ظلم کر رہی تھی اور چونکہ افریقن بادشاہ کا انصاف اور اس کا عدل مشہور تھا وہ اس کے ملک میں پناہ لینے کے لئے آگئے۔ اس پر بادشاہ نے مکہ کے وفد کو جواب دیا کہ چونکہ ان کے خلاف کوئی سیاسی جرم ثابت نہیں صرف مذہبی اختلاف ثابت ہے اِس لئے وہ اُن کو واپس کرنے کے لئے تیار نہیں۔ مکہ کا وفد جب دربار سے ناکام لوٹا تو اس نے درباریوں اور پادریوں کو بھی تحفے تقسیم کئے اور انہیں اُکسایا کہ یہ مسلمان لوگ حضرت مسیح کی بھی ہتک کرتے ہیں اِس لئے مسیحیوں کو بھی مکہ والوں کے ساتھ مل کر اُن پر سختی کرنی چاہیئے۔

چنانچہ دوسرے دن پھر درباریوں نے بادشاہ پر زور دیا کہ یہ لوگ تو مسیح کی بھی ہتک کرتے ہیں چنانچہ بادشاہ نے مسلمانوں کو پھر بلوایا اور اُن سے پوچھا کہ آپ لوگ مسیح کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ مسلمانوں نے سُورت مریم کی ابتدائی آیات پڑھ کر اُن کو سُنائیں جن میں مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ کا ذکر ہے اور پھر کہا کہ ہم مسیح کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ ہاں انہیں خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ اس پر پادریوں نے شور مچا دیا کہ دیکھو انہوں نے مسیح کی ہتک کی ہے مگر افریقن بادشاہ منصف اور عادل تھا اس نے سمجھ لیا کہ یہ الزام اُن پر غلط لگایا جا رہا ہے یہ لوگ مسیح کا ادب کرتے ہیں مگر اس کو خدا یا خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ چنانچہ اس نے بڑے جوش سے ایک تنکا فرش پر سے اُٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم مَیں بھی مسیح کو وہی کچھ مانتا ہوں جو یہ کہتے ہیں اور مَیں اس درجہ سے جو انہوں نے مسیح کا بیان کیا اُسے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں سمجھتا۔ اس پر پادریوں نے بادشاہ کے خلاف بھی آوازے کسنے شروع کئے کہ تُو بھی مرتد ہو گیا ہے لیکن نجاشی نے کہا کہ مَیں تمہارے شور وشغب کی وجہ سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ جب میرا باپ مرا تو مَیں چھوٹا بچہ تھا اور میری جگہ میرا چچا قائم مقام بادشاہ مقرر کیا گیا تھا اور تم

لوگوں نے اس کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ مجھ کو تخت سے محروم کر دو۔ جب مجھے یہ بات معلوم ہوئی تو باوجود اس کے کہ مَیں چھوٹا تھا مَیں نے اپنا حق لینا چاہا اور نوجوان میرے ساتھ مل گئے اور میرے چچا نے ڈر کر دستبرداری دے دی اور تخت میرے حوالے کر دیا تو میری بادشاہت تمہاری وجہ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے باوجود تمہاری مخالف کوششوں کے مجھے دی ہے۔ کیا مَیں اب تم سے ڈر کر خدا کو چھوڑ دوں گا اور ظلم اور تعدی کروں گا۔ نہ تم نے یہ بادشاہت مجھے دی ہے نہ مَیں تمہاری مدد کا محتاج ہوں مَیں کسی صورت میں ظلم نہیں کرسکتا۔ یہ لوگ آزادی سے میرے ملک میں رہیں گے اور کوئی اُن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

پس اے اہلِ افریقہ جن کے مشرقی علاقہ کی علمی زبان سواحیلی ہے مَیں یہ ترجمہ آپ کو پیش کرنے میں ایک لذّت اور سرور محسوس کرتا ہوں کیونکہ اِس کتاب کے ابتدائی ایام میں اِس کتاب کے ماننے والوں کو آپ کے برِّ اعظم نے پناہ دی تھی اور ظلم و تعدی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور انصاف اور عدل قائم کرنے کا بیڑا اُٹھا لیا تھا۔ آج قرآن پاک کی تعلیم اسی طرح مظلوم ہے جس طرح کہ کسی زمانہ میں قرآن کریم کے ماننے والے مظلوم ہوُا کرتے تھے۔ آج اس قرآن کریم کو دُنیا میں لانے والا نبی فوت ہوچکا ہے لیکن اس کا رُوحانی وجود آج اس سے بھی زیادہ مظلوم ہے جتنا کہ آج سے قریباً چودہ سَو سال پہلے وہ اپنی دُنیاوی زندگی میں مظلوم تھا۔ اس پر جھوٹے الزام لگائے جاتے ہیں۔ اس کی لائی ہوئی تعلیم کو بگاڑ کر دُنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے ماننے والوں کو حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے لیکن خدا گواہ ہے کہ واقعہ یہ نہیں۔ خدا کی نظروں میں سب سے زیادہ معزّز وجود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جن پر یہ قرآن نازل ہوُا تھا اور سب سے زیادہ سچّی تعلیم وہ ہے جو اِس کتاب یعنی قرآنِ مجید میں موجود ہے جیسا کہ آپ خود دیکھ لیں گے۔ دُنیا صرف اپنی طاقت اور قوّت کے گھمنڈ پر اس کی تردید کر رہی ہے اور اس کے ماننے والوں کو ذلیل کر رہی ہے۔

لیکن اے اہلِ افریقہ! آج آپ کا بھی یہی حال ہے۔ آپ کو بھی غیر ملکوں میں تو الگ رہا اپنے ملک میں بھی ذلیل ہی سمجھا جا رہا ہے۔ پس وہ تعلیم جس نے چودہ سو سال پہلے ایک وحشی اور غیر تعلیم یافتہ قوم کو دُنیا کی ترقیات کی چوٹی پر پہنچا دیا تھا لیکن جو آج مظلوم ہے اور گھر سے بے گھر کر دی گئی ہے مَیں اُسے آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں جبکہ آپ لوگوں کی حالت بھی اسی قسم کی ہے۔ اور آپ سے

اپیل کرتا ہوں کہ اِس کتاب کو غور سے پڑھیں اور اسی عدل اور انصاف کی نگاہ سے اسے دیکھیں جس نگاہ سے نجاشی نے مکہ کے مسلم مہاجرین کو دیکھا تھا اور پھر اپنی عقل اور بصیرت سے نہ کہ لوگوں کے لگائے ہوئے جھوٹے الزاموں کے اثر کے نیچے اور لوگوں کی بنائی ہوئی رنگین عینکوں کے ذریعہ سے اُسے دیکھیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو آپ کو اس لاثانی جوہر کی حقیقت معلوم ہو جائیگی اور اس رسّے کو آپ پکڑ لیں گے جو کہ خدا تعالیٰ نے اس کتاب کے ذریعہ سے آسمان سے پھینکا ہے تا کہ اس کے بندے اُسے پکڑ کر اس تک پہنچ جائیں۔

اے اہلِ افریقہ! ایک دفعہ پھر اپنے عدل اور انصاف کا ثبوت دو اور پھر ایک سچائی کے قائم کرنے میں مدد دو جو سچائی تمہارے پیدا کرنے والے خدا نے بھیجی ہے جس سچائی کو قبول کرنے کے بغیر غلام قومیں آزاد نہیں ہو سکتیں۔ مظلوم ظلم سے چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ قیدی قید خانوں سے چھوٹ نہیں سکتے۔ امن، رفاہیّت اور ترقی کا پیغام مَیں تمہیں پہنچاتا ہوں۔ پیغام میرا نہیں بلکہ تمہارے اور میرے پیدا کرنے والے خدا کا پیغام ہے۔ یہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدا کا پیغام ہے۔ یہ یورپ، امریکہ اور ایشیا کے پیدا کرنے والے خدا کا پیغام ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں آؤ، لاکھوں کی تعداد میں آؤ اور سچائی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاؤ تا کہ ہم سب مل کر دُنیا میں ازسرِ نو خدا تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم کر دیں اور بنی نوع انسان کی ہمہ گیر اخوّت اور خدا تعالیٰ کے ہمہ گیر عدل و انصاف کو دُنیا میں قائم کر دیں۔ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو میری آواز پر لبّیک کہنے کی توفیق دے اور مَیں وہ دن دیکھوں جب کہ آپ لوگ میرے دوش بدوش دُنیا میں امن اور سلامتی اور ترقّی اور رفاہیّت کے قائم کرنے میں کوشش کر رہے ہوں اور پھر یہ کوشش خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہو۔

(خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی)[1]

احمدیہ مشن مشرقی افریقہ نے یہ معرکۃ الآراء دیباچہ پچاس ہزار کی تعداد میں بصورت پمفلٹ بھی شائع کر کے تقسیم کیا[2]

---

[1] روزنامہ المصلح کراچی ۸ر اخاء ۱۳۳۲ہش/۸ر اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳-۴

[2] بروایت مکرم شیخ مبارک احمد صاحب

Holy Quran in Swahili and Arabic published

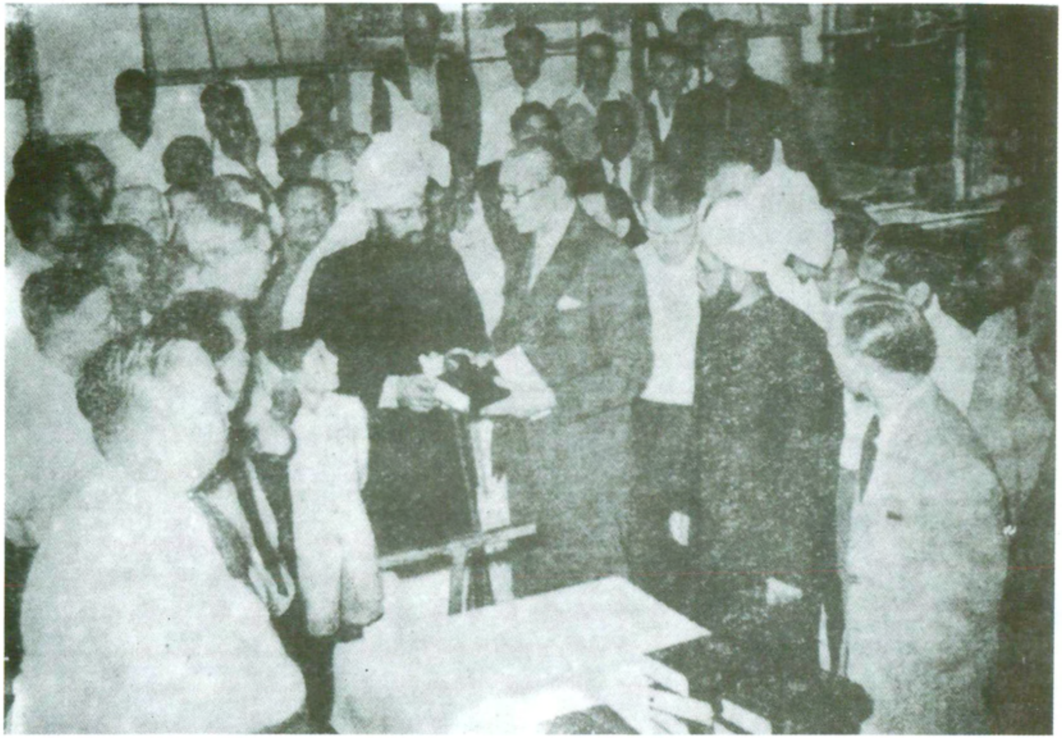

The Sheikh Mubarak Ahmad, Amir and Chief Missionary of the East African Ahmadiyya Muslim Mission, receives the first printed copy of his Arabic-Kiswahili translation of the Holy Quran from Mr. C. B. Anderson, Managing Director of the East African Standard, Ltd., who printed the work. Also in the picture is Maulana Muhammed Munawwar, who helped the Sheikh in his translation, which took 15 years. Members of the "East African Standard" printing works staff watch the ceremony.

مینجنگ ڈائرکٹر ایسٹ افریقہ سٹینڈرڈ
مولانا شیخ مبارک احمد صاحب کو سواحیلی
ترجمہ قرآن کی پہلی مطبوعہ کاپی پیش کر رہے ہیں۔

اخبار "ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ" میں مفصل خبر

۱۴ رمئی ۱۹۵۳ء کو ترجمہ قرآن کا پہلا نسخہ تیار ہوا اور ۱۶ رمئی ۱۹۵۳ء کو نیروبی کے اخبار ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ (East African Standard) نے پریس کی طرف سے اس کے پہلے نسخہ کے پیش کئے جانے کی تقریب کا فوٹو مع اس کی تفصیلی خبر کے شائع کیا جو یہ تھی۔

Holy Quran in Swahili and Arabic Published

Seventeen years ago Sheikh Mubarak Ahmad, the Amir and Chief Missionary of the East African Ahmadiyya Muslim Mission, set himself the task of translating the whole of the Holy Quran from Arabic into Swahili.

On Thursday his work was completed when the first copy of his translation, in a presentation binding, was handed to him by Mr. C. B. Anderson, Managing Director of the East African Standard, Ltd., after the 1,100 pages of the book had taken over three months in the printing.

Mainly for distribution through the Muslim missions working in East Africa and the Belgian Congo, 10,000 copies have been published.

The first copy of the Quran, which has the Arabic text alongside the Swahili translation, will be sent to the head of the Ahmadiyya Muslim movement, Hazrat Mirza Bashirud-Din Mahmud Ahmad, at his headquarters in Rabwah, West Pakistan. Other copies will go to the Prime Minister of Pakistan, Mr. Mohammad Ali, and to the Foreign Minister, Mr. Zafrullah Khan.

STUPENDOUS WORK : Receiving the first copy, Sheikh Ahmad said that when he had finished his translation, he was confronted with the problem of its printing. With the Arabic original retained, it was a novel

and difficult job for any printing press in East Africa.

He thanked the East African Standard staff for bringing "this stupendous work" to completion in so short a time.

"I hope that this publication will prove a great blessing to the people of East Africa, bring them peace of mind, moral and spiritual uplift, and will go a long way in combating the evil of Communism and improving inter-communal relations," said the Sheikh.

"Your firm will certainly be blessed by God for your share in this holy work", he added.

Gathered at the presentation were members of the East African Standard staff associated in the production of the Holy Quran.

Mr. Anderson said that he regarded it as a great occasion not only because the Quran was one of the great works which the firm produced, but also its introduction would surely bring peace and spiritual well-being to Swahili-speaking Muslims in East Africa.

(East African Standard, Saturday, May, 16, 1953)

قرآن کریم سواحیلی اور عربی زبان میں شائع کر دیا گیا

سترہ سال قبل کی بات ہے کہ شیخ مبارک احمد صاحب نے جو مشرقی افریقہ کے امیر اور احمدیہ مسلم مشن کے چیف مشنری ہیں قرآن کریم کا عربی سے سواحیلی زبان میں ترجمہ کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ جمعرات کے دن ان کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا اور مسٹر سی۔بی۔ اینڈرسن نے جو ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ لمیٹڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر ہیں ترجمہ کا پہلا نسخہ جو دیدہ زیب جلد سے مزین تھا شیخ صاحب موصوف کو پیش کیا۔ یہ کتاب ۱۱۰۰ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اس کی طباعت میں تین ماہ صرف ہوئے۔

قرآن کریم کا پہلا نسخہ جس میں عربی متن کے ساتھ سواحیلی ترجمہ دیا گیا ہے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ کو ان کے مرکز ربوہ مغربی پاکستان ارسال کیا جائے گا۔ اسکے

علاوہ اِس ترجمہ کے نسخے مسٹر محمد علی وزیرِ اعظم پاکستان اور مسٹر محمد ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان کو ارسال کئے جائیں گے۔

عظیم کارنامہ:۔

شیخ مبارک احمد صاحب نے اِس کتاب کا پہلا نسخہ لیتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ ترجمہ کا کام مکمل کر چکے تو ان کے سامنے اس کی طباعت کا مسئلہ درپیش تھا۔ مشرقی افریقہ میں کسی پریس کے لئے عربی متن کے ساتھ ترجمہ کی اشاعت ایک نیا اور مشکل مسئلہ تھا۔

انہوں نے ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ کے سٹاف کو اِس عظیم کام کی اِس قدر قلیل عرصہ میں تکمیل پر مبارکباد پیش کی۔

نیز فرمایا کہ اِس ترجمہ کی اشاعت مشرقی افریقہ کے باشندوں کے لئے بڑی برکت کا موجب ثابت ہوگی، اِس کے ذریعہ سے انہیں اطمینانِ قلب حاصل ہوگا اور وہ اخلاقی اور رُوحانی رنگ میں ان کی سربلندی کا موجب ہوگا نیز کمیونزم کے بُرے اثرات کے ازالہ اور مختلف فرقوں میں بہتر تعلقات استوار کرنے میں اہم کردار ادا کرے گا۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اِس مقدّس کام میں آپ کی فرم نے جو حصّہ لیا ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے بھی برکت دے گا۔

اِس کتاب کی پیشکش کے موقعہ پر ایسٹ افریقن سٹینڈرڈ کا سارا سٹاف جس نے اِس قرآن کریم کی طباعت میں حصہ لیا موجود تھا۔

مسٹر اینڈرسن نے کہا کہ وہ اِس تقریب کو ایک بہت بڑا واقعہ گردانتے ہیں نہ صرف اِس لئے کہ اِس فرم نے قرآن جیسی عظیم کتاب کی طباعت کا کارنامہ سرانجام دیا بلکہ اِس لئے بھی کہ اِس کی وجہ سے مشرقی افریقہ کے سواحیلی بولنے والے مسلمانوں کے لئے وہ سکون اور رُوحانی تسکین کا موجب ہوگا۔

سواحیلی ترجمہ کی اشاعت

حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعودؓ کا منشاء مبارک یہ تھا کہ قرآن کریم کے ترجمہ کی اشاعت کے لئے خاص توجّہ دی جائے۔ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب نے اس کی تعمیل کے لئے ایک وسیع پروگرام تجویز کیا اور براہِ احسان

۱۳۳۲ہش (مطابق ۱۱رجون ۱۹۵۳ء) کو حضور کی خدمت میں حسبِ ذیل رپورٹ ارسال کی۔

حضور کا ارشاد کہ "قرآن کریم کے سواحیلی ترجمہ کی اشاعت اصل کام ہے" اس کے متعلق ضروری پروگرام اور تجاویز اختیار کی جارہی ہیں (۱) اہم ملکی اخبارات میں باقاعدہ اشتہار (۲) بذریعہ خاص پمفلٹ (۳) اخبارات میں ریویو (۴) اور فنکشنز FUNCTIONS (۵) مبلّغین کے ذریعہ (۶) بُک شاپوں کے ذریعہ (۷) جماعتوں کے ذریعہ کہ وہ اس ترجمہ کو لے کر معزّزین کے پاس جائیں اور فروخت کریں اور انہیں تحریک کریں کہ وہ افریقنز میں اس کو تقسیم کریں۔ خود بھی ارادہ ہے کہ ملک کا دَورہ کیا جائے۔ جماعت کے دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ خود ہندوستانی و پاکستانی معزّزین سے مل کر انہیں تبلیغ بھی کی جائے اور ترجمہ کے متعلق بھی تحریک کی جائے۔ ایک خاص نگران کمیٹی مقرر کرنے کی فکر میں ہوں۔

پاکستان کے گورنر جنرل، پرائم منسٹر اور فارن منسٹر کو مقامی کمشنر پاکستان کے ذریعہ سواحیلی ترجمہ بطور تحفہ دیا جارہا ہے امروز فردا میں... اس موقع پر اخبارات اور فوٹو گرافروں کے نمائندے ہوں گے۔ مقامی کمشنر پھر خود ان کتابوں کو کراچی بھجوا دیں گے۔ ہر ایک کی خدمت میں ایک مختصر خط بھی لکھا جائے گا اِنشاءاللہ۔ اِس وقت تک تقریباً ۱۲ ہزار شلنگ کی کتب باہر مختلف ایجنٹوں، بک شاپ اور فرداً فرداً لوگوں کو بھجوائی جاچکی ہیں[۱]

مشرقی افریقہ کے مختلف علماء اور اہلِ قلم کے تاثرات

سواحیلی ترجمہ مشرقی افریقہ کے احمدیہ مِشن کا عظیم کارنامہ ہے جس نے مسلمانانِ افریقہ کے حوصلے بڑھائے۔ ان میں علمِ قرآن کی نئی مشعل روشن کی اور غیر مسلموں میں اشاعتِ اسلام کے نئے رستے کھول دیئے۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء کی بات ہے کہ محترم شیخ مبارک احمد صاحب ٹانگا شہر کے تبلیغی دَورہ پر تشریف لے گئے تو ایک مسلم انجمن کے سرکردہ رُکن بابو فتح محمد صاحب (ملازم انجنیئرنگ ڈیپارٹمنٹ ایسٹ افریقن ریلوے) نے آپ سے ملاقات کی اور کہا "مبارک دینے آیا

---

[۱] رپورٹ مکرم شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ بحضور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود از نیروبی (۱۱رجون ۱۹۵۳ء)

ہوں اور خوشخبری سُنانے آیا ہوں"۔ شیخ صاحب نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگے کہ آپ کے سواحیلی ترجمہ قرآن کریم کی ایک کتاب خرید کر مَیں نے ایک عیسائی افریقن کو پڑھنے کے لئے دی تھی اس کا خط آیا ہے کہ مَیں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا ہوں[1]

اِس ترجمہ کی نسبت مشرقی افریقہ کے چند ممتاز علماء اور اہلِ قلم کی آراء درج ذیل کی جاتی ہیں:۔

۱۔ شیخ الغزالی آف ممباسہ[2] (کینیا):۔

انہوں نے سواحیلی ترجمہ پڑھنے کے بعد جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اس ترجمہ کی تعریف کی۔ کچھ عرصہ بعد انہیں نیروبی آنے کا موقع ملا تو انہوں نے یہاں بھی سواحیلی ترجمہ کو سراہتے ہوئے بتایا کہ یہ بالکل صحیح اور درست ہے۔

۲۔ جناب ایپونی صالح آف زنجبار[3]:۔

انہوں نے لکھا کہ مَیں نے قرآن پاک کے اِس ترجمہ کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہے جو آپ نے میرے لئے بھیجا اور مَیں یہ ماننے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ اس قرآن پاک کے متن اور تفسیر میں دوسرے قرآن پاک کے متنوں اور انگریزی تفسیروں (جن میں مولانا محمد علی۔ عبداللہ یوسف علی۔ اور مارک پکھتال کی تفسیریں ہیں) میں جو مَیں نے پڑھی ہیں کوئی فرق محسوس نہیں کرتا لیکن ایک خاص امر جس کا مجھ پر بہت زیادہ اثر ہے اور جس نے مجھے مجبور کیا کہ خلوصِ قلب سے تعریف کروں وہ تفسیر کے بیان کرنے کا طریق ہے۔ ایسی تفسیر جس میں مختلف دلائل اِس طرز پر دیئے گئے ہیں جن کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں اور ایسے دلائل جن سے پادری سیل اور پادری جے ڈیل کے اعتراضات کے مُنہ توڑ جوابات آپ کے

---

[1] ڈائری مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مقیم نیروبی ۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۴ء۔

[2] مدرسہ غزالی ممباسہ کے مدرس اور دینی علوم کی اشاعت کا خاص شغف رکھنے والے عالمِ دین تھے اور دن رات درس و تدریس ان کا وظیفہ تھا۔

[3] آپ بہت عرصہ ٹانگانیکا پولیس فورس میں اعلیٰ عہدہ پر متمکن رہے۔ بعد ازاں زنجبار آکر اپنے قبیلہ کے لوگوں میں رہائش اختیار کی اور زنجبار کی کونسل کے ممبر بنے۔ کموربن قبیلہ کے سرکردہ علم دوست احباب میں سے تھے۔

سواحیلی ترجمہ وتفسیر قرآن پاک میں دیئے گئے ہیں جن کو عقل بھی تسلیم کرتی ہے۔

۳۔ جناب اے عبداللہ آف مومبٹو[۱] (تنزانیہ) نے لکھا:۔

آپ کے اِس مقدّس کام کا بہت بہت شکریہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ ہم نے قرآنِ مجید جیسی پاک و مقدس کتاب پائی۔ آج میرا فرض ہے کہ آپ کو آپ کے اِس اہم کام کے متعلق کچھ لکھوں اور آپ کے اس انتھک محنت والے کام پر اظہارِ ہمدردی کروں۔

۴۔ جناب عمادی آر و ہٹی آف ارنگا[۲] (تنزانیہ) نے لکھا:۔

آپ کی طرف سے قرآن پاک کے سواحیلی ترجمہ وتفسیر کو پاکر نہایت ممنون ہوں۔ آپ کے اِس بڑے اور اہم کام پر آپ کو مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ (ترجمہ)

۵۔ جناب ڈی۔ اے۔ لاسن[۳] صاحب نے لکھا:۔

مَیں آپ کی خدمت میں آپ کے اِس اچھے کام پر جو کہ آپ نے مشرقی افریقہ کے لوگوں کیلئے کیا مبارکباد عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں اور ایک سو شلنگ کا چیک ساتھ منسلک کر رہا ہوں جس سے آپ اِس قرآن پاک کے چند نسخے مُفت تقسیم کر سکیں۔ یہ ایک چھوٹی سی حقیر رقم اِس غرض کے لئے ارسالِ خدمت ہے۔ (ترجمہ)

۶۔ معلم ایم۔ ٹی۔ رمضان ہاہیشی آف اینجمی[۴] (تنزانیہ) نے لکھا:۔

(ULULU) اینجمی ٹاؤن میں مَیں دوسرا شخص ہوں جسے قرآن پاک کا سواحیلی ترجمہ دیکھنے کی

---

[۱] اپنے علاقہ کے ایک بڑے کاروباری اور تاجر تھے۔ جنگِ عظیم کے وقت جو احمدی اس علاقہ میں ہندوستان سے گئے ان سے ان کے مراسم تھے۔

[۲] ارنگا کے علاقہ کے ایک مشہور صاحبِ علم اور تبلیغِ اسلام سے خصوصی دلچسپی رکھنے والے ہیں۔

[۳] نیروبی میں مقیم انگریز نومسلم جو قریباً سترہ سال سے مسلمان ہیں آپ اسلام کی تعلیم سے گہری واقفیت اور موازنۂ مذاہب پر گہری نظر رکھتے ہیں جنہوں نے "WHY ISLAM" ایک تحقیقی کتابچہ عیسائیت کے ردّ میں اور اِسلام کی برتری کے سلسلہ میں لکھا جو مقبولِ عام ہؤا۔

[۴] اہلِ قلم مضمون نگار اور سواحیلی زبان میں دینی علوم کی درس و تدریس کا شغل رکھتے ہیں۔

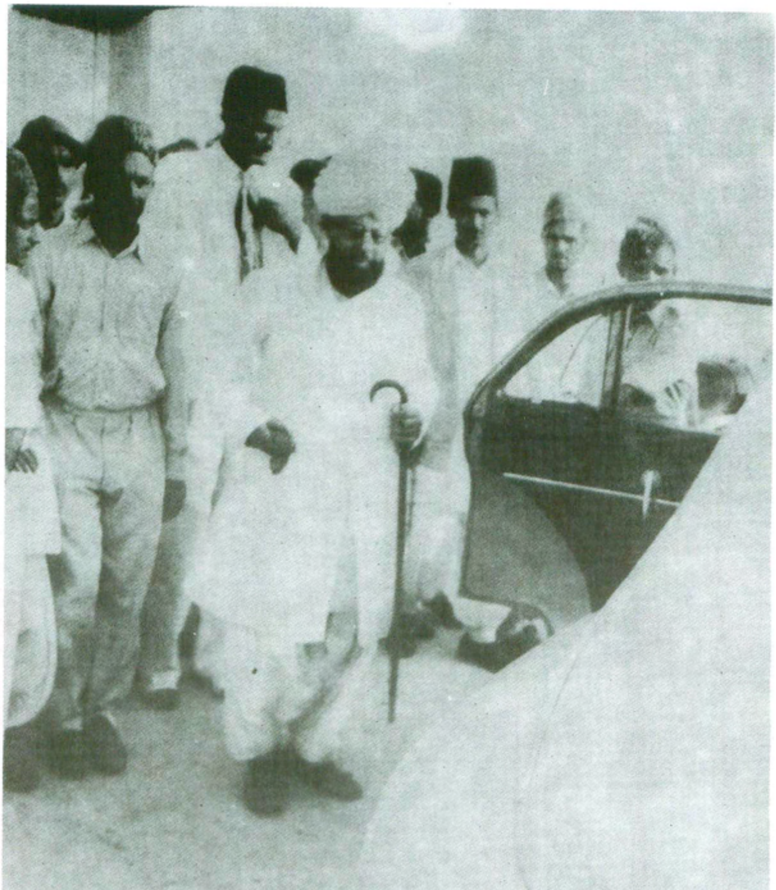

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے سفر کراچی ۱۹۵۳ء کا ایک یادگار فوٹو

توفیق ملی۔ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کی بابت کچھ لکھوں۔ مَیں آج بہت بڑی خوشی محسوس کرتا ہوں اور مجھے اِس اعلیٰ کام نے حیرت میں ڈال دیا۔مَیں نے اپنی زندگی میں ایسا ترجمہ وتفسیر سواحیلی نہیں دیکھا۔ اب مَیں آپ کے ترجمہ قرآن پاک کی خوبی بیان کرتا ہوں۔ مجھے جب سے یہ تفسیر ملی اسی وقت سے مجھے اس کا دوسری چھوٹی چھوٹی تفسیروں سے جوکہ ممباسہ اور زنجبار سے حاصل کی تھیں مقابلہ کرنے کا موقعہ ملا تو بلا شبہ آپ کی تفسیر وترجمہ بہت بہتر پایا۔مزید برآں آیات کی اگرچہ یہ مختصر تفسیر متن کی ہے مگر ظاہری لحاظ سے اس تفسیر میں بہت سی حکمت کی باتیں ملتی ہیں۔مَیں نے تفاسیر میں میراث کے مسئلہ کے متعلق اتنی وضاحت نہیں دیکھی اور نہ ہی پڑھی جیسا کہ آپ کے ترجمہ وتفسیر میں ہے۔

۷۔ معلّم سونگورو مرجان لوانو آف کاموتو[۱] (تنزانیہ) نے لکھا۔

مَیں اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے میری دعائیں قبول کر کے میرے احمدی بھائیوں کو قرآن پاک کا سواحیلی زبان میں ترجمہ وتفسیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس میں پادری ڈیل اور اس جیسے دوسرے دشمنانِ اسلام کے اعتراضات کے جواب ایسے رنگ میں دیئے گئے ہیں کہ جن کا جواب دینا ایسے دشمنانِ اسلام کے لئے نہایت ہی مشکل ہے۔یہ ترجمہ وتفسیر سواحیلی ہر مسلمان کے لئے ہر جگہ زبردست ہتھیار کا کام دے گی۔مجھے آج بے حد خوشی ہوئی۔ الحمد للہ ربّ العٰلمین۔ (ترجمہ)

۸۔جناب محمد کالونیا آف اوونزا[۲] (تنزانیہ) نے لکھا۔

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہم افریقن قوم کی حالت بدلنے کے لئے بھیجا ہے اور ہمیں مُردہ حالت سے نکال کر زندگی دینے کو بھیجا ہے۔ آپ ہمیں بڑے سخت اندھیرے سے نکالنے کے لئے آئے اور ہمارے لئے ایسا چراغ لائے جو کبھی نہ بجھ سکے گا۔

مَیں آج سے آپ کے ساتھ ہوں۔یہ حقیقت ہے کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ اچھا کیا ہے اور بُرا کیا۔

---

[۱] مسلم سوسائٹی کے ایک سرکردہ رکن اور گورنمنٹ سکول برائے افریقن کے استاد۔

[۲] اپنے علاقہ کی سرکردہ شخصیّت ہیں۔

وجہ یہ کہ آپ کے سواحیلی ترجمہ وتفسیر سے قبل ہم گہرے اندھیرے میں تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اندھیرے کو دُور کرنے کے لئے ہمارے پاس بھیجا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اِس کام کو قیامت تک مضبوطی سے قائم رکھے۔ (ترجمہ)

۹۔ جناب ناصر شریف آف پیمبا[۱] (زنجبار) نے لکھا:۔

مَیں اتنا خوش ہوں کہ مَیں نے ترجمہ وتفسیر سواحیلی قرآن پاک کی خبر ملتے ہی ایک دم پمفلٹ تقسیم کر کے تمام دوستوں میں پھیلا دئے۔ اسی عرصہ میں میرے دوسرے ساتھی جن میں مسٹر ایچ رشید اوگوٹو شامل ہیں میرے پاس آئے اور آپ کے شائع کردہ سواحیلی قرآن پاک کے بارے میں ایسے ہی تعریفی کلمات کہے جیسے کہ میرے دِل میں موجود تھے۔ مجھے فی الحقیقت اِس تفسیر کا بہت دنوں سے شوق تھا۔ مدّت سے اِس ترجمہ کے منگوانے کے لئے فکرمند تھا۔ اب مجھے یقین ہے کہ مَیں جلد ہی آپ سے اِس ترجمہ وتفسیر سواحیلی قرآن پاک کا ایک نسخہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے حاصل کر لوں گا اِسلئے مَیں نے اور دوسرے ساتھیوں نے ایڈمنسٹریشن بلڈنگ سے آپ کو پیسے بھجوائے ہیں۔ (ترجمہ)

۱۰۔ جناب جمیس محمود آف روجیجوا نے لکھا:۔

یہ واقعہ ہے کہ آپ کے سواحیلی ترجمہ وتفسیر قرآن پاک کو پا کر مَیں بہت خوش ہؤا ہوں۔ مجھے یہ بڑا ہی پسند آیا ہے۔ اِس ترجمہ وتفسیر میں عیسائیوں سے زبردست مقابلہ کیا گیا ہے۔ یہ کام حقیقتًا عین ضرورت پر اور عین وقت میں ہؤا ہے کیوں کہ عیسائیوں نے ہمیں مشرقی افریقہ میں چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ (ترجمہ)

۱۱۔ سنو وائٹ آف لگومہ[۲] (تنزانیہ) نے لکھا:۔

مَیں بہت شکر گزار ہوں اور جماعتِ احمدیہ مشرقی افریقہ کو قرآن پاک کے سواحیلی ترجمہ و تفسیر کے پہلی بار مشرقی افریقہ میں شائع کرنے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ترجمہ اتنا عمدہ اور اعلیٰ ہے کہ انسان کا دل چاہتا ہے کہ پڑھتا ہی جاوے۔ اِس کے علاوہ مَیں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ ترجمہ

---

[۱] علاقہ زنجبار میں سرکاری ملازم تھے۔

[۲] سواحیلی زبان کے معروف شاعر اور مشہور صحافی۔

بڑا اچھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عربی متن اور سواحیلی ترجمہ میں بڑی مطابقت ہے۔ عربی متن میں بھی کوئی خرابی نہیں۔ تفسیری نوٹس علم و معرفت سے لبریز ہیں۔ عربی زبان سے ناواقف کے لئے ان کا مطالعہ عالم بنانے کے لئے کافی ہے۔ (ترجمہ)

۱۲۔ جناب شیخ ایچ۔ ایل۔ پیینگا آف نیاسا لینڈ (ملاوی) لکھتے ہیں:۔

آپ کا بہت بہت شکریہ۔ مَیں نے قرآن پاک سواحیلی کا نسخہ وصول کیا۔ مَیں اس قرآن پاک کی فصاحتِ تفسیر کو دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ بہ نسبت اس قرآن کے جسے مَیں نے ۱۹۳۲ء میں دارالسلام بُک شاپ سے پادری ڈیل آف زنجبار کا لکھا ہوا خریدا تھا۔ حقیقتاً یہ سواحیلی ترجمہ و تفسیر قرآن پاک ایٹم بم کی طرح ثابت ہوا ہے۔ مَیں واقعی بڑا خوش ہوں کیونکہ اس میں حرف بہ حرف ترجمہ ہے اور ساتھ ہی تورات اور انجیل کی آیات سے استدلال پیش کیا گیا ہے۔ ایسی ترجمہ و تفسیر کی مثال واقعہ میں کوئی نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ و تفسیر کرنے والے مفسّر کو برکت سے نوازے۔ آمین (ترجمہ)

۱۳۔ جناب اے۔ اے کیانڈو آف لگومہ (تنزانیہ) نے لکھا:۔

یہ ترجمہ و تفسیر جو جماعتِ احمدیہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے بہت ہی اچھا ہے۔ اس کی تفسیر حکمت و معرفت سے پُر ہے۔ عربی متن کی تفسیر بہت ہی آسان اور شیریں ہے اور لفظ بلفظ تفسیر ہے۔ علمِ میراث جو کہ اسلام میں بڑا ہی مشکل ہے اس ترجمہ و تفسیر سواحیلی میں بڑے آسان طریقہ اور مہارت سے ترتیب دیا گیا ہے۔ اِس میں سابقہ کتب کے جو نام دیئے گئے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر بالکل صحیح اور بڑی قیمتی ہے۔ ایسے لوگ جو تھوڑی سی عربی بھی جانتے ہیں وہ اس تفسیر کے بہتر اور اعلیٰ ہونے کے بارے میں غلطی نہیں کریں گے اور عربی زبان کے علم میں مہارت پیدا کرسکیں گے ہم جماعتِ احمدیہ کے ان معزّز احباب کے جنہوں نے ایسی تفسیر سواحیلی زبان میں کی جس کی اشد ضرورت تھی اور شائع کیا بہت بہت ممنون ہیں۔ (ترجمہ)

۱۴۔ جناب کے۔ آئی۔ ایس۔ ہلمبا (HELMBA) آف دارالسلام (تنزانیہ) لکھتے ہیں:۔

اگرچہ متعدد لوگوں نے قرآن پاک کے اِس سواحیلی ترجمہ کے عمدہ اور اعلیٰ ہونے کے بارہ میں بہت کچھ لکھا ہے مَیں مزید قرآن پاک کے اس سواحیلی ترجمہ کے پڑھنے والوں پر زور دیتا ہوں کہ قرآن پاک کا یہ سواحیلی ترجمہ بہت ہی اچھا ہے اور تفسیر بڑی واضح اور حکمت سے پُر۔ اور فی الحقیقت

معجزہ ہے۔اِس لئے مَیں ایسٹ افریقن احمدیہ مسلم مشن کا اُن کے اِس اہم کام یعنی قرآن پاک کی سواحیلی زبان میں ترجمہ وتفسیر شائع کرنے کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں۔قرآن پاک کی سواحیلی تفسیر مشرقی افریقہ کے سارے عالم وشیوخ کئی سالوں تک بھی نہ کر سکے۔اُن کے تفسیر سواحیلی نہ کر سکنے کی وجہ سے انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تفسیر ہو ہی نہیں سکتی اور ایسا کام کرنا کفر ہے۔اب قرآن پاک کی اِس سواحیلی تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ صرف احمدی ہی محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح راستے پر گامزن ہیں۔مَیں جماعتِ احمدیہ کے لئے دُعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی برکات ورحمت اس پر ہوں۔آمین (ترجمہ)

قیدیوں کا قبولِ اسلام

ترجمہ سواحیلی کی پہلی اشاعت دس ہزار کی تعداد میں کی گئی۔دسمبر ۱۹۵۹ء تک اس کے قریباً چھ ہزار نسخے فروخت یا تقسیم ہو چکے تھے۔بہت سے نسخے جیل خانوں کو ارسال کئے گئے بالخصوص ماؤ ماؤ ڈیٹینشن کیمپوں کو، جہاں ان کی بہت مانگ تھی۔اِس کتاب کی وجہ سے بہت سے تعلیم یافتہ اور سمجھدار قیدیوں نے قبولِ اسلام کیا۔اِس سلسلہ میں بطور نمونہ بعض خطوط کا ذکر کرنا مناسب ہوگا۔

۱۔ مسٹر نارذن۔نتھنگے کامبا قبیلہ کے ایک قیدی نے قرآن کریم کے سواحیلی ترجمہ کے بار بار پڑھنے کے بعد اسلام قبول کر لیا۔آپ نے ۲۹؍اپریل ۱۹۵۹ء کو لکھا کہ مَیں نے اپنی ساری زندگی اشاعتِ اِسلام کے لئے وقف کر دی ہے اور اگر اسے قبول کر لیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ مَیں پُوری طرح اِس پر عمل کر کے دکھاؤں گا۔

۲۔ جوروگ جوگو (NJOROGE NJOGU) ایمرجنسی ریگولیشنز کے تحت ۱۹۵۳ء سے گرفتار تھے آپ نے ۱۱؍جنوری ۱۹۵۹ء کو لکھا کہ مَیں اپنی جوانی کے زمانہ سے عیسائیت کا پرچار کر رہا تھا لیکن اب مَیں نے اپنا ارادہ تبدیل کر لیا ہے اور مَیں چاہتا ہوں کہ آپ کے سچے مذہب اسلام کا مطالعہ قرآن کریم پڑھ کر کروں۔

۳۔ مسٹر کبِ کگیرا (KIBE KAGIRA) بھی ایمرجنسی ریگولیشنز کے تحت گرفتار تھے ۱۶؍جنوری ۱۹۵۹ء کو لکھا کہ مَیں اپنی جوانی کے زمانہ سے عیسائی ہوں لیکن اب قرآن کریم پڑھنے کے بعد آپکے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہوں مجھے یقین ہے کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے خدائے توانا نے جو

پیغام محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ دیا ہے اس کا مجھے (کافی) وسیع علم ہو جائے گا۔

۴۔ جوروگ کرن (NJOROGE KARAN) ایک ماؤ ماؤ قیدی تھے آپ نے ۱۲ جنوری ۱۹۵۹ء کو لکھا کہ مَیں قریباً ۵۰ سال کی عمر کا آدمی ہوں۔ اپنی جوانی سے عیسائی تھا لیکن اب مَیں قرآن کریم کے مطالعہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔

۵۔ مسٹر محمد ڈی۔ ایم۔ مادھو نے ۲۸ جون ۱۹۵۹ء کو ہولا اوپن کیمپ (HOLA OPEN CAMP) سے لکھا یہ کتاب (یعنی قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ) بڑی اہم ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس نے مجھے اور عمر کو اِس قدر یقین اور اطمینان دلا دیا ہے کہ ہم کو بغیر کسی اَور کے مشورہ کے مسلمان ہو جانا چاہیئے۔ ہولا کیمپ میں جو کیکویو قبیلے کے افراد قیدی ہیں وہ مشن سے زیادہ تر یہی کہتے ہیں کہ انہیں مذہبِ اسلام کی کتب بالخصوص قرآن کریم مہیّا کیا جائے۔

پھر اپنے ایک اَور خط مورخہ ۲ اگست ۱۹۵۸ء میں لکھا کہ جس گھر میں خدا کی روشنی رہتی ہے اس گھر کی کُنجی قرآن کریم ہے۔ یقیناً اگر قرآن سواحیلی زبان میں آج سے دس سال قبل ترجمہ ہو چکا ہوتا تو اس سے کینیا کے مسائل حل ہو گئے ہوتے۔ ہمیں بڑے افسوس کے ساتھ آپ کو یہ اطلاع دینی پڑ رہی ہے کہ ہم مسلمانوں کے بڑے دشمن تھے لیکن اب ہمیں یہ سمجھ آگئی ہے کہ وہ (صحیح) سچی آواز جو ہمیں پکار رہی ہے وہ ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز ہے۔

۶۔ مسٹر مناسیح کابوجی جوگونا (MANASSEH KABUGI NJUGUNA) نے ۴ اگست ۱۹۵۹ء کو ہولا اوپن کیمپ سے ایک طویل خط لکھا جس میں انہوں نے بیان کیا کہ ۷ ماؤ ماؤ قیدیوں نے اپنے پُرانے مذہب کو چھوڑ دیا ہے اور قرآن کریم کا سواحیلی ترجمہ پڑھنے کے بعد اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے مزید ۱۱۸ افراد کی فہرست بھیجی جو اِس ترجمہ کے پڑھنے کی طرف مائل ہیں اب ان میں سے ہر ایک کو قرآن کریم کا ترجمہ مہیّا کر دیا گیا ہے۔

مسٹر کابوجی جوگونا نے مؤرخہ ۹ $\frac{11}{59}$ کو پھر لکھا کہ مَیں اور بہت سے قیدی جنہیں آپ نے مہربانی سے قرآن مہیّا کیا آپ کے مشن کے اِس مفید کام کے شکر گذار ہیں جو آپ اِس ملک میں کر رہے ہیں۔ ہم اِس (کتاب) کو بار بار پڑھ رہے ہیں کیونکہ ہمیں یہ بہت مفید معلوم ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ جو اپنی رائے تبدیل کر رہے ہیں اور عیسائیت میں ان کی دلچسپی ختم ہو رہی ہے انہیں اِس

امر کا اشتیاق ہے کہ ان کے پاس قرآن کریم کا اپنا نسخہ ہو۔ مجھے اِس امر کا علم ہے کہ آپ اسلام کی اشاعت پر بہت روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور آپ کو یہ سُنکر خوشی ہوگی کہ افریقیوں میں مذہب اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔[1]

مندرجہ بالا اقتباسات سے بخوبی پتہ چل سکتا ہے کہ اِس ترجمہ نے مشرقی افریقہ کی علمی اور تبلیغی تاریخ پر کتنا گہرا اثر ڈالا ہے۔

ترجمہ سواحیلی کا ردِّ عمل متعصب طبقہ پر جہاں مشرقی افریقہ کی ممتاز مسلم اور غیر مسلم شخصیتوں نے اِس اسلامی خدمت کو فراخ دلی سے سراہا اور خراجِ تحسین ادا کیا وہاں ایک صاحب شیخ عبداللہ صالح غیر از جماعت عالم نے اِس ترجمہ کے ایک خاصے حصّہ کی حرفاً حرفاً نقل کی اور اس کے بعض مقامات میں اپنے مخالفانہ نوٹوں کا اضافہ کرکے اسے ایک نئے ترجمہ کے طور پر شائع کیا۔

اِس حرکت کو مشرقی افریقہ کے علمی حلقوں میں انتہائی غیر پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا چنانچہ ایک غیر از جماعت عالم الشیخ شریف احمد بداوی آف ممبروئی کینیا نے اپنی کتاب FIMBO YA MUSA (عصائے موسیٰ) کی فصل ہفتم صفحہ ۴۱ میں اِس روش پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:۔

> "Pia ni ajabu ya pili kwa Sheikhtukitazama Tafsiri yake jinsi alivyowashambulia hawa Makadiani, baadaye akawa akarudi afasiri na kueleza kama walivyofasiri na kueleza wao Makadiani."
>
> (FIMBO YA MUSA cha Sharief Ahmad A. Badawiy, Faslu ya Saba 'Kupingana Jalalen na Kuafikiana na Makadiani', uk. 41).

شیخ (عبداللہ صالح) کی دوسری تعجب انگیز بات یہ ہے کہ آپ دیکھیں گے کہ پہلے تو وہ قادیانیوں کے

---

[1] ترجمہ اخبار ایسٹ افریقن ٹائمز "EAST AFRICAN TIMES" دسمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۱۲۔

[2] بحوالہ سواحیلی اخبار مپینزی یا مُنگو "MAPENZI YA MUNGU" اگست ۱۹۷۱ء۔

ترجمہ پر حملہ کرتے ہیں اور پھر ان کے ترجمہ اور تفسیر کے مطابق ترجمہ اور تفسیر کرنے لگ جاتے ہیں۔ (ترجمہ) الشیخ بداوی کے یہ الفاظ نہ صرف احمدی علمِ تفسیر کی فوقیت و برتری کا کھلا ثبوت ہیں بلکہ ان سے جماعتِ احمدیہ کے شائع کردہ سواحیلی ترجمہ و تفسیر کی عظمت و افادیت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔[1]

فصل دوم

مرکزِ احمدیت میں دو اہم اشاعتی اداروں کا قیام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے مشاورت ۱۹۵۲ء/۱۳۳۱ہش میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے لئے دو کمپنیاں قائم کی جائیں۔ اِس ارشادِ مبارک کے مطابق اِس سال "الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ" اور "دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ" کے نام سے دو اہم اشاعتی اداروں کا قیام عمل میں آیا۔

الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ اور اس کا پراسپکٹس

پہلی کمپنی الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ کے نام سے ۲۷ فروری ۱۹۵۳ء/تبلیغ ۱۳۳۲ہش کو قائم ہوئی اور اس کا تعارف اور کیفیت نامہ (PROSPECTUS) حسبِ ذیل الفاظ میں شائع کیا گیا:-

۱۔ منظور شدہ و جاری شدہ سرمایہ تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ بیس بیس روپیہ کے سترہ ہزار پانصد حصص پر منقسم ہے۔

۲۔ اِس سرمایہ کے جاری کرنے کی گورنمنٹ پاکستان کی منظوری زیر کیپٹیل اشوکنٹی شونیوئینس آف

---

[1] ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۱ء میں اور تیسرا ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ موخر الذکر ایڈیشن لندن سے The Greshm Press, old woking میں چھپا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشاد پر اسے عربی طریق کے مطابق دائیں سے بائیں طبع کروایا گیا نیز مولانا منور احمد صاحب کا مرتبہ انڈیکس بھی شامل کیا گیا جس سے اس کی افادیت بڑھ گئی۔

کنٹرول ایکٹ ۱۹۴۷ء زیر آرڈر نمبر R.18/CC/52 مورخہ ۱۰/۱/۵۳ حاصل کی گئی ہے۔ مرکزی حکومت پر اِس اجازت دینے سے کمپنی کی مالی حالت یا کمپنی کی کسی سکیم یا اظہارِ رائے کی صحت کے متعلق کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

۳۔ ڈائریکٹرز۔ (۱) مولوی جلال الدین صاحب شمس[۱] چیئرمین ربوہ (۲) خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال[۲] صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ (۳) سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب[۳] ناظر دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ (۴) مولوی عبد المنان صاحب، ایم۔اے انچارج تالیف و تصنیف تحریکِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ (۵) صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب بزنس مین ربوہ۔

۴۔ رجسٹرڈ آفس۔ ربوہ ضلع جھنگ۔

۵۔ بینکرز۔ دی نیشنل بنک آف پاکستان لاہور۔ دی آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ لائل پور۔

۶۔ آڈیٹرز۔ ایس رسول اینڈ کمپنی لاہور۔

۷۔ مقاصد۔ یہ کمپنی عام طور پر ان اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے جو کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکل آف ایسوسی ایشن میں درج کئے گئے ہیں۔ ان اغراض و مقاصد میں دیگر امور کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی کتب، قرآن مجید اور دیگر اسلامی کتب کی طباعت و اشاعت کا کام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

۸۔ ڈائریکٹر بننے کی شرط۔ ڈائریکٹر بننے کے لئے کم سے کم -/۳۵۰۰ روپے کے حصص خریدنے ضروری ہیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگوں میں شمولیت کے لئے ڈائریکٹروں کو علاوہ اس سفر خرچ وغیرہ کے جو بورڈ آف ڈائریکٹر مقرر کرے گا مبلغ پچاس روپے تک فی میٹنگ دیئے جا سکتے ہیں۔

۹۔ حصص کے مشترک خریدار انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر حصّہ کی رقم کی ادائیگی کے ذمہ دار ہوں گے لیکن ان میں سے جس کا نام رجسٹر میں پہلے درج ہوگا ووٹ وغیرہ دینے اور نوٹس کے بھجوانے اور سرٹیفکیٹ کی وصولی میں انہیں مدِنظر رکھا جائے گا۔ منافع کی وصولی کے لئے ان میں سے کسی بھی حصّہ دار کے دستخط کافی ہونگے۔

---

[۱] وفات ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۶۶ء / اخاء ۱۳۴۵ ہش ٭ [۲] وفات ۹؍ جون ۱۹۵۹ء / احسان ۱۳۳۸ ہش

[۳] وفات ۱۶؍ مئی ۱۹۶۷ء / ہجرت ۱۳۴۶ ہش ٭

ایک حصّہ کے لئے صرف ایک ہی سرٹیفکیٹ ہوگا۔

۱۰۔ **کمپنی کا جاری شدہ سرمایہ** تین لاکھ پچاس ہزار روپیہ ہے اور یہ بیس بیس روپیہ کے سترہ ہزار پانصد حصص پر منقسم ہے۔

۱۱۔ **ابتدائی مصارف**۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ابتدائی مصارف، چار ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہوں گے۔ اِس میں حصص کی فروخت کے لئے اشتہارات اور کمیشن کے اخراجات شامل نہیں ہیں۔

۱۲۔ **مینجنگ ڈائریکٹر**۔ ابھی تک مینجنگ ڈائریکٹر کا تقرر نہیں ہوُا۔ جب تک باقاعدہ طور پر کمپنی کے مینجنگ ڈائریکٹر یا مینجنگ ایجنٹ مقرر نہیں ہوتے مولوی جلال الدین صاحب شمسؔ ہی متعلقہ امور سرانجام دیں گے۔

۱۳۔ **انتقال حصص**۔ کمپنی کے حصص کے انتقال کے متعلق کوئی غیر معمولی پابندی نہیں گو کمپنی کے حقوق کو فائق رکھا جائے گا۔ ڈائریکٹروں کو اختیار ہے کہ ایسے حصص کے انتقال کو منظور نہ کریں جن کی پوری قیمت ادا نہ کی گئی ہو۔ نیز ڈائریکٹر کوئی ایسا انتقال بھی جو کسی ناپسندیدہ منتقل الیہ کے حق میں ہو نامنظور کر سکتے ہیں۔

۱۴۔ کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی کاپی کمپنی کے دفتر کے مقررہ اوقاتِ کار میں دیکھی جا سکتی ہے اور قیمتاً ایک روپیہ میں حاصل کی جا سکتی ہے۔

۱۵۔ **خرید حصص کا طریق**۔ کمپنی کے حصص کی خرید کا طریق نہایت آسان ہے ایک حصّہ کی قیمت بیس روپے ہے اور اس کا طریق حسبِ ذیل ہے:۔

(۱) درخواست کے ہمراہ دو روپیہ فی حصّہ (۲) درخواست منظور ہونے پر تین روپیہ فی حصّہ (۳) بقیہ پندرہ روپے پانچ پانچ روپیہ کی تین قسطوں میں ادا ہوں گے۔ ہر قسط کی ادائیگی کا درمیانی وقفہ کم سے کم ایک ماہ ہوگا اور اگر کوئی صاحب خرید کردہ حصّوں کی پوری رقم یکمشت درخواست کے ہمراہ یا درخواست منظور ہونے پر ادا کرنا چاہیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں حصص کی خریداری پر کوئی پابندی نہیں ہر شخص جس قدر حصص خریدنا چاہے خرید سکتا ہے۔

۱۶۔ ڈائریکٹروں کو اختیار ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو بطور معاوضہ کمیشن دیں جس نے کمپنی کے حصص خریدے یا فروخت کئے ہوں یا فروخت کرنے کا معاملہ کیا ہو مگر اِس کمیشن کی مقدار حصص کی مالیت پر

۲½ فیصدی سے زائد نہ ہو گی۔

۱۷۔ درخواست فارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت ڈائریکٹرز الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ

مورخہ ....

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں "الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ" کے ..... معمولی حصص بحساب بیس روپے فی حصہ خریدنا چاہتا ہوں اور اِس درخواست کے ہمراہ مبلغ ..... روپے بطور ابتدائی رقم کے بذریعہ ..... ارسال ہیں۔ آپ میرے اِس قدر یا اس سے کم حصص جو بھی مقرر کریں گے وہ مجھے زیر شرائط مندرجہ میمورنڈم و آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن و پراسپکٹس منظور ہوں گے۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے کہ آپ مجھے کمپنی مذکور کے رجسٹروں میں ان حصص کا مالک درج کریں۔ مَیں پاکستانی شہری ہوں۔

دستخط

نام　　　　ولدیت یا زوجیت　　　　پتہ

(مینجنگ ڈائریکٹر) [1]

چیئرمین اور ڈائریکٹران اِس اشاعتی ادارہ کے پہلے چیئرمین اور مینجنگ ڈائریکٹر خالد احمدیت حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس تھے۔ آپ فروری ۱۹۵۳ء/تبلیغ ۱۳۳۲ہش سے لے کر ۱۳ر اکتوبر ۱۹۶۶ء/اخاء ۱۳۴۵ہش یعنی وفات کے دن تک ادارہ کے لئے وقف رہے۔ الشرکۃ الاسلامیہ کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے میں آپ کی کوششیں ہمیشہ آبِ زر سے لکھی جائیں گی۔ آپ کے وصال کے بعد مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (سابق امام مسجد لنڈن) کو اس کا چیئرمین اور ڈائریکٹر مقرر کیا گیا اور آپ ۳۰ر جون ۱۹۷۱ء تک یہ دینی خدمت بجالاتے رہے۔ یکم جولائی ۱۹۷۱ء سے اب تک مکرم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل (ناظر اشاعت لٹریچر و

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۶ر مئی ۱۹۵۳ء/ہجرت ۱۳۳۲ہش ص۸

تصنیف) یہ فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

ابتدائی ڈائریکٹران کے بعد حضرت شیخ کریم بخش صاحب کوئٹہ، چوہدری عبد الواحد صاحب بی۔اے (نائب ناظر اصلاح وارشاد)، مولوی محمد احمد صاحب جلیل (پروفیسر جامعہ احمدیہ ربوہ)، حافظ عبد السلام صاحب شملوی (سابق وکیل اعلیٰ تحریکِ جدید) اور مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی (سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ) کو بھی ڈائریکٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہؤا۔ محترم چوہدری عبد الواحد صاحب بی۔اے قریباً پندرہ سال تک اِس اشاعتی ادارہ کے ڈائریکٹر رہے۔ موجودہ ڈائریکٹران کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ محترم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل (چیئرمین و مینجنگ ڈائریکٹر) ربوہ

۲۔ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (ناظر امور عامہ) ربوہ

۳۔ محترم مولوی عبد المالک خان صاحب (ناظر اصلاح و ارشاد) ربوہ

۴۔ محترم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر (نائب وکیل التبشیر) ربوہ

۵۔ محترم شیخ محمد اقبال صاحب پراچہ (سرگودھا)

۶۔ محترم چوہدری عبد الحکیم خان صاحب (محمد پورہ فیصل آباد)

۷۔ محترم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب (ابن حضرت مصلح موعود) ربوہ

الشرکۃ الاسلامیہ کی مطبوعات پر ایک نظر

الشرکۃ الاسلامیہ کے قیام پر رُبع صدی ہو چکی ہے۔ اِس عرصہ میں ادارہ کی طرف سے (قرآن مجید کے علاوہ) حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاءِ احمدیت اور علماءِ سلسلہ احمدیہ کا جو بیش بہا پُر معارف اور رُوح پرور لٹریچر شائع ہؤا وہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ رُوحانی خزائن۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کتب کا مکمّل سیٹ "روحانی خزائن" کے نام سے $\frac{20 \times 26}{8}$ کے سائز پر شائع کیا گیا جو تئیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ سیٹ کی خصوصیّت یہ ہے کہ اس کی ہر جلد کے ساتھ مضامین اور حوالہ جات کی تفصیلی فہرست (INDEX) بھی دی گئی ہے جو مجموعی طور پر قریباً دو ہزار صفحات پر محیط ہے۔ سیٹ کی انیس۱۹ جلدوں کی فہرست حضرت مولانا شمس صاحب نے مرتب فرمائی اور آپ ہی کے زیرِ انتظام اُن کی اشاعت ہوئی۔ بعد کی چار جلدیں مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کی زیرِ نگرانی طبع ہوئیں اور ان کا انڈیکس مکرم سیّد عبد الحی صاحب فاضل ایم۔اے نے تیار کیا۔

مکمل سیٹ کی کتابت کی سعادت مکرم منشی محمد اسمٰعیل صاحب خوشنویس مہاجر امرتسری (حال ربوہ) کو نصیب ہوئی۔ کئی مخلصینِ جماعت نے مکمل سیٹ کی قیمت پیشگی ادا کر دی تھی جن کے نام "رُوحانی خزائن" [1] کے دیباچہ میں شائع کر دیئے گئے۔

۲۔ **ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام**۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے ملفوظاتِ طیّبہ، جو علم و معرفت کا خزینہ ہیں، الشرکۃ الاسلامیہ نے دس جلدوں میں شائع کئے۔ "رُوحانی خزائن" [1] کی طرح اِس سیٹ کی ہر جلد کے ساتھ بھی تفصیلی انڈیکس شامل ہے جو قریباً نوسو صفحات پر مشتمل ہے۔ ملفوظات کی نو جلدیں حضرت مولانا شمس صاحبؓ نے چھپوائیں اور پہلی چار جلدوں کا انڈیکس بھی تیار کیا۔ بقیہ جلدوں کی فہرست حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؓ بہاولپوری [2] نے ترتیب دی۔

اِن ملفوظات کی مکمّل ترتیب و تدوین مندرجہ ذیل اہلِ قلم کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ تھی:۔

چوہدری احمد جان صاحب وکیل المال تحریکِ جدید (جلد ۱ تا ۳)، شیخ عبدالقادر صاحب نومسلم مربّی سلسلہ احمدیہ، مولوی عبدالرشید صاحب مولوی فاضل (جلد ۱)، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی مربّی سلسلہ احمدیہ (جلد ۴ تا ۱۰)

ملفوظات کا یہ سیٹ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ) کی تحریکِ خاص پر اشاعت پذیر ہوا جیسا کہ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس نے ۲۰ر اگست ۱۹۶۰ء کو ملفوظات کی پہلی جلد کے شروع میں لکھا ہے:۔

"ہمارا ارادہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ کتب کی طباعت کے بعد رُوحانی خزائن کا دوسرا سلسلہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات، مکتوبات اور ملفوظات پر مشتمل ہوگا شروع کریں لیکن بعض دوستوں اور خصوصاً حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد سلّمہٗ ربّہٗ

---

[1] وفات ۳ر نومبر ۱۹۷۷ء / نبوت ۱۳۵۶ ہش۔ آپ کے مختصر سوانح، تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۶۳۱ (حاشیہ) میں درج ہیں۔

[2] وفات ۱۸ر نومبر ۱۹۶۶ء / نبوت ۱۳۴۵ ہش۔

کے شدید اصرار پر کہ ملفوظات جلد شائع ہونے چاہئیں، الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ملفوظات شائع کر رہی ہے ہمارے مقررہ پروگرام میں تبدیلی کی وجہ جماعت کا یہ شدید احساس بھی ہے کہ اِس وقت تربیت کی سخت ضرورت ہے .... ملفوظاتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ایسا قیمتی خزانہ ہے جو خود ہماری اور ہماری آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے اندر ایک غیر معمولی موّاد اور طاقت رکھتے ہیں...."

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکمل سیٹ کی کتابت کرنے کا شرف چوہدری شاہ محمد صاحب[۱] خوشنویس (مرحوم) کو حاصل ہوًا۔

۳۔ مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ ایمان پرور اشتہارات حضرت میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر "فاروق" قادیان نے "تبلیغ رسالت" کے نام سے دس۱۰ جلدوں میں شائع فرمائے تھے۔ محترم مولانا عبد اللطیف صاحب بہاولپوری نے محنتِ شاقہ اور عرقریزی سے مزید اشتہارات تلاش کئے اور ان میں مفید اضافہ کیا جس کو الشرکۃ الاسلامیہ نے تین جلدوں میں شائع کیا۔ اِن جلدوں کی کتابت بھی چوہدری شاہ محمد صاحب خوشنویس نے کی۔ اِس مجموعہ کی پہلی جلد مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ کے زیرِ انتظام اور بقیہ دو جلدیں مکرم قاضی محمد نذیر صاحب کی نگرانی میں شائع ہوئیں۔

۴۔ تذکرہ (مجموعہ الہامات وکشوف و رؤیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام) تذکرہ کا پہلا ایڈیشن بکڈپو تالیف و اشاعت قادیان نے دسمبر ۱۹۳۵ء میں شائع کیا[۲] جس کے اکیس۲۱ سال بعد الشرکۃ الاسلامیہ کی کوشش سے اس کا دوسرا شاندار ایڈیشن اکتوبر ۱۹۵۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ حضرت مولانا شمس صاحب نے طبع دوم کے پیش لفظ میں لکھا کہ:۔

"دوسرے ایڈیشن کی تیاری کا سارا کام درحقیقت فاضل عبد اللطیف صاحب بہاولپوری کی مساعی کا رہینِ منت ہے۔ آپ نے صیغہ "تالیف و تصنیف اور الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ کے

---

[۱] وفات ۲۳ مارچ ۱۹۷۵ء / امان ۱۳۵۴ ہش ۔

[۲] تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۲ ۔

ماتحت دو سال میں کام کو سرانجام دیا۔ اِس کے لئے آپ کو سلسلہ کی ہزار ہا اخبارات ورسائل وکتب و روایاتِ صحابہ کا جائزہ لینا پڑا اور جو رؤیا کشوف اور الہامات روایاتِ صحابہ سے اخذ کئے گئے ہیں انہیں بصورت ضمیمہ "تذکرہ" کے آخر میں درج کر دیا گیا ہے ......

جب مولوی عبد اللطیف صاحب دوسرے ایڈیشن کی ترتیب مکمل کر چکے اور اس پر نظرِ ثانی کا سوال پیدا ہوا تو .... مَیں نے یہ معاملہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ خود اس کام کو کریں۔ چنانچہ مَیں نے اس پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے بعض جگہ مناسب تبدیلیاں کر کے "تذکرہ" چھپوانا شروع کر دیا۔ بعض امور کے متعلق حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ سے استصواب کیا گیا اور بعض وقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ سے مشورہ لیا گیا۔ تین ساڑھے تین سو صفحات کے قریب چھپ چکے تھے کہ مَیں بعارضہ پلورسی بیمار ہو گیا اور میری جگہ چوہدری محمد شریف صاحب سابق مبلغ بلادِ عربیہ متعین ہوئے جن کی نگرانی میں بقیہ حصّہ تذکرہ کا طبع ہوا۔ بیماری سے افاقہ پانے پر مَیں نے تذکرہ کے آخری سَو ڈیڑھ سو صفحات کی بھی نظرِ ثانی کی اور ضمیمہ میری نگرانی میں طبع ہوا۔ مگر تذکرہ کی بنیادی جمع و ترتیب وہی ہے جو پہلے ایڈیشن کی تھی۔" [۱]

مولوی عبد اللطیف صاحبؓ بہاولپوری نے صرف تذکرہ کا دوسرا ایڈیشن ہی تیار نہیں کیا بلکہ آپ نے "مفتاح التذکرہ" بھی مرتّب فرمائی جس کے حصّہ اوّل میں "تذکرہ" کے الہامات کا اور حصّہ دوم میں کشوف و رؤیا کا خلاصہ حروفِ تہجی کے اعتبار سے دیا گیا ہے۔ اِس کلید کے ذریعہ تذکرہ سے استفادہ بہت آسان ہو گیا۔ یہ کلید بھی الشرکۃ الاسلامیہ کی طرف سے دسمبر ۱۹۵۷ء میں چھپ گئی۔

الشرکۃ الاسلامیہ نے اکتوبر ۱۹۶۹ء میں تذکرہ کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا۔ اِس ایڈیشن کے شروع میں ایک تو "مفتاح التذکرہ" کو شامل کر دیا گیا دوسرے طبع دوم کے تتمہ کے الہامات وکشوف اصل مجموعہ میں مناسب مقامات پر درج کر دیئے گئے البتہ جو محض روایات سے ماخوذ تھے ان کو ضمیمہ میں ہی

---

[۱] "تذکرہ طبع دوم صفحہ الف۔ب"

رہنے دیا گیا۔ اِس ایڈیشن کی جمع و ترتیب کا کام بھی مولوی صاحب موصوف ہی کے ہاتھوں انجام پذیر ہُوا۔
تذکرہ کا چوتھا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں شائع ہُوا۔

۵۔ کتب حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ [1]

مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین۔ فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب

۶۔ کتب حضرت مصلح موعودؓ [2]

تفسیر کبیر (جلد ۶ جزو اوّل چہارم حصہ سوم۔ جلد ۶ جزو دوم چہارم حصہ آخر۔ جلد سوم چہارم۔ جلد پنجم حصہ اوّل۔ جلد پنجم حصہ سوم) تفسیر سورۃ کہف۔ تفسیر سورۃ البقرہ (یعنی حضرت مصلح موعود کے فرمودہ نوٹوں کا مجموعہ)۔ اِسلام اور ملکیتِ زمین۔ دعوۃ الامیر۔ اسلام میں اختلافات کا آغاز۔ خیر الرسل۔ نبیوں کا سردار۔ تقدیرِ الٰہی۔ مسئلہ وحی و نبوّت کے متعلق اسلامی نظریہ (اسلامک آئیڈیالوجی)۔ فضائل القرآن۔ سیرِ روحانی (جلد ۱۔۲۔۳)۔ ذکرِ الٰہی۔ منہاج الطالبین۔ نجات۔ تحفۃ الملوک۔ منصبِ خلافت۔ حقیقۃ الرؤیا۔ دُنیا کا مُحسن۔ ملائکۃ اللہ۔ ہستی باریتعالیٰ۔ انقلابِ حقیقی۔ اسلام اور دیگر مذاہب۔ اختلافاتِ سلسلہ کے صحیح حالات۔ خلافتِ حقّہ اسلامیہ۔ نظامِ اسلامی کی مخالفت اور اس کا پس منظر۔ ہمارا رسولؐ۔ سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ خلافتِ راشدہ۔ اُسوۂ حسنہ۔ الموعود۔ دیباچہ تفسیر القرآن (عکسی)۔
DID JESUS REDEEM MANKIND? (انگریزی ترجمہ تفسیر کبیر سورہ مریم)

۷۔ کتب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ [3]

تبلیغِ ہدایت۔ اشتراکیت اور اسلام۔ ہمارا خدا۔ چالیس جواہر پارے۔ سیرت خاتم النّبیّین حصہ اوّل و دوم۔

۸۔ کلام حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ [4]

دُرِّ عدن

۹۔ کتب مصنّفین سلسلہ احمدیہ

---

[1] وفات ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء ٭ [2] وفات ۸ نومبر ۱۹۶۵ء / نبوّت ۱۳۴۴ ہش

[3] وفات ۲ ستمبر ۱۹۶۳ء / تبوک ۱۳۴۲ ہش ٭ [4] وفات ۲۳/۲۲ مئی ۱۹۷۷ء / ہجرت ۱۳۵۶ ہش

ضرورت علم القرآن۔ تبلیغی خط۔ اسلام اور مذہبی آزادی۔ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ پر ایک نظر۔ شرح القصیدہ۔ دس سوالوں کے جواب۔ خلافت مصلح موعود۔ تنقید الصحیح (ردِّ بہائیت)۔ عقائدِ جماعتِ احمدیہ پر نکتہ چینیوں کا جواب۔ WHERE DID JESUS DIE? (حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس)

بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور انگریز (حضرت مولوی عبد الرحیم صاحب دردؓ سابق امام مسجد لنڈن)

تحقیقِ عارفانہ لحق المبین فی تفسیر خاتم النبیین (مکرم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل)

تنویر القلوب (محترم جناب مرزا عبد الحق صاحب امیر صوبائی جماعتِ احمدیہ پنجاب)

ڈوئی کا عبرتناک انجام (چودھری خلیل احمد صاحب ناصر سابق انچارج مبلغ امریکہ)

تشریح الزکوٰۃ (علمائے سلسلہ)

۱۰۔ بچوں کے لئے مفید کتب کا سیٹ

اخلاق اور ان کی ضرورت (خالدِ احمدیت حضرت مولانا ابو العطاء صاحب الجالندھریؒ)۔ عبادات اور ان کی ضرورت (مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل)۔ بچوں کے لئے اخلاقی مضامین (میاں محمد ابراہیم صاحب سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ حال مبلغ اسلام امریکہ)۔ رسالہ قضاء و قدر (مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب)۔ رسالہ روزہ (ملک محمد عبد اللہ صاحب سابق لیکچرار تعلیم الاسلام کالج ربوہ) رسالہ حج (مولانا عبد اللطیف صاحب بہاولپوریؓ)

ضیاء الاسلام پریس ربوہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ کی ملکیت ہے۔ اِس پریس کا افتتاح ۷ رجولائی ۱۹۵۴ء/ وفا ۱۳۳۳ ہش کو صبح ۸ ½ بجے عمل میں آیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا شمس صاحب نے سُورۃ فاتحہ کی تلاوت کی پھر حضرت مولوی محمد دین صاحب سابق مبلغ امریکہ نے مختصر تقریر کر کے دعا کرائی۔ اِس تقریب پر صدر انجمن احمدیہ کے ناظر صاحبان، تحریکِ جدید کے وکلاء اصحاب، جامعہ احمدیہ کے اساتذہ کرام کے علاوہ بعض دیگر احبابِ جماعت بھی موجود تھے۔ افتتاح کے بعد سب سے اوّل سورہ فاتحہ کی کاپیاں طبع کی گئیں اور حاضرین

ل وفات ۷ دسمبر ۱۹۵۵ء/ فتح ۱۳۳۴ ہش۔

ل وفات ۲۹/۳۰ مئی ۱۹۷۷ء/ ہجرت ۱۳۵۶ ہش۔

میں تقسیم کی گئیں[1]

یہ پریس قریباً پچیس سال سے قابلِ قدر خدمات بجا لا رہا ہے۔ روزنامہ "الفضل" اور دیگر مرکزی رسائل نیز سلسلہ احمدیہ کا اکثر اُردو لٹریچر اِسی میں چھپتا ہے۔

الشرکۃ الاسلامیہ کے بعد دوسری اشاعتی کمپنی | اورینٹل اینڈ ریلیجیس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ اور اس کا پراسپکٹس

"اورینٹل اینڈ ریلیجیس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ" کے نام سے ۲۰ ر اپریل ۱۹۵۳ء/شہادت ۱۳۳۲ ہش کو قائم ہوئی جو "آرپیکو" (O.R.P.C.O) بھی کہلاتی ہے۔ اِس کمپنی کے مطبوعہ پراسپکٹس کا متن درج ذیل ہے:-

"منظور شدہ سرمایہ:- پانچ لاکھ روپے (بیس بیس روپیہ کے پچیس ہزار حصص پر منقسم)

جاری شدہ سرمایہ:- پانچ لاکھ روپے (بیس بیس روپیہ کے پچیس ہزار حصص پر منقسم)

ڈائریکٹرز:- (۱) عبد المنان عمر ایم۔ اے۔ چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز الکتاب لمیٹڈ راولپنڈی، ڈائریکٹر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ، انچارج تالیف و تصنیف تحریکِ جدید ربوہ۔

(۲) میاں عبد الرحیم احمد چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز دی سندھ ویجی ٹیبل اینڈ ایلائیڈز پروڈکٹس کمپنی لمیٹڈ، ڈائریکٹر دی سندھ جننگ اینڈ پریسنگ فیکٹری کنری سندھ، ڈائریکٹر انڈسٹریل اینڈ کمرشل سندھ ڈویلپمنٹ کمپنی لمیٹڈ، وکیل التعلیم و الصنعت تحریکِ جدید ربوہ۔

(۳) قریشی عبد الرشید[2] چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز دی سندھ جننگ اینڈ پریسنگ فیکٹری کنری، ڈائریکٹر پریو سوئنرز لمیٹڈ، وکیل المال تحریکِ جدید ربوہ۔

(۴) مولانا جلال الدین شمس چیئرمین بورڈ آف ڈائریکٹرز الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ، انچارج تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ۔

(۵) سید داؤد احمد ناصر[3] بی۔ ایس سی۔ ربوہ

---

[1] الفضل ۹ ر وفا ۱۳۳۳ ہش/جولائی ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔ [2] وفات ۱۵ ر جون ۱۹۷۹ء/احسان ۱۳۵۸ ہش

[3] وفات ۲۴-۲۵ ر اپریل ۱۹۷۳ء/شہادت ۱۳۵۲ ہش۔

مشیر قانونی :- چوہدری غلام مرتضیٰ[1] بی۔اے، ایل ایل بی، بار ایٹ لاء

رجسٹرڈ آفس :- ربوہ

بینک :- آسٹریلیشیا بنک لمیٹڈ لاہور

مقاصد :- مادیّت کی تباہ کاریاں اور کمیونزم کے بڑھتے ہوئے سیلاب نے دُنیا کے مذہبی رجحانات میں زبردست تبدیلی پیدا کر دی ہے اور اسلام کے متعلق لوگوں کی دلچسپی بڑھ رہی ہے اور مذہبی اور اسلامی لٹریچر لوگوں کی توجہ کا مرکز بن رہا ہے۔

اِن حالات کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ ہماری دینی تعلیمات جو جواہرات تحقیق و تدقیق سے پُر اور حق کے طالبوں کو راہِ راست پر کھینچنے والی ہیں جلدی سے نیز کثرت سے ایسے لوگوں کو پہونچ جائیں جو بُری تعلیموں سے متاثر ہو کر مہلک بیماریوں میں گرفتار یا قریب قریب موت کے پہنچ گئے ہیں اور رہر وقت یہ امر ہمارے مدِّ نظر رہنا چاہیئے کہ جس ملک کی موجودہ حالت ضلالت کے سِمِّ قاتل سے نہایت خطرہ میں پڑ گئی ہو بلا توقف ہماری کتابیں اس ملک میں پھیل جائیں اور ہر ایک متلاشئ حق کے ہاتھ میں وہ کتابیں نظر آئیں۔ قرآنِ مجید اور علومِ قرآنی کی ساری دُنیا میں اشاعت کی جائے اور ذہنوں کو اصل دینی سرچشموں سے روشناس کروایا جائے۔

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لئے پانچ لاکھ روپے کے سرمایہ سے دی اورنیٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا گیا ہے جس کے اغراض و مقاصد پوری تفصیل کے ساتھ کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن میں بیان کئے گئے ہیں۔ اِن اغراض و مقاصد میں دیگر امور کے علاوہ قرآنِ مجید اور علومِ قرآنیہ اور مختلف علوم و فنون پر مشتمل کتب کی طباعت و اشاعت، ان کی فراہمی اور فروخت کا اہتمام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

سرمایہ :- وہ کم سے کم سرمایہ جس سے حصص کی فروخت کی منظوری ہو سکتی ہے یہ ہے کہ پچاس ہزار روپیہ کی مالیت کے حصص فروخت ہو جائیں اور اِس مالیت کے حصص فروخت ہو چکے ہیں۔

ابتدائی مصارف :- اندازہ کیا گیا ہے کہ ابتدائی مصارف چار ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہوں گے

---

[1] وفات ۱۳ جنوری ۱۹۷۶ء / صلح ۱۳۵۵ ہش ❖

اس میں حصص کی فروخت کے لئے نشری کوششوں اور کمیشن کے اخراجات شامل نہیں۔

کمیشن:۔ ڈائریکٹروں کو اختیار ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو بطور معاوضہ کمیشن دیں جس نے کمپنی کے حصص خریدے یا فروخت کئے ہوں یا فروخت کرنے کا معاہدہ کیا ہو مگر اس کمیشن کی مقدار حصص کی مالیّت پر اڑھائی فیصدی سے زائد نہ ہوگی۔

حصص کی مشترکہ خریداری:۔ حصص کے مشترکہ خریدار انفرادی اور اجتماعی طور پر ہر حصّہ کی رقم کی ادائیگی کے ذمّہ دار ہوں گے لیکن ان میں سے جس کا نام رجسٹر میں پہلے درج ہوگا ووٹ وغیرہ دینے اور نوٹسوں کے بھجوانے اور سرٹیفکیٹ کی وصولی میں انہیں مدِنظر رکھا جائے گا۔ منافع کی وصولی کے لئے ان میں سے کسی بھی حصّہ دار کے دستخط کافی ہوں گے۔ ایک حصّہ کے لئے صرف ایک ہی سرٹیفکیٹ جاری ہوگا۔

ڈائریکٹر بننے کی شرائط:۔ ڈائریکٹر بننے کے لئے ضروری ہوگا کہ ہر ڈائریکٹر کے سوائے نامزد یا سپیشل ڈائریکٹر کے اپنے نام پر کمپنی کے کم سے کم ساڑھے تین ہزار روپے کی مالیّت کے حصص ہوں۔

ڈائریکٹروں کے مفاد:۔ کمپنی میں ڈائریکٹروں کے کوئی مخصوص مفاد نہیں ہیں البتہ بورڈ آف ڈائریکٹرز کی میٹنگوں میں شامل ہونے کے لئے انہیں سفر خرچ وغیرہ کے علاوہ پچاس روپے تک دیا جا سکتا ہے۔

مینیجنگ ایجنٹس:۔ مینیجنگ ایجنٹس اور مینیجنگ ڈائریکٹرز اگر کوئی ہوں تو ان کا تقرر کنٹرولر آف کیپیٹل اشو کی اجازت کے بعد ہوگا۔

انتقالِ حصص:۔ کمپنی کے حصص کے انتقال کے متعلق کوئی غیر معمولی پابندی نہیں گو کمپنی کے حقوق کو فائق رکھا جائے گا۔ ڈائریکٹروں کو اختیار ہے کہ ایسے حصص کے انتقال کو منظور نہ کریں جن کی پوری قیمت ادا نہ کی گئی ہو نیز ڈائریکٹر کوئی ایسا انتقال بھی جو کسی ناپسندیدہ منتقل الیہ کے حق میں ہو، نامنظور کر سکتے ہیں۔

ضروری کاغذات کا معائنہ:۔ کمپنی کے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن کی کاپی کمپنی کے رجسٹرڈ دفتر میں متعین اوقاتِ کار میں کسی وقت دیکھی جا سکتی ہے۔

خرید حصص کا طریق:۔ کمپنی کے حصّوں کی خرید کا طریق بہت سہل ہے ایک حصّہ کی قیمت بیس[۲۰] روپے ہے۔ ادائیگی کا طریق یہ ہے:۔

(۱) درخواست کے ہمراہ پانچ روپیہ فی حصّہ۔

(۲) درخواست منظور ہونے پر پانچ روپے فی حصّہ۔

(۳) بقیہ دس روپیہ پانچ پانچ روپیہ کی دو قسطوں میں جبکہ ہر قسط کے درمیان ایک ماہ کا وقفہ ضرور ہوگا۔

اگر کوئی صاحب خرید کردہ حصص کی پوری رقم یکمشت درخواست کے ہمراہ یا درخواست منظور ہونے پر ادا کرنا چاہیں تو بخوشی ایسا کرسکتے ہیں۔

حصص کی خرید پر کوئی پابندی نہیں ہر شخص جس قدر حصص خریدنا چاہے خرید کرسکتا ہے۔

خریداری حصص کے لئے فارم مندرجہ ذیل ہیں:۔

بخدمت ڈائریکٹرز دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ ربوہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مَیں دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن لمیٹڈ کے ــــــ حصص خریدنا چاہتا/چاہتی ہوں۔ اِس غرض کے لئے اس درخواست کے ہمراہ مبلغ ــــــ روپیہ بحساب پانچ روپیہ فی حصّہ بطور ابتدائی رقم کے بذریعہ ــــــ ارسال ہیں آپ میرے لئے حصص کی جو تعداد مقرر کریں گے وہ مجھے منظور ہوگی۔ مجھے میمورنڈم اور آرٹیکلز آف ایسوسی ایشن وپراسپکٹس کی جملہ شرائط تسلیم ہیں۔ میری طرف سے آپ کو اختیار ہے کہ آپ مجھے کمپنی مذکور کے رجسٹروں میں ان حصص کا مالک درج کریں۔

دستخط ــــــ نام ــــــ ولدیت یا زوجیت ــــــ پتہ ــــــ[۱]

دوسرے ڈائریکٹران

اِن ابتدائی ڈائریکٹران کے بعد جن کا ذکر پراسپکٹس میں کیا گیا ہے ۱۹۷۸ء تک حسبِ ذیل ڈائریکٹران مقرر ہوئے:۔

۱۔ مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے، ایل ایل بی حال سوئٹزرلینڈ

---

[۱] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۰، ۲۱ جون ۱۹۵۳ء/ احسان ۱۳۳۲ ہش ص ۳ ؏

۲ - مکرم شیخ فضل الرحمٰن صاحب پراچہ سرگودھا

۳ - مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر)

۴ - مکرم مولوی برکت علی صاحب لائقؔ لدھیانوی سابق امیر جماعتِ احمدیہ لدھیانہ[۱]

۵ - مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب بی۔اے (وکیل المال)

۶ - مکرم قاضی محمد رشید صاحب (وکیل المال) [۲]

۷ - مکرم صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب

۸ - مکرم مولوی محمد احمد صاحب جلیلؔ پروفیسر جامعہ احمدیہ

۹ - مکرم چوہدری احمد جان صاحب وکیل المال (حال امیر جماعتِ احمدیہ راولپنڈی)

۱۰ - مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیرؔ (نائب وکیل التبشیر)

۱۱ - مکرم حافظ عبد السلام صاحب (وکیل الدیوان - وکیل الاعلیٰ)

۱۲ - مکرم سید میر مسعود احمد صاحب (نائب وکیل الدیوان - حال مبلغِ اسلام ڈنمارک)

۱۳ - مکرم مولوی نذیر احمد صاحب مبشرؔ (نائب وکیل التبشیر حال ناظم دار القضاء ربوہ)

۱۴ - مکرم مولوی نور الدین صاحب منیرؔ (نائب وکیل التعلیم)

۱۵ - مکرم مولوی نور محمد صاحب نسیمؔ سیفی (وکیل التعلیم)

۱۶ - مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب (وکیل المال ثانی)

۱۷ - مکرم صاحبزادہ مرزا نعیم احمد صاحب (ابن حضرت مصلح موعود)

۱۸ - مکرم مولوی عبد القادر صاحب ضیغمؔ[۳] (سابق مبلغ امریکہ و نائب وکیل التبشیر)

۱۹ - مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم۔اے (ایڈیٹر رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی)

۲۰ - مکرم محمد شفیق صاحب قیصرؔ[۴] (سابق مبلغ افریقہ)

۲۱ - مکرم جناب مبارک احمد صاحب طاہرؔ (مشیر قانونی تحریکِ جدید)

---

[۱] وفات ۲۵ر دسمبر ۱۹۶۳ء / فتح ۱۳۴۲ ہش ÷ [۲] وفات ۲۵ر فروری ۱۹۶۶ء / تبلیغ ۱۳۴۵ ہش

[۳] وفات ۱۶ر فروری ۱۹۷۷ء / تبلیغ ۱۳۵۶ ہش ÷ [۴] وفات ۲۲ر مارچ ۱۹۷۹ء / امان ۱۳۵۸ ہش

۲۲۔ مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (ناظر امور عامہ) ؎۱

موجودہ ڈائریکٹران

موجودہ ڈائریکٹران مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ محترم مولوی نورالدین صاحب منیر (نائب وکیل التبشیر) مینجنگ ڈائریکٹر

۲۔ محترم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب (وکیل المال ثانی)

۳۔ محترم مرزا نعیم احمد صاحب

۴۔ محترم چوہدری شبیر احمد صاحب (وکیل المال اوّل)

۵۔ محترم چوہدری مبارک احمد صاحب طاہر (وکیل قانونی)

۶۔ محترم چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ ناظر امور عامہ (نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان)

۷۔ محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز انگریزی (نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان)

کمپنی کے شائع کردہ تراجم قرآن عظیم اور دوسرا بلند پایہ لٹریچر

اس کمپنی نے ۱۹۵۳ء/ ۱۳۳۲ ہش سے لے کر ۱۹۷۹ء/ ۱۳۵۸ ہش تک جو بلند پایہ اسلامی لٹریچر عربی، انگریزی، جرمن اور ڈچ زبان میں شائع کیا اس کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

قرآن عظیم

1. The Holy Quran with Translation and Commentary

(قرآن مجید انگریزی ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ پانچ جلدوں میں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا شیر علی صاحب؎۲ بی۔ اے اور حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے سابق مبلغ جرمنی؎۳ پر مشتمل بورڈ کی مساعی کا نتیجہ)

؎۱ مراسلہ ملک بشارت احمد صاحب سابق مینیجر کمپنی و نصرت آرٹ پریس (مورخہ ۲۰ ۔اگست ۱۹۷۸ء/ظہور ۱۳۵۷ ہش) سے ماخوذ۔

؎۲ وفات ۱۳۔ نومبر ۱۹۴۷ء/ نبوت ۱۳۲۶ ہش۔ ؎۳ وفات ۷۔ جنوری ۱۹۷۷ء/ صلح ۱۳۵۶ ہش۔

2. The Holy Quran with English Translation and Commentary.

(قرآن مجید انگریزی ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ ایک جلد میں۔ از حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ ایم۔اے سابق مبلغ جرمنی)

3. The Holy Quran with English Translation.

(قرآن مجید انگریزی ترجمہ از حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ بی۔اے)

4. The Holy Quran with German Translation.

(قرآن مجید کا جرمن ترجمہ)

5. The Holy Quran with Dutch Translation.

(قرآن مجید کا ڈچ ترجمہ)

حدیثِ نبویؐ

1. Forty Gems of Beauty

(چالیس جواہر پارے از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے)

2. Nibras-ul.Momineen

(نبراس المؤمنین از خالدِ احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحبؓ سابق مبلغ بلادِ عربیہ)

تصانیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام

1. The Philosophy of Teachings of Islam.

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

2. A Misunderstanding Removed.

(ایک غلطی کا ازالہ)

3. The Will

(الوصیّت)

4. So said the Promised Messiah.

5. حمامة البشریٰ

6. الاستفتاء

7. التعلیم (کشتی نوح کا ایک حصّہ)

تصانیف حضرت مصلح موعود

1. Introduction to the Study of the Holy Quran.

(دیباچہ تفسیر القرآن)

2. Ahmadiyyat or the true Islam.

(احمدیت یعنی حقیقی اسلام)

3. The Real Revolution.

(انقلابِ حقیقی)۔

4, Why I Believe in Islam.

(مَیں اسلام کو کیوں مانتا ہوں؟)

(〃) لماذا اعتقد الاسلام

6. Muhammad The Liberator of Women

7. Economic Structure of Islamic Society.

(اسلام کا اقتصادی نظام)

8. Ahmadiyya Movement

(سلسلہ احمدیہ۔ ویمبلے کانفرنس لنڈن منعقدہ ۱۹۲۴ء میں پڑھا جانے والا مضمون)

خطبات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

A Message of Peace and a Word of Warning.

(امن کا پیغام اور ایک حرفِ انتباہ)

تصانیف حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے

1. Two Pillars of spirituality

(رُوحانیت کے دو زبردست ستون)

2. Attitude of Islam towards Communism.

(اِسلام اور اشتراکیّت)

علماءِ سلسلہ احمدیہ کی تصانیف

1. The Existence of God.

(از حضرت مولانا عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی[1])

2. Islam and Communism

(اسلام اور اشتراکیّت از حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دَرؔدؔ[2] ایم۔ اے سابق امام مسجد لنڈن)

3. Pronouncement of the Promised Messiah.

(از جناب مولانا نور محمد نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

4. Muslim Prayer

متفرّق:- An Interpretation of Islam

(ایک اطالوی مستشرقہ Veccia Vaglieri کے مقالہ کا انگریزی ترجمہ مع پیش لفظ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب سابق صدر عالمی اسمبلی و جج بین الاقوامی عدالتِ انصاف)

نصرت آرٹ پریس ربوہ | یہ سب بلند پایہ لٹریچر نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا جو آرپیکو کی ملکیت ہے اور ضیاء الاسلام پریس کی طرح ۱۹۵۴ء/۱۳۳۳ہش سے سلسلہ احمدیہ کے لٹریچر کی طباعت و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کر رہا ہے۔

---

[1] وفات ۱۱؍اکتوبر ۱۹۰۵ء ٭

[2] وفات ۷؍دسمبر ۱۹۵۵ء/فتح ۱۳۳۴ہش ٭

فصل سوم

تاریخ احمدیّت کی تدوین و اشاعت کا انتظام

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کو اپنے زمانۂ خلافت کے آغاز ہی سے سلسلہ احمدیہ کی ابتدائی تاریخ کے محفوظ کئے جانے کا خیال دامنگیر رہا۔ چنانچہ حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء کے موقع پر ارشاد فرمایا:۔

"ہمارے بہت بڑے فرائض میں سے ایک یہ بھی فرض ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے حالات اور آپ کے سوانح کو بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے محفوظ کر دیں۔ ہمارے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اُسوۂ حسنہ نہایت ضروری ہے .... آج بہت سے لوگ حضرت مسیح موعودؑ کے دیکھنے والے اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے والے موجود ہیں اور ان سے بہت سے واقعات معلوم ہو سکتے ہیں مگر جوں جوں یہ لوگ کم ہوتے جائیں گے آپ کی زندگی کے حالات کا معلوم کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اِسلئے جہاں تک ہو سکے بہت جلد اس کام کو پُورا کرنا چاہیئے۔" [1]

حضور نے صرف جماعت ہی کو اِس طرف توجہ نہیں دلائی بلکہ بعد ازاں علاوہ رسالہ "سیرت مسیح موعودؑ" کی تالیف کے، اپنے خطبات، تقاریر اور ملفوظات اور کتب میں بڑی کثرت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ مبارک کے واقعات پر روشنی ڈالی [2] جہاں تک جماعتِ احمدیہ کے دوسرے افراد کا تعلق ہے جن

---

[1] "برکاتِ خلافت" صفحہ ۹۳، ۹۴ (طبع اوّل مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

[2] ان ایمان افروز روایات کا ایک مجموعہ جو تاریخی ترتیب کے مطابق ہے اور ملک فضل حسین صاحب مہاجر کی کوشش سے مرتّب ہوا ہے اخبار الحکم قادیان ۱۲ر مئی تا ۲۸ر جولائی ۱۹۴۳ء میں شائع شدہ ہے ان کی جمع کردہ بعض اَور روایات بھی شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں ؛

بزرگوں کو سب سے بڑھ کر اِس قومی فریضہ کی بجا آوری کا شرف حاصل ہؤا ان میں سرِ فہرست حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب (عرفانی) تھے جنہوں نے "حیات النبی" "حیاتِ احمد" اور "سیرت مسیح موعود" کی متعدد جلدیں شائع فرمائیں۔ آپ کے علاوہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے صحابہ مسیح موعود کی روایات "سیرت المہدی"[۱] کے تین حصّوں میں سپردِ اشاعت فرمائیں۔ "مُحبِ صادق" حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے "ذکرِ حبیب"[۲] کے نام سے ایمان افروز کتاب لکھی۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی، جمالی شانوی کا "سفرنامہ" جو حضرت مسیح موعود کے واقعات پر مشتمل تھا خلافتِ اُولیٰ کے عہدِ مبارک میں اخبار "الحق" (دہلی) میں چھپا اور جون ۱۹۱۵ء میں "تذکرۃ المہدی" کے نام سے شائع ہؤا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ اس کا دوسرا حصہ بھی چھپنا چاہیئے۔ حضرت پیر صاحب کے قلم کا لکھا ہؤا دوسرا حصہ ۳۷۵ صفحات کا تھا اور آپ کا ارادہ تھا کہ اسے کئی حصّوں میں تقسیم کرکے چھپوا دیں مگر افسوس اس کے صرف ۴۸ صفحات[۳] ہی شائع کر پائے تھے کہ آپ انتقال کر گئے۔

۱۹ نومبر ۱۹۳۷ء کو حضرت مصلح موعود نے روایاتِ صحابہ جمع کرنے کی ایک اور مؤثر تحریک فرمائی[۴] اس تحریک پر ابھی مرکزی نظام کے تحت باقاعدہ کام شروع نہیں ہؤا تھا کہ حضرت مسیح موعود کے نہایت یک رنگ، قدیم اور بے مثال فدائی و شیدائی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی بیمار ہوگئے۔ حضرت خلیفہ ثانی المصلح الموعود نے ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء کو اپنے قلمِ مبارک سے مکرم شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کپورتھلہ[۵] کو لکھا کہ:۔

"منشی صاحب کی بیماری کی خبر سے افسوس ہؤا۔ آپ یہ کام ضرور کریں کہ بار بار پوچھ پوچھ کر ان سے ایک کاپی میں سب روایات حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق لکھوا لیں اس میں تاریخی اور واعظانہ اور سب ہی قسم کی ہوں یعنی صرف ملفوظات ہی نہ ہوں بلکہ سلسلہ کی تاریخ اور حضور علیہ السلام کے واقعاتِ تاریخی بھی ہوں۔ یہ آپ کے لئے اور اُن کے لئے بہترین

---

[۱] اشاعت حصّہ اوّل دسمبر ۱۹۲۳ء حصّہ دوم دسمبر ۱۹۲۷ء حصّہ سوم فروری ۱۹۳۹ء ❖

[۲] اشاعتِ اُولیٰ دسمبر ۱۹۳۶ء ❖

[۳] اشاعت دسمبر ۱۹۲۱ء ❖

[۴] تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ ۴۲۹ ❖

[۵] حال امیر جماعتِ احمدیہ ضلع فیصل آباد ❖

یادگار اور سلسلہ کے لئے ایک کار آمد سامان ہوگا۔" لے

محترم شیخ محمد احمد صاحب مظہر نے اِس ارشادِ مبارک کی تعمیل میں حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی بیان فرمودہ روایات انہی کے الفاظ میں قلمبند کر کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز جنوری ۱۹۴۲ء میں شائع کرا دیں۔

۱۹۳۷ء کی تحریک کے نتیجہ میں نہ صرف روایاتِ صحابہ کے جمع و اشاعت کا کام پوری توجہ اور باقاعدگی سے شروع ہو گیا بلکہ ایسا لٹریچر بھی تیار ہونے لگا جو سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ اور خلافتِ اولیٰ و ثانیہ کے عہدِ مبارک کی تاریخ پر مشتمل تھا چنانچہ فروری ۱۹۳۸ء میں مکرم چوہدری محمد شریف صاحب مولوی فاضل مبلّغ سلسلہ احمدیہ نے "سلسلہ عالیہ احمدیہ" اور دسمبر ۱۹۳۸ء میں ملک فضل حسین صاحب مہاجر نے "تاثراتِ قادیان" شائع کی۔ دسمبر ۱۹۳۹ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے قلم سے "سلسلہ احمدیہ" جیسی شاندار تالیف اشاعت پذیر ہوئی جو سلسلہ احمدیہ کی پچاس سالہ تاریخ پر ایک مختصر مگر نہایت جامع اور حقیقت افروز کتاب تھی۔ ۱۹۴۲ء میں شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مدیر الحکم نے "مرکزِ احمدیت ــ قادیان" کے نام سے ایک پُر از معلومات کتاب چھپوائی۔ ۱۹۴۵ء میں حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب درد نے اپنی محققانہ تالیف "LIFE OF AHMAD" کا حصہ اوّل مکمل کیا جو ۱۹۴۸ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

۱۹۵۰ء میں ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے درویش قادیان نے "اصحابِ احمد" کی پہلی جلد اور ۱۹۵۲ء میں دوسری جلد شائع کی جس سے سلسلہ کے لٹریچر میں قابلِ قدر اضافہ ہوا۔ اسی طرح ۱۹۵۱ء کے دوران حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ عنہ کی "حیاتِ قدسی" کے دو حصّے حیدر آباد دکن سے سیٹھ علی محمد۔ اے۔ الہ دین صاحب کے زیرِ انتظام چھپے اور ہر طبقہ کے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب بنے۔

۱۹۵۳ء کا سال اگرچہ ابتلاؤں کا سال تھا مگر یہی وہ سال تھا جس میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی تحریکِ خاص سے مرکزِ احمدیت میں تاریخِ سلسلہ احمدیہ کی تدوین و اشاعت کی مرکزی سطح پر بُنیاد پڑی۔

اِس کا محرک دراصل حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا ایک مکتوب تھا جو آپ نے ۴ ؍ مارچ

لے "اصحابِ احمد" جلد ۴ ص۶ (مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

۱۹۵۳ء (۲۴ ؍ امان ۱۳۳۲ ہش) کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ بابرکت میں لکھا[۱] اور جس میں ایک عزیز کی یہ تجویز عرض کی گئی تھی کہ کوائف ۱۹۵۳ء سے متعلق حکومتِ پاکستان کے مرکزی اور صوبائی افسروں کے بیانات ایک رسالہ کی صورت میں شائع ہونے چاہئیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اس پر اپنے قلمِ مبارک سے تحریر فرمایا کہ:۔

"اچھی بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کی مکمل تاریخ لکھی جائے۔ میرے نزدیک مہاشہ فضل حسین .... کو بُلوا کر اِس کام پر لگا دیا جائے یا دوست محمد بھی یہ کام کر سکتے ہیں ......"

اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور کی توجہ اِس طرف بھی منعطف فرمائی کہ سلسلہ احمدیہ کی پوری تاریخ کو محفوظ کیا جانا چاہیئے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تحریکِ خاص

چنانچہ اِس سلسلہ میں حضور نے درج ذیل الفاظ میں تحریک فرمائی:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

سِلسلہ احمدیہ کی "تاریخ کو محفوظ کرنے کا اِنتظام

احباب اِس اہم ضرورت کو پُورا کرنے کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں

احبابِ کرام! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کو علم ہے کہ ہماری جماعت کی تاریخ اَب تک غیر محفوظ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سوانح بعض لوگوں نے مرتب کرنے کی کوشش کی ہے لیکن وہ بھی نامکمل ہیں۔ پس سلسلہ کی اِس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے تاریخ سلسلہ احمدیہ کے مکمل کرانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے قریب کے زمانہ کی تاریخ مرتب کی جائے گی تاکہ

---

[۱] اصل مکتوب "شعبہ تاریخ احمدیت" ربوہ میں محفوظ ہے ؛

ضروری واقعات محفوظ ہوسکیں۔ سلسلہ کی تاریخ کئی جلدوں میں مکمل ہو گی۔ تین سال تک کام کا اندازہ ہے۔ اِس کی چھپوائی اور لکھوائی وغیرہ پر کم ازکم تیس پینتیس ہزار روپیہ خرچ کا اندازہ ہے۔ صدر انجمن احمدیہ پر چونکہ اِس وقت کافی بار ہے اِس لئے اِس کام کا علیحدہ انتظام کرنے کے لئے مَیں احبابِ جماعت میں سرِدست صرف مبلغ بارہ ہزار روپیہ کی تحریک اِس کام کے لئے کر رہا ہوں۔ جب یہ روپیہ خرچ ہونے کو ہوگا پھر اَور اپیل کی جائے گی۔ جماعت کے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے انہیں سلسلہ کی اِس اہم ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اِس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیئے تا یہ کام جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔

دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں اِس تحریک کے لئے مَد کھول دی گئی ہے جو احباب اِس تحریک میں حصہ لینا چاہیں وہ اپنی رقوم محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو "بمدِ تصنیف تاریخ سلسلہ احمدیہ" بھجوا دیں۔

یہ رقم میرے اختیار میں رہے گی اور میرے ہی دستخطوں سے برآمد ہوسکے گی۔

والسلام

مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعتِ احمدیہ

یہ تحریکِ خاص اخبار "المصلح" (کراچی) ۲۰ ہجرت ۱۳۳۲ ہش (۲۰ مئی ۱۹۵۳ء) میں چھپ کر منظرِ عام پر آئی تو مخلصینِ جماعت نے اِس کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ نیز اِس اعلان نے جماعت کے اہلِ قلم اصحاب میں بھی ایک جُنبش پیدا کر دی چنانچہ لاہور کے ایک مخلص احمدی ایڈووکیٹ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں تحریری درخواست دی کہ انہیں تاریخِ سلسلہ لکھنے کا موقعہ عطا فرمایا جائے۔ لیکن حضور نے دفتر کو ارشاد فرمایا کہ:۔

"المصلح میں اعلان کیا جائے۔ تاریخِ سلسلہ کے لکھنے کے لئے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ تاریخ سے مَس ہو۔ ادیب ہوں تحقیق اور مطالعہ کا بہت شوق ہو جس تنخواہ پر آ سکیں اس سے بھی اطلاع دیں۔"

چنانچہ مکرم مولوی محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ کی جانب سے الفضل ۱۶ رجولائی ۱۹۵۳ء صفحہ میں یہ اعلان بھی کر دیا گیا جس پر درج ذیل مقامات سے درخواستیں موصول ہوئیں :-
لاہور (۲ عدد)، شیخوپورہ (۲ عدد)، کراچی (ایک عدد)، لطیف نگر اسٹیٹ ضلع تھرپارکر سندھ (ایک عدد)۔

حضرت مصلح موعودؓ کی خدمتِ بابرکت میں جب یہ سب درخواستیں مع کوائف پیش کی گئیں تو حضور نے فیصلہ صادر فرمایا کہ

"درخواستوں پر کسی کارروائی کی ضرورت نہیں ان میں سے سردست کوئی پورا نہیں اترتا"

چونکہ حضور تاریخ سلسلہ کے مدوّن کئے جانے کا عزمِ صمیم کر چکے تھے اس لئے آپ نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ابتدائی مراسلہ کے قریباً سوا ماہ کے بعد مکرم مہاشہ فضل حسین صاحب کو تاریخِ احمدیت کا مواد اکٹھا کرنے کے لئے نامزد فرمایا اور ان کا تقرر خلافت لائبریری میں ہوا۔ آپ نے ۳۰ اپریل ۱۹۵۳ء سے لے کر ۲۰ مئی ۱۹۵۵ء تک یہ خدمت انجام دی۔ حضور رضی اللہ عنہ نے فسادات ۱۹۵۳ء کے واقعات کو جمع کرنے میں اوّلیت دینے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں انہوں نے علاوہ اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرنے کے منٹگمری[1] (ساہیوال) سے لے کر راولپنڈی تک کا دورہ کیا اور بہت سی چشم دید شہادتیں جمع کر کے ان کو مرتب کیا نیز "فساداتِ پنجاب ۱۹۵۳ء کا پس منظر" کے عنوان سے ایک کتابچہ بھی لکھا۔

محترم مہاشہ فضل حسین صاحب کو مقرر ہوئے چند ہفتے ہی گزرے تھے کہ ۲۴ جون ۱۹۵۳ء کو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کی طرف سے راقم الحروف (دوست محمد شاہد) کو اطلاع ملی کہ حضرت اقدس نے اس عاجز کو یاد فرمایا ہے چنانچہ اگلے دن حضور نے شرفِ باریابی بخشا اور تاریخ احمدیت کی تدوین سے متعلق بنیادی ہدایات ارشاد فرمائیں جن کا خلاصہ یہ تھا کہ :-

۱۔ فی الحال ستمبر ۱۹۴۷ء سے اگست ۱۹۵۲ء تک کی تاریخ لکھنے کا کام آپ کے سپرد کیا جاتا ہے۔

---

[1] اس سفر میں آپ منٹگمری (ساہیوال)، اوکاڑہ، لائلپور (فیصل آباد)، سرگودھا، جھنگ، ملتان، سیالکوٹ، وزیر آباد، گوجرانوالہ، لاہور اور راولپنڈی تشریف لے گئے۔

یہ حصہ لکھنے کے بعد دوسرے حصوں کی طرف توجہ دینا ہوگی۔

۲ ۔ تاریخ کی ترتیب وتدوین میں علاوہ دیگر ماخذوں کے لاہور کی پبلک لائبریری سے بھی فائدہ اُٹھایا جائے۔

۳ ۔ اِس حصہ تاریخ میں نمایاں طور پر قیام واستحکام پاکستان کے سلسلہ میں جماعتی خدمات کو پیش کیا جائے۔ حوالہ پورا نقل کیا جائے اور جو موّاد بھی مل سکے اس کو جمع کر دیا جائے تا مُستقبل کے مؤرخ اس سے انتخاب کرکے اپنے زمانہ میں ان واقعات کی ترتیب دے سکیں۔

تاریخ احمدیت کی تدوین کا دفتر ابتداءً پرائیویٹ سیکرٹری کے دفتر کے کمرۂ ملاقات میں قائم کیا گیا بعدازاں جب خلافت لائبریری کے نئے کمرے تعمیر ہوگئے تو اسے لائبریری میں منتقل کر دیا گیا۔

یہ محکمہ چونکہ حضور کی تحریکِ خاص سے قائم ہؤا تھا اِس لئے حضور اِس کی خاص طور پر نگرانی اور راہ نمائی فرماتے تھے۔ حضور کی شروع ہی سے تاکیدی ہدایت تھی کہ اِس شعبہ کی ہفتہ وار رپورٹ آنی چاہیئے چنانچہ (حضور کی بیماری یا سفرِ یورپ کے دنوں کے سوا) اِس شعبہ کی کارگذاری باقاعدگی سے حضور کی خدمت میں پیش کی جاتی تھی حضور اسے ملاحظہ فرما کر بعض اوقات اپنے دستِ مبارک سے اور بعض اوقات زبانی ارشادات فرما دیتے۔ حضور کے بعض احکام حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ حرم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قلم سے بھی لکھے ہوتے تھے۔

۲۲ رمئی ۱۹۵۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود زیورچ (سوئٹزرلینڈ) میں تشریف فرما تھے اس روز حضور نے مکرم چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ پرائیویٹ سیکرٹری کو مکرم مولوی محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری ربوہ کے نام خط لکھوایا کہ "مہاشہ صاحب نے جتنا کام کر لیا کر لیا باقی دوست محمد صاحب شروع کر دیں بہرحال تاریخ سلسلہ ہم نے لکھنی ہے ۱۹۳۸ء سے پہلے لکھ لیں پچھلی بعد میں لکھ لی جائے گی"۔

حضور کا یہ ارشاد ۲۹ رمئی ۱۹۵۵ء کو ربوہ میں موصول ہؤا۔

ازاں بعد ۶ رفروری ۱۹۵۶ء کو شعبہ تاریخ کی رپورٹ ملاحظہ کرکے ارشاد فرمایا:۔

"یہ بتائیں چھپنے میں کیا دیر ہے؟ چھپنی جلد چاہیئے تاکہ محفوظ ہوجائے پھر ابتدائی تاریخ کی تدوین شروع کر دیں مَیں نے پچھلے زمانہ کی تاریخ اِس لئے سپرد کی تھی کہ کم ازکم

یہ تو محفوظ ہو جائے"۔

"تاریخ احمدیت" کی پندرہ[15] جلدوں کی اشاعت

حضرت مصلح موعودؓ کی اِس مبارک خواہش کو پُورا کرنے کی سعادت ادارۃ المصنفین کے حصہ میں آئی۔ حضور نے اِس مرکزی ادارہ کی بُنیاد دسمبر ۱۹۵۷ء میں رکھی اور اس کے بُنیادی مقاصد میں تاریخ احمدیت کی اشاعت کو بھی شامل فرمایا اور مکرم ابوالمنیر نورالحق صاحب فاضل کو اِس کے مینیجنگ ڈائریکٹر کے فرائض سپرد فرمائے اور ان کو "تاریخ احمدیت" کے چھپوانے کے لئے خصوصی ہدایات فرمائیں۔ مکرم ابوالمنیر صاحب نے پوری توجہ، غیر معمولی ہمت و استقلال اور کمال دلچسپی اور ذوق و شوق کے ساتھ اشاعتِ تاریخ کا بیڑا اُٹھایا اور ادارہ کے معرضِ وجود میں آتے ہی سب سے پہلے کام یہ کیا کہ ملک فضل حسین صاحب کی کتاب "فسادات ۱۹۵۳ء کا پس منظر" طبع کروائی اور پھر گوناگوں مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود دسمبر ۱۹۷۵ء تک "تاریخ احمدیت" کی پندرہ[15] ضخیم جلدیں شائع کرائیں۔ علاوہ ازیں پہلی تین جلدوں کے دو[2] دو ایڈیشن بھی چھپوا دیئے۔

"تاریخ احمدیت" کی ابتدائی پانچ جلدیں خلافتِ ثانیہ کے بابرکت عہد میں اور بقیہ خلافتِ ثالثہ کے مبارک دَور میں منظرِ عام پر آئیں۔

سیّدنا حضرت مُصلح موعودؓ کے تاثرات و ارشادات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے "تاریخ احمدیت" کے ابتدائی پانچ حصوں کی نسبت حسبِ ذیل تاثرات کا اظہار فرمایا:۔

تاریخِ احمدیت جلد اوّل

فرمایا:۔ "اِس سال تاریخ احمدیت کی بھی پہلی جلد شائع ہو چکی ہے جو ۱۸۸۰ء تک کے حالات پر مشتمل ہے دوستوں کو اس کی اشاعت کی طرف بھی توجہ کرنی چاہیئے"۔[2]

تاریخِ احمدیت جلد دوم

فرمایا:۔ "اِس سال ادارۃ المصنفین نے تاریخ احمدیت کا دوسرا حصہ بھی شائع کر دیا ہے۔

---

[1] تفصیل ۱۹۵۷ء کے حالات میں آئے گی۔ [2] "الفضل" ۲۵ر جنوری ۱۹۵۹ء (۲۵ر صلح ۱۳۳۸ ہش) صہ۳۔

گزشتہ سال اِس کا پہلا حصہ شائع ہُوا تھا۔ دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اِس کتاب کو بھی خریدیں اور پڑھیں تاکہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے واقعات کا علم ہو۔"[۱]

تاریخِ احمدیت جلد سوم

"یہ خوشی کی بات ہے کہ میری ہدایت کے مطابق ادارۃ المصنّفین نے تاریخِ احمدیت حصہ سوم کو شائع کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات کو مکمل کر لیا ہے۔ اِس کتاب کے سب حصّوں کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ اِسی طرح بخاری شریف کی شرح کا چھٹا جزو بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ جماعت کے دوستوں کو یہ دونوں کتابیں فوراً خرید لینی چاہئیں۔

(دستخط)

مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی ۱۵/۱۲/۶۲"[۲]

تاریخِ احمدیت جلد چہارم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ——————— نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّـــــــاصِرُ

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

جیسا کہ احباب کو علم ہے کہ مولوی دوست محمد صاحب شاہد میری ہدایت کے ماتحت تاریخِ احمدیت لکھ رہے ہیں۔ الحمدللہ کہ خدا کے فضل سے اُنہوں نے اس کا چوتھا حصہ بھی مکمل کر لیا ہے۔ اُستاذی المکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے بلند مقام اور آپ کے عظیم الشّان احسانات کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ جماعت کا ہر فرد آپ کے

۱؎ الفضل ۱۶ر فروری ۱۹۶۰ء (۱۶ر تبلیغ ۱۳۳۹ہش) ص۳ ٭

۲؎ الفضل ۱۹ر دسمبر ۱۹۶۲ء (۱۹ر فتح ۱۳۴۰ہش) ص۱ ٭

زمانہ کی تاریخ کی اشاعت میں پورے جوش و خروش سے حصّہ لے۔ اسے خود بھی پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے۔ بلکہ میں تو یہ بھی تحریک کروں گا کہ جماعت کے وہ مخیّر اور مخلص دوست جو سلسلہ کے کاموں میں ہمیشہ ہی نمایاں حصّہ لیتے رہے ہیں "تاریخِ احمدیت" کے مکمّل سیٹ اپنی طرف سے پاکستان اور ہندوستان کی مشہور لائبریریوں میں رکھوا دیں تا اس صدقہ جاریہ کا ثواب انہیں قیامت تک ملتا رہے اور وہ اور اُن کی نسلیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہوتی رہیں۔ آمین

والسّلام

خاکسار مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح الثانی) ۴/۱۲/۶۳ "[1]

تاریخِ احمدیت جلد پنجم

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ——— نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

" ادارة المصنّفین ربوہ کی طرف سے تاریخِ احمدیت کا پانچواں حصّہ شائع کیا جا رہا ہے سلسلہ کی تاریخ سے واقفیت رکھنا ہر احمدی کے لئے ضروری ہے احباب کو چاہیئے کہ اس کا مطالعہ کریں اور اس کی اشاعت میں حصّہ لیں۔

والسّلام

خاکسار مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح الثانی) ۶/۱۲/۶۴ "[2]

---

[1] الفضل ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۳ء (۱۰ر فتح ۱۳۴۲ ہش) صلا

[2] الفضل ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۴ء (۱۰ر فتح ۱۳۴۳ ہش) صلا

فصل چہارم

فضلِ عمر ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ ربوہ کا اِفتتاح

فضلِ عمر ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ کی عمارت تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے مشرقی جانب زیرِ تعمیر تھی جس کی ایک حد تک تکمیل پر سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۵ ماہِ احسان ۱۳۳۲ ہش مطابق ۲۵ جون ۱۹۵۳ء کو ربوہ میں نو بجے صبح فضلِ عمر ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹ کا افتتاح فرمایا۔

حضور نے پہلے تو ریسرچ کے ڈائریکٹر چوہدری محمد عبداللہ صاحب ایم۔ اے، پی ایچ ڈی کے ہمراہ عمارت اور سامان کا معائنہ کیا اور پھر ریسرچ کے کارکنوں اور دیگر احبابِ جماعت سے ایک نہایت معلومات افروز تقریر فرمائی جس کا ملخص درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"آٹھ سال ہوئے مَیں نے قادیان میں ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد رکھی تھی۔ وہاں پر اس کا کام شروع ہوگیا تھا لیکن ۱۹۴۷ء کے اِنقلاب کے بعد ہمارے پاس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ مَیں نے ایک دوست کو تحریک کی کہ وہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ربوہ میں بنانے کے لئے ایک لاکھ روپیہ جمع کریں ایک لاکھ مَیں جمع کروں گا۔ ابھی تک مَیں تو اِس بارے میں تحریک نہ کر سکا کیونکہ جماعت کے سامنے اَور بہت سی تحریکات ہیں لیکن اس دوست نے باون ہزار روپیہ کے قریب جمع کر دیا ہے جس سے یہ عمارت تیار کی گئی ہے۔ اگر بقیہ رقم بھی جمع ہوگئی تو انشاء اللہ العزیز وسیع پیمانے پر کام جاری ہو جائے گا اور بلڈنگ بھی مکمل ہو جائے گی۔ سرِدست اِس انسٹی ٹیوٹ میں پانچ سکالر کام کر رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس آسمانی کتاب نے کائناتِ عالم پر غور کرنے کی طرف سب سے زیادہ توجہ دلائی ہے وہ قرآن کریم ہے۔ دُنیا کی کوئی آسمانی کتاب ایسی نہیں جس نے اِنسان کو کائناتِ عالم پر غور کرنے کا اِس طرح واضح حکم دیا ہو جس طرح قرآن کریم نے دیا ہے۔ قرآن مجید نے اِس بارے میں تین بنیادی امور بیان فرمائے ہیں۔

اوّل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِس دُنیا کی تمام چیزیں مرکب ہیں کوئی چیز مفرد نہیں ہے۔ سب اشیاء میں ترکیب پائی جاتی ہے۔ فرمایا وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ (الذّٰریٰت: ۵۰)

دوم:۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ اشیاء کی وہ ترکیب ہر وقت عمل (WORK) کر رہی ہے یعنی اسکے نتائج کا ایک سلسلہ جاری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت نئی شان اور ترکیب کے ساتھ تجلّی فرماتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ کائناتِ عالم کی تمام چیزیں اُس کی اس تجلّی سے متاثر ہوتی ہیں اور ان مرکب اشیاء کا سلسلہ کسی جگہ پر ٹھہر نہیں جاتا بلکہ آگے ہی آگے چلتا ہے۔ گویا ہر وقت نئے نتائج پیدا ہو رہے ہیں۔ الفؔ اور بؔ کے ملنے سے جؔ پیدا ہوتا ہے پھر جؔ اور دؔ کے ملنے سے سؔ پیدا ہوتا ہے۔ غرض اِسی طرح ایک لا متناہی سلسلہ جاری ہے۔

سوم۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ ان تمام اشیاء اور ان کی ترکیب اور اُس ترکیب سے پیدا ہونے والے نتائج کے اسرار کو معلوم کرنا تمہارا کام ہے۔ اس کام کو سرانجام دینے والے ہی اللہ تعالےٰ کے نزدیک عقلمند ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آلِ عمران: ۱۹۲) وہ لوگ جو زمین و آسمان کی پیدائش کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں اور بالآخر اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اے خدا! تُونے اِس کارخانہ کو بے حکمت پیدا نہیں کیا۔ تُو پاک ہے اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔ پھر قرآن مجید یہ بھی وعدہ کرتا ہے کہ جو لوگ قوانینِ الٰہی میں غور کریں گے اور کائناتِ عالم کی حکمتوں کو سوچیں گے ان پر ان کے اسرار ضرور کھولے جائیں گے اور دُنیا کے ذرّہ سے لے کر خود خدا تعالیٰ تک ان لوگوں کے لئے کامیابی کا راستہ کھولے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ۷۰) کہ جو لوگ ہمارے پیدا کردہ عالَم کے متعلق اور ہم تک پہنچنے کے لئے صحیح طریق سے کوشش کریں گے ہم اُن پر کامیابی کے راستے ضرور کھولیں گے۔

یہ تینؔ اہم صداقتیں ہیں جن کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے اور مسلمانوں کو ان کی طرف توجہ دلاتا ہے اور یہی تینؔ امور سائنس کی بنیاد ہیں۔ اِن حالات میں کس قدر تعجب کی بات ہوگی کہ مسلمان کائناتِ عالَم سے غفلت اختیار کریں۔

دُنیا میں مختلف خیال کے لوگ بستے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ دُنیا کی طرف توجہ کرنا مذہب

کا کوئی حصّہ نہیں بلکہ ان کے نزدیک دُنیا سے بے توجہ رہنا مذہبی آدمی کے لئے ضروری ہے جیساکہ بُدھوں کا خیال ہے یا عیسائیوں کے بعض فرقے سمجھتے ہیں۔بعض لوگ دُنیا کو صرف دُنیا کے نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس کو ہی اپنا منتہائے مقصود سمجھتے ہیں۔بعض ایسے لوگ بھی ہیں کہ وہ کائناتِ عالم پر غور کرتے ہیں اور بعض ایجادات بھی ایجاد کرتے ہیں لیکن ان کے مذہب نے انہیں اِس بارے میں کوئی ہدایت نہیں کی ان کے مذہب اِس پہلو سے سراسر خاموش ہیں۔انہوں نے یہ طریق اپنے لئے از خود ایجاد کر لیا ہے لیکن قرآن کریم تو مسلمانوں کو نہ صرف کائناتِ عالم پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے بلکہ وہ اِس کام کو مذہب کا ایک حصّہ قرار دیتا ہے اور اس کوشش کے نتیجہ میں ثواب اور رُوحانی بدلے کی اُمید دلاتا ہے۔اگر مسلمان اِس پہلو سے غفلت اور سُستی کریں تو وہ صریح طور پر قرآن کریم کے احکام سے مُنہ پھیرنے والے قرار پائیں گے۔

جو لوگ صحیح طور پر کائناتِ عالم پر غور کرنے والے ہیں وہ بڑی محنت سے کام کرتے ہیں۔مَیں نے بہت سے سائنسدانوں کے حالات پڑھے ہیں وہ بڑے انہماک سے بارہ بارہ گھنٹے تک کام کرتے ہیں اور پھر شاندار نتائج پیدا کرتے ہیں لیکن مسلمان بالعموم پانچ چھ گھنٹے کے کام کو بہت زیادہ سمجھتے ہیں۔مَیں نے دیکھا ہے کہ لوگ اِسی لئے اپنے کام کی رپورٹ کرنے اور ڈائری لکھنے سے گھبراتے ہیں تبلیغی کام کرنے والے اور ریسرچ میں کام کرنے والے اگر اپنے کام کی ڈائری لکھیں تو اس سے انہیں صحیح طور پر احساس ہو جائے کہ انہیں اتنا کام کرنا چاہیئے تھا اور انہوں نے کتنا کیا ہے۔سُست لوگ اِس بارے میں یہ عُذر کیا کرتے ہیں کہ ہم نے کام کرنا ہے یا ڈائری لکھنا ہے۔ڈائری لکھنے اور رپورٹ کرنے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔یہ عذر درحقیقت نفس کا دھوکہ ہوتا ہے۔ڈائری وہی لکھ سکتا ہے جو صحیح طور پر کام کرتا ہے اور جو شخص کام نہیں کرتا وہ ڈائری لکھنے سے گریز کرتا ہے۔ہمارا دُنیا سے بہت بڑا مقابلہ ہے۔ہماری یہ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ دُنیا کی لیبارٹریوں اور ریسرچ اِنسٹی ٹیوٹوں کے مقابلہ میں بلحاظ اپنے سامان اور کارکنوں کے کوئی حیثیت نہیں رکھتی لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اصل کام یہ ہے کہ انسان میں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے کی رُوح پیدا ہو جائے اور یہ رُوح محنت اور ایثار سے پیدا ہوتی ہے۔جب ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم نے بہت بڑے دشمن سے مقابلہ کرنا ہے تو ہمارے اندر کام کرنے کی رُوح بڑھ جائے گی۔ہمارے اِس مقابلہ کی بنیاد روپے پر نہیں ہے۔دُنیا کے مقابلہ میں ہمارے پاس روپیہ ہے ہی

نہیں۔

نپولین کا قول ہے کہ ناممکن کا لفظ میری ڈکشنری میں نہیں ہے۔ اِس کے یہی معنی تھے کہ نپولین کسی کام کو ناممکن نہیں سمجھتا تھا ہاں وہ اسے مشکل ضرور سمجھتا تھا اور پھر ہمّت سے اُس کام کو سرانجام دیتا تھا۔ دُنیا میں بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں کہ وہ اپنی اولوالعزمی سے سامانوں کے مفقود ہونے کے باوجود کامیابی کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت مسلمانوں پر جو غفلت اور جمود کی حالت طاری تھی اس کو بیداری سے بدلنا ناممکن سمجھا جاتا تھا لیکن آپؑ نے مسلمانوں کے اندر اُمید کی کرن پیدا کر دی اور انہیں بیدار کر دیا۔ یورپین مصنفین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے کے ہندوستانی مسلمان لیڈروں یعنی سر سیّد احمد خاں، امیر علی وغیرہ کو اپالوجسٹ (APOLOGIST) یعنی معذرت کرنے والے قرار دیتے تھے لیکن وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا طریق اسلام کی طرف سے معذرت خواہانہ نہیں بلکہ جارحانہ حملے کا طریق ہے۔ ابھی ایک مشہور مغربی مصنف نے تحریکِ احمدیت کا ذکر اِسی انداز میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مستقبل کے متعلق ایک ایسی جگہ بھی آتی ہے جہاں پر مؤرخ کو خاموش ہونا پڑتا ہے۔ تحریکِ احمدیت کے مستقبل کے ذکر میں اُس نے لکھا ہے کہ بہت سے گھوڑے جو گھوڑ دوڑ کی ابتداء میں کمزور نظر آتے ہیں وہی بسا اوقات اوّل نکلتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اِس وقت مذہبی دُنیا میں جو تغیّرات پیدا ہوئے ہیں اور مسلمانوں میں جس قدر بیداری نظر آتی ہے وہ حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے نتیجہ میں ہے۔ اب مسلمانوں میں سے ننانوے فیصدی لوگ وفاتِ مسیح علیہ السلام کو ماننے لگ گئے ہیں۔ عصمتِ انبیاء کو ماننے لگ گئے ہیں، عدم نسخِ قرآن کے نظریے کو بھی ننانوے فیصدی لوگ ماننے لگ گئے ہیں حالانکہ گزشتہ بارہ سو سال میں علمائے اسلام قرآنی آیات کے منسوخ ہونے کا عقیدہ رکھتے آئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت لطیف رنگ میں انہی آیات سے بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں جنہیں لوگ منسوخ سمجھتے تھے۔ اِس طرح مسئلہ نسخِ قرآن کی بنیاد کو آپؑ نے توڑ کر رکھ دیا۔ تمام وہ مسائل جو باقی دُنیا اور مسلمانوں کے لئے مشکوک بلکہ مخالفانہ طور پر تسلیم کئے جاتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو بدل دیا۔ پس ناممکن بات کو خدا تعالیٰ کے فضل سے ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ جب ہم قادیان سے نکلے ہیں تو خود جماعت کا ایک بڑا حصہ کہتا تھا کہ اب ہمارے پاؤں کس طرح جمیں گے لیکن دیکھ لو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب ہمارا بجٹ پہلے

سے زیادہ ہے اور مخالفت کے باوجود جماعت کی ترقی ہو رہی ہے۔ اقتصادی حالت بھی پہلے سے بہتر ہے اگرچہ جماعت کی صحیح تربیت کی جائے تو چندے دُگنے ہوسکتے ہیں۔ میرے نزدیک ریسرچ سکالر کو یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ کوئی ایسی بات بھی ہے جو نہیں ہوسکتی اس کو اپنی تحقیقات کے سلسلہ کو پھیلانے میں یہ بھی نہ ماننا چاہیئے کہ مَیں دُنیا کو پیدا نہیں کرسکتا (گو یہ پیدا کرنا مجازی رنگ میں ہی ہوگا) یہ تو درست ہے کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ناممکن قرار دے دیا ہے وہ بہرحال ناممکن ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ جن چیزوں کو انسان کسی وقت ناممکن کہہ دیں وہ فی الواقعہ ناممکن ہوتی ہیں۔ ابھی جب ایٹم بم ایجاد ہؤا تو وہ سائنسدان جو کہتے تھے کہ دُنیا کا کبھی خاتمہ نہیں ہوسکتا وہ کہنے لگ گئے کہ اِس ایجاد سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ دُنیا ختم ہوسکتی ہے۔ چار پانچ ماہ تک وہ لوگ CHAIN REACTION (تسلسل ردِّعمل) کے نظریہ کے ماتحت دُنیا کے خاتمہ کے قائل رہے ہیں۔ بہرحال ریسرچ کرنے والے اِنسان کے لئے بہت بڑی وسعت ہے۔ دُنیا میں ایک وقت میں ایک چیز ناممکن سمجھی جاتی ہے اور پھر وہ ممکن ہو جاتی ہے۔ گویا قدرت بھی اپنے دائرہ کو لمبا کرتی رہتی ہے۔ پہلے لوگ دُنیا کی لمبائی کا اندازہ روشنی کے تین ہزار سال سمجھتے تھے جنگ کے بعد یہ اندازہ چھ ہزار سال تک پہنچ گیا اور اب نیا نظریہ یہ ہے کہ دُنیا کی لمبائی روشنی کے چھتّیس ہزار سال کے برابر ہے۔

اِس وقت محققین کے دو نظریے ہیں۔ بعض لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ دُنیا EXPAND ہو رہی ہے۔ جوں جوں ہم علمی طور پر آگے بڑھتے ہیں دُنیا کی وسعت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ درحقیقت ابھی تک ہم نے صحیح اندازہ ہی نہیں کیا۔ ہمارے سارے اندازے ناقص اور کم ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا (النازعات: ۴۵) کہ ہر چیز کی اُلجھنیں اللہ ہی حل کرسکتا ہے اور ہر چیز انجامکار تیرے ربّ کی طرف پہنچتی ہے۔ گویا ہمارے سامنے UNLIMITED SOURCES (غیر محدود خزانے) موجود ہیں جن کی ریسرچ ہم نے کرنی ہے لیکن ہمارے پاس سامان نہیں۔ ایٹم بم کے متعلق پانچ ہزار ورکر کام کر رہے ہیں لیکن ہمارے ہاں یہاں صرف پانچ کارکن ہیں۔ پھر ان کے سامانوں کی فراوانی سے بھی ہمیں کوئی نسبت نہیں۔ ان لوگوں کا بجٹ دو دو ارب کا ہوتا ہے ہمارے ریسرچ کے بجٹ کو ان کے بجٹ کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب سامان تھوڑے ہوں اور کام کرنے والے آدمی تھوڑے ہوں تو کام کی نسبت زیادہ ہونی ضروری ہے۔ کم ہمّت آدمی

کام کی زیادتی کو دیکھ کر کہتا ہے کہ بہت کام ہے مجھ سے تو یہ ہو ہی نہیں سکے گا۔ اِس لئے وہ کام چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور مختلف جھوٹے عذرات پیش کرتا ہے لیکن اچھا آدمی کام کی زیادتی کی وجہ سے گھبراتا نہیں بلکہ کہتا ہے کہ مَیں کام کے لئے وقت کی مقدار کو بڑھا کر اور محنت میں اضافہ کرکے اِس کام کو کروں گا۔ سوچ لو کہ جب دُنیا کے سامنے یہ حقیقت واضح طور پر پیش ہو کہ ایک شخص ایسا ہے کہ زیادہ کام کو دیکھ کر اُس نے کام کرنا ہی چھوڑ دیا اور دوسرا ایسا ہے کہ کام کی زیادتی کی وجہ سے اس نے زیادہ محنت اور زیادہ ہمت سے کام کو سرانجام دیا تو دُنیا ان میں سے کس کو اچھا سمجھے گی اور کس کو بُرا قرار دے گی۔ صحابہؓ کی کامیابی تو خاص خدائی نصرت کا نتیجہ تھی دُنیوی طور پر بھی بعض لوگ ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے بظاہر ناممکن کاموں کو ممکن کر دکھایا ہے۔ سکندر، چنگیز خاں، تیمور، بابر اور ہٹلر وغیرہ ایسے ہی لوگ تھے۔ اِن کے علاوہ اَور بہت سے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے اپنی قربانی اور ایثار سے بڑے بڑے کام کر دکھائے ہیں۔ ٹرکی کی گزشتہ جنگ میں ایک کرنیل کا واقعہ مَیں نے پڑھا ہے کہ ایک قلعے کے فتح کرنے کے لئے وہ اپنے ساتھیوں سمیت پہاڑی پر چڑھ رہا تھا کہ درمیان میں اُسے گولی لگی اور وہ زخمی ہو گیا۔ اُس کے سپاہی محبت کی وجہ سے اُس کی خبرگیری کے لئے بڑھے مگر اُس نے کہا کہ تم لوگ مجھے ہاتھ مت لگاؤ وہ سامنے قلعہ ہے جس کا فتح کرنا ہمارا مقصد ہے جاؤ اور اس قلعہ کو فتح کرو۔ اگر فتح کر لو تو اس قلعے کے اُوپر میری لاش کو دفن کرنا ورنہ اُسے کتّوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دینا۔ اُس کے اِس جذبہ کا اس کے ساتھیوں میں وہ اثر ہؤا کہ سب نے نہایت ہمّت کے ساتھ جنگ کی اور قلعے کو فتح کر لیا۔ پس دُنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں۔ صرف وہی کام ناممکن قرار دیا جائے گا جسے ہمارا خدا ناممکن قرار دے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے قرآن کریم نے کائناتِ عالَم کے رازوں کو جاننے کی طرف خود توجہ دلائی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ صحیح رُوح سے اس راستے میں کام کریں گے وہ ضرور کامیاب ہوں گے۔ پس مَیں اِس اِنسٹی ٹیوٹ کے اِفتتاح کے وقت توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے اندر قرآنی رُوح پیدا کرو۔ زیادہ محنت اور زیادہ وقت لگا کر کام کرنے کی عادت ڈالو تب بہت سی چیزیں جو دُنیا کے لئے ناممکن ہیں تمہارے لئے ممکن ہو جائیں گی۔ تمہارے سامنے کائناتِ عالَم کی کوئی دیوار بند نہیں تم جس طرف بڑھنا چاہو اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے لئے دروازہ کھول دے گی۔ تمہارا یہ کام کوئی دنیوی کام نہیں بلکہ حقیقتاً دینی کام ہے۔ قرآن مجید کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور پھر

اِس ریسرچ میں حقیقی طور پر کام کرنے والے کارکن سِلسلہ کے لئے مالی طور پر بہت ممد ہوسکتے ہیں اور اخلاقی طور پر بھی۔ ان کے زیادہ محنت سے کام کرنے کو دیکھ کر، ان کے اس کیریکٹر کا اثر باقی افراد اور خصوصاً تبلیغی کام کرنے والوں پر بھی پڑے گا اور اسی میں ہماری کامیابی کا راز ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر توکّل کرکے ہمّت اور عزم کے ساتھ زیادہ وقت لگا کر اور زیادہ محنت کے ساتھ کام کریں۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔ آمین!" [۱]

اِس حقیقت افروز خطاب کے بعد حضور نے دعا فرمائی اور یہ بابرکت تقریب بخیریت اختتام پذیر ہوئی۔[۲]

فصل پنجم

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا سفرِ سندھ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے اِس سال بھی حسبِ معمول سفرِ سندھ اختیار فرمایا۔ حضور ۲۷ر احسان ۱۳۳۲ ہش مطابق ۲۷ر جون ۱۹۵۳ء کو ربوہ سے ناصر آباد (سندھ) کیلئے روانہ ہوئے اور ناصر آباد، احمد آباد، محمد آباد میں کچھ عرصہ قیام کے بعد میرپور خاص اور حیدر آباد سے ہوتے ہوئے ۱۹ر ظہور مطابق ۱۹ر اگست کو کراچی میں رونق افروز ہوئے۔ کراچی میں حضور ۳۰ر ظہور (اگست) تک قیام فرما رہے۔ حضور کا قیام ہاؤسنگ سوسائٹی میں تھا۔ ۳۱ر ظہور (اگست) کو حضور بخیر و عافیت ربوہ مراجعت فرما ہوئے۔[۳]

---

[۱] رسالہ "الفرقان" (ربوہ) بابت ماہ جولائی ۱۹۵۳ء صد ۲ تا صد ۱۶ ؛ [۲] روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۳ر جولائی ۱۹۵۳ء صد ۲ ، ۳ ؛ [۳] رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ۵۴-۱۹۵۳ء صد ۸ ، روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ یکم جولائی ۱۹۵۳ء صد ۱ و یکم ستمبر ۱۹۵۳ء صد ۱ ؛

اِس تاریخی سفر کی علمی اور دائمی یادگاروں میں وہ معرکۃ الآرا خطبات و تقاریر ہیں جو حضور نے نہایت اہم دینی اور علمی اور اخلاقی مسائل پر ناصر آباد، احمد آباد، محمد آباد اور کراچی میں ارشاد فرمائیں اور جن سے جماعت کے علم و عرفان میں بے انداز ترقی ہوئی۔ حضور کے یہ خطابات اُسی زمانہ میں روزنامہ "المصلح" میں ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئے اور اخبار "بدر" قادیان میں بھی چھپ گئے۔ ذیل میں اُن کی اہمیت کے پیشِ نظر بعض کا قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے:۔

خطباتِ ناصر آباد

حضرت المصلح الموعود نے ناصر آباد میں پانچ خطبات ارشاد فرمائے جن کی تاریخ یہ ہے:۔ ۳، ۱۰، ۱۷ر وفا/جولائی و ۷، ۱۴ر ظہور/اگست۔

(۱) حضور نے مورخہ ۱۰ر وفا ۱۳۳۲ہش/۱۰ر جولائی ۱۹۵۳ء کے خطبہ میں بڑی تفصیل سے بتایا کہ بیرونی ممالک میں مساجد کی تعمیر اسلام کی تبلیغ کا ایک نہایت مؤثر اور کامیاب ذریعہ ہے لہذا احمدیوں پر اشاعتِ اسلام کی جو بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے انہیں ہر وقت اس کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور تعمیر مساجد کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے پوری جدّ و جہد کرنی چاہیئے کیونکہ اسلام کی اشاعت یا مبلّغوں کے ذریعہ ہوگی اور یا مساجد کے ذریعہ۔" چنانچہ فرمایا:۔

"جب تک ہماری جماعت اپنے اِس فرض کو نہیں سمجھتی اس وقت تک اس کا یہ امّید کر لینا کہ وہ اسلام کو دُنیا پر غالب کرنے میں کامیاب ہو جائے گی غلط ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی جیسے چھپکلی کی دُم کاٹ دی جائے تو وہ دُم تھوڑی دیر کے لئے تڑپ لیتی ہے لیکن پھر ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے آیا تو ہماری غرض صرف اتنی ہی تھی کہ ہم دُنیا میں شور مچا دیں گے۔ اور اگر یہی ہماری غرض تھی تو یہ کام ہم نے کر لیا ہے اب ہمیں کسی مزید کام کی ضرورت نہیں۔ اور یا پھر ہماری غرض یہ تھی کہ ہم دُنیا میں اسلام پھیلائیں اور اگر یہی ہماری غرض ہے تو اس کے لئے متواتر قربانیوں اور جدّ و جہد اور نیک نمونہ کی ضرورت ہے اور ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہو سکتی ہے جب ہمارا عملی نمونہ اسلامی تعلیم کے مطابق ہو۔ اگر ہمارے اندر دیانت پائی جاتی ہے۔ اگر ہمارے اندر سچائی پائی جاتی ہے۔ اگر ہمارے اندر نیک چال چلن پایا جاتا ہے۔ اگر ہمارے اندر معاملات کی صفائی پائی جاتی ہے تو ہر شخص جو ہمیں دیکھے گا وہ سمجھے گا کہ اِس جماعت کے ساتھ مل کر دین کی خدمت کی

جا سکتی ہے لیکن اگر ہمارا نمونہ اچھا نہیں تو وہ کہے گا کہ "دُور کے ڈھول سہانے" باتیں تو ہم بڑی سُنتے تھے لیکن پاس آکر دیکھا تو ہمیں معلوم ہؤا کہ اس کا پھل ایسا میٹھا نہیں پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو اور چندہ مساجد کی تحریک میں حصّہ لو۔ اگر ہماری جماعت کے تمام دوست اِس چندہ میں حصّہ لینا شروع کر دیں تو ہر سال ایک خاص رقم اِس غرض کے لئے جمع ہو سکتی ہے.... ہماری جماعت میں ایک غریب سقّہ تھا جب بھی چندہ کی کوئی تحریک ہوتی وہ فوراً آجاتا اور کچھ نہ کچھ چندہ دے دیتا۔ اس کی تنخواہ صرف تیس روپے ماہوار تھی مگر آہستہ آہستہ اُس کے چودہ پندرہ روپے چندہ میں جانے لگے اور وہ ہر نئی تحریک پر اصرار کرتا کہ اس میں میرا بھی حصّہ شامل کیا جائے۔ وہاں کے امیر جماعت نے مجھے لکھا کہ ہم اس کو بار بار سمجھاتے ہیں کہ تمہاری مالی حالت کمزور ہے تم ہر تحریک میں حصّہ نہ لیا کرو ہر تحریک غرباء کے لئے نہیں ہوتی مگر وہ کہتا ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ چندہ کی تحریک ہو اور پھر مَیں اس میں حصّہ نہ لوں اِس لئے آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ اسے روکیں چنانچہ مَیں نے اُسے پیغام بھجوایا کہ آپ چندوں میں اِس قدر زیادہ حصّہ نہ لیا کریں تب کہیں جا کر وہ رُکا..... احمدیت اگر پھیلے گی اور اسلام اگر ترقی کرے گا تو اُنہی لوگوں کے ذریعہ جو سمجھتے ہیں کہ جو کچھ کرنا ہے ہم نے ہی کرنا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے دین کی خدمت کا کوئی کام لے رہا ہے تو یہ ایک انعام ہے جو ہم پر کیا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے ایسے زمانہ میں ہم کو اسلام کی خدمت کے لئے چُنا جبکہ اسلام کمزور ہو رہا ہے اور مسلمان صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھے جائیں گے اور ان کے نام اسلام کے مجاہدین میں شمار کئے جائیں گے"[1]

(۲) مورخہ ۱۷ روفا ۱۳۳۲ ہش / ۱۷ جولائی ۱۹۵۳ء کے خطبہ میں حضورؓ نے فرمایا :-

قرآن مجید میں ارشادِ ربّانی ہے :-

یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا (المؤمنون: ۵۲)

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۲ روفا ۱۳۳۲ ہش بمطابق ۲۲ جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۵

(ترجمہ) اے رسولو! پاک چیزوں میں سے کھاؤ اور مناسبِ حال عمل کرو۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کی اِس آیت کی لطیف تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:-

" قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اس بارہ میں مومنوں کو ایک اصولی ہدایت دیتا ہے اور فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا یعنی یہ مقام کہ انسان ہر قسم کے تنزل سے بچ جائے اور اسے رُوحانیت اور مذہب پر ثبات حاصل ہو جائے حلال کھانے کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے اگر تم حلال کھاؤ گے تو اس کے نتیجہ میں لازمی طور پر تمہیں عملِ صالح کی توفیق ملے گی جس طرح آجکل کمیونزم نے یہ بات نکال لی ہے کہ سارا دھندا پیٹ کا ہے چنانچہ جہاں بھی کمیونسٹوں سے بات کرنے کا کسی کو موقع ملے وہ یہی کہتے ہیں کہ اَور مسائل کو جانے دیجئے سارا جھگڑا ہی پیٹ کا ہے اِسی طرح قرآن کریم بھی کہتا ہے کہ پیٹ ہی اصل چیز ہے مگر انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ جس نے پیٹ کا مسئلہ حل کر لیا وہ کامیاب ہو گیا اور قرآن یہ کہتا ہے کہ جس نے اپنے پیٹ کو ہر قسم کے حرام سے بچا لیا وہ کامیاب ہو گیا جس نے حلال اور حرام میں ہمیشہ امتیاز کیا اور جس نے طیّبات کا استعمال ہمیشہ اپنا معمول رکھا وہی ہے جسے عملِ صالح کی توفیق ملتی ہے یعنی نماز کی بھی اسے ہی توفیق ملتی ہے جو حلال کھاتا ہے اور روزہ بھی اس کو نصیب ہوتا ہے جو حلال کھاتا ہے اور حج بھی اسی کو نصیب ہوتا ہے جو حلال کھاتا ہے اور زکوٰۃ کی بھی اسی کو توفیق ملتی ہے جو حلال کھاتا ہے..... اگر کمیونسٹ ایک بات کو بار بار رٹنے سے اِس قدر پھیلا سکتے ہیں تو تم سمجھ سکتے ہو کہ اگر خدا کی بات کو رٹنا شروع کر دیا جائے تو وہ کیوں نہیں پھیلے گی اور قرآن یہ کہتا ہے کہ جس کے پیٹ میں حلال رزق جائے گا وہی دُنیا میں عملِ صالح بجا لا سکے گا۔ اگر ہم اپنی باتوں میں اور خطبات میں اور تقاریر میں اور آپس کے لین دین میں یہی فقرہ دُہرانا شروع کر دیں تو دُنیا اس کی قائل ہو جائے گی۔" [1]

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۳ء (۲۸ وفا ۱۳۳۲ ہش) ص۴

خطبہ احمد آباد

(مورخہ ۲۴؍وفا ۱۳۳۲ ہش / ۲۴؍جولائی ۱۹۵۳ء)

اِس خطبہ میں حضور نے جماعتِ احمدیہ کو نصیحت فرمائی کہ اپنے نمونہ اور عمل کو ایسا پاکیزہ بناؤ کہ تم اپنی ذات میں مجسّم تبلیغ بن جاؤ۔ اگر تم ایسا تغیّر پیدا کرلو تو دُنیا کی کوئی طاقت لوگوں کو تمہاری طرف مائل ہونے سے روک نہیں سکتی۔

اِس خطبہ کے دُو نہایت اہم اقتباسات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ "اگر ہر مسلمان کی زبان بندی کی جائے۔ اگر ہر مسلمان کو تبلیغ سے روک دیا جائے۔ اگر ہر مسلمان کو خدا اور اس کے رسولؐ کا پیغام پہنچانے سے منع کر دیا جائے تب بھی خدا کا پیغام رُک نہیں سکتا، خدا خود آسمان سے لوگوں کے دِلوں پر الہام نازل کرتا ہے اور وہ خود بخود ہدایت کی طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔ ہمارے پاس بیسیوں خطوط اِس قسم کے آتے ہیں کہ ہم نے فلاں خواب دیکھی ہے جس کی وجہ سے ہم احمدیت کو قبول کرتے ہیں۔ ابھی امریکہ سے وہاں کے مبلّغ نے ایک شخص کی چِٹّھی بھجوائی ہے جو ایم۔اے ہے اور جس میں اُس نے لکھا ہے کہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ ایک شخص بلند آواز سے کہہ رہا ہے اِس زمانہ میں محمود سے بڑھ کر اسلام کا کوئی خادم نہیں۔ اِسی طرح بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے اور آپؐ نے ہمیں کہا کہ اِس شخص کو قبول کر لو۔ اور جب خدا کسی کو آپ بتائے گا کہ یہ سچائی ہے تو خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات کو ردّ کرنے کی کون شخص طاقت رکھتا ہے.... تمہارا فرض ہے کہ اپنے اندر ایسی نیک تبدیلی پیدا کرو کہ تمہیں دیکھنے والے یہ محسوس کریں کہ تم ایک نئی چیز ہو۔ دُنیا میں جب بھی کوئی ایسی چیز نظر آئے جو غیر معمولی ہو تو لوگ اُس کے متعلق خود بخود دریافت کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ کیا چیز ہے اور اِس کی کیا حقیقت ہے۔"

حضور نے خطبہ کے آخر میں اِس نکتہ کو اَور زیادہ موثّر انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مومن کو قرآن پر اعتبار ہوتا ہے جب اس کے سامنے کوئی بات قرآن سے ثابت کردی جائے تو وہ فوراً اس کو ماننے لگ جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو کسی تجربہ کار انسان پر اعتماد

ہوتا ہے۔ اس لئے جو کچھ وہ کہتا ہے اسے وہ بلا دریغ ماننے لگ جاتے ہیں۔ بعض کو کسی نیک انسان پر اعتماد ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ وہ ایک کام کر رہا ہے تو وہ بھی ویسا ہی کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ تم بھی اپنی زندگیاں ایسی بناؤ کہ سب لوگ تمہارے متعلق یہ کہیں کہ یہ لوگ جھوٹ نہیں بولتے۔ یہ دھوکا اور فریب نہیں کرتے۔ نیکی اور پاکیزگی میں اپنی عمر بسر کرتے ہیں۔ اگر تم اپنے متعلق لوگوں کے دلوں میں یہ اعتماد پیدا کر لو تو نہ کوئی حکومت کسی کو تمہارے آنے سے روک سکتی ہے نہ کوئی پارٹی تمہاری آواز کو دبا سکتی ہے نہ لوگوں کے باہمی معاہدات تمہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں.... جن کے ساتھ خدا کا تعلق ہو، جو اپنے نیک نمونہ سے لوگوں کے دلوں کو گھائل کر چکے ہوں، جو اپنی نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے لوگوں کا اعتماد حاصل کر چکے ہوں، جو اُٹھتے اور بیٹھتے شرافت اور دیانت کا ایک مجسمہ ہوں۔ ان کا ہر قدم تبلیغ ہوتا ہے۔ ان کا ہر لفظ تبلیغ ہوتا ہے۔ ان کی ہر حرکت تبلیغ ہوتی ہے۔ ان کا ہر سانس تبلیغ ہوتا ہے اور دُنیا کی کوئی طاقت لوگوں کو ان کے نیک اثر سے محروم نہیں کر سکتی۔ وہ لوگ جو ان کی بات سُننا تک گوارا نہیں کرتے، وہ لوگ جو ان کی شکل دیکھ کر بھاگنا چاہتے ہیں وہ بھی ان کے نمونہ کو دیکھ کر ان کے پاؤں پکڑ کر برکت حاصل کرنے کے خواہشمند ہو جاتے ہیں۔ پس اپنے نمونہ اور عمل سے اپنے آپ کو ایسا بناؤ کہ تم اپنی ذات میں ایک مجسّم تبلیغ بن جاؤ جس طرح سُورج کو دیکھنے کے بعد انسان کیلئے کسی دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی اسی طرح جب کوئی شخص تم کو دیکھ لے تو وہ یہ یقین ہی نہ کرے کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے .... پس تم اپنے عمل سے اپنے آپ کو ایسا بناؤ کہ دُنیا تمہارے پیچھے چلنے پر مجبور ہو، دُنیا تم سے محبّت کرنے پر مجبور ہو، دُنیا تمہارے سایۂ عاطفت میں پناہ لینے پر مجبور ہو جس طرح اگر کسی جنگل میں سے لوگ گذر رہے ہوں اور اس جنگل میں کوئی خطرناک شیر رہتا ہو تو لوگ سمٹ کر کسی زبردست شکاری کی پناہ میں چلے جاتے ہیں اسی طرح دُنیا سمجھ لے کہ ہر جگہ آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں مگر جہاں تم کھڑے ہو وہاں کوئی مصیبت آسمان سے نازل نہیں ہوتی اگر تم ایسا مقام حاصل کر لو تو دُنیا تمہاری طرف آنے پر خود بخود مجبور ہو جائے گی۔ اگر کسی جگہ آگ کی بارش ہو رہی ہو اور صرف ایک

مقام ایسا ہو جو اس آگ کی بارش سے محفوظ ہو اور اس وقت کوئی عورت اپنے بچہ کو لے کر آجائے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ دُنیا کی کوئی حکومت اور دُنیا کی کوئی طاقت اس عورت کو وہاں آنے سے روک سکتی ہے۔ نہ حکومتیں اسے روک سکتی ہیں نہ فوجیں اسے روک سکتی ہیں نہ پولیس اسے روک سکتی ہے کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ میرا بچہ اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک میں اس جگہ نہ جاؤں۔ پس اپنے اندر وہ رُوح پیدا کرو جو سچے مومنوں میں ہونی چاہیئے۔ تم دیکھو گے کہ خدا آپ ہی آپ ساری دُنیا کو تمہارے قدموں میں سمیٹ کر لے آئے گا تب تمہاری کامیابی میں کوئی شُبہ نہیں ہوگا اور تمہارے پاس آنے سے لوگوں کو روکنے والا سوائے حسرت اور خسران کے اَور کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔"[1]

خطبہ محمد آباد

(مورخہ ۳۱ر وفا ۱۳۳۲ ہش / ۳۱ر جولائی ۱۹۵۳ء)

حضور نے اِس پُرحکمت خطبہ میں یہ زرّیں نصیحت فرمائی کہ خدائی جماعتوں کو ہمیشہ ہی اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیئے تا ان کے کسی اقدام سے خدا اور رسولؐ بدنام نہ ہوں۔ چنانچہ فرمایا:-

"جو شخص خدا کے نام پر حرام خوری کرتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ خطرناک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ اس میں صرف اس کی اپنی بدنامی ہی نہیں ہوتی بلکہ خدا اور اس کے رسولؐ کی بھی بدنامی ہوتی ہے۔ دُنیا میں بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے لوگوں کو مار مار کر ان کی لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے تھے مگر ان کی وجہ سے ان کے مذہب کو کوئی بدنام نہیں کرتا لیکن بعض فیج اعوج کے مسلمان کہلانے والے بادشاہوں نے جہاد کے نام سے تلوار اُٹھائی تو ان کی وجہ سے اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آج تک بدنام کیا جا رہا ہے۔ اب مارنے والا بے ایمان کوئی اَور انسان تھا مگر الزام ہمارے آقا پر آگیا۔ اُس بے ایمان نے اپنے نفسانی جوش کی وجہ سے خونریزی کی مگر چونکہ اس نے دین کا نام لے کر خونریزی کی اور کہا کہ مَیں اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت ایسا کر رہا ہوں اِس لئے اسلام بدنام ہوگیا حالانکہ اسلام میں ایسے اعلیٰ درجہ کا

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۳ر تبوک ۱۳۳۲ ہش مطابق ۲۳ر ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴ کالم ۱ و ۲

نمونہ دکھانے والے لوگ بھی گذرے ہیں جنہوں نے خود تکلیفیں اُٹھا کر معاہدات کی پابندی کی اور دشمن کے ہر قسم کے مظالم کے باوجود اُن سے حُسنِ سلوک کیا لیکن ان کی نیکیاں بھی ان بے ایمانوں کی وجہ سے چُھپ گئیں۔ جو کچھ ابوبکرؓ نے کیا، جو کچھ عمرؓ نے کیا، جو کچھ عثمانؓ نے کیا، جو کچھ علیؓ نے کیا اور جو کچھ بنو اُمیّہ کے کئی بادشاہوں نے کیا اور بنو عباس کے کئی بادشاہوں نے کیا بلکہ اُن کے بعد بھی مختلف ملکوں کے مسلمان بادشاہوں نے کیا وہ ان کے اخلاق اور حُسنِ کردار کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ انہوں نے اپنے دشمن سے جو سلوک کیا آدم سے لے کر آج تک کسی بادشاہ کے متعلق یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اُس نے ایسا اعلیٰ نمونہ دکھایا ہو لیکن ان کی نیکیاں بھی چُھپ گئیں کیونکہ بعض بے ایمانوں نے خدا کے نام پر لڑائیاں کیں اور جہاد کے نام پر فساد کئے اور خدا کے نام پر لوگوں کی گردنیں اُڑانا جائز قرار دے دیا۔ اگر وہ یہ کہہ کر لوگوں کی گردنیں اُڑاتے کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ گردنیں اُڑائیں تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔ آخر ہندوؤں نے لوگوں کی گردنیں اُڑائی ہیں یا نہیں۔ عیسائیوں نے گردنیں اُڑائی ہیں یا نہیں لیکن باوجود اِس کے کہ عیسائیوں نے بہت زیادہ ظلم کئے ہیں بلکہ مَیں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے تیرہ سَو سال میں اتنا ظلم نہیں کیا جتنا عیسائیوں نے صرف ایک صدی میں کیا ہے پھر بھی عیسائیت بدنام نہیں ہوئی کیونکہ عیسائی یہ کہا کرتے تھے کہ ہماری طبیعت چاہتی ہے کہ ہم ایسا کریں اور مسلمان یہ کہا کرتے تھے کہ ہم خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم کے ماتحت ایسا کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوُا کہ عیسائی مذہب بدنام نہ ہوُا کیونکہ لوگوں نے کہا یہ ان کا ذاتی فعل تھا لیکن خدا اور اُس کا رسولؐ بدنام ہو گئے۔ غرض خدا کے کام میں اگر غلطی ہو جائے تو زیادہ بدنامی کا موجب ہوتی ہے اسی طرح خدا کی جماعت میں شامل ہو کر اگر کوئی غلطی کی جائے تو وہ غلطی بھی زیادہ بدنامی کا موجب ہوتی ہے۔ غیر احمدی سَو میں سے ننانوے نماز نہیں پڑھتا اور سب مسلمان اس کو برداشت کرتے ہیں لیکن اگر ایک احمدی بھی نماز نہیں پڑھتا تو سب لوگ کہنے لگ جاتے ہیں کہ تم میں اور ہم میں فرق کیا ہے۔ اگر ہم نماز نہیں پڑھتے تو فلاں احمدی بھی نماز نہیں پڑھتا۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارا سَو میں سے ایک نماز نہیں پڑھتا اور غیر احمدیوں

کے سَو میں سے ننانوے نماز نہیں پڑھتے، وہ صرف اتنا دیکھتے ہیں کہ یہ اپنے آپ کو ایک خدائی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے اور پھر نماز نہیں پڑھتا گویا اس ایک کا فعل ساری جماعت کو بدنام کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے کام میں حصّہ لینے والوں اور خدائی جماعتوں میں شامل ہونے والوں پر بہت بڑی ذمّہ داری عائد ہوتی ہے اور ان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہیں اور دیکھتے رہیں کہ انہوں نے کوئی ایسا قدم تو نہیں اُٹھایا جو خدا اور اس کے رسولؐ کو بدنام کرنے والا ہو۔ پھر خدا تعالیٰ سے دُعا بھی کرنی چاہیئے کہ وہ اپنی حفاظت شاملِ حال رکھے۔ انسانی عقل چونکہ کمزور ہے اِس لئے زندگی میں وہ کئی دفعہ غلطی بھی کر بیٹھتا ہے مگر اس کی بدنامی بعض دفعہ سَو سَو سال تک چلتی چلی جاتی ہے اس کا علاج صرف دعا ہے۔" لہ

ناصر آباد، احمد آباد اور محمد آباد کے خطباتِ جمعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اب کراچی کے خطبات، تقاریر اور دوسری بعض تقاریب کے کوائف درج کئے جاتے ہیں۔

خطباتِ کراچی

قیامِ کراچی کے دَوران سیّدنا حضرت المصلح الموعود نے خطبہ عید الاضحیہ کے علاوہ دُو خطباتِ جمعہ ارشاد فرمائے۔

۱۔ خطبہ عید الاضحیہ (مورخہ ۲۱ ظہور/اگست) اِس خطبہ میں حضرت امام ہمام نے نہایت لطیف پیرائے میں ملّتِ اسلامیہ کو ایک عظیم سبق کی طرف توجّہ دلائی۔ آپ نے فرمایا:-

"رشتوں کی محبت بے شک جاہل لوگوں اور نادان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے لیکن انسانیت کا مقام اس محبت سے انسان کو اُونچا لے جاتا ہے جتنا نیچے چلے جاؤ محبّت کا ذریعہ مادیت ہوتی ہے لیکن جتنا اُوپر چلے جاؤ محبّت کا ذریعہ روحانیت ہوتی ہے۔ جتنا جتنا انسان جانوروں میں شامل ہوگا اتنی ہی اس میں مادیت والی محبت اور بھائیوں اور رشتہ داروں کی محبت زیادہ ہوگی اور جتنا جتنا وہ اُونچا ہوگا اتنی ہی اس کی محبّت بھی بلند تر ہوتی چلی جائے گی۔ پہلے وہ اپنی اولاد سے زیادہ محبت رکھے گا پھر اَور اُونچا ہوگا تو اپنے خاندان سے محبّت رکھے گا۔

لہ روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۶ تبوک ۱۳۳۲ ہش/۲۶ ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳، ۴ ٭

.....اَور اُونچا ہوگا تو اپنے وطن سے محبت کرنے لگ جائے گا اَور اُونچا ہوگا تو اپنی قوم سے محبّت کرنے لگ جائے گا اَور اُونچا ہوگا تو انسانیت سے محبّت کرنے لگ جائے گا اَور اُونچا ہوگا تو دینِ الٰہی سے محبّت کرنے لگ جائے گا اَور اُونچا ہوگا تو فرشتوں سے تعلق رکھنے لگ جائے گا اَور اُونچا ہوگا تو اس کا خدا سے تعلق ہو جائے گا مگر خدائی تعلق کا پہلا زینہ خدا تعالیٰ کے نبیوں سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ جس طرح تمہارے لئے یہ ناممکن ہے کہ تم چھلانگ لگا کر چھت پر چڑھ سکو اس طرح تمہارے لئے یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرنے والے وجودوں کو چھوڑ کر تم خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر سکو مگر جس طرح کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ چھت پر بیٹھا ہؤا انسان جب دیکھتا ہے کہ کسی پر شیر یا ڈاکو نے حملہ کر دیا ہے تو وہ رسّی گرا کر اس کو اُوپر کھینچ لیتا ہے اسی طرح کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ کوئی شخص اس سے ملنے کی سچّی تڑپ رکھتا ہے لیکن وہ ایسے ماحول میں ہے کہ اسے انبیاء کی راہنمائی میسّر نہیں آسکتی تو وہ خود اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے مگر ایسا بہت شاذ ہوتا ہے اور شاذ پر کسی قانون کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ عام قانون یہی ہے کہ جو لوگ خدا نما وجود ہوتے ہیں انہی کے ذریعہ انسان کو رُوحانی ترقّی ملتی ہے اور اس ترقّی کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ انسان دُنیوی محبّتوں کو سرد کر کے ان کی محبّت کو اپنے اُوپر غالب کر لے۔ جب وہ ان کی محبّت کو غالب کر لیتا ہے تو ان کا نمونہ اختیار کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ کوئی غیر ہے جس کی مَیں اقتداء کر رہا ہوں بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا باپ ہے اور اس کا خون میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ یہی سبق اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ میں سکھایا گیا ہے اور پھر آگے ابراہیمؑ اور آلِ ابراہیمؑ کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں شامل ہو جاتا ہے وہ ابراہیمؑ کی اولاد میں بھی شامل ہو جاتا ہے پھر جو کام اسمٰعیلؑ نے کیا وہی کام وہ خود بھی کرنے لگ جاتا ہے اِس لئے نہیں کہ اگر اسمٰعیلؑ نے یہ قربانی پیش کر دی تھی تو مَیں کیوں نہیں کر سکتا بلکہ اِس لئے کہ وہی خون جو اسمٰعیلؑ کی رگوں میں دوڑ رہا تھا میری رگوں میں بھی دوڑ رہا ہے اور مَیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

بیٹا ہو کر ابراہیمؑ کا بھی بیٹا ہوں اور ابراہیمؑ کا بیٹا ہو کر اسمٰعیلؑ کے کاموں میں اس کا شریک ہوں۔ پس جو کام اس نے کیا وہ مَیں بھی کروں گا۔ جو شخص اِس نقطۂ نگاہ سے اسلام کو دیکھتا ہے اس کے لئے عید الاضحیہ بالکل اَور چیز ہو جاتی ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ دوسروں کی باتیں سُنکر نصیحت حاصل کرنا عقلمند انسان کا کام ہے یہ بھی درست ہے مگر اپنے ہی خاندان کے افراد کی قربانی اور ان کا نمونہ جو تغیّر انسان کے اندر پیدا کر سکتا ہے وہ کسی دوسرے کی قربانی اور اس کا نمونہ تغیّر پیدا نہیں کر سکتا۔ پس عید الاضحیہ کے آنے پر ہم مسلمان یہ سبق تازہ کرتے ہیں کہ اس میں کسی غیر کا ذکر نہیں بلکہ میرے بھائی اسمٰعیلؑ کی قربانی کا ذکر ہے۔ اگر اس نے ایسا نمونہ دکھایا تھا تو مَیں کیوں نہیں دکھا سکتا۔ اگر ابراہیمؑ کا ایک بیٹا ایسی قربانی کر سکتا ہے تو اس کا دوسرا بیٹا ایسی قربانی کیوں نہیں کر سکتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ چونکہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل میں سے ہیں جو ساری دُنیا کی طرف مبعوث کئے گئے تھے اس لئے ایک سچّا مسلمان تو اِس موقعہ پر یہ کہے گا کہ اگر حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی راہ میں اپنا ایک بیٹا قربان کیا تھا تو مَیں دین کی راہ میں اپنے دو بیٹے پیش کروں گا کیونکہ مَیں ابراہیمؑ ہی کی نہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی آل ہوں۔ غرض ہر مسلمان اگر حقیقی معیارِ روحانیت کو حاصل کرنا چاہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے سمجھنے کی عادت ڈالے پھر آدم تک جو سلسلۂ انبیاء جاری رہا اس کا اپنے آپ کو جُزو سمجھے۔ جب وہ اِس بات کو سمجھ لے گا تو اس کا اخلاص بالکل اَور رنگ اختیار کر لے گا۔ اس کی رُوحانیت ترقی کر جائے گی۔ اس کی قربانی بڑھ جائے گی اور اس کی رُوح ایک نیا جامہ پہن لے گی اور جو چیز اسے پہلے دوسروں کے باپ میں نظر آتی تھی وہ اسے اپنے خاندان میں نظر آنے لگے گی تب وہ خطرناک وادیاں جن میں سے گذرتے بلکہ داخل ہوتے بھی لوگ ڈرتے اور گھبراتے ہیں ان میں سے گذرنا اس کے لئے آسان ہو جائے گا اور وہ خدا تعالیٰ کے قُرب میں تیزی سے ترقی کرنے لگے گا۔ پس اِس عید سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یہ رُوح اپنے اندر پیدا کرو کہ یہ دوسروں کے باپ کے قصّے نہیں بلکہ تمہارے اپنے باپوں اور اپنے خاندان کے واقعات ہیں جو تمہارے لئے ایک مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کو عید الاضحیہ کے ذریعہ تمہارے

سامنے پیش کیا جاتا ہے۔"[1]

۲۔ ۲۱؍ظہور/اگست کے خطبہ جمعہ کے آغاز میں حضور نے یہ بتایا کہ

"اسلام صرف دل کی صفائی کے لئے نہیں آیا اسلام قومی ترقی اور معاشرت کے ارتقاء کے لئے بھی آیا ہے اور قوم اور معاشرت کا پتہ بغیر اجتماع میں شامل ہونے کے لگ نہیں سکتا۔"

پھر جمعہ اور عید کے اجتماعی فلسفہ اور اس کے تقاضوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ

"شریعت نے حکم دیا ہے کہ امراء اور قوم کے لیڈر جمعہ اور دوسری نمازیں خود پڑھایا کریں۔ مرکز میں مقدم حق خلیفۂ وقت کا ہے اگر وہ نہ ہو تو اُس کے نائب پڑھائیں، ملک کے افسر پڑھائیں، امراء اور لیڈرانِ قوم پڑھائیں۔ اِس میں بھی بڑا مقصد یہی ہے کہ اِجتماع میں جانے سے غرباء کی تکالیف نظر آجاتی ہیں اور پھر اُن کو دُور کرنے کے لئے اجتماعی رنگ میں کوشش کی جاسکتی ہے۔"

اِس اثر انگیز خطبہ کا اختتام درج ذیل الفاظ پر ہوُا:۔

"غرض جمعہ اور عیدین وغیرہ کی نمازیں نہ صرف قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں بلکہ قومی مشکلات کے معلوم کرنے اور پھر اُن کو دُور کرنے کا بھی اعلیٰ ذریعہ ہیں اور ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط رکھے بلکہ عوام کی مشکلات کے دُور کرنے میں بھی عملی حصہ لے۔ حقیقت یہی ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی نہ دُنیا کے لحاظ سے کامیاب بسر کر سکتا ہے اور نہ دینی لحاظ سے جب تک اُس کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہ ہو۔ اسی طرح کوئی شخص اپنی زندگی خدا تعالیٰ کے لئے بسر نہیں کر سکتا جب تک قوم کے لئے اور قوم کے افراد کے لئے قربانی اور ایثار کی رُوح اس میں پیدا نہ ہو۔"[2]

۳۔ ۲۸؍ظہور/اگست کے خطبہ جمعہ کا مضمون یہ تھا کہ نمازوں کو اِس طرح سنوار کر ادا کرو کہ خدا تعالیٰ کے تائیدی نشان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لو۔ چنانچہ فرمایا:۔

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۶؍اخاء ۱۳۳۲ ہش/۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۔

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۰؍اخاء ۱۳۳۲ ہش/۲۰؍اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۵۔

" قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ (العنکبوت ع ۵) نماز انسان کو فحش اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ تُو سمجھے کہ خدا تجھے دیکھ رہا ہے اور اعلیٰ درجہ کی نماز یہ ہے کہ تُو یہ سمجھے کہ تُو اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف نماز اپنی ذات میں کوئی چیز نہیں۔ نماز کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ عملی زندگی میں وہ انسان کو فحشاء ومنکر سے روکے۔ گویا اصل مقصود یہ ہُوا کہ انسان فحشاء ومنکر سے رُکے اور رُوحانی لحاظ سے نماز کی غرض یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے سامنے آجائے اور وہ یہ سمجھے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے .... پس نماز کا اعلیٰ مقام یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے یہ یقین کامل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اِس کے یہ معنی نہیں کہ جیسے ہندو کہتے ہیں کہ انسان عبادت کے وقت یہ سوچنا شروع کر دے کہ ایک بُت جو اس کے سامنے ہے وہ خدا ہے اسی طرح وہ مسلمان بھی سوچنا شروع کر دے کیونکہ اسلام وہم نہیں سکھاتا۔ اسلام کوئی جھوٹا تصوّر انسانی ذہن میں پیدا نہیں کرتا۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو تمہیں اِس امر کی کامل معرفت حاصل ہو کہ تم سے نیک سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ نیک سلوک کرتا ہے اور تم سے بُرا سلوک کرنے والے سے خدا تعالیٰ بُرا سلوک کرتا ہے۔ اگر تم کو بھی یہ نظر آ جائے اور تم کو بھی یہ محسوس ہونے لگ جائے کہ جس نے تمہارے ساتھ نیک سلوک کیا تھا اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے نیک سلوک کیا اور جس نے تمہارے ساتھ بُرا سلوک کیا تھا اس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے بُرا سلوک کیا تو اِس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری محبتِ الٰہی کامل ہو جائے گی اور تمہاری نماز اپنی ذات میں مکمّل ہو جائے گی۔ غرض اسلام واہمہ کی تعلیم نہیں دیتا اسلام ہمیں یقین اور معرفت کے مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنی نمازوں کو اِس طرح سنوار کر ادا کریں اور انہیں اتنا اچھا اور اعلیٰ درجہ کا بنائیں کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ ہم سے اتنا تعلق رکھے کہ ہمارے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والے سے وہ حُسنِ سلوک کرے اور ہمارے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے سے وہ بُرا سلوک کرے اور دوسری طرف ہماری اپنی آنکھیں اتنی روشن ہوں اور ہمارے دل میں اتنا نُور

بھرا ہو کہ ہم کو خود بھی نظر آ جائے کہ خدا تعالیٰ ہماری تائید میں اپنے نشانات ظاہر کرتا ہے جب یہ مقام کسی شخص کو حاصل ہو جائے تو وہ ہر قسم کے شکوک و شبہات سے بالا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے روشن نشانات اس کی تائید میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور وہ اِس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ خدا اسے ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے نشانات کو دیکھ رہا ہوتا ہے وہ اس کے حُسنِ سلوک اور انعامات کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے اور وہ اِس یقین پر مضبوطی سے قائم ہوتا ہے کہ دُنیا اسے چھوڑ دے مگر خدا اسے نہیں چھوڑے گا۔ نادان اس کو نہیں سمجھ سکتا مگر وہ جس نے خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ وہ ایسی مضبوط چٹان پر قائم ہوتا ہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت اُس کے عزم کو متزلزل نہیں کر سکتی .... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ مومن عبادت کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کو ایک بُت سمجھتا ہے اور اس کا تصوّر اپنے ذہن میں لانے کی کوشش کرتا ہے بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ اسے اپنی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ خدا اس کی تائید میں اپنے نشانات ظاہر کر رہا ہے۔ خدا اس کی تائید کرنے والوں کی تائید کرتا ہے۔ خدا اس کی مخالفت کرنے والوں کی مخالفت کرتا ہے۔ خدا اس کے دشمنوں کو ہلاک کرتا اور اس کے دوستوں کو ترقی دیتا ہے اور یہی مقام ہے جو ہر مومن کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے ورنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہرگز مراد نہیں کہ تم نماز میں خدا تعالیٰ کی تصویر بنانے کی کوشش کرو اور اس کا جھوٹا تصوّر اپنے ذہن میں لاؤ۔ اسلام مومن کے دل میں کوئی جھوٹا تصوّر پیدا نہیں کرتا بلکہ وہ عملاً اسے ایسے مقام پر پہنچا تا ہے کہ صفاتِ الٰہیہ کا ظہور اس کے لئے شروع ہو جاتا ہے اور خدا اس کے لئے زمین و آسمان میں بڑے بڑے نشانات دکھانا شروع کر دیتا ہے اور خود اسے بھی وہ رُوحانی آنکھیں میسّر آ جاتی ہیں جن سے وہ خدا تعالیٰ کے چمکتے ہوئے ہاتھ کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور جب یہ مقام کسی مومن کو حاصل ہو جاتا ہے تو پھر دُنیا اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ ساری دُنیا بھی اگر اس کے خلاف کوشش کرے تو وہ ناکام رہتی ہے کیونکہ خدا اس کی پُشت پر ہوتا ہے اور جس کی تائید میں خدا ہو دُنیا اس کا مقابلہ کرنے کی طاقت

نہیں رکھتی "۔[1]

کراچی میں اہم تقاریب اور حضرت المصلح الموعود کے پُرمعارف خطابات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے قیامِ کراچی کے دَوران متعدد اہم اور یادگار تقاریب میں شرکت فرمائی اور اپنے قیمتی خیالات سے نوازا۔

پہلی تقریب ۔ ۲۴ ظہور/اگست کو مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا ایک غیر معمولی اجلاس احمدیہ ہال میں منعقد ہؤا جس میں خدام و اطفال کے علاوہ صحابہ کرام اور دوسرے بزرگانِ سلسلہ شامل ہوئے۔ تلاوت و نظم اور عہد کے بعد قائد مجلس کراچی مرزا عبد الرحیم بیگ صاحب نے مجلس کی رپورٹ[2] پیش کی جس کے بعد حضور نے نوجوانانِ احمدیت سے ایک پُرمعارف خطاب فرمایا جس کا خلاصہ رپورٹر صاحب "المصلح" کراچی کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس دُنیا میں زندگی کے ساتھ ساتھ موت کا سلسلہ بھی قائم کیا ہؤا ہے۔ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور ایک عرصہ تک زندگی گزارنے کے بعد مَر جاتے ہیں۔ موت سے جو ایک خلاء پیدا ہو جاتا ہے اسے پُورا کرنا نوجوانوں کا کام ہے۔ اگر نوجوانوں کی حالت پہلے لوگوں کی مانند ہو یا ان سے بہتر ہو تو قوم تنزّل سے محفوظ رہتے ہوئے ترقی کے راستے پر بدستور گامزن رہتی ہے لیکن اگر نوجوان ہی قومی کردار کے اعتبار کے معیار پر پُورے نہ اُترتے ہوں تو پھر قوم کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ سو قوم کی آئندہ ترقی کا دارومدار نوجوانوں پر ہوتا ہے۔ جس فوج کا ہر سپاہی سمجھ لے کہ شاید آگے چل کر مَیں ہی کمانڈر انچیف بن جاؤں تو وہ یقیناً اِس احساس کے تحت اپنے عمل و کردار کو ایسے طریق پر ڈھالے گا جو بالآخر اسے اس عہدے کا اہل بنا دے یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس فوج کے تمام سپاہیوں میں کمانڈر انچیف بننے کی اہلیّت پیدا ہو جائے گی لیکن اگر فوج کا ہر سپاہی یہ سمجھ بیٹھے کہ مَیں تو کمانڈر انچیف نہیں بن سکتا تو وہ فوج گرتے گرتے اِس حالت

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۶ اخاء ۱۳۳۲ہش/ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ تا ۵۔

[2] مکمل رپورٹ روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۳ء/ ۲ تبوک ۱۳۳۲ہش صفحہ ۵ تا ۸ میں شائع شدہ ہے۔

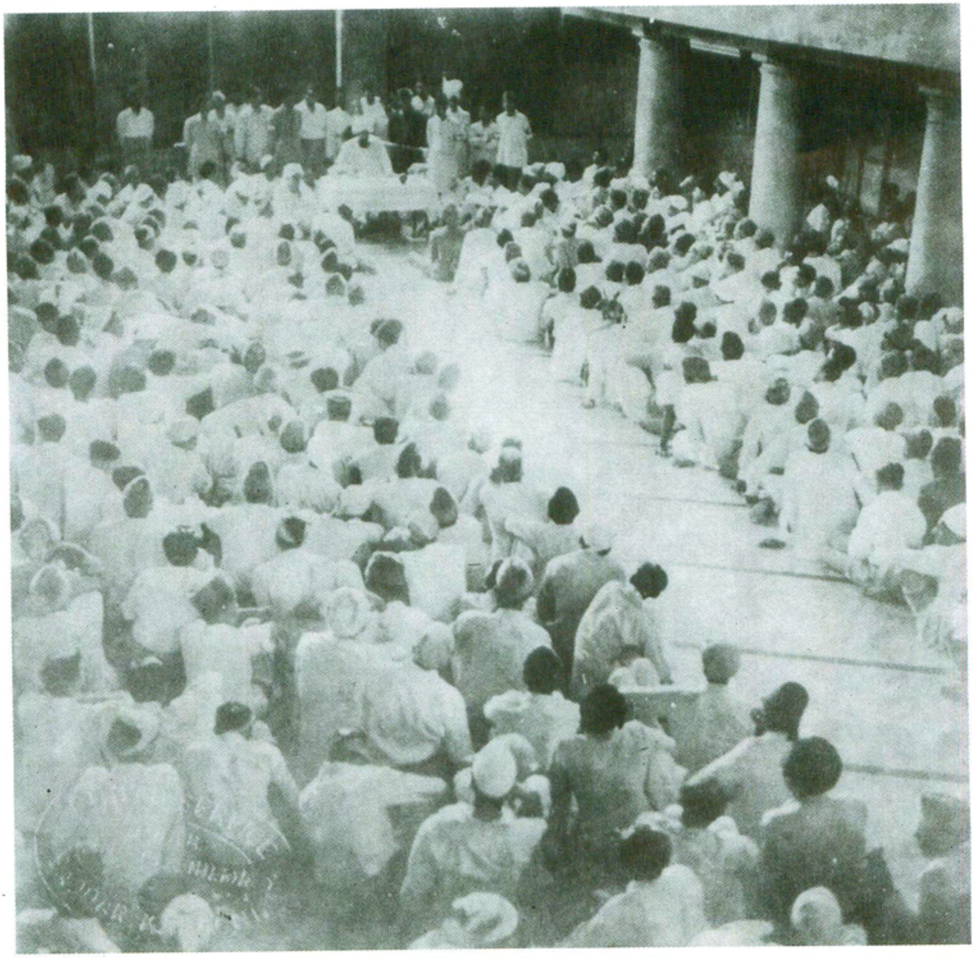

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا مجلس خدام الاحمدیہ کراچی سے خطاب (احمدیہ ہال کراچی)

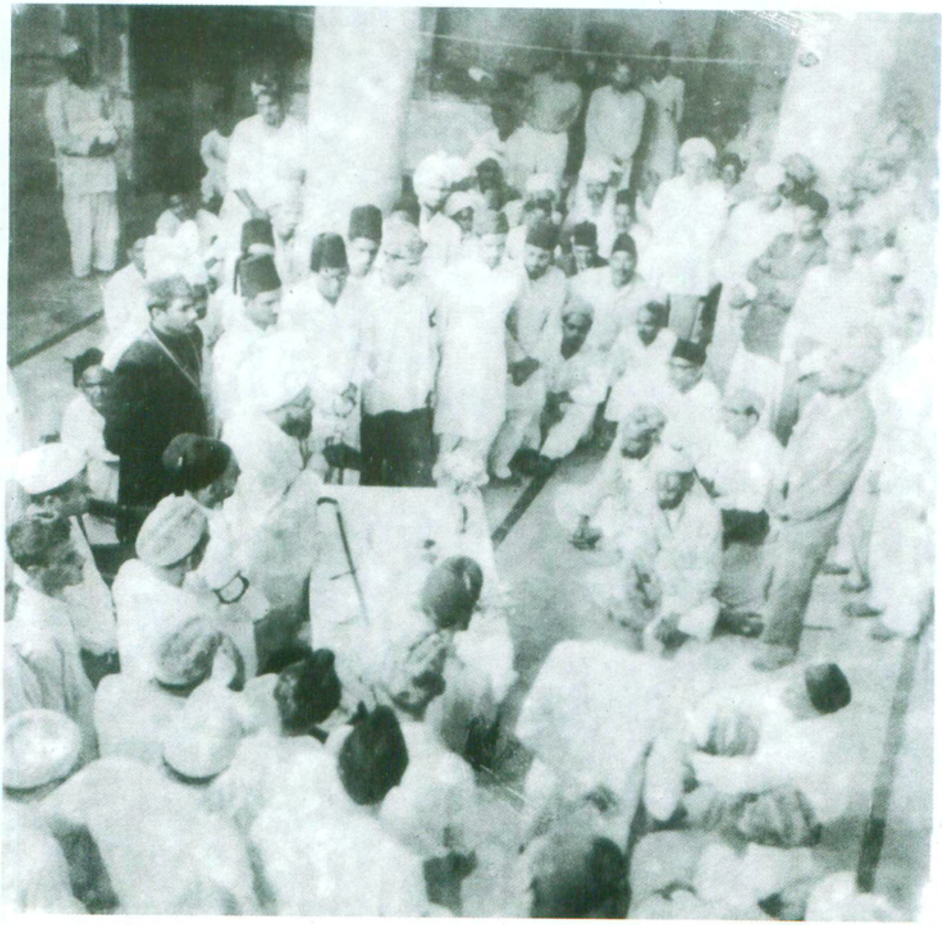

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا مجلس خدام الاحمدیہ کراچی سے خطاب (احمدیہ ہال کراچی)

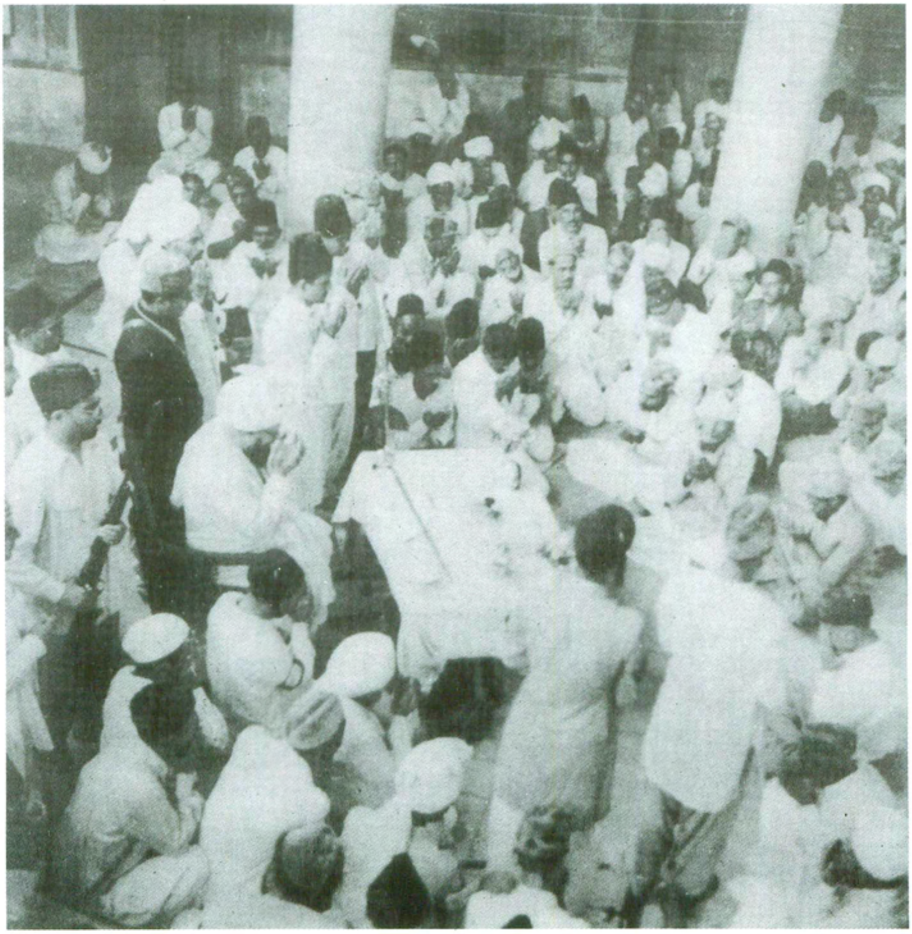

خطاب کے بعد اجتماعی دعا

کو پہنچ جائے گی کہ اس میں ڈھونڈے سے بھی کوئی شخص ایسا نہ ملے گا کہ جو اس عہدے کی ذمہ داری سنبھال سکے۔ پس جماعت کی ترقی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ہر فرد میں یہ احساس پیدا ہو کہ بڑے سے بڑا کوئی عہدہ ایسا نہیں ہو سکتا جس کی ذمہ داریوں کو مَیں کما حقّہٗ ادا نہ کر سکوں۔ جب تک ہر فرد اِس احساس کے ماتحت آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اُس وقت تک قومی اعتبار سے وہ صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی جس کا پیدا ہونا تحفّظ و بقا اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔ پس تم میں سے ہر شخص کو یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ وقت پڑنے پر وہ بڑے سے بڑا عہدہ سنبھالنے کا اہل ثابت ہو سکے۔

اِس کوشش اور جدّ وجہد میں کامیاب ہونے کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ علمِ کامل و عملِ کامل۔ علمِ کامل اِس بات کا مقتضی ہے کہ وہ اس جماعت یا مذہب یا سیاست کا بغور مطالعہ کرتا رہے جس سے وہ منسلک ہے۔ اِسی طرح عملِ کامل کے لئے ضروری ہے کہ نظم وضبط اور جماعتی پابندی کو لازم پکڑا جائے۔ دوسرے اپنے اندر خیال آرائی اور بلند پروازی پیدا کی جائے کیونکہ جب تک انسان اِس صفت سے متّصف نہ ہو اُس وقت تک آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی۔

قومی اعتبار سے ترقی کا کوئی مقام ایسا نہیں ہوتا جسے انتہائی منزل سے تعبیر کیا جا سکے۔ دُنیا میں کوئی قوم بھی ایسی نہیں گزری کہ جو یہ دعویٰ کر سکی ہو کہ وہ ترقی کے اس مقام تک پہنچ گئی ہے کہ جس سے آگے ترقی کرنا ممکن نہیں ہے۔ قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کی یہ شان بیان فرمائی ہے کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ[1] کہ وہ ہر روز ایک نئی حالت میں ہوتا ہے۔ شان اُس چیز کو کہیں گے جو غیر متوقع اور غیر معمولی ہو تو کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کی صفات ایسی ہیں کہ ان کے مطابق وہ ہر روز دُنیا میں تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے لیکن وہ تبدیلیاں غیر معمولی ہوتی ہیں اور پہلے سے بڑھ کر ہوتی ہیں۔ پس انسان بھی جسے اِس دُنیا میں امور کی سرانجام دہی کے لئے ایک واسطہ بنایا ہے جُہدِ مسلسل کے لئے پیدا

---

[1] سورہ رحمٰن : ۳۱

کیا گیا ہے۔ کوئی مقام ایسا نہیں آسکتا جس کے بعد وہ اپنے آپ کو جدّ و جہد اور عمل و کوشش سے بے نیاز سمجھنے لگے۔ اسی امر کے لئے اس کی جدّ و جہد اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پر منتج ہو ضروری ہے کہ وہ خیال آرائی اور بلند پروازی سے کام لے۔ جب بھی وہ بلند پروازی اور خیال آرائی سے کام لینا چھوڑ دے گا۔ اس کی کوششیں بے نتیجہ ہو کر رہ جائیں گی۔

غلام قوم میں سب سے بڑی بُرائی یہی ہوتی ہے کہ وہ غور و فکر کی عادت کھو بیٹھتی ہے اس کے افراد صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک حال میں ہی محو رہتے ہیں اور مستقبل کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے اور اگر کبھی اس طرف متوجہ ہوتے بھی ہیں تو بے حقیقت اور خیالی باتوں سے آگے نہیں جاتے۔ کوئی پروگرام اور کوئی سکیم ان کے مدِّنظر نہیں ہوتی محض ایک خیال دل میں پیدا ہوتا ہے جسے عملی جامہ پہننا کبھی نصیب نہیں ہوتا حالانکہ سکیم اس کو کہتے ہیں کہ فلاں چیز ملنی ممکن ہے اسے حاصل کرنے کیلئے فلاں فلاں ذرائع کی ضرورت ہے اور وہ ذرائع فلاں فلاں نوعیت کی کوشش کے بغیر مہیّا نہیں ہوسکتے تو گویا ذرائع معلوم کرنے کے بعد یہ سوچنا کہ ان ذرائع کو کیونکر فراہم کیا جاسکتا ہے دوسرے الفاظ میں بلند پروازی کہلاتی ہے۔

اِسی امر کو مزید واضح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ بلند پروازی اس کو کہتے ہیں کہ انسان اپنی موجودہ حالت سے اُوپر ایک مقصد معیّن کرے پھر یہ سوچے کہ یہ مقصد کن ذرائع سے حاصل ہوسکتا ہے۔ جب ذرائع اپنی معیّن صورت میں سامنے آجائیں تو پھر اس امر پر غور کرے کہ کن طریقوں سے یہ ذرائع فراہم ہوسکتے ہیں۔ جب کوئی شخص یہ طریقے معلوم کرکے مصروفِ عمل ہوجاتا ہے تو ذرائع خود بخود پیدا ہوجاتے ہیں اور بالآخر وہ مقصد مل جاتا ہے جس کے لئے یہ سب کوشش ہو رہی تھی اگر ایسا ظہور میں نہیں آتا تو وہ بلند پروازی نہیں خام خیالی یا واہمہ ہے۔ ایسا شخص ہمیشہ خوابوں کی دُنیا میں اُلجھا رہتا ہے پس ہماری جماعت کے نوجوانوں کو غور و فکر اور بلند پروازی کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

اِس مرحلہ پر حضور نے مثالیں دے کر واضح کیا کہ غور و فکر سے کیونکر کام لیا جاسکتا ہے چنانچہ حضور نے فرمایا مثلاً آپ المصلح میں امریکہ یا ہالینڈ کے مشن کی رپورٹ پڑھتے ہیں۔

آپ کے لئے اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ آپ اسے پڑھ کر وہاں کے حالات سے باخبر ہو جائیں بلکہ رپورٹ میں نومسلموں کی تعداد پڑھتے ہی آپ کو سوچنا چاہیئے کہ اس ملک میں بیعت کی رفتار کیا ہے۔ وہاں کب سے مشن قائم ہے اور اس عرصہ میں کتنے آدمیوں نے بیعت کی بیعت کی رفتار نکالنے کے بعد آپ اندازہ لگائیں کہ اس حساب سے وہ ملک کتنے عرصہ میں جا کر مسلمان ہوگا اور اسی طرح ہم کتنے عرصہ میں توقع کر سکتے ہیں کہ ساری دُنیا اسلام کو قبول کرلے گی۔ اگر بیعت کی رفتار کے مطابق آپ اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس ملک کے مسلمان ہونے میں سینکڑوں یا ہزاروں سال لگ جائیں گے جیسا کہ بظاہر حالات نظر بھی آرہا ہے تو پھر آپ کو سوچنا چاہیئے کہ تبلیغی مساعی کو کیونکر مثمر ثمرات بنایا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ کہہ کر آپ اپنے دل کو تسلّی نہیں دے سکتے کہ کوشش کرنا ہمارا کام ہے نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا تو اس میں ہمارا کیا دخل ہے؟ اِس میں شک نہیں نتیجہ پیدا کرنا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے لیکن خدا ظالم نہیں کہ وہ کسی کی کوششوں کو رائیگاں جانے دے۔ سوال پیدا ہوگا خدا نے ابراہیم علیہ السلام کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ نہ رہنے دیا؟ اس نے نوح علیہ السلام کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ نہ رہنے دیا؟ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ نہ رہنے دیا؟ اس نے بدھ کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ نہ رہنے دیا؟ اس نے رامچندر کی کوششوں کو کیوں بے نتیجہ نہ رہنے دیا؟ صاف بات ہے کہ انہوں نے اپنی ذمّہ داری کو اِس طرح ادا کیا کہ جو ادا کرنے کا حق تھا۔ پس ایسی صورت میں آپ کو اپنی کوششوں کو تیز کرنا چاہیئے نہ یہ کہ آپ دل کو تسلّی دے کر بیٹھے رہیں۔ یہ کہنا کہ ہم اِس لئے ناکام رہ گئے کہ نتیجہ خدا کے ہاتھ میں تھا بالکل غلط ہے ایسا کہنے والا شرارتی ہے۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ نتیجہ خدا کے ہی ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن خدا بھی کسی وجہ سے نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ ہمارا خدا بھی آئینی خدا ہے وہ ڈکٹیٹر نہیں وہ ہر چیز حکمت کے ساتھ کرتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ ہم دیں نہ دیں ہماری مرضی وہ کہتا ہے کہ اگر تم استحقاق پیدا کرلو تو ہم انعام ضرور دیں گے اور اگر نہ دیں تو ہم ظالم یعنی اگر ہماری ہی دی ہوئی طاقتوں سے اِس اِس طریق پر کام لو تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم انعام نہ دیں نتیجہ بے شک خدا کے ہاتھ میں ہے لیکن

اس نے نتیجے کو ہمارے تابع کرنے کے لئے کچھ قانون بنا دیئے ہیں۔ خود فیصلہ کرنا بندے کے اختیار میں نہیں لیکن خدا کے ہاتھ کو پکڑ کر فیصلہ کروانا بندے کے ہاتھ میں ہے۔

غور وفکر کی عادت سے کام لینے کے طریق واضح کرتے ہوئے حضور نے ایک اور مثال دی۔ فرمایا اگر تم یہ سوچو کہ دُنیا ہماری مخالفت کرتی ہے تو ساتھ ہی تمہیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ دُنیا مخالفت کیوں کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ سچی تحریکوں کی مخالفت ہوتی ہی آئی ہے۔ یہ ہے صحیح لیکن ساتھ ہی تمہیں یہ سوچنا پڑے گا کہ کیا یہ مخالفتیں ہمیشہ ہمیش جاری رہتی ہیں؟ کیا پہلوں نے ان مخالفتوں کو دبانے اور کم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں نکالا تھا؟ کیا آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ وعیسیٰؑ نے ان مخالفتوں سے ہار مان لی تھی؟ اگر انہوں نے ہار نہیں مانی تھی تو ہم کیوں ہار مانیں؟ اور کیوں نہ ایسا رستہ نکالیں کہ جس سے یہ مخالفتیں آپ ہی ختم ہو جائیں۔ اگر تم سوچتے تو تمہارے سامنے خود راستے کُھل جاتے۔ ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنی اپنی جگہ غور وفکر کی عادت ڈالے اور محض دوسروں کے غور و فکر پر تکیہ نہ کرے۔

غور وفکر کی عادت پیدا کرنے کے طریقوں پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے بچپن ہی سے تربیت کرنے اور بالخصوص حواس کو بیدار رکھنے کی اہمیت پر بہت زور دیا اور اِس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زرّیں ہدایات نیز آئمہ کرام اور شاہانِ اسلام کے سبق آموز واقعات پیش کرنے کے بعد حضور نے واضح فرمایا کہ اگر حواس بیدار رہوں تو انسان بہت سے خطرات سے بچ کر اپنے لئے ترقی کے راستے پیدا کر سکتا ہے۔

اِسی ضمن میں حضور نے سوچنے کی عادت ڈالنے کی طرف پھر توجہ دلائی اور فرمایا باوقار طریق پر سوچنے اور غور کرنے کی عادت ڈالو تاکہ تم میں ایسی رُوح اور جذبہ پیدا ہو جائے کہ تم وقت آنے پر بڑی سے بڑی ذمہ داری اُٹھا سکو۔ کام کرنے کا جذبہ قوم کو اُبھار دیتا ہے پھر کسی کے مرنے یا فوت ہونے سے حوصلے پست نہیں ہوتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں غور وفکر کی عادت پیدا کر کے ان میں جذبۂ عمل بھر دیا تھا یہی وجہ ہے

کہ ان میں کسی کے مرنے یا فوت ہونے سے کبھی خلاء پیدا نہیں ہؤا۔ ہر موقع پر کوئی نہ کوئی لیڈر آگے آتا رہا اور مسلمان اس کی قیادت میں منزل بہ منزل کامیابی و کامرانی کی طرف بڑھتے رہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا وصال ہؤا تو فوراً حضرت ابوبکرؓ نے آگے آکر خلاء کو پورا کر دیا اور قوم میں پست ہمتی قطعاً پیدا نہ ہونے دی۔ آپ نے اس موقعہ پر صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا اگر کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کو خدا سمجھتا تھا تو وہ سن لے کہ اس کا خدا فوت ہوگیا لیکن جو اس حی وقیوم ہستی کو خدا مانتا ہے کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو مبعوث کیا تھا تو اس کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ زندہ ہے اور اس پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا پس کام، فکر اور سمجھ کے مطابق کرنے چاہئیں اگر ایسا کرنے لگ جاؤ گے تو تم میں سے ہر شخص کمان کے قابل ہو جائے گا۔ یہی چیز قوم کو خطرات سے بچانے والی ہوتی ہے کہ اس کے ہر فرد کے اندر لیڈر شپ کی صلاحیت موجود ہو جب یہ صلاحیت قوم میں عام ہو جائے تو پھر لیڈر ڈھونڈنے یا مقرر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی ایسی حالت میں وقت پڑنے پر لیڈر شپ خود بخود اُبھر کر آگے آجاتی ہے اور قوم پر ہراساں یا پریشان ہونے کا کبھی موقع نہیں آتا۔ اِس میں شک نہیں قوموں پر مصائب آسکتے ہیں۔ انہیں قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ انہیں گھروں سے بھی نکالا جاسکتا ہے لیکن اگر سوچنے کی عادت ہو تو ان سے بچنے کی راہیں بھی نکل سکتی ہیں۔

خطاب کے اختتام پر حضور ایدہ اللہ نے تمام خدام سے ان کا عہد بھی دُہروایا۔ بعدہٗ لمبی دُعا بھی کرائی اور اِس طرح یہ مبارک اجلاس اختتام پذیر ہؤا"۔ [1]

دوسری تقریب۔ ۲۶ ظہور / اگست کو لجنہ اماء اللہ کراچی کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہؤا جس میں حضور نے خواتین کو توجّہ دلائی کہ وہ حالات کے مطابق اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کریں اور فرائض کو پہچانیں۔

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۵ ظہور ۱۳۳۲ ہش / ۲۵ اگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۔

"حضور نے اِس امر پر زور دیتے ہوئے کہ آجکل سوسائٹی میں ظاہری طور پر عورتوں کا اثر بڑھ گیا ہے انہیں تلقین کی کہ وہ اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور اپنے اپنے حلقے میں دوسری خواتین کے ساتھ تعلقات بڑھا کر ان غلط فہمیوں کو دُور کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں کہ جو احمدیت کے خلاف بکثرت پھیلی ہوئی ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ اگر احمدی خواتین نے اِس امر کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے فرائض کو خوش اسلوبی سے ادا کیا تو اس کا نہایت خوشگوار اثر ظاہر ہوگا۔

دورانِ تقریر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اِس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ ہمارے خلاف غلط فہمیاں پھیلتی کیوں ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دینی کارناموں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور بتایا کہ حقیقی اسلام کے پیش ہونے سے ان مخالف مولویوں پر کیا اثر پڑا جنہوں نے دین پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی اور معمولی معمولی مسائل میں اختلافات کے نت نئے پہلو نکال کر مسلمان کے مختلف گروہوں کو مجبور کر رکھا تھا کہ وہ ان کے ساتھ چمٹے رہیں۔ مثال کے طور پر مسلمانوں میں یہ عقیدہ پھیلا ہوا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آکر تمام کافروں کو تہ تیغ کر دیں گے اور دُنیا کے خزانے مسلمانوں میں بانٹ دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کہہ کر کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اب جو کچھ کرنا ہوگا خود مسلمانوں ہی کو کرنا ہوگا ان کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا اسی طرح یہ کہہ کر کہ رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ کے جھگڑے عبث ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مختلف حالات اور مختلف مزاجوں کے لحاظ سے مسائل سمجھانے میں مختلف طریق اختیار فرمائے تھے تمہیں جس میں آسانی ہو اسی طریق پر عمل کرو۔ لوگوں کو ایسے مولویوں کی محتاجی سے نجات دلا دی۔ پھر مسلمانوں میں اِس بات پر اختلاف چلا آرہا تھا کہ قرآنِ مجید کی کتنی آیات منسوخ ہیں مختلف لوگ پانچ سے لے کر سات سَو آیات تک مختلف تعداد کے قائل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر اعلان کر دیا کہ قرآن کا ایک شعشہ بھی منسوخ نہیں ہے یہ سارے کا سارا قابلِ عمل ہے اور اِس طرح لوگ دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں مولویوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ ایسی صورت میں ان مولویوں کا سیخ پا ہونا لازمی تھا کیونکہ اِس طرح ان کی اجارے داری ختم ہوتی تھی۔ انہیں اس کے سوا اور کوئی راہ

نہ سُوجھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے خلاف غلط فہمیاں پھیلا کر لوگوں کو بدظن کر دیا جائے چنانچہ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنے تعلّقات کو وسیع کریں۔ اپنے اپنے حلقہ میں میل جول بڑھائیں ہمارے ملنے ملانے سے ہی بہت سی غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی کیونکہ ہم سے مل کر دوسروں کو معلوم ہوگا کہ ہم تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کی اُمّت ہیں۔ ہمارا کلمہ، ہماری نماز، ہمارا روزہ، ہمارا حج، ہماری زکوٰۃ سب وہی ہے اور مولوی صاحبان جو کہتے ہیں وہ درست نہیں ہے لیکن اگر یہ غلط فہمیاں اِسی طرح پھیلی رہیں تو اس سے ہماری مشکلات میں بے حد اضافہ ہو جائے گا۔ پس احمدی خواتین کو اپنی ذمّہ داری کو سمجھنا چاہیئے اور دوسری خواتین سے میل جول بڑھا کر یہ غلط فہمیاں دُور کرنی چاہئیں۔"[1]

تیسری تقریب۔ ۲۷ ظہور/ اگست کو احمدیہ مرچنٹس ایسوسی ایشن نے حضور کے اعزاز میں "بیچ لگژری" ہوٹل میں ایک دعوتِ چائے کا اہتمام کیا جس میں احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت معزّزین بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ اِس موقعہ پر حضرت مصلح موعودؓ نے "اسلام اور کمیونزم" کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا۔[2]

چوتھی تقریب۔ بیچ لگژری ہوٹل میں جماعتِ احمدیہ کراچی کی طرف سے ۳۰ ظہور/ اگست کو ایک شاندار استقبالیہ دیا گیا جس میں احمدی اور غیر احمدی معزّزین بکثرت مدعو تھے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اِس تقریب سے بھی خطاب کیا اور "حقیقی اسلام" کے موضوع پر ایک نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی جس کا خلاصہ رپورٹر صاحب "المصلح" کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"تشہّد و تعوّذ کے بعد حضور نے فرمایا۔ اگرچہ اسلام اُس مذہب کا نام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو ملا ہے اور مسلم کے نام سے وہی لوگ پکارے جاتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین پر ایمان لا کر آپؐ کو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں لیکن قرآن کریم نے محاورے کے طور پر دوسرے انبیاء اور ان کے سچّے متبعین کو بھی مسلم

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۷ ظہور ۱۳۳۲ ہش/ ۲۷ اگست ۱۹۵۳ء صـ۱۔

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۸ ظہور ۱۳۳۲ ہش/ ۲۸ اگست ۱۹۵۳ء صـ۱۔

کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ ظاہر ہے ان سب کا مسلمان ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد از ظہور ایمان لانے کی وجہ سے تو ہو نہیں سکتا کیونکہ ان کے سامنے قرآن مجید کی شکل میں نہ کامل شریعت موجود تھی اور نہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت معرضِ وجود میں آئی تھی۔ دراصل قرآنی محاورے کی رُو سے ان کا مسلمان قرار پانا صاف اشارہ کر رہا ہے کہ اسلام کے دُو معنے ہیں۔ ایک تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والا مسلمان ہے اور دوسرے وہ بھی مسلمان ہے جو مطیع اور فرمانبردار ہو۔ چنانچہ "مسلمان" کی مؤخر الذکر حیثیت کے اعتبار سے ہر وہ شخص جو مطیع اور فرمانبردار تھا خواہ وہ آدمؑ کا فرمانبردار تھا یا نوحؑ کا، ابراہیمؑ کا فرمانبردار تھا یا موسیٰؑ وعیسیٰؑ کا وہ مسلمان ہی تھا۔

اِسلام کی اِن دُو حیثیتوں کو مزید واضح کرتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ ہم مسلمانوں کو دُو قِسم کا اسلام حاصل ہے ایک تو اس اعتبار سے ہم مسلمان ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا نام ہی "مسلم" رکھا گیا ہے دوسرے اطاعت و فرمانبرداری کی اِس رُوح کے اعتبار سے بھی ہم مسلم ہیں کہ جو ہر نبی کے متبعین کے لئے دُنیا میں وجہ امتیاز بنی۔ پس تمام دوسرے انبیاء کی جماعتوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو ایک یہ فضیلت دی گئی ہے کہ وہ دوہرے مسلم ہیں۔ انبیاء کی جماعتیں اطاعت و فرمانبرداری کے باعث مسلم ہوتی ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر ہمارا نام مسلم رکھا۔ اِس بارے میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی کا نام رکھتا ہے تو وہ بندوں کی طرح محض تفاؤل کے طور پر نہیں رکھتا وہ قادر و توانا جب ارادہ کرتا ہے کہ کسی قوم کے افراد خاص خاص صفات کے حامل ہوں تب ہی وہ انہیں کوئی مخصوص نام عطا کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا ہمیں "مسلم" کا لقب عطا فرمانا اِس بات کا مقتضی ہے کہ ہم وہ صفات اپنے اندر پیدا کریں جن کا یہ نام متحمل ہے۔ اِس میں یہ اشارہ مضمر ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے اطاعت و فرمانبرداری کے اعلیٰ معیار پر قائم ہوتے ہوئے جب بھی دینی اور دُنیوی اعتبار سے بڑھنے اور ترقی کرنے کی کوشش شروع کریں گے تو خدا انہیں اعلیٰ درجات سے ضرور نوازے گا۔ پس حقیقی اسلام کے یہ معنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کی رُوح ہمارے اندر اِس طرح رچی

ہوئی ہو کہ اس کی مرضی اور منشاء کے خلاف کوئی ایک قدم اُٹھانا بھی ہمارے لئے ممکن نہ رہے تاکہ ہم محض نام کے اعتبار سے ہی مسلمان نہ کہلائیں بلکہ ہمارا عمل اور ہمارا کردار اِس بات کی گواہی دے کہ فی الواقعہ ہم اِس نام کے مستحق ہیں۔ ہمارا اُٹھنا اور ہمارا بیٹھنا، ہمارا چلنا اور ہمارا پھرنا الغرض ہماری ہر حرکت اور ہمارا ہر سکون اِس نام کے شایانِ شان ہو۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دُنیا میں ایسی اُمّت پیدا کرنا چاہتا تھا کہ جو اِسم بامسمّٰی ہو اور جس کا عمل و کردار اپنے لقب یعنی لفظ "مسلم" کے شایانِ شان ہو۔ اِس لئے اس نے اِس اُمّت کو رُوحانی ترقی کے وہ وہ سامان اور مواقع عطا فرمائے جو اس سے پہلے کسی اُمّت کو میسّر نہ تھے چنانچہ نہ صرف یہ کہ خدا تعالیٰ نے کامل ترین شریعت نازل فرمائی بلکہ اسے ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ رکھنے اور اس کی تعلیمات کو زندہ رکھنے کا سامان بھی بہم پہنچادیا۔

دَورانِ تقریر اِس امر پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ کِس عظیم الشّان طریق پر پُورا فرمایا حضور نے بعض یورپین مصنّفین اور دیگر معاندینِ اسلام کا یہ اعتراف بھی پیش کیا کہ فی الواقعہ قرآن جن الفاظ میں نازل ہوُا تھا بجنسہٖ انہی الفاظ میں آج تک محفوظ ہے۔ نیز حضور نے قرآن اور انجیل کا موازنہ کرتے ہوئے ان تحریفات پر بھی کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالی جو انجیل میں ہوتی چلی آرہی ہیں اور جن کا سلسلہ اب تک بدستور جاری ہے حتّٰی کہ بعض مستشرقین نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ کاش وہ انجیل کے متعلق بھی یہ دعوٰی کرسکتے کہ وہ قرآن کی طرح تحریف اور ردّوبدل سے مبّرا ہے۔

اِس ضمن میں حضور نے ایک اعتراض کا ردّ کرتے ہوئے فرمایا۔ اِس میں شک نہیں مسلمانوں میں بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو غلطی سے بعض آیات کو منسوخ مانتے ہیں لیکن مسلمانوں کا کوئی ایک فرقہ بھی ایسا نہیں ہے کہ جو یہ مانتا ہو کہ قرآنِ مجید میں نعوذ باللہ بعض آیات بعد میں داخل کی گئی ہیں اِس امر پر سب متفق ہیں کہ قرآن اوّل سے آخر تک اسی طرح محفوظ چلا آرہا ہے جس طرح کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوُا تھا۔

نفسِ مضمون کی طرف عود کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اسلام کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم سُنّی، شیعہ، اہلِ حدیث، شافعی، حنبلی، مالکی یا قادری ہیں بلکہ اسلام کا اصل مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے دِل میں یہ فیصلہ کر لیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم پر چل کر ہی بشاشت محسوس کریں گے اور اس کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قرآن کو اپنا دستور العمل بنائیں گے۔ نام کے اعتبار سے تو ہر فرقے کا مسلمان مسلمان ہے لیکن اس نام کا اصل مستحق وہی ہوگا جو اپنے عمل کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر اپنے آپ کو اس نام کا اہل ثابت کرے گا۔ اِسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے ابراہیم، نوح، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی جماعتوں کو بھی مسلمان قرار دیا ہے حالانکہ ان کے پاس قرآن نہیں تھا اور نہ ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوئے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی اسلام نام ہے اطاعت و فرمانبرداری کی سپرٹ کا۔ جب یہ سپرٹ ہم میں پیدا ہو جائے گی تو ہم اللہ کے نزدیک بھی مسلمان شمار ہونے لگ جائیں گے اور یہی وہ امتیاز تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ وہ خدا کے سوا اور کسی کے آگے جھکنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں پر خدا کو حکمران بنا لیا تھا اِسی لئے دُنیا کی ہر طاقت ان کی نگاہ میں ہیچ تھی پس اِسی رُوح اور اِسی جذبے کا نام حقیقی اسلام ہے۔ اِسلام فقہ کی باریکیوں کا نام نہیں اور نہ ہی ان تفصیلات کا نام ہے کہ جن سے علم الکلام والوں کی تصانیف بھری ہوئی ہیں بلکہ وہ نام ہے اُس سپرٹ اور اُس جذبے کا جس کے نتیجے میں انسان خدائی بادشاہت میں داخل ہو کر ہر ماسوا کی غلامی سے نجات حاصل کر لیتا ہے۔“ [1]

اِن اجتماعی تقاریب کے علاوہ خان ضیاء الحق صاحب (ڈرگ روڈ) اور سردار ممتاز احمد خاں صاحب (مالیر کینٹ) نے بھی الگ الگ عصرانہ پیش کیا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قریباً نصف نصف گھنٹہ تقریر فرمائی۔ [2]

---

[1] روزنامہ ”المصلح“ کراچی مورخہ یکم تبوک ۱۳۳۲ہش / یکم ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱-۸۔

[2] روزنامہ ”المصلح“ کراچی مورخہ ۶ تبوک ۱۳۳۲ہش / ۶ ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳۔

پرائیویٹ سیکرٹری صاحب (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کی طرف سے کوائفِ سفر کا بیان اور شکریہ

حضرت مصلح موعودؓ کے ورودِ ربوہ کے بعد پرائیویٹ سیکرٹری صاحب حضرت خلیفۃ المسیح نے المصلح میں سفرِ سندھ کے کوائف پر دو مختصر نوٹ شائع کئے جن میں جماعت ہائے سندھ و پنجاب بالخصوص جماعتِ احمدیہ کراچی کے مظاہرہ اخلاص و محبت کا مختصر مگر پُرکیف الفاظ میں نقشہ کھینچا اور ان کا شکریہ ادا کیا چنانچہ لکھا:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے اہلِ بیت اور خدام کے ہمراہ ۱۹ راگست سے ۳۰ راگست تک کراچی میں قیام فرما رہے۔ اِس عرصۂ قیام میں جماعتِ احمدیہ کراچی کے مخلصین نے جس اخلاص اور فدا کارانہ رُوح کا مظاہرہ کیا اور جس طرح رات دن انہوں نے حضور اور حضور کے اہلِ بیت کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھا وہ ایک نہایت ہی خوشکن اور ایمان افزاء نظارہ تھا۔ خدام اور انصار دونوں اپنے اپنے فرائض کی بجا آوری میں شب و روز مشغول رہے اور انہوں نے حضور کی تشریف آوری سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہونے کی ہر ممکن کوشش کی چنانچہ اِس عرصہ میں کئی قسم کی تقاریب پیدا کی گئیں جن میں حضور شریک ہوئے اور سینکڑوں لوگ حضور کے کلماتِ طیّبات سے مستفیض ہوئے۔

جماعتِ احمدیہ کراچی کی خوش قسمتی تھی کہ اِس دفعہ حضور ایدہ اللہ نے وہاں عید الاضحیہ منانے کا فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ ۲۱ راگست کو سب سے پہلے عید الاضحیہ کے خطبے کے ذریعہ ہی حضور نے جماعت سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد خطبہ جمعہ میں حضور نے مہاجرین کی آنکھوں دیکھی حالتِ زار کی کیفیت بیان فرماتے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی کہ اسے ان کی رہائش کا خاطر خواہ انتظام کرنا چاہیئے۔ اِس کے بعد ایک خاص تقریب میں حضور نے خدام الاحمدیہ کراچی سے احمدیہ ہال میں خطاب فرمایا۔ اِسی طرح حضور نے مستورات میں بھی ایک تقریر فرمائی اور پھر ۲۸ راگست کو حضور نے مارٹن روڈ کی مسجد احمدیہ میں خطبہ ارشاد فرمایا۔ اِن تقاریب کے علاوہ دو دفعہ حضور کو بیچ لگژری ہوٹل میں عصرانہ دیا گیا جس میں حاضرین کی درخواست پر حضور نے ایک دفعہ "اسلام اور کمیونزم" پر اور دوسری دفعہ "حقیقی اسلام" کے موضوع پر روشنی ڈالی۔ خان ضیاء الحق خان صاحب ڈرگ روڈ اور سردار ممتاز احمد خاں صاحب مالیر کینٹ کی

طرف سے بھی ۲۸؍ اگست کو عصرانہ پیش کیا گیا جہاں حضور نے قریباً نصف نصف گھنٹہ تقریر فرمائی۔

غرض اِس قلیل عرصۂ قیام میں حضور کی تشریف آوری سے جس قدر زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھایا جاسکتا تھا اس قدر جماعتِ کراچی نے پوری کوشش کی اور مردوں، عورتوں اور بچوں سب نے اپنے اپنے اخلاص کا قابلِ رشک مظاہرہ کیا۔ ضیافت سے تعلق رکھنے والے انتظامات بھی قابلِ اطمینان تھے۔ اِسی طرح حضور اور حضور کے اہلِ بیت کے لئے دوستوں نے اپنی کاریں وقف رکھیں جو رات دن ہر ضرورت کے وقت کام آتی رہیں۔

ادارہ پرائیویٹ سیکرٹری جماعتِ احمدیہ کراچی کے تمام افراد کا عموماً اور مکرم جناب چودھری عبد اللہ خان صاحب امیر جماعتِ احمدیہ کراچی اور مکرم جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نائب امیر اور مکرم شمیم احمد صاحب جنرل سیکرٹری اور چودھری احمد جان صاحب کا خصوصاً شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے ہر قسم کے انتظامات میں حصّہ لیا اور حضور اور حضور کے اہلِ بیت اور ہمسفر خدام کی سہولت و آرام کا موجب بنے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والعقبیٰ۔"

۲۔ "حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۳۰؍ اگست کو چناب ایکسپریس کے ذریعہ کراچی سے عازمِ ربوہ ہوئے۔ جماعتِ احمدیہ کراچی کے سینکڑوں احباب اپنے محبوب اور مقدس امام کو الوداع کہنے کے لئے سٹیشن پر تشریف لائے اور حضور پُرنور نے انہیں مصافحہ کا شرف بخشا اور لمبی دعا فرمائی۔ ۵ بجکر بیس منٹ پر گاڑی نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان روانہ ہوئی۔ راستہ میں حیدر آباد سندھ، رحیم یار خان، خانپور، لیاقت آباد، ڈیرہ نواب، بہاولپور، لودھراں، شجاع آباد، ملتان، خانیوال، عبد الحکیم، شورکوٹ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ، لائل پور، چک جھمرہ اور چنیوٹ کے سٹیشنوں پر بھی جماعتوں کے دوست حضور کے استقبال کے لئے تشریف لائے۔ بعض مقامات پر احمدی خواتین بھی اپنے مقدس امام کی زیارت کے لئے آئی ہوئی تھیں۔ اِس سفر میں حضور اور حضور کے اہلِ بیت اور خدام کا ناشتہ ۳۱؍ اگست کو خانپور کے اسٹیشن پر مکرم جناب چوہدری نصیر احمد خان صاحب نے پیش کیا دوپہر کا کھانا جماعتِ احمدیہ ملتان نے دیا اور عصرانہ جماعتِ احمدیہ لائل پور نے پیش کیا۔

گوجرہ کی جماعت نے بھی اپنے اخلاص کے ثبوت میں حضور کی خدمت میں دودھ وسوڈا واٹر پیش کیا۔

دفتر پرائیویٹ سیکرٹری مکرم چوہدری نصیر احمد خان صاحب اور اسی طرح ملتان، گوجرہ اور لائل پور کی جماعتوں کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے حضور، حضور کے اہلِ بیت اور خدام کی خدمت میں نمایاں حصّہ لیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں بیش از بیش خدمتِ دین وملّت کی توفیق عطا فرمائے۔

۳۱؍ اگست کو چھ بجے شام حضور ربوہ اسٹیشن پر پہنچے۔ مرکزی جماعت کے قریباً تمام افراد اسٹیشن پر صف بستہ کھڑے تھے۔ حضور نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان گاڑی سے اُترے اور پھر حضور نے تمام احباب کو شرفِ مصافحہ عطا فرمایا اور پھر قصرِ خلافت میں تشریف لے گئے۔

چوہدری محمد شریف صاحب چک ۹۸ شمالی، چودھری نذیر احمد صاحب چک ۸۷ جنوبی ضلع سرگودھا، چوہدری عبدالرزاق صاحب، چوہدری مظفر احمد صاحب، چوہدری منظور احمد صاحب اور چوہدری رشید احمد صاحب چک ۱۲۱ گوکھووال ضلع لائل پور نے دورانِ سفر بطور والنٹیرز اپنے آپ کو پیش کیا۔ یہ سب نوجوان اخلاص اور تن دہی سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ دفتر ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء[1]

فصل ششم

حضرت سیّدہ اُمِّ داؤدؓ کی وفات

اِس سال کا ایک المناک واقعہ حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد (بیگم صاحبہ حضرت علامہ میر محمد اسحٰق صاحب)

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۶؍ ستمبر ۱۹۵۳ء / ۶؍ تبوک ۱۳۳۲ ہش صٓ ۳ ، ۶۔

کی وفات ہے۔ آپ کی کنیت اُمّ داؤد اور اسم گرامی صالحہ خاتون تھا۔ آپ حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی رضی اللہ عنہ کی پوتی اور حضرت پیر منظور محمد صاحب رضی اللہ عنہ مصنّفِ قاعدہ یسّرنا القرآن کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کی شادی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبل از وقت بذریعہ رؤیا بشارت دی گئی۔ یہ آسمانی بشارت اگلے ہی دن ۵ رفروری ۱۹۰۶ء کو پوری ہوگئی جبکہ حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں آپ کے نکاح کا اعلان کیا۔ یہ عید الاضحیہ کا دن تھا۔ اِس طرح یہ دن جماعت کے لئے دوہری خوشیوں کے لانے کا موجب بنا۔ چنانچہ اِس مبارک تقریب پر مدیر "الحکم" حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضی اللہ عنہ نے حسبِ ذیل نوٹ شائع کیا:۔

"عید میں عید"

۵ رفروری ۱۹۰۶ء کا مبارک دن ہمارے لئے دوہری خوشی کا موجب ہُوا ایک تو اس دن عید الضحیٰ تھی ہی مگر اس عید میں عید ہوگئی یعنے میرے محترم و مخدوم زادہ جناب میر محمد اسحٰق صاحب خلف الرشید حضرت میر ناصر نواب صاحب کی شادی صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب کی دختر نیک اختر صالحہ خاتون سے قرار پائی اور اسی مبارک دن میں بعد نماز ظہر و عصر جو جمع کی گئی تھیں مسجد اقصیٰ میں حضرت امام حجۃ الاسلام کے حضور نکاح پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح حسب معمول حضرت حکیم الامۃ نے بڑے جوش اور اخلاص سے پڑھا۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب کے متعلق تو کچھ کہنے کی حاجت نہیں اِس لئے کہ کوئی احمدی شاذ ہی ایسا ہوگا جس کو یہ علم نہ ہو کہ میر صاحب قبلہ حضرت اُمّ المؤمنین علیہا السلام کے والد ماجد ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور آپ کی سیادت اور نجابت پر اللہ تعالیٰ کی وحی نے شہادت دی ہے۔

علاوہ اس تعلق کے جو حضرت مسیح موعودؑ سے میر صاحب ممدوح کو ہے آپ جناب خواجہ میر درد صاحب علیہ الرحمۃ مشہور ولی اللہ کے نبیرہ ہیں۔ ایسا ہی صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب لودہانہ کے مشہور و معروف سلسلہ نقشبندیہ کے پیشوا صوفی احمد جان صاحب مرحوم کے چھوٹے صاحبزادہ ہیں اور صالحہ خاتون ماں کی طرف سے اپنے جسم میں حضرت آدم بنوری[1] رحمۃ اللہ علیہ کا خون رکھتی ہے۔ حضرت آدم بنوری مشہور اکابر سے گذرے ہیں جن کے

---

[1] حضرت مجدّد الف ثانی رح کے خلفاء میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ پہلے شاہی لشکر میں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خدام کا سلسلہ ہند و پنجاب سے نکل کر عرب تک پہنچا ہؤا ہے ان تمام امور کو مدّنظر رکھ کر یہ تعلق نہایت ہی مسعود اور مبارک تعلق ہے اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اسی دن بعد نکاح دفتر الحکم کی طرف سے حسبِ معمول مندرجہ ذیل تہنیت نامہ شائع کیا گیا جو گویا کُل قوم کی طرف سے مبارکباد تھی اور قوم کے نمائندہ نے پیش کی۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے ماموں میر محمد اسحٰق صاحب کی اس تقریب پر چند شعر بھی فی البدیہہ کہہ دیئے[1]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ملازم تھے لیکن ایک واقعہ سے متأثر ہو کر ملازمت ترک کر دی اور حضرت مجدد رحؒ سے فیضیاب ہوئے اور پھر ایک عالَم کو سیراب کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ کی خانقاہ میں ایک ہزار سے زیادہ طلباء جمع رہتے تھے جن کو کھانا آپ کے لنگر سے ملتا تھا۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ایک سَو اور مُریدین کی تعداد ایک لاکھ بتائی جاتی ہے جن میں سے ایک بزرگ حافظ سید عبد اللہ اکبر آبادی تھے جن کے مُرید حضرت شاہ ولی اللہ کے والد اور چچا یعنی شیخ عبد الرحیم اور شیخ محمد رضا ہوئے جن سے خود حضرت شاہ صاحبؒ نے فیض حاصل کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے "انفاس العارفین" میں حضرت آدم بنوریؒ کے واقعات لکھے ہیں اور ان کی بہت تعریف کی ہے۔ آپ کے خلاف سعد اللہ خاں وزیر نے شاہجہان بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے آپ کو مکہ معظمہ جانے کا حکم دیا۔ آپ کو پہلے ہی وہاں جانے کا شوق تھا چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔

روایت ہے کہ جب آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو مرقد اطہر سے دونوں دستِ مبارک ظاہر ہوئے اور حضرت ممدوح نے بہ ہزار شوق بڑھ کر مصافحہ کیا اور بوسہ دیا اور جب آپ نے مدینہ منورہ سے مراجعت کا قصد فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بشارت ہوئی کہ یا ولدی انت جواری۔

چنانچہ آپ نے وہیں قیام فرمایا اور ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۂ مبارک کے قریب مدفون ہوئے ("رودِ کوثر" از شیخ محمد اکرام ایم۔اے صفحہ ۲۸۵ ـــ ۲۸۷ اشاعت سوم ۱۹۵۸ء شائع کردہ فیروز سنز لاہور، و "صوفیائے نقشبند" از سید امین الدین صفحہ ۲۶۶ طبع اوّل ۱۹۷۳ء شائع کردہ مقبول اکیڈمی، لاہور)

[1] یہ اشعار "کلامِ محمود" میں شائع شدہ ہیں۔

.... عید کے دن سے پیشتر کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یہ تعلق ہوگا۔ نہ کوئی تحریک ہوئی نہ کچھ۔ حضرت اُمّ المؤمنین علیہا السلام نے ایک رؤیا میں اِس تعلق کو دیکھا۔ زاں بعد حضرت اقدس کو بھی رؤیا میں یہی معلوم ہوُا جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے صاحبزادہ منظور محمد صاحب کو تحریک کی جنہوں نے نہایت خوشی اور فخر کے ساتھ اسے منظور فرمایا۔"[1]

اِسی طرح حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے اپنے اخبار "بدر" میں لکھا کہ:۔

"آج عید کا دن۔ دُو خوشیوں کا دن ہے۔ ایک عید کی خوشی اور دوسرے ہمارے دُو پیاروں کے درمیان مبارک تعلق کی خوشی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج رات رؤیا میں دیکھا تھا کہ میاں محمد اسحٰق پسر حضرت میر ناصر نواب صاحب اور صالحہ بی بنت صاحبزادہ منظور محمد کے باہمی تعلق نکاح کی طیاری ہو رہی ہے سو آج ہی یہ رؤیا پورا ہوُا۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے ایک خاص جوش کے ساتھ بعد جمع نماز ظہر و عصر مسجد اقصیٰ میں جہاں خود حضرت امام بھی رونق افروز تھے خطبہ نکاح پڑھا اور جانبین پر خدا تعالیٰ کے فضلِ خاص کا ذکر کیا۔"[2]

حضرت سیّدہ اُمِّ داؤد صاحبہؓ کو عورتوں میں علمی اعتبار سے ایک منفرد مقام حاصل تھا۔ تفسیر قرآن مجید اور حدیث سے آپ کو غیر معمولی شغف تھا۔ احمدی مستورات کو ترجمہ قرآن پڑھانے اور اسلامی مسائل سکھانے میں آپ عمر بھر کوشاں رہیں۔ تحریر و تقریر میں نہایت بلند پایہ مقام رکھتی تھیں اور مختصر الفاظ میں وسیع مضمون بیان کر دینے کا آپ کو حق تعالیٰ نے خاص ملکہ بخشا تھا۔

دینی خدمت کے زبردست جذبہ سے سرشار تھیں۔ لجنہ اماء اللہ کی ۱۴ ابتدائی ممبرات میں سے آپکا نمبر ساتواں تھا۔[3] سالہا سال تک نائبہ صدر لجنہ کے عہدہ پر فائز رہیں اور اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے ادا کئے۔ ۱۹۲۲ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک مسلسل تیس۳۰ برس جلسہ سالانہ کا شعبہ مہمان نوازی آپ کے پاس رہا۔ سالانہ جلسہ ۱۹۵۲ء/۱۳۳۱ ہش کے دَوران میں جبکہ آپ کی بیماری شدّت اختیار کر چکی تھی آپ نے ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

---

[1] ہفت روزہ "الحکم" قادیان ۱۰ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱ ٭ [2] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۹ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۲
[3] رسالہ "خاتون" قادیان فروری ۱۹۲۳ء صفحہ ۶ ٭

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ اپنی اِس بیماری میں مَیں مہمانوں کی کوئی خدمت سرانجام دے سکتی ہوں؟" [1]

تحریکِ جدید کے مالی جہاد میں آخر دم تک شامل رہیں اور صحابیہ اور موصیہ ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشوف و رؤیا کی نعمتوں سے بھی نوازا تھا۔[2]

آپ شادی کے بعد قریباً نصف صدی تک زندہ رہیں۔ اِس عرصہ میں آپ نے سلسلہ احمدیہ کی جو شاندار خدمات سرانجام دیں وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فراست اور توجہ رُوحانی اور آپکی حقانیّت کا کُھلا اور واضح نشان ہے اور خدائی انتخاب کے صحیح ثابت ہونے کا واقعاتی ثبوت ہے۔

آپ کی وفات ۸ ستمبر ۱۹۵۳ء کو ہوئی۔ اِس موقع پر سلسلہ احمدیہ کے آرگن روزنامہ "المصلح" کراچی نے اپنی اشاعت ۱۰ ستمبر ۱۹۵۳ء کے صفحہ اوّل پر آپ کی وفات کی خبر دیتے ہوئے حسبِ ذیل نوٹ شائع کیا۔

بیگم صاحبہ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ .... ایک نہایت ہی قیمتی، خلق اللہ کے لئے نفع رساں اور خدمتِ دین کا درد رکھنے والی ہستی تھیں اور اِس خیال سے کہ احمدی مستورات کی دینی، علمی اور اخلاقی اصلاح اور ترقّی کے لئے وہ اپنی تمام عمر نہایت نمایاں رنگ میں کوشاں رہیں ان کی ہم سے جدائی کوئی انفرادی حادثہ نہیں بلکہ بجا طور پر ایک قومی اور جماعتی نقصان ہے۔

ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ جماعت کے لئے درد، فکر اور خیر خواہی کے جذبات جس طرح حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلِ صافی میں موجزن تھے اور جن کی بناء پر وہ اپنی وفات کے آخری لمحوں تک خدمتِ دین میں مصروف رہے اسی

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۰ تبوک ۱۳۳۲ ہش / ۱۰ ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳۔

[2] مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو (۱) "تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد دوم صفحہ ۳۵۲ تا صفحہ ۳۵۹ (مرتبہ امۃ اللطیف صاحبہ سیکرٹری شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ زیرِ نگرانی حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ) اشاعت جنوری ۱۹۷۲ء (۲) "سیرتِ داؤد" صفحہ ۱۱ (مرتبہ طلباء جامعہ احمدیہ ناشر الجمعیۃ العلمیہ بالجامعۃ الاحمدیہ بربوہ۔ مارچ ۱۹۷۴ء۔

رنگ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی رنگین فرمایا تھا جہاں وہ اپنے جلیل القدر شوہر کی زندگی میں ان کے شانہ بشانہ خدمتِ دین، خلق اللہ کی فلاح، یتامیٰ اور مساکین کی نگہداشت اور غرباء کی امداد کے لئے مصروف رہیں۔ ان کی وفات کے بعد بھی انہوں نے اسی جذبہ کے ساتھ اس عظیم الشّان مشن کو جاری رکھا اور اپنے علم و عمل سے جماعت کی مستورات کے لئے اپنے آپ کو نہایت ہی مفید وجود ثابت کیا۔

جلسہ سالانہ پر ہر سال عورتوں کے طعام و قیام کا انتظام آپ ہی کی نگرانی میں ہوتا تھا اور جس طرح حضرت میر محمد اسحٰق صاحب رضی اللہ عنہ مردوں کے لئے تمام انتظامات حُسن و خوبی سے فرماتے تھے بالکل یہی انداز یہاں تھا اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح ہر سال ہمیں جلسہ سالانہ پر حضرت میر صاحب یاد آجایا کرتے ہیں اسی طرح عورتیں بھی اب انہیں فراموش نہ کر سکیں گی۔

علم و فضل کے اعتبار سے بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ پایا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ان کو تعلیم دی تھی اور پھر حضرت میر صاحب نے اپنی زندگی میں جس طرح ان کی تربیت اور تعلیم کا انتظام فرمایا اس سے تو یہ جوہرِ قابل اور بھی چمک اُٹھا تھا۔ احمدی عورتوں میں تعلیمی ترقی کے شوق کو بڑھانے کے لئے انہوں نے بطور اُسوہ جب معمولی محنت کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے "مولوی" کا امتحان دیا تو آپ یونیورسٹی بھر میں اوّل رہی تھیں۔ حدیث اور قرآن مجید اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا جو علم آپ کو تھا وہ عورتوں کو تو کیا مردوں میں سے بھی بہت تھوڑوں کو حاصل ہے۔ کئی بار آپ نے عورتوں کے سالانہ جلسوں کی صدارت فرمائی۔ کئی بار عورتوں میں حضرت میر صاحبؓ کی طرح قرآن مجید اور احادیث کا درس دیا۔ تقریر اور تحریر کے ذریعہ عورتوں کی بیداری کے سامان پیدا کئے۔ جماعت کے سینکڑوں نادار بچوں کے ساتھ ماؤں سے بڑھ کر سلوک کیا اور پھر سالہا سال سے لجنہ اماء اللہ کی نائب صدر ہونے کی حیثیت سے احمدی عورتوں کی تنظیم میں بھی آپ نے نمایاں کام کر کے دکھایا۔ [1]

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۰ تبوک ۱۳۳۲ ہش/ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

محترمہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ مدیرہ ماہنامہ "مصباح" ربوہ نے اپنے اداریہ خصوصی میں لکھا:۔

"تمام احمدی بہنوں کو نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ ۸ ۹/۵۴ کو دس بجے رتن باغ لاہور میں حضرت سیدہ اُمّ داؤد احمد صاحبہ بیگم حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ ایک طویل اور تکلیف دہ علالت کے بعد اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حضرت سیدہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلی آرہی تھیں۔ بالآخر آپ کے گلے کی نالی بند ہوگئی اور معدہ میں خوراک جانا رُک گئی۔ پھر معدہ میں خوراک نلکی کے ذریعہ پہنچائی جاتی رہی لیکن آپ کی طبیعت دن بدن گرتی ہی گئی اور آخر اس صدمۂ جانکاہ پر منتج ہوئی۔ حضرت سیدہ مرحومہ صالحہ، قانتہ اور مخلصہ مومنہ تھیں۔ خالص دینی رُوح رکھتی تھیں۔ آپ کو ہر قدم پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا مقدم ہوتی۔ اپنا ہر لمحہ خدمتِ دین کے لئے وقف سمجھتیں۔ آپ ہی کی رُوحانی تربیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کے تینوں صاحبزادے دینی اور دنیوی اعلیٰ ڈگریوں کے ساتھ جامعۃ المبشّرین کے فارغ التحصیل شاہد ہیں اور مستقبل قریب میں مفوضہ دینی خدمات بجالانے کے لئے مختلف ممالک میں جانے کے لئے تیار ہیں۔

آپ لجنہ اماء اللہ کی رُوحِ رواں تھیں چنانچہ مدّت سے لجنہ کی نائب صدر چلی آرہی تھیں مصباح کی آپ بہت ہی مہربان سرپرست واقع ہوئی تھیں جب تک زندہ رہیں ادارہ کی بہت سی مشکلات میں ہاتھ بٹاتی رہیں لیکن افسوس اب ہم اس قیمتی وجود کے ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک سے کلّیۃً محروم ہوگئی ہیں۔ اے خدا! ہماری تیری بارگاہ میں نہایت ہی عاجزانہ التجا ہے کہ حضرت سیّدہ کے مراتب میں بلندی عطا فرما اور آپ کو جنّت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین!

مرحومہ موصوفہ کی نعش اسی دن رات کے آٹھ بجے ربوہ لائی گئی۔ دوسرے دن مورخہ ۹ ۹/۵۴ کو آٹھ بجے صبح حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے باوجود علالتِ طبع کے مسجد مبارک کے غربی جانب ایک جمِّ غفیر سمیت نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ۸½ بجے حضرت سیّدہ کے تابوت کو بہشتی مقبرہ کے احاطہ خاص میں قبر میں اُتار اگیا اور ۹ بجے آپ کی قبر پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے نے حاضرین سمیت دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھَا وَارْحَمْھَا

وَاجْعَلْ مَثْوٰىهَا فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ "۔ [ل]

فصل ہفتم

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب

۲۳-۲۴-۲۵/اخاء ۱۳۳۲ہش/اکتوبر ۱۹۵۳ء کو ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا تیرھواں سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۴/اور ۲۵/اخاء کو بیش بہا نصائح پر مشتمل دو اہم تقاریر فرمائیں۔

پہلی تقریر (مورخہ ۲۴/اخاء ۱۳۳۲ہش/اکتوبر ۱۹۵۳ء)

حضور نے پہلی تقریر میں ابتداءً خدام الاحمدیہ کو اعداد و شمار کا تفصیلی ریکارڈ رکھنے کی تاکید کی پھر ارشاد فرمایا:۔

"میں نے شروع میں بتایا تھا کہ مجلس خدام الاحمدیہ کو قائم کرنے کی غرض ہی یہی تھی کہ نوجوان دین میں ترقی کریں اور اس قابل ہو جائیں کہ انہیں عزت دی جائے مگر گذشتہ حالات سے خدام الاحمدیہ نے کوئی زیادہ فائدہ نہیں اٹھایا۔ تمہاری غلطیوں کی وجہ سے یا ہماری غلطیوں

[ل] ماہنامہ "مصباح" ربوہ ستمبر ۱۹۵۳ء/تبوک ۱۳۳۲ہش صفحہ ۲

آپ کی وفات پر شائع ہونے والے دیگر مضامین:۔ (۱) "المصلح" ۱۰/ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ (میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم۔اے)۔ (۲) "المصلح" ۱۳/ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ (محترمہ امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر)۔ (۳) "المصلح" ۲۲/ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ (ملک نذیر احمد صاحب ریاض حال راولپنڈی)۔ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے ۸/ستمبر ۱۹۵۳ء کو قادیان میں بعد نماز عصر حضرت ممانی جان رضی اللہ عنہا کے مقام، مناقب اور کارناموں پر نہایت رقت آمیز تقریر کی جس کا خلاصہ روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۰/ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۵ میں شائع ہوا۔

کی وجہ سے بعض ایسی دیواریں قائم ہو گئی ہیں کہ اب سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی انہیں توڑ نہیں سکتا تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ ہم تدبیر سے انہیں توڑ لیں گے تو یہ غلط ہے خدا تعالیٰ ہی انہیں توڑے تو توڑے اور اس کی یہی صورت ہے کہ تم دعائیں کرو اور ذکرِ الٰہی کرو یہی ذرائع ہیں جن سے یہ دیواریں ٹوٹ سکتی ہیں اور کامیابی ہو سکتی ہے لیکن افسوس ہے کہ میرے پاس رپورٹیں آ رہی ہیں کہ نوجوانوں میں نماز اور دعا کی اتنی عادت نہیں رہی جتنی پُرانے لوگوں میں تھی اور یہ نہایت خطرناک بات ہے تمہارے لئے تو پُرانے لوگوں سے زیادہ فتنے ہیں اس لئے پہلوں کے مقابلہ میں تمہارے سامنے بہت زیادہ مشکلات ہیں اور ان کو دُور کرنا اور ان کا مقابلہ کرنا تمہارے بس اور قابو میں نہیں اس کا مقابلہ تو وہی کرے گا جو خدا تعالیٰ تک پہنچ سکے اور جب خدا تعالیٰ کسی بات میں دخل دیتا ہے تو وہ آپ ہی آپ حل ہو جاتی ہے۔ پس اگر تم نے موجودہ مشکلات کا مقابلہ کرنا ہے تو تمہیں اپنے اندر اصلاح پیدا کرنی چاہیئے مَیں نے پہلے بھی جماعت کو توجہ دلائی ہے اور اب پھر توجہ دلاتا ہوں کہ تمہاری غرض نعرے اور رکیڈیاں نہیں نعرے اور رکیڈیاں بالکل بیکار ہیں یہ نعرے اور رکیڈیاں تو بالکل ایسے ہی ہیں جیسے کوئی شخص کپڑے پہنے تو ان پر فیتے سے اپنا نام بھی لکھوالے یہ بیکار چیزیں ہیں۔ تم نمازوں اور دعاؤں میں ترقی کرو اور نہ صرف خود ترقی کرو بلکہ ہر شخص اپنے ہمسایہ کو دیکھے اور اس کی نگرانی کرے تاکہ ساری جماعت اس کام میں لگ جائے۔ تم حسد کی عادت پیدا نہ کرو بلکہ آپس میں تعاون کی رُوح پیدا کرو۔ خدام الاحمدیہ کی تنظیم تمہارے لئے ٹریننگ کے طور پر ہے تاکہ جب تمہیں خدمت کا موقعہ ملے تو تم میں اتنی قابلیت ہو کہ تم امیر بن جاؤ یا سیکرٹری بن جاؤ اِس لئے تمہیں جماعت کے عہدیداروں سے بجائے ٹکراؤ کے تعاون سے کام لینا چاہیئے ..... تم اپنی ذکرِ الٰہی کی عادت اور اخلاص اور نمازوں کو درست کرو جب یہ چیزیں درست ہو جائیں گی تو خود بخود لوگ تمہیں آگے لے آئیں گے اور یہ شکوے سب ختم ہو جائیں گے۔ تم اپنے اندر نماز کی پابندی کی عادت پیدا کرو اور جھوٹ سے کلّی پرہیز کرو جھوٹ ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اس کو چھوڑ دے تو اس کی دھاک بیٹھ جاتی ہے۔ جھوٹ کو انسان سب سے زیادہ چھپاتا ہے لیکن سب سے زیادہ وہی ظاہر ہوتا ہے۔ جھوٹ ایک ایسی بدی ہے کہ عام لوگ

اس کو جلدی سمجھ لیتے ہیں اور اگر انہیں دوسرے کو جھوٹا کہنے کی جرأت نہ ہو تو وہ کم از کم اپنے دلوں میں یہ بات ضرور لے جاتے ہیں کہ فلاں شخص جھوٹا ہے اور سچ ایک ایسی نیکی ہے کہ منہ پر کوئی شخص سچے انسان کو سچا کہے نہ کہے وہ اپنے دل پر یہ اثر لے کر جاتا ہے کہ فلاں شخص سچا اور راستباز ہے۔ اگر خدام الاحمدیہ یہ کام کرلیں کہ ان کے اندر سچائی کا جذبہ پیدا ہوجائے تو ان کی اخلاقی برتری ثابت ہوجائے گی اور کسی شخص کو ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں ہوگی ہر شخص یہی سمجھے گا کہ انہیں ذلیل کرنا سچے کو ذلیل کرنا ہے اور کوئی قوم یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ سچ کو ذلیل کیا جائے۔

پھر محنت کی عادت ہے۔ دُنیا میں تمام ترقیات محنت سے ملتی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو رعایتاً عہدے مل جاتے ہیں اگر تم کام میں سُست ہوگے تو سُننے والوں کو اِس بات کا یقین ہوجائے گا اور وہ سمجھیں گے کہ انہیں عہدے محض رعایت کی وجہ سے ملتے ہیں ورنہ ان میں کام کرنے کی قابلیت موجود نہیں۔ لیکن اگر وہ دیکھیں کہ احمدی جان مار کر کام کرتے ہیں اور حکومت اور ملک کو اتنا فائدہ پہنچاتے ہیں جتنا فائدہ دوسرے لوگ نہیں پہنچاتے تو ہر ایک شخص کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ کہنا کہ احمدیوں کو عُہدے رعایتاً دے دیئے جاتے ہیں غلط ہے۔ ہم اِس اعتراض کا یہی جواب دیتے ہیں کہ تم وہ آدمی لاؤ جس کو بطور رعایت کوئی عہدہ ملا ہو۔

فرض کرو کوئی احمدی دیانت سے کام کر رہا ہے وہ ملک اور قوم کی خیر خواہی کر رہا ہے اور اس کا طریقِ عمل اور اس کی مثل اور اس کے کاغذات اِس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہم جلیسوں، ہم عمروں اور ہم عہدوں میں سب سے بہتر کام کرنے والا ہے اور مخالف اس کا نام لے کر کہے کہ فلاں کو عُہدہ بطور رعایت ملا ہے تو اس کا ریکارڈ اِس اعتراض کو دُور کر دے گا لیکن اگر تمہارے کام کا ریکارڈ اچھا نہیں اور معترض تمہارا نام لے تو ہمارے لئے اِس اعتراض کا جواب دینا مشکل ہوجائے گا۔

پس تم اپنے اندر محنت اور دیانتداری پیدا کرو تا کہ تم پر کوئی اعتراض ہی نہ کرسکے کہ تمہیں رعایتی ترقی دی گئی ہے بلکہ مَیں تو یہاں تک کہوں گا کہ اگر تم میں سے کسی کو یہ نظر آتا ہو

کہ اسے رعایت سے ترقی دی گئی ہے تو وہ اس عُہدے سے استعفیٰ دے دے کیونکہ اس سے زیادہ شرمناک بات اَور کوئی نہیں ہوسکتی کہ انسان کسی اَور کی سفارش سے ترقی حاصل کرلے۔

شیخ سعدیؒ نے کہا ہے ؎

حقا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است ٭ رفتن بپائے مروئی ہمسایہ در بہشت

خدا کی قسم ایسی جنّت دوزخ کے برابر ہے جس میں انسان کسی ہمسایہ کی سفارش سے داخل ہوُا ہو۔ اگر کسی شخص میں اس کام کی اہلیّت نہیں پائی جاتی جو اس کے سپرد کیا گیا ہے تو اسے سمجھ لینا چاہیئے کہ اس عہدہ کے لئے اس کی سفارش رعایتی طور پر کی گئی ہے اور اس کا فرض ہے کہ اگر اس کے اندر غیرت پائی جاتی ہو تو وہ استعفیٰ دے کر الگ ہوجائے۔ پس تم اپنی عقل، محنت اور قربانی سے یہ بات ثابت کر دو کہ تم اپنے افسران، ہم جلیسوں اور ہم عمروں سے بہتر ہو اگر تم اس مقام کو حاصل کر لو تو لازمی طور پر تم اِس الزام سے بچ جاؤ گے کہ تمہیں کسی رعایت کی وجہ سے ترقی دی گئی ہے۔ مَیں کراچی گیا تو مجھے بتایا گیا کہ ایک احمدی کے متعلق لکھا گیا کہ اسے ملازمت سے برطرف کر دیا جائے کیونکہ وہ نااہل ثابت ہوُا ہے لیکن حکومت نے بعض انصاف کے قواعد بھی بنائے ہوئے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں ان میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ جب کوئی آفیسر اپنے ماتحت کے متعلق اِس قسم کے ریمارک کرے تو اس کارکن کو اس محکمہ سے تبدیل کرکے کسی دوسری جگہ مقرر کیا جائے اور اگر وہاں بھی اس کا افسر اسی قسم کے ریمارکس کرے تو اسے نکال دیا جائے چنانچہ اس احمدی کے متعلق جب افسر نے یہ سفارش کی کہ اسے نکال دیا جائے یہ نااہل ہے تو حکومت نے اسے ایک اَور محکمہ میں بھیج دیا۔ یہ ایک مرکزی ادارہ تھا ۶ ماہ یا سال کے بعد جب یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اس کے متعلق کیا کیا جائے تو اتفاقی طور پر اس کی تبدیلی کے احکام بھی جاری ہوگئے اس پر ادارے نے لکھا کہ اِس کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا اسے تبدیل نہ کیا جائے۔ اعلیٰ آفیسروں نے لکھا یہ عجیب بات ہے کہ اس کا ایک آفیسر تو کہتا ہے کہ یہ نااہل ہے اِسے ملازمت سے برطرف کر دیا جائے اور دوسرا آفیسر کہہ رہا ہے کہ اسی نے آکر ہمارا کام سنبھالا ہے بہرحال چونکہ ہم نے فیصلہ کرنا ہے کہ یہ شخص اہل ہے یا نااہل اِس لئے اِس کی تبدیلی کے احکام رُک نہیں

سکتے چنانچہ اسے وہاں سے تبدیل کر دیا گیا اور کچھ عرصہ کے بعد اس تیسرے آفیسر سے اس کے متعلق رپورٹ طلب کی گئی اُس نے لکھا کہ مَیں نے اپنی پاکستان کی پانچ سالہ سروس میں اِس قابلیت اور ذہانت کا آدمی نہیں دیکھا۔ چنانچہ اعلیٰ افسروں نے پہلے افسر کے ریمارک بدلے اور کہا کہ یہ شخص ترقی دئے جانے کے قابل ہے۔ غرض یہ بالکل غلط ہے کہ احمدیوں کو رعایتی طور پر عہدے دئے جاتے ہیں لیکن اگر تمہیں کسی نے اہل سمجھ کر بھرتی کر لیا ہے اور وہ بھرتی کرنے والا احمدی ہے یا غیر احمدی۔ اور اس پر الزام لگ رہا ہو کہ اس نے تمہاری ناجائز حمایت کی ہے تو کیا تم میں اِتنی غیرت بھی نہیں کہ اس نے تم پر جو احسان کیا ہے تم اس کا بدلہ اُتارو اور اس کی عزت کو بچاؤ۔ اِس کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ کہ تم ملک اور قوم کی اتنی خدمت کرو اتنی قربانی اور ایثار کرو کہ ہر ایک شخص یہی کہے کہ تم سے کوئی رعایت نہیں کی گئی بلکہ سفارش کرنے والے نے تمہاری سفارش کر کے اپنی دانائی کا ثبوت دیا ہے کیونکہ اس نے اس شخص کو چُنا ہے جس کے سوا اور کوئی مستحق ہی نہیں تھا۔ پھر مَیں کہوں گا کہ اگر تم خدمتِ خلق کرتے ہو تو تمہیں اس کے مفید طریق اختیار کرنے چاہئیں مَیں نے کراچی کی رپورٹ سُنی ہے وہ نہایت معقول رپورٹ تھی۔ میرے نزدیک وہ رپورٹ تمام مجالس تک پہنچانی چاہیئے تاکہ وہ اس سے سبق حاصل کریں۔ یہاں رپورٹوں میں عام طور پر یہ درج ہوتا ہے کہ اتنے لوگوں کو رستہ بتایا گیا حالانکہ یہ نہایت ادنیٰ اور معمولی نیکی ہے اور ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی نے اپنی ماں کو پنکھا جھلنے پر ایک ریچھ کو مقرر کیا۔ اس کی ماں بیمار تھی۔ مریضہ پر ایک مکھی بیٹھ گئی ریچھ نے ایک پتھر اُٹھا کر اس مکھی پر دے مارا جس سے وہ مکھی تو شاید نہ مری لیکن اس کی ماں مر گئی۔

یہ کوئی خدمت نہیں ہے جسے بڑے فخر کے ساتھ خدمتِ خلق کا کام قرار دیا جاتا ہے تم وہ کام کرو جو ٹھوس اور نتیجہ خیز ہو اور اس کے لئے خدام الاحمدیہ کراچی کی رپورٹ بہترین رپورٹ ہے جو تمام مجالس میں پھیلانی چاہیئے تا انہیں معلوم ہو کہ انہوں نے کس طرح خدمتِ خلق کا فریضہ سر انجام دیا۔ مَیں تمہیں اس کا چھوٹا سا طریق بتاتا ہوں اگر تم میں جوش پایا جاتا ہے کہ تم ملک اور قوم کے مفید وجود بنو تو تم اس پر عمل کرو۔ اِس وقت جو خدام حاضر ہیں ان میں سے جو لوگ تجارت کا کام کرتے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں (حضور کے اِس ارشاد پر چالیس۴۰ خدام

کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا) جو خدام صنعت و حرفت کا کام کرتے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں (حضور کے اِس ارشاد پر انچاس ۴۹ خدام کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا) وہ ذریعہ جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ تم ارادہ اور عزم کر لو کہ تم میں سے ہر ایک نے اِس سال کسی ایک شخص کو تجارت پر لگانا ہے.... مرکزی ادارہ کو چاہیئے کہ وہ اِن خدام کے نام لکھ لے اگلے سال اِن سے پُوچھا جائے گا کہ انہوں نے اِس ہدایت پر کس حد تک عمل کیا ہے۔ اگر تم اِس کام کو شروع کر دو تو دو چار سال میں تم دیکھو گے کہ اِس طریق پر عمل کر کے تم مذہب، ملک اور قوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہو سکو گے۔ مگر یاد رکھو تم یہ سوچنے میں نہ لگ جانا کہ جس کو کام پر لگایا جائے وہ تمہارا رشتہ دار ہی ہو۔ چاہے وہ غیر ہی ہو تم نے بہرحال اسے کام سکھانا ہے۔ دوسرے یہ بھی یاد رکھو کہ بعد میں کسی صلہ کی اُمید نہ رکھنا۔ احسان کرنے کے بعد اس کے صلہ کی امید رکھنا قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔" ؎

دوسری تقریر (مورخہ ۵ ،اخاء ۱۳۳۲ ہش / اکتوبر ۱۹۵۳ء)

عین اجتماع کے ایام میں حضرت مصلح موعود پر عالمِ رؤیا میں مسلم قوم کے اصل فلسفۂ زوال کا انکشاف ہوُا اور بتایا گیا کہ مسلمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف ۳۳ برس کے بعد ہی خلافت کے بابرکت آسمانی نظام سے کیوں محروم ہوگئے؟ حضور نے اِس رؤیا کی بناء پر اپنی دوسری تقریر میں نوجوانانِ احمدیت کو توجہ دلائی کہ انہیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ آئندہ ایسے حالات کبھی پیدا نہ ہوں جن کی بناء پر قبل ازیں اُمتِ مُسلمہ سے خلافت جیسی عظیم نعمت چِھن گئی۔ حضور نے اِس مُہتم بالشان تقریر میں خاص طور پر اِس نکتہ پر زور دیا کہ افراد مر سکتے ہیں لیکن قومیں اگر چاہیں تو خلافت کے قیام و استحکام کے ذریعہ سے ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں چنانچہ فرمایا:۔

"انسان دُنیا میں پیدا بھی ہوتے ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہوُا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو لیکن قومیں اگر چاہیں تو وہ ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہیں۔ یہی امید دلانے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

؎ روزنامہ "الفضل" مورخہ ۱۸ ،اخاء ۱۳۴۰ ہش / ۱۸ اکتوبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۳

"مَیں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۶، ۱۷)

اِس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو اسی نکتہ کی طرف توجہ دلائی تھی کہ چونکہ ہر انسان کے لئے موت مقدر رہے اِس لئے مَیں بھی تم سے ایک دن جُدا ہو جاؤں گا لیکن اگر تم چاہو تو تم ابد تک زندہ رہ سکتے ہو۔ انسان اگر چاہے بھی تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا لیکن قومیں اگر چاہیں تو زندہ رہ سکتی ہیں اور اگر وہ زندہ نہ رہنا چاہیں تو مَر جاتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ:-

"تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب تک مَیں نہ جاؤں لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"[۱]

اِس جگہ ہمیشہ کے یہی معنے ہیں کہ جب تک تم چاہو گے تم زندہ رہ سکو گے لیکن اگر تم سارے مل کر بھی چاہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ رہتے تو وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے ہاں اگر تم یہ چاہو کہ قدرتِ ثانیہ تم میں زندہ رہے تو وہ زندہ رہ سکتی ہے۔ قدرتِ ثانیہ کے دو مظاہر ہیں اوّل تائیدِ الٰہی اور دوم خلافت۔ اور اگر قوم چاہے اور اپنے آپ کو مستحق بنائے تو تائیدِ الٰہی بھی اس کے شاملِ حال رہ سکتی ہے اور خلافت بھی اس میں زندہ رہ سکتی ہے۔ خرابیاں ہمیشہ ذہنیت کے خراب ہونے سے پیدا ہوتی ہیں ذہنیت درست رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کسی قوم کو چھوڑ دے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ[۲] یعنی اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کے ساتھ اپنے سلوک میں تبدیلی نہیں کرتا جب تک وہ خود اپنے دلوں میں خرابی نہ پیدا کر لے۔ یہ چیز ایسی ہے جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں اِس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ کوئی جاہل

---

[۱] "الوصیت" طبع اوّل صفحہ ۶

[۲] سورہ رعد: ۱۲

سے جاہل انسان بھی ایسا نہیں ہوگا جسے مَیں یہ بتاؤں اور وہ کہے کہ مَیں اسے نہیں سمجھ سکا یا اگر ایک دفعہ سمجھانے پر نہ سمجھ سکے تو دوبارہ سمجھانے پر بھی وہ کہے کہ مَیں نہیں سمجھا۔لیکن اتنی سادہ سی بات بھی قومیں فراموش کر دیتی ہیں۔ انسان کا مرنا تو ضروری ہے۔ اگر وہ مر جائے تو اس پر کوئی الزام نہیں آتا لیکن قوم کے لئے مرنا ضروری نہیں قومیں اگر چاہیں تو زندہ رہ سکتی ہیں لیکن وہ اپنی ہلاکت کے سامان خود پیدا کر لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ صحابہؓ کو ایسی تعلیم دی تھی جس پر اگر ان کی آئندہ نسلیں عمل کرتیں تو ہمیشہ زندہ رہتیں لیکن قوم نے عمل چھوڑ دیا اور وہ مر گئی۔ دُنیا یہ سوال کرتی ہے اور میرے سامنے بھی یہ سوال کئی دفعہ آیا ہے کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے صحابہؓ کو ایسی اعلیٰ درجہ کی تعلیم دی تھی جس میں ہر قسم کی سوشل تکالیف اور مشکلات کا علاج تھا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا پھر وہ تعلیم گئی کہاں اور تینتیس سال ہی میں وہ کیوں ختم ہوگئی؟ عیسائیوں کے پاس مسلمانوں سے کم درجہ کی خلافت تھی لیکن ان میں اب تک پوپ چلا آرہا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عیسائیوں میں پوپ کے باغی بھی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی اکثریت ایسی ہے جو پوپ کو مانتی ہے اور انہوں نے اس نظام سے فائدے بھی اُٹھائے ہیں لیکن مسلمانوں میں تینتیس سال تک خلافت رہی اور پھر ختم ہوگئی۔ اسلام کا سوشل نظام تینتیس سال تک قائم رہا اور پھر ختم ہوگیا۔ نہ جمہوریت باقی رہی نہ غرباء پروری رہی نہ لوگوں کی تعلیم اور غذا اور لباس اور مکان کی ضروریات کا کوئی احساس رہا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ساری باتیں کیوں ختم ہوگئیں؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ذہنیت خراب ہوگئی تھی اگر ان کی ذہنیت درست رہتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ یہ نعمت انکے ہاتھ سے چلی جاتی۔ پس تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو اور ہمیشہ اپنے آپ کو خلافت سے وابستہ رکھو۔ اگر تم ایسا کروگے تو خلافت تم میں ہمیشہ رہے گی۔ خلافت تمہارے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے دی ہی اِس لئے ہے تا وہ کہہ سکے کہ مَیں نے اِسے تمہارے ہاتھ میں دیا تھا اگر تم چاہتے تو یہ چیز ہمیشہ تم میں قائم رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسے الہامی طور پر بھی قائم رکھ سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اُس نے یہ کہا کہ اگر تم لوگ خلافت کو قائم رکھنا

چاہو گے تو مَیں بھی اسے قائم رکھوں گا گویا اس نے تمہارے مُنہ سے کھلوانا ہے کہ تم خلافت چاہتے ہو یا نہیں چاہتے۔ اب اگر تم اپنا مُنہ بند کر لو یا خلافت کے انتخاب میں اہلیت مدِّنظر نہ رکھو۔ مثلاً تم ایسے شخص کو خلافت کے لئے منتخب کر لو جو خلافت کے قابل نہیں تو تم یقیناً اس نعمت کو کھو بیٹھو گے۔ مجھے اس طرف زیادہ تحریک اس وجہ سے ہوئی کہ آج رات دو بجے کے قریب مَیں نے ایک رؤیا میں دیکھا کہ پنسل کے لکھے ہوئے کچھ نوٹ ہیں جو کسی مصنّف یا مؤرخ کے ہیں اور انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں پنسل بھی COPYING یا BLUE رنگ کی ہے۔ نوٹ صاف طور پر نہیں پڑھے جاتے اور جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان نوٹوں میں یہ بحث کی گئی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمان اتنی جلدی کیوں خراب ہو گئے؟ باوجود اِس کے کہ خدا تعالیٰ کے عظیم الشّان احسانات ان پر تھے۔ اعلیٰ تمدّن اور بہترین اقتصادی تعلیم انہیں دی گئی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمل کر کے بھی دکھا دیا تھا پھر بھی وہ گر گئے اور ان کی حالت خراب ہو گئی۔ یہ نوٹ انگریزی میں لکھے ہوئے ہیں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جو انگریزی لکھی ہوئی تھی وہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو نہیں لکھی ہوئی تھی بلکہ دائیں طرف سے بائیں طرف کو لکھی ہوئی تھی لیکن پھر بھی مَیں اسے پڑھ رہا تھا گو وہ خراب سی لکھی ہوئی تھی اور الفاظ واضح نہیں تھے بہرحال کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا تھا۔ اس میں سے ایک فقرہ کے الفاظ قریباً یہ تھے کہ

THERE WERE TWO REASONS FOR IT.

THERE TEMPERAMENT BECOMING (1) MORBID

AND (2) ANARCHICAL.

یہ فقرہ بتا رہا ہے کہ مسلمانوں پر کیوں تباہی آئی؟ اِس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ وہ خرابی جو مسلمانوں میں پیدا ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کی طبائع میں دو قسم کی خرابیاں ہو گئی تھیں ایک یہ کہ وہ ماربڈ (MORBID) ہو گئے تھے یعنی اَن نیچرل (UN NATURAL) اور ناخوشگوار ہو گئے تھے اور دوسرے ان کی ٹینڈنسیز (TENDENCIES) انارکیکل (ANARCHICAL) ہو گئی تھیں۔ مَیں نے سوچا کہ واقعہ میں یہ دونوں باتیں صحیح ہیں مسلمانوں

نے یہ تباہی خود اپنے ہاتھوں مول لی تھی۔ مار بڈ (MORBID) کے لحاظ سے یہ تباہی اِس لئے واقع ہوئی کہ جو ترقیات انہیں ملیں وہ اسلام کی خاطر ملی تھیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ملی تھیں، ان کی ذاتی کمائی نہیں تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں پیدا ہوئے اور مکّہ والوں کی ایسی حالت تھی کہ لوگوں میں انہیں کوئی عزّت حاصل نہیں تھی لوگ صرف مجاور سمجھ کر ادب کیا کرتے تھے اور جب وہ غیر قوموں میں جاتے تھے تو وہ بھی ان کی مجاوریا زیادہ سے زیادہ تاجر سمجھ کر عزّت کرتی تھیں وہ انہیں کوئی حکومت قرار نہیں دیتی تھیں اور پھر ان کی حیثیت اتنی کم سمجھی جاتی تھی کہ دوسری حکومتیں ان سے جبراً ٹیکس وصول کرنا جائز سمجھتی تھیں۔ جیسے یمن کے بادشاہ نے مکّہ پر حملہ کیا جس کا قرآن کریم نے اصحابِ فیل کے نام سے ذکر کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو تیرہ سال تک آپ مکّہ میں رہے اس عرصہ میں چند سَو آدمی آپؐ پر ایمان لائے۔ تیرہ سال کے بعد آپؐ نے ہجرت کی اور ہجرت کے آٹھویں سال سارا عرب ایک نظام کے ماتحت آگیا اور اس کے بعد اسے ایسی طاقت اور قوت حاصل ہوگئی کہ اس سے بڑی سے بڑی حکومتیں ڈرنے لگیں۔ اس وقت دُنیا حکومت کے لحاظ سے دو بڑے حصّوں میں منقسم تھی اوّل رومی سلطنت دوم ایرانی سلطنت۔ رومی سلطنت کے ماتحت مشرقی یوروپ، ٹرکی، ایسے سینیا، یونان، مصر، شام اور اناطولیہ تھا اور ایرانی سلطنت کے ماتحت عراق، ایران، رشین ٹری ٹوری کے بہت سے علاقے، افغانستان، ہندوستان کے بعض علاقے اور چین کے بعض علاقے تھے۔ اس وقت یہی دو بڑی حکومتیں تھیں۔ ان کے سامنے عرب کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی لیکن ہجرت کے آٹھویں سال بعد سارا عرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو گیا۔ اس کے بعد جب سرحدوں پر عیسائی قبائل نے شرارت کی تو پہلے آپؐ خود وہاں تشریف لے گئے اِس کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے فتنہ ٹل گیا لیکن تھوڑے عرصہ بعد قبائل نے پھر شرارت شروع کی تو آپؐ نے ان کی سرکوبی کے لئے لشکر بھجوایا۔ اس لشکر نے بہت سے قبائل کو سرزنش کی اور بہتوں کو معاہدے سے تابع کیا۔ پھر آپؐ کی وفات کے بعد اڑھائی سال کے عرصہ میں سارا عرب اسلامی حکومت کے ماتحت آگیا بلکہ یہ حکومت عرب سے نکل کر دوسرے

علاقوں میں بھی پھیلنی شروع ہوئی۔ فتح مکّہ کے پانچ سال بعد ایرانی حکومت پر حملہ ہوگیا تھا اور اس کے بعض علاقوں پر قبضہ بھی کر لیا گیا تھا اور چند سالوں میں رومی سلطنت اور دوسری سب حکومتیں تباہ ہوگئی تھیں۔ اتنی بڑی فتح اور اتنے عظیم الشان تغیّر کی مثال تاریخ میں اَور کہیں نہیں ملتی۔ تاریخ میں صرف نپولین کی ایک مثال ملتی ہے لیکن اس کے مقابلہ میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی جو تعداد اور قوّت میں اس سے زیادہ ہو۔ جرمنی کا ملک تھا مگر وہ اس وقت ۱۴ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا اِس طرح اس کی تمام طاقت منتشر تھی۔ ایک مشہور امریکن پریذیڈنٹ سے کسی نے پوچھا کہ جرمن کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ تو اس نے کہا ایک شیر ہے دو تین لومڑ ہیں اور کچھ چُوہے ہیں۔ شیر سے مراد رشیا تھا۔ لومڑ سے مراد دوسری حکومتیں اور چوہوں سے مراد جرمن تھے۔ گویا جرمنی اس وقت ٹکڑے ٹکڑے تھا۔ روس ایک بڑی طاقت تھی مگر وہ[۱] روس کے ساتھ ٹکرایا اور وہاں سے ناکام واپس لوٹا۔ اِس طرح انگلستان کو بھی فتح نہ کر سکا اور انجام اس کا یہ ہوا کہ وہ قید ہوگیا پھر دوسرا بڑا شخص ہٹلر آیا بلکہ دو بڑے آدمی دو ملکوں میں ہوئے ہٹلر اور مسولینی۔ دونوں نے بے شک ترقیات حاصل کیں لیکن دونوں کا انجام شکست ہوا۔ مسلمانوں میں سے جس نے یکدم بڑی حکومت حاصل کی وہ تیمور تھا اس کی بھی یہی حالت تھی۔ وہ بے شک دُنیا کے کناروں تک گیا لیکن وہ اپنے اِس مقصد کو کہ ساری دُنیا کو فتح کرلے پُورا نہ کر سکا مثلاً وہ چین کو تابع کرنا چاہتا تھا لیکن تابع نہ کر سکا اور جب وہ مرنے لگا تو اُس نے کہا میرے سامنے انسانوں کی ہڈیوں کے ڈھیر ہیں جو مجھے ملامت کر رہے ہیں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آدم سے لے کر اب تک ایسے گذرے ہیں جنہوں نے فردِ واحد سے ترقی کی۔ تھوڑے سے عرصہ میں ہی سارے عرب کو تابع فرمان کر لیا اور آپؐ کی وفات کے بعد آپؐ کے ایک خلیفہ نے ایک بہت بڑی حکومت کو توڑ دیا اور باقی علاقے آپ کے دوسرے خلیفہ نے فتح کر لئے۔

یہ تغیّر جو واقع ہُوا خدائی تھا کسی انسان کا کام نہیں تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] یعنی نپولین

فوت ہوئے تو آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مکہ میں پہنچی تو ایک مجلس میں حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ بھی بیٹھے تھے جب پیغامبر نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں تو سب لوگوں پر غم کی کیفیت طاری ہوگئی اور سب نے یہی سمجھا کہ اب ملکی حالات کے ماتحت اِسلام پراگندہ ہوجائے گا چنانچہ انہوں نے کہا اب کیا ہوگا۔ پیغامبر نے کہا کہ آپؐ کی وفات کے بعد حکومت قائم ہوگئی ہے اور ایک شخص کو خلیفہ بنا لیا گیا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا کون خلیفہ مقرر ہُوا ہے؟ پیغامبر نے کہا ابوبکرؓ۔ ابوقحافہ نے حیران ہوکر پُوچھا کون ابوبکر؟ کیونکہ وہ اپنے خاندان کی حیثیت کو سمجھتے تھے اور اِس حیثیت کے لحاظ سے وہ خیال بھی نہیں کرسکتے تھے کہ ان کے بیٹے کو سارا عرب بادشاہ تسلیم کرلے گا۔ پیغامبر نے کہا ابوبکر جو فلاں قبیلہ سے ہے۔ ابوقحافہؓ نے کہا وہ کس خاندان سے ہے۔ پیغامبر نے کہا فلاں خاندان سے۔ اس پر ابوقحافہؓ نے دوبارہ دریافت کیا کہ وہ کس کا بیٹا ہے؟ پیغامبر نے کہا ابوقحافہؓ کا بیٹا۔ اِس پر ابوقحافہؓ نے دوبارہ کلمہ پڑھا اور کہا آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی تھے۔ ابوقحافہؓ پہلے صرف نام کے طور پر مسلمان تھے لیکن اِس واقعہ کے بعد انہوں نے سچّے دل سے سمجھ لیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوٰی میں راستباز تھے کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی خاندانی حیثیت ایسی نہ تھی کہ سارے عرب آپ کو مان لیتے۔ یہ الٰہی دین تھی۔ مگر بعد میں مسلمان کی ذہنیّت ایسی بگڑی کہ انہوں نے یہ سمجھنا شروع کیا کہ یہ فتوحات ہم نے اپنی طاقت سے حاصل کی ہیں۔ کسی نے کہنا شروع کیا کہ عرب کی اصل طاقت بنو امیّہ ہیں اِس لئے خلافت کا حق ان کا ہے۔ کسی نے کہا بنو ہاشم عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا بنو مطّلب عرب کی اصل طاقت ہیں۔ کسی نے کہا خلافت کے زیادہ حقدار انصار ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھروں میں جگہ دی۔ گویا تھوڑے ہی سالوں میں مسلمان مار بِڈ (MORBID) ہوگئے اور ان کے دماغ بگڑ گئے۔ ان میں ہر قبیلہ نے یہ کوشش کی وہ خلافت کو بزور حاصل کرلے نتیجہ یہ ہُوا کہ خلافت ختم ہوگئی۔ پھر مسلمانوں کے بگڑنے کا دوسرا سبب انار کی تھی۔ اسلام نے سب میں مساوات کی رُوح پیدا کی تھی لیکن مسلمانوں نے یہ نہ سمجھا کہ مساوات پیدا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ایک

آرگنائزیشن ہو اس کے بغیر مساوات قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلام آیا ہی اس لئے تھا کہ وہ ایک آرگنائزیشن اور ڈسپلن قائم کرے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ یہ ڈسپلن ظالمانہ نہ ہو اور افراد اپنے نفسوں کو دبا کر رکھیں تا کہ قوم جیتے۔ لیکن چند ہی سالوں میں مسلمانوں میں یہ سوال پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ خزانے ہمارے ہیں اور اگر حکام نے ان کے راستہ میں کوئی روک ڈالی تو انہوں نے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہ وہ رُوح تھی جس نے مسلمانوں کو خراب کیا۔ انہیں یہ سمجھنا چاہیئے تھا کہ یہ حکومتِ الٰہیہ ہے اور اِسے خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اِس لئے اسے خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سُورۃ نور میں فرماتا ہے کہ خلیفے ہم بنائیں گے لیکن مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا کہ خلیفے ہم نے بنائے ہیں اور جب انہوں نے یہ سمجھا کہ خلیفے ہم نے بنائے ہیں تو خدا تعالیٰ نے کہا اچھا اگر خلیفے تم نے بنائے ہیں تو اب تم ہی بناؤ چنانچہ ایک وقت تک تو وہ پہلوں کا مارا ہؤا شکار یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کا مارا ہؤا شکار کھاتے رہے لیکن مَرا ہؤا شکار ہمیشہ قائم نہیں رہتا۔ زندہ بکرا، زندہ بکری، زندہ مرغا اور زندہ مرغیاں تو ہمیشہ ہمیں گوشت اور انڈے کھلائیں گی لیکن ذبح کی ہوئی بکری یا مرغی زیادہ دیر تک نہیں جا سکتی کچھ وقت کے بعد وہ خراب ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کے زمانہ میں مسلمان تازہ گوشت کھاتے تھے لیکن بیوقوفی سے انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ چیز ہماری ہے۔ اِس طرح انہوں نے اپنی زندگی کی رُوح کو ختم کر دیا اور مرغیاں اور بکریاں مُردہ ہو گئیں۔ آخر تم ایک ذبح کی ہوئی بکری کو کتنے دن کھا لوگے۔ ایک بکری میں دس بارہ سیر یا پچیس تیس سیر گوشت ہو گا اور آخر وہ ختم ہو جائے گا پس وہ بکریاں مُردہ ہو گئیں اور مسلمانوں نے کھا پی کر انہیں ختم کر دیا۔ پھر وہی حال ہؤا کہ "ہنتھ پرانے کھو نسٹرے بسنتے ہو رہی آئے" وہ ہر جگہ ذلیل ہونے شروع ہوئے، انہیں ماریں پڑیں اور خدا تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہؤا۔ عیسائیوں نے تو اپنی مُردہ خلافت کو آج تک سنبھالا ہؤا ہے لیکن ان بدبختوں نے زندہ خلافت کو اپنے ہاتھوں گاڑ دیا اور یہ محض عارضی خواہشات، دُنیوی ترقیات کی تمنا اور وقتی جوشوں کا نتیجہ تھا، خدا تعالیٰ نے جو وعدے پہلے مسلمانوں سے کئے تھے وہ وعدے اب بھی ہیں۔ اُسنے جب وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فرمایا تو اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت عثمانؓ سے نہیں فرمایا۔ حضرت علیؓ سے نہیں فرمایا۔ پھر اس کا کہیں ذکر نہیں کہ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ صرف پہلے مسلمانوں سے کیا تھا یا پہلی صدی کے مسلمانوں سے کیا تھا یا دوسری صدی کے مسلمانوں سے کیا تھا بلکہ یہ وعدہ سارے مسلمانوں سے ہے چاہے وہ آج سے پہلے ہوئے ہوں یا ۲۰۰ یا ۴۰۰ سال کے بعد آئیں وہ جب بھی اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے مصداق ہو جائیں گے وہ اپنی نفسانی خواہشات کو مار دیں گے۔ وہ اسلام کی ترقی کو اپنا اصل مقصد بنالیں گے شخصیات، جماعتوں، پارٹیوں، جتھوں، شہروں اور ملکوں کو بھول جائیں گے تو اُن کے لئے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ قائم رہیگا کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے چاہے وہ عرب کے ہوں، عراق کے ہوں، شام کے ہوں، مصر کے ہوں، یورپ کے ہوں، ایشیا کے ہوں، امریکہ کے ہوں، جزائر کے ہوں، افریقہ کے ہوں کہا ہے کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ وہ انہیں اس دُنیا میں اپنا نائب اور قائمقام مقرر کریگا اب اس دُنیا میں شام، عرب اور نائیجیریا، کینیا، ہندوستان، چین اور انڈونیشیا ہی شامل نہیں بلکہ اَور ممالک بھی ہیں۔ پس اس سے مراد دُنیا کے سب ممالک ہیں گویا وہ موعود خلافت ساری دُنیا کے لئے ہے فرماتا ہے وہ تمہیں ساری دُنیا میں خلیفہ مقرر کرے گا۔ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اسی طرح جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو خلیفہ مقرر کیا۔ اِس آیت میں پہلے لوگوں کی مشابہت اَرض میں نہیں بلکہ استخلاف میں ہے گویا فرمایا ہم انہیں اسی طرح خلیفہ مقرر کریں گے جس طرح ہم نے پہلوں کو خلیفہ مقرر کیا اور پھر اس قسم کے خلیفے مقرر کریں گے جن کا اثر تمام دُنیا پر ہوگا پس اللہ تعالیٰ کے اِس وعدہ کو یاد رکھو اور خلافت کے استحکام اور قیام کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہو۔ تم نوجوان ہو تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں اور تمہاری عقلیں تیز ہونی چاہئیں تاکہ تم اس کشتی کو ڈوبنے اور غرق نہ ہونے دو۔ تم وہ چٹان نہ بنو جو دریا کے رُخ کو پھیر دیتی ہے بلکہ تمہارا یہ کام ہے کہ تم وہ چینل (CHANNAL) بن جاؤ جو پانی کو آسانی سے گزارتی ہے تم ایک ٹنل

ہو جس کا یہ کام ہے کہ وہ فیضانِ الٰہی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہُوا ہے تم اُسے آگے چلاتے چلے جاؤ اگر تم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے تو تم ایک ایسی قوم بن جاؤ گے جو کبھی نہیں مرے گی اور اگر تم اس فیضانِ الٰہی کے رستہ میں روک بن گئے، اس کے رستے میں پتّھر بن کر کھڑے ہو گئے اور تم نے اپنی ذاتی خواہشات کے ماتحت اسے اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور قریبیوں کے لئے مخصوص کرنا چاہا تو یاد رکھو وہ تمہاری قوم کی تباہی کا وقت ہو گا پھر تمہاری عمر کبھی لمبی نہیں ہو گی اور تم اسی طرح مر جاؤ گے جس طرح پہلی قومیں مریں۔ لیکن قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ قوم کی ترقّی کا رستہ بند نہیں انسان بے شک دُنیا میں ہمیشہ زندہ نہیں رہتا لیکن قومیں زندہ رہ سکتی ہیں پس جو آگے بڑھے گا وہ انعام لے جائے گا اور جو آگے نہیں بڑھتا وہ اپنی موت آپ مرتا ہے اور جو شخص خودکشی کرتا ہے اُسے کوئی دوسرا بچا نہیں سکتا۔" [1]

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ کی تربیتی کلاس نمبر ۵

نوجوانانِ احمدیت میں دینی تعلیم کو فروغ دینے میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی تربیتی کلاس نے ہمیشہ ایک مؤثر کردار ادا کیا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اِس کلاس کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خاص ہدایت کے ماتحت خاص نصاب تیار کیا گیا اور حضور کے منتخب فرمودہ اساتذہ ہی تعلیم دینے پر مقرر کئے گئے جس سے اِس کلاس کی افادیّت و اہمیّت میں نمایاں اضافہ ہوُا۔ ۱۹۵۳ء میں یہ پندرہ روزہ تربیتی کلاس جو پاکستانی دَور کی پانچویں کلاس تھی، ۲۷؍ اکتوبر سے ۱۱؍ نومبر تک ربوہ میں جاری رہی جس میں سات خدام شامل ہوئے۔

(۱) شیخ ارشاد احمد صاحب اوکاڑہ (۲) شیخ حمید احمد صاحب چنیوٹ (۳) محمد ہارون خان صاحب ربوہ (۴) ناصر احمد خاں صاحب ربوہ (۵) حامد نور صاحب ربوہ (۶) مولوی بشیر احمد صاحب منیر کراچی (۷) محمد لطیف صاحب شاکر کوئٹہ۔

اِس کلاس میں اوّل الذکر پانچ نمائندگان ہی آخر وقت تک شامل رہے اور دوسرے نمائندوں کو کلاس کے دَوران ہی رخصت لے کر واپس جانا پڑا۔ اِس کلاس میں محمد ہارون صاحب نے ۳۶/۴۸۰ نمبر حاصل

---

[1] "الفضل" ۲۳؍ مئی ۱۹۶۱ء / ہجرت ۱۳۴۰ ہش صفحہ ۳ تا ۶۔

کر کے اوّل اور ناصر احمد صاحب ۲۳۵/۴۸۰ نمبر حاصل کر کے دوم رہے۔ یہ زمانہ مالی اعتبار سے خدام الاحمدیہ کیلئے بہت تنگی کا زمانہ تھا اِس لئے کلاس میں شامل ہونے والے خدّام کے اخراجات بھی مجلسِ متعلقہ کو ہی برداشت کرنے پڑتے تھے البتہ مجلسِ مرکزیہ نے یہ سہولت ضرور دے رکھی تھی کہ جو مجلس چندہ سالانہ اجتماع سَو فیصدی ادا کر دے گی اُس سے نمائندہ کا خرچ نہیں لیا جائے گا۔ صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے کلاس سے پہلے یہ ہدایت جاری فرمائی کہ ہر مجلس کو کم از کم ایک نمائندہ ضرور بھجوانا چاہیئے۔ نمائندے کے انتخاب کے وقت اِس امر کا خاص خیال رکھا جائے کہ وہ کم از کم مڈل پاس ہو۔ اُردو لکھ پڑھ سکتا ہو اور قرآن مجید ناظرہ جانتا ہو تاکہ کلاس میں نوٹ لے سکے[1]

محمد ہارون صاحب نمائندہ ربوہ حلقہ دارالصدر نے اِس کلاس سے متعلق اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا:-

”سلسلہ کے ایسے مسائل و عقائد جو کہ میری سمجھ سے بالا تھے اس کے علاوہ فقہ کے ایسے مسائل جن کا مجھے مرکز میں رہتے ہوئے بھی علم نہ تھا اور جن کو میں ایک عرصہ سے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا فاضل اساتذہ کی دلی کاوشوں اور پسندیدہ طریقہ ہائے تعلیم سے اِس مختصر عرصہ میں سمجھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہ کرام کے لیکچر اتنے رُوح پرور اور ایمان افروز تھے کہ زبانِ قلم اُس کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔“[2]

فصل ہشتم

شاہ ابنِ سعود کی المناک وفات پر حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے تعزیت

شاہ عبدالعزیز ابن سعود جو نجد و حجازِ مقدّس کے بادشاہ اور عالمِ اسلام کے نہایت جری، زبردست

۱؎ رسالہ ”خالد“ اکتوبر ۱۹۵۳ء / اخاء ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۳۷ و دسمبر ۱۹۵۳ء / فتح ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۲۴ ۞

۲؎ رسالہ ”خالد“ ربوہ جنوری ۱۹۵۴ء / صلح ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۲۳ ۞

مُدبّر اور مرنجاں مرنج اور جدید جنگی فنون کے ماہر اور بین الاقوامی سیاست کے خم وپیچ سے واقف تھے اِس سال ۱۰ر نومبر ۱۹۵۳ء کو انتقال کر گئے۔ تمام عرب ملکوں نے اپنی سرکاری تقریبات ملتوی کر دیں اور قاہرہ، دمشق اور عمان کے ریڈیو سٹیشنوں سے عام پروگرام کی بجائے قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دی گئی۔ تمام عرب ملکوں نے اڑتالیس گھنٹوں تک سوگ منایا نیویارک میں اقوامِ متحدہ کا پرچم شاہ ابنِ سعود کے ماتم میں سرنگوں رہا[1]

صاحب الجلالۃ شاہِ مملکت سعودیہ عبدالعزیز ابنِ سعود جیسے بیدار مغز، نیک دل اور شریف بادشاہ کے عہدِ حکومت میں اتحاد بین المسلمین کی تحریک کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔ انہوں نے ۱۹۳۵ء میں جب ایک غیر مسلم کمپنی کو پٹرول وغیرہ کا ٹھیکہ دینے کا معاہدہ کیا تو احراری آرگن "مجاہد" نے اس پر بہت تنقید کی یہانتک الزامات عائد کئے کہ شاہ ابنِ سعود انگریزوں کے زیرِ اثر ہیں اور عرب کے خارجی معاملات پر برطانیہ کا قبضہ ہے جس کے اشارے پر یمن اور نجد کی جنگ ہوئی تھی مگر جماعتِ احمدیہ ہمیشہ ہی اِس ہنگامہ آرائی سے الگ رہی اور حضرت مصلح موعودؓ نے ۳۰ر اگست ۱۹۳۵ء کے خطبہ جمعہ میں شاہ کے خلاف اِس پروپیگنڈا پر دلی رنج کا اظہار کیا اور فرمایا "اِس سے سلطان ابنِ سعود کی طاقت کمزور ہو گی اور جب اُن کی طاقت کمزور ہو گی تو عرب کی طاقت بھی کمزور ہو جائے گی۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ دعاؤں کے ذریعہ سے سلطان کی مدد کریں اور اسلامی رائے کو ایسا منظم کریں کہ کوئی طاقت سلطان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کی جرأت نہ کر سکے"[2]

جلالۃ الملک ابنِ سعود کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رہے گا کہ انہوں نے حج بیت اللہ کے دروازے ہر کلمہ گو مسلمان کے لئے ہمیشہ کھلے رکھے۔ ایک بار "الفضل" کے سیاسی نامہ نگار نے جلالۃ الملک سے مکہ معظمہ میں ملاقات کی تو اُنھوں نے جماعتِ احمدیہ کی نسبت فرمایا کہ تبلیغِ اسلام میں مدد دینا ہمارا کام ہے اور احمدیوں کی نسبت جب سُورت کے ایک اہلِ حدیث نے شکایت کی کہ یہ ایک اَور نبی کے ماننے والے ہیں تو سلطان نے کہا یہ تو شرک فی النبوّۃ کرتے ہوں گے مگر یہاں تو شرک فی التوحید کرنے والے بھی آتے ہیں پھر احمدیوں کو مکہ سے نکالنے کی تجویز پر پُوچھا کیا یہ کعبۃ اللہ کو بیت اللہ سمجھ کر حج کے لئے آتے ہیں؟ جواب میں "ہاں" سُنکر فرمایا "تو کیا یہ عبدالعزیز کے باپ کا گھر ہے جس سے مَیں نکال دوں؟ یہ خدا کا گھر

---

[1] روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۱۲ر نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱ ﴿ [2] "الفضل" قادیان ۳ر ستمبر ۱۹۳۵ء صفحہ ۹، ۱۰

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "تاریخ احمدیت جلد ہشتم" صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۳)﴿

ہے۔" [1]

جمعیت العلمائے ہند سے خصوصی رابطہ رکھنے والے ایک صاحبِ علم اور صاحبِ قلم نے ہفت روزہ "صدقِ جدید" لکھنؤ مورخہ ۶ر اگست ۱۹۶۵ء صفحہ ۶ میں شاہ عبدالعزیز ابنِ سعود کے زمانے کا یہ واقعہ بایں الفاظ لکھا کہ "حجرہ نشین مولویوں نے مرحوم سے کہا کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اس لئے انہیں حجازِ مقدس سے نکال دیا جائے۔ مرحوم نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ قادیانی حج کو اسلام کا رُکن اور اس کو فرض سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ اس پر مرحوم نے فرمایا کہ جو شخص حج کی فرضیّت کا قائل ہے اور اُسے اسلام کا اہم رُکن سمجھتا ہے اُسے حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ یہ واقعہ ہم نے مرحوم کی زندگی میں خود بعض مولویوں کی زبانی سُنا تھا ممکن ہے کہ بعض اخبارات میں بھی شائع ہؤا ہو۔"

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کو دُنیائے اسلام کی اِس عظیم شخصیّت کے المناک اِنتقال پر بہت صدمہ ہؤا اور آپ نے ۱۱ر نومبر ۱۹۵۳ء کو اپنی اور جماعتِ احمدیہ کی طرف سے سعودی عرب کے نئے سلطان ہزمیجسٹی شاہ سعود بن عبدالعزیز کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار فرمایا اور دُعا کی اللہ تعالیٰ اُن کی رہنمائی کرے۔ اِس سلسلہ میں حضور نے ربوہ سے جو برقیہ ارسال فرمایا اُس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

"ہزمیجسٹی شاہ سعودی عرب —— ریاض !

مَیں اپنی اور جماعتِ احمدیہ کی طرف سے آپ کے نامور والد کی وفات پر آپ سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محبوب و مقدّس ملک عرب کو امن اور ترقّی سے نوازے اور تمام امور میں آپ کی رہنمائی فرمائے اور آپ کے کندھوں پر جو بوجھ ڈالا گیا ہے اُسے برداشت کرنے میں آپ کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعتِ احمدیہ۔ ربوہ۔ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۵۳ء" [2]

مجلّہ اسلامیہ "البشریٰ" حیفا فلسطین نے اپنی اشاعت ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۵۳ء

---

[1] روزنامہ "الفضل" قادیان ۲۴ر جولائی ۱۹۳۵ء صفحہ ۵ کالم ۳، ۴۔

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۸ر نومبر ۱۹۵۳ء / ۱۸ر نبوت ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۱۔

کے صفحہ ۱۷۹ پر اس برقیہ پیغام کا عربی ترجمہ شائع کیا جو یہ ہے :-

"حَضْرَةُ صَاحِبِ الْجَلَالَةِ مَلِكِ الْعَرَبِيَّةِ السَّعُوْدِيَّةِ — اَلرِّيَاض

بِالْاِصَالَةِ عَنْ نَفْسِيْ وَ بِالنِّيَابَةِ عَنِ الْجَمَاعَةِ الْاَحْمَدِيَّةِ أُعَزِّيْكُمْ بِوَفَاةِ وَالِدِكُمُ الْعَظِيْمِ ـ وَنَسْئَلُ اللّٰهَ أَنْ يَّتَغَمَّدَهٗ بِرَحْمَتِهٖ ـ وَ نَدْعُوا اللّٰهَ اَنْ يُّشَرِّفَ مُلْكَنَا الْمُقَدَّسَ وَالْمَحْبُوْبَ الْجَزِيْرَةَ الْعَرَبِيَّةَ بِالْاَمْنِ وَالتَّرَقِّيْ ـ وَيُرْشِدَكُمْ فِيْ جَمِيْعِ الْاُمُوْرِ ـ وَيُعِيْنَكُمْ عَلٰى حَمْلِ ذٰلِكَ الْعِبْءِ الثَّقِيْلِ الَّذِيْ قَدْ اُلْقِيَ عَلٰى عَاتِقِكُمْ ـ وَيَكُوْنَ حَافِظَكُمْ وَ نَاصِرَكُمْ ـ

مِيْرْزَا بَشِيْرُ الدِّيْن مَحْمُوْد اَحْمَد اِمَامُ الْجَمَاعَةِ الْاَحْمَدِيَّةِ

ربوة فی ۱۱ نوفمبر سنة ۱۹۵۳"

صاحب الجلالۃ شاہ سعود بن عبد العزیز کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کو اس تعزیت نامہ کے جواب میں حسبِ ذیل برقیہ موصول ہوا :-

"جدّة

مرزا بشیر الدین محمود احمد امام الجماعة الاحمدیّة — ربوة

نَشْكُرُكُمْ وَطَائِفَتَكُمْ عَلٰى تَعْزِيَتِكُمْ وَمُشَارَكَتِكُمْ فِيْ مُصَابِنَا الْعَظِيْمِ ـ

سعود بن عبد العزیز" [1]

ترجمہ :- آپ کی تعزیت پر اور ہمارے اس عظیم صدمہ میں آپ کی شرکت پر ہم آپ کا اور آپ کی جماعت کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

---

[1] مجلّہ اسلامیہ "البشریٰ" حیفا، فلسطین نومبر ۱۹۵۴ء
روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۹ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱

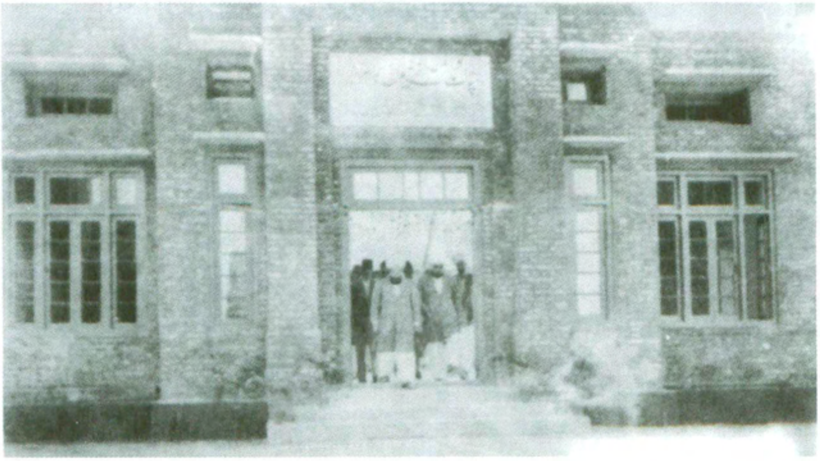

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ تحریک جدید کے دفاتر کا معائنہ فرمارہے ہیں

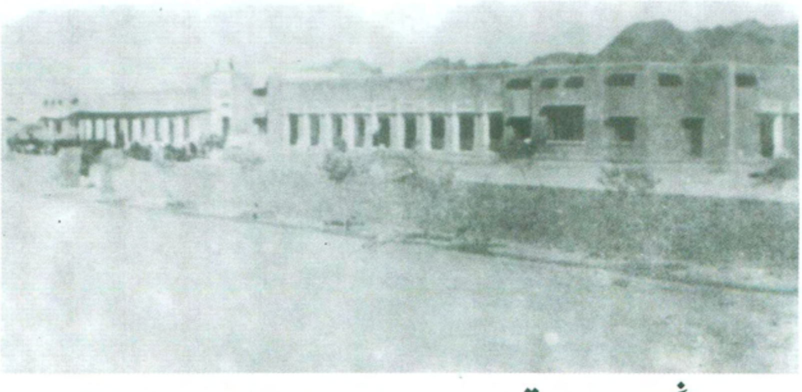

صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر کے افتتاح کے مناظر

دوسرا باب

فصل اوّل

مرکزی دفاتر کا افتتاح اور حضرت مصلح موعودؓ کا بصیرت افروز خطاب

ربوہ میں صدر انجمن احمدیہ پاکستان اور تحریکِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان کے مستقل مرکزی دفاتر کی بنیاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کے مقدس ہاتھوں سے ۳۱ ماہِ ہجرت ۱۳۲۹ ہش / ۳۱ مئی ۱۹۵۰ء کو رکھی گئی تھی۔ اِس کے کچھ عرصہ بعد تعمیر کا کام شروع ہُوا۔ اِس دَوران صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے کارکنان اپنے عارضی کچے دفاتر میں ہی کام کرتے رہے[1]۔ مرکزی دفاتر کی عمارات خدا تعالیٰ کے فضل سے پایۂ تکمیل

---

[1] یہ مرکزی دفاتر ابھی زیرِ تعمیر تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ نے مشاورت ۱۹۵۲ء کو خطاب کرکے فرمایا:۔

"عمارت کی تاریخ اور ریکارڈ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ربوہ کی تمام عمارات میری ممنونِ احسان ہیں۔ چاہے ناظر یہ کہہ دیں کہ مَیں بڑا ظالم ہوں لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی ایک عمارت بھی نظارت نے بنوائی ہے۔ مَیں نے روزانہ سختیاں کرکرکے اور یہ کہہ کرکہ جب تک فلاں عمارت نہ بنے کارکن دو گھنٹہ زائد وقت دفاتر میں بیٹھیں۔ یہ عمارتیں بنوائی ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کا کام مَیں نے سب سے اچھے آدمی کو دیا تھا اور ادھر تحریکِ جدید کے دفاتر کا کام مَیں نے چوہدری فقیر محمد صاحب مرحوم کے سپرد کیا تھا مگر دونوں دفاتر والوں نے سُستی سے کام لیا ہے۔ اس وقت یہ شکوہ تھا کہ اینٹیں نہیں ملتیں۔ اب اینٹیں ملنے لگ گئی ہیں بلکہ شکایت ہے تو یہ کہ اینٹیں اُٹھائی نہیں جاتیں اینٹیں بہت زیادہ ہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

کو پہنچ گئیں اور صدر انجمن احمدیہ و تحریکِ جدید کے دفاتر اپنی مستقل عمارات میں منتقل ہوئے تو ضروری سمجھا گیا کہ سیّدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی جائے کہ حضور اِس موقعہ پر تشریف لاکر اجتماعی دعا فرمائیں تا اللہ تعالیٰ اِن نئی عمارات کو سلسلہ کے لئے بابرکت بنائے اور کارکنوں کو اخلاص اور قربانی اور فدائیت کے جذبات کے ساتھ خدمتِ دین کی توفیق بخشے چنانچہ ۱۶ ماہِ نبوت ۱۳۳۲ ہش/۱۶ نومبر ۱۹۵۳ء کو جبکہ صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر نئی عمارت میں منتقل ہو رہے تھے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ناظرِ اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضورؓ کی خدمتِ بابرکت میں اطلاع بھجوائی گئی کہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ نئی عمارت میں منتقل ہو رہے ہیں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اِس نئی عمارت کو سلسلہ کے اداروں اور کارکنوں کیلئے مبارک اور مثمر ثمراتِ حسنہ کرے نیز لکھا کہ ارادہ ہے کہ جب پورا ٹھکاؤ ہو جائے تو اس وقت حضورؓ کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ موقعہ پر تشریف لاکر اجتماعی دعا فرمائیں۔

چنانچہ جب دفاتر کا تمام سامان نئی عمارت میں منتقل ہو چکا تو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے وکالتِ علیا اور انجمن تحریکِ جدید کے مشورہ کے ساتھ حضورؓ کی خدمت میں مشترکہ درخواست ارسال کی کہ اگر حضورؓ پسند فرمائیں تو صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے دفاتر کی افتتاحی دُعا کے لئے ۱۹ نومبر ۱۹۵۳ء (مطابق ۱۹ ماہِ نبوت ۱۳۳۲ ہش) بروز جمعرات صبح دس بجے کا وقت رکھ لیا جائے۔ حضورؓ نے منظوری مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "ایسے موقعہ پر کچھ غرباء کے لئے اور کچھ خوشی کے لئے بھی خرچ کر لیا جائے تو کچھ حرج نہیں"۔ حضورؓ کی منظوری حاصل ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب قائم مقام وکیلِ اعلیٰ نے اِس افتتاحی تقریب کا باقاعدہ پروگرام مرتب کیا جو مندرجہ ذیل شقوں پر مشتمل تھا:۔

اوّل۔ ہر دو دفاتر کی درمیانی سڑک پر غربی دروازوں کے سامنے ناظر صاحبان صدر انجمن احمدیہ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بہر حال اگلے سال تک ہال بن جانا چاہیئے۔ روپیہ منظور ہے اور دفاتر کی جگہ پر نشان لگا دیا گیا ہے۔ اِس سال دفاتر مکمل ہو جانے چاہئیں تاکہ اگلے سال مجلسِ شوریٰ کا اجلاس وہاں ہو سکے"۔

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۲ء صفحہ ۱۱۹)

وکلاء صاحبان تحریکِ جدید حضور ایدہ اللہ کا اِستقبال کریں گے۔

دوم۔ استقبال کے بعد حضورؓ پہلے دفاتر تحریکِ جدید میں تشریف لے جائیں گے اور نئی عمارت کے کمروں کا معائنہ فرمائیں گے۔ معائنہ کے وقت سارا عملہ اپنے اپنے کمروں میں حسبِ دستور کام کرتا رہے گا البتہ وکیل اعلیٰ صاحب تحریکِ جدید حضور کے ساتھ ہوں گے اور ہر صیغہ کا وکیل یا افسر اپنے اپنے کمرے کے دروازہ پر حضور کا استقبال کر کے حضور کو اپنے اپنے کمرہ کا معائنہ کرائے گا۔

سوم۔ معائنہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور تحریکِ جدید کے ہال میں تشریف لے جائیں گے اور وہاں افتتاحی دعا فرمائیں گے۔ اِس موقعہ پر تحریکِ جدید کے تمام کارکنان دعا میں شریک ہوں گے۔

چہارم۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ دفاتر تحریکِ جدید میں افتتاحی دعا سے فارغ ہو کر حضور دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں تشریف لائیں گے اور دفاتر کے کمروں کا معائنہ فرمائیں گے۔ اس وقت صرف ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ کو حضور کی معیّت کا شرف حاصل ہو سکے گا اور انجمن کا باقی عملہ اپنے اپنے کمروں میں حسبِ معمول کام کرتا رہیگا البتہ ہر کمرہ کے دروازہ پر متعلقہ ناظر یا افسر صیغہ حضور کا استقبال کر کے اپنے اپنے کمرہ کا معائنہ کرائے گا۔

پنجم۔ اِس معائنہ سے فارغ ہونے کے بعد تلاوت قرآن مجید اور دُرِّ ثمین سے کوئی نظم پڑھی جائیگی اور پھر حضور کی خدمت میں صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کی طرف سے ایڈریس پیش کئے جائیں گے جس میں ہر دو انجمنوں کے عملہ کے علاوہ صحابہ اور مہمانان و دیگر حاضرین شریک ہوں گے۔

ششم۔ بالآخر احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں تحریکِ جدید اور صدر انجمن احمدیہ کی ایک متحدہ پارٹی ہو گی جس میں مختصر سا ناشتہ پیش کیا جائے گا۔

ہفتم۔ حضور کی تشریف آوری پر دو بکرے دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور دو بکرے دفاتر تحریکِ جدید کی جانب سے بطور صدقہ ذبح کئے جائیں گے۔ ان میں سے ایک ایک بکرا تو صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کی طرف سے ہو گا اور ایک ایک بکرا ہر دو اداروں کے عملہ کی طرف سے ہو گا۔

ہشتم۔ معائنہ کے وقت ہر دو عمارتوں پر حکومتِ پاکستان کا جھنڈا اور لوائے احمدیت لہرائے جائیں گے۔

نہم۔ مشترکہ جلسہ اور اجتماعی دعا کے لئے احاطہ صدر انجمن احمدیہ میں ایک وسیع شامیانہ لگایا جائے گا اور دوستوں کو اِس تقریب میں شمولیّت کے لئے دعوت نامے جاری کئے جائیں گے جن میں ذیل کے طبقات کو

خصوصیت سے ملحوظ رکھا جائے گا:۔

۱۔ وہ صحابہ کرام جو ربوہ میں موجود ہیں۔

۲۔ مختلف تعلیمی ادارہ جات کے نمائندے۔

۳۔ سلسلہ کے وہ مہمان جو عارضی طور پر باہر سے ربوہ میں آئے ہوئے ہوں۔

۴۔ ربوہ کے غرباء اور مساکین میں سے ایک حصّہ۔

اِس پروگرام کے عین مطابق صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے دفاتر کو مناسب طریق پر سجایا گیا اور ان کی عمارتوں پر حکومتِ پاکستان کا جھنڈا اور لوائے احمدیت لہرایا گیا۔جگہ جگہ خوشنما قطعات اور بورڈ آویزاں کئے گئے اور جابجا گملے رکھے گئے۔حضور کے استقبال کے لئے دفاتر کے گیٹ پھولوں اور پتّوں سے مزیّن کئے گئے اور احاطہ دفاترِ صدر انجمن احمدیہ میں ایک شامیانہ نصب کیا گیا جس کے نیچے آنے والے معزّزین کے لئے کئی سَو کُرسیاں اور کوچ قرینہ کے ساتھ لگائے گئے اور لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام کیا گیا۔

افتتاح کے لئے ۱۹ ماہِ نبوّت / نومبر کی تاریخ مقرر تھی۔ اس دن ٹھیک دس بجے سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ رضی اللہ عنہ دفاتر کے معائنہ اور افتتاحی دُعا کے لئے کار میں تشریف لائے۔ اِس موقعہ پر پروگرام کے مطابق چار بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے اور اُن کا گوشت غریبوں میں تقسیم کیا گیا۔ ہردو دفاتر کی درمیانی سٹرک پر غربی گیٹوں کے سامنے تحریکِ جدید کے وکلاء اور صدر انجمن احمدیہ کے ناظر حضورؓ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔حضور مطابق پروگرام پہلے دفاتر تحریکِ جدید کے احاطہ میں تشریف لے گئے جہاں تھوڑی دیر کے لئے اطفال الاحمدیہ نے عنایت اللہ صاحب انسٹرکٹر کی سرکردگی میں پی ٹی کا مظاہرہ کیا جو حضورؓ نے ملاحظہ فرمایا اور پھر دفاتر تحریکِ جدید کے اندر تشریف لے گئے اور کمروں کا معائنہ فرمایا معائنہ کے وقت تمام عملہ اپنے اپنے کمروں میں حسبِ ہدایت کام کرتا رہا صرف قائم مقام وکیل اعلیٰ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور ناظر صاحب اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ اور بعض دوسرے دوست حضورؓ کے ہمرکاب تھے۔ دفاتر تحریکِ جدید میں سب سے پہلے حضورؓ دفتر وکالتِ تبشیر میں تشریف لے گئے وہاں دفتر کو ملاحظہ فرمانے کے بعد حضور نے ہدایت فرمائی کہ ہر ملک کے علیحدہ علیحدہ بڑے بڑے نقشے دفتر کی دیواروں پر چاروں طرف آویزاں ہونے چاہئیں تا جماعت کی تبلیغی سرگرمیوں کا ہر وقت صحیح طور پر اندازہ ہوتا رہے۔ اِس معائنہ کے وقت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر و قائم مقام وکیل اعلیٰ موجود تھے۔ اس کے بعد حضور دفتر

تجارت میں تشریف لے گئے جہاں قریشی عبدالرشید صاحب وکیل التجارت نے اپنے دفتر کا معائنہ کروایا۔ پھر حضور وکالتِ تعلیم، وکالتِ صنعت اور دفتر ریویو آف ریلیجنز میں تشریف لے گئے جہاں میاں عبدالرحیم احمد صاحب وکیل التعلیم موجود تھے۔ بعد ازاں حضور نے دفتر سندھ و یجی ٹیبل آئیل، نائب وکالتِ تصنیف، اور وکالتِ قانون کے دفاتر کا معائنہ فرمایا اور کمیٹی رُوم میں تشریف لائے جہاں غیر ملکی طلباء اور شاہدین جمع تھے۔ اس کے بعد دفتر سیکرٹری مجلس تحریکِ جدید، دفتر وکیل الدیوان، دفترِ وکالتِ عُلیا، دفترِ وکالتِ زراعت اور دفتر آڈیٹر تحریکِ جدید کا معائنہ فرمایا۔ دفتر آڈیٹر میں بابو محمد اسمٰعیل صاحب معتبرؓ آڈیٹر تحریکِ جدید موجود تھے۔ پھر حضور نے دفتر امانت جائیداد ملاحظہ فرمایا جہاں ماسٹر فقیر اللہ صاحبؓ افسر امانت موجود تھے۔ پھر حضور نے دفتر وکیل المال ثانی دیکھا جہاں قاضی محمد رشید صاحب وکیل المال موجود تھے۔ پھر دفتر وکیل المال اوّل میں حضور تشریف لے گئے جہاں چوہدری برکت علی خاں صاحبؓ وکیل المال اوّل نے حضور کو اپنے دفتر کا معائنہ کروایا۔ اِس معائنہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور پھر دفاتر تحریکِ جدید کے ہال میں تشریف لے گئے۔ اس وقت تمام کارکنان تحریکِ جدید کے ہال میں جمع ہوگئے اور حضور نے دفاتر تحریکِ جدید کے بابرکت ہونے کے لئے افتتاحی دُعا فرمائی۔ دعا سے فارغ ہو کر حضور ساڑھے دس بجے دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں تشریف لائے اور تمام دفاتر کا معائنہ فرمایا اس وقت حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ناظرِ اعلیٰ اور حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ ایڈیشنل ناظرِ اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ اور صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بھی ساتھ تھے۔ انجمن کا باقی عملہ اپنے اپنے کمروں میں کام کرتا رہا۔

حضور سب سے پہلے عمارت کے غربی جانب نظامت جائیداد کے دفتر میں تشریف لے گئے جہاں چوہدری صلاح الدین صاحب ناظم جائیداد اپنے عملہ کے ساتھ موجود تھے پھر حضور نے نظارت علیا اور حفاظت مرکز کے دفاتر کا معائنہ فرمایا۔ اس کے بعد حضور انگریزی ترجمۃ القرآن کے دفتر میں تشریف لائے جہاں ملک غلام فرید صاحبؓ ایم۔ اے موجود تھے۔ پھر دفتر تعلیم و تربیت میں تشریف لے گئے یہاں مولوی محمد دین صاحب ایم۔ اے ناظر تعلیم و تربیت اپنے عملہ کے ساتھ موجود تھے۔ اِس کے بعد حضور نے نظارت دعوۃ و تبلیغ کے دفتر کا معائنہ فرمایا جہاں سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ ناظر دعوۃ و تبلیغ تشریف رکھتے تھے۔ پھر دفتر بیت المال میں تشریف لے گئے جہاں خان صاحب مولوی فرزند علی خان صاحبؓ ناظر بیت المال اپنے عملہ کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔ اِس کے بعد حضور خزانہ اور دفتر

محاسب میں تشریف لے گئے جہاں مکرم میاں عبدالباری صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ نے حضور کا استقبال کیا۔ پھر حضور دفتر بہشتی مقبرہ، دفتر تالیف و تصنیف، دفتر آڈیٹر، دارالقضاء اور دفتر امورعامہ میں تشریف لے گئے بہشتی مقبرہ کے دفتر میں مکرم بابو عبدالعزیز صاحب سیکرٹری مجلس کارپرداز، دفتر تالیف و تصنیف میں مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ انچارج صیغہ تالیف و تصنیف، دفتر آڈیٹر میں مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ، دارالقضاء میں مولانا تاج الدین صاحب رضی اللہ عنہ ناظم دارالقضاء اور امورعامہ میں مکرم کیپٹن ملک خادم حسین صاحب قائمقام ناظر امورعامہ نے حضور کا استقبال کیا اور اپنے اپنے دفاتر کا معائنہ کروایا۔

اِس معائنہ سے فارغ ہونے کے بعد حضور احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں اس سائبان کے نیچے تشریف لے گئے جہاں صحابہ کرام اور سلسلہ کے مہمانان اور تعلیمی ادارہ جات کے نمائندے اور ربوہ کے مدعو حضرات کرسیوں پر تشریف رکھتے تھے۔ تحریکِ جدید اور صدر انجمن احمدیہ کے تمام کارکنان بھی اس جلسہ اور اجتماعی دُعا میں شرکت کے لئے اپنے اپنے دفاتر سے آکر شریک ہو گئے تھے۔

حضور نے سٹیج پر تشریف فرما ہو کر دفاتر صدر انجمن احمدیہ کا نقشہ ملاحظہ فرمایا اور پھر ایک وسیع ہال کی تعمیر کے متعلق جس کی تجویز قادیان میں ہوئی تھی مکرم جناب ناظر صاحب اعلیٰ سے گفتگو فرماتے رہے۔ یہ ہال دفاتر صدر انجمن احمدیہ کے غربی جانب کے میدان میں بننا تجویز ہوا تھا۔ اِس موقع پر حضور نے صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے لئے مزید دو بڑے اور چھوٹے کمروں کی منظوری بھی مرحمت فرمائی کیونکہ دفاتر کی موجودہ عمارت اپنی وسعت کے باوجود صدر انجمن کی وسیع ضروریات اور بڑھتے ہوئے عملہ کے لئے ناکافی ثابت ہو رہی تھی اور باوجود اس کے کہ بعض کمروں میں دو دو دفتر قائم کئے گئے تھے پھر بھی مشکل کا سامنا ہو رہا تھا۔

معائنہ کے بعد اجتماعی دُعا کا پروگرام تلاوت قرآنِ مجید سے شروع ہوا جو جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب رضی اللہ عنہ نے خوش الحانی سے کی۔ آپ نے اِس موقعہ پر سُورۃ الفتح کے پہلے رکوع کی تلاوت کی جو ایک نہایت ہی موزوں انتخاب تھا۔ اِس کے بعد شیخ رشید احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حسبِ ذیل نظم پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔ ؎

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ❊ کوئی دِیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ❊ یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ازاں بعد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب نے تحریکِ جدید کی طرف سے ایڈریس پیش کیا جس میں

بیرونی مشنوں کی وسعت کا ذکر کر کے بتایا کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے تحریکِ جدید کو دُنیا کے کثیر التعداد ملکوں میں اسلام کی خدمت کے لئے مشن قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اِس ایڈریس کے بعد عبدالشکور صاحب سنوز طالبِ علم جامعۃ المبشرین نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل اشعار خوش الحانی کے ساتھ سُنائے ؎

بہار آئی ہے اب وقتِ خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اِس دلستاں میں
ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں
ہُوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

اِس کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے کارکنانِ صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے حضورؓ کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس میں ہجرت کے غیر معمولی دھکے کے باوجود سلسلہ کے کام میں غیر معمولی وسعت کا ذکر کر کے بتایا کہ یہ عظیم الشان عمارت جس کے بنانے کی ہمیں ربوہ میں توفیق ملی ہے اِس بات کی علامت ہے کہ ہمارے علیم و قدیر خدا کا یہ منشا ہے کہ جماعت کے وسیع اور عالمگیر مقصد کے پیشِ نظر ہمیں ہر حال میں اپنے کاموں اور اپنے سامانوں کو وسیع کرتے چلے جانا چاہیئے حتّٰی کہ وہ الہامی بشارت اپنی تکمیل کو پہنچ جائے کہ

"بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید   و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد"

اِس ابتدائی پروگرام کے بعد حضرت المصلح الموعود (رضی اللہ عنہ) نے ایک پُر معارف تقریر فرمائی جو ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔ فرمایا:۔

"مایوسیاں اور ناکامیاں ان لوگوں کو زیادہ شاق گزرتی اور انہیں زیادہ صدمہ پہنچانے والی ہوتی ہیں جو کامیابی کے زمانہ میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ انہیں کبھی مایوسی نہیں آئے گی۔ اِس وجہ

سے ہجرت کا جو صدمہ ہماری جماعت کو پہنچ سکتا تھا اور پہنچا اس میں کوئی دوسری جماعت ہندوستان کی ہو یا پاکستان کی شریک نہیں۔ اور شریک نہیں ہو سکتی تھی۔میری توجہ تو اللہ تعالیٰ نے ۱۹۲۴ء سے ہی ادھر پھیر دی تھی کہ ہمارے لئے اِس قسم کا کوئی صدمہ مقدّر ہے۔ چنانچہ یہ بات میرے ۱۹۳۴ء کے خطبات میں موجود ہے جن میں یہ مضمون بڑے زور سے بیان کیا گیا ہے اور اِس کے بعد اس کی تکرار ہی ہے لیکن ہماری جماعت نے اِس طرف کوئی توجہ نہ کی۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ یہ ان کی کسی غلطی یا کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے تھا بلکہ یہ ان کی مضبوطیٔ ایمان کی وجہ سے تھا۔ ہاں یہ الٰہی کلاموں کی تشریح میں کوتاہی اور غفلت کا ثبوت ضرور تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے الہاموں میں یہ بات موجود تھی کہ قادیان ترقّی کرے گا، بڑھے گا، پھُولے گا اور پھلے گا اور احمدیت اِس جگہ راسخ ہوگی۔ اِس لئے جماعتِ احمدیہ جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہاموں اور پیشگوئیوں پر پورا یقین تھا اِس میں شبہ کرنے کے لئے کبھی بھی تیار نہیں تھی اور یہ ماننے پر آمادہ نہیں تھی کہ قادیان سے انہیں ہجرت کرنا پڑے گی۔ پس اِن کا اِس بُنیاد پر یہ یقین رکھنا کہ چاہے کتنے ہی حوادث ہوں یہ جگہ ہمارے ہاتھ سے نہیں جائے گی ان کے ایمان کا ثبوت ہے لیکن ساتھ ہی اِس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ الٰہی کلاموں اور ان کی تشریحوں میں جو کبھی کبھی تعطّل واقع ہو جایا کرتا ہے اور کبھی کبھی ان کی تعبیر وقتی طور پر ٹل بھی جایا کرتی ہے اِس کے سمجھنے میں اِن کی طرف سے کوتاہی واقع ہوئی۔

جن دنوں قادیان پر حملے ہو رہے تھے اور ہم سب دُعاؤں میں مشغول تھے مَیں ایک دن بہت ہی زور سے دُعا کر رہا تھا کہ مجھے الہام ہُوا اینما تکونوا یأت بکم اللہ جمیعًا۔

مَیں نے اس وقت سمجھ لیا کہ ہمارے لئے عارضی طور پر پراگندگی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جہاں کہیں بھی جاؤ مَیں کسی دن برکت اور یُمن کے ساتھ تم سب کو واپس لے آؤں گا۔ یہ آیت قرآن کریم میں ہے اور درحقیقت یہ مسلمانوں کے ہجرت کے بعد مکّہ واپس آنے پر دلالت کرتی ہے اور اِس میں دونوں پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں ہجرت کی بھی اور ہجرت کے بعد مکّہ واپس آنے کی بھی۔ یعنے پہلے ہجرت ہوگی اور پھر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کامیابی کے ساتھ مکّہ واپس لائے گا۔ نادان لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ ہم قادیان واپس جانا چاہتے ہیں اِس لئے ہم ہندوستان

کے ساتھ سازش کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ حُبّ الوطنی کے خلاف تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں ان کا یہ اعتراض ایسا ہی بیہودہ اور ناپاک ہے جیسے کوئی کہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ کفارِ مکہ سے سازش کر کے مکہ واپس آنا چاہتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خدا نے کہا تھا کہ مَیں تمہیں مکہ واپس لاؤں گا تو اِس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم سازش کے ساتھ یا منت سماجت کر کے اور ذلیل ہو کر جاؤ گے بلکہ یہ کہا تھا کہ تم کامیاب و کامران ہو کر مکہ واپس جاؤ گے۔ پس اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ واپس جانا آپؐ کی کامیابی و کامرانی اور عزت کی دلیل ہے تو یہی بات آپؐ کے خادموں کے لئے بھی عزت اور ان کے مقرب ہونے کی دلیل ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اِس طرح قادیان واپس نہیں لے جائے گا کہ ہم دیانت اور امانت اور حُبّ الوطنی کے جذبات کو ترک کر کے وہاں جائیں بلکہ وہ ہمیں اِس طرح وہاں لے جائے گا کہ ہم دین اور وطن اور حکومت کے لئے عزت کا موجب ہو کر وہاں جائیں گے۔ اِس قسم کے مُعترض محض تنگدلی، عناد اور تعصّب کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں اور ان حقائق کے ماننے سے انکار کرتے ہیں جو ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ الٰہی جماعتوں کے ذریعہ دُنیا میں پیش کئے جا چکے ہیں اور جب یہ حقائق کئی دفعہ الٰہی جماعتوں کے ذریعہ دُنیا میں پیش کئے جا چکے ہیں تو ان کے بارہ میں دھوکا نہیں کھایا جا سکتا۔ پس یہ ایک دھکا تھا جو ہماری جماعت کے لئے پہلے سے مقدر تھا۔ اس وقت جماعت کے بعض لوگ ان لوگوں کو جنہیں مَیں قادیان سے باہر بھجوا رہا تھا یہ کہتے تھے یہ تو چند دن کی بات ہے تھوڑے ہی دِنوں میں یہ حالت دُور ہو جائے گی ورنہ یہ ہو نہیں سکتا کہ قادیان ہمارے ہاتھ سے چلا جائے۔ پھر ان چند دنوں کے لئے اِس قدر پریشانی کی کیا ضرورت ہے۔ قادیان کو چھوڑ کر جانا ایمان کی کمی کی علامت ہے مگر آج یہاں وہ لوگ بھی بیٹھے ہیں جو نظام کے ماتحت قادیان سے باہر آنے والوں پر مُعترض تھے وہ اُس وقت قادیان سے باہر آنا کمیٔ ایمان کی علامت قرار دیتے تھے اور اب وہ خود بھی یہاں موجود ہیں۔ گویا جو بات مَیں نے بتائی تھی وہ صحیح تھی اور جس امر کی طرف اِن کا ذہن جا رہا تھا وہ غلط تھا۔ لازمی طور پر وہ لوگ جو آنے والوں کو کہتے تھے کہ تم کہاں جا رہے ہو یہ تو چند دن کی پریشانی ہے قادیان ہمارے ہاتھ سے نہیں جا سکتا غلطی پر تھے اور ان کی یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہاموں کی تشریح کو نہ سمجھنے اور

ان سے اغماض کرنے کی دلیل تھی۔ اب وہ ان لوگوں کے سامنے یہاں بیٹھے ہیں جنہیں وہ قادیان سے آنے پر ملامت کرتے تھے تو انہیں کس قدر شرم آ رہی ہوگی اور ان کی طبیعت پر یہ بات کس قدر گراں گذر رہی ہوگی کہ وہ لوگ جنہیں وہ کہتے تھے کہ تم بیوقوف ہو کہ قادیان سے باہر جا رہے ہو اب وہ انہیں دیکھ کر کہیں گے کہ آپ کہاں آ گئے۔ بہرحال جس طرح یہ صدمہ جماعتِ احمدیہ کو پہنچا ہندوستان اور پاکستان کی کسی اَور جماعت کو نہیں پہنچا۔ پھر ہم نے یہ تجویز کی کہ ہم ایک نیا مرکز بنائیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے بتا دیا تھا کہ ہمیں نئے مرکز کی ضرورت ہوگی اور ایک رؤیا میں مجھے صاف طور پر نظر آیا تھا کہ ہم ایک نئی جگہ پر اپنا مرکز بنا رہے ہیں۔ اس وقت بھی اِسی اثر کے نیچے یہ پیشگوئیاں شروع ہوئیں کہ ہمیں نئے مرکز کی کیا ضرورت ہے۔ وہ لوگ ہمارے ساتھ قادیان سے نکل تو آئے تھے لیکن ابھی ان کے اندر یہ خیال باقی تھا کہ یہ چار پانچ ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کی بات ہے اِس کے بعد ہم قادیان واپس چلے جائیں گے لیکن میرا نقطۂ نگاہ یہ تھا کہ چاہے چار ماہ کے لئے ہو یا چار دن کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے ایک مرکز قائم کرنا چاہیئے۔ تم ریل کے تین چار گھنٹے کے سفر میں بھی آرام چاہتے ہو اور سیٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ دین کی اشاعت اور دین کے آرام کا خیال نہ رکھا جائے۔ اِس کے لئے مرکز کی تلاش کیوں نہ کی جائے۔ ایک پراگندہ جماعت اشاعتِ دین کا کام نہیں کرسکتی۔ جو جماعت یہ خیال کرتی ہے کہ دس بارہ ماہ اشاعتِ دین کا کام نہ ہؤا تو کیا ہؤا وہ جماعت جیتنے والی نہیں ہوتی شکست خوردہ ذہنیّت کی مالک ہوتی ہے۔ کام کرنے والی اور اپنے مقصد کو پُورا کرنے والی جماعت وہ ہوتی ہے جو کہے کہ ہمارا ایک دن بھی ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔ پھر مَیں نے ان لوگوں کو بتایا کہ دیکھو اتنی بڑی مصیبت ایک دو دن کے لئے نازل نہیں ہؤا کرتی یہ ایک وقت چاہتی ہے۔ جب کبھی خدا تعالیٰ نے کسی مصیبت کو جلدی سے ٹلا دینا ہو تو وہ اسی نسبت سے مصیبت کو نازل کرتا ہے۔ دیکھو جب کسی کا باپ مرتا ہے، ماں مرتی ہے یا کوئی اَور رشتہ دار مرتا ہے، جو خاندان کا نگران ہوتا ہے تو کتنی آفت آ جاتی ہے۔ اب خدا تعالیٰ نے یہ قانون نہیں بنایا کہ کوئی صبح مرے تو شام کو جی اُٹھے بلکہ اس کا یہ قانون ہے کہ وہ اگلے جہان میں زندگی پاتا ہے اور اس کے وہ رشتہ دار جو اُس سے ملنے کی تمنّا رکھتے ہیں وہ بھی ایک لمبے عرصہ کے بعد وفات پاکر اس سے ملتے ہیں پہلے نہیں۔ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو سات آٹھ سال کے بعد مکّہ فتح ہوُا اور اس کے بعد بھی خدا تعالے نے ایسے سامان کر دیئے کہ آپؐ مکّہ میں نہیں بسے بلکہ صحابہؓ نے تو نبوّت کے پانچویں سال ہی حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جس کے معنی یہ تھے کہ وہ ۱۶ سال تک وطن سے الگ رہے پھر کہیں جا کر مکّہ فتح ہوُا۔ مگر جب مکّہ فتح ہوُا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی مدینہ کو ہی اپنا مرکز بنائے رکھا گویا ان کے لئے ہمیشہ کے لئے ہجرت ہو گئی۔ تو مَیں نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ یہ تین چار ماہ کی بات نہیں اور اگر یہ تین چار ماہ کی بات بھی ہو تب بھی جب تم تھوڑی دیر کے لئے بھی اپنے لئے آرام چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ کے دین اور اشاعت کے لئے سالوں انتظار کیوں کیا جائے۔ بہر حال ایک طبقہ کی مخالفت کے باوجود جماعت نے یہی فیصلہ کیا کہ میری رائے ہی ٹھیک ہے اور ہمیں مرکز بنانا چاہیئے۔ چنانچہ یہ جگہ جو میری بعض پُرانی خوابوں سے مطابقت رکھتی تھی مرکز کے لئے تجویز کی گئی۔ جو لوگ یہاں بیٹھے ہیں ان میں سے تھوڑے ہی ہیں جنہوں نے اِس جگہ کو ابتدائی حالت میں دیکھا اکثر نے اِسے ابتدائی حالت میں نہیں دیکھا۔

ابتدائی حالت میں یہاں بسنے والے غالباً ۳۵ آدمی تھے ان کے لئے سڑک کے کنارے خیمے لگائے گئے تھے جہاں اب بھی بعض کمرے بنے ہوئے ہیں۔ ان میں ابتدائً لنگر بنا تھا اب وہ سٹور کا کام دیتے ہیں۔ ایک سال کے قریب وہاں گذارا۔ پھر لاکھوں روپے خرچ کر کے ہم نے عارضی مکان بنائے تا ان میں وہ لوگ بسیں جنہوں نے شہر آباد کرنا ہے۔ پھر لاکھوں روپے خرچ کر کے یہ بلڈنگس بنیں جو اَب تمہیں نظر آتی ہیں۔ اِس عظیم الشّان صدمہ کے بعد جماعت نے اتنی جلدی یہ جگہ اِس لئے بنائی تا کہ وہ مل کر رہ سکیں۔ اکٹھے رہ کر مشورے کر سکیں۔ سکول اور کالج بنائیں تا کہ اُن کی اولاد تعلیم حاصل کرے۔ اِس کے مقابلہ میں وہ لوگ جن کو اتنا صدمہ نہیں پہنچا ان میں سے کوئی جماعت بھی اپنا مرکز نہیں بنا سکی۔ بعض مُعترض کہتے ہیں کہ ہمارا یہاں ایک علیحدہ جگہ بس جانا ملک سے بیوفائی کی علامت ہے۔ یہ نہایت ہی احمقانہ خیال ہے کیونکہ ایک قِسم کے کام کرنے والوں کے لئے اکٹھا رہنا ضروری ہوتا ہے چاہے وہ حُبّ الوطنی میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ دوسرے شہروں میں جاؤ وہاں تم دیکھو گے کہ تمام نیچہ بند اکٹھے رہتے ہیں۔ نائی اکٹھے رہتے ہیں۔ دھوبی اکٹھے رہتے ہیں۔ موچی اکٹھے رہتے ہیں کیونکہ انہیں اپنے کام کے سلسلہ میں ایک دوسرے

کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ لوگ اکٹھے نہ رہیں تو بہت سی مشکلات کا سامنا ہو مثلاً اگر ایک نائی بیمار ہو جائے اور اس کا قائمقام وہاں موجود نہ ہو تو لوگوں کو کتنی دقت کا سامنا ہو۔ ایک دھوبی کا مسالہ ختم ہو جائے تو وہ اپنے ساتھیوں سے مانگتا ہے۔ اگر اس کے قریب دوسرے دھوبی نہ ہوں تو اس کے کام میں روک پیدا ہو جائے۔ نیچہ بندی کے سلسلہ میں بھی بعض چیزیں ختم ہو جاتی ہیں تو نیچہ بند اپنے ہمسایوں اور اپنے قریب رہنے والوں سے مانگ لیتے ہیں۔ اگر ایک نیچہ بند ایک شہر میں رہتا ہو اور دوسرا دوسرے شہر میں تو وقتی ضرورت کے وقت کیا وہ دوسرے شہروں میں جاکر وہاں کے نیچہ بندوں سے وہ چیزیں مانگے گا۔

غرض ایک ہی کام کرنے والوں یا ایک ہی قسم کے پیشہ وروں کا اکٹھا رہنا ضروری ہے اور یہ معاشرتی اور اقتصادی حالت کا نتیجہ ہے حُبّ الوطنی کی کمی کا نتیجہ نہیں۔ کراچی اور لاہور کے شہروں میں دیکھ لو کیا ایک ہی پیشہ والے لوگ اکٹھے نہیں رہتے۔ ہم تو اب بھی اِس بات کے قائل ہیں کہ جو لوگ مشرقی پنجاب سے آئے ہیں ان میں سے جن کے آپس میں تعلقات تھے انہیں یہاں آکر الگ الگ قصبات بسانے چاہیئے تھے۔ مَیں نے تو ۱۹۴۷ء میں یہاں تک کہا تھا کہ اُردو دانوں کی بھی الگ بستی ہونی چاہیئے تاکہ ان کی زبان خراب نہ ہو۔ اب اگر میری تجویز کے مطابق اُردو دان الگ شہر آباد کرلیں تو کیا یہ لوگ کہیں گے کہ ان کا ایسا کرنا حُبّ الوطنی کی کمی کی وجہ سے ہے حالانکہ انہوں نے الگ شہر اِس لئے آباد کیا ہوگا تاکہ زبان کی سی قیمتی چیز ضائع نہ ہو حقیقت یہ ہے کہ موجودہ صورت میں اُردو زبان زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتی۔ اُردو دان پنجابیوں میں بس رہے ہیں اور انکی اولادیں پنجابی زبان سیکھ رہی ہیں۔ ہمارے اپنے رشتہ داروں کی یہی حالت ہے۔ وہ دہلی میں رہتے تھے تو ان کی زبان ٹکسالی زبان سمجھی جاتی تھی۔ ان میں کثرت سے ادیب پائے جاتے تھے۔ وہ ماہرینِ زبان تھے مگر اب وہ اِدھر آگئے ہیں اور ان میں دس بیس گھرانے لاہور میں بس گئے ہیں۔ بعض جیل روڈ پر آباد ہیں بعض شیرانوالہ گیٹ میں ہیں اور بعض میو روڈ پر ہیں یعنی وہ دس بیس گھرانے بھی لاہور کے مختلف علاقوں میں آباد ہیں۔ پنجابی ماحول کی وجہ سے ان کی اولادیں پنجابی زبان سیکھ رہی ہیں۔ اگر کسی بچے کے پیٹ میں درد ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے " اماں میرے ڈِڈھ وچہ پیڑ ہوندی اے " اور مائیں انہیں پنجابی زبان بولتے ہوئے دیکھ کر خوش ہوتی ہیں اور ہنس کر کہتی

ہیں کہ دیکھیں یہ بچہ کس طرح آسانی کے ساتھ پنجابی زبان بولتا ہے۔ گویا خواجہ میر درؔد کا نواسہ، مرزا غالب اور مومن خاں کا بھانجا 'میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے' کی بجائے 'میرے ڈِڈھ وِچ پیڑ ہوندی اے' کہتا ہے اور ماں ہنس کر کہتی ہے دیکھیں ہمیں تو پنجابی بولنی نہیں آتی مگر یہ بچہ خوب پنجابی بول سکتا ہے۔

پس مَیں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ گورنمنٹ تھل کا علاقہ آباد کرنا چاہتی ہے تو اِسے چاہیئے کہ مظفر گڑھ کے علاقہ میں چالیس میل کا علاقہ صرف اُردو دانوں کے لئے وقف کر دے تاکہ جو لوگ قربانی کر کے وہاں آباد ہو سکیں آباد ہو جائیں اور اِس طرح اُردو زبان محفوظ ہو جائے لیکن شاید وہ اُردو دان مجھ سے زیادہ عقلمند تھے کہ وہ اکٹھے ایک جگہ آباد نہ ہوئے تا کل کوئی معترض یہ نہ کہہ سکے کہ ان کا ایک علاقہ میں آباد ہونا حُبّ الوطنی کے خلاف ہے حالانکہ ایک خاص قسم کی تنظیم اور مقصد کو سامنے رکھنے والے لوگ بالعموم ایک ہی جگہ پر اکٹھے رہتے ہیں اور ان کا ایسا کرنا معاشرتی اور اقتصادی حالت کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ کوئی جماعت اخلاق کی تعلیم دیتی ہے کوئی جماعت تصوّف کی طرف مائل ہوتی ہے کوئی جماعت احادیث کو رواج دینا چاہتی ہے اور اسے اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اکٹھا رہنے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اہلحدیث کی ایک شاخ نے دیوبند آباد کیا تھا۔ اِسی طرح بعض جگہیں دوسرے اہلِ حدیث نے بنائی ہیں۔ مثلاً حضرت شیخ احمد صاحب سرہندیؒ کے مریدوں نے بعض جگہیں بنائی ہیں کیونکہ ان کا اپنے مقصد کو پُورا کرنے کے لئے اکٹھے رہنا ضروری تھا اگر وہ لوگ الگ الگ جگہوں پر پھیلے ہوئے ہوں تو وہ سکول اور کالج کس طرح چلا سکتے ہیں۔ اگر وہ لاہور، گوجرانوالہ، گجرات اور لائل پور میں پھیلے ہوئے ہوں اور ان کا کالج لاہور میں ہو تو کیا ان کے لڑکے ان تمام ضلعوں سے لاہور جائیں گے تاکہ وہ اپنے کالج میں تعلیم حاصل کر سکیں یا اگر ایک ہی مقصد رکھنے والے لوگ ضلع لاہور کے مختلف شہروں میں آباد ہوں تو کیا ان کے بچے کسی ایک پرائمری سکول میں اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اور اگر وہ ایک شہر میں رہتے ہوں تو ان کا کالج چل سکتا ہے۔ اگر وہ ایک محلہ میں رہتے ہوں تو ان کا پرائمری سکول چل سکتا ہے لیکن اتنی چھوٹی سی بات بھی ہمارے ملک کے بعض افراد کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم نے تو اُس وقت شور مچایا تھا کہ امرتسر والوں کو بھی الگ شہر آباد کرنا چاہیئے کیونکہ انہوں نے ایک خاص قسم کا ماحول

بنالیا تھا اور بعض خاص قسم کی تجارتیں اِس شہر میں چل رہی تھیں۔ہم نے اس وقت یہ کہا تھا کہ جالندھر، پانی پت اور لدھیانہ والوں کو بھی الگ الگ قصبات آباد کرنے چاہئیں تا کہ خاص قسم کی تجارتیں اور صنعتیں جو ان شہروں میں چل رہی تھیں دوبارہ جاری کی جاسکیں۔ اگر انہیں الگ الگ جگہوں پر بسایا گیا تو وہ مخصوص تجارتیں اور صنعتیں تباہ ہو جائیں گی۔ہم نے اِس بات پر بھی زور دیا تھا کہ زبانِ اُردو کو زندہ رکھنے کے لئے اس کے بولنے والوں کو ایک علیحدہ علاقہ میں آباد کیا جائے اور پھر جو لوگ قربانی کر کے وہاں آباد ہوسکیں آباد ہو جائیں۔ وہاں وہ اپنے سکول بنائیں، کالج بنائیں تا کہ زبان صاف رہے۔ مَیں نے کہا تھا کہ اِس کے لئے چالیس میل کے رقبہ کی ضرورت ہے اِس لئے کہ قریب کا علاقہ زبان پر اثر ڈالتا ہے اگر بیچ میں شہر آباد ہوا اور اِردگرد بھی اس زبان کے بولنے والے آباد ہوں تو شہر کی زبان محفوظ رہے گی بلکہ ممکن تھا کہ اِردگرد کے علاقہ میں بھی اُردو زبان پھیل جاتی اور آہستہ آہستہ اکتالیسویں میل کے علاقہ کے لوگ بھی اُردو بولنے لگ جاتے۔ پھر بیالیسویں میل کے علاقہ والے بھی اُردو بولنے لگ جاتے۔پھر تینتالیسویں میل کے علاقہ والے بھی اُردو بولنے لگ جاتے کیونکہ اُردو ایک علمی زبان ہے اور علمی زبان جلد پھیل جاتی ہے۔

غرض ہم تو یہ تحریک کر رہے تھے کہ ہر تجارت، صنعت اور پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ الگ الگ قصبات آباد کریں بلکہ اُردو دان بھی ایک الگ علاقہ میں آباد ہوں مگر اُلٹا ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم حکومت کے خیر خواہ نہیں اور اِس وجہ سے الگ آباد ہونا چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ شہروں کا بسانا کوئی آسان کام نہیں ہوتا۔تغلق بادشاہ نے اپنے نام پر تغلق آباد بسانا چاہا لیکن باوجود اِس کے کہ وہ سارے ہندوستان کا بادشاہ تھا وہ یہ شہر آباد نہ کر سکا۔پس نئی جگہوں پر شہر بسانا اور پھر کسی سکیم کے ماتحت شہر بسانا آسان کام نہیں ہوتا۔بعض شہر اتفاقی طور پر بس جاتے ہیں لیکن ارادہ کے ساتھ شہر بسانا ہو تو وہ نہیں بستا۔لوگوں نے ہزاروں شہر بسائے جن میں سے صرف بیسیوں رہ گئے ہیں باقی سب اُجڑ گئے۔ صرف بغداد ایسا شہر ہے جسے مسلمانوں نے ارادہ کے ساتھ بسایا تھا اور وہ بس گیا لیکن جو رونق اِس کی پہلے زمانہ میں تھی اب نہیں رہی۔کسی زمانہ میں اِس کی آبادی چالیس لاکھ تھی اب دو لاکھ ہے۔اِسی طرح بعض اَور شہر بھی تھے جو بسائے گئے لیکن ان میں سے اکثر اُجڑ گئے اور ان کی جگہ ایسے شہر ترقی کر گئے جو

اقتصادی وجوہ سے یا پبلک میں ایک خاص رَو چل جانے کی وجہ سے خود بخود آباد ہو گئے تھے۔ پس ہمارا کام ایسا تھا کہ حکومت کو پبلک میں اسے بطور نمونہ پیش کرنا چاہیئے تھا اور ہمیں اِس کارنامہ پر شاباش دینی چاہیئے تھی بلکہ چاہیئے تھا کہ وہ فخر کرتی کہ اِس غریب جماعت نے جو اپنا سب کچھ لٹا کر یہاں آئی تھی ایک الگ شہر آباد کر لیا۔ کئی سوسائٹیاں اپنے ارادہ میں ناکام رہیں، اور ہمیں خدا تعالیٰ نے یہ موقعہ دیا کہ ہم نے باوجود کم مائیگی اور سامان اور ذرائع کے محدود ہونے کے شہر بسا لیا۔ یہ کتنی بڑی خدمت تھی مُلک کی کہ اتنی بڑی تعداد انسانوں کی جو لاہور میں بس رہی تھی ہم نے اسے یہاں آباد کر دیا اور لاہور کی CONGESTION کو دُور کر دیا۔ چھ سات ہزار نفوس کو ہم لاہور سے نکال لائے۔ آخر شہری طور پر یہ کتنا بڑا فائدہ ہے جو ہم نے لاہور کو پہنچایا۔ چاہیئے تھا کہ دوسری جماعتیں بھی ہم سے نمونہ لیتیں مگر بجائے اِس کے کہ وہ ہماری نقل میں قصبات تعمیر کرتے چونکہ وہ یہ کام نہ کر سکے اِس لئے انہوں نے ہم پر بغاوت کا الزام لگا دیا اور کہا کہ وہ جو اڑھائی تین میل کا علاقہ ہے اور ہر قسم کے سامانوں سے محروم ہے ملک کے لئے خطرناک قسم کی سرنگ بن گیا ہے۔ یہ غلط اور کمزور ذہنیت کا مظاہرہ تھا جو کیا گیا۔ تعلیم یافتہ طبقہ کو چاہیئے تھا کہ وہ ایسے معترضین کو اِس بات کی وجہ سے ملامت کرتا اور کہتا کہ تم کیوں بلاوجہ شک کرتے ہو اور ہمیں دھوکہ دیتے ہو۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس نے ان لوگوں کو ایک ایسے کام کی توفیق دی جو قوم اور ملک کے لئے باعثِ صد فخر ہے۔ ترقی کرنے والی قومیں ہمیشہ کام کرنے والوں سے حوصلہ پکڑتی ہیں اور ان سے نمونہ لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ یہ ملک اور قوم کے لئے ترقی کی ایک صورت پیدا کی گئی ہے لیکن ان معترضین نے یہ نمونہ دکھا کر اور یہ کہہ کر کہ اِس قصبہ کی وجہ سے ملک کا امن خطرہ میں پڑ گیا ہے ایک خطرناک کذب سے کام لیا۔ بہرحال ہم سمجھتے ہیں کہ ہم میں زور نہیں تھا، طاقت نہیں تھی۔ ہم بھی ویسے ہی تھے جیسے ہمارے دوسرے مہاجر بھائی ہیں۔ ہمارے سامان بھی کم تھے لیکن اِس کے باوجود خدا تعالیٰ نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اپنے آپکو دُکھ میں ڈالیں اور یہاں آ کر مکان بنائیں اور نہ صرف یہاں مکانات بنائیں بلکہ اپنے چندوں کو بھی قائم رکھیں۔ ناظر صاحب اعلیٰ نے ایڈریس میں کہا ہے کہ ہمارے چندے کم ہو گئے ہیں یہ بات درست نہیں ہمارے چندے کم نہیں ہوئے بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے برابر بڑھ رہے ہیں۔ اگر قادیان کے چندوں کو ملا لیا جائے جہاں دو اڑھائی لاکھ روپیہ کے قریب سالانہ

جمع ہوتا ہے تو چندے پہلے سے زیادہ ہیں اور اگر تحریکِ جدید کے چندوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ اَور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔

بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی دی ہوئی نعمت ہے۔ چاہیئے کہ اِس پر جماعت کے اندر شکریہ کا احساس پیدا ہو۔ ہمیں افسوس ہے کہ دوسرے لوگوں نے ہمارے اِس کام کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔ اگر وہ ہماری نقل کرتے اور بیسؔ گاؤں اَور آباد کر لیتے تو ہم خوش ہوتے کہ انہوں نے پاکستان کی مضبوطی کا ثبوت دیا ہے اور فاتحانہ سپرٹ کا اظہار کیا ہے لیکن کام کرنے کی بجائے دوسروں پر دباؤ ڈالنا شکست کی علامت ہوتی ہے۔ یہ ایک قابلِ فخر کارنامہ تھا کہ اُجڑے ہوئے لوگوں نے ایک شہر بسا لیا اور ہمارا ملک اِس کارنامے پر دوسرے ملکوں میں فخر کر سکتا تھا اور کہہ سکتا تھا کہ آؤ دیکھو ہمارے مہاجروں نے کیسا شاندار کارنامہ سرانجام دیا ہے اور ان لوگوں نے مصائب پر ہنسنے کی توفیق پائی ہے۔

بہرحال جماعت کو چاہیئے کہ وہ دعا کرے کہ ہم جس مقصد کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اسے پُورا کرنے کی توفیق بخشے۔

ہمارا مقصد یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا نام بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ وسیع ہو۔ دینی تعلیم حاصل کرنے والے لوگ یہاں جمع ہوں اور وہ یہاں رہ کر دینی تعلیم حاصل کریں۔ ذکرِ الٰہی، نماز اور روزہ کا چرچا ہو۔ بُری رسومات سے بچنے کی توفیق ملے۔ خدا تعالیٰ ہمیں ان نیتوں اور ارادوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے اور ہمیں ہر شر سے محفوظ رکھے۔ اِس شر سے بھی جو ماحول کی وجہ سے پیدا ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں نظرِ بد سے بچائے اور اس شر سے بھی جو خود ہمارے نفس کے اندر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمیں بیرونی نظر بھی نہ لگے اور اندرونی طور پر بھی ہماری اِصلاح ہو اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان فرائض کو کماحقہٗ پُورا کرنے کی توفیق دے جو ہمارے ذمہ لگائے گئے ہیں اور اسلام اُس وقت ترقی کرے گا جب ہم ان فرائض کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد کئے گئے ہیں اگر ہم ان کے مطابق زندگی بسر نہیں کریں گے تو اسلام ترقی نہیں کر سکتا اور اگر ہم نے اشاعتِ دین کی طرف توجہ نہ کی تب بھی اسلام ترقی نہیں کر سکتا۔

پس تم دُعائیں کرو۔ ذکرِ الٰہی کرو اور اپنے اعمال کی اِصلاح کرو تا خدا تعالیٰ تمہیں اشاعتِ

دین کی توفیق بخشے جو تمہارے ذمہ لگائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حاسدوں کے حسد اور کینہ وروں کے کینے سے محفوظ رکھے۔ وہ تمہارا خود حافظ و ناصر ہو اور تمہیں ان دشمنوں سے بھی بچائے جنہیں تم جانتے ہو اور ان دشمنوں سے بھی بچائے جنہیں تم نہیں جانتے۔" [1]

اِس بصیرت افروز تقریر کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی اور پھر تمام حاضرینِ مجلس اور کارکنان میں شیرینی تقسیم کی گئی اور یہ خوشکن اور رُوح پرور تقریب ختم ہوئی۔ متعدد دوستوں نے اِس تاریخی تقریب کے فوٹو لئے۔

غرض خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تقریب نہایت خیر و خوبی اور عمدگی اور ظاہری و باطنی شان کے ساتھ سرانجام پائی۔ اِس تقریب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے صدر انجمن احمدیہ اور تحریکِ جدید کے جن دوستوں نے سرگرمی سے حصّہ لیا ان میں ہر دو عمارتوں کے نگران حضرت خواجہ عبید اللہ صاحب ایس۔ ڈی۔ او اور چوہدری عبد اللطیف صاحب اوورسیئر اور ان کا عملہ بھی شامل تھا۔ اِس تقریب کی خوشی میں ۲۱ نومبر بروز ہفتہ دفاتر میں عام تعطیل کی گئی۔ [2]

تحریکِ جدید کے پہلے انیس سالہ دَور کا کامیاب اختتام

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے نومبر ۱۹۳۴ء میں تحریکِ جدید کا آغاز فرمایا۔ ابتداءً یہ تحریک تین سالوں کی تھی پھر وہ دس سال تک ممتد کی گئی اور پھر اس کے لئے انیس سال کی حد لگائی گئی جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اِس سال اکتوبر ۱۹۵۳ء میں بخیر و خوبی اختتام کو پہنچی اور تحریکِ جدید کے دَورِ ثانی کے دفترِ اوّل کے سالِ اوّل کا آغاز ہُوا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۷ نومبر ۱۹۵۳ء کے خطبہ میں جو حضور نے مسجد مبارک ربوہ میں ارشاد فرمایا تحریکِ جدید کے انیس سالہ دَورِ اوّل کے پُورے ہونے اور اس کے دوسرے انیس سالہ دَور کے شروع ہونے کا اعلان فرمایا اور اس عالمگیر تبلیغی تحریک میں شرکت کرنے والوں کی نسبت ایک مستقل اور دائمی ہدایت بھی جاری فرمائی جو حضور کے الفاظ میں حسبِ ذیل تھی:۔

"میں نے سوچا ہے کہ اب تحریکِ جدید کی یہ شکل کر دی جائے کہ ہر دفتر جو بنے گا اس کے دَورِ اوّل اور دَورِ ثانی بنتے چلے جائیں اور ہر ایک ۱۹ سال کا ہو۔"

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ تا صفحہ ۵۔

[2] روزنامہ "المصلح" ۲۷ نبوت ۱۳۳۲ ہش / ۲۷ نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳، ۵۔

نیز فرمایا:۔

"ہر دَور کے بعد ایک کتاب لکھی جائے جس میں تمام حصہ لینے والوں کے نام محفوظ کئے جائیں اور اس کتاب کو جماعت کی لائبریریوں اور مساجد میں رکھا جائے تا آئندہ آنے والے اِسے پڑھیں اپنی قربانیوں کا اس سے مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ انہوں نے کس رُوح سے کام کیا ہے۔" [1]

حضرت المصلح الموعودؓ کی ہدایت کے ماتحت تحریکِ جدید انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ نے جون ۱۹۵۹ء میں تحریکِ جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین کی مفصل فہرست شائع کر دی جو ۴۸۶ صفحات پر مشتمل اور حضرت چوہدری برکت علی خان صاحب پنشنر وکیل المال تحریکِ جدید کی اَن تھک محنت اور عرق ریزی کا نتیجہ تھی۔

اِس فہرست کا دیباچہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے تحریر فرمایا اور حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل الاعلیٰ تحریکِ جدید نے اُس کے ابتدائی حصہ زیرِ عنوان "تحریکِ جدید" کا سارا مسودہ خود پڑھا منظوری دی اور اس کے اخراجات منظور کرائے۔ مکرم چوہدری عبد الرحیم صاحب چیمہ ہیڈ کلرک نے السّابقون الاوّلون کی اِس کتاب کے صحیح اور بر وقت حسابات بنانے میں حضرت چوہدری برکت علی خان صاحب کی مدد کی۔ بعد ازاں سیّد منعم الحسن صاحب کلرک وکالتِ مال نے ہر مجاہد کے بقایا جات کا حساب بنا کر اس کی وصولی کے لئے خاص جدّوجہد کی۔ اِس مطبوعہ فہرست کے مطابق تحریکِ جدید کے انیس سالہ جہاد میں شرکت کرنے والے مجاہدین کی کُل تعداد ۵۴۴۲ بنتی ہے۔

جماعتِ احمدیہ کے مشہور شاعر جناب عبد المنان صاحب ناہید نے تحریکِ جدید کے کامیاب و کامران اور مظفر و منصور انیس سالہ دَورِ اوّل کے اختتام پذیر ہونے پر درج ذیل نظم کہی:۔

"دفترِ اوّل کا مجاہد اپنے حضور میں"

خدا کی راہ میں مالی جہاد کی تحریک ہے تیرے عزم و فراست کی چمکتی دلیل
ہزاروں خشک زمینوں کو کر گیا سیراب یہ قطرہ قطرہ کہ دریا میں ہو گیا تبدیل
زمیں کے تیرہ کنارے بھی ہو گئے روشن کہاں کہاں تیری تبلیغ کی گئی قندیل
دیار جن میں تھیں رقصاں جرس کلیسا کی اذانیں ان کی فضاؤں میں ہو گئیں تحلیل

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۱ر دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳،۴

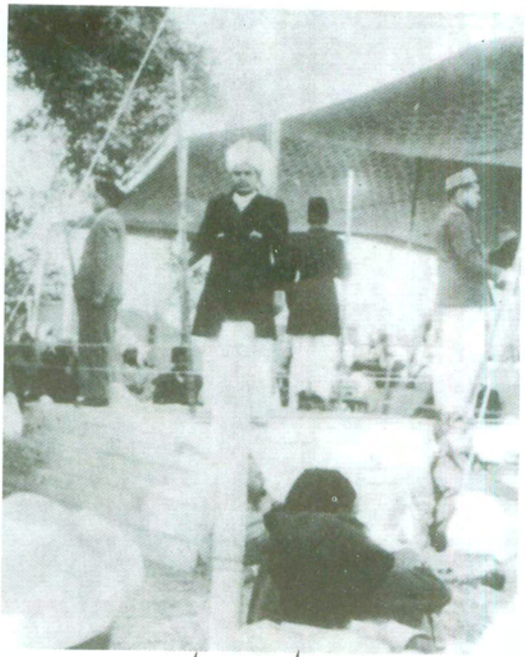

مکرم مولوی ابوالمنیر نور الحق صاحب

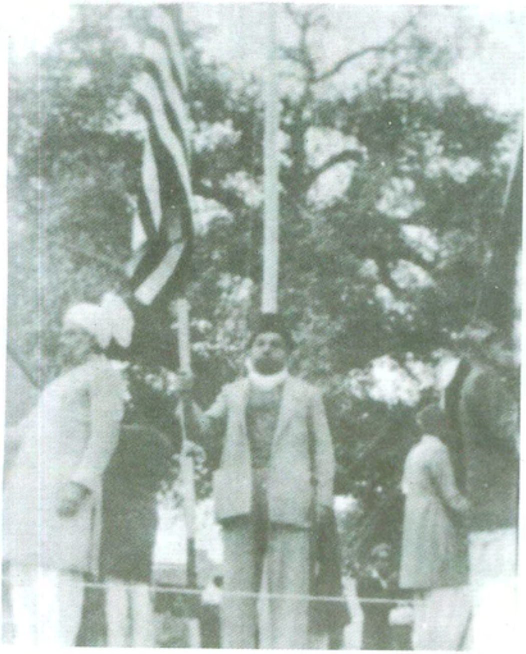

مکرم سیٹھ یوسف الہ دین صاحب و مولوی غلام احمد صاحب بدوملہی

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب تقریر فرما رہے ہیں

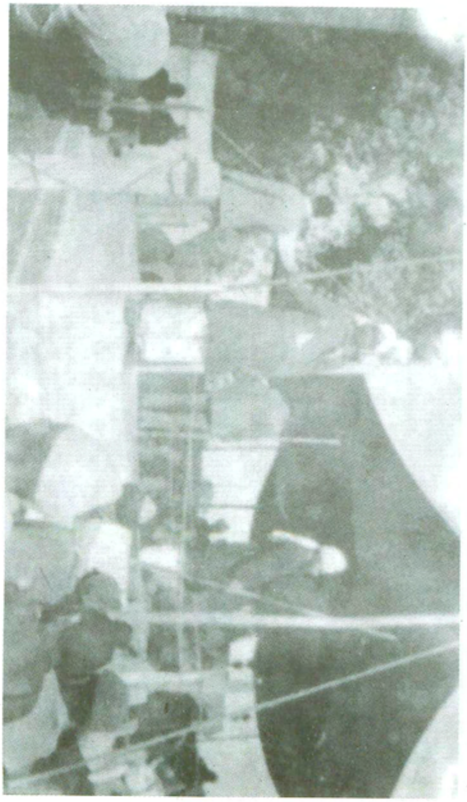

مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی و مکرم مولوی بشیر احمد صاحب

لوائے احمدیت کا پہرا

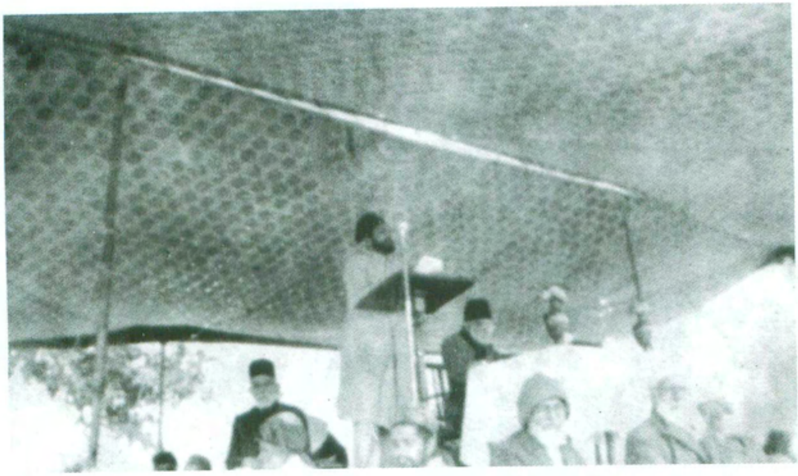

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء کے چند مناظر

جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کرنے والے پاکستانی قافلہ کا گروپ فوٹو (۲۹ دسمبر ۱۹۵۳ء بمقام قادیان)

وہاں وہاں ہوئیں آباد مسجدیں اپنی
جہاں خدا کا تصوّر بھی تھا جنوں کی دلیل

یہ ان غریبوں کی قربانیوں کا ثمرہ ہے
سمجھتے ہیں جنہیں اہلِ جہاں حقیر و ذلیل

اگرچہ شاہ بھی آئیں گے فرطِ زر لے کر
گراں ہے اس زرِ گوہر پہ یہ متاعِ قلیل

خدا کی راہ میں اُنیس سالہ جدّوجہد
خدا کے فضل سے پہنچی بہ پایۂ تکمیل

وفورِ شکر سے ناہید بھی ہے سربسجود
شریکِ قافلہ تھا یہ بفضلِ ربِّ جلیل

یہ سال منزلِ مقصود کا نشاں ہے فقط
یہ سنگِ میل نئے عزم کر گیا تشکیل

ترے ایاز ہیں محمود منتظر تیرے
اشارہ چاہیئے کچھ اور انہیں پئے تعمیل[1]

فصل دوم

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء/۱۳۳۲ہش

تحریکِ احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں اِس سال بھی ۲۶-۲۷-۲۸ر دسمبر/فتح کو جلسہ سالانہ منعقد ہؤا جو تقسیمِ برّصغیر کے بعد ساتواں جلسہ تھا۔

اِس جلسہ کے لئے سیّدنا حضرت المصلح الموعودؓ نے بذریعہ تار ایک خصوصی پیغام دیا تھا جو پاکستانی قافلہ کے امیر چوہدری محمد اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء و امیر جماعتِ احمدیہ لاہور نے اجلاسِ اوّل میں پڑھ کر سُنایا۔ چوہدری صاحب نے تار کا اُردو ترجمہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"حضرت اقدس نے جو پیغام ارسال فرمایا ہے وہ اپنے الفاظ کے اعتبار سے بے شک مختصر ہے مگر اپنے معانی اور مفہوم کے لحاظ سے بہت وسیع ہے۔ حضرت مصلح موعود نے تمام حاضرین

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۳ر اگست ۱۹۵۳ء/۱۳ر ظہور ۱۳۳۲ہش صـ۳۔

جلسہ کو سلام کہا ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ اس وقت جلسہ کے اندر جو لوگ موجود ہیں چاہے وہ مسلمان ہوں یا ہندو ہوں یا سکھ ہوں یا عیسائی ہوں سب کو سلامتی کا پیغام دیا ہے اور فرمایا ہے کہ سلامتی ہو خدا کی طرف سے تم سب پر۔

حضور نے اپنی جماعت کو یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ارادوں اور اُمنگوں کو بلند رکھو اور اپنے اخلاق کو ایسے عمدہ نمونہ میں لوگوں کے سامنے پیش کرو کہ وہ تمہارے گرویدہ ہو جائیں۔ پھر فرمایا ہے کہ تم سب اتحاد اور اتفاق کو قائم رکھ کر انسان اور انسانیت کے حقوق کے تحفّظ کے لئے وہ قربانیاں کرتے چلے جاؤ جو اس کے لئے ضروری ہیں اور تم چونکہ دعوٰی کرتے ہو کہ ہم دُنیا میں امن کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں اِس لئے ضروری ہے کہ اتنے بڑے اور اہم کام کے لئے اسی نسبت سے قربانیاں بھی کرو اور اپنے اندر خدائی صفات اور خدائی اخلاق پیدا کرو اور اپنے آپ کو اِس رنگ میں ڈھال لو کہ تمہارا چلنا، تمہارا پھرنا، تمہارا بیٹھنا، تمہارا اُٹھنا، تمہاری حرکت بلکہ تمہارا سکون اور تمہاری خوشی بھی اپنے اندر امن اور محبت کا پیغام رکھتی ہو۔" [1]

اِس جلسہ میں مندرجہ ذیل بزرگوں اور فاضل مبلّغین نے تقاریر فرمائیں :۔

(۱) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعتِ احمدیہ قادیان (افتتاحی خطاب)۔ (۲) صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ذکرِ حبیبؑ)۔ (۳) مولانا عبدالمالک خاں صاحب فاضل مبلّغ کراچی (خاتم النّبیّین کا مفہوم جماعتِ احمدیہ کے نزدیک)۔ (۴) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دیالگڑھی مبلّغ لائلپور (حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں)۔ (۵) مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی (ہندوستان میں مسلمانوں کے کارنامے)۔ (۶) حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت قادیان (ایک مثالی احمدی کا خاکہ)۔ (۷) مولانا شریف احمد صاحب امینی (امن کا شہزادہ)۔ (۸) گیانی مرزا واحد حسین صاحب مبلّغ سلسلہ (مسلمان اور سکھ)۔ (۹) چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء (۱۰) مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی (اسلامی تاریخ کے ناقابلِ فراموش واقعات)۔ (۱۱) مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری (اسلام میں ایشور بھگتی)۔ (۱۲) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر حیدرآباد دکن (مودودیّت)۔ (۱۳) مولانا محمد سلیم صاحب سابق مبلّغ بلادِ عربیہ (حضرت

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان مورخہ ۷ جنوری ۱۹۵۴ء صدٗ کالم ۲۔

رسولِ عربیؐ کا پاک نمونہ)

اِس جلسہ کا ایک قابلِ ذکر واقعہ یہ ہے کہ گیانی مرزا واحد حسین صاحب نے اپنی تقریر کے بعد بتایا کہ وہ پاکستان سے شری گوروگرنتھ صاحب کے چار نسخے اور ننکانہ صاحب کی خاک (چرن دھوڑ) اور پوِتر پانی (امرت) لائے ہیں۔ پھر انہوں نے امرت کا ٹین باوا ہرکشن سنگھ صاحب پرنسپل کالج قادیان کو پیش کیا تو معزز سکھ اصحاب نے خوشی سے بے اختیار نعرے بلند کئے اور گیانی لابھ سنگھ صاحب فخرؔ جنرل سیکرٹری سنگھ سبھا و وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان نے صدرِ اجلاس (حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری) سے اجازت لے کر اپنے جذباتِ محبت کا اظہار درج ذیل الفاظ میں کیا:-

"مرزا واحد حسین صاحب گیانی نے اپنے ساتھ شری گوروگرنتھ صاحب کے چار نسخے لاکر اور شری ننکانہ صاحب سے امرت (پوِتر پانی) لاکر اور ساتھ ہی شری ننکانہ صاحب کے گوردوارہ کے قدموں کی خاک پاک لاکر ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کے لئے گیانی صاحب کے ممنون ہیں اور دلی جذبات سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

مرزا واحد حسین صاحب نے رشتۂ محبت کو استوار کرنے اور رواداری اور تعلقات کو بڑھانے کے لئے جو نیک کوشش کی ہے ہم دل سے اس کی قدر کرتے ہیں اور اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ہماری یہ خواہش ہے کہ ہمارا یہ باہمی رواداری کا جذبہ دن بدن ترقی کرے اور ہمارے تعلقات بہتر ہوتے چلے جائیں۔

مجھے یہ کہتے ہوئے جھجک محسوس نہیں ہو رہی بلکہ مَیں انبساط کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ہم جبتک جماعتِ احمدیہ سے دور دور رہے اور کبھی بھی ان کے کیریکٹر کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقعہ ہمیں نہ ملا۔ ہمارے دلوں میں احمدی بھائیوں کے خلاف نفرت کے جذبات تھے اور ہم ان لوگوں کے متعلق کئی قسم کی بدگمانیوں میں مبتلا تھے مگر جب ہم نے قریب سے ان کا مطالعہ کیا تو ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ان لوگوں کے اندر محبّت، پیار اور اپنایت کا بہت بڑا جذبہ موجود ہے اور ہم اس سے پہلے ان کے متعلق جو بدگمانیاں اپنے دلوں میں رکھتے تھے وہ خلافِ حقیقت تھیں۔ مَیں محسوس کرتا ہوں کہ ان کا رویّہ اور یہ عقیدہ کہ یہ دُنیا کے ہر مذہب کے پیشوا اور دُنیا کے ہر حصہ میں وقتاً فوقتاً پیدا ہونے والے نبیوں اور اوتاروں کو عقیدتاً قابلِ احترام سمجھتے ہیں اور اپنے جلسوں میں

اپنی اس عقیدت کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں یہ ان کی ایک بہت بڑی خوبی ہے اور یہ ایسی خوبی ہے جو ان کو دوسرے مذاہب سے قریب کر دیتی ہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اگر کوئی شخص میرے باپ کو اپنا باپ کہے تو میں اسے اپنا بھائی سمجھنے پر مجبور رہوں گا اور کوئی وجہ نہیں کہ کوئی شخص میرے آقا کو بزرگ کہہ رہا ہو تو میں اُس کے آقا کی توہین کا خیال کروں۔

پس میرے بھائیو! میں مرزا واحد حسین صاحب گیانی کی اِس مہربانی کا جو انہوں نے گاؤں بہ گاؤں پھر کر شری گورو گرنتھ صاحب کے نسخے تلاش کئے اور پھر اپنے سر پر اُٹھا کر ربوہ پہنچائے اور پھر ربوہ سے قادیان لائے اور آج ہمارے حوالہ کر رہے ہیں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ شری گرنتھ صاحب پاکستان میں جب لوگوں کے پاس پڑے تھے گو ان لوگوں نے انہیں سنبھال کر رکھا ہؤا تھا مگر ان کی حقیقی عزّت وہاں نہیں ہو سکتی تھی۔ گیانی صاحب نے ان کو حقیقی عزّت کی جگہ پر پہنچانے کے لئے بہت محنت اور محبّت سے کام لیا ہے میں اس کے لئے پھر اپنی طرف سے اور قادیان کی سِکھ سنگت کی طرف سے ان کا اور احمدیہ جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پاکستان سے آنے والے احمدی بھائیوں کے جتھہ کے سالار چوہدری اسد اللہ خاں صاحب سے بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کا رویہ اور ATITUDE نہایت عمدہ ہے۔ آپ بھائیوں نے ہمارے ساتھ محبّت اور رواداری کے رشتہ کو استوار کرنے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں میں انہیں بنظرِ تحسین دیکھتا ہوں۔

اِس کے بعد میں قرآن پاک کے دو نسخے جو اِس وقت میرے پاس ہیں اور جن میں سے ایک میرے چچا سردار کرتار سنگھ صاحب کے پاس اور دوسرا نسخہ سردار سوہن سنگھ بھاٹیہ کے پاس بالکل محفوظ حالت میں پڑے تھے اور یہ دونوں آدمی صوفی قسم کے بزرگ ہیں اور اِسی لئے انہوں نے قرآن پاک کے نسخوں کو اتنے سالوں سے سنبھالے رکھا ہے۔ میں یہ دونوں نسخے نہایت عزّت اور احترام کے ساتھ چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اِس کے علاوہ میں قادیان کی سِکھ سنگت کی طرف سے مرزا واحد حسین صاحب گیانی کی خدمت میں شکریہ کے ساتھ بطورِ سروپا ایک دستار اور اکیس ۲۱ دمڑے (روپے) پیش کرتا ہوں۔" (یہ کہہ کر گیانی لابھ سنگھ صاحب فخرؔ نے قرآن کریم کے دونوں نسخے چوہدری اسد اللہ خاں صاحب کے ہاتھوں میں دیئے اور دستار

اور روپے گیانی واحد حسین صاحب کو دے دیئے)

گیانی فخر صاحب کے محبّت بھرے جذبات کے اظہار کے بعد جناب سردار ہرچرن سنگھ صاحب باجوہ نے بھی اپنے جذباتِ محبّت کا اظہار کیا کہ:-

"مَیں رواداری کے اِس خوشکن منظر اور اقدام سے بہت خوش ہؤا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ آج ہم تقسیمِ ملک کی وجہ سے شری گورو ننکانہ صاحب کے درشنوں سے محروم ہوگئے ہیں حالانکہ ہمارے دِلوں میں ایک تڑپ ہے کہ ہم اس پوِتر اور مقدس جگہ کو بار بار دیکھیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے کہ ہم شری ننکانہ صاحب کے درشنوں سے محروم ہوگئے ہیں اِس لئے مَیں شری واہگورو سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ ہم سے جو غلطیاں ہوئیں اور گناہ سرزد ہوئے آپ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائیں اور ہمیں شری ننکانہ صاحب کی زیارت اور یاترا کرائیں۔ اِس کے بعد مَیں اپنے ہموطن بھائیوں کی طرف سے جو اس وقت گویا بے وطن ہیں گیانی واحد حسین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں"۔

اِس کے بعد جماعتِ احمدیہ کی طرف سے گرنتھ صاحب کے دو نسخے عزّت و احترام کے ساتھ پیش کئے گئے[1]

جلسہ کے دیگر کوائف

جلسہ سالانہ کے سب انتظامات تسلّی بخش تھے جو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب افسر جلسہ سالانہ کی نگرانی میں سرانجام پائے۔ آپ کے نائب مولوی برکت علی صاحب اور افسر ضیافت چوہدری بدر دین صاحب عامل تھے۔

ہندوستانی مہمان جن میں ریاستِ کشمیر کے مہمان بھی شامل تھے جلسہ کے انعقاد سے کئی روز پیشتر آنے شروع ہوگئے تھے۔ پاکستانی قافلہ جس کے امیر جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹرایٹ لاء لاہور تھے مورخہ ۲۵ر دسمبر کو ساڑھے دس بجے شب قادیان وارد ہؤا درویشانِ قادیان اور ہندوستانی مہمانوں نے اس کا استقبال نعرہ ہائے تکبیر، احمدیت زندہ باد، اسلام زندہ باد اور حضرت امیرالمؤمنین زندہ باد کے پُرزور نعروں سے کیا۔ پاکستانی زائرین جن میں علاوہ درویشوں کے لواحقین کے جماعت ہائے پاکستان کے بعض معزز اراکین اور مرکزی اداروں کے بعض کارکنان بھی شامل تھے کی تعداد ایک سَو اسّی تھی[2] ان کے علاوہ

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۷ر جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۹-۱۰ ✦ [2] فہرست قافلہ پاکستان روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۹ر دسمبر ۱۹۵۳ء میں شائع شدہ ہے اور ضمیمہ کتاب میں بھی منسلک ہے ✦

سات افراد موٹر بسوں کے ڈرائیور و معاون وغیرہ تھے۔ ہندوستانی احباب کی تعداد دو صد کے قریب تھی۔

قادیان پہنچنے پر لالہ لیکھراج صاحب گاندھی ڈی۔ ایس۔ پی بٹالہ نے سرکار کی طرف سے قافلہ کا استقبال کیا اس کے بعد بھی آپ انسپکٹر صاحب پولیس اور مقامی انچارج صاحب پولیس ملک چندر بھان صاحب کی امداد سے جلسہ کے ایام میں ہر طرح سے حفاظتی انتظامات کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ جلسہ کی تاریخوں میں جملہ انتظامات کی نگرانی کے لئے بخشی سیتا رام صاحب تحصیلدار بٹالہ، مسٹر سوشیل کمار صاحب جینی مجسٹریٹ درجہ اوّل بٹالہ اور مسٹر آر۔ ڈی ملہوترہ صاحب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ علی الترتیب ۲۶۔ ۲۷؍ اور ۲۸؍ دسمبر کو تشریف لائے اور تقاریر بھی سُنتے رہے۔ ملہوترہ صاحب نے جلسہ سُننے کے بعد قرآن کریم کا ایک مبارک نسخہ بغرض مطالعہ بھی طلب فرمایا جو اُن کو پیش کر دیا گیا۔

مورخہ ۲۸؍ دسمبر کو جناب سردار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ وزیر پبلک ورکس حکومتِ پنجاب جن کی خدمت میں جلسہ میں شمولیت کے لئے نظارت دعوۃ وتبلیغ کی طرف سے دعوت نامہ بھجوایا گیا تھا۔ چنڈی گڑھ راجدھانی سے تشریف لائے اور پَون گھنٹہ تک پہلے اجلاس میں شامل ہو کر تقاریر سُنتے رہے۔ جناب باجوہ صاحب کا استقبال جماعت کی طرف سے جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ اور جناب شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال نے کیا۔ باجوہ صاحب نے پاکستانی قافلہ کے امیر جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب سے بھی ملاقات کی اور اِس رُوحانی تقریب کے متعلق تبادلہ خیالات کرتے اور حالات سُنتے رہے۔

قادیان اور دوسرے مقامات کے ہندو، سکھ اور عیسائی معززین کثرت کے ساتھ اجلاسات میں شامل ہو کر تقاریر کو شوق اور توجّہ سے سُنتے رہے۔ غیر مسلم سامعین کی تعداد دوسرے اور تیسرے دن ہر اجلاس میں ڈیڑھ ہزار کے قریب رہی جن میں کالج کے طلباء اور پروفیسر صاحبان، سکولوں کے اساتذہ، بعض قومی لیڈران اور ہر طبقہ کے معززین شامل تھے۔ اور کئی غیر مسلم دوست جلسہ میں شمولیت کے لئے دہلی، لکھنؤ اور کلکتہ وغیرہ سے بھی آئے تھے۔ مورخہ ۲۷؍ دسمبر کو جناب باوا ہرکشن سنگھ صاحب پرنسپل سکھ نیشنل کالج قادیان بھی جلسہ میں شامل ہوئے اور ننکانہ صاحب کا جَل حاصل کیا۔

مورخہ $\frac{12}{53}$/۲۷ کو جناب پنڈت موہن لال صاحب ایڈووکیٹ بٹالہ ممبر لیجسلیٹو کونسل پنجاب اور جناب چوہدری بشیر الدین صاحب دھاریوال ممبر کونسل نے بھی جلسہ میں شمولیت کی۔ بڑی دلچسپی سے تقاریر کو سُنا اور بعد میں اِس بات کا مسرّت سے اظہار کیا کہ موجودہ مادیّت کے زمانہ میں ایسی تقاریر کی بہت ضرورت ہے

اور احمدیہ جماعت ہی اِس وقت سطحِ زمین پر ایک واحد جماعت ہے جو خدا اور رُوحانیت کی تعلیم کو تازہ رنگ میں پیش کر کے لوگوں کے زنگ صاف کرنے میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

جلسہ میں اُردو پریس کے دو نمائندے شامل ہوئے اور ساتھ ساتھ خبریں بھجواتے رہے۔ مورخہ ۲۶ دسمبر کو احمدیہ انٹرنیشنل پریس کراچی کے ڈائرکٹر مسٹر تاثیر احمدی بھی شاملِ جلسہ ہوئے۔

جلسہ گاہ اور اس کے باہر تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنے کا کام مکرم میاں اللہ دین صاحب انچارج دفتر زائرین کے سپرد تھا جو اپنے معاونین کی مدد سے یہ کام سرانجام دیتے رہے۔ اِس مبارک موقعہ پر بفضلہٖ تعالیٰ دو ہزار کے قریب ٹریکٹ اُردو، انگریزی، ہندی اور گورمکھی زبان میں تقسیم کئے گئے۔ سب لوگوں نے خوشی سے لٹریچر قبول کیا اور توجہ سے پڑھنے کا وعدہ کیا۔

مورخہ ۲۶ دسمبر کو جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ نے حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے کے اعزاز میں اپنی کوٹھی میں دعوتِ چائے دی۔ اِس موقعہ پر سردار صاحب حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ اپنے پُرانے تعلقات کی یاد میں نجی امور کے متعلق محبّت بھری باتیں کرتے رہے۔ اِس دعوت میں جناب ناظر صاحب امورِ عامہ قادیان اور بعض دوسرے احباب بھی شریک ہوئے۔

مورخہ ۲۹ دسمبر کو سردار ست نام سنگھ صاحب باجوہ میونسپل کمشنر قادیان اور سردار آتما سنگھ صاحب نے جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب کے اعزاز میں اپنی کوٹھی میں دعوتِ چائے دی۔ اِس موقع پر بہت سے پاکستانی اور ہندوستانی احباب بھی مدعو تھے جن میں جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت قادیان۔ جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امورِ عامہ قادیان۔ مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب امیر جماعت دانہ زید کا۔ مکرم گیانی واحد حسین صاحب مبلّغ سلسلہ اور مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔ اے محاسب صدر انجمن احمدیہ وغیرہم شامل تھے۔ اِس تقریب میں علاوہ محبّت و پیار کی متفرق باتوں کے مکرم گیانی صاحب نے حضرت بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر بہت عمدہ روشنی ڈالی اور حاضرین کو اس خدا یاد بزرگ کا کلام سُنا کر محظوظ کیا۔

دعوت کے اختتام پر چوہدری صاحب نے سردار صاحب کا شکریہ ادا کیا اور اپنے اُن مراسم اور تعلقات کا جو ان کو باجوہ قوم سے ہیں ذکر فرمایا۔ سردار ست نام سنگھ صاحب نے بھی اسی قسم کے خیالات اور جذبات کا اظہار کیا۔ اِس موقعہ پر جناب سردار سنتوک سنگھ صاحب ہیڈ ماسٹر خالصہ ہائی سکول قادیان نے

بہت ہی درد اور رقت سے لبریز تقریر کی جس میں اپنے وطن اور اہالیانِ وطن سے جُدائی پر غم و اندوہ اور دُکھ اور درد کا اظہار کیا اور دوبارہ تعلقات اور مراسم کے قائم ہونے کے متعلق تمنا ظاہر کی۔

اِس تعلق میں سردار ہربنس سنگھ صاحب ساہی آف ڈسکہ حال مقیم دسوہہ ضلع ہوشیار پور کا ذکر کر دینا ضروری ہے جو دُوسرے محض جلسہ سُننے اور جناب چوہدری اسد اللہ خاں صاحب جو ان کے ہم قوم اور ہموطن ہیں سے ملاقات کرنے کے لئے قادیان آئے۔ انہوں نے چوہدری صاحب اور ان کے بعض لواحقین کے طعام کے اخراجات امسال بھی اور گذشتہ سال بھی خود ادا کر کے اپنی محبت اور یگانگت کا ثبوت دیا۔

قافلہ کی واپسی

پاکستانی قافلہ کے احباب نے مورخہ ۲۹ر دسمبر کو قادیان کے بیرونی محلہ جات کی مجملہ مساجد کی زیارت کی اور مسجد نُور میں جو خاص طور پر تاریخی اور مذہبی تقدّس کی حامل ہے نوافل ادا کئے۔ مورخہ ۳۰ر دسمبر کو دس بجے قبل دوپہر پاکستانی قافلہ واپس روانہ ہوگیا۔ بوقت روانگی نعرہ ہائے تکبیر اور احمدیت اور اسلام زندہ باد کے نعرے بلند کئے گئے۔

بھارتی پریس میں جلسہ کا ذکر

بھارتی پریس نے اِس جلسہ کی خبریں اور فوٹو شائع کئے اور نوٹ دئے اور احمدیوں کی رواداری اور بلند اخلاقی کی تعریف کی۔ اِس سلسلہ میں بطور نمونہ صرف دو نوٹ درج کئے جاتے ہیں:-

۱۔ سکھوں کے مشہور اخبار روزنامہ "اجیت" (جالندھر) نے اپنی ۳۱ر دسمبر ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں لکھا:

"قادیان ۲۹ر دسمبر۔ احمدیہ جماعت قادیان کا ۶۲ واں سالانہ جلسہ قادیان میں ہو رہا ہے۔ اِس جلسہ کے دوسرے دن اس میں شمولیت کے لئے علاوہ ہندوستانی احمدیوں کے جو ہندوستان کے مختلف علاقوں اور صوبوں سے اپنے مذہبی مرکز میں جمع ہوئے تقریباً دو صد پاکستانی احمدی بھی چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لاء برادر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی قیادت میں جلسہ میں شریک ہوئے۔ آج دوسرے دن کے اجلاس میں مرزا واحد حسین (صاحب) مبلّغ جماعتِ احمدیہ نے اعلان کیا کہ وہ اپنے ساتھ شری گورو گرنتھ صاحب کی بیڑیں، ننکانہ صاحب کا پوتر جل اور ننکانہ صاحب کی چرن دھوڑ لائے ہیں تاکہ اپنے سکھ بھائیوں کو بھینٹ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریر کے بعد سب سے پہلے باوا ہرکشن سنگھ پرنسپل سکھ نیشنل کالج کی خدمت میں جل کا کنستر جس پر سردار ہزارہ سنگھ صاحب گرنتھی ننکانہ صاحب کی چٹھی کا لیبل چسپاں تھا پیش کیا اس کے بعد ننکانہ صاحب

کی چرن دھوڑی پیش کی۔ ازاں بعد قادیان کی گوردوارہ شہید گنج سبھا کی طرف سے قرآن شریف کے دو نسخے چوہدری اسداللہ خاں صاحب کی خدمت میں پیش کئے گئے اور چوہدری اسداللہ خاں صاحب نے دو بیڑیں شری گورو گرنتھ صاحب کی گیانی لابھ سنگھ فخر جنرل سیکرٹری گوردوارہ سنگھ سبھا قادیان کو پیش کیں۔ اِس موقعہ پر سردار ہرچرن سنگھ باجوہ نے مختصر الفاظ میں احمدیوں کی رواداری اور محبت و پریم کا ذکر کیا اور شری ننکانہ صاحب کے متعلق عقیدت اور محبت کے جذبات کا اظہار کیا۔ گیانی لابھ سنگھ فخر نے اِس موقعہ پر اپنی تقریر میں کہا کہ شروع شروع میں ہمیں احمدیہ جماعت کے اخلاق اور عادتوں کا علم نہ تھا بلکہ ہمیں اس جماعت کے متعلق اندھیرے میں رکھا گیا تھا اور غلط فہمی ڈال کر ہمارے درمیان دشمنی ڈالی گئی تھی لیکن اب ہم نے احمدی دوستوں کو قریب سے دیکھ لیا ہے اور ان کی عادات اور اچھے اخلاق سے بخوبی واقف ہوگئے ہیں۔ جو محبت اور پریم اِس جماعت نے قادیان اور دوسرے علاقوں میں سکھ بھائیوں کے ساتھ کی ہے وہ قابلِ قدر ہے اور ہم اس کو کبھی نہیں بُھلا سکتے۔ اس سے پہلے بھی احمدیوں کی طرف سے پچھلے سال دو بیڑیں شری گورو گرنتھ صاحب کی بھیٹ کی جا چکی ہیں اِس سال پھر انہوں نے یہ عمدہ نمونہ پیش کیا ہے۔ مرزا واحد حسین نے یہ بھی بتایا ہے کہ انہوں نے بڑی کوشش اور مشکل سے اَور بھی بہت سی بیڑیں جمع کی ہیں جن کے بھجوانے کا وہ بخوشی انتظام کریں گے اگر جماعتِ احمدیہ کے خلیفہ صاحب سے درخواست کریں۔ ہم احمدیہ جماعت کے بہت ہی شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمارے پوتر استھان کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے سامان کئے ہیں اور اپنی محبت اور پریم اور رواداری کا ثبوت دیا ہے اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اِس موقعہ پر جماعتِ احمدیہ کی طرف سے تکبیر کے نعرے اور سکھوں کی طرف سے ست سری اکال کے نعرے بلند کئے گئے۔ جلسہ میں مرزا واحد حسین گیانی نے سکھوں اور مسلمانوں کے تعلقات پر بہت دلچسپ تقریر کی جو پنجابی زبان میں تھی۔ اِس تقریر میں جابجا گورو گرنتھ صاحب کے شبد پڑھ کر انہوں نے حاضرین کو خوش کیا۔“ [1]

---

[1] روزنامہ ”اجیت“ جالندھر مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۵۳ء بحوالہ ہفت روزہ ”بدر“ قادیان ۷ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۔

۲۔ اخبار ٹریبیون (انبالہ) نے جنوری ۱۹۵۴ء کے پرچہ میں جلسہ کی مفصّل خبر دی جس کا اُردو ترجمہ حسبِ ذیل ہے :۔

"خلیفۃ المسیح کا پیغام"

"خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو اِس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کو بدامنی اور فساد وبے اطمینانی سے نجات دیں"

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو احمدیہ جماعت کے رُوحانی پیشوا ہیں کا پاکستان سے مرسلہ پیغام جماعتِ احمدیہ قادیان کے باسٹھویں سالانہ جلسہ میں پڑھ کر سُنایا گیا۔ اس میں انہوں نے اپنے ماننے والوں کو نصیحت کی کہ وہ ہر قسم کی تکالیف ومصائب کے باوجود اپنی امنگوں اور حوصلوں کو قائم رکھیں اور اپنی تمام طاقتوں کو انسانیّت کی خدمت اور تحفّظ کے لئے لگائیں۔ اِس پیغام میں یہ کہا گیا کہ خدا تعالیٰ نے احمدیہ جماعت کو اِس لئے قائم کیا ہے کہ وہ موجودہ دُنیا کو بدامنی، فساد اور بے اطمینانی سے نجات دلائے اور ایک ایسا نظام قائم کرے جس کی بُنیاد اخوّت اور مساوات پر ہو نیز اِس بات کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ احمدی جماعت پہلے سے ہی اِس غرض کیلئے تمام قوموں کے پیش رُو کی طرح کام کر رہی ہے۔ پیغام کے آخر میں تمام احمدیوں کو توجہ دلائی گئی کہ وہ اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے منظّم کریں۔

ہندوستان کے مختلف علاقوں کے دُو صد سے زائد احمدی جلسہ میں شریک ہوئے جن میں ساٹھ کے قریب ریاست جموں اور کشمیر کے رہنے والے تھے۔ اس کے علاوہ ایک سَو ستاسی زائرین چوہدری اسد اللہ خاں صاحب برادر سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان کی قیادت میں پاکستان سے آئے۔ ان میں مولوی عبد المالک خاں صاحب (مولانا محمد علی ومولانا شوکت علی صاحبان کے بھتیجے) صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے بھتیجے اور مولوی ابو العطاء صاحب سابق مبلّغ مصر اور فلسطین شامل تھے۔ احمدیوں کے علاوہ تقریباً ایک ہزار ہندو اور سکھ قادیان اور اردگرد کے علاقوں سے جلسہ میں شامل ہوئے۔

سرکاری افسران میں سے جنہوں نے جلسہ سُنا اور اس موقعہ پر ضروری انتظامات کئے

مسٹر ایس۔ کے جینی صاحب مجسٹریٹ درجہ اول، مسٹر لیکھراج صاحب ڈی۔ ایس۔ پی بخشی سیتارام صاحب تحصیلدار تھے۔ جلسہ کے آخری دن جناب سردار گوربچن سنگھ صاحب باجوہ وزیر پبلک ورکس حکومتِ پنجاب بہمراہی مسٹر آر۔ ڈی ملھوترہ صاحب ریذیڈنٹ مجسٹریٹ بٹالہ جلسہ میں شریک ہوئے اور پاکستانی قافلہ کے امیر چوہدری اسداللہ خاں صاحب سے بھی ملاقات کی۔" ؎۱

جلسہ سالانہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی معرکہ آرا تقاریر

۱۹۵۳ء/۱۳۳۲ہش کا آغاز اگرچہ بظاہر پُرسکون ماحول میں ہؤا مگر حضرت مصلح موعودؓ نے اِس سال کے پہلے خطبہ جمعہ میں ہی جماعت کو خبردار کر دیا تھا کہ مخالفت کی پہلی رَو تو کمزور پڑ گئی ہے مگر ابھی اس کی کئی کھڑکیاں کھُلی ہیں۔ دشمن کے کئی حملے ہیں جو باقی ہیں اور آئندہ رُوحانیت میں ترقی اور اِصلاح کے لئے تھپیڑوں کی ضرورت ہے۔ حضور نے نئے سال کے شروع میں سات روزے رکھنے اور یہ دعا کرنے کی تحریک فرمائی کہ" خدا تعالیٰ جماعت کو ان فتنوں کے ضرر سے بچائے رکھے اور اس کی ترقی کے سامان پیدا کرے اور یا ظالموں کے ہاتھ کو روک لے یا ہمیں اس صبر کی توفیق بخشے جو مومن کا حصّہ ہوتا ہے اور ہماری کوششوں کے وہ ثمرات پیدا کرے جو قرآن کریم میں بیان کئے گئے ہیں۔" ؎۲

اِن سب دعاؤں اور مجاہدات کی قبولیت کا اعجازی نشان ۱۹۵۳ء کا جلسہ سالانہ ربوہ تھا جو طوفانِ مخالفت کے زبردست تھپیڑوں کے بعد آیا مگر ایک غیر معمولی ابتلاء کے باوجود شمعِ احمدیت کے پروانے پہلے سے زیادہ جوش و خروش اور ذوق و ولولہ کے ساتھ اِس مقدس اجتماع میں جمع ہوئے جو حسبِ دستور ۲۶، ۲۷، ۲۸ ردسمبر رفتح کو منعقد ہؤا اِس تاریخی جلسہ میں سلسلہ احمدیہ کے نامور بزرگوں اور فاضل علماء کی پُرازمعلومات تقاریر کے علاوہ حضرت المصلح الموعودؓ نے تین بار خطاب فرمایا۔

اِفتتاحی خطاب

حضورؓ نے اپنی ایمان افروز افتتاحی تقریر میں فرمایا:۔

"یہ عظیم الشان موقعہ جو اِس وقت ہمیں حاصل ہے اجتماعی رنگ میں دُنیا میں کسی اَور کو میسّر نہیں۔ اِنفرادی طور پر اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے اور اس کے ذکر کو بلند کرنے کی

؎۱ ہفت روزہ "بدر" قادیان مورخہ ۷ رجنوری ۱۹۵۴ء صہ ۱۲ +

؎۲ روزنامہ "الفضل" لاہور ۲۲ رجنوری ۱۹۵۳ء صہ ۳ کالم ۳ +

مثالیں تو ہر جگہ مل جاتی ہیں مگر اتنی کثرت کے ساتھ جماعتی رنگ میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور اسلام کے نام کو بلند کرنے کے لئے جمع ہونے کی مثال اَور کہیں نہیں مل سکتی پس اس خصوصیت کو قائم رکھو اور اپنے وجودوں کو دُنیا سے قطع تعلق کرکے اتنا ہلکا بنالو کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تمہیں آسانی کے ساتھ بلند سے بلند تر مقام تک لے جاسکیں اس موقعہ سے فائدہ اُٹھاؤ۔ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب کرنے اور اپنے قلوب کو اس کے ذکر کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرو تا اس کا قُرب اور اس کی رضا حاصل ہو۔

نیز فرمایا اسلام کے لئے یہ ایک نازک موقعہ ہے۔ چاروں طرف سے اسلام پر یورش ہو رہی ہے اور اسلام کے مورچے پر سوائے چند احمدی مبلّغین کے اَور کوئی بھی نہیں ہے۔ آپ لوگ جو یہاں جمع ہیں آپ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے فوج کے لئے اسلحہ کے کارخانے کی ہوتی ہے۔ جس طرح اگر فوج کے لئے اسلحہ مہیا نہ کیا جائے تو وہ بے کار ہو کر رہ جاتی ہے اسی طرح اگر آپ اپنے مبلّغین کی مدد نہ کریں گے تو ان کی زندگیاں بے کار ہو جائیں گی۔ ان میں سے ایک ایک لاکھوں آدمیوں کا کام کر رہا ہے۔ سامان جو ہم نے ان کے لئے بہم پہنچایا ہے وہ پہلے ہی نہایت قلیل ہے۔

آخر میں حضور نے فرمایا۔ اب مَیں دعا کے ساتھ جلسے کا آغاز کرتا ہوں دوست بھی میرے ساتھ مل کر دعا کریں اپنے لئے بھی اور باقی دوستوں کے لئے بھی۔ ان کے لئے بھی جو یہاں آئے ہیں اور ان کے لئے بھی جو یہاں نہیں آئے یا نہیں آسکتے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا رحم فرمائے۔ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ ہمارا وارث اور نگران سوائے اللہ تعالیٰ کے اَور کوئی نہیں۔ دُنیا میں کوئی قوم اِتنی لاوارث نہیں ہے جتنی کہ ہم ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمیں جو پُشت پناہ حاصل ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور مدد) وہ بھی کسی اَور قوم کو حاصل نہیں۔ ہماری مثال اُس بچے کی ہے جسے جنگل میں چھوڑ دیا گیا ہو اور اس کے ہر طرف بھیڑیئے، سانپ، اور دیگر اسی قسم کے جانور ہوں مگر اس بچے کی حفاظت کے لئے شیروں نے اس کے اِردگرد گھیرا ڈال رکھا ہو پس گو ہم کمزور ہیں اور نہایت ہی کمزور ہیں مگر ہمیں زمین و آسمان کے خدا کی حفاظت حاصل ہے بشرطیکہ ہم اپنے تئیں اس کے اہل ثابت کریں"۔ [1]

---

[1] ملخص از روزنامہ "المصلح" کراچی یکم جنوری ۱۹۵۴ء / ریکم صلح ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۵

دوسرے دن کی بصیرت افروز تقریر

دوسرے دن (۲۷؍دسمبر/فتح) کی تقریر کے شروع میں حضور نے احمدی مردوں اور عورتوں دونوں کو ارشاد فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے کاروبار ملازمت اور روزگار کے کام کے علاوہ اپنے ہاتھ سے کام کر کے کچھ زائد آمد پیدا کرنے کی کوشش کرے اور یہ زائد آمدنی اگر غریب ہو تو اس کا ایک حصہ اور امیر ہونے کی صورت میں ساری کی ساری سلسلہ کو بطور چندہ پیش کر دے۔ ازاں بعد حضور نے ربوہ کی زمین اور طریق ملاقات کے بارے میں بعض ہدایات دینے کے بعد عالمِ اسلام کی دردناک صورتِ حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:۔

"اِس وقت عالمِ اسلام نہایت نازک دَور میں سے گزر رہا ہے ۔ گزشتہ تین سو سال میں مسلمانوں کی حالت یہ رہی ہے کہ وہ تیزی کے ساتھ نیچے گر رہے تھے لیکن انہیں اپنے اس تنزّل کا احساس زیادہ نہیں تھا بلکہ وہ ایک دوسرے کو گرانے میں بھی لذت محسوس کرتے تھے۔ درد اور تکلیف تو ہوتی تھی مگر اس کا احساس کم تھا۔ اس کے بعد یہ دَور آیا کہ مسلمانوں کو اپنے تنزّل اور خستہ حالی کا احساس ہوُا اور ترقّی کرنے کا جذبہ پیدا ہوُا اس جذبے کے تحت انہوں نے جدّوجہد شروع کی۔ کچھ دشمن طاقتوں کے اختلاف اور کچھ اپنے اس جذبہ کی وجہ سے مختلف ممالک میں وہ آزاد تو ہو گئے لیکن آزاد ہو جانے کے باوجود اب تک ان کے باہمی اختلافات دُور نہیں ہوئے اور یہ نہایت خطرناک امر ہے۔ اِس لحاظ سے یہ دَور پہلے دَور سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ پہلے تو انہیں اپنی حالت کا علم نہ تھا اِس لئے وہ اصلاح سے غافل تھے لیکن اب اپنی حالت کو محسوس کرنے کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر قادر نہیں ہو رہے۔ پھر ان کی مشکلات کچھ اِس نوعیت کی ہیں کہ ان کو حل کرنے کی جو راہ بھی تجویز کی جائے وہ خطرات سے خالی نہیں۔ مثلاً مصر میں سویز کا جھگڑا ہے۔ انگریز وہاں اِس لئے رہنا چاہتا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ میں روس کے حملہ کا دفاع کیا جا سکے۔ اگر یہ دفاع کمزور ہو جائے تو روس اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں کمیونزم وہاں پر پھیلے گا اور ایک مسلمان طبعی طور پر چونکہ کمیونزم کا مخالف ہے اِس لئے وہ کبھی اس کو پسند نہیں کرے گا لیکن دوسری طرف اِس امر سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر مسلمان مصر کو آزاد دیکھنا چاہتا ہے۔ اگر غیر ملکی فوجیں موجود رہیں تو ملکی آزادی کبھی قائم نہیں رہ سکتی۔ پس سویز کے مسئلہ میں ایک طرف رُوس کا کمیونزم نظر آ رہا ہے دوسری طرف مصر کی آزادی خطرہ میں پڑتی ہوئی نظر

آتی ہے۔ گویا مصر کے لئے دونوں طرف ہی بلائیں ہیں۔

اِسی طرح فلسطین کا جھگڑا ہے۔ یہ سویز سے بھی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ فلسطین مدفن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت قریب ہے اور فلسطین کی بدبخت حکومت کسی وقت بھی اپنی بدنیتی سے ارضِ پاک کے لئے خطرہ پیدا کرسکتی ہے اور یہود چونکہ مالدار قوم ہے اِس لئے بڑی طاقتیں غلاموں کی طرح اس کی تائید کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ یہود مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن ہیں لیکن افسوس کہ مسلمان پھر بھی غافل ہیں۔ اِسلامی ممالک میں ان کے مقابلہ کے لئے کوئی یکجہتی موجود نہیں۔ وہ کسی موقعہ پر بھی اکٹھے ہوکر نہیں لڑے۔ اگر ایک عرب حکومت کی سرحد پر یہود نے حملہ کیا تو باقی اسلامی حکومتوں نے محض قرارداد پاس کرنے کو ہی کافی سمجھا حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ وہ اس حملہ کو خود اپنے اُوپر حملہ تصوّر کرتے اور متحد ہوکر ان کا مقابلہ کرتے۔ پس فلسطین کا معاملہ بھی نہایت تکلیف دہ معاملہ بن چکا ہے۔

اِسی طرح لیبیا سے برطانیہ نے جو معاہدہ کیا ہے یا عراق کی مالی حالت کا جس طرح برطانیہ پر انحصار ہے اور ایران میں تیل کے سوال نے جو صورت اختیار کی ہے یہ سب ایسے امور ہیں جو دوگونہ مصیبت نظر آتے ہیں اور بظاہر ان کے حل کی کوئی محفوظ صورت نظر نہیں آتی۔ انڈونیشیا کا ملک اپنی جائے وقوع اور اہمیّت کے لحاظ سے مسلمانوں کا ایک بڑا بھاری مورچہ ہے وہاں پر مذہبی تعصّب بھی بہت کم ہے لیکن افسوس کہ یہ ملک بھی خانہ جنگی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اپنی طاقت کو کمزور کر رہا ہے۔

قریباً یہی حالت پاکستان کی ہے یہاں علاوہ دیگر امور کے اقتصادی مسئلہ بھی بہت نازک صورت اختیار کر گیا ہے۔ ہمارے ملک کی اقتصادی حالت اتنی خراب ہے کہ اس کی اصلاح کیلئے بہت بڑی اجتماعی قربانی کی ضرورت ہے۔ جب تک ہم ملکی مصنوعات کو یا نیم ملکی مصنوعات کو تکلیف اُٹھا کر بھی رائج نہ کریں گے اس وقت تک ہماری اقتصادی حالت سُدھر نہیں سکتی۔ دوسرے ملکوں میں جب مصیبت آئے تو سب لوگ اجتماعی طور پر قربانی کے لئے آمادہ ہوجاتے ہیں مگر ہمارے ہاں عوام کو اس مصیبت کا احساس تک نہیں وہ آج بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم وہی کھائیں گے جو پہلے کھایا

کرتے تھے اور وہی پہنیں گے جو پہلے پہنتے تھے۔ ادھر سیاسی پارٹیاں ایک دوسرے کی تذلیل کے لئے ایسے وعدے کر لیا کرتی ہیں جو پورے نہیں کئے جاسکتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام غلط امیدیں قائم کر لیتے ہیں اور کوئی مستحکم حکومت قائم نہیں ہوسکتی۔

سب سے بڑا سبب کمزوری کا وسیع پیمانے پر بُری باتوں کی اشاعت اور ہر نقص اور کمزوری کا الزام حکومت کو دینے کی عادت ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اگر زید چوری کرے تو کہو کہ زید نے چوری کی بلکہ سرِعام ایسا کہنے پر بھی اسلام پابندیاں لگاتا ہے مگر ہماری یہ حالت ہے کہ اگر ایک شخص رشوت لیتا ہے تو بدنام پُورے ملک کو کیا جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب نوجوانوں کے کانوں میں بار بار یہ پڑتا ہے کہ فلاں وزیر بھی بے ایمان ہے۔ فلاں افسر بھی بے ایمان ہے تو وہ کہتا ہے کہ اگر باقی سب ایسا کرتے ہیں تو مَیں کیوں نہ ایسا کروں چنانچہ وہ بھی انہی عیوب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اِس طرح قومی اخلاق تباہ ہو رہے ہیں"۔[۱]

حضور نے یہ تلخ حقائق بیان کرنے کے بعد جماعتِ احمدیہ کو اس کے فرائض کی طرف توجہ دلائی چنانچہ فرمایا:۔

"یہ تمام امور بتاتے ہیں کہ مسلمان اِس وقت ایک نہایت خطرناک دَور میں سے گذر رہے ہیں ایسا خطرناک کہ اس کا احساس کر کے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن ان امور کو حل کرنا بظاہر ہمارے اختیار میں نہیں۔ جن امور کو ہم حل نہیں کرسکتے ان کے لئے دعا کا خانہ موجود ہے اِس لئے ہر احمدی سے مَیں یہ امید کرتا ہوں کہ وہ اسلامی ممالک کے ان پیچیدہ مسائل کے لئے بالعموم اور پاکستان کی مشکلات کے لئے بالخصوص دعائیں کرے تا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان مشکلات کو دُور فرما دے۔

دعا کے علاوہ ان امور کے متعلق ایک اَور چیز بھی ہمارے اختیار میں ہے اور وہ ہے لوگوں کو صحیح مشورہ دینا تا قوم میں ان مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے کی صحیح سپرٹ پیدا ہو۔ تم جہاں کہیں بھی جاؤ اپنے حلقۂ اثر میں لوگوں کو صحیح مشورہ دیا کرو اور انہیں بتایا کرو کہ یہ دن آپس میں لڑنے کے نہیں ہیں بلکہ باہمی اختلافات کو فراموش کر کے متحد ہونے اور ملک کے مفاد کے لئے قربانی کرنے کے ہیں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی حفاظت اور خدمت کے لئے مامور کیا ہے اِسلئے

[۱] روزنامہ "المصلح" کراچی ۵ صلح ۱۳۳۳ ہش / ۵ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۳، ۴

تمہارے قلوب اسلام کی محبت اور درد سے معمور ہونے چاہئیں خواہ تم کن حالات میں سے گذرو۔ اس محبت کا ہمیشہ لحاظ رکھا کرو اور مسلمان کی ہمدردی تمہارا طرۂ امتیاز ہونا چاہیئے۔ اس ہمدردی کا عملی ثبوت تم اِس طرح دے سکتے ہو کہ ایک طرف تو تم دعاؤں سے کام لو اور دوسری طرف لوگوں کو صحیح مشورہ دیا کرو۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّکْرٰی کہ تم ہمیشہ نصیحت کرتے رہا کرو کیونکہ نصیحت کرنے سے ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے خواہ تمہیں محسوس ہو یا نہ ہو۔

دوسرا ذریعہ جو تم ان مشکلات کے ازالہ کے لئے اختیار کر سکتے ہو یہ ہے کہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تمہیں تیار رہنا چاہیئے۔ ہر احمدی کا یہ عزم ہونا چاہیئے کہ اگر خدانخواستہ ہمارے ملک پر کوئی مصیبت آئی تو اس کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ اپنے مال، اپنی جائیداد، اپنی زمین غرض اپنی کسی چیز کی پرواہ نہ کرے گا اور ملک کی حفاظت و بقا کو مقدم رکھے گا۔ یاد رکھو ارادے اور عزم کو معمولی چیز نہ سمجھو یہ بہت بڑی چیز ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو وقت آنے پر تمہیں عمل کے لئے تیار کرے گی۔ مضبوطی کے ساتھ تیار رہنے اور عین وقت پر تیار ہونے میں بڑا بھاری فرق ہوتا ہے پس ابھی سے تیار ہو جاؤ اور یہ عزم کر لو کہ ہر مصیبت کے وقت تم اپنے ملک کی حفاظت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لوگے۔

غرض اِس وقت عالَمِ اسلام کی حالت ایسی ہی ہے جیسے ۳۲ دانتوں میں زبان۔ اور یہ حالت اِس امر کی متقاضی ہے کہ مسلمان اپنے اختلافات کو ختم کر کے متحد ہو جائیں۔ اَب وقت ایسا ہے کہ مسلمان اگر مریں گے تو اکٹھے مریں گے اور اگر رہیں گے تو اکٹھے رہیں گے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ وہ اِس نازک حالت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری ادا کریں یعنی ایک طرف تو دعاؤں سے کام لیں اور جن لوگوں سے بھی انہیں واسطہ پڑے انہیں صحیح مشورہ دے کر قومی سپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کریں اور دوسری طرف حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ابھی سے تیار ہو جائیں "۔ [1]

تقریر کے دوسرے حصہ میں حضور نے جماعت کے اخبارات و رسائل کی اشاعت بڑھانے، الشرکۃ الاسلامیہ اور

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۵ صلح ۱۳۳۳ہش / ۵ رجنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۴

دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کمپنی کے حصص خریدنے کے علاوہ نئے نئے مضامین لکھنے پر خاص طور پر زور دیا اور فرمایا:۔

"ابھی اسلامی علوم کے بہت سے ایسے حصّے موجود ہیں جو صدیوں سے تشنۂ تکمیل ہیں۔ پھر ہر پُرانے مسئلہ کے متعلق بھی نئے نئے زاویۂ نگاہ سے نئے نئے دلائل مہیّا کئے جاسکتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور عصمتِ انبیاء وغیرہ پر صدیوں سے مضامین لکھے جارہے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے نئے اور اچھوتے انداز سے ان مضامین کو پیش فرمایا کہ گویا رنگ ہی بدل ڈالا۔ پس ہر پُرانے سے پُرانے مضمون کو بھی پیش کرنے میں جدّت سے کام لیا جاسکتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کو ہی لے لو ابھی قرآن کریم سے بیسیوں ایسی آیات نکالی جاسکتی ہیں جو اِس واقعہ پر روشنی ڈال سکتی ہیں پھر واقعۂ صلیب رومی حکومت کے عہد میں ہؤا تھا لیکن اُس عہد کی تاریخوں کی چھان بین کرنے کی طرف آج تک کسی نے توجّہ نہیں کی حالانکہ اگر اس طرف توجّہ کی جائے تو بیسیوں نئے مضامین نکل سکتے ہیں جو اسلام اور سلسلہ کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے کہ خالص جماعتی مسائل کے علاوہ دیگر اِسلامی علوم کی تحقیق و تدفین کے سِلسلہ میں ہماری جماعت ابھی بہت پیچھے ہے اس طرف توجّہ کرنے کی خاص ضرورت ہے۔

فرمایا ابھی تین دن کا واقعہ ہے "المصلح" میں مَیں نے ایک مضمون پڑھا جس میں ایک ایسا حوالہ[1]

---

[1] یہ حوالہ علّامہ سراج الدین ابوحفص عمرو بن الوردی (متوفّی ۹۴۷ھ ۱۳۴۸ء) کی کتاب "خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب" کا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

"وَقَالَتْ فِرْقَةٌ نُزُوْلُ عِیْسٰی خُرُوْجُ رَجُلٍ یُشْبِهُ عِیْسٰی فِی الْفَضْلِ وَ الشَّرَفِ کَمَا یُقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَیْرِ مَلَكٌ وَ لِلشِّرِّیْرِ شَیْطَانٌ تَشْبِیْهًا بِهِمَا وَلَا یُرَادُ الْاَعْیَانُ"

(صفحہ ۲۶۳ مطبع مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر طبع ثانی) مسلمانوں کے ایک گروہ نے نزولِ عیسٰی سے ایک ایسے شخص کا ظہور مراد لیا ہے جو فضل اور شرف میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مشابہ ہوگا جیسے تشبیہ دینے کے لئے نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہتے ہیں مگر اس سے مراد فرشتہ یا شیطان کی ذات نہیں ہوتی۔

درج کیا گیا تھا جو غیر معمولی اہمیّت کا حامل ہے وہ اتنا اہم ہے کہ اگر وہ واقعہ میں درست ہے تو اس سے آئندہ کے لئے بحث کے زاویے ہی بدل جاتے ہیں گویا وہ احمدیت کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اِس مضمون کو لکھنے والے لائل پور کے ایک کلرک شیخ عبد القادر[۵] ہیں۔ بہر حال یہ حوالہ اور یہ مضمون بتاتا ہے کہ پُرانے لٹریچر میں ابھی ہمارے لئے

---

[۵] عیسائیّت کے ممتاز احمدی سکالر مکرم شیخ عبد القادر صاحب شیخ عبد الرّب صاحب مرحوم نومسلم سابق شِورام کے فرزندِ اکبر ہیں۔ وہ اکؤنٹس کلرک سے ترقی کر کے اب ایک مشہور گروپ آف کمپنیز کے "ٹیکسیشن آفیسر" (TAXATION OFFICER) ہیں۔ تیرہ چودہ سال کی عمر سے انہوں نے اِسلام اور عیسائیت پر تحقیق شروع کی جو کہ بعد میں تقابلِ ادیان، صحائفِ قمران اور قرآن حکیم اور تاریخ قدیم پر منتج ہوئی۔ اُن کے کئی سَو مقالات سِلسلہ کے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تین کتابیں "فضلِ عمر فاؤنڈیشن" سے اِنعام یافتہ ہیں:۔

۱۔ اسماء الانبیاء فی القرآن　　　۲۔ حضرت مریم صدیقہ

۳۔ قرآنِ مجید اور مستشرقین

یہ تینوں مقالات غیر مطبوعہ ہیں۔

مطبوعہ رسائل میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اصحابِ کہف کے صحیفے　　　۲۔ صحائفِ قمران

۳۔ انجیلِ مرقس کا آخری ورق　　　۴۔ قبطی انجیل

۵۔ بدھ کی تعلیمات اشوک کے کتبوں میں۔

علاوہ ازیں قرآنِ مجید اور اکتشافاتِ جدیدہ پر ان کی تحقیق جاری ہے اور پنجاب یونیورسٹی کے اُردو "دائرۃ المعارف" میں آپ کے کئی نوٹ شائع ہو چکے ہیں۔

انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی بعد از صلیب زندگی پر نصف صدی تک تحقیق کی ہے جو کہ بیسیوں مقالات کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ اِس موضوع پر انہوں نے لندن کی بین الاقوامی کانفرنس میں مورخہ ۳ رجون ۱۹۷۸ء کو ایک مقالہ پڑھا جو کانفرنس کی مطبوعہ روداد (TRUTH ABOUT THE CRUCIFIXION) کے صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۹ میں شاملِ اشاعت ہے:

بہت سا ضروری مواد موجود ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ہم اپنے لئے مطالعہ کی ایک خاص لائن مقرر کر لیں اور پھر اُسے وسعت دینے اور تحقیق کرنے کی عادت ڈالیں۔" [۱]

اِس اہم ہدایت کے بعد حضور نے چودہ زبانوں میں تراجمِ قرآن کی سکیم کا ذکر کر کے مخلصینِ جماعت کو تحریکِ جدید کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:-

"دُنیا کے پاس جو کچھ ہے بے شک وہ بعض جگہ پُر امن بھی ہے لیکن اس امن کے ہوتے ہوئے بھی وہ دنیا اندھیرے میں ہے جب تک اسلام کا نور اُن لوگوں تک نہیں پہنچے گا اُس وقت تک دُنیا کا اندھیرا دُور نہیں ہو سکتا۔ سُورج صرف اِسلام ہے جو شخص اس سورج کے چڑھانے میں مدد نہیں کرتا وہ دُنیا کو ہمیشہ کے لئے تاریکی میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور ایسا انسان کبھی دُنیا کا خیر خواہ یا اپنی نسل کا خیر خواہ نہیں کہلا سکتا۔ اِس وقت تک تحریک (جدید) کے ذریعہ سے جو تبلیغ ہوئی ہے اس کے نتیجہ میں تیس چالیس ہزار آدمی عیسائیوں سے مسلمان ہو چکا ہے اور یہ طاقت روز بڑھ رہی ہے اور اسے مضبوط کرنا ہر احمدی کا فرض ہے بلکہ ہر مسلمان خواہ وہ احمدی نہ ہو اس کا بھی فرض ہے کہ اس کام میں مدد دے۔" [۲]

تیسرے دن کی پُرشوکت تقریر

حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ کے تیسرے روز جو پُرشوکت اور پُرجلال تقریر فرمائی وہ سیرِ رُوحانی کے علمی سلسلہ کی اہم ترین کڑی تھی اور "عالمِ روحانی کا نوبت خانہ" کے عہد آفریں عنوان پر تھی۔

اِس تقریر میں حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وجود سے قائم ہونے والی آسمانی بادشاہت پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور قرآنی علوم کے گویا دریا بہا دیئے اور سیرتِ نبویؐ، تاریخِ سلف، آئمہ سلف اور حضرت مسیح موعودؑ کے ایمان افروز واقعات نہایت وجد انگیز رنگ میں بیان فرمائے۔ اگرچہ پوری تقریر مسحور کُن تھی مگر اس کے آخری مبارک کلمات تو "صُورِ اسرافیل" کا سا رنگ رکھتے تھے جنہوں نے پژمُردہ رُوحوں کو حیاتِ نَو بخشی اور جماعت کے ہر طبقہ کو علم و عرفان کا تازہ ولولہ عطا کیا اور ان کے جوشِ عمل میں بے پناہ اضافہ کر دیا۔

---

[۱] روزنامہ "المصلح" ۱۳ جنوری ۱۹۵۴ء / ۱۳ صلح ۱۳۳۳ ہش صـ۳ کالم ۲، ۳

[۲] الفضل ۴ اپریل ۱۹۶۰ء / ۴ شہادت ۱۳۳۹ ہش صـ۴ کالم ۲

گو اِس تقریر کا ذکر تاریخ احمدیت جلد ہشتم صلى ۵۳ پر مختصراً کیا جا چکا ہے لیکن اِس کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا آخری حصّہ یہاں دوبارہ درج کیا جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا:۔

" اس نوبت خانہ سے جو یہ نوبت بجی یہ کیا شاندار نوبت ہے پھر کیسی معقول نوبت ہے وہاں ایک طرف بینڈ بج رہے ہیں ٹوں ٹوں ٹوں ٹیں ٹیں ٹیں اور یہ کہتا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کیا معقول باتیں ہیں کیسی سمجھدار آدمیوں کی باتیں ہیں بچہ بھی سُنے تو وجد کرنے لگ جائے اور ان کے متعلق کوئی بڑا آدمی سوچے تو شرمانے لگ جائے۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ ٹوں ٹوں ٹوں ٹیں ٹیں ٹیں مگر افسوس کہ اس نوبت خانہ کو آخر مسلمانوں نے خاموش کر دیا۔ یہ نوبت خانہ حکومت کی آواز کی جگہ چند مرثیہ خوانوں کی آواز بن کر رہ گیا اور اس نوبت کے بجنے پر جو سپاہی جمع ہوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آگئے اور ان میں سے بھی ننانوے فیصد صرف رسماً اُٹھک بیٹھک کر کے چلے جاتے ہیں تب اس نوبت خانہ کی آواز کا رُعب جاتا رہا۔ اِسلام کا سایہ کھچنے لگ گیا۔ خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی اور دُنیا پھر شیطان کے قبضہ میں آگئی۔

اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو، ہاں تم کو، ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دِل کے خون اس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کے لئے مَیں نے تحریکِ جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کے لئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہؐ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے تم نے مسیح سے پھر وہ تخت محمد رسول اللہؐ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہؐ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش

کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دُنیا میں قائم ہونی ہے پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے میری آواز نہیں ہے مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزّت پاؤ۔"[۱]

رپورٹر "المصلح" کے تاثرات

جناب مسعود احمد خان صاحب دہلوی رپورٹر "المصلح"[۲] نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء/ ۱۳۳۲ہش کے ان مبارک ایام کی تفصیلی روداد "المصلح" (مورخہ ۱۵ ؍صلح ۱۳۳۳ہش / ۱۵؍جنوری ۱۹۵۴ء) میں شائع کی جس میں حضور کے آخری خطاب سے متعلق تاثرات درج ذیل الفاظ میں سپردِ قلم کئے:۔

"مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ حضور ایدہ اللہ کا پُرجلال خطاب جونہی اختتام پذیر ہوا چاروں طرف سے لبّیک یا خلیفۃ المسیح لبّیک!! کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اس وقت حضور کی پُرشوکت آواز سے یوں معلوم ہو رہا تھا کہ دشت و جبل گونج رہے ہیں اور انسان تو انسان آسمان پر فرشتے بھی سربسجود پڑے ہیں۔ سامعین کی کیفیت یہ تھی کہ ان پر ایک وارفتگی کا عالَم طاری تھا اور وہ خدا تعالیٰ کا شکر بجا لا رہے تھے کہ اس نے انہیں اس مبارک اجتماع میں شریک ہونے اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی قوّتِ قدسیہ سے فیضیاب ہونے کی سعادت بخشی۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی دعا کرائی یہ دعا بھی اپنے اندر ایک خاص رنگ رکھتی تھی۔ مسیح محمدی (علیہ السلام) کے ہزارہا اتباع جذبۂ ایثار و قربانی کی تجدید کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا رہے تھے اور ہچکیوں اور سسکیوں کا ایک سیلاب تھا جو ان کے سینوں سے اُمڈا چلا آ رہا ہے۔ درد و سوز میں ڈوبی ہوئی یہ آوازیں جلسہ گاہ کی فضا اور اس فضا کے ذرّہ ذرّہ کو مبہوت بنا رہی تھیں کہ خدا اور اس کے مقبول بندوں کا یہ راز و نیاز نہ معلوم کس رُوحانی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہو کیونکہ اس وقت درد و کرب کے ساتھ دعائیں آسمان کی طرف بلند ہو ہو کر دلوں کو اِس یقین سے لبریز کر رہی تھیں کہ آج قبولیت کے دروازے کھلے ہوئے

---

[۱] سیرِ رُوحانی جلد سوم الناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ صفحہ ۲۸۵ تا صفحہ ۲۸۷ ۔ [۲] حال ایڈیٹر "الفضل" ربوہ

ہیں اپنے مولا سے جو مانگنا ہے مانگ لو۔

وہ سماں اب مادی طور پر آنکھوں کے سامنے نہیں ہے لیکن اس کی نہ محو ہونے والی یاد آج بھی تازہ ہے اور ہمیشہ رہے گی اور انشاء اللہ سال بہ سال ہر جلسہ سالانہ کے بعد اس کے نقوش اُبھرتے چلے آئیں گے اور انہیں ایک ایسی جلاء اور تازگی ملتی چلی جائے گی کہ جو آنے والوں کیلئے بھی حیاتِ نَو کی ضمانت دے گی۔ اگرچہ ان تمام سعید رُوحوں میں سے کہ جنہیں مسیح پاکؑ کے جھنڈے تلے جلسہ سالانہ کے ایام میں جمع ہونے کا شرف حاصل ہوُا اکثر اب وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ کے ربّانی حکم کے تحت دُور و دراز علاقوں میں واپس جا چکی ہیں لیکن یقیناً ان کے دل اس پُر کیف نظارے کی یاد سے معمور رہو ہو کر پکار رہے ہیں

ع زمیں وہ ہے کہ جس میں چشمے حیاتِ نَو کے اُبل رہے ہیں " [1]

تقریر کا ریکارڈ یہ پُر معارف تقریر قریباً ۵ گھنٹے تک جاری رہی جسے ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کرنے کا شرف حضرت ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب آف بورنیو کو حاصل ہوُا۔ جیسا کہ محترم قاضی عزیز احمد صاحب فاضل[2] کا بیان ہے کہ:۔

"مکرم سیّد عبد الرحمٰن صاحب امریکہ سے تشریف لائے ان کے ساتھ WIRE RECORDER تھا جس پر انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کی جلسہ کی تقاریر ریکارڈ کیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی یہ تقاریر سُنیں۔ ربوہ میں مختلف جگہ پر یہ تقاریر سُنائی گئیں۔ اس کے بعد تحریکِ جدید انجمن احمدیہ نے دو WIRE RECORDER امریکہ سے منگوائے جن پر ۱۹۵۲ء کی تقاریر خاکسار نے ریکارڈ کیں۔ ۱۹۵۳ء میں حضور رضی اللہ عنہ کی تقاریر مکرم ڈاکٹر بدرالدین صاحبؓ آف بورنیو نے اپنے ٹیپ ریکارڈر پر ریکارڈ کیں۔ ۱۹۵۳ء میں ربوہ میں بجلی نہ تھی یہ تقاریر جنریٹر کے ذریعہ ریکارڈ ہوئیں۔ تقاریر کی سماعت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنریٹر کی رَو درست نہ تھی اس میں اتار چڑھاؤ تھا۔

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۵ صلح ۱۳۳۳ ہش / ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۳۔

[2] (ابن مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ناظر اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ) حال کارکن نظارت امورِ عامہ ربوہ۔

حضور کو جب علم ہُوا کہ تحریکِ جدید نے تقاریر ریکارڈ نہیں کیں تو حضور نے ڈاکٹر صاحب سے کاپی تیار کروانے کی ہدایت فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب کراچی جا چکے تھے چنانچہ وکالتِ تبشیر کے کارکن چوہدری محمد اشرف صاحب مرحوم کراچی گئے اور وہاں سے ڈاکٹر صاحب سے کاپی کرا کے واپس ربوہ آئے۔ یہ ریکارڈ نظارت اصلاح وارشاد میں محفوظ ہے اس سے محکمہ زود نویسی نے لفظاً لفظاً تقریر نوٹ کی جو کتابی شکل میں شائع ہو چکی ہے۔ مجھے مکرم ڈاکٹر بدرالدین صاحبؓ سے معلوم ہُوا تھا کہ انہوں نے بعض دوسرے ممالک میں بھی کاپیاں تیار کر کے بھجوائی تھیں۔ مجھ سے بہت سے احباب یہ تقاریر ریکارڈ کر چکے ہیں۔ انگلستان، جرمنی، امریکہ، ماریشس اور فجی بھی ریکارڈ تیار کر کے بھیجے گئے ہیں۔ قادیان بھی ایک کاپی تیار کر کے بھیجی گئی تھی۔

مکرم ڈاکٹر بدرالدین صاحب مرحوم کی بیٹی مکرمہ امۃ العزیز ادریس صاحبہؓ[1] سے مجھے ۱۹۵۳ء کی تقاریر کی ٹیپ حاصل ہوئیں۔ ان ٹیپ کا شروع اور آخر ٹوٹا ہُوا ہے میرے خیال میں یہ اصل ریکارڈ ہے اِس سے مَیں نے ایک کاپی تیار کی تھی جس سے کئی احباب کو کاپی کر کے دی گئیں"۔[2]

نظارت دعوۃ وتبلیغ نے اگلے سال مارچ ۱۹۵۴ء سے اِس پُرمعارف تقریر کو مغربی پاکستان کے طُول وعرض میں سُنانے کے وسیع پیمانہ پر انتظامات کئے[3]۔ قریباً ربع صدی سے یہ تقریر ربوہ کے مرکزی اجتماعات کے علاوہ دوسرے بہت سے مقامات میں سُنائی جا رہی ہے مگر اس کی اثر انگیزی اور اِنقلاب آفرینی کا یہ عالم ہے کہ بار بار سُننے کے باوجود اس کی رُوحانی تاثیرات وبرکات میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ اب بھی حضرت مصلح موعودؓ کی پُرشکوہ آواز کانوں میں پڑتے ہی ایک خاص وجدانی کیفیت قلوب واذہان پر طاری ہو جاتی ہے۔

اخبار "تنظیم" پشاور میں جلسہ سالانہ ربوہ کا ذکر

اخبار "تنظیم" (پشاور) نے ۴ جنوری ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں اِس جلسہ کی نسبت حسبِ ذیل دو نوٹ شائع کئے۔

---

۱ اہلیہ مرزا احمد ادریس صاحب مبلغ انڈونیشیا حال آفس سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ۔

۲ مکتوب قاضی عزیز احمد صاحب بنام مؤلف تاریخ احمدیت۔

۳ روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۱ مارچ ۱۹۵۴ء / ۱۱ امان ۱۳۳۳ ہش۔

"پنتالیس ہزار کے عظیم الشان اجتماع میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود کا معرکۃ الآرا خطاب"

"ہمیں امریکہ، برطانیہ اور کمیونسٹوں سے بے نیاز ہو کر اسلام کی اساس پر پاکستان کی حکومت کی تعمیر کرنی چاہیئے"

ربوہ ۲۷ دسمبر: بعد از نماز ظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب امام جماعتِ احمدیہ پاکستان نے خطبۂ مسنونہ محمدیہ علیٰ صاحب السّلام وتسلیمات وعلیٰ آلِ و اصحابہ الکرام کے بعد ارشاد فرمایا کہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم مسلمان ایک آزاد سرزمین پر اپنے خدا جلّ شانہٗ اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وستائش کے لئے ایک جگہ پر جمع ہوئے ہیں۔ یہ خدا کا انتہائی فضل اور اس کے رحم اور اس کے کرم کی دلیل ہے کہ ہم مسلمان باوجود اپنی اختلاف رائے کے بھی مذہب کے معاملے میں ایک ہیں۔ ہم سب مسلمانوں کا ایک خدا کی ذات اور اس کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے قرآن پر ایمان ہے۔ ہمارے اختلافات باعثِ رحمت ہیں کیونکہ اس سے علمی تحقیقات کے نکات اور خدمتِ اسلام کی راہیں ہم پر کھلتی ہیں۔ ہمارا اثاث صرف مذہبِ اسلام ہے۔ ہم اسلام کے لئے جئیں اور اسلام کے لئے مریں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپؐ کی شانِ نبوّت کو برقرار رکھنے کے لئے ہم ہر جائز جدّوجہد کو جاری رکھیں۔ آپ نے فرمایا ہمارا مسلک غیر سیاسی ہے لیکن حالات جو مسائل پیش کرتے ہیں اس پر بھی مجھے کچھ کہنا ہے اور وہ ملک میں ہمارا حکمران طبقہ امریکہ، برطانیہ اور کمیونسٹ تین آراء رکھنے والے گروہ ہیں۔

آپ نے فرمایا جب ہم ایک آزاد ملک کے مالک بن چکے ہیں تو ہمارا نصب العین صرف یہ ہونا چاہیئے کہ ملک میں کمیونسٹ نہ بڑھیں۔ آپ نے فرمایا اِس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہم جب برطانیہ سے آزاد ہو چکے ہیں تو ہم اس کی رسّی کو پھر گلے میں نہ ڈالیں اور ہم کو اس کی غلامی پر فخر نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا کہ امریکہ ایک بہت بڑا سرمایہ دار ملک ہے اور اس کے ساتھ گٹھ جوڑ مناسب نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارے معاہدات کی بُنیاد اِس اصول پر ہو کہ پاکستان آزاد ملک کی حیثیت سے قائم رہے اور وہ آزاد ملک کی حیثیت سے برطانیہ اور امریکہ سے اپنے تعلّقات قائم رکھے۔ آپ نے فرمایا آزادی بہت جدّوجہد کے بعد ملی ہے اور اس کی قدر وہی جانتے ہیں جنہیں آزادی کی ماہیّت کا علم ہو۔

آپ نے فرمایا انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خدا پرستوں کے لئے آزادی کی جدّوجہد کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا مجھے حُسنِ ظن ہے کہ ہماری حکومت نے برطانیہ سے جو معاہدے کئے ہیں وہ درست ہوں گے۔ آپ نے فرمایا جیسا کہ میرے علم میں لایا گیا ہے کہ امریکہ بغیر کسی شرط کے پاکستان کو فوجی امداد دے رہا ہے تو یہ ایک مستحسن فعل ہے جس پر امریکہ اور پاکستان کے تعلقات مضبوط ہوں گے اور اس تعلقات کی مضبوطی پر مجھے سب سے زیادہ خوشی ہے۔ آپ نے فرمایا حکومت کی مشکلات آسان کرنے میں حکومت کی مدد کرو اور کمیونسٹ طبقوں کو افہام وتفہیم سے اِسلام کے صحیح اصولوں پر لاؤ کیونکہ یہ مملکتِ پاکستان اِسلام کی حکومت ہے اور جس کے اندر مسلمانوں کے لئے سوائے اسلام کے کوئی دوسرا رستہ زیب نہیں دیتا۔

آقائے دوجہان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مسلمان کا جزوِ ایمان ہے مسلمان اوّل بھی محمدؐ کا ہے اور اس کا ایمان بھی محمدؐ کا ہے اور اس کا آخر بھی محمدؐ کا ہے کیونکہ وہی شفیع المذنبین وہی ختم المرسلین اور وہی آخر الانبیاء ہے۔ اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی کہ بانیٔ سلسلہ حضرت مرزا صاحب اور حضرت خلیفہ اوّل اور تمام وابستگانِ سلسلہ مرحومین کو اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہم زندوں کو ان کے نقشِ قدم پر اسلام کی خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔

"دوسرا معرکۃ الآرا خطبہ"

ربوہ ۲۸ر دسمبر۔ بعد از نماز ظہر حضرت مرزا بشیر الدین محمود نے آخری عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا جس نے سامعین کے ایمانوں میں ایک ولولہ پیدا کیا۔ آپ نے حمد ونعت کے بعد شاہانِ مغلیہ کا ایک تاریخی واقعہ بیان فرمایا جو لال قلعہ سے بنگال، مدراس، کراچی اور اٹک تک تعلق رکھتا تھا۔ آپ نے اس کے بعد فتح مکّہ کا تاریخی واقعہ پیش کیا۔" [1]

"جماعتِ احمدیہ کا سالانہ جلسہ"

حسبِ دستور اِس دفعہ بھی جماعتِ احمدیہ پاکستان کا جلسہ سالانہ اپنے مرکزی مقام ربوہ (پنجاب) میں ۲۶ تا ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۳ء تین دن جاری رہا جو پروگرام، مقاصد اور حاضری کے لحاظ

---

[1] اخبار "تنظیم" پشاور مورخہ ۴ر جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۱

سے کافی کامیاب جلسہ تھا۔

جلسہ کے آخری روز ۲۸ کو بعد از نماز ظہر حضرت مرزا بشیر الدین صاحب محمود نے خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہمارے نبی کریم، ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن اہلِ مکّہ سے خطاب فرماتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کے ان الفاظِ گرامی کو اپنی زبانِ مبارک سے دہرایا.... لا تثریب علیکم الیوم....

آپ نے فرمایا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن فتح مکّہ کا شاہانہ دربار منعقد فرمایا آپ جلوس آرائے میمنت لزوم تخت و تاجِ نبوّت ہوئے تو آپ نے بعینہٖ انہی الفاظِ مبارک سے اپنے بھائیوں کو معاف کیا جس طرح مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام نے جلوس آرائے تختِ مصر ہوکر اپنے بھائیوں کو اپنے الفاظ سے معاف فرمایا۔

آپ نے فرمایا ہمارا آقا و مولیٰ سب نبیوں کا بادشاہ اور حسینانِ جہاں کا ملجا و ماویٰ ہے۔ وہ خلقِ عظیم کا مالک حُسنِ یوسف بھی رکھتا ہے۔ دمِ عیسیٰ بھی رکھتا ہے۔ یدِ بیضا بھی رکھتا ہے۔ وہ پچھلے اور آنے والے تمام بادشاہوں کا بادشاہ اور تمام نبیوں کا سرتاج ہے۔ اللہ نے جو دینا تھا محمدؐ کو دیا اور آئندہ جس نے جو لینا ہے محمدؐ سے لے گا اِس لئے تم پر اللہ کی اطاعت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اس کے اولوالامر کی اطاعت واجب ہے۔

آپ نے فرمایا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مقامِ ابراہیمؑ پر کھڑے ہوکر اہلِ مکّہ سے خطاب کیا کہ یاد رکھو آج کے دِن دینِ ابراہیم کی فتح ہے۔ کفر و شرک اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ منہ چھپائے ہوئے ہے۔

آپ نے فرمایا جو لوگ براہِ راست میرے پاس پہنچیں دینِ اسلام کا اقرار کریں وہ معاف۔ جو ابوسفیان کے گھر پناہ لیں کیونکہ وہ مسلمان ہو چکا ہے اور امان پا چکا ہے تو وہ بھی معاف۔ جو گھروں میں کواڑ بند کرکے بیٹھ جائیں، فتنہ و فساد میں حصّہ نہ لیں تو وہ بھی معاف۔ اور جو ہمارے مؤذن بلال حبشیؓ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں وہ بھی معاف ہے۔

آپ نے فرمایا یہ تھا خلقِ عظیم سرورِ کون و مکاں۔ اور یہ ہے اُسوۂ حسنہ نبیؐ عربی جس پر چل کر ہم نے اپنے مستقبل کو دینِ اسلام کے سانچے میں ڈھالنا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم خدامِ دینِ محمدؐ ہیں

ہماری کوئی حرکت بھی دین کے خلاف نہیں ہونی چاہیئے۔ آپ نے فرمایا سچے اور راستباز بنو، اللہ سے تعلق قائم کرو اور قرآن کو ہاتھ میں لو، خود عاقل بنو، اوروں کو قرآن کی نعمت سے مالامال کرو۔ آپ نے فرمایا جماعت کی طرف سے گیارہ زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ پانچ زبانوں میں ترجمے اور ہونے ہیں جس کے لئے تمہارے مالی ایثار کی ضرورت ہے جس کیلئے تم، تمہاری بیویاں اور بچے بچیاں اپنے دستکاری کاموں سے دو دو پیسے جمع کرکے چندے دو۔ آپ نے فرمایا دین کی خدمت اور اسلام کی اشاعت کے لئے ہر امیر و غریب احمدی مرد عورت کو اپنے ہاتھ سے روزانہ کچھ نہ کچھ کام کرکے اس کی آمد جماعت کو بھیجنی چاہیئے تاکہ جماعت کو تبلیغی فرائض کی انجام دہی میں مالی مجبوریاں سدِ راہ نہ ہو سکیں۔ آپ نے فرمایا مسلمانو! محمدؐ رسول اللہ کے پروگرام کی اشاعت میں جس قدر زیادہ سے زیادہ مالی حصہ لوگے آپ کی دُنیا اور دین اسی قدر سنورتے جائیں گے۔ جب آپ کا سب کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لئے ہو گا تو کوئی وجہ نہیں کہ اللہ اور اس کا رسولؐ آپ کا نہ ہو۔ آخر میں آپ نے دعا پر اپنے خطبے کو ختم کیا۔ اِسلام اور مسلمانوں کی سربلندی اور یک جہتی کے لئے دُعا مانگی۔

"ہمارے اپنے تاثرات"

ہمارے اپنے تاثرات یہ ہیں کہ حضرت مرزا بشیر الدین صاحب محمود ایک سچے محمدی مسلمان ہیں ان کے دِل میں اِسلام کے لئے تڑپ اور محبت ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان خدا کی رسی قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں اور ایک ہو جائیں۔

ہم نے گولڑہ شریف کے عُرسوں میں بھی شرکت کی ہے۔ تقریریں سُنی ہیں۔ قوالیاں سُنی ہیں۔ حسبِ مراتب مہمان نوازیاں دیکھی ہیں لیکن جو عملی تجاویز، عملی کارکردگی، عملی تڑپ، عملی نقل و حرکت، عملی ولولہ ایک چھوٹی سی جماعتِ احمدیہ کے اندر ہے وہ ہم نے گولڑہ شریف کے جمِ غفیر میں بھی نہیں دیکھا۔ ہم اگر یہ تجویز پیش کریں تو کون مانے گا کہ گولڑہ شریف، لبسال شریف، خواجہ حسن نظامی اور سب بزرگ مل کر ایک کانفرنس منعقد کریں جس میں جماعتِ احمدیہ کے ساتھ ان باتوں کا تصفیہ کریں جو مابہ الاختلاف ہیں اور پھر ایک متوازی شکل میں خدمتِ قرآن کریں۔ ہم نے خود پانچ منٹ حضرت بشیر الدین صاحب محمود سے ملاقات کی۔ انہیں معلوم تھا کہ یہ میرا مرید نہیں ہے۔

انہیں معلوم تھا کہ جماعت سے وابستگان کے سلسلے میں اس کا نام نہیں ہے لیکن انہوں نے جن خیالات کا اظہار فرمایا اس میں اسلام اور دینِ محمد علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے لئے سچی تڑپ، سچی عقیدت اور سچی راہنمائی کے آثار نظر آرہے تھے۔ ہم نے "تنظیم" اللہ کے بھروسے پر نکالا ہے اور ہم اس کو اللہ کے بھروسے پر سچائی کے راستوں پر چلانا چاہتے ہیں۔ ہم نے جو لکھا خدا شاہد ہے یہ اس غرض سے نہیں لکھا کہ ہمیں جماعتِ احمدیہ سے یا مرزا صاحب سے چنداں مالی خواہشات ہیں بلکہ یہ خالصتاً لِلّٰہ ایک مخبرِ صادق اور ایک سچے رپورٹر کی حیثیت سے ہم نے اِن حالات کو لکھا ہے۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود نے خود فرمایا کہ اگر جماعت کے اندر ان کے امراء و رؤسا سچے اخلاق، سچی عادتوں اور سچی اسلامی محبت سے مسلمانوں کے ساتھ، دوستوں کے ساتھ اور ہمسائیوں کے ساتھ پیش آئیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے اختلافات اور تنازعات ایک محبت، اخلاق، مروّتِ ملکی اور وطنی تعلقات کے سلسلے میں ایک بنیانِ مرصوص (نہ) ثابت ہوں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ہماری جماعت میں بھی اہلِ غرض اشخاص کی کمی نہیں ہے اور مَیں چاہتا ہوں جو شخص بھی جماعت کے متعلق کوئی معلومات کرنا چاہے اُسے میرے ساتھ ملاقات کا موقع دیا جائے لیکن مَیں نے اکثر دیکھا ہے کہ ایسا نہیں کیا جاتا۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تم میں سلف الصالحین کی تقلید ہو اور تم اپنے اختلافات کو اسلام اور مسلمانوں کی محبت کے راستے میں حائل نہ کرو۔ اگر ہم حضرت مرزا بشیر الدین صاحب کے تمام اوصاف کو جو ساری اُمّت کے متعلق ان کے دل میں ہیں بیان کریں تو اس کے لئے ایک بہت بڑے دفتر کی ضرورت ہے۔ ؎

دفتر تمام گشت بپایاں رسید عمر ❊ ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم" [1]

۱۹۵۳ء کے خطباتِ جمعہ ایک نظر میں

سفرِ سندھ کے رُوح پرور خطبوں کا مفصل بیان ہو چکا ہے اب ذیل میں اِس سال کے ان خطباتِ ربوہ کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جو شائع شدہ ہیں۔ ان خطبات کی تعداد ۲۷ بنتی ہے۔

---

[1] اخبار "تنظیم" پشاور مورخہ ۴ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۳

۱ - ہمارے سب کام خدا تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ ہر تغیر میں اُسی کا ہاتھ نمایاں نظر آتا ہے۔ (۲ر جنوری/صلح)

۲ - وقت کو ضائع نہ کرو اور بار بار انفرادی اور اجتماعی طور پر غور کرو کہ ہمارا کیا پروگرام تھا اور ہم نے اب تک کس حد تک اس پر عمل کیا ہے؟ (۹ر جنوری/صلح)

۳ - مصائب کے یہ ایّام اور استقامت کے ساتھ خدا تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے گذارو اور ساتھ ہی اپنی ان طاقتوں کو بھی صحیح طور پر استعمال کرو جو خدا تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں۔ (۱۶ر جنوری/صلح)

۴ - موجودہ وقت کی قدر کرو اور اپنے لئے زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ہمارے ایمان اور اخلاص کا تقاضا ہے کہ تحریکِ جدید ہمیشہ جاری رہے۔ (۲۳ر جنوری/صلح)

۵ - روزے انسان کو غلطیوں سے بچانے، مشکلات پر قابو پانے، اور خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ (۳۰ر جنوری/صلح)

۶ - سچائی کو اختیار کرو کہ اس کے نتیجہ میں تمہیں دوسری بہت سی نیکیوں کی بھی توفیق مل جائے گی۔ (۶ر فروری/تبلیغ)

۷ - اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر ماننا ہے تو تمہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ بالآخر تم ہی کامیاب ہوگے۔ (۱۳ر فروری/تبلیغ)

۸ - جماعت اور تنظیم کی غرض یہی ہوا کرتی ہے کہ جماعت کے تمام حصے واقعات سے باخبر رہیں۔ (۲۰ر فروری/تبلیغ)

۹ - تمہارا سب سے بڑا عزیز اور دوست خدا تعالیٰ ہے اِس لئے تم اُسی کے سامنے جھکو اور اُسی سے مدد طلب کرو۔ اپنی زندگی کو اسی طریق پر چلاؤ جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے۔ (۲۰ر مارچ/امان)

۱۰ - اگر انسان اپنے ہر کام کے شروع میں سوچ سمجھ کر بسم اللہ پڑھے تو اس کے دل میں خدا تعالیٰ کی محبت پیدا ہوگی اور غیر معمولی علوم حاصل ہوں گے۔ (۳ر اپریل/شہادت)

۱۱ - بسم اللہ ہر برکت کی کلید ہے اور اس سے فائدہ اُٹھانا ہر مومن کا فرض ہے۔ (۲۴ر اپریل/شہادت)

۱۲ - بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر مومن اِس بات کا اقرار کرتا ہے کہ ہر کام کا آغاز اور انجام اللہ تعالےٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت اور رحیمیت کو مدِّنظر رکھو تو تمہاری زندگی کے سارے اعمال درست ہو جائیں۔ (یکم مئی/ہجرت)

۱۳۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے مومن پر خدا تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں کا انکشاف ہوتا ہے اگر انسان اسے اپنا وِرد بنالے تو یہ اُس کے اندر نُور، معرفت اور روشنی پیدا کرنے کا زبردست ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ (۸رمئی/ہجرت)

۱۴۔ رمضان کے مبارک ایّام سے فائدہ اُٹھاؤ اور خدا تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرو۔ صرف زندہ رہنے کی کوشش نہ کرو بلکہ سچّے مسلمان بن کر زندہ رہنے کی کوشش کرو کہ یہی ہمارا اصل مقصود ہے۔ (۲۲رمئی/ہجرت)

۱۵۔ اللہ تعالیٰ نے جو عبادتیں مقرر فرمائی ہیں ان کے بغیر انسان کی رُوحانی زندگی کبھی قائم نہیں رہ سکتی۔ اپنے اندر نیکی پیدا کرو اور پھر اپنے ماحول کا جائزہ لے کر قوم کی بھی اصلاح کرنے کی کوشش کرو۔ (۲۹رمئی/ہجرت)

۱۶۔ اپنے اعمال سے دُنیا پر واضح کردو کہ تم دوسروں سے زیادہ اِسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اعلیٰ اخلاق ظاہر کرنے والے ہو۔ تمہارا فرض ہے کہ بنی نوع انسان کی عموماً اور مسلمانوں کی ہمدردی کے کاموں میں خصوصاً شوق سے حِصّہ لو۔ (۵رجون/احسان)

۱۷۔ کوئی قوم اس وقت تک ترقّی نہیں کرسکتی جب تک کہ اُس کے افراد زیادہ نہ سوچیں اور باتیں کم نہ کریں۔ (۱۲رجون/احسان)

۱۸۔ اگر تم اپنے ان اعمال کو درست کرلو جو دوسروں کو نظر آتے ہیں تو تمہارے باطنی اعمال آپ ہی آپ درست ہوجائیں گے۔ اس ذات کے ساتھ اپنے تعلق کو بہرحال مقدّم رکھو جو ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ (۱۹رجون/احسان)

۱۹۔ مذہب کی اصل غرض اعمال کی اصلاح ہے اور یہ اصلاح کوشش اور محنت کے بغیر کبھی نہیں ہوسکتی۔ اپنے اعمال میں ایسی اصلاح کرو کہ دیکھنے والا یہ کہنے پر مجبور ہوجائے کہ ان کے اور دوسروں کے ایمان میں نمایاں فرق ہے۔ (۲۶رجون/احسان)

۲۰۔ قرآن کریم کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہی اسلام ہے۔ (۲۵رستمبر/تبوک)

۲۱۔ اگر تم قرآن کریم پڑھ کر اس سے فائدہ اُٹھاتے ہو تو تم سے بڑھ کر خوش قسمت اور کوئی نہیں ہے۔ (۲راکتوبر/اخاء)

۲۲۔ دُنیا کی اصلاح اور اسلام کی تعلیم کو پھر سے رائج کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کیا ہے جب تک تم اس تعلیم کو اپنے نفس میں رائج نہیں کر لیتے تم اسے دُنیا میں بھی رائج نہیں کر سکتے۔ (۹ر اکتوبر/اخاء)

۲۳۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، ذکر و فکر اور خدمتِ خلق وہ ذرائع ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی اور بنی نوع انسان کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ (۲۳ر اکتوبر/اخاء)

۲۴۔ ربوہ میں رہنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اس مقام کے تقدس کو ہر لمحہ مدِنظر رکھیں اور اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی، خدمتِ دین اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے وقف کر دیں۔ (۳۰ر اکتوبر/اخاء)

۲۵۔ تم خوشی اور بشاشت سے آگے بڑھو اور تحریکِ جدید کے چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لو تا دُنیا میں اشاعتِ اسلام ہو سکے۔ (۲۷ر نومبر/نبوّت)

۲۶۔ جماعت کے ہر فرد کو محسوس کرنا چاہیئے کہ اس کی زندگی کے تمام کاموں میں سے سب سے اہم کام تبلیغ واشاعتِ اسلام ہے۔ (۴ر دسمبر/فتح)

۲۷۔ جلسہ سالانہ پر احباب کثرت کے ساتھ آئیں اور یہاں آکر اپنا سارا وقت دین کے لئے خرچ کریں۔ کارکن خدمت کا اعلیٰ معیار قائم کریں اور اخراجات میں ہر ممکن کفایت کو ملحوظ رکھیں۔ (۱۱ر دسمبر/فتح) [1]

---

[1] "الفضل" (لاہور) ۲۲ر جنوری۔ ۲۶ر جنوری۔ ۳۱ر جنوری۔ ۳ر فروری۔ ۸ر فروری۔ ۱۴ر فروری۔ ۱۵ر فروری۔ ۲۲ر فروری ۱۹۵۳ء/ ۱۳۳۲ ہش (خطبات ۱ تا ۸)

"المصلح" (کراچی) ۹ر اپریل۔ ۲۲ر اپریل۔ ۲ر مئی۔ ۱۳ر مئی۔ ۲۰ر مئی۔ ۳۰ر مئی۔ ۱۷ر جون۔ ۲۶ر جون۔ یکم جولائی۔ ۵ر جولائی۔ ۱۲ر جولائی۔ ۱۳ر نومبر۔ ۱۵ر نومبر۔ ۱۹ر نومبر۔ ۲۵ر نومبر۔ ۱۱ر دسمبر۔ ۱۳ر دسمبر۔ ۱۶ر دسمبر ۱۹۵۳ء/ ۱۳۳۲ ہش۔

(خطبات ۹ تا ۲۷ باستثناء خطبہ ۲۴ کے جو الفضل ربوہ مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا)۔

فصل سوم

جلیل القدر صحابہ کا انتقال

اِس سال (۱۳۳۲ہش مطابق ۱۹۵۳ء) میں مندرجہ ذیل جلیل القدر صحابہ کا انتقال ہوا:۔

۱۔ **حضرت مرزا کبیر الدین احمد صاحب لکھنوی**رضی اللہ عنہ۔ (وفات ۱۵؍جنوری ۱۹۵۳ء)

محترم سیّد ارشد علی صاحب لکھنوی کا بیان ہے:۔

"مرحوم خاکسار کے ماموں تھے اور احمدیت کی نعمت مجھے مرحوم ہی سے ملی تھی۔ شاید ۱۹۰۱ء سے پہلے مرحوم نے بیعت کی تھی ... مرحوم کے احمدی ہونے کے مختصر حالات جو میں جانتا ہوں یہ ہیں۔ ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزا کبیر الدین احمد صاحب مرحوم اور مرحوم کے چھوٹے بھائی مرزا حسام الدین صاحب جھانسی میں پولیس میں ملازم تھے وہاں ایک اوورسیئر مشتاق احمد صاحب تھے انہیں کہیں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف "ازالہ اوہام" مل گئی۔ مشتاق احمد صاحب شاعر اور علم دوست آدمی تھے اور مرحوم کے دوست تھے انہوں نے مرزا صاحب مرحوم کے پاس مولوی رحمت اللہ صاحب اور پادری فنڈر کی کتابیں دیکھی تھیں۔ وہ یہ جانتے تھے کہ مرحوم کو ردِّ عیسائیت کا شوق ہے اِس لئے انہوں نے "ازالہ اوہام" مرزا صاحب مرحوم کو دے دی۔ "ازالہ اوہام" کو پڑھنے کے بعد مرحوم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عریضہ لکھا اور بیعت کر لی۔ مرحوم کے چھوٹے بھائی ایک مدّت تک احمدی نہیں ہوئے تھے لیکن خدا کے فضل سے مرحوم کی تبلیغ سے وہ احمدی ہو گئے۔ مرحوم کو تبلیغ کا جنون تھا۔ مرحوم انجیلی طرزِ تحریر کے موجد تھے اور اِس مخصوص رنگ میں لکھے ہوئے ان کے پُرانے مضامین جو بدر، تشحیذ اور ریویو میں شائع شدہ ہیں انہیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے احمدیوں نے تبلیغ مبلّغین کے ذریعہ سے نہیں کی بلکہ ان بزرگوں نے خود مبلّغ ہونے کی حیثیت میں کی ہے یہی وجہ ہے

کہ ہم سے جُدا ہونے والی یہ ہستیاں آج بھی ہمارے لئے ایک عملی نمونہ ہیں اور ہم سے جُدا ہونے کے بعد بھی یہ خدا کے بندے ہمارے لئے ایک ایسا عملی نمونہ چھوڑ گئے ہیں جو تبلیغِ اسلام کا ایک بہت بڑا گُر ہے۔

ایک مرتبہ مَیں مکرم جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کی کوٹھی پر ممدوح سے باتیں کر رہا تھا دَورانِ گفتگو میں چودھری صاحب نے فرمایا مرزا صاحب کیسے ہیں؟ مَیں نے کہا اچھے ہیں لیکن اب بہت بوڑھے ہونے کی وجہ سے سلسلے کے نوعمر کارکنوں کی کم سُنتے ہیں۔ مکرم چودھری صاحب نے گھبرا کر اور میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "یہ بہت قابلِ قدر لوگ ہیں جس زمانہ میں انہوں نے بیعت کی ہے وہ بڑا عجیب زمانہ تھا۔" چودھری صاحب کی اس رُوحانی کیفیت کا میرے اُوپر بڑا گہرا اثر ہوُا اور اس دن سے مَیں بالکل محتاط ہو گیا۔

۱۹۱۲ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ لکھنؤ تشریف لائے تھے تو اس زمانہ میں مرزا صاحب مرحوم پر تعلقات کی وجہ سے خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کا اثر تھا لیکن حضرت صاحب کی زیارت کے بعد مرحوم نے حضور کی بیعت کر لی اور پھر کبھی پیغامی دوستوں کا نام نہ لیا۔ مرزا صاحب مرحوم کی عمر ۹۵ سال کے قریب تھی لیکن اتنی لمبی عمر میں بھی بڑے جواں ہمّت، ہنس مُکھ، زندہ دِل، مخیّر اور ایک خاص رنگ کے مہمان نواز تھے۔ مرحوم کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دستِ مبارک سے تحریر کئے ہوئے کئی خطوط تھے جو اَب شاید ہمیں مل بھی نہ سکیں۔ لکھنؤ کے پُرانے احمدی کسی نہ کسی رنگ میں مرحوم کی تبلیغ ہی سے احمدی ہوئے ہیں اور سچ یہ ہے کہ لکھنؤ میں احمدیت کے باغ کا وہ ایک قابلِ قدر بیج تھے۔" [۱]

حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے آپ کی وفات پر لکھا:۔

"جب مَیں "بدر" میں کام کرتا تھا تو مرزا صاحب مرحوم سے تعارف ہوُا۔ اُن دنوں وہ اپنی مخلصانہ، پُرجوش تبلیغی خدمات کی وجہ سے بہت پیش پیش تھے۔ ریلوے گارڈ تھے اِس لئے سفر و حضر میں جہاں موقع پاتے تبلیغ فرماتے اور سب سے اوّل وفاتِ مسیح منواتے۔ تشحیذ الاذہان اور

---

[۱] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۲۸ر جنوری ۱۹۵۳ء صفحہ ۲۔

ریویو آف ریلیجنز کی ایڈیٹری جب میرے سپرد تھی تو شیعہ علماء مجتہدین اور دیگر مشہور و معروف اکابر کی تحریرات سے (جن میں وفاتِ مسیح یا حضرت مسیح موعودؑ و جماعتِ احمدیہ کی اسلامی خدمات تبلیغ واشاعت کا اعتراف ہوتا) مجھے بہت امداد پہنچاتے رہتے چنانچہ بعض تحریروں کے عکس بھی ان رسالوں میں چھاپے گئے۔ وہ ہمیشہ ایسی ٹوپی پہنتے جس پر احمدی لکھا ہوتا۔ اِس طرح بہت جلد دوسرے لوگوں کی توجہ ان کی طرف ہو جاتی۔ ہر سوال کا جواب نہایت دِل نشین طرز میں دیتے۔ کچھ عرصہ وہ جناب بابا نانک صاحب کی اتباع میں ایک سبز چولہ پہنتے رہے جس میں احمدیت کے مخصوص مسائل کے متعلق ثبوت ثبت تھے۔ احمدیہ جلسہ سالانہ میں یہ چولہ پہن کر جب شامل ہوتے تو احباب کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے ان کے بہت تعلقاتِ محبت و اخوت تھے۔ ایک رسالہ انجیل کی طرزِ عبارت پر لکھا جو بہت دلچسپ اور مفید تھا۔

کوئی ڈیڑھ دو ماہ کا عرصہ ہوا میں نے حالیہ بدر قادیان میں ان کی وصیت پڑھی جس میں مرقوم تھا کہ میں اپنی کتب کی لائبریری وصیت میں دیتا ہوں۔ الفضل میں بھی جب چھپی تو میں نے جو کئی سال سے ان کے حالات سے بے خبر ہو رہا تھا ان کو لاہور سے خط لکھا اور پرانے تعلقات کی یاد تازہ کی، ان کا جواب آیا جو بہت پُر درد تھا معلوم نہ تھا کہ ان کا آخری خط ہے۔" [1]

مرحوم کی تصانیف حسبِ ذیل ہیں:-

(۱) حیاتِ صادق کبیر (۲) انجیل کبیر کا پہلا صادق باب (۳) جناب محمد صلعم کا دوبارہ دُنیا میں آنا۔

حضرت مصلح موعود نے ۱۹ احسان ۱۳۳۲ ہش / ۱۹ جون ۱۹۵۳ء کو خطبہ جمعہ کے بعد جو ۱۶ جنازہ ہائے غائب پڑھائے ان میں آپ کا جنازہ بھی تھا۔ حضور نے آپ کی نسبت فرمایا:-

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے پرانے صحابی تھے اور لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔" [2]

۲۔ حضرت میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب (وفات ۸ اپریل ۱۹۵۳ء)

سلسلہ احمدیہ کے نہایت متوکل، زاہد، عابد اور مستجاب الدعوات اور ممتاز بزرگ حضرت ڈاکٹر سید

---

[1] روزنامہ "الفضل" ۲۹ جنوری ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۔

[2] روزنامہ "المصلح" ۵ جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۵۔

عبدالستار شاہ صاحبؓ کے فرزند ارجمند اور احمدیت کا مجسّم پاک نمونہ تھے۔ نمازوں اور تہجّد میں باقاعدگی رکھتے تھے اور قرآن پاک کے ساتھ خاص عشق تھا آپ پہلے فوج میں میجر آئی۔ ایم۔ ایس تھے پہلی جنگِ عظیم (۱۹۱۴ء۔ ۱۹۱۸ء) کے بعد جیل خانہ جات پنجاب کے سپرنٹنڈنٹ رہے اور ۱۹۴۴ء کے آخر میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل (جیلز) بنا دئے گئے اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے اور پھر سیالکوٹ میں جا بسے اور وہیں انتقال کیا۔

سرکاری ملازمت میں جہاں جہاں رہے اپنے اخلاق، خدمت اور رواداری سے سب کو گرویدہ بنا لیا حتّٰی کہ غیر مسلم تک آپ کی بلند حوصلگی اور شانِ مروّت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

اخبار "ریاست" دہلی کے ایڈیٹر اور ممتاز سکّھ صحافی جناب سردار دیوان سنگھ مفتوّن نے اپنی کتاب "ناقابلِ فراموش" میں حضرت شاہ صاحب کا ذکر نہایت عقیدت بھرے الفاظ میں کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

(۱) "سوموار کو صبح سپرنٹنڈنٹ میجر شاہ (یہ بزرگ بہت شریف۔ دیانتدار۔ نیک اور مذہبی خیال کے بزرگ تھے قادیان کی احمدی جماعت کے پیشوا کے عزیزوں میں سے تھے۔ قیدیوں کے بہت ہمدرد تھے مگر ان کی دماغی کیفیت کچھ ایسی تھی جسے فزیکل کہا جاسکتا ہے یعنی خیال آجائے تو قیدی کے لئے سب کچھ کر دیں اور خیال نہ آئے تو قیدی کی کسی خواہش کی پرواہ نہ کریں۔ یہ ہمیشہ ہی میرے اِحساس کا خیال کرتے رہے) "پریڈ" میں تشریف لائے تو مَیں نے ان سے کہا پریس کی بجائے میری ڈیوٹی کسی اَور جگہ لگا دی جائے تو اچھا ہو میجر شاہ نے فوراً حکم دیا کہ مَیں اپنی رہائش والی جگہ پر ہی رہوں اور جو کام دینا ہو یہاں ہی دے دیا جائے۔" [۲]

(۲) "اس زمانہ میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر ایک بہت ہی نیک دِل اور خدا ترس میجر حبیب اللہ شاہ تھے۔ میجر شاہ پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے اور مذہبی اعتبار سے قادیان کے احمدی اور احمدیوں کے موجودہ پیشوا کے قریبی رشتہ دار۔ آپ گو ولایت کے تعلیم یافتہ تھے اور ان کے گھر میں بھی یورپین بیوی تھیں مگر نیکی، پارسائی، نماز، روزہ کے اعتبار سے آپ ایک پکّے مسلمان تھے۔" [۳]

---

[۱] آپ کے حالات "تاریخ احمدیت" جلد ہشتم صفحہ ۴۳۴ پر درج ہیں۔

[۲] "ناقابلِ فراموش" از دیوان سنگھ مفتوّن طبع اوّل مارچ ۱۹۵۸ء صفحہ ۲۰۵۔ [۳] ایضاً صفحہ ۴۶۹، ۴۷۰۔

رسالہ "چٹان" لاہور کے ایڈیٹر شورش کاشمیری صاحب نے اپنی کتاب "پس دیوار زنداں" میں اُن کے کئی چشم دید واقعات[1] لکھے ہیں جن سے آپ کے پاکیزہ شمائل پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ لاہور سنٹرل جیل کے ضمن میں لکھا ہے:۔

(۱) "سید امیر شاہ جیلر تھے اور میجر حبیب اللہ شاہ سپرنٹنڈنٹ دونو خاص خوبیوں کے مالک تھے۔ کرنل پوری (انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات) نے منٹگمری سے واپسی کے بعد میجر حبیب اللہ شاہ سے ذکر کیا کہ ایک سخت طبیعت کا قیدی آرہا ہے اس پر قابو پا سکو گے؟..... مجھے یہاں تشدد و انتقام کے سبھی مرحلوں سے گزار کر لایا گیا تھا اور اب مجھ پر کوئی سا تجربہ کرنا باقی نہ رہا تھا میجر حبیب اللہ شاہ کا سلوک بہرحال شریفانہ تھا۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ وہ پکّے قادیانی تھے۔ ان کی ہمشیرہ میرزا بشیر الدین محمود کے عقد میں تھیں۔ قادیان کے ناظر امور عامہ سید زین العابدین ولی اللہ اُن کے بڑے بھائی تھے۔ انہیں یہ بھی علم تھا کہ مَیں آل انڈیا مجلسِ احرار کا جنرل سیکرٹری ہوں اور احرار قادیانیوں کے حریف ہیں بلکہ دونوں میں انتہائی عداوت ہے۔ میجر حبیب اللہ شاہ نے اشارۃً بھی اس کا احساس نہ ہونے دیا انہوں نے اخلاق و شرافت کی انتہا کر دی۔ پہلے دن اپنے دفتر میں اس خوش دلی اور کشادہ قلبی سے ملے گویا مدۃ العمر کے آشنا ہیں۔ انہوں نے مجھے بیمارں میں رکھا اور اچھی سے اچھی غذا دینا شروع کی نتیجۃً میری صحت کے بال و پَر پیدا ہوگئے اور مَیں چند ہفتوں ہی میں تندرستی کی راہ پر آگیا۔ وہ بڑے جسور، انتہائی حلیم، بے حد خلیق اور غایت درجہ دیانتدار آفیسر تھے۔ ان کے پہلو میں یقیناً ایک انسان کا دل تھا۔ ان کی بہت سی خوبیوں نے انہیں سیاسی قیدیوں میں مقبول و محترم بنا دیا۔"[2]

(۲) "میجر حبیب اللہ شاہ نے قیمتی سے قیمتی دوا مہیّا کی اور اچھی سے اچھی غذا تاکہ منٹگمری جیل کے ظالمانہ ایّام میں جو کچھ مجھ پر بیت چکی ہے اس کی تلافی ہو اور مَیں گمشدہ صحت حاصل کر سکوں۔ جب ساتھیوں کی اس بیگانہ وشی کا انہیں پتہ چلا تو قلق ہؤا سیّد امیر شاہ اور بھی آزردہ ہوئے بعض

---

[1] یہ واقعات اندازاً ۱۹۴۲ء کے ہیں۔

[2] "پسِ دیوار زنداں" از شورش کاشمیری شائع کردہ مکتبہ چٹان لاہور صفحہ ۲۵۶، صفحہ ۲۵۸۔

کانگرسی راہنماؤں سے دبی زبان میں گلہ کیا۔ آخر ایک روز ان کی معاونت سے مجھے ایک کمرہ مل گیا۔ سجن سنگھ اپنی جگہ آگئے۔ سیّد امیر شاہ نے اپنے طور پر مجھے بی کلاس کی مراعات دے دیں یعنی وہ تمام سامان بھجوا دیا جو بی کلاس قیدیوں کے لئے مقرر تھا۔ میجر حبیب اللہ شاہ نے میری صحت کی خرابی کے پیشِ نظر اعلیٰ خوراک اور پھل مہیا کرنے کا حکم دیا۔" [1]

(۳) "شاہ صاحب (مراد سیّد حبیب شاہ صاحب مدیر سیاست۔ ناقل) چاہتے تو لاہور میں رہ سکتے تھے یہاں انہیں بہت زیادہ آرام حاصل تھا خود منوہر لال ان کا خیال رکھتے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل میجر حبیب اللہ شاہ ایک تو خود شریف النفس انسان تھے دوسرے میرزا بشیر الدین محمود نے بھی انہیں کہہ رکھا تھا۔" [2]

ہندو اخبار "پرتاپ" (لاہور) کے آریہ سماجی ایڈیٹر مہاشہ کرشن نے آپ کو ڈپٹی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات پنجاب ہونے پر ایک خصوصی نوٹ میں مبارکباد دی چنانچہ لکھا:۔

"شاہ صاحب احمدی ہیں اور مَیں آریہ سماجی۔ باوجود اس کے مَیں انہیں اِس ترقی پر مبارکباد دیتا ہوں کیونکہ وہ ہر لحاظ سے اس کے مستحق ہیں۔ بہت کم سپرنٹنڈنٹ ہیں جو ہر دلعزیزی کے میدان میں اُن کا مقابلہ کر سکیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا ترس اور فرض شناس ہیں۔ ان کی خدا ترسی انہیں کسی قیدی پر بے جا سختی کی اجازت نہیں دیتی اور ان کی فرض شناسی اِس بات پر تیار کرتی ہے کہ قواعد کی حدود میں رہ کر قیدیوں سے بہترین سلوک کیا جائے۔" [3]

میجر صاحب کے چھوٹے بھائی سیّد عبدالرزاق شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"آپ راولپنڈی میں سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ ایک دن اُن کا داروغہ جیل ان کی کوٹھی میں بے وقت آیا اور شکایت کی کہ ایک کنجنی جو قیدی ہے بڑا شور کر رہی ہے اور سب کو گندی گالیاں دے رہی ہے اور بے قابو ہے۔ آپ نے اُس سے کہا تم چلو مَیں آتا ہوں۔ گھر میں دو نفل پڑھے اور دعا کے بعد جیل خانہ گئے۔ وہ کھڑی تھی جونہی آپ اس کے سامنے ہوئے اس کی زبان

---

[1] "پسِ دیوارِ زنداں" از شورش کاشمیری صفحہ ۲۶۱ ✦ [2] ایضاً صفحہ ۲۷۶، ۲۷۷

[3] "پرتاپ" ۴ دسمبر ۱۹۴۴ء بحوالہ الفضل ۱۴ فتح ۱۳۲۳ہش / ۱۴ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۵ کالم ۳، ۴ ✦

بند ہوگئی اور کانپنے لگی "۔ [1]

حضرت سیّد حبیب اللہ شاہ صاحبؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ عشق تھا اس کا ذکر شورش صاحب نے درج ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

" ایک دن میجر حبیب اللہ شاہ نے مجھے یاد کیا اُن کے دفتر میں گیا تو ہوم سیکرٹری کا ایک خط دکھایا جس میں سردار گوپال سنگھ قومی سے جھٹکے کے تنازعہ کا ذکر تھا اور اِس امر کی ہدایت کی گئی تھی کہ اذان دینے سے ٹیررسٹ وارڈ کے قیدیوں میں جو بدمزگی پیدا ہوتی ہے اس پر قابو پایا جائے۔ انگریزی دوغلہ زبان ہے ایک ہی لفظ کے کئی مفہوم ہوتے ہیں۔ مَیں نے اور میجر حبیب اللہ شاہ نے اِس خط سے جو مطلب اخذ کیا یہ تھا کہ اذان دینے کی حوصلہ شکنی کی جائے بہرحال یہ خط داخلِ دفتر ہو گیا۔ میجر حبیب اللہ شاہ نے بھی کوئی توجہ نہ دی نہ ہم نے غور کیا۔ لاہور کا ڈپٹی کمشنر ہینڈرسن تھا اُسنے ایک دن اُس سوال پر کوئی ناگوار بات کہی میجر صاحب کو غصہ آگیا ہینڈرسن کو فوراً ٹوکا " آپ آذان یا قرآن کے بارے میں محتاط رہیں! مَیں نہیں روک سکتا "!

میجر صاحب ہینڈرسن سے اُلجھ پڑے۔ ایک دفعہ پہلے بھی ہینڈرسن نے حضورؐ کا نام بے ادبی سے لیا تو اس سے اُلجھے تھے۔ تمام جیل میں ان کی اس حمیّت کا چرچا تھا "۔ [2]

اولاد:۔ ۱۔ سیّدہ رضیہ بیگم صاحبہ (حال ربوہ) ۲۔ سیّدہ تقیہ بیگم صاحبہ (حال کراچی)
۳۔ سیّد منصور احمد شاہ صاحب ایئر کموڈور ریٹائرڈ (حال کراچی)

۳۔ حافظ عبدالعزیز صاحب نونؓ ساکن حلال پور ضلع سرگودھا (ولادت ۱۸۷۵ء، بیعت اکتوبر ۱۹۰۷ء، وفات ۱۰ مئی ۱۹۵۳ء) [3]

آپ نے ۲۹ دسمبر ۱۹۳۷ء کو اپنے قبولِ احمدیت کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا:۔

" مَیں نے ۱۹۰۷ء میں قادیان آکر دستی بیعت کی..... حضرت مولوی صاحب خلیفہ اوّل

---

[1] غیر مطبوعہ مکتوب بنام مولّف " تاریخ احمدیت " ۔

[2] " پس دیوار زنداں " از شورش کاشمیری صفحہ ۳۰۹، ۳۱۰ ۔

[3] الفضل ۱۹ مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۵ و مکتوب میاں عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودہا (بنام مولف کتاب)

میرے واقف تھے چھوٹی مسجد میں بیعت کی تھی۔ میرے لئے حضرت نے دعا کی۔ اُس وقت سے میرا ایمان نہایت مضبوط ہے۔ اُس وقت مَیں نے آپ کو مسیح موعود اور امام مہدی مانا تھا۔ سُنتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ کی بجائے آپ تشریف لائے ہیں۔"[1]

۱۰ر مئی ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے کہ آپ صبح سواچار بجے اپنے گاؤں حلال پور کی طرف آرہے تھے کہ آپ کا گھوڑا پھلرواں ریلوے سٹیشن سے دو میل دُور گاڑی سے بدکا اور بے قابو ہو کر انجن کی لپیٹ میں آگیا۔ گھوڑا اُچھلا گیا اور آپ لائن سے باہر گر پڑے۔ ایک زخم دائیں پنڈلی پر اور دوسرا زخم بائیں کان کے پیچھے آیا گاڑی کھڑی ہوگئی۔ ریلوے گارڈ نے آپ کو بے ہوشی کی حالت میں گاڑی میں رکھ لیا۔ گاڑی ابھی تین میل ہی گئی تھی کہ آپ کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی نعش ملکوال ریلوے سٹیشن پر پہنچی۔ آپ کی جیب سے کچھ نقدی اور دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ کی ایک چٹھی برآمد ہوئی جس سے ریلوے پولیس نے احمدی قرار دے کر نعش تجہیز و تکفین وغیرہ کے لئے جماعتِ احمدیہ بھیرہ کے سپرد کر دی۔ جماعتِ بھیرہ نے کفن وغیرہ کا انتظام کیا۔ جنازہ پڑھا اور دفن کرنے کے لئے قبرستان کی طرف لے جانے ہی والے تھے کہ راجہ بشیر الدین صاحب سکول ماسٹر مڈھ رانجھا نے جو حُسنِ اتفاق سے وہاں گئے ہوئے تھے نعش کی شناخت کر لی اور جماعت کے دوستوں کو حلال پور نعش پہنچانے کے لئے کہا چنانچہ دوستوں نے لاری کا انتظام کیا اور پندرہ سولہ آدمی نعش کو لاری میں رکھ کر ۱۱ر مئی ۲ ½ بجے رات کو حلالپور آئے۔ جماعتِ احمدیہ بھیرہ کے دوستوں نے کمال ہمدردی اور ایثار کا نمونہ دکھایا۔ آپ کا جنازہ غائب حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹ر جون ۱۹۵۳ء کو پڑھایا[2] اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ صحابہ میں دفن کئے گئے۔

آپ کی وفات پر مولوی عبد المجید صاحب منیب (معلم اصلاح و ارشاد) نے لکھا:-

"مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ بیعت سے پہلے مَیں صوم وصلوٰۃ کا تارک تھا لیکن بیعت کے خط میں ہی حضرت اقدس علیہ السلام سے اوامر کی پابندی کے لئے دعا کی درخواست کی چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس کے بعد سفر اور حضر میں۔ بیماری اور صحت کی حالت میں ایک نماز

---

[1] رجسٹر روایاتِ صحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۰۹

[2] "المصلح" ۲۹ر اگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۴ و ۵ر جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۵ کالم ۱

بھی فوت نہیں ہوئی۔

آپ بڑے پُرانے موصی تھے اور اپنی حیات ہی میں اپنا جائداد کا ایک حصّہ صدر انجمن احمدیہ کے نام منتقل کر دیا تھا۔

آپ بڑے شجاع تھے اور دین کے معاملہ میں بڑی غیرت رکھتے تھے شدید سے شدید مخالفت کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔گو دین کے معاملہ میں آپ بہت غیرت دکھاتے تھے مگر دُنیا کے معاملات میں آپ بہت نرم دل،حلیم طبع واقع ہوئے تھے چنانچہ آپ کے کمین اور مزارعان اور دیگر رشتہ دار آپ سے بہت خوش تھے۔

آپ کفایت شعار تھے لیکن سلسلہ کی ہر تحریک میں حصّہ لیتے۔تحریکِ جدید[1] کا چندہ سابقون میں شامل ہونے کے لئے اُدھار بھی لے کر ادا کر دیا کرتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب صائب الرائے اور حاضر جواب تھے مشکل سے مشکل موقعہ پر بھی کوئی مناسب تدبیر آپ کو سُوجھ جایا کرتی تھی"۔[2]

؎ میاں عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودھا (خلف الرشید حافظ عبدالعزیز صاحب نون) کا تحریری بیان ہے کہ:۔

"حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب نون...موضع حلال پور تحصیل بھلوال میں ... پیدا ہوئے۔ انکے والد صاحب حافظ غلام محمد صاحب اور دادا حافظ غلام مصطفیٰ صاحب تھے۔اِس سے اُوپر بھی جہاں تک شجرہ نسب ملتا ہے سب جدِّ امجد حفّاظِ قرآن کریم تھے بلکہ خواتین بھی قرآن کریم کی حافظہ تھیں چنانچہ والد صاحب کی بہنیں اور پھوپھیاں بھی حفّاظ تھیں...

والد صاحبؓ کے دادا حضرت حافظ غلام مصطفیٰ صاحب مشہور قاری اور علمِ حدیث کے متبحر عالم تھے۔جب حضرت امام مہدی کے ظہور کی علاماتِ کسوف خسوف (۱۸۹۴ء میں) ظاہر ہوئیں تو انہوں نے اعلان کر دیا کہ امام مہدی ظاہر ہو چکے ہیں لیکن ان کی جلد ہی وفات ہو گئی مگر

---

[1] آپ کا نام تحریکِ جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین کی مطبوعہ فہرست کے صفحہ ۲۲۰ پر درج ہے۔

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۲۹ ظہور ۱۳۳۲ ہش / اگست ۱۹۵۳ء صہ۴۔

حضرت حافظ عبد العزیز صاحب نے اس وصیّت کو یاد رکھا ہوُا تھا جونہی انہیں کسی اشتہار کے ذریعہ سے حضرت اقدس مہدی علیہ السلام کی آمد کی اطلاع ملی۔ انہوں نے قادیان کا عزم کیا اور حضرت اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی بیعت کر لی۔ آپ کے بعد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل حلالپوری پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت آشکارا ہوگئی اور وہ بھی امام زمان کی بیعت سے مشرّف ہوئے۔[1]

حضرت مولوی صاحبؓ ایک مشہور عالم خاندان کے چشم و چراغ تھے ان کی بیعت سے گاؤں میں سخت ردِّ عمل پیدا ہوُا۔ انہیں تکلیفیں بھی دی گئیں۔ خود حافظ صاحب کے خلاف بھی کئی قسم کے منصوبے بنائے گئے مگر حضرت حافظ صاحبؓ خود بڑے زمیندار اور رُعب والے انسان تھے کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ برملا ان کے روبرو تعصب کا اظہار کر سکے۔ وہ خود ایک ننگی تلوار کی طرح تھے احمدیت کے نُور کو چھپانا معصیّت سمجھتے تھے اور تبلیغِ حق کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ حضور اقدس علیہ السلام کی جو کتاب آتی گھوڑے پر سوار ہو کر سُنانے نکل جاتے۔ ان کا برتاؤ غرباء کے ساتھ مشفقانہ تھا۔ ان کی عزّتِ نفس کا بہت خیال رکھتے تھے اور وہ بھی ان پر جان نچھاور کرتے تھے۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کے زمانہ میں قادیان میں بہت قیام فرماتے تھے اور اکثر حضور سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ اِسی طرح حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ بھی عاشقانہ محبّت و عقیدت رکھتے تھے۔ دعاؤں کے لئے خود بھی حضورؓ کو خطوط لکھتے اور دوسرے غیر از جماعت دوستوں کو ان کی مشکلات کا حل حضرت مصلح موعود کی دعائے مستجاب میں بتاتے تھے اور ایسے دِل نشیں اور پُر وثوق طریق پر حضرت اقدسؓ کا قبولیّتِ دعا کا نشان بیان فرماتے تھے کہ اکثر لوگ حضور انورؓ کو دُعا کے لئے خطوط لکھتے اور پھر ان سے نتائج معلوم کرتے جو اکثر و بیشتر بلکہ ہمیشہ ہی ازدیادِ ایمان و ایقان کا باعث بنتے۔"[2]

---

[1] تحریری بیعت ۱۷ر فروری ۱۹۰۸ء، دستی ۱۳ر اپریل ۱۹۰۸ء (مرتب)

[2] غیر مطبوعہ خط میاں عبد السمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودھا بنام مؤلف "تاریخ احمدیت"

اولاد:۔ (۱) میاں عبدالسمیع صاحب نون ایڈووکیٹ سرگودھا (۲) محترمہ زینب بیگم صاحبہ (۳) محترمہ سردار بیگم صاحبہ۔

۴۔ ماسٹر عبدالعزیز صاحبؓ نوشہرہ ککے زئیاں ضلع سیالکوٹ (ولادت ۱۸۶۲ء قریباً۔ بیعت ۱۹۰۶ء۔ زیارت ۱۹۰۷ء۔ وفات ۲۰؍جون ۱۹۵۳ء) [1]

آپ اپنے خودنوشت حالات میں لکھتے ہیں کہ:۔

"بعد امتحان میٹریکولیشن مَیں یکم جولائی ۱۸۸۷ء کو رسالہ ۱۷ بنگال کیولری متعینہ چھاؤنی فیروزپور میں بعہدہ انگلش سکول ماسٹر ملازم ہوگیا۔ میرے اسسٹنٹ منشی خیرالدین صاحب جو ریاست مالیرکوٹلہ کے ایک معزز جاگیردار خاندان سے تھے مقرر ہوئے۔ آپ کو فارسی زبان کا اچھا ملکہ تھا اور آپ پہلے احمدی تھے۔ آپ کو حضرت صاحب کی کتابوں کا بڑا شوق تھا چنانچہ جو بھی کتاب وہ منگواتے مجھے ضرور مطالعہ کے لئے دے دیتے۔ مَیں اس کو بڑے غور اور ٹھنڈے دل سے پڑھتا اور جو بات میری عقل اور فہم سے بالاتر ہوتی مَیں اسے ہمیشہ بحوالہ خدا کرتا رہا اور کبھی دل میں نہ کسی قسم کا شک پیدا ہوُا اور نہ ہی اعتراض، نکتہ چینی یا عیب جوئی کا خیال آیا۔ قصّہ مختصر یہ کہ ۲۶؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ہمارا رسالہ چھاؤنی فیروزپور سے تبدیل ہو کر چھاؤنی لورالائی ملک بلوچستان کو چلا گیا۔ چونکہ رسالہ سڑک سوار پیدل جا رہا تھا ہم لوگ ماہِ دسمبر میں براستہ منٹگمری، ملتان، ڈیرہ غازی خان وغیرہ میدانی اور پہاڑی علاقہ طے کرتے ہوئے لورالائی پہنچے۔ یہاں رسالہ دو سال رہا۔ یہیں مجھے صوفیائے کرام کی کتابوں اور مثنوی شریف پڑھنے کا شوق پیدا ہوُا۔ حضرت صاحب کی کتاب ازالہ اوہام بھی چھپ کر پہنچ گئی۔ ہم نے کتاب مذکور کو بغور پڑھا اور پھر ایک شخص بنام میر احمد شاہ دفعدار کو دی۔ اُس نے خدا جانے اسے پڑھا یا نہ پڑھا مگر اس نے حضرت صاحب کے الہام اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْبًا مِّنَ الْقَادِیَانِ کے متعلق سخت نکتہ چینی کی اور کچھ ناروا الفاظ بھی اپنی زبان سے کہے۔

چھاؤنی لورالائی سے تبدیل ہو کر اسی طرح پیدل سوار چلتے ہوئے فروری ۱۸۹۴ء کو

---

[1] المصلح ۴؍اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳ کالم ۱۔۲

علاقہ منٹگمری سے لگاتار بارشوں میں بھیگتے ہوئے چھاؤنی انبالہ پہنچے ....

چندوں میں تو مَیں شروع اپریل ۱۹۰۶ء میں شامل ہوگیا تھا مگر ابھی بیعت نہیں کی تھی۔ ایک دن مَیں قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب مَیں نے یہ آیت "كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ" پڑھی تو مجھے سیاق و سباق سے یقین آگیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام واقعی فوت ہو چکے ہیں اب ان کا دوبارہ آنا ناممکن الوقوع ہے۔ غرضیکہ قرآن شریف کی رہنمائی اور احمدی احباب کے فیضِ صحبت سے متاثر ہو کر مَیں نے دستی بیعت کرنے سے پہلے بذریعہ خط ۱۹۰۶ء میں حضرت صاحب سے مع بیوی اور تین بچوں (۲ لڑکے اور ایک لڑکی) بیعت کا شرف حاصل کیا۔ پھر اخیر ماہِ ستمبر ۱۹۰۷ء میں اپنے عزیز ملک جلال الدین صاحب سکنہ دھرم کوٹ بگہ کو ہمراہ لے کر قادیان گئے اور نماز ظہر کے بعد مسجد مبارک میں خاص حضرت صاحب کے دستِ مبارک پر ہم دونوں نے بیعت کی اور اسی روز شام کو موضع بہل چک میں آکر جمعدار حسین بخش صاحب پنشنر کے ہاں مہمان ہوئے پھر علی الصباح ہی مَیں امرتسر چلا آیا"۔ [1]

آپ نہایت مخلص، متقی، پابندِ صوم و صلوٰۃ اور صاحبِ رؤیا و کشف بزرگ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں
جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست [2]

اِس مصیبت کے وقت ہم غریبوں کا علاج سوائے صبح کی دُعا اور سحری کے رونے کے اَور کچھ نہیں۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب نوشہروی اِس شعر کا ایک جیتا جاگتا عملی نمونہ تھے۔ مہمان نوازی، بیمار پُرسی اور غریب پروری آپ کی طبیعت کا خاصہ تھا۔ نوشہرہ میں گرلز مڈل سکول آپ نے منظور کرایا اور اپنا مکان سکول کے سٹاف کی خاطر دے دیا۔ ہر کام سلیقہ سے انجام دیتے۔ طبیعت میں نہایت سادگی تھی۔ ۱۹۳۴ء میں آپ کی لڑکی اختر بیگم ۱۲ سال کی عمر میں جے وی پاس کر کے گھر آئی۔ اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ وہ اچانک بیمار ہو کر اِس جہانِ فانی سے اُٹھ گئی جس کا آپ کو بہت صدمہ ہُوا یہاں تک کہ اِس فانی دُنیا کی کچھ حقیقت اُن کی

---

[1] رجسٹر "روایات صحابہ" نمبر ۳ صفحہ ۲۱۵ تا صفحہ ۲۱۶ ۔ [2] برکات الدّعاء صفحہ ۳۲ ۔

نگاہ میں نہ رہی آپ نے اپنی اِس پیاری بچی کا تمام جہیز نصرت گرلز سکول قادیان کو دے دیا۔

آپ سخت محنت کے عادی تھے اپنی زندگی کے آخری سال میں بھی جبکہ آپ کی عمر نوّے سال کے لگ بھگ تھی پیدل چل کر اپنے کھیتوں کا چکر لگا آتے، باوجود بڑھاپے کے درختوں کو پانی دیتے، نلائی کرتے اور باغ کی نگہداشت میں لگے رہتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سے بہت گہرے تعلقات تھے اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام بالخصوص حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ غایت درجہ محبت وعقیدت تھی[1] حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ۲۵ ستمبر ۱۹۵۲ء کو نمازِ جمعہ کے بعد آپ کا جنازہ پڑھایا اور فرمایا "صحابی تھے مخلص احمدی تھے"[2]

۵۔ چودھری عمر الدین صاحب رضی اللہ عنہ آف بنگہ ضلع جالندھر[3] (ولادت: اندازاً ۱۸۶۳ء، بیعت: ۱۹۰۳ء، وفات: ۲۳ جون ۱۹۵۳ء)

چوہدری عمر الدین صاحب رضی اللہ عنہ مبلّغِ اسلام مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر مبلّغ سپین کے چچا تھے اور انہیں کے ذریعہ سے آپ کے خاندان کو احمدیت کی لازوال نعمت وبرکت نصیب ہوئی۔

فرمایا کرتے تھے کہ مجھے احمدیت حضرت مولوی کریم بخش صاحب رضی اللہ عنہ کے ذریعہ قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کو مشرقِ وسطیٰ کے سفر کا بھی موقع ملا اور مصر، شام اور ترکی بھی گئے۔

فرمایا کرتے تھے: اِسی سفر میں اشارہ ہوًا کہ پیشوا ظاہر ہو چکا ہے اس کی بیعت کرو چنانچہ سفر سے واپسی پر آتے ہی احمدیت نصیب ہوگئی۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۹۰۵ء میں جب دہلی تشریف لے گئے تو آپ بھی امرتسر سے پھگواڑہ سٹیشن تک حضور کے ہمسفر رہے جونہی کوئی سٹیشن آتا آپ نکل کر حضور کے ڈبّہ کے سامنے کھڑے ہو جاتے۔

---

[1] المصلح ۱۴ر اخاء ۱۳۳۲ہش / ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴۔ [2] المصلح ۱۳ر نبوت ۱۳۳۲ہش / ۱۳ر نومبر ۱۹۵۳ء

[3] بیعت سے قبل اہلحدیث تھے احمدیت قبول کرنے کے بعد آپ نے اعلان فرما دیا کہ مَیں نے تحقیق کر کے بیعت کی ہے آپ لوگوں کی جیسی مرضی ہو۔ اکثر اہلحدیث آپ کے خیالات کا ادب کرتے تھے اِس لئے اکثر نے اُن کی بیعت کے بعد بیعت کر لی۔

حضرت اقدس نے فرمایا۔ میاں عمر الدین! ہر سٹیشن پر ہی آجاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور پھگواڑہ سے گاڑی بدل جائے گی اِس لئے نامعلوم کب زیارت ہو۔ آپؓ کو اِس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ حضرت اقدسؑ کو میرا نام بھی یاد ہے۔

آپ ایک مثالی احمدی تھے۔ بڑی عمر کو پہنچ جانے کے باوجود صحتِ جسمانی اچھی رہی۔ تہجد باقاعدہ ادا کرتے تھے اور دیگر نوافل بھی۔

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ سے غایت درجہ عقیدت و محبت تھی۔ ان کا نام سُنتے ہی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے۔ ایک لمبے عرصہ تک جماعتِ احمدیہ بنگہ ضلع جالندھر کے سیکرٹری مال رہے۔

حسبِ توفیق ہر قسم کے چندوں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ نہایت مخلص اور غریب پرور تھے۔[1]

آپ کا اِنتقال جھنگ میں ہوُا جہاں آپ کے فرزند ڈاکٹر فضل حق صاحب پریکٹس کرتے ہیں۔

آپ موصی تھے اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں سپردِ خاک ہوئے۔

۶۔ حضرت شیخ محمد کرم الٰہی صاحبؓ سابق امیر جماعتِ احمدیہ پٹیالہ (ولادت ۱۸۵۶ء

بیعت ۲۸ فروری ۱۸۹۰ء۔ وفات ۹ جون ۱۹۵۳ء)[2]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تین سو تیرہ اصحابِ کبار میں سے تھے اور حضرت اقدسؑ نے "ضمیمہ انجامِ آتھم" کی فہرست میں آپ کا نام ۱۴۶ نمبر پر درج فرمایا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کی متعدد خدمات بجالانے کا آپ کو شرف حاصل ہوُا۔ منارۃ المسیح قادیان پر آپ کا نام چندہ دہندگان کی فہرست میں کندہ ہے۔ ۱۹۲۳ء سے مجلس مشاورت کی نمائندگی کے فرائض بھی بجالاتے رہے اور تحریکِ جدید کے پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل ہونے کا بھی شرف حاصل ہوُا۔ ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد کراچی میں آباد ہوگئے اور وہیں وفات پائی۔

۷۔ میاں جان محمد صاحبؓ پنشنر سب اِنسپکٹر پولیس کیملپور (ولادت: اندازاً ۱۸۷۷ء، وفات: ۵ر جولائی ۱۹۵۳ء)

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۹ر وفا ۱۳۳۲ ہش / ۹ر جولائی ۱۹۵۳ء (مضمون مکرم مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر مبلّغ سپین سے ملخص)

[2] رجسٹر بیعت اولی۔ ریکارڈ بہشتی مقبرہ ربوہ۔ المصلح کراچی۔ ۱۲ جون ۱۹۵۳ صفحہ ۸ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۲۸ جنوری ۱۹۶۴ء صفحہ ۴)

شیخ محمد صدیق صاحب[۱] امیر جماعتِ احمدیہ کیمبلپور نے آپ کی وفات پر لکھا:-

"مرحوم صحابی تھے۔ شمعِ تبلیغ کے پروانے تھے۔ آپ نہایت ہی متقی، پرہیزگار، تہجد خواں، پُرجوش اور مخلص احمدی تھے۔ آپ کی وفات سے جماعت ایک قیمتی وجود کی رائے اور دعاؤں سے محروم ہوگئی ہے۔ آپ ۱۹۳۲ء میں ریٹائر ہوئے اور ۱۹۴۷ء تک یعنے پندرہ سال امیر اور سیکرٹری مال جماعتِ احمدیہ کیمبلپور کے اہم عہدوں کو نہایت تندہی اور خوش اسلوبی سے سنبھالے رکھا۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تقریباً جملہ کتب اور اخبار الفضل کے فائل موجود ہیں جن سے جماعت اور پبلک مستفیض ہوتی رہتی ہے۔"[۵]

۸۔ **شیخ نیاز محمد صاحبؓ ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس** (ولادت: ۱۸۸۶ء بمقام ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ، بیعت وزیارت: ۱۹۰۷ء، وفات ۲۴ جولائی ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ)

شیخ صاحب مرحوم میاں محمد بخش صاحب انسپکٹر پولیس بٹالہ کے فرزند تھے جنہوں نے ۸ راپریل ۱۸۹۷ء کو قتلِ لیکھرام کا سُراغ لگانے کے لئے مسٹر لیمارچند سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور وغیرہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے "اَلدَّار" کا محاصرہ کیا اور خانہ تلاشی لی[۵]۔ شیخ نیاز محمد صاحبؓ کی خود نوشت روایات میں ہے کہ:-

"مجھے یاد پڑتا ہے اور میری والدہ صاحبہ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ والد صاحب نے ذکر کیا تھا کہ لیکھرام کے قتل پر جب حضرت اقدسؑ کے مکان کی تلاشی لی گئی تو والد صاحب کی کسی زیادتی پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ آپ تو اِس طرح مخالفت کرتے ہیں مگر آپ کی اولاد میرے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جائے گی۔ والد صاحب نے فرمایا کہ مَیں یہ سُن کر چُپ ہوگیا کیونکہ اُن کو یہ شروع سے ہی یقین تھا کہ حضرت صاحب نہایت بزرگ اور عابد انسان ہیں۔"[۶]

---

[۱] حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعتِ احمدیہ سرحد نے "تاریخ احمدیہ (سرحد)" مطبوعہ ۱۹۵۹ء کے صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹ پر آپ کا ذکر فرمایا ہے۔ [۲] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۷ جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۶۔ [۳] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲ ستمبر ۱۹۵۳ء۔ [۴] روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۸ جولائی ۱۹۵۳ء۔ [۵] اِس واقعہ کی تفصیل تاریخ احمدیت جلد دوم طبع دوم صفحہ ۴۲۸ - ۴۳۰ میں گزر چکی ہے۔ [۶] رجسٹر روایات صحابہ نمبر ۱۳ صفحہ ۱۲۲۔

شیخ نیاز محمد صاحبؓ کے بیان کے مطابق ۱۹۰۱ء کے آخر میں اُن کے والد صاحب کو ہاتھ میں کاربنکل کا پھوڑا نکلا جو مُہلک ثابت ہؤا۔ بیماری کے ایّام میں انہوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ تندرست ہونے کے بعد حضرت اقدسؑ کی بیعت میں داخل ہوجائیں گے مگر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ ۳ مارچ ۱۹۰۲ء کو فوت ہو گئے۔ اُن کی وفات کے بعد شیخ نیاز محمد صاحبؓ بٹالہ سے اپنی زمین واقع تحصیل حافظ آباد میں چلے آئے جہاں اُس وقت بندوبست ہو رہا تھا چند سال بعد خدا کے مسیح کے مبارک ہونٹوں سے نکلی ہوئی بات پوری ہوگئی اور شیخ نیاز محمد صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔

جناب شیخ صاحبؓ اپنے قبولِ احمدیت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"حُسنِ اتفاق سے حضرت مولوی حکیم محمد دین صاحب ۱۹۰۷ء میں ہمارے ایک مکان میں کرایہ دار کی حیثیت سے رہنے لگے اور اس بزرگ کی پاک صحبت کے اثر سے اِس عاجز کو توفیق ملی کہ یہ عاجز اُن کے ہمراہ قادیان آیا۔ اور چونکہ اُن ایّام مجھے دینی واقفیت اچھی طرح سے نہ تھی اس لئے حضرت خلیفہ اوّلؓ سے جو مجھ سے شفقت سے پیش آتے تھے دو تین روز کے بعد ذکر کیا کہ حضرت صاحب کو مسیح اور مہدی مان لینا کوئی آسان کام نہیں۔ پہلے مَیں اہلسنّت والجماعت کی کتب پڑھوں گا اور پھر حضرت اقدس کی کتب کا مطالعہ کرکے کوئی فیصلہ کروں گا۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ زندگی کا کیا اعتبار ہے مَیں آپ کو ایک آسان گُر بتاتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کریں اگر حضور سچے ہوئے تو آپ پر حقیقت کُھل جائے گی چنانچہ مَیں نے نمازوں میں دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے دوسرے یا تیسرے روز مجھ پر ایک مبشر اور صاف خواب کے ذریعہ حقیقت کُھل گئی اور معاً مجھے اپنے والد صاحب کی آخری نصیحت بھی یاد آگئی تو مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کی خدمت میں اپنی رؤیا اور والد صاحب کی آخری نصیحت کا ذکر کیا اور عرض کی کہ مَیں بیعت کرنے کے لئے آمادہ ہوں۔ اس وقت قریباً ۹-۱۰ بجے صبح کا وقت تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور فرمایا اب تو آپ ہمارے بھائی ہوگئے ہیں اور پھر اسی وقت مجھے مع حکیم محمد دین صاحب حضرت اقدسؑ کے دولت خانہ پر لے گئے اور اندر اطلاع کروائی۔ اس پر حضورؑ نے کمال شفقت سے بیت الدّعا کے ساتھ والے دالان میں بلوا کر اِس عاجز کی بیعت لی۔ مَیں نے بیعت کرنے سے پہلے حضورؑ کی خدمت میں آبدیدہ ہوکر عرض کی کہ للہ میرے والد صاحب کو معاف فرما دیں حضورؑ نے فرمایا اچھا

ہم نے معاف کر دیا۔ پھر میں نے عرض کی کہ للہ ان کے لئے دردِ دل سے دعا فرماویں۔ فرمایا بہت اچھا۔ بیعت کے وقت حضرت اقدسؑ چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ میں نیچے بیٹھ گیا مگر حضرت اقدسؑ نے میرا ہاتھ کھینچ کر اُوپر بٹھا لیا اور بیعت لینے کے بعد لمبی دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضرت خلیفہ اوّلؓ۔ حکیم محمد دین صاحب اور میں نیچے اُترے تو رستے میں خواجہ کمال الدین حضرت خلیفہ اوّلؓ کو ملے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے خواجہ صاحب کو کہا اِس لڑکے کو جانتے ہو؟ اِس نے آج وہ کام کیا ہے کہ مجھے بھی اس پر رشک آرہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کاش میری اولاد بھی میرے بعد میرے لئے اسی طرح نیک نامی کا باعث ہو۔ خواجہ صاحب نے پوچھا کہ کیا ہوا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا کہ اِس نے والد صاحب کو حضورؑ سے معاف کروایا ہے اور ان کے لئے دعا کروائی ہے۔"[۱]

جناب شیخ صاحب ۱۹۴۱ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو کر قادیان آگئے جہاں کچھ عرصہ تک افسر حفاظت بھی رہے۔ ۱۹۴۷ء میں ہجرت کرکے اپنے وطن گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہوگئے۔ وفات سے قریباً دو ماہ قبل حضرت مصلح موعودؓ کے ایماء پر ربوہ تشریف لے آئے۔

جناب شیخ صاحبؓ اپنی ملازمت کے دَوران احمدی دوستوں سے نہایت رواداری اور شفقت سے پیش آتے رہے اور مہمان نوازی کا عمدہ نمونہ پیش کرتے رہے۔ نہایت نیک دل اور راستباز انسان تھے۔ شُدھی کی تحریک کے انسداد میں آگرہ کے علاقہ میں نہایت مفید کام کیا۔ تحریکِ جدید کے پانچہزاری مجاہدین میں سے تھے۔ انتظامی قابلیت بھی بہت رکھتے تھے۔ نہایت زیرک اور معاملہ فہم اِنسان تھے۔ مدّت تک سٹار ہوزری قادیان کے ڈائریکٹر رہے۔ خاندان حضرت مہدیٔ معہودؑ سے بہت محبت رکھتے تھے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کا بہت خیال تھا۔ غرضیکہ دینی اور دُنیاوی دونوں اعتبار سے آپ کی زندگی حیاتِ طیّبہ کا رنگ رکھتی تھی اور ایک کامیاب زندگی تھی۔[۲]

اولاد:۔ ۱۔ محترمہ فضل بیگم صاحبہ ولادت ۱۹۰۳ء (زوجہ مکرم قریشی ضیاء الدین احمد صاحب مرحوم ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور)

۲۔ محترم بریگیڈیر غلام احمد صاحب ایم آر سی پی (ولادت ۱۹۰۵ء۔ وفات ستمبر ۱۹۷۶ء)

---

[۱] رجسٹر روایات صحابہ ۱۳ صفحہ ۱۲۰-۱۲۲ ÷ [۲] روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۰ ستمبر ۱۹۵۳ء

۳۔ محترمہ عنایت بیگم صاحبہ ولادت ۱۹۰۸ء (زوجہ مکرم محمد بشیر صاحب چغتائی)

۴۔ حافظ بشیر احمد مرحوم (ولادت ۱۹۱۰ء۔ وفات اگست ۱۹۷۶ء)

۵۔ محترمہ فرخندہ اختر صاحبہ ولادت اکتوبر ۱۹۱۶ء (بیگم حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحبؓ)

۶۔ محترمہ محمودہ ثروت صاحبہ ولادت ۱۹۱۹ء (زوجہ انعام اللہ صاحب راٹھور)

۷۔ خیر احمد صاحب ولادت ۱۹۲۱ء

۸۔ خلیل احمد صاحب ولادت ۱۹۳۰ء [۱]

۹۔ چوہدری غلام حسن صاحبؓ نمبردار سیالکوٹی جٹ باجوہ ولد چوہدری صوبے خاں صاحب

(ولادت ۱۸۷۸ء بمقام تلونڈی عنایت خاں ضلع سیالکوٹ، بیعت ۱۹۰۰ء[۲]، وفات ۹ ستمبر ۱۹۵۳ء)

حضرت چوہدری صاحبؓ ضلع سیالکوٹ کے ایک معزز زمیندار خاندان اور باجوہ قوم سے تعلق رکھتے تھے، جس نے عہدِ مغلیہ کی ابتداء میں ہندو مذہب ترک کرکے اِسلام قبول کر لیا تھا۔ سیالکوٹ میں بعض بزرگوں کے باعث احمدیت کا چرچا تھا آپ بھی کشاں کشاں پہنچے اور حضرت مسیح موعودؑ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ یہ ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے۔ موصوف اپنے بیان مورخہ ۱۴ر اپریل ۱۹۳۸ء میں فرماتے ہیں:۔

"جس زمانہ میں مَیں نے بیعت کی تھی اُس وقت ایک جائیداد کا مقدمہ ہم کو پڑا ہوُا تھا جس کا فیصلہ ہمارے خلاف ہو چکا تھا اور ہم نے اپیل کی ہوئی تھی۔ تمام مخالفینِ سلسلہ ہم سے کہتے تھے کہ اگر تم اِس مقدمہ میں کامیاب ہو جاؤ گے تو ہم مرزا صاحب کو سچّا سمجھیں گے چنانچہ مَیں نے ایک طویل خط حضرت مسیح موعود (علیہ السّلام) کی خدمت میں لکھا کہ یہ لوگ اِس مقدمہ میں ہماری کامیابی کو آپ کی صداقت کی دلیل سمجھتے ہیں اور سلسلہ حقّہ کا یہ نشان سمجھیں گے حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی دے اور عزّت بچائے کیونکہ یہ مقدمہ طوالت پکڑ چکا ہے اور بہت خرچ اُٹھ چکا ہے جس کا اثر ہماری اولادوں پر پڑے گا۔ چند یوم کے بعد حضور کی طرف سے ایک خط آیا کہ دعا کی گئی تم خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ (حضرت) چودھری نصر اللہ خاں صاحب مرحوم اس وقت ..... ہمارے وکیل تھے خدا تعالیٰ نے ایسا معجزہ دکھایا کہ اپیل ہمارا منظور ہو گیا۔ مخالف وکیل پنڈت

---

[۱] مکتوب محترمہ فرخندہ اختر صاحبہ سے ماخوذ معلومات ۔ [۲] رجسٹر بیعت و رجسٹر روایات صحابہ جلد ۲ صفحہ (غیر مطبوعہ)

بیلی رام جموں چلا گیا۔ ہمارے وکیل چودھری نصر اللہ خاں صاحب کو جج صاحب نے بتا بھی دیا کہ اپیل تمہارے مخالف ہے۔ ادھر مخالف فریق ہمارے پیچھے لگ گیا کہ آؤ صلح کرلیں چنانچہ وہ جائیداد ہم نے نصف نصفی تقسیم کرلی اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے ہر ایک نقصان سے بچا لیا۔

ایک دفعہ ہم قادیان گرمی کے موسم میں گئے میری بیوی اس وقت میرے ساتھ تھی ملاقات کے موقع پر میری بیوی سے حضرت مسیح موعودؑ نے دریافت فرمایا کہ لڑکی تم کچھ پڑھی ہوئی ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں حضور میں قرآن شریف باترجمہ پڑھی ہوئی ہوں اور تفسیر محمدی بھی پڑھی (ہوئی) ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس سے قرآن شریف ترجمہ کے ساتھ سُنا۔ آپ نے فرمایا " ترجمہ وہی ہے جو تم نے پڑھا ہوا ہے لیکن سمجھ میں فرق پڑ گیا ہے میری منشاء ہے کہ چند یوم یہاں ٹھہرو اور مجھ سے پڑھ کر جاؤ تو جا کر عورتوں کو تبلیغ کرو کیونکہ عورتیں عورتوں کو اچھی طرح تبلیغ کر سکتی ہیں۔"

اگلے روز صبح کے وقت حضور نے میری بیوی کو سورۃ فاتحہ کا سبق دینا شروع کیا۔ اس وقت میری بیوی کی گود میں ایک چھوٹی لڑکی تھی میمونہ بیگم اس لڑکی کا نام تھا۔ ایک آنکھ اس کی خراب تھی اور پانی بہتا رہتا تھا ہمیں خطرہ تھا کہ آنکھ ضائع ہو جائے گی۔ سبق دیتے وقت لڑکی نے رونا شروع کر دیا اور دونوں آنکھیں خراب ہوگئیں۔ حضور کو سبق دینا دشوار ہو گیا۔ میں خلیفہ اوّلؓ کے شفاخانہ میں بیٹھا ہوا تھا حضورؑ نے ایک خادم کے ساتھ لڑکی کو شفاخانہ بھیج دیا اور حضرت مولوی صاحب کو لڑکی خادمہ نے کہا کہ مولوی صاحب حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ " اِس لڑکی کی آنکھوں میں کچھ ڈال دیں اچھی ہو جائے گی" چنانچہ مولوی صاحب نے فوراً اس کی آنکھوں میں ایک شیشی سے پانی سا ڈال دیا لڑکی کی آنکھوں کو فوراً آرام آگیا اور ایک آنکھ کا نقصِ خاص بھی جاتا رہا جب تک وہ لڑکی زندہ رہی اُس وقت تک وہ معجزہ کے طور پر ہم لوگوں کو دکھایا کرتے تھے۔ [1]

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ضمیمہ رسالہ " تریاق القلوب " کے صفحہ ۲۸ پر آپ کا نام نشان متعلق لیکھرام کے مصدقین کی فہرست میں بالفاظِ ذیل نمبر ۹۵ پر لکھا ہے:۔

---

[1] رجسٹر روایات صحابہ ۲ صفحہ ۹۸ تا ۹۹۔

"غلام حسن صاحب بی۔اے کلاس مشن کالج لاہور (خلاصہ عبارتِ تصدیق) مرزا صاحب کی پیشگوئی ہر طرح سے پُوری ہوئی ہے۔"

آپ ۱۹۲۴ء میں ہجرت کرکے قادیان تشریف لے آئے اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کی کوٹھی کے قریب ایک وسیع عمارت "حسن منزل" تعمیر کروائی جہاں آپ ۱۹۴۷ء کے پُرآشوب زمانہ تک رہائش پذیر رہے اور پھر اپنا سارا اثاثہ چھوڑ کر اپنی بہوؤں کے ساتھ پاکستان میں پناہ گزین ہوئے۔

جناب میجر چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"۱۹۴۷ء میں مَیں حفاظتِ مرکز قادیان کا انچارج تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر فوج کی ملازمت چھوڑ کر آیا تھا۔ حفاظتِ مرکز کی تمام کارروائیوں کا مرکز و محور اپنا گھر "حسن منزل" ہی تھا۔ والد صاحب کو بڑھتے ہوئے فسادات کی صورت کا صحیح علم تھا جب مَیں گرفتار[1] ہو کر جیل بند کر دیا گیا تو حضور خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ میرے گھر کے تمام افراد فوراً پاکستان بھجوا دئے جائیں تاکہ حکومت اور پولیس کی سختی سے بچ جائیں۔ والد صاحبؓ نے قادیان چھوڑنے سے انکار کر دیا اور بار بار کہتے کہ مَیں تو یہاں مرنے کے لئے آیا تھا اور یہیں مروں گا۔ آپ کو ہجرت پر آمادہ کرنے کے لئے کوئی دلیل کارگر نہ ہوئی۔ آخر یہی کہہ کر آپ کو رضامند کیا گیا کہ حضورؓ کہتے ہیں کہ چلے جاؤ۔ پاکستان آن کر ہم نے دیکھا کہ آپ کو قطعاً جائیداد کھو جانے کا صدمہ نہ تھا صرف اور صرف یہی رنج تھا کہ قادیان چھوٹ گیا۔ جہاں مرنے گیا تھا وہاں مرنا بھی نصیب نہ ہوا۔ اِس یقین سے پُر تھے کہ ہم ضرور قادیان جائیں گے۔"

آپ پانچ بھائی تھے حضرت نواب محمد دین صاحبؓ، حضرت چوہدری محمد حسین صاحبؓ، حضرت چوہدری غلام حسن صاحبؓ، حضرت چوہدری غلام علی صاحبؓ، حضرت چوہدری غلام سرور صاحبؓ۔

حضرت چوہدری غلام حسن صاحبؓ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح شب بیدار، متدیّن اور مخیّر بزرگ تھے۔

---

[1] آپ سیفٹی آرڈی نینس کے تحت ۲۳ر اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان سے گرفتار کئے گئے تھے اور ۸ر اپریل ۱۹۴۸ء کو دوسرے احمدی اسیرانِ مشرقی پنجاب کے ساتھ آپ کی رہائی سنٹرل جیل لاہور سے عمل میں آئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۷ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۰)

قرآن سے غایت درجہ محبت تھی اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام بالخصوص حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عاشقِ صادق تھے اور حضور کی خدمت میں ہر سال نذرانہ پیش کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ نے سلسلہ احمدیہ کی ہر مرکزی تحریک میں سرگرم حصہ لیا مگر اپنی زندگی نہایت سادہ رنگ میں بسر کی۔ آپ کو عمر بھر اپنی اولاد کی تربیت کا خاص خیال دامنگیر رہا۔ آپ کی حُسنِ تربیت ہی کا نتیجہ ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کے بعض فرزندوں کو یورپ اور امریکہ میں نہایت کامیاب طور پر اعلائے کلمۂ اسلام کی توفیق ملی اور اب تک مل رہی ہے۔

آپ نے میجر چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ نائب امیر جماعتِ احمدیہ لائل پور کے بنگلہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ کے قطعہ خاص صحابہ میں دفن کئے گئے۔

اولاد:۔ (۱) میمونہ بیگم صاحبہ مرحومہ (۲) رحمت بی بی صاحبہ مرحومہ (۳) عزیزہ بیگم صاحبہ اہلیہ نوابزادہ چوہدری محمد سعید صاحب حیدرآباد سندھ (۴) چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ایل ایل بی۔ سابق امام مسجد لندن وانچارج سوئٹزرلینڈ مشن[1] (۵) چوہدری عزیز اللہ صاحب کراچی (۶) میجر چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ایل ایل بی۔ سابق انچارج مشن انگلستان و امریکہ (۷) میجر ابوالخیر صاحب باجوہ ماڈل ٹاؤن لاہور[2]

۱۰۔ ڈاکٹر منظور احمد صاحب ولد مولوی محمد دلپذیر صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ (ولادت: ۱۸۹۶ء[3] بیعت وزیارت: ۱۹۰۸ء، وفات: ۱۸ اکتوبر ۱۹۵۳ء[4])

---

[1] آپ مرکز میں تحریکِ جدید کے وکیل التبشیر، وکیل اعلیٰ اور وکیل الزراعت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں۔

[2] الفضل ۲۷ جون تا یکم جولائی ۱۹۶۱ء (مضمون چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ایل ایل بی۔ وکیل الزراعت) وقلمی مسوّدات رجسٹر نمبر ۱، ۲ مرتبہ میجر شریف احمد صاحب باجوہ قاضی والہ چک ۱۰۵ ج۔ب براستہ برنالہ ضلع لائل پور۔

[3] "بھیرہ کی تاریخ احمدیت" صفحہ ۱۱۳ (مؤلفہ فضل الرحمٰن صاحب بسمل امیر جماعتِ احمدیہ بھیرہ۔ اشاعت دسمبر ۱۹۷۲ء)۔

[4] روزنامہ "المصلح" ۱۳ نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۵۔

ڈاکٹر منظور احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"۱۹۰۸ء میں جب حضورؑ آخری دفعہ لاہور تشریف لے گئے اُس وقت مجھے زیارت کا شرف حاصل ہؤا اور پہلی دفعہ قادیان آیا جب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے حضور کا لیکچر پیغامِ صلح لاہور بریڈلا ہال میں سُنایا وہ سُن کر قادیان آگیا اور پھر دوسری دفعہ ۱۹۰۸ء کے سالانہ جلسہ پر قادیان آیا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہؤا تھا۔ اور یہ بھی یاد ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے لیکچر کے بعد جب موجودہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز[1] کا لیکچر ختم ہؤا تو حضرت خلیفہ اوّلؓ نے حضور کی قرآن دانی کے متعلق چند تعریفی کلمات فرمائے تو میرے پاس ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جو آجکل پیغامی ہیں بیٹھے ہوئے جُھوم جُھوم کر آہستہ آہستہ کہہ رہے تھے کہ سُبحان اللہ سُبحان اللہ آپ کے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔ مَیں ڈاکٹر صاحب سے اُس وقت اِس لئے واقف تھا کہ وہ اُس وقت بھیرہ میں ہی تعینات تھے۔" [2]

حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام نے ۱۴ر نومبر ۱۹۰۲ء کو پنجابی نظم میں سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ کو بہت عمدہ کام قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اِس زمانہ کا یہی جہاد ہے۔"[3]

ڈاکٹر منظور احمد صاحب مرحوم بھیروی نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ سلانوالی[4] (ضلع سرگودہا) اور قادیان میں گذارا اور آپ دونوں جگہ اس عظیم الشان تبلیغی جہاد میں سرگرمِ عمل رہے۔ آپ کی کتاب "امام المتقین" پنجاب کے حلقوں میں بہت پسند کی گئی۔ اِس مقبولِ عام کتاب کے علاوہ آپ نے اَور بھی کئی پنجابی نظمیں کہیں جو کئی لوگوں کو داخلِ احمدیت کرنے کا موجب بنیں۔ ذیل میں آپ کی تالیفات کی فہرست دی جاتی ہے:۔

امام المتقین منظوم پنجابی۔ نجات المؤمنین منظوم پنجابی۔ اسلامی دکان۔ خلافت دا بلاوا۔ ۱۹ مطالبات تحریک جدید۔ سوانح دلپذیر۔ مہدی دی چٹھی۔ مرزا مہدی۔ مہدی قادیان دے وچ آیا۔ گورکھن۔ شُدھی۔ رُوحانی چرخہ گھرٹیال احمدیہ

---

[1] مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔   [2] رجسٹر روایات صحابہ ۵ صفحہ ۳۶۔

[3] "البدر" ۲۱ر نومبر ۱۹۰۲ء۔

[4] ۱۹۲۲ء کی پہلی مجلسِ شورٰی میں آپ کو جماعتِ سلانوالی کی نمائندگی کا بھی موقع ملا (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۲ء صفحہ ۲)

مسجد احمدیہ لنڈن، مجرّباتِ دلپذیر، مرزا صاحب[۱]

محترم ڈاکٹر صاحب اُردو زبان کے بھی عمدہ شاعر تھے۔ آپ کی اُردو نظمیں سلسلہ احمدیہ کے اخبارات و رسائل میں شائع شدہ ہیں۔

اولاد:۔ (پہلی بی بی خدیجہ بیگم صاحبہ سے)

۱۔ سعیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری فضل الرحمٰن صاحب پشاور

۲۔ امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ میجر فتح داد صاحب کھاریاں

۳۔ امۃ البشیر صاحبہ اہلیہ ملک بشارت احمد صاحب کراچی

۴۔ منصور احمد صاحب پشاور

۵۔ محمود احمد صاحب لندن

۶۔ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ پروفیسر عبد الرحیم صاحب نیّر کیمبلپور

۷۔ بشیر احمد صاحب لندن

۸۔ مبشرٰی بیگم اہلیہ نثار احمد صاحب ملتان

۹۔ پروفیسر محمد یوسف صاحب پشاور

(دوسری بی بی سے)

۱۰۔ انور احمد صاحب

۱۱۔ مظفر احمد صاحب

۱۲۔ ثمینہ بیگم صاحبہ

۱۱۔ حضرت قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹیؓ (ولادت: ۲۳؍جون ۱۸۸۱ء[۲]، وفات: ۲۹؍اکتوبر ۱۹۵۳ء بمقام ربوہ)

حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ آف قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ (متوفّٰی ۱۵؍مئی ۱۹۰۴ء) کے فرزندِ رشید

---

[۱] رسالہ "واذا الصحف نُشرت" ناشر جناب میاں عبد العظیم صاحب درویش پروپرائٹر احمد بک ڈپو قادیان صفحہ ۴۴

[۲] "اصحابِ احمد" جلد ۶ صفحہ ۶۲ مولفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے ؎

اور اپنے والدِ بزرگوار کی طرح خود بھی ۳۱۳ اصحابِ کبار میں شامل تھے چنانچہ حضرت اقدس مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "ضمیمہ انجام آتھم" کے صفحہ ۴۳ پر آپ کا نام ۲۵ انمبر پر درج فرمایا ہے۔آپ نے نقشہ نویسی کا کام اپنے پھوپھی زاد بھائی قاضی نظیر حسین صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین جموں سے سیکھا اور وہیں محکمہ پبلک ورکس میں ملازم ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے چھوٹے بھائی حضرت قاضی محمد عبد اللہ صاحب نے اطلاع دی کہ قادیان میں محکمہ تعمیرات جاری ہونے والا ہے جس پر آپ نے اپنی خدمات پیش کیں اور مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان آ گئے جہاں حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مہتمم تعمیرات کے عہدہ پر فائز تھے[۱] سب سے پہلے محرر تعمیرات کی اسامی آپ کے لئے تجویز ہوئی مگر اپنے خلوص، محنت اور غیر معمولی فرض شناسی کی بدولت آپ کو عظیم الشان تعمیری خدمات بجا لانے کی ایک لمبے عرصہ تک توفیق ملی۔قادیان میں سلسلہ احمدیہ کی سب عظیم الشان مرکزی عمارتیں بنوانے کا شرف آپ کو ملا چنانچہ مسجد نور، بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول اور اس کے ملحقہ کوارٹرز، منارۃ المسیح اور قصرِ خلافت قادیان آپ ہی کی زیرِ نگرانی تیار ہوا۔علاوہ ازیں مسجد اقصیٰ میں کنویں اور پانی کے انتظام کو فرشِ مسجد کے نیچے لے جانے کی صورت آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی۔اسی طرح بہشتی مقبرہ کے راستہ کا پُل جس کا ذکر "الوصیت" میں ہے نیز بہشتی مقبرہ کا کنواں آپ ہی کی نگرانی میں بنایا گیا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے مزار کی تعمیر بوقت تدفین کی سعادت بھی آپ کو نصیب ہوئی۔

آپ کے سوانح نگار جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے نے ان تعمیرات کا ذکر کر کے یہ رائے قائم فرمائی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں ہی مستقل طور پر ہجرت کر کے آ گئے تھے[۲]

قادیان کی ان مرکزی تعمیرات کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ۔حضرت اُمّ المؤمنینؓ۔حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ۔حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب اپنے سب عمارتی کام آپ ہی کے سپرد فرماتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ڈلہوزی کی کوٹھی "بیت الفضل"، حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی تعمیرات اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب

---

[۱] رسالہ "نور احمد" ص۲۵ (از شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس امرتسر) طبع دوم ناشر حکیم عبد اللطیف صاحب شاہد گجراتی ۱۹۵۶ء ٭ [۲] "اصحابِ احمد" جلد ششم ص۲، ص۳

کی کوٹھی "بیت الظفر" آپ ہی کی زیرِ نگرانی تیار ہوئی تھی۔

آپ کچھ عرصہ تک قادیان میں بلڈنگ کنٹریکٹر کے طور پر دیگر احباب کے مکانات بھی تعمیر کراتے رہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے آپ کے کام سے خوش ہو کر تحریر فرمایا:۔

"قاضی صاحب! السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

نلکہ، پانی خوب نکلا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور اُس کے بعد آپ کی محنت پر جزاك الله احسن الجزاء۔ یہ دل سے دعا ہے اللہ تعالیٰ قبول کرے۔

والسّلام نور الدین

۱۲ جنوری ۱۹۱۴ء" ۱؎

جناب قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی ابن حضرت قاضی عبدالرحیم صاحب کا بیان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر قادیان میں اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ میری کوٹھی کا جو کام قاضی صاحب نے کروایا ہے وہ روپوں کا کام آنوں میں کرایا ہے اور اسے دیکھ کر میرے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ۲؎

سلسلہ کی جو تاریخی عمارات آپ نے بنوائیں آپ نے ان کی تعمیر کے کسی مرحلے پر ان میں معمولی سے نقص کو بھی برداشت نہ کیا تعلیم الاسلام ہائی سکول کی تعمیر کے دَوران آپ کو معلوم ہؤا کہ ایک دیوار میں نیچے کی کچھ اینٹیں معیار کی نہیں لگیں وہ ساری دیوار آپ کے حکم سے گرا کر از سرِ نَو تعمیر کرائی گئی۔ ہجرت ۱۹۴۷ء کے بعد آپ سلسلہ کے نئے مرکز ربوہ میں رہائش پذیر ہوگئے اور بڑھاپے کے باوجود انتہائی جوانمردی سے اس کی تعمیر میں حصّہ لینے لگے۔ جلسہ ربوہ ۱۹۴۹ء کے موقع پر حضرت مصلح موعودؓ کو الہاماً ربوہ میں میٹھے پانی کے نکلنے کی بشارت ملی تھی جو ان الفاظ میں تھی ؎

جاتے ہوئے حضور کی تقدیر نے جناب
پاؤں کے نیچے سے مرے پانی بہا دیا

اِس آسمانی بشارت کے مطابق جب ربوہ میں پہلا کامیاب پمپ لگا تو آپ نے ۸ رمئی ۱۹۵۱ء کو حضور کی خدمت میں لکھا "پمپ لگانے کی تجویز پیش کرنے کے موقع پر حضور نے پانی جمع رکھنے کے لئے ایک ٹینکی بنا کر

۱؎ "اصحابِ احمد" جلد ششم ص۳۷ (۱۲ جنوری ۱۹۱۴ء) ؛ ۲؎ روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء ص۴

کوٹھیوں اور مسجد میں بذریعہ نالیاں پانی پہنچانے کا خیال ظاہر فرمایا تھا...پس اگر حضور پسند فرمائیں تو میں تخمینہ بنا کر پیش کر دوں گا اور بعد منظوری ایک مہینے کے اندر یہ کام کرا دینے کی اُمید رکھتا ہوں۔ اِنشاء اللہ تعالیٰ۔"

حضرت مصلح موعودؓ نے اس پر اپنے قلمِ مبارک سے تحریر فرمایا "تخمینہ پیش کر دیں مگر انجمن کی عمارات اِس قدر دُور ہیں کہ وہاں تک پانی کس طرح جائے گا!"[1] اِس جُزوی خدمت کے علاوہ ربوہ میں آپ کا عظیم کارنامہ مسجد مبارک کی تعمیر ہے جو اگست ۱۹۵۱ء میں آپ کے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ الغرض قادیان اور ربوہ کے دونوں مراکز کی تعمیرات میں آپ کو شاندار خدمات کی توفیق ملی۔

حضرت قاضی عبد الرحیم صاحبؓ اوّلین موصیوں میں سے تھے آپ کا وصیت نمبر ۳۷ تھا۔ آپ نے علاقہ ملکانہ کی تبلیغی مہم میں سرگرم حصہ لیا اور تین ماہ وقف کر کے خدمتِ اسلام کرتے رہے۔ تحریکِ جدید دفترِ اوّل کے مجاہد تھے۔ ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد آپ کو قادیان کی جُدائی کا بہت صدمہ تھا اور قادیان کی واپسی کے انتظار میں آپ کی عمر کی آخری گھڑیاں آن پہنچیں۔ جناب قاضی عبد السلام صاحب بھٹی لکھتے ہیں کہ قادیان کی واپسی کیلئے بیحد بیقرار رہتے تھے مگر جب حضرت اُمّ المؤمنینؓ فوت ہوگئیں تو جنازے کے ہمراہ جاتے ہوئے روتے تھے اور کہتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے اتنی بڑی ہستی کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی تو ہم کون ہیں؟ بعد ازاں جب حضرت اُمّ المؤمنینؓ کے مزار کی تعمیر کا کام آپ کو سونپا گیا تو درد بھرے دل سے کہا کہ آج سے ۴۴ برس قبل قادیان میں خدا کے مسیح علیہ السلام کے وصال پر ان کی آخری آرام گاہ کی تیاری کا کام اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ہی لیا تھا اور آج پھر ویسی ہی خدمت کا شرف مجھے بخشا گیا۔ موت کو بہت یاد رکھتے تھے اور شیخ سعدیؒ کا یہ شعر جسے حضرت مسیح موعودؑ نے رسالہ "الوصیت" میں بھی درج فرمایا ہے بہت پڑھا کرتے تھے ؎

عروسی بود نوبت ماتمت ٭ اگر بر نکوئی بود خاتمت

آپ کا انجام نہایت مبارک ہوا ۲۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو جمعرات کی شام آپ کی وفات ہوئی اگلے روز حضرت مصلح موعودؓ نے نمازِ جمعہ کے بعد آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ صحابہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔[2]

---

[1] "اصحابِ احمد" جلد ششم صفحہ ۲۴ ٭ [2] "المصلح" کراچی ۶ نومبر و ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴

حضرت مہدی موعود کو جنابِ الٰہی سے یہ وعدہ دیا گیا ہے:۔

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس واموال میں برکت دوں گا" ؎۱

اِس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی کثرتِ نسل سے نوازا چنانچہ وفات کے وقت آپ کے بیٹوں (قاضی بشیر احمد صاحب، قاضی عبدالسلام صاحب، قاضی مبارک احمد صاحب، قاضی منصور احمد صاحب) اور ایک نواسہ اور پوتوں، پوتیوں اور پڑپوتیوں کو شامل کر کے آپ کے کنبے کی تعداد ۶۲ افراد تک پہنچ چکی تھی۔ ؎۲

۱۲۔ **حکیم محمد عبدالصمد صاحب دہلوی**ؓ (ولادت: قریباً ۱۸۷۹ء، بیعت وزیارت ۱۹۰۵ء، وفات ۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء بمقام کراچی)

حضرت حکیم محمد عبدالصمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو غیر احمدی علماء نے احمدی بنایا ہے چنانچہ آپ اپنے ایک تحریری بیان میں فرماتے ہیں:۔

"میں ۱۸۹۱ء میں ایک مولوی صاحب ؎۳ سے (تفسیر) جلالین پڑھا کرتا تھا اُس میں یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ والی آیت آگئی جس کی تفسیر میں لکھا تھا "رَافِعُكَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ" (یعنی میں دنیا سے تیرا رفع بغیر موت کے کروں گا) میں حیران ہوا کہ مِنْ غَیْرِ مَوْتٍ کہاں سے آگیا۔ یہ متن کی تفسیر ہو رہی ہے یا متن کا مقابلہ ہو رہا ہے۔ رات غور کرتے کرتے دو بج گئے۔ اتفاقاً والد صاحب کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے اتنی دیر جاگنے کا سبب دریافت کیا۔ میں نے اصل حقیقت کہہ سُنائی۔ فرمایا میاں اُستاد کس لئے ہوتا ہے؟ تم صبح جا کر مولوی صاحب سے یہ معاملہ حل کروا لینا چنانچہ میں صبح مولوی صاحب کے پاس گیا اور سارا قصہ کہہ سُنایا۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ میاں متقدمین سے لے کر متاخرین تک سب کا یہی مذہب چلا آتا ہے۔ اِس میں جھگڑا مت کرو۔ مگر میں نے کہا کہ جب تک میری سمجھ میں نہ آئے میں آگے ہرگز نہیں چلوں گا۔ اِس پر

؎۱ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ؎۲ "المصلح" کراچی ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء

؎۳ آپ کے صاحبزادہ حکیم عبدالواحد صاحب صدیقی حال کراچی کی روایت کے مطابق ان کا نام مولوی محمد بشیر صاحب تھا۔

وہ بہت ناراض ہوئے۔ میرے والد صاحب کو بھی بلوایا مگر انہوں نے کہا کہ آپ استاد ہیں اور یہ شاگرد آپ جانیں اور آپ کا کام مَیں اس میں دخل نہیں دیتا۔ اور یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور مولوی صاحب نے پھر مجھے کہنا شروع کیا کہ پڑھو۔ مَیں نے کہا جب تک آپ سمجھائیں نہ مَیں کیسے پڑھ سکتا ہوں۔ اِس پر مولوی صاحب کو غصہ آیا اور انہوں نے مجھے ایک تھپڑ مار کر کہا کہ ایک تجھے جنون ہوُا ہے اور ایک مرزا کو۔ مَیں حیران ہوُا کہ یہ مرزا کون ہے۔ ساتھ ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوُا کہ مَیں کسی اصل پر قائم ہوں....

شام کو دوسرے اُستاد[1] کے پاس گیا اُس نے بھی کہا کہ ایک تجھے جنون ہوُا ہے اور ایک مرزا کو۔ اس سے میرا دل اَور مضبوط ہو گیا کہ میری بات کمزور نہیں ہے۔

پھر تیسرے اُستاد مولوی عبدالوہاب صاحب کے پاس گیا اُنہوں نے کہا کہ یہ تو بڑا قصہ ہے اِس کا تو مدعی موجود ہے جو کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور جس عیسیٰ کی آمد کا لوگ انتظار کر رہے وہ مَیں ہوں۔ مَیں نے کہا کہ پہلی بات تو میری سمجھ میں آ گئی ہے مگر دوسری کا ابھی پتہ نہیں لگا۔ انہوں نے کہا کہ مَیں پنجاب میں گیا تھا بائیس دن وہاں رہا۔ اُن کا ایک مُرید مولانا نورالدین ہے حکمت میں تو اُس کا کوئی ثانی نہیں۔ اور مَیں نے اُس کے دینی درسوں کو بھی سُنا ہے بڑے بڑے مولوی اس کے سامنے دَم نہیں مار سکتے۔ انہوں نے اپنی بیعت کا ذکر نہ کیا کیونکہ وہ مخالفت سے ڈرتے تھے۔ مجھے کہنے لگے کہ اُونچا مت بولو مولوی عبدالغفور صاحب سُن لیں گے۔ مَیں نے کہا مجھے اِس بات کی کوئی پروا نہیں مَیں صداقت کے اظہار سے کیسے رُک سکتا ہوں۔ خیر اسی طرح پڑھتے پڑھتے ۱۹۰۵ء کا زمانہ آ گیا۔ حضرت صاحب دہلی تشریف لے گئے اور الف خاں صاحب سیاہی والے کے وسیع مکان[2] میں فروکش ہوئے۔ ہزارہا لوگ آپ کے دیکھنے کے لئے گئے[3]۔ مَیں بھی گیا۔ مَیں مخالف مولویوں کے ساتھ گیا۔ اُن میں طلباء زیادہ تھے اور ہمارے سرغنہ مولوی مشتاق علی تھے انہوں نے

---

[1] حضرت حکیم صاحبؓ نے ان کا نام مولوی محمد اسحٰق صاحب منطقی بتایا تھا۔ (روایت حکیم عبدالواحد صاحب)

[2] واقع چتلی قبر متصل مسجد سید رفاعی صاحب (اخبار "الحکم" قادیان ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء صٓ کالم ۲)

[3] تفصیلی روداد کے لئے ملاحظہ ہو اخبار "بدر" ۳ نومبر و ۶ نومبر ۱۹۰۵ء

حضرت صاحب پر کچھ اعتراض کرنے شروع کئے جس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ آپ ٹھہر جائیں اور حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے کاغذ اور قلم دوات لے کر ایک مضمون لکھا[1] اور وہ مولوی مشتاق علی صاحب کو دیا کہ آپ اسے پڑھ لیں اگر کوئی لفظ سمجھ نہ آئے تو مجھ سے دریافت کر لیں اور ساتھ ہی اس کا جواب بھی لکھ لیں۔ پھر پہلے آپ میرا مضمون سُنا دیں اس کے بعد اس کا جواب سُنا دیں۔ مولوی صاحب نے بغیر جواب لکھے حضرت صاحب کا مضمون سُنانا شروع کیا۔ حضرت صاحب نے پھر فرمایا کہ اگر جواب آپ لکھ لیتے تو اچھا تھا مگر انہوں نے کہا کہ نہیں میں زبانی جواب دے دوں گا۔ خیر انہوں نے حضرت صاحب کا مضمون پڑھ کر سُنا دیا اور دیر تک خاموش کھڑے رہے جواب نہیں دے سکے۔ ساتھ کے طلباء میں سے بعض نے کہا کہ اگر ہم کو یہ معلوم ہوتا کہ آپ جواب نہیں دے سکیں گے تو ہم کسی اَور کو سرغنہ بنا لیتے آپ نے ہمیں بھی شرمندہ کیا۔ اس پر مولوی صاحب نے ایک طالبِ علم کو تھپڑ مارا اور اس نے مولوی صاحب کو مارا مفتی صاحب نے ان دونوں کو ہٹا دیا۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر شروع ہوگئی اور حضرت صاحب کی تقریر میں لوگوں نے کچھ شور کیا۔ جماعت کے لوگوں نے حضرت صاحب کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اس میں کچھ تھوڑی سی جگہ کھلی رہ گئی تھی وہاں مَیں کھڑا ہو گیا[2]۔ اکبر خاں ایک احمدی چپڑاسی تھے انہوں نے مجھ کو مخالف سمجھ کر دھکا دے کر وہاں سے ہٹا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر مَیں وہاں کھڑا ہو گیا اور وہ پھر مجھ کو دھکا دینے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے ان کو روکا کہ کیوں دھکا دیتے ہو۔ اکبر خاں نے کہا کہ حضور یہ مخالف ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ تم نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے؟ جو آتا ہے اس کو آنے دو.....

---

[1] حضورؑ کی یہ تحریر وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر مشتمل تھی جو اخبار "بدر" قادیان ۲؍ نومبر ۱۹۰۵ء صـ۴ پر شائع شدہ ہے۔

[2] آپ فرمایا کرتے تھے "میری نگاہ جونہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو میری ٹانگیں کانپنے لگیں اور طاقت نے بالکل جواب دے دیا اور میرے دل نے کہا کہ یہ جھوٹوں کی شکل نہیں۔" (بروایت حکیم عبدالواحد صاحب صدیقی)

حضرت صاحب نے تقریر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور فرمایا کہ جو لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے میرے متعلق فیصلہ نہیں کر سکتے وہ اِس دعا کو کثرت سے پڑھیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی پنجوقتہ نمازوں میں بتلائی ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت کثرت سے پڑھیں۔ زیادہ سے زیادہ چالیس روز تک اللہ تعالیٰ ان پر حق ظاہر کر دے گا۔ مَیں نے تو اُسی وقت سے شروع کر دیا۔ مجھ پر تو ہفتہ گذرنے سے پہلے ہی حق کُھل گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ حامد کے محلہ کی مسجد میں ہوں وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام تشریف لائے ہیں۔ مَیں حضرت صاحب کی طرف مصافحہ کرنے کے لئے بڑھنا چاہتا تھا کہ ایک نابینا مولوی نے مجھ کو روکا۔ دوسری طرف سے مَیں نے بڑھنا چاہا تو اُس نے ادھر سے بھی روک لیا۔ پھر تیسری مرتبہ مَیں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کرنا چاہا تو اس نے مجھ کو پھر روکا تب مجھے غصہ آگیا اور مَیں نے اُسے مارنے کے لئے ہاتھ اُٹھایا حضرت صاحبؑ نے فرمایا کہ نہیں غصہ نہ کرو۔ مارو نہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور مَیں تو حضور سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں اور یہ مجھ کو روکتا ہے۔ اتنے میں میری آنکھ کُھل گئی۔ مَیں نے صُبح میر قاسم علی صاحبؓ[1] اور مولوی محبوب احمد اور مستری قادر بخش کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے کہا کہ اِسے لکھ دو۔ مَیں نے لکھ دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے نیچے لکھ دو کہ مَیں اپنے اس خواب کو حضور کی خدمت میں ذریعہ بیعت قرار دیتا ہوں۔ مَیں نے لکھ دیا۔ مولوی محبوب احمد صاحب جو غیر احمدی تھے انہوں نے کہا تم کو اپنے والد کا مزاج بھی معلوم ہے؟ وہ ایک گھڑی بھر بھی تم کو اپنے گھر نہیں رہنے دیں گے۔ مَیں نے کہا مجھے اس کی

---

[1] حضرت میر صاحبؓ اُن دنوں سیکرٹری انجمن احمدیہ دہلی تھے۔ قبل ازیں آپ دو سال دس ماہ تک یتیم خانہ انجمن مؤیّد الاسلام دہلی کے سپرنٹنڈنٹ رہے اور جیسا کہ مہتمم یتیم خانہ مولوی عبدالاحد صاحب نے اپنے سرٹیفکیٹ میں لکھا "انہوں نے اپنے فرائض نہایت دیانتداری سے ادا کئے"۔ اس کے باوجود آپ کو محض احمدی ہونے کی وجہ سے ملازمت سے جبراً علیحدہ کر دیا گیا اور آپ کا اِستعفاء ۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء کو باضابطہ طور پر منظور کر لیا گیا (بدر ۸ دسمبر ۱۹۰۵ء صؔ) یہ قربانی چونکہ محض خدا کے واسطے تھی اِس لئے آئندہ چل کر آپ کو پہلے دہلی پھر قادیان میں ایک لمبے عرصہ تک خدماتِ دینیہ بجا لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

کوئی پرواہ نہیں خیر حضرت صاحب نے بیعت منظور فرمائی اور مجھے لکھا کہ تمہاری بیعت قبول کی جاتی ہے۔ اگر تم پر کوئی گالیوں کا پہاڑ کیوں نہ توڑ دے۔ نگاہ اٹھا کر مت دیکھنا"۔ ؎۱

دہلی میں بیعت کے بعد آپ پہلی مرتبہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ پر قادیان حاضر ہوئے اور دوبارہ حضورؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت حکیم صاحب ۱۹۱۱ء میں دہلی کو ترک کر کے قصبہ اجرلی (ضلع میرٹھ) میں طبابت کرنے لگے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے اپنے اہل وعیال کو مستقل رہائش کے لئے قادیان بھجوا دیا اور خود جماعتی ضرورت کے پیش نظر اجرلی میں ہی مقیم رہے۔ بعد میں خود بھی ہجرت کر کے ۱۹۳۴ء میں قادیان تشریف لے آئے ؎۲

۱۹۴۷ء کے ملکی فسادات کے دوران آپ قادیان سے پاکستان میں چلے آئے تھے اور کراچی میں قیام پذیر ہوئے اور یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ بلند پایہ طبیب تھے۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سے والہانہ اخلاص رکھتے تھے اور اپنا وقت دوسروں کی خدمت اور بھلائی میں صرف کرنے کے عادی تھے۔ اپنے ملنے والوں خصوصاً نوجوانوں کی اخلاقی اور تمدّنی اصلاح میں ہمیشہ کوشاں رہتے اور انہیں بہت دلکش انداز میں نصائح فرمایا کرتے تھے۔ آپ نوجوانوں کو خاص طور پر تلقین فرماتے تھے کہ عمدہ اخلاق کے بغیر عمدہ صحت نہیں مل سکتی ؎۳

(۱۳) حضرت شیخ غلام حسنین صاحبؓ

(ولادت ۱۸۹۳ء اندازاً (وفات) ۱۵ دسمبر ۱۹۵۳ء / ۱۵ فتح ۱۳۳۲ ہش بمقام کراچی)

حضرت شیخ غلام حسنین صاحب کے دادا حضرت شیخ محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہ اور والد حضرت ماسٹر قمر الدین صاحبؓ لدھیانوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدیم صحابہ میں سے تھے۔ اور دونوں کو حضور علیہ السلام کے ۳۱۳۔ اصحاب کبار میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔ ؎۴

حضرت شیخ صاحب مرحوم نہایت متقی۔ پرہیزگار اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی بجا آوری کا خاص

؎۱ رجسٹر روایات صحابہؓ نمبر ۱۲ صفحہ ۱۳ تا ۱۸۔

؎۲ روزنامہ "المصلح" ۱۳ دسمبر ۱۹۵۳ء / ۱۳ فتح ۱۳۳۲ ہش ص۵

؎۳ روزنامہ "المصلح" کراچی۔ ۱۸ فتح ۱۳۳۲ ہش / ۱۸ دسمبر ۱۹۵۳ء ص۴ (اخوند فیاض احمد خان صاحب کے ایک نوٹ کی تلخیص)

؎۴ ضمیمہ انجام آتھم ص۴۲

التزام فرمانے والے بزرگ تھے۔ آپ نے عمر کا ایک بڑا حصّہ بسلسلہ ملازمت دہلی میں گزارا آپ کی سادگی، تقویٰ اور خوش خلقی کا یہ اثر تھا کہ بڑے سے بڑا افسر بھی آپ کو نہایت عزّت و احترام کی نظر سے دیکھتا اور آپ کی بات کو وقعت دیتا۔ آخر دم تک جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے رہے۔ بالخصوص جماعت احمدیہ دہلی میں پینتیس ۳۵ سال تک سیکرٹری مال کے فرائض نہایت محنت، جانفشانی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے۔ دہلی سے کراچی آنے کے بعد بھی کئی سال تک جماعت مقامی کی مجلس عاملہ کے رُکن رہے۔ اگرچہ کم گو تھے لیکن تبلیغ کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ بڑے بڑے صاحب پوزیشن حضرات تک پہنچتے اور اُن تک پیغام حق پہنچا کر خوش ہوتے دوسروں کی دلداری کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور یہ امر طبیعت کو کسی صُورت گوارا نہ تھا کہ کسی کو آپ کی وجہ سے کوئی دکھ پہنچے یا وجہ شکایت پیدا ہو۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ اور نظام سلسلہ سے آپ کی وابستگی عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ سلسلہ کی ترقی کے لئے دُعاؤں میں مصروف رہنا آپ کا خاص شیوہ تھا۔ آپ نے چھ بیٹیاں اور ایک بیٹا بطور یادگار چھوڑے۔[1]

بعض دوسرے مخلصین کی وفات

اِن بلند پایہ صحابہ کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کے بعض اور مخلصین بھی اس سال داغِ مفارقت دے گئے۔ جن میں سے دو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۱) سید طفیل محمّد شاہ صاحب[2] (ولد سیّد شاہ نواز صاحب ترمذی رئیس مستی سیّداں وموہاں تحصیل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور)

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۱ رفتح ۱۳۳۲ہش / دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۸

[2] ولادت ۱۸۹۰ء، وفات ۲۵ مارچ ۱۹۵۳ء۔ خلافتِ ثانیہ کے اوائل میں داخلِ احمدیت ہوئے اور پھر پوری عمر سرکاری ملازمت اور طبابت کے ساتھ ساتھ احمدیت کی پُرجوش علمی خدمت میں گذار دی۔ آپ ایک محقّق اور فاضل بزرگ تھے۔ آپ کی مندرجہ ذیل تالیفات کو جماعت میں بہت مقبولیّت حاصل ہوئی۔ رہنمائے تبلیغ۔ اجرائے نبوّت۔ تحقیقات الادیان حصّہ اوّل۔ اسلام اور ہندو دھرم کا مقابلہ۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ ۱۹۲۲ء کی پہلی مجلس شوریٰ میں جماعتِ احمدیہ گوکھووال (لائل پور) کے نمائندہ کی حیثیّت سے شامل ہوئے آپ گوکھووال اور سالاروالہ کی احمدیہ جماعتوں کے سالہا سال تک پریذیڈنٹ بھی رہے۔ اولاد:۔ سید غلام محمد شاہ صاحب۔ سید محمد احمد شاہ صاحب۔ سیّد لطیف احمد شاہ صاحب۔ سید نعیم احمد شاہ صاحب۔ سید سلیم احمد شاہ صاحب۔ سید مبارک احمد شاہ صاحب۔ سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ۔ تحریک جدید کے اولین مجاہدین میں سے تھے۔ (مطبوعہ فہرست صفحہ ۲۹۲)

(۲) السید رضوان عبداللہ صاحب ابن السید عمر ابوبکر آفندی خرطوم (حبشہ کے احمدی نوجوان متعلم مولوی فاضل کلاس جامعہ احمدیہ)[2]

---

[1] "البشریٰ" جیفا دسمبر ۱۹۵۰ء ص ۲۴۳

[2] ولادت ۱۹۳۵ء یہ ہونہار، بااخلاق اور نہایت محنتی احمدی نوجوان تھے جو دسمبر ۱۹۵۰ء میں جو ملکِ حبشہ سے علمِ دین سیکھنے کیلئے مرکز احمدیت ربوہ میں آئے تاکہ واپس جاکر اپنے ملک کی عیسائی اور دیگر اقوام کو اسلام کی طرف دعوت دیں۔ مگر افسوس ابھی آپ کو یہاں آئے ساڑھے تین سال ہی ہوئے تھے کہ آپ ۲۶ اگست ۱۹۵۳ء کو جامعہ احمدیہ کے طلبہ کے ساتھ دریائے چناب پر نہانے گئے اور عصر کی نماز کے لئے وضو کر رہے تھے کہ پاؤں پھسل جانے سے دریا میں ڈوب کر عالمِ غریب الوطنی میں شہید ہو گئے۔ مرحوم اپنے والدین کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپ کو پہلے امانتاً عام قبرستان میں دفن کیا گیا۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے بہشتی مقبرہ میں سپردِ خاک کئے گئے۔ آپ بزمِ تعلیم البیان جامعہ احمدیہ احمد نگر ربوہ کے بانیوں میں سے تھے۔ (روزنامہ "المصلح" یکم، ۲، ۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ء)

آپ کی وفات پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے ایک مضمون "رضوان عبداللہ کی المناک وفات" کے عنوان سے سپردِ قلم فرمایا جس میں لکھا:۔

"رضوان جو کئی ہزار میل کی مسافت طے کر کے علمِ دین کی تحصیل کی غرض سے ربوہ آیا تھا۔ اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے اپنے والدین کا سب سے بڑا بچہ تھا۔ ایک بہت ہی شریف اور ہونہار اور دیندار لڑکا تھا..... رضوان مرحوم سب سے پہلے لاہور میں مجھے ملا اور عربی زبان میں باتیں کرتا رہا اور پھر ہم نے اُسے ربوہ بھجوانے کا انتظام کر دیا۔ اُس وقت سے میری طبیعت پر رضوان کی شرافت کا خاص اثر تھا۔ کم گو، شریف مزاج، بے شر، مخلص دینی جذبات سے معمور اور ہونہار۔ یہ وہ اثر ہے جو ہر وہ شخص جو رضوان سے ملا اس کے متعلق قائم کرتا رہا ہے۔" ("المصلح" یکم ستمبر ۱۹۵۳ء ص۳)

(مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "خالد" ربوہ نومبر ۱۹۵۳ء ص ۲۵ - ۲۷)

فصل چہارم

۱۹۵۳ء (۱۳۳۲ہش) کے متفرق مگر اہم واقعات

خاندان حضرت مسیح موعودؑ میں اضافہ

خدائے رحیم وکریم بزرگ و برتر نے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشارت دی تھی کہ "میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دُوں گا" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) اس آسمانی وعدہ کے مطابق اس سال خاندانِ مسیح موعودؑ میں درج ذیل نفوس کا اضافہ ہوا:۔

۱۔ صاحبزادی نزہت صاحبہ (بنت حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب) تاریخ ولادت ۳ جنوری ۱۹۵۳ء[1]

۲۔ مرزا مظفر احمد صاحب (ابن صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) تاریخ ولادت ۷ اگست ۱۹۵۳ء

۳۔ مرزا لقمان احمد صاحب (ابن حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) تاریخ ولادت ۸/۷ نومبر ۱۹۵۳ء[2]

۴۔ سلمان احمد خان صاحب (ابن نوابزادہ میاں عباس احمد خان صاحب) تاریخ ولادت ۱۳ نومبر ۱۹۵۳ء[3]

۵۔ مرزا احسن احمد صاحب (ابن صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب) تاریخ ولادت ۱۸/۱۹ نومبر ۱۹۵۳ء[4]

۶۔ امۃ النصیر صاحبہ (بنت صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب) تاریخ ولادت ۲۲ دسمبر ۱۹۵۳ء

حضرت مصلح موعودؓ کی مبلغینِ احمدیت کو نصائح

جنوری ۱۹۵۳ء کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے پاکستان کے احمدی مبلغین کو شرف باریابی بخشا اور انہیں نہایت قیمتی نصائح سے نوازا۔ یہ ملاقات دس سے بارہ بجے تک جاری رہی۔

اُس زمانہ میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب[5] رضی اللہ عنہ ناظر دعوۃ وتبلیغ تھے اور

---

[1] الفضل ۴ جنوری ۱۹۵۳ء / ۱۳۳۲ہش ص ۱ [2] "المصلح" ۱۲ نومبر ۱۹۵۳ء [3] "المصلح" ۱۸ نومبر ۱۹۵۳ء ص ۲
[4] المصلح ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء ص ۲ [5] تاریخ وفات ۱۶ مئی ۱۹۶۷ء

حسب ذیل سینئر مبلّغین (علاوہ شاہدین و دیہاتی مبلّغین کے) پاکستان میں اعلائے کلمۂ اسلام میں مصروف تھے:۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ[1] ربوہ۔ مولانا عبدالغفور صاحبؓ مبلّغ لاہور[2]۔ مولانا احمد خان صاحب نسیم[3] (مقامی تبلیغ)۔ حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ مبلغ بنگال[4]۔ مولانا غلام حسین صاحب ایاز مجاہد[5] سنگاپور و بورنیو و مبلغ میرپور خاص (سندھ)۔ مولانا ظل الرحمٰن صاحب بنگالی[6] مبلغ برہمن بڑیہ (مشرقی پاکستان)۔ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب[7] (سابق سوداگر مل) مبلّغ شیخوپورہ۔ مہاشہ محمد عمر صاحب[8] مبلغ بنگال۔ سید اعجاز احمد صاحب مبلّغ نیج گاؤں مشرقی پاکستان۔ مولوی محبّ اللہ صاحب مبلّغ چاروکھیہ (مشرقی پاکستان)۔ مولانا عبدالمالک خان صاحب کراچی۔ مولانا چراغ دین صاحب مبلّغ راولپنڈی۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب دیالگڑھی مبلغ لائلپور۔ مولانا غلام احمد صاحب فرخ مبلّغ سکھر۔ سید احمد علی شاہ صاحب مبلّغ حیدرآباد سندھ۔ مولوی محمد حسین صاحب صحابی مبلّغ سرگودھا و جھنگ۔ مولوی عبدالرحیم صاحب عارف مبلّغ جھنگ مگھیانہ۔ مولوی محمد احمد صاحب نعیم مبلّغ اوکاڑہ

درس القرآن کا آغاز

۲۸ فروری ۱۹۵۳ء کو حضرت مصلح موعودؓ نے مسجد مبارک ربوہ میں سورۃ مریم سے درس قرآن کے ایک نئے دَور کا آغاز فرمایا۔ اس پُرمعارف درس کے مختصر اور ضروری نوٹ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کے قلم سے اُنہیں دنوں رسالہ "الفرقان" روزنامہ "الفضل" ربوہ اور ہفت روزہ "بدر" قادیان میں بھی چھپتے رہے۔ بعدازاں مارچ ۱۹۵۸ء میں یہ درس مکمل طور پر تفسیر کبیر جلد چہارم کی صورت میں شائع کر دیا گیا۔

روزنامہ "ایوننگ سٹار" کراچی کا چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو خراج عقیدت

آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کے فرائض انجام دینے کے بعد اس سال ماہ مارچ کے اوائل میں پاکستان واپس تشریف لائے تو کراچی کے انگریزی روزنامہ "ایوننگ سٹار" (EVENING STAR)

---

[1] تاریخ وفات ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء
[2] تاریخ وفات ۴ جنوری ۱۹۶۱ء
[3] تاریخ وفات ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۶ء
[4] تاریخ وفات ۳۱ اگست ۱۹۵۸ء (سابق رئیس التبلیغ انڈونیشیا)
[5] تاریخ وفات ۱۹ء
[6] تاریخ وفات ۶ مارچ ۱۹۶۴ء
[7] تاریخ وفات ۱۸ نومبر ۱۹۶۶ء
[8] تاریخ وفات ۲ ستمبر ۱۹۶۸ء

نے ۴ مارچ ۱۹۵۲ء کو آپ کو خوش آمدید کہتے ہوئے آپ کی شاندار قومی و ملّی خدمات کو سراہا۔ اور حسب ذیل مقالہ افتتاحیہ لکھا:۔

آج کوئی ایسا متنفّس موجود نہیں ہے جس نے چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سے بڑھ کر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت سر انجام دی ہو۔ انہوں نے مسلمانوں کے مفاد کے تحفّظ میں سینہ سپر ہو کر دنیائے اسلام کو اپنا اور پاکستان کا گرویدہ بنا لیا ہے۔ چھ سال کے مختصر عرصہ میں پاکستان کو بین الاقوامی مجالس میں جو اہم اور باعزّت مقام حاصل ہوا ہے۔ اس میں ظفر اللہ خان صاحب کی مساعی کا بے حد دخل ہے۔ ایک تو ذہانت و فراست اور دیگر ذاتی اوصاف کی وجہ سے دوسرے نو آبادیات میں سامراجی طاقتوں کی آمریّت کے خلاف پُر زور آواز اُٹھانے کے باعث آج پاکستان کے ظفر اللہ خان صاحب تمام دُنیا میں عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ پاکستان سے باہر جاتے اور واپس آتے وقت جس جس ہوائی اڈے پر بھی اُن کا طیّارہ اُترتا ہے۔ اُس مملکت کی ممتاز ترین شخصیّتیں اُن کے استقبال اور برادرانہ خیر مقدم کے لئے وہاں موجود ہوتی ہیں ....

ظفر اللہ خان صاحب نے پاکستان اور اسلام کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں قوم اُن سے پُوری طرح باخبر ہے۔ ہمیں اُن پر فخر ہے۔ اور ہم ہی نہیں پُورا ملک اُن کی شخصیّت پر نازاں ہے۔[1]

روزنامہ "المصلح" کا اجراء

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی نے ۱۹۴۹ء سے ایک ہفت روزہ "المصلح" کے نام سے جاری کر رکھا تھا جس کے روزنامہ کا ڈیکلریشن حاصل کرنے کی کوشش کی گئی جو ۲۹ مارچ ۱۹۵۳ء کو کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ اور ۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو اس اخبار کی باقاعدہ اور روزانہ اشاعت کا آغاز ہو گیا جو عملاً الفضل کا ہی دُوسرا ایڈیشن تھا اور اس کی اشاعت و ادارت کے جملہ انتظامات بھی الفضل کا مستعد اور فرض شناس سٹاف ہی انجام دیتا تھا۔ اس کا دفتر احمدیہ ہال میگزین لین کراچی میں تھا۔ یہ روزنامہ ابتداء میں کلیم پریس لارنس روڈ میں۔ بعد ازاں علمی پرنٹنگ پریس اور پھر آرمی پریس میں چھپتا رہا اور ۳۱ مارچ ۱۹۵۴ء یعنی الفضل کے احیاء تک نہایت باقاعدگی سے شائع ہوتا رہا۔

"المصلح" کی یہ عظیم خدمت ہمیشہ یادگار رہے گی کہ اُس نے نہایت کامیابی سے الفضل کی بندش

---

[1] بحوالہ روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۸ اگست ۱۹۵۳ء (۱۸ ظہور ۱۳۳۲ہش) ص۳

سے پیدا شدہ خلا کو پُر کیا۔ اور جماعت کی روحانی اور اخلاقی تشنگی کو بُجھانے کا موجب ہُوا۔ اور یہ سب کچھ حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتی توجہ، دلچسپی اور دُعاؤں کا نتیجہ تھا۔

کراچی میں صدر انجمن احمدیہ کا قیام

سیّدنا حضرت امیرالمومنین المصلح الموعودؓ نے ۱۲ ماہ شہادت ۱۳۳۲ ہش مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء کو صدر انجمن احمدیہ کراچی کے قیام کا اعلان فرمایا جس کے الفاظ یہ تھے:۔

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خُدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِرُ

اعلان

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی تمام جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کے نام یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے کراچی میں ایک صدر انجمن احمدیہ قائم کی جاتی ہے میں اس صدر انجمن احمدیہ کو تمام پاکستان کی احمدیہ جماعتوں کے انتظام کا کامل طور پر مساوی حق دیتا ہوں۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ ایک ہی وقت میں صدر انجمن احمدیہ رجسٹرڈ حال ربوہ کو بھی سلسلہ کے ان کاموں کے کرنیکا اختیار ہوگا جو جماعت نے اس کو سونپے ہیں اور صدر انجمن احمدیہ کراچی کو بھی اختیار ہوگا کہ وہ انہی دائروں میں کام کرسکے۔ میں تمام جماعت ہائے احمدیہ کو جو پاکستان کی کسی جگہ بھی واقع ہوں ہدایت کرتا ہوں کہ وہ آئندہ صدر انجمن احمدیہ کراچی کے ساتھ اسی طرح تعاون کریں جس طرح وہ صدر انجمن احمدیّہ ربوہ کے ساتھ کر رہی ہیں۔ اور اگر کسی وقت صدر انجمن احمدّیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدّیہ کراچی کی ہدایات میں اختلاف نظر آئے تو وہ صدر انجمن احمدیہ کراچی کی ہدایات کو ترجیح دیں۔ لیکن میرے اس حکم کے یہ معنیٰ نہیں کہ جماعتیں اپنا چندہ بھی کراچی بھجوانا شروع کردیں۔ چندے وہ حسبِ دستور سابق ربوہ ہی بھجواتے رہیں۔ سوائے اس کے کہ کسی ضرورت کی وجہ سے صدر انجمن احمدیہ کراچی کچھ حصّہ چندہ کا کراچی بھیجنے کی ہدایت دے۔

مَیں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ اگر کسی ضرورت کے ماتحت صدر انجمن احمدیہ کراچی میری طرف سے ہدایت جاری کرنا ضروری سمجھے تو میری زندگی میں اسے یہ اختیار بھی ہوگا . . . . .

مَیں امید کرتا ہوں کہ جماعت اپنی دینی اصلاح اور چندوں کی ادائیگی اور وقف زندگی اور اشاعت اسلام اور تعلیم قرآن اور غرباء پروری اور ہمدردی اور خدمتِ خلق اور اچھے اخلاق اور نیک نمونے پیش کرنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتی رہے گی۔ اور ان باتوں کو ایسی مضبوطی سے پکڑے گی کہ کوئی روک اسے ان مقاصد سے ہٹا نہ سکے۔

اے عزیزو! گھبرانے کی بات نہیں۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔ مَیں نے یہ ہدایات صرف کام کی سہولت کے لئے دی ہیں کیونکہ خدا کا کام ہر انسان کے وجود سے مقدم ہے

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین

خاکسار

مرزا محمود احمد

۱۲-۴-۵۳ [1]

ایک بھارتی احمدی پر افسوسناک تشدّد

مئی ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے کہ دھنی پور (ضلع کٹک، اڑیسہ) میں ۴۳ گاؤں کا ایک بڑا جلسہ ہوا جس میں سات غیر احمدی عُلماء مدعو تھے۔ جلسہ کے اختتام پر محلّہ والے ایک چھیاسٹھ ۶۶ سالہ مخلص احمدی گوہر علی خان صاحب کو (جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد خلافت میں داخل احمدیت ہوئے تھے) ایک غیر احمدی مولوی محمد اسماعیل صاحب کے پاس پکڑ کے لئے گئے اور احمدیّت سے تائب ہونے کو کہا۔ گوہر علی خان صاحب نے کہا کہ مَیں اُمّی شخص ہوں۔ اور یہ عالم ہیں۔ مَیں ان سے سوال وجواب نہیں کر سکتا ہاں میں احمدی عالم کو منگا سکتا ہوں بشرطیکہ آپ لوگ اُن کے آنے جانے کا خرچ اپنے ذمّہ لیں۔ یہ شرط مولوی محمد اسماعیل صاحب نے قبول کر لی۔ اور ۲ دو ماہ کے عرصہ میں مباحثہ ہونے کے لئے ایک تحریر اُن سے لکھالی۔ اگلے دن ایک شادی کی مجلس میں انہیں دوبارہ زبردستی بُلوایا گیا اور اُن پر انتہائی دباؤ ڈالا گیا کہ وہ احمدیّت سے منحرف ہو جائیں۔ جب انہوں نے انکار کیا تو انہیں چاروں طرف

---

[1] المصلح ۱۷ اپریل ۱۹۵۳ء / ۱۷ شہادت ۱۳۳۲ ہش صہ۳

سے غنڈوں کے ہجوم نے گھیر لیا۔ اور کہنے لگے کہ صرف ایک بار کہہ دو کہ میں احمدی نہیں ہوں۔ ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیں گے اور تم کو اگر کوئی تکلیف ہو تو اُس کو دُور کر دیں گے۔ یہ بدقماش لوگ دراصل انہیں حق سے برگشتہ کر کے شہر بھر میں ایک جلوس نکالنا چاہتے تھے۔ اور سواری اور پھولوں کے ہار لیکر کھڑے تھے۔ لیکن جب گوہر علی خان صاحب نے نہایت درجہ استقلال کا نمونہ دکھایا اور ان کی یہ مذبوحی حرکات اُن کے ایمان میں ذرّہ برابر تزلزل پیدا نہ کر سکیں تو یہ لوگ مایوس ہو گئے۔ اور نہایت غیظ و غضب اور گالی اور ہنسی ٹھٹھا کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں مکان سے باہر لے گئے اور دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ گرمی کی شدّت سے جب اُن کو پیاس لگی تو پانی تک دینے سے انکار کر دیا گیا۔ اور اُن کو دھمکی دی گئی کہ اگر توبہ نہیں کرو گے تو تمہیں زندہ جلا دیا جائے گا۔ بعد ازاں خود ان کی بیوی پر ایک طلاق نامہ لکھا اور اُن سے زبردستی دستخط لے لئے۔ اور پھر اُنہیں گاؤں سے باہر نکال دیا گیا اور دھمکی دی کہ اگر تم دوبارہ اِس گاؤں میں آؤ گے تو تمہاری لاش چیل اور کتّوں کے حوالے کر دی جائے گی۔

گوہر علی خان صاحب نہایت بے سروسامانی کی حالت میں وہاں سے سات میل کے فاصلے پر مسرتو[1] گاؤں میں آئے جہاں دو گھر احمدیوں کے تھے۔ وہاں سے سونگڑہ ہوتے ہوئے سدانند پور پہنچے اور ایک مخلص احمدی محمد محسن صاحب کے یہاں پناہ گزین ہو گئے جنہوں نے اس دردناک واقع کی تفصیلات قادیان بھجوائیں۔ اور اخبار "بدر" قادیان مورخہ ۱۴ جولائی ۱۹۵۳ء کے صفحہ ۳ پر شائع ہوئیں۔

قادیان کے ماحول میں ایک خوشگوار تبدیلی

ملک کے بٹوارہ پر قریباً چھ برس گذر چکے تھے اس دوران میں قادیان اور اس کے ماحول میں غیر مسلم اور مسلم آبادی میں شدید کھچاؤ، تلخی اور منافرت کی جو خلیج حائل تھی وہ اب آہستہ آہستہ کم سے کم تر ہوتی چلی گئی۔ اور باہمی تعلقات میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ اس خوشگوار تبدیلی کا ایک ثبوت قادیان سے آمدہ وہ رپورٹ بھی تھی جو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں قادیان سے ناصر آباد موصول ہوئی اور حضور نے ۲ ماہ ظہور / اگست (۳۲ / ۱۳ ۱ ہش / ۱۹۵۳ء) کو ملاحظہ فرمائی اور خطبہ جمعہ کے شروع میں اس کا خاص طور پر ذکر کیا چنانچہ فرمایا:-

"عام طور پر ہماری جماعت کے لوگ ان حالات سے واقف نہیں ہوتے جو جماعت کے خلاف ملک کے مختلف جہات اور اطراف میں یا مختلف ملکوں میں پیدا ہوتے ہیں چونکہ ایسی تمام اطلاعات مرکز میں آتی ہیں اور وہ اطلاعات نہ ساری شائع کی جا سکتی ہیں اور نہ ہی ان سب کا شائع کرنا مناسب ہوتا ہے۔ اس لئے صرف چند لوگ ہی ایسے ہیں جو ان سے واقف ہوتے ہیں اگر مصیبت آتی ہے

[1] اخبار میں سہواً مرلو چھپ گیا ہے (مکتوب سید شاہد احمد صاحب سونگھڑوی بنام مؤلف ۲ مارچ ۱۹۸۱ء)

تو انہی کے کندھوں پر آتی ہے اور اگر کوئی خوشی کی خبر آتی ہے تو اس سے بھی وہی لذت محسوس کرتے ہیں لیکن ایک چیز ایسی ہے جس کو جماعت کا ہر فرد سمجھ سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہماری جماعت کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے بتیس۳۲ دانتوں میں زبان ہوتی ہے بظاہر اس کی کوئی دنیوی وجہ نہیں پائی جاتی کیونکہ ہماری جماعت کے لوگ دوسروں سے حُسن سلوک کرتے ہیں۔ ان سے نیک معاملہ کرتے ہیں ان سے اچھے تعلقات رکھتے ہیں اور ان سے اچھے تعلقات قائم رکھنا چاہتے ہیں اور ان کے بھی خواہ ہیں لیکن پھر بھی ان کی مخالفت ہوتی ہے۔ آج ہی میں قادیان کی ایک رپورٹ پڑھ رہا تھا جس میں لکھا تھا کہ ہم ایک باغیچہ میں گئے وہاں کچھ مہاجر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے اور کچھ مقامی لوگ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ شروع شروع میں جب پاکستان سے ہندو اور سکھ مہاجر وہاں گئے تو چونکہ وہ بہت چڑے ہوئے تھے اور مُسلمانوں کے سلوک سے تنگ تھے اس لئے وہ پاکستان یا مُسلمانوں کی تعریف کسی مسلمان سے سُن نہیں سکتے تھے اور اگر کوئی تعریف کرتا تو اس سے لڑ پڑتے اور کہتے کہ تو بڑا غدار ہے لیکن آہستہ آہستہ قادیان والوں کے حُسن سلوک کی وجہ سے لوگوں میں تبدیلی پیدا ہوئی چنانچہ اب ان مہاجرین میں سے بھی ایک حِصّہ ایسا ہے جو کبھی کبھی جماعت کی تعریف کر دیتا ہے بہرحال اس رپورٹ میں ذکر تھا کہ وہاں جو مہاجرین بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے بعض نے تعریف کی اور کہا کہ احمدی بڑے اچھے ہیں اور یہ اپنے مُعاملات میں دوسرے مُسلمانوں سے مختلف ہیں۔ ان کا اتنا کہنا تھا کہ ایک مقامی سکھ جو اپنے دل میں جوش دبائے بیٹھا تھا کھڑا ہو گیا اور اس نے دس بارہ منٹ تک تقریر کی اور کہا کہ ان لوگوں کے ہم سے ایسے اچھے تعلقات تھے کہ جب سے یہ گئے ہیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ قادیان اور اس کے گرد و نواح کی رونق ہی چلی گئی ہے۔ ان لوگوں کے پاس طاقت تھی اور یہ اگر چاہتے تو ہمیں تباہ کر سکتے تھے۔ مگر اتنی طاقت کے باوجود ان لوگوں نے ہماری حفاظت کی اور ہمیں کسی قسم کا نقصان پہنچنے نہیں دیا چنانچہ واقعہ بھی ہے کہ گو بعد میں ہندوستانی حکومت غالب آگئی مگر سوال تو یہ ہے کہ اس وقت کون سمجھتا تھا کہ گورداسپور کا ضلع اُدھر چلا جائے گا اس وقت اگر ہمارے بھی وہی جذبات ہوتے جو ہندوؤں اور سکھوں کے تھے تو دس دس میل کے حلقہ میں ایک ہندو اور سکھ بھی نہ بچتا مگر ہم نے ان کے مَردوں اور عورتوں اور بچّوں کی اسی طرح حفاظت کی جس طرح ہم اپنے مَردوں اور عورتوں اور بچّوں کی حفاظت کرتے تھے اور نہ ہم نے زبان سے انہیں کوئی لفظ کہا۔ نہ ان کی دل شکنی کی اور نہ گالی

گلو تج سے کام لیا بلکہ اگر ہمیں کسی احمدی کے متعلق ذرا بھی شکایت پہنچتی تو ہم سختی سے اس کے پیچھے پڑ جاتے"۔ ؎۱

عراق کے نائب سفیر متعینہ پاکستان کی طرف سے چوہدری محمد ظفراللہ خان صاحب کی خدمات کا اعتراف

عراق کے نائب سفیر متعینہ پاکستان السیّد عبدالمہدی العشیر نے پاکستان کے یوم آزادی کے موقع پر ۱۴ اگست ۱۹۵۳ء کو ریڈیو پاکستان سے اہل پاکستان کے نام ایک پیغام نشر کرتے ہوئے فرمایا کہ عراق پاکستان کی اس جدوجہد کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جو اُس نے اقوام متحدہ میں متعدد عرب مسائل کی تائید میں کی ہے۔ موصوف نے کہا کہ پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب نے اس سلسلے میں وہ عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ جس نے اہل عراق کے دل موہ لئے ہیں۔ آپ کی شخصیّت میں انہیں ایک سچّا اور حقیقی دوست ملا ہے۔ آپ نے بے مثال جذبے اور کمال دلیری سے اُن کے قومی مفاد کی حفاظت کی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کا نام عراقیوں کی قومی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ پاکستان اور عراق کے درمیان نہایت گہرے اور مستحکم تعلّقات قائم ہیں۔ دونوں نے بین الاقوامی حلقوں میں عالمی امن کی سلامتی اور غلام ممالک کے باشندوں کی تحریک آزادی میں ایک دوسرے سے گہرا تعاون کیا ہے۔ ؎۲ (ترجمہ)

کرنل ڈگلس سے امام مسجد لنڈن کی مُلاقات

کرنل ولیم مانٹیگو ڈگلس کا نام تاریخ احمدیّت ہی ہمیشہ ہی زرّیں حروف میں لکھا جائے گا۔ آپ ہی وہ قابل فخر وجود ہیں جنہوں نے پادری ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ اقدامِ قتل میں باوجود عیسائی ہونے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے حق میں فیصلہ دیا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے آپ کو نہ صرف اس پیلاطوس سے مشابہت دی ہے جس کی عدالت میں یہودیوں نے حضرت مسیح ابن مریمؑ کے خلاف مقدمہ دائرہ کیا تھا۔ بلکہ حق و انصاف پر مبنی جرأت مندانہ فیصلہ کرنے پر آپ کی تعریف بھی فرمائی ہے چنانچہ حضورؑ "کشتی نوحؑ" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

" یہ پیلاطوس مسیح ابن مریمؑ کے پیلاطوس کی نسبت زیادہ بااخلاق ثابت ہوا۔ کیونکہ عدالت کے امر میں وہ دلیری اور استقامت سے عدالت کا پابند رہا۔ اور بالائی سفارشوں کی اُس نے کچھ بھی پرواہ نہ کی۔

؎۱ روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۳۰ تبوک ۱۳۳۲ ہش / ۳۰ ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

؎۲ "مارننگ نیوز" "Morning News" کراچی ۱۷ اگست ۱۹۵۳ء بحوالہ روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۸ اگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

اور قومی اور مذہبی خیال نے بھی اُس میں کچھ تغیّر پیدا نہ کیا۔ اور اُس نے عدالت پر پُورا قدم مارنے سے ایسا عمدہ نمُونہ دکھایا کہ اگر اُس کے وجود کو قوم کا فخر اور حکّام کیلئے نمونہ سمجھا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ عدالت ایک مُشکل امر ہے۔ جب تک انسان تمام تعلّقات سے علیحدہ ہو کر عدالت کی کُرسی پر نہ بیٹھے تب تک اِس فرض کو عمدہ طور پر ادا نہیں کر سکتا۔ مگر ہم اس سچّی گواہی کو ادا کرتے ہیں کہ اِس پیلاطُوس نے اِس فرض کو پُورے طور پر ادا کیا۔ اگرچہ پہلا پیلاطوس جو رُومی تھا۔ اُس فرض کو اچھے طور پر ادا نہ کر سکا۔ اور اُسکی بزدلی نے مسیح کو بڑی بڑی تکالیف کا نشانہ بنایا۔ یہ فرق ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے جب تک کہ دُنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی۔ ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیّت حاکم کا تذکرہ رہے گا۔ اور یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ خُدا نے اِس کام کے لئے اُسی کو چُنا۔" [1]

۱۹۵۳ء میں کرنل ڈگلس کی عمر ۹۰ سال کے لگ بھگ تھی اور تالیف و تصنیف کا کام آپ نے اب بھی جاری رکھا ہُوا تھا۔ چنانچہ اسی سال آپ کی تیسری کتاب لارڈ آکسفورڈ اینڈ دی شیکسپیئر جامپ

(Lord Oxford and the Shakspeare gomp)

چھپ کر منصّۂ شہود میں آئی۔ اِن علمی مصروفیات کے باوجود آپ نے چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ امام مسجد لندن کو نصف گھنٹہ ملاقات کا موقع دیا۔ چوہدری صاحب موصوف کے ساتھ اس مُلاقات میں شیخ مُبارک احمد صاحب بی۔ اے (ابن حضرت خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب رضؓ) بھی تھے۔

شیخ مبارک احمد صاحب کا بیان ہے کہ مُلاقات کے شروع میں ہی انہوں نے دریافت کیا کہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا کیا حال ہے؟ اور احمدیت کی مخالفت کا کیا حال ہے؟ چوہدری صاحب موصوف کی ہستی اور ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہوں نے اِس امر پر زور دیا کہ چودھری صاحب کے قیمتی وجود کی قدر کرنی چاہیئے۔ احمدیت کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ تحریک مٹے گی نہیں۔ بلکہ آئندہ ترقی ہی کرے گی۔ لیکن مجھے اس کے راستہ میں بہت سی مشکلات حائل نظر آرہی ہیں۔ پھر انہوں نے اپنی زندگی کے ان ایام پر نظر دوڑاتے ہوئے جو انہوں نے ہندوستان میں گذارے تھے کہا کہ ساٹھ سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ مگر میری آنکھوں کے سامنے وہ نظّارہ اَب تک موجود ہے

---

[1] "کشتی نوح" طبع اول صفحہ ۵۲

جس وقت مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعودؑ) دائیں طرف اور پادری مارٹن کلارک بائیں طرف کھڑے تھے اور میرے سامنے مرزا صاحبؑ کے خلاف جعلی مقدمہ دائر تھا۔ اور مارٹن کلارک مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کے خلاف گواہی دے رہا تھا۔ اور پستول نکال کر سامنے رکھ رہا تھا کہ یہ مرزا صاحب نے عبدالحمید کو دیا تھا۔ وکیل کا نام تو مجھے یاد نہیں۔ مگر جب اُس نے عبدالحمید سے سوال کیا کہ کیا تمہارے ساتھ اس فعل میں کوئی accomplice (شریکِ جُرم) تھا؟ تو اُسے مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کا نام تو آتا نہ تھا اس لئے اس کے ہاتھ پر اُس کے شریک کاروں نے مرزا صاحب (مسیح موعودؑ) کا نام لکھ دیا تھا اور وہ اپنا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ اِس پر مجھے شک ہؤا کہ آخر یہ اپنا ہاتھ کیوں دیکھتا ہے جواب کیوں نہیں دیتا۔ معلوم کرنے پر حقیقت آشکارا ہوئی کہ وہ اپنے ہاتھ پر سے نام پڑھ رہا تھا۔ اُس وقت معاً میرے ذہن میں خیال آیا اور مَیں نے دریافت کیا کہ یہ لڑکا کہاں رہتا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ پادریوں کے پاس رہتا ہے۔ مَیں نے اُسی وقت کہا کہ اس لڑکے کو علیحدہ لے جاؤ اور پولیس کی نگرانی میں رکھو۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اُس پر سے پادریوں کا اثر اور رُعب زائل ہوگیا اور اس نے حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ مزید کہا کہ میں چاہتا تھا کہ جعلی مقدمہ کے سرکردہ لوگوں کو سخت سزائیں دُوں۔ مگر مرزا صاحب کے خلاف اس قدر تعصّب تھا اور لوگ برافروختہ ہوئے ہوئے تھے کہ مَیں نے یہی مناسب سمجھا کہ ان پر سختی نہ کی جائے۔ مبادا حالات اور زیادہ کشیدہ ہوجائیں۔ اس لئے انہیں سخت سزائیں دینے سے گریز کیا۔ یہ تمام واقعہ وہ ایسے پیرایہ میں بیان کر رہے تھے کہ سُننے والا محسوس کرتا تھا کہ وہ اس میں ایک لذّت اور فخر سا محسوس کرتے ہیں جو ایک نیک کام کرنیوالے کو نیکی کرکے محسوس ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حقیقت کو پاکر اپنے ہم مذہب لوگوں کا خیال نہ کرتے ہوئے حق اور راستی کا ساتھ دیا۔ اور یہ ایک کارنامہ تھا۔

اگرچہ انہوں نے ربوہ کو دیکھا تو نہیں مگر اُن کا حافظہ انہیں اِس قطعہ اراضی کو Locate[1] کرنے میں اس قدر مُمِدّ ثابت ہؤا ہے کہ فوراً وہ جگہ پہچان لی۔ اور کہا کہ وہاں سے کئی دفعہ اُنہیں گذرنے کا اتفاق ہؤا تھا یہ بھی ذکر کیا کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام انسان تھے اور خُدا کے رسُول جیسے دوسرے انبیاء کرام۔ میں انہیں خدا نہیں مانتا۔ اور نہ ہی میں تثلیث کا قائل ہوں۔ اور مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعودؑ) کو بھی خُدا کا برگزیدہ انسان اور نبی تصوّر کرتا ہوں۔ مگر اُن پر ایمان لانا اس لئے ضروری نہیں سمجھتا کہ حضرت مسیح کے وجُود اور ان کی پیروی سے میری تسلّی ہوجاتی ہے۔ اِن سب واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنہیں احمدیت کے ساتھ ایک لگاؤ ہے ایسا لگاؤ ہے جو

---

[1] to locate کے معنے ہیں کھوج لگانا۔

سلیم الطبع اور نیک فطرت کو حق اور سچائی کے ساتھ ہوتا ہے''۔[1]

رسالہ ''ریاض'' میں سیدنا رضی اللہ عنہ کا ایک علمی مضمون

پاکستان کے نامور ادیب و مؤرخ اور ماہنامہ ''ریاض'' کراچی کے ایڈیٹر مولانا رئیس احمد جعفری (۱۹۱۴ء - ۱۹۶۸ء) نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب ۲؍ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو آرام باغ روڈ کراچی سے لکھا:۔

''جناب مستطاب! خدا کرے مزاجِ عالی بہمہ وجوہ بعافیت ہو۔ رسالہ ''ریاض'' کا سالنامہ مولانا شوکت علی مرحوم کے لئے وقف کیا گیا ہے شوکت علی نمبر کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ جانتا ہوں آپ بے حد کثیر المشاغل ہیں۔ پھر بھی یہ درخواست کرنے پر اپنے تئیں مجبور پاتا ہوں کہ اس نمبر کیلئے جناب اپنے دستِ مبارک سے ضرور کچھ تحریر فرمائیں خواہ وہ کتنا ہی مختصر ہو۔ جواب کا بے چینی کے ساتھ انتظار ہے''۔

خادم رئیس احمد جعفری ایڈیٹر''[2]

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور ایک علمی مضمون سپردِ قلم فرمایا جو رسالہ ''ریاض'' کے ''مولانا شوکت علی نمبر'' میں اشاعت پذیر ہوا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے بعض اہم خطوط کا جواب

اس سال علاوہ احمدی احباب کے غیر احمدی اور غیر مسلم معززین کی طرف سے بھی حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں متعدد خطوط بغرض جواب موصول ہوئے۔ جن کے جوابات حضور رضی اللہ عنہ نے ارسال فرمائے۔ ان جوابات میں سے بعض اُسی زمانے میں روزنامہ ''المصلح'' کراچی[3] اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ربوہ میں شائع ہوئے۔[4]

---

[1] روزنامہ ''المصلح'' کراچی ۲۸؍ ستمبر ۱۹۵۳ء / ۲۸ تبوک ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۴۔ [2] اصل مکتوب شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہے۔

[3] ایک ہندو کے دو سوالوں کے جواب (''المصلح'' ۲۴؍ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۳) ایک خط کا جواب کمیونزم کے بارے میں (''المصلح'' ۱۵؍ جولائی و ۱۷؍ جولائی ۱۹۵۳ء صفحہ ۳)، حضور کا خط جنازہ کے تعلق میں (''المصلح'' ۲۵؍ جون ۱۹۵۳ء صفحہ ۳) دو احمدیوں کے خطوط کا جواب (''المصلح'' ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳)

[4] ایک ایرانی کے سوالات متعلقہ کمیونزم اور حضور کا جواب (ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ربوہ جنوری ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۴) ایک اور صاحب کے سوالات کا جواب (ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ربوہ اگست ۱۹۵۳ء صفحہ ۴۳)، برمنگھم (انگلستان) سے مسٹر راجر کا خط اور سیدنا کا جواب (ریویو آف ریلیجنز (انگریزی) ربوہ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳۳-۳۹)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ کا سفرِ پاکستان

سلسلہ احمدیہ کے پہلے صحافی اور مؤرخ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰ نومبر ۱۹۵۳ء کو بذریعہ ہوائی جہاز بمبئی سے کراچی پہنچے اور چند یوم وہاں قیام کرکے ربوہ تشریف لائے۔[1] اور پھر جودھامل بلڈنگ لاہور میں مختصر قیام کے بعد دسمبر کے آغاز میں واپس قادیان تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت عرفانی الاسدیؓ نے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اور مرکز احمدیت کی برکات سے مستفید ہوئے۔ علاوہ ازیں کراچی میں ۱۵ نومبر کی شام کو ذکرِ حبیبؑ کے موضوع[2] پر اور ۲۰ نومبر کو جامعۃ المبشرین ربوہ میں "علمِ حقیقی کی تعریف اور اُس کے حصول کی راہیں" کے موضوع پر نہایت ایمان افروز خطاب فرمایا۔[3] مؤخر الذکر خطاب اساتذہ و طلبہ جامعۃ المبشرین کی طرف سے پیش کردہ ایڈریس کے جواب میں تھا۔

یہ استقبالیہ تقریب سعید حضرت عرفانی الاسدیؓ، مولوی محمد سعید صاحب انصاری مبلغ بورنیو اور حضرت ڈاکٹر بدرالدین صاحب آنریری مبلغ بورنیو کی ربوہ میں آمد کے سلسلہ میں منعقد ہوئی۔ اور اس میں صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، تحریک جدید کے وکلاء، ناظر صاحب تعلیم و تربیت حضرت مولوی محمد الدین صاحب اور دیگر معززین سلسلہ نے شرکت فرمائی۔ تقریب کے اختتام پر مولانا ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے دُعا کروائی۔ یہ تقریب ساڑھے نو بجے صبح سے ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ اِس موقع پر ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا۔[4]

اِسی روز ۴ بجے بعد نماز عصر مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری ایڈیٹر "الفرقان" نے اپنے مکان پر حضرت عرفانیؓ کے اعزاز میں ایک مختصر پارٹی کا انتظام فرمایا۔ یہ پارٹی ربوہ میں چھپنے والے رسائل "ریویو آف ریلیجنز" (انگریزی) "الفرقان"، "مصباح" اور "خالد" کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس مجلس میں ربوہ کے مرکزی رسائل کی ترقی اور بہبود زیرِ غور آئیں۔ اور حضرت عرفانی صاحبؓ نے اِس سلسلے میں بہت مفید مشورے دیئے اور مضامین میں تنوّع پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جب اکتوبر ۱۸۹۷ء میں "الحکم"

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۲ نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱ ۔ [2] "المصلح" ۱۷ نومبر۔ ۲۰ نومبر۔ ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱۱

[3] "المصلح" ۲۲ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴

[4] روزنامہ المصلح کراچی ۸ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴ کالم ۴ (خلاصہ تقریر حضرت عرفانی الاسدیؓ روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۲ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴ کالم ۴)

حضرت مصلح موعود جامعۃ المبشرین میں

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور
دوسرے اکابر صحابہ جامعہ احمدیہ کے اساتذہ وطلبہ اور مبلغین کے ساتھ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا ایک گروپ فوٹو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی الوداعی تقریب کے موقعہ پر

جاری کیا اُس وقت میرے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ مجھے اخبار نکالنے کا خیال مقدمہ مارٹن کلارک کے باعث پیدا ہوا۔ میں نے حضرت اقدس علیہ السّلام کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے تو اخبار کا تجربہ نہیں۔ جماعت غریب ہے۔ آپ اپنے تجربہ کی بناء پر جو مناسب سمجھتے ہیں کریں۔ چنانچہ میں نے اللہ پر توکل کر کے اخبار "الحکم" جاری کر دیا۔ اُن دنوں کتابت کی اُجرت ۴ر آنے فی صفحہ ہوتی تھی۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ انہوں نے طالب علمی کے زمانے میں پہلا مضمون جالندھر کے اخبار "آفتابِ ہند" میں لکھا تھا۔ اس مجلس میں چوہدری علی محمد صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی نائب ایڈیٹر "ریویو آف ریلیجنز" (انگریزی) مولوی خورشید احمد صاحب شاد منیجر "مصباح" اور مولوی غلام باری صاحب سیف ایڈیٹر "خالد" نے شرکت کی۔ دُعا پر یہ پُرلطف اور یادگار مجلس ختم ہوئی[1]

حضرت عرفانی الاسدیؓ کا یہ سفر پاکستان کا پہلا اور آخری سفر ثابت ہوا کیونکہ اس کے بعد آپ اپنی زندگی میں دوبارہ پاکستان نہیں آسکے۔

ڈاکٹر عبدالسّلام صاحب کا نیا اعزاز

گورنمنٹ کالج لاہور میں ریاضی کے پروفیسر اور شعبۂ ریاضی پنجاب یونیورسٹی کے صدر ڈاکٹر عبدالسّلام صاحب کو ۱۹۵۳ء کے آخر میں کیمبرج یونیورسٹی کی طرف سے لیکچررشپ کی پیشکش کی گئی۔ آپ پہلے پاکستانی ہیں جنہیں یہ نمایاں اعزاز ملا۔ موصوف اس نئے عہدے کا چارج لینے کے لئے ۱۱ دسمبر ۱۹۵۳ء کو بذریعہ ہوائی جہاز کیمبرج تشریف لے گئے۔ پاکستان اور احمدیت کے اس مایۂ ناز فرزند کی اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں کا ذکر کرتے نیچرل فلاسفی ایڈنبرگ کے پروفیسر این کیمر ٹیٹ نے اُنہیں دنوں لکھا:۔

"جدید نظریاتی طبیعات کے انتہائی ترقیاتی یافتہ مشکل اور دلچسپ میدان میں ڈاکٹر عبدالسّلام کو ایک ریسرچ سکالر کی حیثیت سے واقعی اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ مجھے یہاں کیمبرج میں دُنیا کے اُن چنیدہ طلبہ کو منتخب کرنے کا موقع ملا ہے جو بلاشبہ اعلیٰ ترین دماغوں کے مالک تھے لیکن سلام نے بڑی آسانی سے ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ اِن چنیدہ سکالرز میں سے بھی قابل ترین سکالر ہے۔ یہ تنہا میری ہی رائے نہیں ہے کیونکہ سینٹ جان کالج کی فیلوشپ انسٹی ٹیوٹ فار ایڈوانسڈ سٹڈی پرنسٹن کی رُکنیت اور کیمبرج کی موجودہ پیشکش یہ سب اس بات کا بیّن ثبوت ہیں کہ فی الواقعہ آپ

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۹ دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۵ کالم ۱۔

جملہ سکالرز میں سے بہترین سکالر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام اپنی عمر کے اس دور میں ہیں کہ جس میں وہ زیادہ سے زیادہ سائنسی کام کر سکتے ہیں۔ اور اگر وہ متعلقہ شعبوں میں کام کرنے والوں سے قریبی تعلقات پیدا کرنے کی طرف راغب ہو گئے تو یقیناً سال بہ سال ان کی شہرت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اور بالآخر وہ اُن چند اشخاص کے زمرے میں شامل ہو جائیں گے کہ جو کہیں بھی ہوں علوم عالیہ کے سکالرز دُنیا کے کونے کونے سے استفادہ کے لئے اُن کے پاس کھنچے چلے آتے ہیں۔ چند سال بعد ڈاکٹر عبدالسلام لاہور یا جہاں وہ چاہیں واپس جاسکیں گے۔ اور اگر ضروری سرمایہ فراہم ہو گیا تو نظریاتی طبیعات کا وہ خود ایک ادارہ قائم کر سکیں گے۔ جو یقیناً اعلیٰ ترین بین الاقوامی شہرت کا حامل ہوگا۔" [۱]

حضرت مصلح موعودؓ کا ایک اہم خطبۂ نکاح

۲۴ر دسمبر ۱۹۵۳ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے مسجد مبارک میں ڈاکٹر بدرالدین صاحب آف بورنیو کی صاحبزادی امۃ العزیز صاحبہ کے نکاح کا اعلان فرمایا جو مرزا محمد ادریس صاحب [۲] مبلغ بورنیو کے ساتھ مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر پر قرار پایا۔ حضورؓ نے خطبۂ نکاح میں فرمایا:۔

"جو لوگ مالی تنگی کی وجہ سے دین کے خادموں کی کم قیمت لگاتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا وہ چیز تو قیمتی ہے جس کے امریکن یا سکھ و ہندو خریدار ہوں۔ مگر اُس چیز کی کوئی قیمت نہیں جس کا خود اللہ تعالیٰ خریدار ہے۔ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب میں یہ خوبی ہے اور یہ اُن کی خوش قسمتی ہے کہ انہیں وہ چیز نظر آگئی جو دوسروں کو نظر نہیں آتی۔ انہوں نے اپنی پہلی لڑکی بھی ایک خادمِ دین کو دی تھی یعنی صوفی مطیع الرحمان صاحب بنگالی کو۔ اگرچہ وہ ڈاکٹر ہیں اور ہزاروں روپیہ ماہوار کماتے ہیں۔ مگر وہ اپنی لڑکی ایک واقفِ زندگی کو دے رہے ہیں کیونکہ اس میں انہیں وہ چیز نظر آتی ہے جو انہیں اپنے آپ میں نظر نہیں آتی۔ میں نے خوش قسمتی اس لئے کہا ہے کہ کئی لوگ باوجود خادمِ دین کی قدر و قیمت پہچاننے کے پھر بھی عمل کی توفیق نہیں پاتے۔" [۳]

---

[۱] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱ و صفحہ ۸۔

[۲] ابن مرزا محمد اسماعیل صاحب منیجر برما شیل پٹرول پمپ ایم۔ اے مرزا اینڈ سنز چمن حال وارد دارالصدر شرقی ربوہ

[۳] روزنامہ "المصلح" کراچی یکم جنوری ۱۹۵۴ء/یکم صلح ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۳ (خطبہ نویس مولانا نذیر احمد صاحب علی رئیس التبلیغ مغربی افریقہ)

بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں

امریکہ

اِس سال امریکہ کی احمدی جماعتوں کی چھٹی سالانہ کامیاب کنونشن شکاگو کے وائی. ایم. سی. اے کے ہال اور مسجد میں ۳۰۔ اور ۳۱؍مئی ۱۹۵۳ء کو منعقد ہوئی جس میں ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی جماعتوں کے اڑھائی سو سے زائد نمائندگان نے شرکت کی۔ طعام کا انتظام مسجد شکاگو میں اور قیام کا انتظام دو ہوٹلوں میں کیا گیا۔ کل چار اجلاس ہوئے جن سے مبلغ انچارج جناب چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر، چوہدری غلام یٰسین صاحب مبلغ حلقہ نیو یارک، عبدالقادر صاحب اسلم آف واشنگٹن، مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم مبلغ انچارج حلقہ پٹس برگ اور سیّد عبدالرحمان صاحب آف کلیولینڈ نے خطاب کیا۔ کنونشن میں مرکزی عہدیداروں کے انتخاب اور مالی اور انتظامی فیصلہ جات کے علاوہ آئندہ سال کے لئے نہایت مفصل تبلیغی پروگرام تجویز کیا گیا تا اسلام کو نئی دُنیا کے کونے کونے تک پھیلایا جاسکے۔ کنونشن کے دَوران ہی لجنہ اماء اللہ اور خدام الاحمدیہ امریکہ کے اجلاس بھی منعقد ہوئے۔ لجنہ اماء اللہ امریکہ کا اجلاس سسٹر زینب عثمان آف سینٹ لوئیس کی صدارت وائی. ایم. سی. اے ہال میں اور خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع مسجد شکاگو میں مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم کی صدارت میں ہوا۔ کنونشن کے اختتام پر چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر نے جماعتِ احمدیہ کے سالِ گذشتہ کے اہم واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے اُن اُمور کا خاص طور پر ذکر کیا جن سے سلسلہ احمدیہ کو نمایاں ترقی حاصل ہوئی۔ آپ نے امریکہ مشن کی سرگرمیوں کے سلسلے میں مسجد ڈیٹن کی تعمیر اور افتتاح، عبدالشکور ریش صاحب کی ربوہ کو روانگی، مختلف ٹریکٹوں کی اشاعت اور ان کی چوٹی کے علمی حلقوں میں تقسیم وغیرہ امور پر روشنی ڈالی۔ اور امریکن احمدیوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ اب انہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ گویا وہی احمدیّت کے ستون ہیں۔ اور اس حیثیّت سے انہیں ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار رہنا چاہیئے لمبی دُعا کے بعد یہ کنونشن ختم ہوئی۔ احباب کے ایک دوسرے سے جُدا ہونے کا نظارہ نہایت ہی ایمان پرور تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مُدّت کے بچھڑے ہوئے بھائی ایک مختصر وقفہ کے لئے مل کر پھر اگلے سال مُلاقات کی تمنّاؤں کے ساتھ جدا ہو رہے ہیں۔ [1]

اس کامیاب کنونشن کے چند ماہ بعد امریکہ مشن کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی معرکہ آرا تالیف

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۵-۱۶-۱۷؍جولائی ۱۹۵۳ء

"اسلامی اصول کی فلاسفی" کا شاندار امریکی ایڈیشن شائع کیا گیا۔ یہ ایڈیشن طباعت کے اعلیٰ معیار کے ساتھ چھپوایا گیا تھا آیاتِ قرآنیہ کے بلاک بنوا کر اُن کے عکس دیئے گئے۔ اور اس کے آخر پر کتاب کے تمام حوالوں کو فٹ نوٹ کے طور پہ درج کیا گیا۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد امریکہ میں تبلیغ اسلام کی جدوجہد پہلے سے زیادہ تیز ہوگئی۔[1]

انگلستان ۳۰ جولائی ۱۹۵۳ء کو انگلستان کے مشہور اخبار "ٹائمز" (Times) میں گھوڑوں کی نمائش کی خبر شائع ہوئی جو عرب ہارس سوسائٹی (Arab Horse Society) کے زیرِ اہتمام منعقد ہوئی تھی۔ اس میں مسز سی۔ ای۔ بارلنگ (Mrs. C. E. Barling) کے گھوڑے کا بھی ذکر تھا جس کا نام "صابر محمد" تھا۔ یہ خبر پڑھتے ہی چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ امام مسجد لنڈن نے یکم اگست ۱۹۵۳ء کو عرب ہارس سوسائٹی کے سیکرٹری کے نام خط لکھا جس میں اس امر پہ اظہارِ افسوس کیا کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اسمِ مبارک سے جنہیں ہم مسلمان فخرِ موجودات اور سرورِ کائنات سمجھتے ہیں ایک گھوڑے کو موسوم کیا جائے۔ بلکہ ہم تو اصولاً اس بات کے بھی مخالف ہیں۔ کہ دُنیا میں اعلیٰ اخلاق اور روحانیّت کو قائم کرنے والے نیک اور پاک وجُودوں کے ساتھ جانوروں کو نسبت دی جائے۔ اِس لئے اگر مسز بارلنگ اپنے گھوڑے کا نام یسوع مسیح رکھتیں تو بھی اس سے ہم کو تکلیف ہوتی۔ امام صاحب نے سیکرٹری صاحب سے درخواست کی کہ باہمی محبّت اور مُسلمانوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات کے پیشِ نظر اس نام کو تبدیل کر دیا جائے اِس پر مسز بارلنگ نے اپنے گھوڑے کا نام تبدیل کر دیا۔ جس کی اطلاع دیتے ہوئے سیکرٹری عرب ہارس سوسائٹی کرنل آر۔ سی۔ ڈی۔ آسکن نے اپنے خط میں لکھا کہ مسز بارلنگ نے بتایا ہے کہ اس گھوڑے کی نمائش ۱۹۵۰ء اور ۱۹۵۱ء میں بھی ہوئی تھی جہاں ریجینٹ آف عراق وغیرہ ممتاز لوگ موجود تھے۔ مگر کسی نے بھی اس طرف توجّہ نہ دلائی۔ امام صاحب لنڈن نے سیکرٹری صاحب اور مسز بارلنگ کو شکریّہ کے خطوط لکھے۔ اور لکھا کہ بہت ممکن ہے کہ ریجینٹ آف عراق یا دوسرے مُسلمانوں کو اس نام کی طرف توجّہ نہ ہوئی ہو۔ ورنہ کوئی مُسلمان بھی کسی جانور کو حضرت نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم کا نام دینا ہرگز پسند نہیں کر سکتا۔[2]

انڈونیشیا انڈونیشیا مشن کی وسیع اسلامی سرگرمیوں میں سے جو اس سال پورے انڈونیشیا میں

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۵ر نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۱ و ۲۶ر نومبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۴

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۸ر اکتوبر ۱۹۵۳ء / ۱۸ر اخاء ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۳

جاری رہیں۔ دو واقعات کا تذکرہ نہایت ضروری ہے :۔

(۱) ہالینڈ کے احمدیہ مشن کی طرف سے بذریعہ ہوائی ڈاک ولندیزی ترجمۂ قرآن کی ایک کاپی یہاں اِس خواہش کے ساتھ موصول ہوئی کہ پریذیڈنٹ جمہوریہ انڈونیشیا جناب ڈاکٹر سوکارنو صاحب کو تحفۃً پیش کی جائے۔ اِس خواہش کی تکمیل ۱۴ اگست ۱۹۵۳ء کو بوقت سوا نو بجے صبح ہوئی جبکہ جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے جو مولوی عبدالواحد صاحب (رئیس التبلیغ انڈونیشیا) راڈن ہدایت صاحب (نائب صدر جماعت احمدیہ انڈونیشیا) جناب مرتو صاحب (سیکرٹری امورِ خارجہ جماعت احمدیہ انڈونیشیا) اور حافظ قدرت اللہ صاحب (سیکرٹری احمدیہ مُسلم مشن انڈونیشیا) پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر سوکارنو صاحب پریذیڈنٹ انڈونیشیا سے ان کے محل "آستانہ" پر ملاقات کی۔ اور قائدِ وفد مولٰنا عبدالواحد صاحب نے قرآنِ کریم کا یہ نایاب تحفہ جو مخملی جزدان میں لپٹا ہوا تھا اور لکڑی کے ایک منقّش صندوقچے میں رکھا تھا پریذیڈنٹ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے انہوں نے نہایت احترام سے قبول فرمایا اور شکریہ کے دلی جذبات کا اظہار کیا۔ جناب مولٰنا عبدالواحد صاحب نے یہ آسمانی تحفہ پیش کرنے سے پہلے عرض کیا کہ اس ترجمہ کی پیشکش کے پیچھے دراصل وہ مخلصانہ جذبات کارفرما ہیں جو ساری دُنیا میں بسنے والے احمدیوں کے دلی جذبات ہیں۔ نیز بتایا کہ ہالینڈ میں اس وقت جماعتِ احمدیہ کی طرف سے اشاعتِ اسلام کی جو کوشش ہو رہی ہے اُس میں ہمارے ایک انڈونیشین بھائی (مولٰنا ابوبکر ایُّوب صاحب) بھی خدمت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اور ہماری اِن حقیر کوششوں کا اور اسلامی تعلیم کی اشاعت کا یہ نتیجہ ہے کہ وہاں "فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِهٖۤ اِخۡوَانًا" کا نظّارہ نظر آرہا ہے۔ وہ ڈچ جو حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہیں اپنے انڈونیشین بھائی کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کو باعثِ فخر خیال کرتے ہیں اور یہ اُخوّتِ اسلامی ہی کا کرشمہ ہے کہ آج یہ تحفۂ قرآن ان ڈچ مُسلمان بھائیوں کے خلُوص بھرے جذبات کے ساتھ اور ان کی خواہش کے پیشِ نظر جنابِ عالی کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اور یہ اسلام کی روحانی برتری کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

اِس اہم واقعہ کی خبر ملکی پریس نے نہایت تفصیل کے ساتھ مع فوٹو کے شائع کی۔ علاوہ ازیں اسی شام کو انڈونیشیا ریڈیو پر بھی تفصیل سے اس کی خبر نشر کی گئی۔[۱]

(۲) جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کی پانچویں سالانہ کامیاب کانفرنس ۲۵-۲۶-۲۷ دسمبر ۱۹۵۳ء/ ماہ فتح ۱۳۳۲ ہش

---

[۱] روزنامہ "المصلح" کراچی ۳۰ جنوری ۱۹۵۴ء/ صلح ۱۳۳۳ ہش صد ۳

کو بمقام بوگر انعقاد پذیر ہوئی۔ بوگر جو جاکرتا سے کوئی چالیس میل جنوب کی طرف واقع ہے انڈونیشیا پریس اور ریڈیو اور پوسٹر کے ذریعہ اس اہم کانفرنس کی خبر پورے ملک میں پھیل چکی تھی۔ نیز شہر کے سینما گھروں میں بذریعہ فلم سلائیڈز اس کی خبر ایک ہفتہ تک نشر ہوتی رہی۔ ۲۴ دسمبر کی شام کو کانفرنس کی استقبالیہ تقریب نہایت وسیع پیمانے پر منعقد ہوئی جس میں بہت سے سرکاری حکام، معززین اور شہر کی دیگر اعلیٰ شخصیتوں نے بھی شرکت کی۔ جن میں ڈپٹی کمشنر اور بوگر شہر کے میئر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس موقع پر پریذیڈنٹ انڈونیشیا ڈاکٹر سوکارنو، جناب ڈاکٹر محمد حتیٰ، جناب وزیر اعظم، نائب وزیر اعظم، وزیر داخلہ، وزیر خارجہ، وزیر سوشل معاملات، گورنر مغربی جاوا، فضائی فوج کے سربراہ اور انڈونیشیا کی پولیس کے افسر اعلیٰ اور دوسرے انڈونیشی زعماء کی طرف سے مبارک بادی کے پیغامات موصول ہوئے۔ استقبالیہ تقریب میں رئیس التبلیغ انڈونیشیا اور پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ انڈونیشیا نے تقاریر کیں۔ اختتام پر حضرت مصلح موعودؓ کا لیکچر "احمدیت کا پیغام" تمام مدعوین میں مفت تقسیم کیا گیا۔

۲۵ دسمبر کو صبح آٹھ بجے کانفرنس کی باقاعدہ کارروائی شروع ہوئی۔ افتتاحی اجلاس میں جناب مولوی عبدالواحد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا نے حضرت مصلح موعودؓ کا وہ مبارک اور روح پرور پیغام پڑھ کر سنایا جو حضورؓ نے ازراہ ذرہ نوازی چند روز قبل ہی بذریعہ تار برقی عنایت فرمایا تھا۔ اس پیغام کو سن کر تمام دل جذبات تشکر سے لبریز تھے۔ اور بہت سی آنکھیں پرنم، جناب رئیس التبلیغ صاحب نے یہ پیغام سنانے کے بعد اسی پیغام کی روشنی میں احمدی احباب کو ان کے فرائض کی طرف توجہ دلائی اور ایک نئے عزم اور نئے ارادے کے ساتھ کام شروع کرنے کی تحریک کی۔ اسی روز مجلس انصار اللہ، لجنہ اماء اللہ اور خدام الاحمدیہ کے الگ الگ اجلاس بھی ہوئے جن کی رپورٹ شام کو کانفرنس کے اجلاس عام میں پیش کی گئی۔

۲۶ دسمبر کے اجلاس میں جماعت انڈونیشیا کی ترقی کے لئے بعض نئی تجاویز پر غور کیا گیا اور آئندہ سال کے چندۂ عام کا مجوزہ بجٹ ایک لاکھ نوے ہزار روپے متفقہ طور پر پاس ہوا۔

۲۷ دسمبر کا اجلاس ایک کھلا تبلیغی اجلاس تھا جس کے لئے دعوت عام تھی۔ اس میں چار اہم مضامین پر تقاریر ہوئیں جنہیں حاضرین نے توجہ سے سنا جہاں کانفرنس کے دوسرے اجلاسوں میں شامل ہونے والے افراد اور نمائندگان کی تعداد پونے تین سو کے قریب تھی اور اڑھائی سو کے قریب دیگر انڈونیشین احمدی بھائی تھے وہاں اس تبلیغی اجلاس کی حاضری سات سو سے بھی زیادہ تھی۔

شام کو کانفرنس کا الوداعی اجلاس ہوا جس میں پہلے مبلغین احمدیت نے تقاریر فرمائیں بعد ازاں جماعتوں

کے نمائندگان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور بالآخر ایک بجے شب یہ کانفرنس نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوئی۔[1]

عدن ۲۸ نومبر ۱۹۵۳ء کو جماعت احمدیہ عدن کا جلسہ سیرت النبیؐ ڈاکٹر میجر محمد خان صاحب کے مکان پر منعقد ہوا۔ جو نہایت کامیاب رہا جلسہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے علاوہ الشیخ عبداللہ محمد الشبوطی اور سعید علی جریک نے تقاریر کیں۔ جلسہ کے لئے خاص دعوت نامے بھیجے گئے۔ کل حاضری ۱۳۰ تھی۔[2]

سیرالیون سیرالیون کی احمدی جماعتوں کی پانچویں کامیاب سالانہ کانفرنس ۵۔۶۔۷ دسمبر ۱۹۵۳ء کو بو (Bo) میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں سیرالیون کی اہم جماعتوں کے پانچ سو سے زائد نمائندے شامل ہوئے۔

اجلاس اوّل ۵ دسمبر کو ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل کی زیر صدارت ہوا جن کی افتتاحی تقریر کے بعد چوہدری نذیر احمد صاحب امیر سیرالیون نے حضرت امیرالمومنین المصلح الموعودؓ کا حسب ذیل روح پرور پیغام پڑھ کر سنایا جو حضور نے خاص اس تقریب کے لئے ارسال فرمایا تھا۔

"Unite and work. God be with you."

ترجمہ:۔ متحد ہو کر کام کرو۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔

چوہدری نذیر احمد صاحب نے یہ پیغام پڑھنے کے بعد بتایا۔ اس کے الفاظ اگرچہ نہایت مختصر اور قلیل ہیں مگر ان میں نہایت وسیع مضمون بیان کر دیا گیا ہے اور اس کا ہر لفظ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ تمام حاضرین نے حضرت امیرالمومنین المصلح الموعودؓ کا یہ پیغام تین بار دُہرایا اور دُعا کی کہ خدا تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ دُعا کے بعد سیرالیون کے ایک نہایت مخلص لوکل احمدی مبلّغ اور ترجمان جناب الفاسوری با صاحب نے تقریر کی کہ یہ احمدیت کا احسانِ عظیم ہے کہ اُس نے ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کیا۔ ہمارے اقوال، ہمارے اعمال اور ہماری عادات و اطوار کی اصلاح کی۔ ہم مُردہ تھے ہمیں خدا تعالیٰ کے مسیح نے نئی زندگی عطا کی۔ اور ایک نیا دورِ حیات بخشا۔ خدا تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم کے شکریہ میں اگر ہم سب اپنا تن من دھن اسلام کے لئے قربانی کر دیں تو بھی کم ہے۔

اس کانفرنس کے اگلے چار اجلاسوں سے مندرجہ ذیل مقررین و مبلّغین نے خطاب فرمایا:۔

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی ۴ فروری ۱۹۵۳ء صفحہ ۳

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی ۴ فروری ۱۹۵۴ء / ۴ تبلیغ ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۴

چوہدری نذیر احمد صاحب امیر سیرالیون، مولوی محمد عبدالکریم صاحب[1]، مسٹر مُوسے سوداصاحب لوکل مُبلّغ، مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری مبلغ سیرالیون، الفا احمد دوری صاحب۔

چھٹا اور آخری اجلاس مولوی محمد عبدالکریم صاحب کی زیرِ صدارت ہوا۔ جن کے نئے امیر سیرالیون ہونے کا اعلان اس کانفرنس کے اجلاس دوم میں سابق امیر سیرالیون چوہدری نذیر احمد صاحب نے کیا تھا۔

یہ اختتامی اجلاس شُوریٰ کی حیثیّت رکھتا تھا جس میں نمائندگان اور مُبلّغین نے جماعتِ احمدیہ سیرالیون کی ترقی اور کامیابی کے لئے اہم تجاویز پر غور کیا اور باتّفاق رائے یہ تجویز پاس کی کہ جلد از جلد ایک پریس خرید کر ایک جماعتی اخبار جاری کیا جائے۔ پریس کے لئے پانچ سو پونڈ کی رقم تجویز ہوئی جس کی ادائیگی کے لئے مخلصین نے اجلاس میں ہی وعدے لکھوانے شروع کر دیئے جن کی تعداد ۱۰۴ (پونڈ) تک پہنچ گئی۔ اور باقی رقم کے لئے جماعتوں کے نام سرکلر جاری کر دیئے گئے۔ دوسرا اہم فیصلہ یہ کیا گیا کہ احمدیہ سکُول بو کو سیکنڈری سکول بنا دیا جائے۔ تا وہ طلبہ جو احمدیہ سکولوں سے فارغ ہونے کے بعد دوبارہ عیسائیت کی مسموم فضا میں جانے پر مجبور ہوتے ہیں کسی حد تک محفوظ ہو جائیں اور دینی ماحول میں تعلیم حاصل کر کے اسلام کے لئے مفید وجود ثابت ہو سکیں۔ یہ اختتامی اجلاس رات کے دس بجے تک جاری رہا اور محترم امیر صاحب سیرالیون کے مختصر خطاب اور دُعا پر اختتام پذیر ہوا۔[2]

مبلّغین کی مرکزِ احمدیّت میں بیرونی ممالک سے واپسی اور روانگی

سیّدنا حضرت اقدس المصلح الموعودؓ ربوہ کی بنیاد (۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء) ہی سے یہ دُعائیں بکثرت کر رہے تھے کہ الٰہی! اس نئی بستی کو مرکزِ توحید بنا دے۔ اِن منضرّعانہ دُعاؤں کی قبولیّت کے آسمانوں پر قیامت تک کیا کیا اسباب پیدا ہوں گے اِس کی نسبت تو مستقبل کا مؤرخ ہی بتا سکے گا۔ تاہم یہاں اس قدر بتانا ضروری ہے کہ اِن دُعاؤں کے بعد فوری طور پر یہ سامان پیدا ہوا کہ اس مقدس مقام میں بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بجالانے والے مُجاہدین کی مراجعت و روانگی کا ایک ایسا غیر معمولی سلسلہ شروع ہو گیا جس کی نظیر متحدہ ہندوستان کی تاریخِ احمدیّت میں نہیں ملتی۔ جیسا کہ خود حضرت مصلح موعودؓ نے

---

[1] آپ کی نسبت چوہدری نذیر احمد صاحب نے کانفرنس میں اعلان فرمایا کہ میں بہت جلد آپ بھائیوں سے جُدا ہونیوالا ہوں۔ آج سے آپ کے امیر مولوی محمد عبدالکریم صاحب ہوں گے۔ (چنانچہ آپ اس کے بعد جلد ہی پاکستان میں تشریف لے آئے)

[2] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۳ فروری ۱۹۵۳ء / ۱۳ تبلیغ ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۳

۱۶ مئی ۱۹۵۰ء کو مبلّغین کے اعزاز میں دی جانیوالی ایک پارٹی کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ہم قادیان سے نکل کر بھی کمزور نہیں ہوئے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہم ایک ایک دو دو مبلّغوں کی دعوتیں کرتے تھے۔ اب ہم درجنوں کی دعوتیں کرتے ہیں کیونکہ اب مبلّغوں کے رسالے باہر جانے شروع ہوگئے ہیں اور وہ دن دُور نہیں جب ایک ہی دفعہ مبلّغوں کی بٹالین باہر جائیں گی۔ وہ دن دُور نہیں جب مبلّغوں کے بریگیڈ باہر جائیں گے وہ دن دُور نہیں جب مبلّغوں کے ڈویژن تبلیغ اسلام کے لئے باہر جائیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)"[۱]

اِس سال ۱۹۵۳ء / ۱۳۳۲ ہش میں جو مبلغینِ احمدیّت ممالکِ غیر میں کامیاب فریضۂ تبلیغ انجام دینے کے بعد ربوہ تشریف لائے۔ اُن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) سیّد احمد شاہ صاحب نائیجیریا (آمد ربوہ ۱۱؍ اپریل ۱۹۵۳ء / ۱۱؍ شہادت ۱۳۳۲ ہش)
(۲) مولوی صدر الدین صاحب ایران (آمد ربوہ ۲؍ اگست ۱۹۵۳ء / ۲؍ ظہور ۱۳۳۲ ہش)
(۳) مولوی محمد سعید صاحب انصاری بورنیو (آمد ربوہ ۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۳ء / ۱۷؍ اخاء ۱۳۳۲ ہش)
(۴) سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا (آمد ربوہ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۵۳ء / ۱۵؍ فتح ۱۳۳۲ ہش)[۲]

جو مبلّغین اِس سال ربوہ سے بیرون پاکستان کے لئے روانہ ہوئے اُن کے اسماء یہ ہیں:۔

(۱) مرزا محمد ادریس صاحب شمالی بورنیو (روانگی ۱۲؍ جنوری ۱۹۵۳ء / ۱۲؍ صلح ۱۳۳۲ ہش)
(۲) قریشی فیروز محی الدین صاحب سنگاپور (" " " ")
(۳) مولوی فضل الٰہی صاحب بشیر مشرقی افریقہ (روانگی ۶؍ اپریل ۱۹۵۳ء / ۶؍ شہادت ۱۳۳۲ ہش)
(۴) مولوی محمد منوّر صاحب " (" " " ")
(۵) سیّد منیر احمد صاحب باہری برما (روانگی ۷؍ جون ۱۹۵۳ء / ۷؍ احسان ۱۳۳۲ ہش)
(۶) مولوی امام الدین صاحب انڈونیشیا (روانگی ۲۳؍ جون ۱۹۵۳ء / ۲۳؍ احسان ۱۳۳۲ ہش)
(۷) قریشی محمد افضل صاحب غانا (روانگی ۶؍ جولائی ۱۹۵۳ء / ۶؍ وفا ۱۳۳۲ ہش)

---

[۱] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۱؍ اپریل ۱۹۶۱ء ص ۵ کالم ۴

[۲] ریکارڈ وکالت تبشیر تحریک جدید ربوہ۔ ایضاً المصلح ۲۳؍ دسمبر ۱۹۵۳ء ص ۴

(۸) مولوی احمد خان صاحب انگلستان (روانگی ۶ جولائی ۱۹۵۳ء / ۶ وفا ۱۳۳۲ ہش)

۹) مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری سیرالیون (روانگی ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء / ۱۵ اخاء ۱۳۳۲ ہش) [1]

نئی مطبوعات

اس سال پاکستان میں سلسلہ احمدیہ کی مندرجہ ذیل نئی کتب شائع ہوئیں [2]:-

۱) تعلق باللہ (تقریر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ بر موقع جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۵۲ء)

۲) "اشتراکیت اور اسلام" (از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

۳) "اچھی مائیں" (" " " ")

۴) "رسول پاک کا عدیم المثال مقام" ۔ "ختم نبوت کی حقیقت" (از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ)

۵) "مسلمان عورت کی بلند شان" (تقریر حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب دردؔ)

۶) "حیات الآخرۃ" [3] (تقریر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ)

۷) "ہندو سامراج اور مسئلہ کشمیر" (از گیانی عباد اللہ صاحب محقق سکھ مذہب)

۸) "یومیہ" (شائع کردہ نظارت دعوۃ و تبلیغ ربوہ)

۹) "احمدیہ تجار ڈائرکٹری" (مرتبہ نظارت امور عامہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

---

[1] ریکارڈ وکالت تبشیر تحریک جدید ربوہ [2] تحقیقاتی عدالت کی کارروائی کے سلسلہ میں مرکز احمدیت کی طرف سے اس سال جو مفید لٹریچر شائع ہوا وہ ان کتب کے علاوہ ہے۔

[3] حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس دلچسپ اور مفید تصنیف پر تبصرہ فرمایا کہ

"یہ کتاب خدا کے فضل سے بہت دلچسپ اور مؤثر انداز میں لکھی گئی ہے اور ایک ایسے موضوع پر ہے جو نہ صرف اسلام بلکہ جملہ مذاہب میں اوّل درجہ کی اہمیت رکھتا ہے یعنی یہ کہ اس دنیوی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی بھی مقدر ہے یا نہیں۔ اور اس دوسری زندگی کا انسان کی موجودہ زندگی سے کیا تعلق ہے اور رابطہ ہے! اور اس اُخروی زندگی کے دلائل اور شواہد کیا ہیں؟ مجھے بہت خوشی ہے کہ محترم شاہ صاحب نے اس مضمون کو بڑی اچھی طرح نبھایا ہے اور کتاب کا انداز تحریر بھی بڑا دلچسپ اور سبق آموز ہے۔" (روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۵ مئی ۱۹۵۳ء صفحہ ۵)

ایک معزز غیر احمدی دوست نے لکھا:- "یہ تو ایک دہریہ کو بھی خداوندی نظام کا قائل کر دیتی ہے .... اگر کوئی دہریہ بھی ہو تو اس کتاب کے پڑھنے کے بعد خداوند تعالیٰ کی ہستی کا قائل ہو جاتا ہے۔ میرے کئی ایک دوستوں نے بھی یہ کتاب پڑھی ہے۔ ہر ایک نے تعریف کی ہے۔" (المصلح ۱۲ اپریل ۱۹۵۳ء صفحہ ۳)

تیسرا باب

حادثہ جھمپیر اور حضرت مصلح موعودؓ پر قاتلانہ حملہ سے لیکر نوجوانانِ احمدیّت کی ملک گیر خدمتِ خلق تک

(خلافتِ ثانیہ کا اکتالیسواں سال ۱۳۳۳ہش / ۱۹۵۴ء)

فصل اوّل

ریل کا خطرناک حادثہ اور ایک عظیم الشّان

۱۹۵۳ء/ ۱۳۳۲ہش کے متفرق واقعات پر روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم ۱۹۵۴ء/ ۱۳۳۳ہش کے سال میں قدم رکھتے ہیں۔ ۲۱ جنوری ۱۹۵۴ء/ ۲۱ صلح ۱۳۳۳ہش کو صبح پانچ بج کر چالیس منٹ پر کراچی سے ۵۷ میل دور جھمپیر اور برودآباد کے درمیان پاکستان میل کو ہولناک حادثہ پیش آیا۔ پٹرول لے جانے والی گاڑی کے ایک ڈبہ کا پاکستان میل سے ہولناک تصادم ہو گیا اور آگ لگ گئی جس کے شعلوں نے پاکستان میل کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت ہوا تیز چل رہی تھی۔ جلتا ہوا پٹرول شعلوں کی بھڑک اُٹھا اور گہرے دھوئیں کے تین سو فٹ بلند اور سیاہ بادل فضا پر چھا گئے۔ پاکستان میل کی پہلی دو بوگیوں کے ساتھ (جن کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا) بعد کے چار ڈبے بھی تباہ ہو گئے۔ انجن کے ساتھ پہلے تین ڈبوں میں سے ایک ڈبہ عورتوں اور بچّوں کا تھا جن کے اقرباء دوسرے ڈبوں میں سفر کر رہے تھے۔ جو مسافر انجن سے دُور ڈبوں میں سوار تھے وہ تو محفوظ رہے لیکن ان میں سے بعض کے بیوی بچے جل کر راکھ ہو گئے۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب وزیر خارجہ پاکستان بھی اس ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ آپ کا سیلون اسی گاڑی کے آخر میں تھا۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ معجزانہ طور پر محفوظ رہے۔

قریباً تین ماہ پیشتر حضرت مصلح موعودؓ نے چودھری صاحب کے اس حادثہ سے دوچار ہونے اور اس میں محفوظ رہنے کے متعلق ایک رویا دیکھا تھا جس کی اطلاع حضور نے بذریعہ مکتوب چودھری صاحب موصوف کو بھی بھجوادی تھی۔ چنانچہ اس حادثہ کے دو روز بعد ۲۳ فروری کو حضرت چودھری صاحب نے احمدیہ ہال کراچی میں جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں جماعت کے سامنے حضرت مصلح موعودؓ کی رویا اور حادثہ کی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ :۔

رویا کی تفصیلات

" غالباً یہ اکتوبر ۱۹۵۳ء کے اواخر کی بات ہے کہ مجھے نیویارک میں جہاں میں جنرل اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے گیا ہوا تھا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تار ملا جس میں مجھے یہ ہدایت کی گئی تھی کہ میں تار کے پہنچتے ہی صدقہ دے دوں اور پھر جب سفر شروع کروں تو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ ادا کر دوں۔ اس ہدایت کی میں نے فوراً تعمیل کر دی۔ علاوہ ازیں سفر پر روانہ ہونے سے قبل چوہدری عبداللہ خان صاحب کو کراچی لکھا کہ وہ ۹ دسمبر ۱۹۵۳ء کو ایک جانور میری طرف سے بطور صدقہ ذبح کروا دیں اور اسی طرح ۲۸ دسمبر کو بھی۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس سفر میں میری بچی بھی میرے ساتھ تھی جب ہم امریکہ سے واپس کراچی پہنچے تو اس نے اپنی والدہ سے حضرت صاحب کے برقی پیغام کا ذکر کیا۔ اس پر اس کی والدہ نے بتایا کہ وہ خود بھی اس عرصہ میں ۱۶ جانور بطور صدقہ ذبح کروا چکی ہیں۔

ابھی میں نیویارک ہی میں تھا کہ تار کے چند روز بعد مجھے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک والا نامہ ملا۔ جس میں حضور نے اپنا ایک رؤیا بیان فرمایا تھا اور اس رؤیا کی بناء پر ہی حضور نے مجھے تار دیا تھا۔ رویا کے جو حصے مجھے یاد ہیں۔ وہ میں اپنے الفاظ میں بیان کر دیتا ہوں حضور نے لکھا :۔

میں نے خواب میں دیکھا کہ تمہاری طرف سے کوئی خط آیا ہے جس میں کسی ایسے حادثے کا ذکر ہے کہ جس کی زد میں تم خود بھی آگئے ہو۔ میں سوچتا ہوں کہ انہی کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا ہے اور پھر خود ہی یہ خط بھی لکھ رہے ہیں۔ وہاں مرزا بشیر احمد صاحب بھی بیٹھے ہیں۔ میں ان سے بھی تمہارے خط کا ذکر کرتا ہوں اور خط میں سے وہ حصہ نکالتا ہوں جس میں حادثے کا ذکر ہے۔ یوں معلوم ہوتا

ہے کہ خط میں کئی اور کاغذ ہیں۔ جن میں بعض اور باتیں بیان کی گئی ہیں۔ مرزا بشیر احمد صاحب کہتے ہیں تعجب ہے چوہدری صاحب نے اصل بات تو لکھی نہیں۔ کچھ اور ہی باتیں لکھی ہیں۔ آخر وہ کاغذ بھی مل گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حادثہ ہوائی جہاز کو پیش آیا ہے۔ تم اس میں سوار ہوا اور وہ تیزی سے نیچے کی طرف چلا آ رہا ہے جب ہوائی جہاز بہت نیچے آ جاتا ہے تو کچھ جزیرے سے نظر آتے ہیں اور جہاز ان میں سے ایک جزیرے میں جا گرتا ہے۔

میرے ذہن میں یہ آتا ہے کہ سفر مشرق میں مغرب کی طرف ہے اور کسی شخص غلام محمد نامی کا بھی ذکر آتا ہے۔ اس سے مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے گورنر جنرل صاحب کا بھی کوئی تعلق ہو کیونکہ وہ بھی سفر پر جانے والے ہیں۔ میں نے تار دے دیا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کا سفر خیریت سے گزار دے۔

خطاب جاری رکھتے ہوئے مکرم چوہدری صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضور کو تفہیم ہوئی تھی کہ سفر مشرق سے مغرب کی طرف ہے لیکن میرا امریکہ سے واپسی کا سفر مغرب سے مشرق کی طرف تھا البتہ ۲۹ دسمبر کو مجھے تہران سے واپس دمشق جانا تھا اور میرے سفر کا یہی ایک حصّہ ایسا تھا جو مشرق سے مغرب کی جانب تھا ——— اس لئے میں نے چوہدری عبداللہ خان صاحب کو لکھا تھا کہ ایک جانور ۲۸ دسمبر کو بھی ذبح کر وا دیں۔

اب دیکھو ریل کے اِس خوفناک حادثے میں جو کل (یعنی ۱۲ جنوری ۱۹۵۴ء) کو پیش آیا ہے وہ سب باتیں پوری ہو گئی ہیں۔ جو خواب میں حضور پر منکشف کی گئی تھیں۔ مجھے کل بھی اس کا خیال تھا کہ حضور کے خواب میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ تھا۔ لیکن آج صبح جب میں اس حادثے کی تفصیلات اخبار ڈان میں پڑھ رہا تھا تو ایک بات میری نگاہ میں ایسی آئی کہ جس سے فوراً میری توجہ حضور کے خواب کی طرف کھینچی گئی وہ یہ ہے کہ پاکستان میل کے ڈرائیور کا نام جو حیرت انگیز طور پر زندہ بچ رہا ہے غلام محمد ہے۔ حضور نے دیکھا تھا کہ یہ سفر مشرق سے مغرب کی طرف ہے چنانچہ لاہور سے کراچی کی جانب عموماً مشرق سے مغرب ہی کی طرف تھا۔ لیکن جہاں حادثہ پیش آیا وہاں سفر عین مشرق سے مغرب ہی کی طرف تھا۔ پھر حضور کے خواب میں جزیرے دکھائے گئے تھے سو یہ حادثہ جس مقام پر ہوا۔ وہ پکّی سڑک سے دس گیارہ میل دُور تھا کسی سمت سے کوئی

سڑک اس تک نہ آتی تھی اور وہ جزیرے ہی کی طرح باقی آبادیوں سے کٹا ہوا تھا پھر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ خواب میں کسی شخص غلام محمد کا تعلق معلوم ہوتا ہے سو غلام محمد نامی شخص کے انجن ڈرائیور ہونے سے وہ بات بھی پوری ہوگئی اور وہ اللہ تعالے کے فضل سے بچ بھی گیا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ محض خیالی یا بناوٹی بات ہے۔ جزدی تفصیلات کو چھوڑ کر اس خواب میں تین بڑی بڑی باتیں تھیں اور وہ تینوں ہی پوری ہوگئیں۔

(۱) کوئی خوفناک حادثہ پیش آنے والا ہے جس کی زد میں آنے کے باوجود میں محفوظ رہوں گا کیونکہ حضور کے خواب کے مطابق حادثہ مجھے پیش آیا ہے اور بعد میں میں خود ہی اس کی اطلاع خط کے ذریعے حضور کو دے رہا ہوں۔

(۲) وہ سفر مشرق سے مغرب کی طرف ہوگا چنانچہ فی الواقعہ یہ سفر مشرق سے مغرب کی طرف ہی تھا۔

(۳) کسی شخص غلام محمد کا اس سے تعلق ہوگا سو یہ غلام محمد پاکستان میل کا ڈرائیور ہی تھا جو بفضلہ زندہ بچ گیا"۔[۱]

مصیبت زدہ مسافروں کی خدمت

حضرت چودھری صاحب کا وجود اس موقعہ پر ستم رسیدہ زخمیوں اور مصیبت زدہ مسافروں کے لئے رحمت ثابت ہوا۔ آپ اپنے سیلون میں بہت سے مسافروں کو لیکر واپس جھمپیر اسٹیشن پر پہنچے اور قریباً چھ گھنٹہ تک جائے وقوعہ پر موجود رہے، آپ نے ریلوے حکام کو ہدایات دیں اور اس وقت تک چین نہیں لیا جب تک اپنی نگرانی میں سب سواریوں کو ان کی منزل تک بھجوانے کے انتظامات مکمّل نہیں کر لئے۔ دوپہر کے تھوڑی دیر بعد آپ بذریعہ موٹر کراچی کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے کراچی پہنچنے سے قبل ہی بہت سے زخمی اور دوسرے مسافر کوٹری، حیدرآباد اور کراچی پہنچ چکے تھے۔[۲]

دو روز بعد آپ نے اپنے خطبہ جمعہ (۲۳ر جنوری) میں جماعت احمدیہ کراچی کو بھی پرزور نصیحت فرمائی کہ اس

---

[۱] روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۷ر جنوری ۱۹۵۴ء/ ۲۶ر صلح ۱۳۳۳ ہش صـ۳

[۲] روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۲ر جنوری ۱۹۵۴ء/ ۲۲ر صلح ۱۳۳۳ ہش ، تحدیثِ نعمت ص ۵۹۸ تا ۶۰۱ از حضرت چودہری محمد ظفر اللہ خاں صاحب طابع جبارت پرنٹرز ۲۴ سرکلر روڈ لاہور ستمبر ۱۹۷۱ء

حادثہ میں زخمی ہونے والوں کی تیمارداری اور وفات پانے والوں کے پسماندگان کے ساتھ عملی ہمدردی میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں کیونکہ مومن میں ہمدردیٔ خلائق کا جذبہ بدرجہ اتم ہوتا ہے وہ دوسروں کے غم کو اپنا غم سمجھتا ہے اور اسے دُور کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ جماعتِ احمدیہ کے مخلص احباب جو ہمیشہ ہی نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے آرہے تھے اس نصیحت پر کما حقّہٗ عمل پیرا ہوئے اور اس موقعہ پر اخوّتِ اسلامی کا بہت عمدہ نمونہ انہوں نے پیش کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا پُرمعارف خُطبہ

حضرت مصلح موعودؓ کو تین ماہ قبل اس المناک حادثہ کی جناب الٰہی سے اطلاع ملنا، اور حضور کی دُعاؤں سے تقدیر مبرم کا ٹل جانا چونکہ ایک حیرت انگیز نشان تھا اس لئے خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے اگلے خُطبہ جمعہ کے دوران اپنی رؤیا کی مزید تفصیلات بیان کرنے کے بعد نہایت شرح وبسط سے واضح فرمایا کہ کس طرح قادر و توانا خُدا نے اپنی قادرانہ جلوہ نمائی سے تقدیر مبرم کو بدل ڈالا۔ چنانچہ حضور نے اپنے اس پُر معارف خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

" ۱۷ یا ۱۸ نومبر ۱۹۵۳ء کی بات ہے کہ مَیں نے رؤیا دیکھا کہ میں ایک جگہ پر ہوں میاں بشیر احمد صاحب اور درد صاحب میرے ساتھ ہیں۔ کسی شخص نے مجھے ایک لفافہ لاکر دیا اور کہا کہ یہ چودھری ظفر اللہ خان صاحب کا ہے میں نے اس لفافہ کو کھولے بغیر یہ محسوس کیا کہ اس میں کسی عظیم الشان حادثے کی خبر ہے جو چودھری صاحب کی موت کی شکل میں پیش آیا ہے یا کوئی اور بڑا حادثہ ہے۔ مَیں نے درد صاحب سے کہا۔ لفافہ کو جلدی کھولو اور اس میں سے کاغذ نکالو۔ درد صاحب نے لفافہ کھولا۔ اس میں سے بہت سے کاغذ نکلتے آتے تھے لیکن اصل بات جس کی خبر دی گئی تھی نظر نہیں آتی تھی۔ آخرکار لفافہ میں صرف دو کاغذ رہ گئے۔ لیکن اصل خبر کا پتہ نہ لگا۔ میاں بشیر احمد صاحب نے کہا پتہ نہیں۔ چودھری صاحب کے دماغ کو کیا ہوگیا ہے۔ وہ ایک اہم خبر لکھتے ہیں لیکن اسے اچھی طرح بیان نہیں کرتے۔ میں نے کہا گھبراہٹ میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔ اس پر لفافہ میں دو کاغذ جو باقی رہ گئے تھے ان میں سے ایک کاغذ کو مَیں نے باہر کھینچا۔ تو وہ ایک فہرست تھی لیکن اصل واقعہ کا اس سے پتہ نہیں لگتا تھا اس فہرست میں ایک نام سے پہلے ملک لکھا تھا اور آخر میں محمد لکھا تھا۔ درمیانی لفظ پڑھا نہیں جاتا تھا اس سے اتنا تو پتہ لگتا تھا کہ واقعہ میں کوئی اہم خبر ہے لیکن اصل واقعہ کا پتہ نہیں لگتا تھا۔ پھر لفافہ میں سے ایک اور شفاف کاغذ نکلا جو Tracing paper تھا۔ میں اسے دیکھنے لگا۔

اور مَیں نے کہا یہ خبر ہے جو چودھری صاحب نے ہم تک پہنچانی چاہی ہے مگر بجائے کوئی واقعہ لکھنے کے اس کاغذ پر ایک لکیر کھچی ہوئی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ہوائی جہاز ہے جو مشرق سے مغرب کی طرف جا رہا ہے۔ آگے جا کر وہ لکیر یکدم اریبوی صُورت میں نیچے آجاتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جہاز یکدم نیچے آگیا۔ اس جگہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ رُکا ہے اور معاً Crashed کا لفظ میرے سامنے آتا ہے تو معاً سمندر میرے سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ نیچے کچھ جزیرے ہیں مجھے نیچے کی طرف عملاً سمندر نظر آتا ہے۔ اس میں ہلکی ہلکی لہریں ہیں مَیں خواب میں کہتا ہوں خُدا کرے کہ نہ معلوم چودھری صاحب کو تیرنا آتا ہے خدا کرے اس حادثہ کی خبر معلوم کر کے کسی حکومت نے ہوائی جہاز یا کشتیاں بچانے کے لئے بھیجدی ہوں تاکہ چودھری صاحب اور دوسرے لوگ بچ جائیں۔ جب میں نے یہ رویا دیکھی اس وقت قریباً دو بجے رات کا وقت تھا۔ اس دن میری بیوی مریم صدیقہ کی باری تھی۔ اور وہ میرے پاس ہی دوسری چارپائی پر سوئی ہوئی تھی۔ مَیں نے انہیں جگایا اور کہا جلدی سے ایک خط لکھو چنانچہ مَیں نے اسی وقت چودھری صاحب کو خط لکھوایا اور تحریر کیا کہ وہ کچھ صدقہ دے دیں۔ فوراً بھی، اور آتے ہوئے بھی۔ اور اسی مضمون کی ایک تار بھی دے دی۔ مَیں نے جب یہ رویا دیکھی تو چودھری صاحب امریکہ پہنچ چکے تھے۔ اور مَیں نے رویا میں یہ نظارہ دیکھا تھا کہ چودھری صاحب مشرق سے مغرب کو جا رہے ہیں۔ اگر وہ امریکہ سے پاکستان آرہے ہوتے تو یہ سفر مشرق سے مغرب کو نہ ہوتا بلکہ مغرب سے مشرق کو ہوتا۔ پھر مَیں نے رویا میں یہ دیکھا تھا کہ چودھری صاحب خود ہی اس حادثہ کی خبر دے رہے ہیں اور یہ بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اگر اس حادثہ میں اُن کی جان کا نقصان ہے تو وہ اس کی خبر کیسے دے رہے ہیں؟ بہرحال میں نے اس خواب کی تین تعبیریں کیں۔ اوّل یہ کہ کوئی حادثہ چودھری صاحب کو سخت مہلک پیش آنے والا ہے اور خُدا تعالیٰ انہیں اس سے بچائے گا۔ کیونکہ وہ خود اس حادثہ کے متعلق تبھی خبر دے سکتے ہیں جب وہ محفوظ ہوں۔ دوسرے مَیں نے یہ تعبیر کی کہ اس دن ملک غلام محمد صاحب گورنر جنرل سفر پر روانہ ہو رہے تھے شاید انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے۔ مَیں نے ملک اور محمدؐ کے الفاظ دیکھے تھے بیچ میں ایک لفظ اور بھی تھا جو پڑھا نہیں گیا۔ مَیں نے خیال کیا کہ شاید اس سے ملک غلام محمد صاحب مُراد ہوں کیونکہ ان کے نام سے پہلے بھی ملک اور آخر میں محمدؐ کا لفظ آتا ہے اور وہ چودھری صاحب

کے دوست بھی ہیں اور دوست کا صدمہ خود انسان کا اپنا صدمہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ میں نے صبح انہیں تار دے دی چونکہ وہ احمدی نہیں ہیں اس لئے میں نے یہ نہ لکھا کہ میں نے رویا دیکھی ہے بلکہ صرف یہ لکھا کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں میں دُعا کرتا ہوں کہ خُدا تعالیٰ اس سفر کے دوران میں آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے لیکن میرا تار پہنچنے سے پہلے ملک صاحب سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ وہ تار قائمقام گورنر جنرل کو ملا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ مُبارکبادی کی تار ہے۔ چنانچہ ان کی طرف سے شکریہ کی چٹھی آگئی حالانکہ وہ تار اس رویا کی بنا پر اصل گورنر جنرل کو دی گئی تھی لیکن وہ ملی قائمقام گورنر جنرل کو۔ تیسرے چونکہ چودھری صاحب مغرب میں پہنچ چکے تھے اور پاکستان کی طرف سفر کرتے ہوئے انہوں نے مغرب سے مشرق کو آنا تھا اور پھر اس حادثہ کی خبر بھی انہوں نے خود ہی دی تھی۔ اس لئے مَیں نے خیال کیا کہ شاید اس سے یہ مراد ہو کہ جو خاص کام مراکو وغیرہ کی خدمت کا وہ کر رہے ہیں اس میں انہیں ناکامی ہو۔ بہرحال مَیں نے ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کروا دیا اور چودھری صاحب کو بھی خط لکھا کہ وہ خود بھی صدقہ دے دیں چنانچہ انہوں نے بھی صدقہ دے دیا اور ہم نے دعائیں جاری رکھیں۔ میں لاہور گیا تو چودھری صاحب کی بیوی مجھے ملیں۔ مَیں نے انہیں بھی بتایا کہ میں نے اس قسم کی رویا دیکھی ہے چونکہ چودھری صاحب کی لڑکی بھی اس سفر میں ان کے ہمراہ تھی اس لئے ان کے لئے دوہرا صدمہ تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی اس عرصہ میں روزانہ ایک ایک کر کے یا بعض دنوں میں دو دو کر کے ۱۶ بکرے صدقہ دیئے۔ چودھری صاحب خیریت سے کراچی پہنچ گئے۔ اور اس قسم کا کوئی حادثہ انہیں پیش نہ آیا کراچی سے پنجاب آئے تو یہ سفر بھی خیریت سے گزر گیا۔ لیکن جب کراچی واپس گئے تو رستہ میں اس گاڑی کو جس میں چودھری صاحب سفر کر رہے تھے خطرناک حادثہ پیش آیا اور انڈین ریڈیو پر جب یہ خبر نشر ہوئی تو اس کے متعلق Crashed کا لفظ ہی استعمال کیا گیا۔ گاڑی پٹرول کے ڈبوں سے ٹکرا گئی اور ایسا خطرناک حادثہ پیش آیا کہ ایک احمدی دوست نے مجھے لکھا کہ مَیں سمجھتا تھا کہ خدا تعالیٰ کا عذاب آگیا ہے۔ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اس میں کوئی اور احمدی بھی سفر کر رہا تھا لیکن اس خط سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اس ٹرین میں تھا اور اس نے لکھا کہ ہر وہ شخص جس نے اس نظارہ کو دیکھا ہے وہ کہہ نہیں سکتا کہ یہ حادثہ عذاب الٰہی نہیں تھا بہرحال دونوں گاڑیاں ٹکرا گئیں اور جن ڈبوں کو خدا تعالیٰ نے آگ سے بچایا انہیں پیچھے لایا گیا جس جگہ پر یہ واقعہ ہوا چودھری صاحب کے خُطبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے دس دس میل دُور

تک پکّی سڑک نہیں ہے ۔صرف ریل کی پٹڑی گزرتی ہے اس لئے امداد کے لئے اس جگہ تک کوئی موٹر نہیں آسکتی تھی۔ اس طرح وہ جگہ جزیرے کی طرح تھی۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ رؤیا میں ہوائی جہاز کا دکھایا جانا اور واقعہ ریل میں ہونا اور پھر گاڑی بھی مشرق سے مغرب کو جا رہی تھی اسی طرح دوسری باتوں کا ہونا بتاتا ہے کہ یہ ایک تقدیرِ مبرم تھی لیکن خدا تعالیٰ نے ہماری دُعاؤں کو سُنکر اس حادثہ کو بجائے ہوائی جہاز کے ریل میں بدل دیا۔ ہوائی جہاز میں ایسا حادثہ پیش آجائے تو اس سے بچنا مشکل ہوتا ہے شاذ ہی کوئی شخص اس قسم کے حادثے سے بچتا ہے لیکن یہی حادثہ ریل میں پیش آجائے تو اس سے کسی انسان کا بچ جانا ممکن ہے اور پھر وہ ریل مشرق سے مغرب کو جا رہی تھی جب میں نے اخبار میں وہ واقعہ پڑھا تو مَیں نے محسوس کیا کہ میری وہ خواب پوری ہو گئی ہے۔ میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے اس کا ذکر کیا جن کو میں یہ خواب اسی وقت بتا چکا تھا جب یہ خواب آئی تھی۔ انہوں نے بھی کہا کہ واقعہ میں وہ خواب پُوری ہوئی ہے لیکن میں نے اخبار میں یہ واقع پڑھ کر چودھری صاحب کو یہ لکھنا پسند نہ کیا کہ میری رؤیا پُوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ رؤیا میں انہوں نے پہلے اطلاع دی تھی اس لئے مَیں نے یہی پسند کیا کہ وہ اطلاع دیں گے تو مَیں لکھوں گا چنانچہ دوسرے دن چودھری صاحب کی تار آگئی کہ آپ کی رؤیا پوری ہو گئی ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھے اس حادثہ سے بچا لیا ہے۔

یہاں صرف رؤیا کا سوال نہیں کہ وہ پُوری ہو گئی بلکہ یہ ایک تقدیرِ مبرم تھی جو دُعاؤں سے بدل گئی رؤیا میں خدا تعالیٰ نے مجھے ہوائی جہاز دکھایا لیکن وہ واقعہ اسی جہت میں اور اسی شکل میں ریل میں پُورا ہُوا معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہونا تقدیرِ مبرم تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے کہا چلو ان کی بات بھی پُوری ہو جائے اور اپنی بات بھی پُوری ہو جائے یہی واقعہ ہم ریل میں کرا دیتے ہیں۔ اس سے ہماری بات بھی پوری ہو جائے گی اور ان کی دُعا بھی قبُول ہو جائے گی۔ پس یہ واقعہ ہمارے لئے زائد یقین اور ایمان کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کی وجہ سے اپنی تقدیرِ مبرم کو بدل دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے وقت میں بھی ایسا ہی ہُوا مثلاً نواب صاحب کا لڑکا عبدالرحیم بیمار ہو گیا۔ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پتہ لگا کہ وہ اب بچ نہیں سکتا۔ اس پر آپ نے خاص طور پر اس کی صحت کیلئے دُعا شروع فرما دی اور اس دُعا کے نتیجے میں وہ بچ گیا[1]۔ اسی طرح مُبارک احمد کے متعلق بھی آتا ہے کہ جب اُس کی نبضیں چھُٹ گئیں تو آپ نے اُس

---

[1] البدر (قادیان) ۲۹؍اکتوبر۔ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۳ء ص ۳۲۱

کے لئے دُعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اسے دوبارہ سانس دے دیا۔[1] پس ریل کار کا یہ حادثہ خدا تعالیٰ کی تقدیرِ مبرم پر دلالت کرتا ہے۔ اس نے ہماری دُعاؤں اور صدقہ اور قربانی کی وجہ سے ایک ایسی تقدیر کو بدل دیا جس کو عام حالات میں وہ بدلا نہیں کرتا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے ایمان کو بڑھانے اور اُسے تقویت دینے کے کئی سامان عطا فرمائے ہیں اگر ہم ان کے بعد بھی اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتے اور سُستی سے کام لیتے ہیں تو یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہوگی۔ دُنیا تو ابھی اندھیرے میں ہے اور اسے پتہ نہیں کہ خُدا ہے یا نہیں اسے پتہ نہیں کہ خدا تعالیٰ بولتا ہے یا نہیں۔ اسے علم نہیں کہ خدا تعالےٰ سچّا ہے یا نہیں لیکن ہمارے لئے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ نہ صرف یہ کہ وہ پہلے موجود تھا نہ صرف یہ کہ وہ پہلے سُنتا تھا اور بولتا تھا بلکہ وہ ہمیں یہ دکھا رہا ہے کہ میں اب بھی سُنتا ہوں میں اَب بھی بولتا ہوں اور اب بھی اپنے بندوں کی مدد کرتا ہوں“

حضور نے خُطبہ کے آخر میں نصیحت فرمائی کہ:۔

”ہم اگر سوچیں اور غور کریں تو ہمیں بھی ہر جگہ یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ موقع بھی دُعا کا ہے۔ اگر پہلے مَوقع سے ہم نے فائدہ نہیں اٹھایا تو اسی موقع سے ہی فائدہ اُٹھالیں کیونکہ جہاں دُعا نشان دکھاتی ہے وہاں نشان کے محسوس کرنے کا رستہ بھی دُعا ہی کھولتی ہے اور ہمارے ایمان کے رستہ میں جو روک ہو اسے بھی دعا ہی دور کرتی ہے۔ پس ہمیں اس مُبارک زمانہ سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ خُدا تعالےٰ نے کھڑکیاں کھول دی ہیں اور اپنے تقرب کے رستہ کو آسان بنا دیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان ذرائع سے فائدہ اٹھائیں تا ہم جھولیاں بھر کر ان کھڑکیوں سے گذریں اور تا کہ ہم اس کی رحمت اور فضل سے مالا مال ہو جائیں جس سے دوسری دُنیا محروم ہو چکی ہے۔“[2]

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا فاضلانہ خُطبہ اسناد

چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب (وزیرِ خارجہ پاکستان) نے ۲۷ ماہ تبلیغ ۱۳۳۳ہش (فروری ۱۹۵۴ء) کو تعلیم الاسلام کالج لاہور کے جلسۂ اسناد میں ایک فاضلانہ خُطبہ دیا جس میں آپ نے بتایا کہ جو طالب علم

---

[1] حقیقۃ الوحی ص ۳۸۵ طبع اوّل نشان ۱۸۶

[2] روزنامہ ”المصلح“ کراچی ۱۸ تبلیغ ۱۳۳۳ہش / فروری ۱۹۵۴ء ص ۳-۴

اسلامی روح کے ساتھ علم کے کسی شعبہ یا کسی شاخ کی تحقیق کر رہا ہو اُس کی نظر وسیع بھی ہوگی اور باریک بھی۔ اور ہر قدم پر اپنے محبوبِ حقیقی کی قدرت نمائی کے جلووں کا مشاہدہ کرے گا۔ آپ کا یہ لطیف مضمون اس طرح قرانی آیات کیساتھ مرصع تھا جس طرح انگشتری نگینے سے مرصع ہوتی ہے۔

قرونِ اولی کے مُسلمانوں نے مختلف علوم وفنون اور سائنس کے میدان میں جو بے نظیر خدمات انجام دیں اور نئے نئے علوم وحقائق کا انکشاف کیا ان کا آپ نے دلنشین اور مؤثر پیرایہ میں ذکر کرکے فرمایا:۔

”دمشق اور بغداد قاہرہ اور قیروان، قرطبہ اور اشبیلیہ اور غرناطہ، ہمدان، اصفہان اور شیراز طوس اور نیشاپور، بلخ بخارا اور سمرقند درجہ بدرجہ علوم کے آسمان پر نیرِ رخشاں بن کے چمکنے لگے اس تمام علمی نور کا اصل منبع اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو مردہ پرستی اور باطل نوازی کی زنجیروں سے آزاد کرکے پھر خالقِ حقیقی سے روشناس کرایا۔ انسانی دماغ کو نئی روشنی بخشی اور اسے نئی اُمنگوں اور نئے عزائم سے معمُور کر دیا۔“

آپ نے خُطبہ کے آخر میں طلبہ کو نصیحت فرمائی کہ

”دُنیا آج دعا کی طاقت سے غافل ہے۔ یہ ہتھیار اور طاقت ہر کسی کو میّسر ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو اس پر ایمان رکھتا ہو اور اسے استعمال کرنا جانتا ہو۔ پس اس نہایت طاقتور ہتھیار کے استعمال کی عادت ڈالو۔“ [1]

پاکستان کے رسالہ ”قومی زبان“ (کراچی) نے اپنی ۱۶ر مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں اس بصیرت افروز خُطبہ پر حسب ذیل تبصرہ شائع کیا:۔

”یونیورسٹیوں میں تقسیم اسناد کے جلسے ہر سال ہوتے ہیں۔ یہ رسم زمانہ دراز سے چلی آرہی ہے۔ ان جلسوں میں خُطبے کے لئے اوّل ایسے اصحاب کو مدعو کیا جاتا تھا جو ذی علم اور اہلِ کمال ہوتے تھے۔ بعد ازاں ایسے لوگوں کا بھی انتخاب ہونے لگا جو کسی وجہ سے نامور یا ذی جاہ یا ملک کے کسی منصب پر فائز ہوتے۔ ان خُطبوں میں ملک کی تعلیمی حالت یا کبھی کبھی علم وفضل اور تحقیق کا ذکر ہوتا۔ اور آخر میں طالب علموں کو مشورے اور پند ونصائح ہوتے۔ یہ حال گذشتہ تیس سال پہلے کا تھا۔ بعد میں جب ملک میں سیاست اور آزادی

---

[1] خُطبہ کا متن رسالہ ”المنار“ (تعلیم الاسلام کالج لاہور) جون ۱۹۵۴ء میں شائع ہوا۔

کی ہوا چلی۔ تو یونیورسٹیوں اور کالجوں نے سیاسی لوگوں کو مدعو کرنا شروع کیا۔ کیونکہ اساتذہ اور ان سے زیادہ طلباء نے طلبِ علم اور شوقِ تحقیق کم کر کے عنان توجہ سیاست کی طرف موڑ دی تھی چنانچہ تقسیمِ اسناد کے جلسوں کے خُطبوں میں سیاست زیادہ اور علم اور آدم گری کی ترغیب کم ہونے لگی۔ پاکستان جب وجود میں آیا۔ تو یہاں کی یونیورسٹیوں کے خُطبے بھی اسی شان اور اسی رنگ کے ہوتے تھے اور ہوتے ہیں۔ جیسے پہلے ہُوا کرتے تھے۔ ان خطیبوں میں سے کسی کو کبھی یہ خیال نہ گزرا۔ کہ ہم وہاں نہیں ہیں جہاں پہلے تھے۔ اب ہم پاکستان میں ہیں اور پاکستان کے حصول کیلئے جو بے نظیر قُربانیاں کیں۔ وہ کس مقصد کے لئے تھیں؟ پاکستان ملتے ہی یہ سب کچھ بھول گئے۔ ہماری تعلیم، ہماری مُعاشرت، ہماری سیاست میں کوئی ترقی اور اصلاح نہیں ہوئی۔ تنزّل ہُوا ہو تو ہُوا ہو۔ ہمارے اکابر، سیاستدان اور لیڈر یہاں تک کہ ہمارے علماء بھی سیدھے رستے سے بھٹک گئے ہیں۔ ہماری تمام صلاحیتیں اب ذاتی اقتدار کے حصول میں مصروف ہیں"۔

" چودھری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کا خطبہ پاکستان میں پہلا خطبہ ہے۔ جس کی نسبت ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ خاص طور پر پاکستان کی یونیورسٹیوں اور کالجوں اور پاکستانی طلبہ کے غور و فکر کے لئے ہے اس کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ لکھنے والا سچا مومن ہے۔ اس کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اور قرآن کی تعلیم پر کامل ایمان اور اس پر پُورا عبور ہے۔ اس کے ہر لفظ اور فقرے میں اسلامی روح نظر آتی ہے۔ ابتدا میں انہوں نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ "یہ صدی تاریخِ انسانی میں ایک نئے اہم اور انقلابی دور کی علمبردار تسلیم کی جائے گی۔ اس صدی کے دوران میں انسانی زندگی کے ہر شُعبے پر ایک انقلاب وارد ہو چکا ہے۔ جس نے انسانی طبائع میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ہے اور ہر طرف بے اطمینانی کی ایک لہر دوڑ گئی ہے۔ پرانے معیار ناکامی اور غیر تسلّی بخش قرار دیئے جا رہے ہیں۔ اور نئے معیار ان کی جگہ پیش نہیں کئے جا سکتے۔ جو عالمگیر مقبولیت حاصل کر چکے ہوں یا جن کی کامیابی عملی دائرے میں اتنی واضح اور روشن ہو چکی ہو۔ کہ انہیں قبول کئے بغیر حیاتِ انسانی کی تکمیل اور انسانی زندگی کے مقصد کا حصُول ناممکن نظر آئے"۔

" اس صُورتِ حال پر جناب چودھری صاحب نے ذرا اور وسیع نظر ڈالی ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں حیات کے جو نظریے اور منصُوبے زیرِ بحث ہیں۔ ان کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد اسلام کا نظریہ حیات پیش کیا ہے اور اپنے ہر قول کی تائید میں قرآن پاک کی آیات پیش کی ہیں۔ اسی بحث کے دوران میں تحریر فرماتے ہیں کہ "علم الادیان کے مطالعہ کی طرف جتنی توجہ بڑھتی جا رہی ہے۔ غیر اسلامی حلقوں میں

اسلامی تعلیم کے تفوق اور کمال کا اقرار بھی کہیں دبی زبان سے اور کہیں علی الاعلان ہونا شروع ہو گیا ہے۔ یہ کیفیت واضح طور پر دوسری عالمی جنگ کے بعد نمایاں ہونی شروع ہوئی ہے۔ لیکن اس حقیقت کے کھلے طور پر تسلیم کئے جانے اور وسیع پیمانے پر زیر عمل لائے جانے کے راستے میں ایک بڑی روک ابھی تک موجود ہے جس کے دور کئے بغیر یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ کہ مختلف اقوام سرعت و مستعدی سے اس راستے پر گامزن ہوں۔ وہ روک یہ ہے۔ کہ علمی طبقہ گو ذہنی طور پر اسلامی تعلیم کی برتری کا قائل ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن اس تعلیم کی ترویج کی تائید پر آمادہ ہونے سے قبل اس کا عملی نمونہ مشاہدہ کرنے کا خواہشمند ہے۔ ہمیں نہایت حسرت واندوہ کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ انفرادی مثالوں کو چھوڑ کر قومی بلکہ جماعتی پیمانے پر بھی ہم یہ نمونہ ابھی دُنیا کے سامنے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ علمی طور پر کسی جامع تعلیم کے اصُولوں اور اس کی تفاصیل کو سمجھ کر ان کے کمال اور برتری کو تسلیم کر لینا دُنیا کی موجودہ مشکلات کے حل کرنے کے لئے کافی نہیں ...... یہی حال آج اسلامی تعلیم کا ہے۔

اوّل تو خود عامتہ المسلمین اس سے کماحقہٗ آگاہ نہیں ہیں۔ پھر اسے دوسروں کے سامنے مناسب طور پر پیش کرنے کا خاطر خواہ انتظام نہیں۔ باوجود اس کے جس قدر بھی غیر مسلم علمی طبقے کچھ اپنی محنت اور کوشش سے اور کچھ مُسلمانوں کی انفرادی اور جماعتی سعی کے اثر سے اس تعلیم سے واقفیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔ وہ اس امر کا اعتراف کرنے لگے ہیں۔ کہ یہ تعلیم جامع اور موزوں ہے۔ انسانی مشکلات اور اُلجھنوں کا حل بوجہ احسن مہیا کرتی ہے اور حیات انسانی کے مقصد اور اس کے حصُول کے طریقوں کی بے نظیر رہنما ہے لیکن انہیں اسی تعلیم کا عملی نمونہ دیکھنے کی خواہش اور شوق ہے۔ تاکہ وہ یہ فیصلہ کر سکیں کہ آیا موجودہ دَور میں یہ تعلیم قابل عمل بھی ہے یا نہیں اور اپنے دعوے کے مطابق حقیقی خوشحالی اور اطمینان اور راحت کا موجب بن سکتی ہے یا نہیں۔" اس کے بعد چودھری صاحب نے کسی قدر تفصیل سے بتایا ہے کہ اسلامی تعلیم سے کیا مُراد ہے؟ اور قرآن کی آیات سے اس کی تشریح کی ہے۔ یہ خطبہ اس قدر مسلسل اور مربوط ہے کہ اس میں سے اِدھر اُدھر کے اقتباسات دینا اس کے حق میں ناانصافی ہوگی۔ اسے شروع سے آخر تک یک وقت پڑھنا چاہیئے۔ یہ خُطبہ اس قابل ہے کہ کثیر تعداد میں چھپوا کر پاکستان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تقسیم کیا جائے تاکہ طالب علم اور استاد دونوں اسے غور سے پڑھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں۔"[1]

---

[1] اخبار "قومی زبان" کراچی مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء ، بحوالہ الفضل ۱۴ اگست ۱۹۵۴ء صفحہ ۵

فصل دوم

سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ۱۸۹۸ء میں ایک رویا دیکھا کہ آپ کے صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدّین محمود احمد صاحبؓ کے کپڑوں پر خون کے دھبّے یا چھینٹے ہیں۔ اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی عمر کوئی دس سال ہوگی۔ اِس رویا میں صریح طور پر اس بات کی خبر دی گئی تھی کہ خدا کے اِس پاک اور مُطّہر بندہ پر قاتلانہ حملہ مقدّر ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ مدیر "الحکم" کا تحریری بیان ہے کہ:۔

"۱۸۹۸ء کے موسم سرما کی بات ہے کہ میں نے حضرت امیر المومنین کے متعلق ایک رویا دیکھی آپ تو اُس وقت بچّے ہی تھے۔ رویا یہ تھی کہ آپ ایک نہایت شاندار شاہانہ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے ساتھ حضرت میر محمد اسحٰقؓ بھی اعلیٰ درجہ کے لباس میں ہیں اُن کے لباس میں ایسا امتیاز تھا کہ وہ گویا سالار ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر اُوپر نیچے تک ایک سطر میں یہ الفاظ درج تھے:۔

نظام الملک

پولیٹیکل ایڈوائزر

وہ دن آگئے۔

اِن الفاظ میں سے آخری "وہ دن آگئے" کے متعلق میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اُس الہام کی تشریح ہے جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا براہین میں درج ہے۔

"The days will come when God will come with His army."

یہ فجر کی نماز کے بعد کا واقعہ ہے اُن دنوں حضرت اقدس اکثر نماز فجر کے بعد تشریف فرما ہوتے۔ کوئی تازہ الہام یا رویا ہوتی تو سُناتے۔ بعض لوگ اپنی خواب سُناتے اور کبھی آپ مناسب وقت پر تقریر فرماتے۔

میں جب یہ رویا سنا چکا تو حضرت اقدس نے معاً (میرے آخری الفاظ ختم ہوتے ہی) بڑے جوش سے فرمایا

دُعا کرو

اور آپ نے لمبی دعا کی اور فرمایا (میں آپ کے بیان کو قریب ترین الفاظ میں بیان کرتا ہوں ممکن ہے کچھ کم و بیش ہو مگر مفہوم بالکل یہی ہے) :-

میں نے بھی محمودؔ کے متعلق بعض خواب دیکھے ہیں اور الہامات بھی ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہوں گے۔ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ اس کا نام مسجد پر لکھا ہوا ہے اور ایک مرتبہ سُرخی سے اس کا نام لکھا ہوا دیکھا۔ ایک مرتبہ اس کے کپڑوں پر خون کے دھبے یا چھینٹے دیکھے۔ فرمایا۔ خوابوں کی تعبیر اپنے وقت پر ہوتی ہے جو لوگ بڑے ہوتے ہیں ان کے دشمن بھی بہت ہوتے ہیں اس لئے میں نے دعا کی ہے کہ ہر امر برکات کا موجب ہو۔

یہ کہہ کر آپ تشریف لے گئے۔

مجھے یہ تو یاد نہیں آتا کہ اخبار میں شائع ہوا یا نہیں مگر میں نے اپنی رویا اپنی نوٹ بک میں درج کی تھی اور حضرت کا ارشاد بھی"۔[۱]

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس خواب کے بعض پہلو حضرت مصلح موعودؓ پر بھی وقتاً فوقتاً جناب الٰہی کی طرف سے کھولے گئے جس کا اظہار حضور کی زبان مبارک سے کئی مواقع پر ہمیں ملتا ہے۔ مثلاً

(۱) حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۱۸ء (منعقدہ مارچ ۱۹۱۹ء) کے دوران فرمایا کہ

"مجھ کو کہتے ہیں کہ عثمان ہے۔ میں کہتا ہوں ہاں عثمانؓ ہوں مگر وہ عثمانؓ تو دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہوا۔ اور میں وہ عثمان ہوں کہ میرے مخالف ناکام رہیں گے اور ناکام رہے ہیں"۔[۲]

(۲) ۲۴ و ۲۵ دسمبر ۱۹۳۴ء کی درمیانی شب میں آپ نے خواب میں دیکھا کہ :-

"لوگ کہتے ہیں کہ جلسہ کے ایام میں مجھ پر حملہ کیا جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ موت انہی دنوں میں ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ ہے جس سے میں یہ بات پوچھتا ہوں۔ اس نے کہا کہ میں نے تمہاری عمر کے متعلق لوح

---

[۱] غیر مطبوعہ مکتوب حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۵۴ء از سکندر آباد دکن بنام پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ (حضرت شیخ صاحب کی مفصل خط و کتابت ضمیمہ میں ہے۔)

[۲] الفضل یکم اپریل ۱۹۱۹ء صفحہ ۹ کالم ۱

محفوظ دیکھی ہے ...... جلسہ کی اور بعد کی دو ایک تاریخیں ملا کر اُس نے کہا کہ ان دنوں میں یہ بات یقیناً نہیں ہو گی۔"[۱]

(۳) ۱۷ جون ۱۹۵۰ء کو حضور کی زبان پر "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي"[۲] کی آیت جاری ہوئی جس کا واضح مطلب یہی تھا کہ کوئی انسان آپ کو قتل کرنے میں کامیاب نہیں ہو گا بلکہ آپ کی وفات طبعی ہو گی۔

(۴) حضرت مصلح موعودؓ اوائل ۱۹۵۴ء میں لاہور میں قیام فرما تھے۔ اس دوران حضور نے ایک ملاقات میں چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو اپنی عدالتی گواہی کے بعد یہ خواب سنایا کہ کسی شخص نے حضور پر حملہ کر دیا ہے۔ ابتدا میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ غالب آگیا ہے۔ لیکن بالآخر وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔[۳] حضور نے فرمایا:۔

"میں نے دیکھا کہ میں انکوائری کمیشن کے ہال میں ہوں ...... اُس وقت مجھ پر پیچھے سے ایک شخص نے حملہ کیا ہے اور میں گر گیا ہوں .... حملہ آور نے یہ دیکھ کر کہ میرے حملہ سے یہ نہیں مرے بھاگ کر کوئی اور ہتھیار لانا چاہا اور مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹا۔ تب میں اُٹھ کر تیزی سے ایک دروازے کی طرف گیا اور اس دروازہ سے باہر آ کر دروازہ بند کر کے چند اینٹوں پر جو باہر نکلی ہوئی ہیں میں بیٹھ گیا۔ الخ"[۴]

حضرت مصلح موعودؓ کے خلاف پے در پے منصوبے اور انکی ناکامی

مندرجہ بالا الہامات، کشوف اور رؤیا کا تذکرہ کرنے کے بعد اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ کس طرح ۱۹۲۷ء کے بعد حضرت مصلح موعود پر حملہ کرنے اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔

۱۹۲۷ء کے تلاطم خیز دَور میں جبکہ حضرت مصلح موعودؓ نے کتاب "رنگیلا رسُول" اور رسالہ "ورتمان" کے فتنہ کے خلاف مسلمانانِ ہند کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ بعض غیر از جماعت معزز مسلمانوں کے خطوط حضور کی خدمت میں پہنچے کہ دشمنانِ اسلام آپ پر حملہ کی تجویزیں کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں بیسیوں اصحاب نے خواب دیکھے جن میں اس خطرے کی نشاندہی کی گئی تھی جس سے تحریک ہوئی کہ حفاظت کا خاص انتظام کیا جانا چاہیئے۔[۵] ازاں بعد حضور کو ہر سال صراحتہً قتل کی دھمکیاں بھی

---

[۱] الفضل قادیان ۱۷ جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۳ [۲] الفضل ربوہ ۹ جولائی ۱۹۵۲ء ص ۵ کالم ۱

[۳] روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۶ امان (مارچ) ۱۳۳۳ہش / ۱۹۵۴ء صفحہ ۳ کالم ۲

[۴] مفصل خواب ۲۶ تبوک ۱۳۳۳ہش / ۱۹۵۴ء ص ۴ میں شائع شدہ ہے۔

[۵] "تقریر دلپذیر" (۱۹۲۷ء) صفحہ ۴ مطبوعہ دسمبر ۱۹۲۸ء

دی جانے لگیں اور آپ کو قتل کرنے کے پے در پے منصوبے بھی ہونے لگے۔[1]

اِس سلسلہ میں حضور نے ۲۸ دسمبر ۱۹۴۴ء کی تقریر میں پانچ واقعات بیان فرمائے جو حضور ہی کے الفاظِ مُبارک میں درج کئے جاتے ہیں :-

"پہلا واقعہ:- ایک گزشتہ جلسے کا واقعہ ہے۔ مَیں تقریر کر رہا تھا اور تقریر کرتے کرتے میری عادت ہے کہ میں گرم گرم چائے کے ایک دو گھونٹ پی لیا کرتا ہوں تا کہ گلا درست رہے کہ اسی دوران میں جلسہ گاہ میں سے کسی شخص نے ملائی کی ایک پیالی دی اور کہا کہ یہ جلدی حضرت صاحب تک پہنچا دیں کیونکہ حضُور کو ضعف ہو رہا ہے۔ چنانچہ ایک نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو وہ پیالی ہاتھوں ہاتھ پہنچانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ سٹیج پر پہنچ گئی۔ سٹیج پر اتفاقاً کسی شخص کو خیال آگیا اور اس نے احتیاط کے طور پر ذرا سی ملائی چکھی تو اُسکی زبان کٹ گئی۔ تب معلوم ہُوا کہ اس میں زہر ملی ہوئی ہے۔ اب اگر وہ ملائی مجھ تک پہنچ جاتی اور میں خدانخواستہ اُسے چکھ لیتا تو اور کچھ اثر ہوتا یا نہ ہوتا، اتنا تو ضرور ہوتا کہ تقریر رُک جاتی۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ قادیان میں ایک دفعہ ایک دیسی عیسائی آیا جس کا نام جے۔ میتھیوز تھا اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ یہاں سے جب وہ ناکام واپس لوٹا تو اس کا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہو گیا اور اُس نے اُسے قتل کر دیا۔ اس پر عدالت میں مقدمہ چلا۔ اور اس نے سیشن کورٹ میں بیان دیتے ہوئے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرا ارادہ اپنی بیوی کو ہلاک کرنے کا نہیں تھا۔ بلکہ مَیں مرزا صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ مَیں نے ایک جگہ کسی مولوی کی تقریر سُنی۔ جس نے ذکر کیا کہ قادیان کے مرزا صاحب بہت بُرے آدمی ہیں۔ اور اُن میں یہ یہ برائیاں ہیں۔ مَیں نے اُس کی تقریر کے بعد فیصلہ کیا کہ میں قادیان جاکر مرزا صاحب کو مار ڈالوں گا۔ چنانچہ میں پستول لے کر قادیان گیا۔ اتفاقاً اس روز جُمعہ تھا۔ جُمعہ کے خطبہ میں چونکہ بہت لوگ اکٹھے تھے۔ اس لئے مجھے ان پر حملہ کرنے کی جُرأت نہ ہوئی۔ دوسرے دن میں نے سُنا کہ وہ پھیرو چیچی چلے گئے ہیں۔ مَیں پستول لیکر اُن کے پیچھے پیچھے پھیرو چیچی گیا اور مَیں نے سمجھا کہ وہاں آسانی سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکوں گا۔ مگر وہاں

---

[1] الفضل ۱۷ر جنوری ۱۹۳۵ء صفحہ ۸ کالم ۱

بھی مَیں نے دیکھا کہ ان کے دروازہ پر ہر وقت پہرہ دار بیٹھے رہتے ہیں۔ اس لئے مَیں واپس آگیا۔ گھر آکر میرا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ اور مَیں نے اُسے مار ڈالا۔ یہ سارا واقعہ اُس نے عدالت میں خود بیان کیا۔ حالانکہ ہمیں کچھ علم نہیں تھا کہ کوئی شخص کس نیّت اور ارادہ کے ساتھ ہمارے پاس آیا ہے۔ لیکن ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی اور اُسے حملہ کرنے میں ناکام رکھا۔

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ احرار کی شورش کے ایّام میں مَیں ایک دن اپنی کوٹھی دارالحمد میں تھا کہ ایک افغان لڑکا آیا اور اس نے کہلا بھیجا کہ مَیں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرے چھوٹے بچے اندر آئے اور انہوں نے بتایا کہ ایک لڑکا باہر کھڑا ہے اور وہ ملنا چاہتا ہے۔ مَیں باہر نکلنے ہی والا تھا کہ مَیں نے شور کی آواز سُنی۔ مَیں حیران ہُوا کہ یہ شور کیسا ہے۔ چنانچہ مَیں نے دریافت کرایا تو مجھے اطلاع دی گئی کہ یہ لڑکا قتل کے ارادے سے آیا تھا مگر عبدالاحد صاحب نے اُسے پکڑ لیا۔ اور اس سے ایک چھُرا بھی انہوں نے برآمد کر لیا ہے۔ مَیں نے عبدالاحد صاحب سے پوچھا کہ تمہیں کس طرح پتہ لگ گیا کہ یہ قتل کے ارادہ سے آیا ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ لڑکا پٹھان تھا اور ہم پٹھانوں کی عادات کو اچھی طرح جانتے ہیں جب یہ باتیں کر رہا تھا تو باتیں کرتے کرتے اس نے اپنی ٹانگوں کو اس طرح ہلایا کہ مَیں فوراً سمجھ گیا کہ اُس نے چھُرا چھپایا ہُوا ہے۔ چنانچہ مَیں نے ہاتھ ڈالا تو چھُرا نکل آیا۔ پولیس نے اس پر مقدمہ بھی چلایا تھا اور غالباً اُس نے اقرار کیا تھا کہ مَیں قتل کی نیّت سے ہی قادیان آیا تھا۔

(اس موقعہ پر حضور نے فرمایا کہ میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں کہ وہ اس جیلخانہ میں قید تھا جہاں میں افسر لگا ہُوا تھا۔ اور وہ کہتا تھا کہ میں پہلے دھرم سالہ تک اُن کو قتل کرنے کے لئے گیا تھا مگر مجھے کامیابی نہ ہوئی۔ آخر میں قادیان گیا اور پکڑا گیا)

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ ایک دفعہ اُمِّ طاہر کے مکان کی دیوار پھاند کر ایک شخص اندر کُودنا چاہتا تھا کہ لوگوں نے اُسے پکڑ لیا۔ پولیس والے چونکہ ہمارے خلاف تھے اس لئے انہوں نے یہ کہہ کر اُسے چھوڑ دیا کہ یہ پاگل ہے۔

پانچواں واقعہ بالکل تازہ ہے جو کل ہی ہُوا ہے۔ کل ہمارے گھر میں دودھ رکھا ہُوا تھا کہ میری بیوی کو شُبہ پیدا ہُوا کہ کسی نے دُودھ میں کچھ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ اس شبہ کی وجہ سے انہوں نے کہہ دیا کہ اس دودھ کو استعمال نہ کیا جائے۔ ایک دوسری عورت جسے اس کا علم نہیں تھا یا اُس نے خیال کیا

کہ یہ محض وہم ہے اُس نے وہ دُودھ پی لیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے اب تک متواتر قئیں آرہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شبہ کیا گیا تھا وہ درست تھا۔

لیکن باوجود اس کے کہ لوگوں نے مجھے ہلاک کرنے کی کئی کوششیں کیں اور ہر رنگ میں انہوں نے زور لگایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ تھا کہ خدا کا سایہ میرے سر پر ہوگا۔ اس لئے وہ ہمیشہ میری حفاظت کرتا رہا۔ اور اُس وقت تک کرتا رہے گا جب تک وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے اپنی تکمیل کو نہ پہنچ جائے [1]۔

قاتلانہ حملہ اور خارقِ عادت رنگ میں خُدائی حفاظت

یہ سب واقعات ۱۹۴۷ء سے قبل کے ہیں اور متحدہ ہندوستان کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیام پاکستان کے ابتدائی چار سال میں اس قسم کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ مگر خدا کے ازلی علم میں اس کا یہ نشان بھی مخفی تھا کہ کوئی سازشی ہاتھ حضرت مصلح موعودؓ کو شہید کرنے کے لئے بھرپور وار کرے لیکن خُدا کے فرشتے معجزانہ طور پر آپ کو بچالیں۔ خُدا کی یہ تقدیر ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو پوری ہوئی جبکہ عبدالحمید [2] نامی ایک شخص نے حضور پر قاتلانہ حملہ کیا مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل، اپنی قدرت اور اپنی صفتِ اِحیا کا غیر معمولی نظّارہ دکھایا اور اس بندۂ درگاہ عالی کو خارقِ عادت رنگ میں بچالیا۔

اِس دردناک سانحہ کی تفصیل حضرت مولوی ابوالعطا صاحب جالندھریؓ "مدیر الفرقان" کے الفاظ میں یہ ہے:۔

"مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء بروز بدھ قریباً پونے چار بجے مسجد مبارک ربوہ میں نماز عصر پڑھا کر ہمارے امام ہمام حضرت امیرالمومنین مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ محراب کے دروازہ پر اچانک ایک اجنبی نوجوان نے پیچھے سے جھپٹ کر آپ پر چاقو سے حملہ کر دیا۔

---

[1] "الموعود" تقریر حضرت مصلح موعودؓ جلسہ سالانہ ۲۸ دسمبر ۱۹۴۴ء صفحہ ۱۷۸-۱۸۲

[2] عبدالحمید ولد منصب دار قوم جٹ چک ۲۲ ج ب والا تھانہ صدر لائلپور (فیصل آباد) سابقہ وطن موضع جمال پور تھانہ کرتارپور تحصیل و ضلع جالندھر۔ یہ شخص دو روز قبل ربوہ میں آیا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے پہلے تو حضور سے مُلاقات کرنے کی کوشش کی لیکن جب اس میں وہ ناکام رہا تو اُس نے احمدی ہونے کا خیال ظاہر کیا بلکہ بیعت فارم بھی پُر کر دیا۔ ازاں بعد وہ اپنے دلی منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مسجد مبارک میں جا پہنچا۔

("المصلح" ۱۹ امان ۱۳۳۳ ہش / ۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء)

حملہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کا ایک نایاب فوٹو

حملہ کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ایک نایاب فوٹو

حضور قصر خلافت کے بالائی کمرہ میں آرام فرما رہے ہیں۔

سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی ہے

چاقو کا یہ وار حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ کی گردن پر شہ رگ کے قریب دائیں طرف پڑا جس سے گہرا گھاؤ پڑ گیا حملہ آور نے دوسرا وار بھی کیا مگر محمد اقبال صاحب محافظ کے درمیان میں آجانے کے باعث اس مرتبہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کی بجائے چاقو اُسے جا لگا اور وہ زخمی ہو گیا۔ نمازیوں نے حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش کی اور کافی جدوجہد کے بعد اُسے قابو میں لایا گیا اور اس کوشش میں بعض دوسرے بھی زخمی ہوئے[1] ......

حضرت امام جماعت احمدیہ زخم لگنے کے فوراً بعد بہتے خون کے ساتھ چند احباب کے سہارے سے اپنے مکان میں تشریف لے گئے۔ خون کو ہاتھ سے روکنے کی پوری کوشش کے باوجود تمام راستہ میں اور سیڑھیوں پر خون مسلسل بہتا گیا، جس سے حضور کے تمام کپڑے[2]، کوٹ، مفلر، سویٹر، قمیض، دو بنیانیں اور شلوار خون سے تربتر ہو گئے۔ حضور کے ساتھ چلنے والے بعض خدام کے کپڑوں پر بھی مظلوم امام کے مقدس خون کے قطرات گرے (خاکسار ابو العطاء کے کوٹ، پاجامہ اور پگڑی پر بھی اسی پاک خون کے قطرات پڑے ہیں) مکان پر پہنچ کر ابتدائی مرہم پٹی جناب ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب ایم بی ایس اور جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب نے کی۔ اور زخم کو صاف کرکے اور ٹانکے لگا کر سی دیا۔ ابتداء میں یہ خیال تھا کہ زخم پون اِنچ گہرا اور تین اِنچ چوڑا ہے لیکن جب رات کو لاہور سے مشہور سرجن جناب ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب تشریف لائے اور انہوں نے زخم کی حالت دیکھ کر ضروری سمجھا کہ ٹانکے کھول کر پوری طرح معائنہ کیا جائے تو معلوم ہوا کہ زخم بہت زیادہ خطرناک اور سوا دو اِنچ گہرا اور شاہ رگ کے بالکل قریب تک پہنچا ہوا ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد مہارت سے کام لیکر تقریباً سوا گھنٹہ لگا کر زخم کا آپریشن کیا اور اندر کی شریانوں کا منہ بند کرکے باہر ٹانکے لگا دیئے[3] ...... اس تمام عرصہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ

---

[1] مثلاً عبد العزیز جمن بخش صاحب (مجاہد سرینام، ڈچ گیانا) جن کا دایاں انگوٹھا چاقو سے مجروح ہوا اور مستقل طور پر زخم کا ایک نشان چھوڑ گیا۔ آپ اپنی زندگی میں ہمیشہ یہ نشان دکھایا کرتے اور اپنی اس خوش نصیبی پر فخر کرتے تھے کہ خلیفہ موعود مصلح موعود کی حفاظت میں یہ زخم آیا؛
ہے ع وفی سبیل اللہ مالقیت

[2] صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب فرماتے ہیں ''یہ کپڑے صاحبزادہ مرزا رفیق احمد کے پاس ہیں'' اور سید قمر سلیمان احمد صاحب خلف الرشید سید داؤد احمد صاحب مرحوم تحریر کرتے ہیں کہ ''جب سیدنا المصلح الموعودؓ پر مسجد مبارک میں حملہ ہوا تو ابا جان وہیں تھے۔ حضور کا مبارک خون ابا جان کی قمیص پر بھی لگ گیا تھا۔ اور ابا جان نے حضور کی خون آلود قمیص اور اپنی یہ قمیص محفوظ کر لی تھیں''۔

(''سیرتِ داؤد'' ناشر جامعہ احمدیہ ربوہ صفحہ ۱۶۷۔۱۶۸)

[3] جناب صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب چیف میڈیکل آفیسر فضلِ عمر ہسپتال ربوہ کا بیان ہے کہ ''جس وقت حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا خاکسار گھر سے باہر نکل رہا تھا کہ قریشی نذیر احمد صاحب ڈرائیور حضور گھبرائے

(باقی اگلے صفحہ پر)

باہوش تھے اور آپ کی زبان پر تسبیح و تحمید جاری تھی۔ آپ نے حملہ ہونے کے فوراً بعد مسجد سے نکلنے ہی ہدایت فرمائی کہ حملہ آور کو صرف قابو کیا جائے لیکن اُسے مارا نہ جائے۔ یہ حملہ ناگہانی اور اچانک تھا اور جونہی نمازیوں کو اس کا پتہ لگا ان میں سے چند دوست لپک کر حضور کے پاس پہنچے اور کچھ احباب نے حملہ آور کو گرفتار کرنیکی سعی کی۔ اس افراتفری اور انتہائی غم و غصّہ کی حالت کے باوجود یہ صرف جماعتِ احمدیہ کی اخلاقی قوّت اور اپنے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشادات کی تعمیل کے جذبہ کا ہی نتیجہ تھا کہ حملہ آور محفوظ حالت میں فوراً حوالۂ پولیس کر دیا گیا۔"[1]

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت مصلح موعودؓ کا بیان ہے کہ

"۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو جب مسجد مبارک میں حضرت مصلح موعودؓ پر چاقو سے حملہ کیا گیا۔ خاکسار بھی اس وقت مسجد میں تھا۔ اور حضور کے سلام پھیرنے کے بعد محراب کے شمالی دروازہ سے باہر نکلا۔ اچانک محراب کے باہر کے دروازہ سے حضور کو جھکا ہوا دیکھا کہ حضور گرنے کے قریب ہیں خاکسار محراب کے غربی جانب کے چبوترہ کی طرف آیا اور حضور کو سہارا دیا۔ مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ نماز کے بعد اچانک حضور پر حملہ ہوا ہے جس کا نتیجہ میں دیکھ رہا ہوں اتنے میں دیکھا کہ مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب حضور کے قریب گئے ہیں معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ محراب کے سیدھے غربی جانب اندر سے ہی آئے ہیں یا باہر سے آئے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کو دائیں جانب سے سہارا دیا اور حضور کی بغلوں کے نیچے بازو دیکر سہارا دیا تاکہ

(بقیہ حاشیہ ص۲۳۱) ہوئے کار لیکر آئے کہ فوراً چلو حضور پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ خاکسار اُسی وقت قصرِ خلافت پہنچا۔ حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن کے دائیں طرف تقریباً تین انچ لمبا اور بہت گہرا زخم تھا۔ خاکسار نے اُسی وقت ہسپتال سے ضروری سامان منگوایا اور حضور ایدہ اللہ کے زخم کو عارضی ٹانکے لگائے تاکہ خون زیادہ نہ بہے (خون پہلے بہت زیادہ نکل چکا تھا) اس کے بعد خاکسار نے فوری ارجنٹ ٹیلیفون پر وفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کو کیا کہ وہ کسی اچھے سرجن کو لیکر فوری آجائیں چنانچہ اغلباً رات دس اور بارہ بجے کے درمیان پروفیسر مسعود احمد صاحب اپنے ساتھ ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب سرجن کو لیکر آئے۔ انہوں نے اور ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے مل کر عارضی ٹانکے نکالے زخم کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر پختہ ٹانکے لگائے حضور رضی اللہ عنہ کو درد اور بے چینی کی بہت تکلیف تھی جس کیلئے مناسب ادویہ دی گئیں۔"

[1] ماہنامہ "الفرقان" ربوہ بابت فروری و مارچ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۰ و ب

حضور چل سکیں۔ میں نے بائیں جانب سے حضور کو سہارا دیا اس طرح سے حضور کو سہارا دیتے ہوئے ہم دونوں حضور کو قصرِ خلافت کے اندر لے گئے اور حضور کے کمرہ میں جا کر حضور کو بستر پر لٹایا۔ اسی عرصہ میں حضور کے زخم سے چند قطرے حضور کے خون کے چلتے ہوئے میری شلوار پر بھی گرے جس کا اپنے گھر پہنچنے پر میری اہلیہ کے توجہ دلانے پر مجھے علم ہوا۔ میں نے کہا کہ میرے جسم سے تو کوئی خون نہیں نکلا۔ یہ خون کے قطرے حضور کے ہی ہیں جو ساتھ چلتے ہوئے میری شلوار پر گرے ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے میری اس شلوار کو تبرک کے طور پر میری اہلیہ نے محفوظ رکھ لیا اور دھویا نہیں جو اب تک میرے پاس موجود ہے۔

پھر اُسی وقت حضور نے میرے ذریعہ یہ پیغام مسجد مبارک میں جمع شدہ احباب کے نام دیا کہ قاتل کو جان سے نہ مارا جائے تاکہ جو تحقیقات اس کے ذریعے ہو سکتی ہو۔ اس کا موقعہ ہاتھ سے نہ نکلے چنانچہ خاکسار نے جو اُن دنوں دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں تھا۔ بہ تعمیلِ ارشاد بھی کی۔"

پولیس کو حادثہ کی اطلاع

چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب بی۔ ٹی ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول نے جو اس حادثہ کے عینی شاہد تھے انچارج صاحب تھانہ لالیاں کو اس حادثہ کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا:۔

"بخدمت افسر انچارج صاحب تھانہ لالیاں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج مسجد مبارک ربوہ میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی امام جماعت احمدیہ نماز پڑھانے کے بعد جب محراب کے مغربی دروازہ سے نکلنے لگے تو ایک نوجوان لڑکے نے جس نے صف اوّل میں حضور کے پیچھے ہی نماز پڑھی تھی آگے بڑھ کر یا علی کہتے ہوئے حضور پر چاقو سے حملہ کر دیا۔ چاقو حضرت صاحب کی گردن میں دائیں جانب لگا اور حضور زخمی ہو کر گرے۔ اقبال احمد پہرہ دار نے حضرت صاحب کو سنبھالا اور نوجوان کو پکڑنا چاہا تو مذکور نے پھر دوسرا وار حضرت صاحب پر کیا۔ لیکن یہ وار اقبال احمد کے بائیں کان پر لگا۔ اقبال احمد زخمی ہو گیا۔ اس پر میں نے آگے بڑھ کر حملہ آور نوجوان کو پیچھے سے پکڑ لیا۔ حملہ آور اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کشمکش میں میرے ناک کی بائیں جانب آنکھ کے نیچے رخسار پر چاقو کی نوک سے خراشیں آئیں۔ مولوی نور الحق[1]۔ عبد الحکیم جامعہ مبشرین۔ ماسٹر فقیر اللہ۔ قاضی عبد السلام ملک ولایت خان و دیگر مردمان جو نماز پڑھ چکے تھے، نے حملہ آور کو پکڑ لیا۔ اور چاقو بھی چھین لیا حضرت

---

[1] ابوالمنیر نور الحق صاحب

صاحب کو سہارا دیکر قصرِ خلافت میں لے گئے۔ حملہ آور نوجوان یہاں مسجد میں موجود ہے۔ جس نے چُپ سادھ رکھی ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں بتاتا۔ آپ موقع پر پہنچکر فوراً کارروائی فرمائیں۔

خاکسار غلام مرتضیٰ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ ضلع جھنگ

۱۰/۳/۵۴ بوقت ½۴ بجے شام ”

اس اطلاع پر پولیس مسجد مبارک میں پہنچ گئی اور حملہ آور کو اپنی تحویل میں لے لیا۔

حضرت مُصلح موعودؓ کا ایمان افروز پیغام

جماعتِ احمدیہ کے اولوالعزم امام حضرت مصلح موعودؓ نے قاتلانہ حملہ کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ۱۰ ؍ مارچ کی رات کو جماعتِ احمدیہ کے نام اپنے قلم مُبارک سے حسب ذیل برقی پیغام بزبان انگریزی تحریر فرمایا جو اخبار ”المصلح“ کراچی کی ۱۲ ؍ مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں شائع ہُوا۔

'Almuslih Karachi'

"Brethren you have heard about the attack made upon me by an ignorant enemy. May God open these peoples' eyes and make them understand their duty towards Islam and Holy Prophet. My brethren pray to God that if my hour has come Allah may give my soul peace and bestow His blessings. Also pray that God through His bounty may give you a leader better suited to the job than I was. I have loved you always better than my wives and children and was always ready to sacrifice every one near and dear to me to the cause of Islam and Ahmadiyyt. I expect from you and your coming generations also to be so for all times God be with you.

Wassalam

Mirza Mahmud Ahmad

every one near & dear to me to the cause

of Islam & Ahmadiyyat

stop I expect from you

& your coming generations

also to be so for all times

God be with you

Wassalam

Mirza Mahmud

Ahmad

10/5/59 . . . . .

~~He~~ Allah may give my soul peace
& ~~He~~ bestow His blessings
stop also pray that
God through His bounty
may gives you a leader better
suited to the job than I
was stop I have loved
you always & better than
my wives & children & was
always ready to sacrifice

حضرت مصلح موعودؓ کا حملے کے بعد رقم فرمودہ انگریزی پیغام

Almuslih Karachi

Brothren you have heard about the attack made upon me by an ignorant enemy stop May God open these peoples eyes & make them understand their duty towards Islam & holy prophet stop My brothren pray to God that if my hour has come

ترجمہ:۔

"المصلح کراچی۔

برادران! آپ سُن چکے ہوں گے کہ مجھ پر ایک نادان دشمن نے حملہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی آنکھیں کھولے اور اسلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اُن پر جو فرض عائد ہوتا ہے اُسے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

برادران! اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ اگر میرا وقت آن پہنچا ہے تو وہ میری رُوح کو تسکین عطا کرے اور اپنی رحمتیں نازل فرمائے نیز یہ بھی دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ لوگوں کو ایسا لیڈر عطا فرمائے جو اس کام کے لئے مجھ سے زیادہ موزوں ہو۔

میں ہمیشہ آپ سے اپنی بیویوں اور بچوں سے زیادہ محبت کرتا رہا ہوں اور اسلام اور احمدیت کی خاطر اپنے ہر قریبی اور ہر عزیز کو قربان کرنے کیلئے ہمیشہ تیار رہا ہوں۔ میں آپ سے اور آپ کی آنیوالی نسلوں سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں کہ آپ بھی ہمیشہ اسی طرح عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام

مرزا محمود احمد"

امامِ مظلوم پر حملہ کی اطلاع بجلی کی طرح پُورے ربوہ میں پھیل گئی۔ ایک حشر تھا جو بپا ہو گیا ایک قیامت تھی جو ٹوٹ پڑی۔ سینکڑوں احباب دیکھتے ہی دیکھتے احاطہ مسجد مبارک میں جمع ہو گئے۔ ہر آنکھ گریاں اور ہر دل بریاں تھا۔ اور سبھی حضور کی حالت معلوم کرنے کے لئے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ جب اُس روز مغرب کی نماز باجماعت پڑھی گئی تو ہر مسجد گریہ و بُکا اور خشوع و خضوع کا دردناک منظر پیش

ل روزنامہ "المصلح" کراچی ۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء ص ۲۔

کر رہی تھی۔ یہ رات جس درد و کرب اور متضرّعانہ دُعاؤں کے ساتھ گزری اُس کا صحیح نقشہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مندرجہ ذیل شعر سے ہی کھینچا جا سکتا ہے ؎

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں
جُز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

یعنی اس مصیبت کے وقت ہم غریبوں کا علاج سوائے صبح کی دُعا اور سحری رونے کے اور کچھ نہیں[1]

ربوہ سے باہر پاکستان اور بیرونی دُنیا تک اِس ناپاک اور بُزدلانہ حملہ کی خبر پاکستان ریڈیو، بی بی سی لنڈن اور بعض دیگر ممالک کے ریڈیو نے آناً فاناً پہنچا دی جس نے دُنیا بھر کے احمدیوں میں زبردست تشویش و اضطراب کی لہر دوڑا دی۔ جماعتوں میں صدقات اور قُربانیوں کا وسیع سلسلہ جاری ہو گیا اور ہر مُلک کے احمدی نہایت زخم رسیدہ دل کے ساتھ اپنے پیارے امام کی سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے انفرادی اور اجتماعی دُعاؤں میں مصروف ہو گئے۔

اِس موقع پر دُنیائے احمدیت نے سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ذاتِ بابرکات سے جس بے نظیر اور والہانہ عقیدت و محبّت کا نمونہ دکھایا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے گوشہ گوشہ سے ٹیلیفون اور تاروں کا تانتا بندھ گیا۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد جوابی تاروں کی تھی جن میں فوری جواب مانگا گیا تھا۔ اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک برابر جاری رہا۔ مختلف ممالک سے ارمارچ کو جو تار موصول ہوئے اُن میں سے چند ایک کا ذکر کرنا مناسب ہو گا:۔

انڈونیشیا:۔ جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا نے اپنے اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے حضور کی صحت کے متعلق دریافت کیا۔

مشرقی پاکستان:۔ جماعتِ احمدیہ بوگرہ نے حضور کی درازیٔ عمر کی دُعا کرتے ہوئے تار دیا۔

جرمنی:۔ چوہدری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی نے ہمبرگ سے اپنے اضطراب کا اظہار کیا اور حضور کی صحت دریافت کی۔

برما:۔ خواجہ بشیر احمد صاحب نے جماعتِ احمدیہ رنگون کی طرف سے حضور کی صحت کے متعلق دریافت کیا اور لکھا کہ ہم حضور کی صحت کاملہ عاجلہ اور درازیٔ عمر کے لئے دُعائیں کر رہے ہیں۔

سنگاپور:۔ سائق فاروقی صاحب نے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ ہم حضور کی جلد شفایابی اور

---

[1] "الفرقان" ربوہ فروری۔ مارچ ۱۹۵۷ء ص ب

لمبی عمر کے لئے دُعائیں کرتے ہیں۔

سیلون۔لنکا:۔ پریذیڈنٹ جماعتِ احمدیہ کولمبو نے لکھا کہ ہمیں اس خبر سے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ تعالےٰ حضور پر فضل و رحم فرمائے اور صحت کے ساتھ لمبی عمر بخشے۔ نیز درخواست کی کہ حضور کی صحت کے متعلق روزانہ اطلاع دی جایا کرے۔

کینیا کالونی:۔ نیروبی سے مولانا شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ مشرقی افریقہ نے تار دیا کہ مشرقی افریقہ کے تمام احمدی اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر بجالاتے ہیں کہ اُس نے حضور کی حفاظت فرمائی۔ احباب جماعت اجتماعی دُعائیں کررہے ہیں، صدقات دے رہے ہیں اور حضور کی درازیٔ عمر کے لئے دُعاگو ہیں اس طرح نیروبی سے میر سید احمد صاحب نے بھی اپنے اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے حضور کی صحت کی اطلاع بذریعہ تار مانگی۔

یوگنڈا:۔ کلنڈنی سے جناب صالح محمد صاحب نے اس ظالمانہ فعل پر اظہارِ نفرت کرتے ہوئے لکھا کہ حضور کی درازیٔ عمر اور صحتِ عاجلہ کے لئے دعائیں جاری ہیں نیز بذریعہ تار حضور کی صحت اور خیریت کے متعلق خبر دریافت کی۔ کمپالا سے ڈاکٹر لعل دین صاحب نے تار دیا کہ یوگنڈا کے احمدی سخت مضطرب ہیں اور دعاؤں میں لگے ہوئے ہیں۔ حضور کی صحت کے متعلق بذریعہ تار اطلاع دی جائے۔

امریکہ:۔ واشنگٹن سے چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر نے لکھا کہ امریکہ کی احمدی جماعتوں کو دلی صدمہ پہنچا ہے۔ ہم دعاؤں میں مشغول ہیں اللہ تعالیٰ حضور کو جلد صحت عطا فرمائے اور حضور کا حافظ و ناصر ہو۔ واشنگٹن ہی سے امۃ الحفیظ صاحبہ اور نفیس حبیبہ صاحبہ کے تار بھی اس سلسلہ میں موصول ہوئے۔ نیویارک کے احمدیوں نے اپنے تار میں لکھا کہ حضور کی ذاتِ گرامی پر بزدلانہ حملہ سے سخت صدمہ پہنچا۔ اللہ تعالےٰ حضور کا حافظ و ناصر ہو۔

۱۱ر مارچ کے بعد بھی دُنیا کے بہت سے ممالک سے بے شمار تار آئے۔ بالخصوص ہندوستان جس کے ہر صُوبہ سے تار موصول ہوئے۔ چنانچہ قادیان، ریاست مالیرکوٹلہ، صُوبہ بمبئی، صُوبہ یوپی، صُوبہ مغربی بنگال، مالابار، ریاست جے پور، صوبہ بہار وغیرہ مقامات سے بہت سے تار مرکز میں پہنچے اور محکمہ تار کے عملہ پر کام کا اس قدر دباؤ پڑ گیا کہ مسلسل چوبیس گھنٹہ مصروف کار رہنا پڑا۔[1]

بیرونی ممالک کی مخلص جماعتوں نے صرف تار ہی نہیں دیئے بلکہ پاکستان کی مُسلم لیگی حکومت سے بھی پُرزور مطالبہ

---

[1] "المصلح" کراچی ۲۳ر مارچ ۱۹۵۴ء/ ۲۳ر امان ۱۳۳۳ہش صفحہ ۸

کیا کہ اس شرمناک اور گھناؤنے فعل کی، غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائے جس نے دنیا کے لاکھوں احمدیوں کے جذبات بری طرح مجروح کر دیئے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ حملہ یقیناً کسی گہری سازش کا نتیجہ تھا۔[1] چنانچہ جرمنی کے احمدیوں نے پاکستان کے گورنر جنرل ملک غلام محمد صاحب، وزیر اعظم پاکستان محمد علی صاحب بوگرہ، گورنر پنجاب میاں امین الدین صاحب اور وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نون کے نام حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

Your Excellency,

we the Ahmadi Muslims living in Germany heard the heart rending news of an attack made on our most beloved Imam and leader Hazrat Amirul Momineen on the 10th of March. This sad news came to us as a great shock and filled us with feelings of great sorrow and resentment. We consider the benign personality of Hazrat Amirul-Momineen as a living sign of God. His strenuous efforts in connection with the service and propagation of Islam have won appreciation everywhere.

We are much grateful to the Ahmadiyya Community to whom we have the honour to belong and particularly to our beloved Leader Hazrat Amirul Momineen as they acquainted us with the teachings of Islam.

---

[1] اُن دنوں ایڈیٹر صاحب "المصلح" (کراچی) کے نام جو مراسلے اور برقی پیغام موصول ہوئے اُن سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی تھی اور اس ضمن میں بعض واضح قرائن بھی سامنے آئے۔ (المصلح ۱۷-۲۳ امان ۱۳۳۳ ہش)

It is quite evident from the details of the attack that it is not an act of a single human being. There seems to be a great conspiracy behind this act. We therefore request you that a complete inquiry may be a arranged to go into the depth of this conspiracy We also assert with great emphasis that the Government should not fail in its duty to stop these atrocities being committed against the Ahmadiyya Community.

We Beg to Remain,

Sir,

Ahmadi Muslims in Germany

؎

۵ راپریل ۱۹۵۴ء

محترم عزت مآب!

ہم جرمنی میں رہنے والے احمدی مسلمانوں نے اپنے نہایت ہی پیارے امام اور پیشوا حضرت امیرالمومنین پر ۱۰ر مارچ کو ہونے والے حملہ کی خبر سُنی جس نے ہمارے دل پارہ پارہ کر دیئے۔

اِس اندوہناک خبر سے ہمیں سخت صدمہ ہُوا۔ ہم حضرت امیرالمؤمنین کے شفیق وجود کو اللہ تعالےٰ کا ایک زندہ نشان یقین کرتے ہیں۔

خدمت و اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں جو اَنتھک مَساعی آپ نے سرانجام دی ہیں انہوں نے ہر جگہ خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔

ہمیں جماعت احمدیہ کے ممبر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہم اس جماعت اور اس کے محبوب رہنما کے ممنون و شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ فرمایا۔

حملہ کی تفصیلات سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ یہ کام کسی اکیلے آدمی کا نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک منظّم سازش کارفرما نظر آتی ہے۔ اِس لئے ہم آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ اس سازش کی تہہ تک پہنچنے کے لئے مکمّل تحقیقات

؎ رسالہ "ریویو آف ریلیجز" انگریزی (ربوہ) مئی ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۳-۲۴

کا انتظام فرمایا جاوے۔ نیز ہم اس بات کی بھی توقع رکھتے ہیں کہ جو مظالم اس وقت جماعتِ احمدیہ پر رَوا رکھے جا رہے ہیں حکومت اُن کا مکمل تدارک کرنے کے سلسلہ میں اپنے فرائض کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرے گی۔

ہم ہیں آپ کی سلامتی کے دُعاگو

احمدی مُسلمانانِ جرمنی

قاتلانہ حملہ کی خبر قادیان میں

اِس المناک سانحہ کی خبر قادیان میں دوسرے دن ۱۱؍ مارچ ۱۹۵۴ء کو صبح آٹھ بجے بذریعہ ریڈیو پاکستان سُنی گئی۔ یہ خبر کیا تھی، ایک صاعقہ تھی ایک بجلی تھی جو آناً فاناً گری اور اس نے درویشوں کے حلقہ میں کہرام مچا دیا اور اُن کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ جُوں جوں یہ خبر اُن کے کانوں میں پہنچی وہ سب یکے بعد دیگرے دیوانہ وار مسجد مُبارک اور دارالمسیح کی طرف دوڑے ہر درویش سخت پریشان تھا کہ کیا ہُوا۔ اب کیا کیا جائے، ہر شخص چاہتا تھا کہ کاش اس کو قوّت پرواز نصیب ہو تو وہ اُڑ کر اپنے پیارے امام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور حضور کے درد و کرب میں شریک ہو کر اپنے آپ کو اپنے پیارے امام پر سے قربان کر سکے۔ بیت الدعا اور دالان حضرت ام المومنینؓ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے اشکبار آنکھوں اور غمزدہ دل کے ساتھ نہایت سوز و گداز سے اجتماعی دعا کرائی۔ دُعا کے وقت حشر سا بپا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اکثر درویشوں کی آہ و بُکا عرشِ الٰہی تک پہنچ رہی ہے۔

اِس رقت انگیز دعا کے بعد حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے مشورہ سے چوہدری عبدالقدیر صاحب[۱] واقفِ زندگی (کارکن نظارت اُمورِ عامہ قادیان) کو تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے دس بجے گاڑی سے ربوہ بھیجا گیا۔ چودھری صاحب اس سانحے سے متعلق تفاصیل معلوم کر کے ۱۳؍ مارچ کو ۱/۲ ۴ بجے سہ پہر قادیان واپس پہنچے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی مندرجہ ذیل اطلاع بھی بذریعہ تار موصول ہوئی کہ

"سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر ایک نوجوان نے مسجد میں چاقو سے عین اس وقت حملہ کیا جب کہ حضور بعد نمازِ عصر مسجد سے باہر تشریف لے جا رہے تھے زخم تین انچ لمبا اور پون انچ گہرا ہے جس پر مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔ حضور ہوش میں ہیں۔ حضورِ اقدس کے علاوہ دو اور احمدی بھی حضور کو بچانے کی کوشش میں زخمی ہو گئے۔ حملہ آور گرفتار کر لیا گیا ہے احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت

---

[۱] حال ناظر بیت المال (خرچ) صدر انجمن احمدیہ قادیان

وسلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔"

حُملہ درویشوں کو ۹ بجے مسجد مبارک میں جمع ہوکر نماز نوافل پڑھنے اور دُعا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ تمام درویش وضو کرکے بروقت مسجد مبارک میں پہنچ گئے اور مستورات بیت الذکر میں جمع ہوگئیں۔ مسجد میں سب سے پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تار تین بار پڑھ کر سُنایا گیا۔ پھر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے دو نوافل باجماعت پڑھائے جس میں بہت طویل قیام رکوع اور سجود کئے۔ اجتماعی دُعا کی طرح یہ نوافل بھی رقت اور الحاح اور تضرّع کا ایک خاص رنگ لئے ہوئے تھے یہ نماز تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی جس میں نہایت خشوع اور خضوع سے سیدنا المصلح الموعود کی صحت و عافیت، کامل و عاجل شفایابی اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں کی گئیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ ناظر اعلیٰ و امیر جماعت قادیان کے الفاظ میں اس وقت درویشوں کے ..... دُکھ درد کی چیخیں اور آہ و بکا کی آوازیں اس طرح ان کے سینہ سے بُلند ہو رہی تھیں جس طرح آتش فشاں پہاڑ کے شعلے۔ یہ رقّت آمیز نظّارہ الفاظ میں قلمبند نہیں کیا جا سکتا صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا۔

نماز کے بعد صدقہ کی تحریک کی گئی جس پر قریباً ایک سو روپیہ جمع ہوا دو بکرے بطور صدقہ ذبح کے گئے اور بقیہ رقم بیوگان اور مساکین میں تقسیم کر دی گئی۔

ہندوستان کی بیرونی احمدی جماعتوں کو اطلاع پہنچانے کے دو ذرائع اختیار کئے گئے۔ ۱۔ نظارت علیا نے بذریعہ تار تمام بڑی بڑی جماعتوں کو اس حادثہ سے مطلع کیا۔ ۲۔ اخبار "بدر" کی طرف سے ۱۷ مارچ ۱۹۵۴ء کو ایک غیر معمولی نمبر شائع کیا گیا جس میں نہ صرف حملہ کی تفصیلات، حضور کا پیغام اور حضور کی صحت سے متعلق تاریخ وار تازہ اطلاعات درج تھیں بلکہ حضرت مصلح موعود کی مثالی شان آپ کی نسبت خدائی وعدے اور آپ کے عظیم الشان کارنامے اور جماعتی فرائض پر مشتمل نہایت پُراثر مضامین بھی شامل اشاعت کئے گئے تھے[۱]

انڈونیشیا میں حادثہ کی اطلاع

حافظ قدرت اللہ صاحب سیکرٹری احمدیہ مُسلم مشن انڈونیشیا نے لکھا:۔

"جماعت احمدیہ کی تاریخ میں حضور اقدس سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر قاتلانہ حملہ ایک ایسا اندوہناک اور دل ہلا دینے والا سانحہ ہے۔ جس کے تصور سے بھی ایک احمدی کا دل لرز جاتا ہے۔ اس واقعہ کی خبر جونہی احباب جماعت کو پہنچی اور اس

---

[۱] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو اخبار "بدر" قادیان - ۱۴ - ۱۶ امان ۱۳۳۳ ہش / مارچ ۱۹۵۴ء

سے جو کیفیت پیدا ہوتی وہ بیان سے باہر ہے۔ عقیدت مندوں نے اپنے پیارے اور محبوب آقا کی سلامتی کے لئے دردمندی کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی دُعائیں شروع کر دیں اور صدقات کا سلسلہ جاری کر دیا۔ بہت سے مخلصین نے اس غرض کے لئے روزے بھی رکھے اور اخلاص و محبّت کے جذبات کے ساتھ بارگاہِ الٰہی سے اس کے فضل کے طالب ہوئے۔ اکثر جماعتوں نے انفرادی صدقات کے علاوہ اجتماعی قربانیاں بھی دیں۔ چنانچہ جماعت کی طرف سے جو جانور صدقہ کے طور پر ذبح کئے گئے۔ ان کی تعداد ۴۰ کے قریب ہے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حالتِ زار کو دیکھا اور اپنا فضل نازل فرمایا اور حضور اقدس کو اپنے کرم سے رو بسلامت کیا"۔[۱]

دو لبنانی احمدیوں کا دردانگیز قصیدہ

حضرت مصلح موعود پر قاتلانہ حملہ سے مشرقِ وسطیٰ کے مخلص احمدیوں کے قلوب واذہان پر کیا بیتی؟ دو لبنانی احمدیوں ابو صالح السیّد نجم الدّین اور السیّد توفیق الصفدی کے مندرجہ ذیل دردانگیز قصیدہ سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے اس حادثۂ عظمیٰ سے متاثر ہو کر کہا۔

۱۔ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَدَتْكَ نَفْسِي

وَبَعْدَ النَّفْسِ مَا كَانَ افْتِدَاءُ

۲۔ عَلِمْتُ بِمَا جَرَى مِنْ فِعْلِ وَغْدٍ

أُبَيٍّ فِي دَرْبِهِ إِلَّا الشَّقَاءُ

۳۔ شَفَاكَ اللّٰهُ مِنْ جُرْحٍ بِقَلْبِي

لَهُ أَلَمٌ وَلَيْسَ لَهُ دَوَاءُ

۴۔ سِوَى أَنْ تَبْقَ يَا مَوْلَايَ دَوْمًا

مُعَافًى رَغْمَ مَا رَادُوْا وَشَاؤُوْا

۵۔ وَقَدْ حَمَلَ الْأَثِيرُ لَهِيبَ جُرْحٍ

كَوَمْضِ الْبَرْقِ لَيْسَ لَهُ انْطِفَاءُ

۶۔ فَوَافَاكَ الْبَنُوْنَ سِرَاعَ خَطْوٍ

---

[۱] الفضل (لاہور) ۹ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ستمبر ۱۹۵۴ء صٓ

جِهَادُ دَأْبُهُمْ لَا الِانْحِنَاءُ

٧۔ وَقَدْ عَقَدُوا الْيَمِيْنَ بِأَنْ يَثُوْرُوْا
إِذَا لِلْخَصْمِ لَمْ يَطْمِسْ لِوَاءُ

٨۔ تَشُقُّ دُجَى الضَّلَالِ لِتَبْنِيَ صَرْحًا
مَتِيْنُ الْعُمْدِ يَغْمُرُهُ الضِّيَاءُ

٩۔ فَشَرَعَ الْاَحْمَدِيَّةُ فِيْهِ يُعْطٰى
بِوَجْهِ اللهِ مَا وَسَعَ الْعَطَاءُ

١٠۔ أَيَا هَوْلَاىَ يَا مَنْ شَعَّ قَلْبِىْ
بِذِكْرِكَ وَازْدَهٰى مِنِّىَ الرَّوَاءُ

١١۔ رَمَاكَ بِسَهْمِهٖ فَذُّ لَمْ زَنِيْمٌ
أَصَابَ الرُّوحَ مِنَّا وَالْكِلَاءُ

١٢۔ وَمَا عَرَفَ الْخَوُوْنُ بِمَا جَنَاهُ
وَمَا عَرَفَ الْجَحِيْمَ لَهٗ جَزَاءُ

١٣۔ مَلَا بِيْنُ بِذِى الدُّنْيَا تَمِيْدُ
فَلَا تَعْجَبْ فَقَدْ عَمَّ الْبَلَاءُ

١٤۔ تَسْأَلُ عَنْكَ مَحْمُوْدَ السَّجَايَا
وَتَبْتَهِلُ الْمَسَرَّةُ وَالشِّفَاءُ

١٥۔ فَدَتْكَ الْاَحْمَدِيَّةُ يَا إِمَامًا
وَرُوْحِىْ يَا أَمِيْرَ لَكَ الْفِدَاءُ

١٦۔ وَعَافَاكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ جُرُوْحٍ
جُرُوْحًا أَوْدَعَتْ فِى الصَّدْرِ دَاءُ

١٧۔ إِذَا مَا كَانَ مَوْلَانَا بِخَيْرٍ
فَنَحْنُ وَمَا لَكَ الدُّنْيَا سِوَاءُ

۱۸۔ ذَکَرْتُ بِجُرْحِكَ الْفَارُوْقَ لَمَّا
رَمَاهُ الْوَفْدُ وَانْقَطَعَ الرَّجَاءُ

۱۹۔ وَعُثْمَانُ التَّقِيُّ قَتِيْلُ بَيْتٍ
كَذَاكَ عَلِيٌّ اَتْقَى الْاَتْقِيَاءِ

۲۰۔ تَاَسَّى فِيْهِمْ يَا ابْنَ الْمَعَالِيْ
وَلَا تَنْسَ شَهِيْدَ الْكَرْبَلَاءِ

۲۱۔ وَلَا تَجْزَعْ اَيَا كَنْزِيْ وَذُخْرِيْ
فَمَا لِحَوَادِثِ الدُّنْيَا انْتِهَاءُ

۲۲۔ عَلَيْكَ سَلَامُ رَبِّيْ كُلَّ حِيْنٍ
سَلَامٌ مَا بِهٖ قَطُّ رِيَاءُ [1]

ترجمہ:۔

۱۔ اے امیرالمومنین! میری جان آپ پر فدا ہو اور جان سے بڑھ کر کیا فدیہ ہوگا؟

۲۔ ایک شریر، سرکش اور غیر مہذّب شخص نے اپنی حرکت سے آپ کو جو نقصان پہنچایا ہے، مجھے اس کا علم ہوا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس زخم سے شفا بخشے جس کی وجہ سے میرے دل میں ایسا درد ہے، جس کا کوئی علاج نہیں۔

۴۔ بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ہمیشہ صحت مندانہ زندگی بسر کریں اور دشمن اپنے ارادوں میں ناکام ہو۔

۵۔ "تار کے ذریعہ زخم کا شعلہ، جو قائم رہنے والی بجلی کی چمک کی مانند تھا، ہم افرادِ جماعت تک پہنچا۔

۶۔ آپ کے روحانی فرزند تیز قدموں کے ساتھ فوراً آپ کے پاس پہنچے اور یہ لوگ جہاد کے عادی ہیں اور دشمن کے آگے سرنگوں ہونا ان کا شیوہ نہیں۔

۷۔ انہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک دشمن کا جھنڈا سرنگوں نہ ہو ان کے جوش و خروش میں کمی نہ ہوگی۔

۸۔ یہ روحانی ہتھیار گمراہی کی تاریکیوں کو پاش پاش کر دیں گے اور آخر کار ان سے ایسا روحانی محل تیار ہوگا جس کے ستون مضبوط ہوں گے اور جو ہمیشہ پُر نور رہے گا۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور مورخہ ۲۷ ہجرت ۱۳۳۳ ہش / ۲۷ مئی ۱۹۵۴ء صفحہ ۲

۹۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کے رحم سے احمدیت کو ہر ممکن ترقی اور پھیلاؤ عطا ہوگا۔

۱۰۔ اے میرے آقا! تیرے ذکر سے میرے دل میں نُورانی شعاع داخل ہوئی اور میرے چہرے پر رونق آگئی۔

۱۱۔ ایک کمینے اور بدبخت نے تجھ پر تیر چلایا جو درحقیقت ہماری رُوح و جگر میں پیوست ہوگیا۔

۱۲۔ اس مجرم کو معلُوم نہیں کہ اس نے کتنا بڑا جُرم کیا اور وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس جُرم کی سزا جہنم ہے۔

۱۳۔ اس واقعہ سے دُنیا کے لاکھوں انسانوں کو صدمہ ہُوا۔ اے آقا اس واقعہ سے آپ متعجب نہ ہوں کہ بلائیں آتی ہی رہتی ہیں۔

۱۴۔ اے پاکیزہ خصائل امام! تیرے بارے میں کمالات، مجسّم سوال بن رہے ہیں۔ اور مُسرّت و شفا خُود دعاگو ہیں۔

۱۵۔ اے امام! جماعتِ احمدیہ آپ پر قُربان۔ اے امیر! میری جان آپ پر نثار۔

۱۶۔ اے امام! اللہ تعالیٰ آپ کو ان زخموں سے جلد شفا بخشے جنہوں نے میرے سینہ میں مستقل زخم ڈال دیئے ہیں اور مجھے بیمار کر دیا ہے۔

۱۷۔ جب ہمارا آقا خیر و عافیّت سے ہو تو ہمیں ساری دُنیا کی بادشاہت ملنے کے برابر خوشی ہوتی ہے۔

۱۸۔ اے مثیلِ عمرؓ! تیرے زخم سے حضرت عمرؓ کی یاد تازہ ہوگئی جب ایک کمینے نے آپ پر وار کیا اور امید حیات جاتی رہی۔

۱۹۔ اور ایسا ہی حضرت عثمانؓ کی یاد تازہ ہوگئی جو بے گناہ تھے اور گھر کے اندر شہید کئے گئے۔ نیز حضرت علیؓ التقی الانقیاء بھی یاد آگئے۔

۲۰۔ اے جلیل القدر امام! ان بزرگوں کے مصائب ہمارے لئے اسوہ ہیں اور اس سلسلہ میں شہید کربلا حضرت امام حسینؓ کو کون بھلا سکتا ہے۔

۲۱۔ اے آقا! تجھ سے مخفی نہ رہے کہ ہمارے لئے گھبرانے کا کوئی موقع نہیں کیونکہ دُنیا کے حوادث کی کوئی انتہا نہیں۔

۲۲۔ اے سرمایہ حیات! اور اے ذخیرۂ آخرت! تجھ پر ہر گھڑی خدا تعالیٰ کا سلام۔ تجھ پر ہر گھڑی بنی نوع انسان کا مخلصانہ سلام۔

مُسلمان معززین کے قابلِ قدر جذبات

حضرت مصلح موعودؓ پر بزدلانہ حملہ نے نہ صرف احمدیوں کے دلوں کو ہی انتہائی طور پر مجروح کیا بلکہ ہر ملک ہر فرقہ اور ہر مذہب کے شریف النفس مُسلمانوں کو اس سے سخت صدمہ ہُوا۔ بہت سے معزز غیر احمدی احباب ربوہ پہنچے اور انہوں نے اپنے دلی جذبات کا اظہار کیا۔ کئی دوستوں نے اختلافِ عقیدہ کے باوجود تاروں اور خطُوط کے ذریعہ اس سفاکانہ اقدام کے

خلاف احتجاج کیا۔ احتجاج کرنے والوں میں ناموراد باء، قانون دان، ممتاز اطباء، تجّار، سیاسی اور مذہبی رہنما، ماہرینِ تعلیم غرضیکہ ہر طبقہ کے اصحاب شامل تھے مثلاً کراچی کے نامور شاعر جناب ادیب سہارنپوری نے چودھری عبداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ کراچی کے نام لکھا:۔

گرامی جناب قبلہ چودھری صاحب۔ السّلام علیکم

حضرت صاحب پر قاتلانہ حملہ کی اطلاع سے یہاں ہر شخص کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ میں چونکہ مشاعروں کی کثرت کی وجہ سے کئی دن تک ذہنی اور جسمانی طور پر لاپتہ تھا، اس لئے یہ غمناک اطلاع مجھے کافی دیر سے ملی۔ بھائی جان اور گھر کے تمام لوگ رنجیدہ ہیں اور دُعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت صاحب کو جلد صحت یاب فرمائے۔ آمین

سمجھ میں نہیں آتا کہ جو شخص کسی بلند مقصد کے لئے خود کو وقف کر چکا ہو، اور جس کا مرنا جینا اپنے لئے نہیں بلکہ پوری قوم یا مُعاشرہ کے لئے ہو، اس کے متعلق کون بدبخت یہ سوچ سکتا ہے کہ وہ اس کی جان لیکر کوئی کارنامہ انجام دے رہا ہے یا اپنے لئے مُسرّت کی گنجائش نکال رہا ہے؟ مگر کیا کیجئے کہ مُسلمان قوم کی یہ خصوصیّت بھی اس کی دوسری خصوصیات کی طرح اپنی مثال آپ ہے۔ لعنت ہے اُس بدبخت پر اور پھٹکار کور بین پر جو روشنی پر تلوار سے حملہ کر کے خُوش ہو۔ لوگ اسے دیوانہ تو کہہ سکتے ہیں لیکن اس کے لئے دُوسرا کلمۂ خیر ممکن نہیں۔

حضرت صاحب نے عین اس حادثے کے بعد جو بیان دیا ہے وہ حضرت صاحب کی عالی ظرفی، بہادرانہ شان، اور جری روح رکھنے والے انسان کے بالکل شایانِ شان ہے۔ اس بیان میں اپنی تکلیف یا قاتل کی بُرائی کی طرف کوئی اشارہ نہیں، بلکہ رضائے الٰہی پر اپنی ہر چیز قُربان کر دینے کی جھلک ہے۔ میرے جذبات اگر آپ حضرت صاحب تک پہنچا سکیں تو ممنون ہوں گا۔ چودھری اسداللہ خان صاحب اور چودھری بشیر احمد صاحب کے حادثہ[1] والی اطلاع بھی کافی رنجیدہ تھی۔ خدا کرے یہ حضرات بھی جلد صحت یاب ہوں۔ آمین

حضرت صاحب کی بیگم صاحبہ اور دیگر متعلقین کی خدمت میں خاص طور پر طاہر[2] صاحب کی خدمت میں ہمارے سب کے جذبات اور صحت کی دُعائیں پہنچا دیجئے۔ فقط

آپ کا ادیب سہارنپوری کراچی ۱۴-۳-۵۴

---

[1] ۱۱-۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء کی درمیانی شب کو چودھری اسداللہ خان صاحب امیر جماعتِ احمدیہ لاہور، شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ اور ڈاکٹر محمد یعقوب خان صاحب ربوہ آ رہے تھے کہ چنیوٹ کے قریب کار کے حادثے میں زخمی ہو گئے۔ یہاں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

[2] صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب

جناب ادیب سہارنپوری کے مکتوب کا مکمل متن دینے کے بعد بعض دوسرے معززین کے بکثرت خطوط میں سے بطور نمونہ چند خطوط کے بعض فقرات بھی درج ذیل کئے جاتے ہیں تاکہ آئندہ نسلوں کو بھی اندازہ لگ سکے کہ ۱۹۵۴ء میں انسانی ضمیر اور اسلامی رواداری کی آنکھ کتنی حسّاس اور بیدار تھی اور اس ظالمانہ اور گھناؤنے فعل کو کس طرح انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھا گیا تھا۔

۱۔ پنجاب کے ایک مشہور قانون دان اور لیڈر نے لاہور سے لکھا۔

"آج اخبار میں مَیں نے نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ آپ پر قاتلانہ حملہ کی خبر پڑھی، سخت صدمہ ہُوا..... مُسلمانانِ پاکستان کو متفقہ طور پر اس کی مذمت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسے واقعات امن کو برباد اور اسلامی اخلاق واحکام کے سخت منافی ہیں۔"

۲۔ لاہور سے ایک ماہر معالجات حکیم صاحب نے اپنے خط میں لکھا۔

"یہ کمینہ حرکت دین میں بھی اور دُنیا میں بھی حملہ آور کے لئے نقصان اور ذلّت کا باعث ہوگی خُدا آپ کا حامی و ناصر ہو اور رہے۔"

۳۔ اوکاڑہ کے ایک معزز تاجر نے لکھا۔

"عقیدہ کے اعتبار سے میں آپ کی جماعت کا پیرو نہیں ہوں۔ اس کے باوجود آپ پر کئے گئے اس حملے سے مجھے بہت دُکھ پہنچا ہے۔ خداوند کریم کا احسان ہے کہ اس کی قُدرت نے آپ کو اپنی امان میں رکھا۔"

۴۔ آزاد کشمیر کے ایک مذہبی لیڈر نے لکھا۔

"ناہنجار حملہ آور کا یہ فعل نہایت مذموم اور قبیح اور سفاکانہ و ظالمانہ قابل مذمّت و نفرت ہے۔ محض اختلاف عقائد کی بناء پر یہ بیّن بُزدلی و شقاوت و بہیمیت ہے..... ہر شریف و سلیم العقل کی نظر میں ایسی مجنونانہ حرکات غیر واجب و ناپسندیدہ ہیں۔ میں فرقہ جعفریہ اثناعشریہ کا فرد ہوں۔ اور اس مظلوم قوم و مذہب سے تعلق رکھنا اور منسلک رہنا ہی باعثِ نجات سمجھتا ہوں۔ جو تیرہ سو سال سے ہر زمانہ میں ہر قسم کے مظالم صبر و سکون سے برداشت کرتا رہا ہے۔"

۵۔ سیالکوٹ سے ایک معزز عہدیدار نے اپنے خط میں لکھا۔

"جناب والا کی قیمتی جان پر کمینہ اور بزدلانہ حملہ کی خبر مجھ پر بجلی کی طرح گری اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی عمر عطا فرمائے تاکہ آپ انسانیّت کی رہبری کر سکیں۔"

۶۔ راولپنڈی سے ایک مشہور ایڈووکیٹ نے لکھا:۔

"گو میں خود احمدی نہیں ہوں لیکن میں اس امر کا قائل ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور ایک ایسی جماعت پیدا کی ہے جو اسلام کے اصولوں پر چلنے کی کوشش اپنے خیال کے مطابق کر رہی ہے آج "کوہستان" اخبار میں آپ پر حملہ کا پڑھ کر بڑا قلق ہوا اس ناپاک حملہ کی مذمت جس قدر کی جائے کم ہے۔"

۷۔ جہلم سے ایک ڈاکٹر صاحب نے لکھا:۔

"جس بدبخت نے یہ مکروہ فعل کیا ہے۔ خدائے قہار وجبّار اس سے انتقام لیگا اور ضرور لیگا۔ شکر ہے پروردگار کا کہ زخم مہلک نہیں ہے۔ خدائے غفور الرّحیم کو ابھی آپ سے دین اسلام کا کام لینا منظور ہے۔ میں آپ کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا اور نہ ہی میں احمدی ہوں۔ مگر جب میں نے یہ جانکاہ خبر پڑھی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو بچا لیا۔"

۸۔ کراچی سے ایک معزز بزرگ نے (جو ایک ملک کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور اب پاکستان کی رعایا میں) لکھا:۔

"دیروز در روزنامہ "جنگ" خوانده دلم را خیلے تکلیف رسید کہ کدام شقی القلب باعث ہلاکتِ جان عزیز میخواست شدن مگر ناکام گشت۔ خدا در حفظ و امن خود نگہ دارد و چنیں ابلیسے را بکردارش برماند۔ امید دارم کہ بزرگوارم از خیریتِ خود مطلع خواہند نمائند تا کہ باعثِ تسلی گردد۔ پروردگار مردانِ کار را در حفظ وامان خود نگاه دارد۔"

۹۔ ضلع سیالکوٹ سے پاکستان کے ایک مشہور ماہر تعلیم نے لکھا:۔

"افسوس ہے کہ ملک میں مذہبی رواداری بہت کم ہے۔ اور بے خبر نوجوان گمراہ کُن پروپیگنڈا کے اثر کے نیچے آجاتے ہیں۔"

۱۰۔ پنجاب کے ایک مشہور مصنّف نے اپنے ایک خط میں لکھا:۔

"یہ پڑھ کر کہ جناب صدر جماعت پر کسی بے دین اور گمراہ شخص نے حملہ کر کے ان کو زخمی کیا نہایت رنج و قلق ہوا۔ یہ یقین کامل ہے کہ ایسے مصائب پر صبر وتحمّل سے کام لیتے ہوئے جماعت کا اپنی تبلیغ دین کی کوششوں کو جاری رکھنا ہر حالت میں جماعت کی ترقی وکامیابی پر منتج ہوگا۔"

۱۱۔ کراچی سے پاکستان کی ایک بہت بڑی تجارتی کمپنی سے تعلق رکھنے والے ایک معزز دوست نے لکھا:۔

"ہمارے بدنصیب ملک میں جہالت کیوجہ سے مذہبی رواداری کا عدم وجود تعصب و تنگ نظری کی فراوانی اور جہاں مذہبی جذبات کی تشنگی صرف انسانی خون سے ہی بجھائی جا سکتی ہو۔ انسانیت کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ ہمارے ملک کے اخبارات کو بالاجماع اس کی مذمّت کرنی چاہیئے تاکہ ایسے حادثاتِ فاجعہ کا اعادہ نہ ہو۔"[1]

۱۲۔ ایک سٹی مسلم لیگ کے صدر نے لکھا:۔

"میں نے اخبارات میں جناب پر ایک سفاکانہ حملہ کی بابت پڑھا کوئی ذی فہم شخص ایسے ذلیل اقدام کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتا خدائے بزرگ و برتر کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ وہ عاقبت نااندیش اپنے سفّاک ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ المناک واقعہ جہاں حملہ آور کی انتہائی شقاوت قلبی اور بدفطرتی پر دلالت کرتا ہے وہاں ہمارے ملک کی بدقسمتی اور تاریک مستقبل کے خطرہ کو نمایاں کرتا ہے۔ کیونکہ ایسے وحشیانہ رجحانات یقیناً سوسائٹی کے لئے مہلک اور تباہ کن ہیں"۔

۱۳۔ پاکستان کے ایک مشہور شیعہ لیڈر نے لکھا:۔

"اُمید ہے کہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے آپ کی طبیعت اب ماشاء اللہ بہت اچھی ہو گی۔ خُدا نے بڑا فضل کیا اور جس شخص نے بھی یہ بیہودگی کی اس نے بہت بُرا کیا۔ میں نے اُسی دن ایک تار بھی مزاج پُرسی کا دیا تھا۔ لیکن جواب سے محروم رہا۔ میں تو اُسی وقت ربوہ پہنچتا مگر یہاں کے حالات نے مجھے مجبور کر رکھا تھا۔ انشاء اللہ عنقریب مزاج پُرسی کے لئے حاضر ہوں گا۔"

۱۴۔ حکومت کے ایک گزٹیڈ افسر نے لاہور سے لکھا:۔

"مجھے یہ سُن کر انتہائی صدمہ ہوا۔ کہ جناب والا کی ذات پر انتہائی کمینہ حملہ کیا گیا۔ لیکن یہ معلوم کر کے تسلی ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جناب کو محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے پیاروں کو ابتلاؤں میں ڈالتا چلا آیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ بھی ایک ابتلا تھا جس سے آپ کے درجہ کے لوگوں کو گذرنا پڑا۔ سچ کا بول بالا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقصد میں کامیاب کرے جس کے لئے اس نے آپ کو پیدا کیا اور ہمیشہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔"

---

[1] الفضل ۲۳ر مارچ ۱۹۵۴ء ص ۱

۱۵۔ حکومت پاکستان کے ایک ریٹائرڈ گزیٹڈ آفیسر (جو بڑی ذمہ داری کے عہدہ پر متعین تھے) نے لکھا:۔

"آپ پر قاتلانہ حملہ کی خبر اخبارات میں پڑھ کر جس قدر تشویش ہوئی میں اسے الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بارگاہ عالی میں سر بسجود ہو کر شکریہ ادا کیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ کی جان بچا لی اور بزدل ملزم اپنے ناپاک عزائم میں ناکام رہا۔ الحمد للہ۔ دُعا کرتا ہوں کہ شافی مطلق آپ کو شفا کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

لاہور میں تمام ذمہ دار اخبارات میں اس حملہ کی مذمت کی گئی ہے اور ان دنوں ہزاروں کی تعداد میں خطوط موصول ہو رہے ہوں گے۔ لیکن براہ کرم مجھے بھی اپنی صحت کی نسبت مطلع فرمائیں۔ اخبارات کی خبروں سے تسکین نہیں ہوتی"۔

۱۶۔ لاہور کے ایک معزز تاجر نے لکھا:۔

"معلوم ہوا ہے کہ کسی شخص نے آپ کے اوپر وار کیا ہے۔ مگر خداوند کریم نے آپ کو محفوظ رکھا ہے۔ اور اب صحت اچھی ہے۔ خداوند کریم فضل کرے۔ میں بیمار ہوں۔ ورنہ خود حاضر ہوتا۔ اس لئے اپنے عزیز کو آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ ان کے آنے پر دل کو تسلّی ہو گی"۔

۱۷۔ ایک ریٹائرڈ سی۔ ایس۔ پی آفسر کراچی نے لکھا:۔

"مجھے یہ خبر پڑھ کر دلی رنج و افسوس ہوا۔ کہ آپ پہ بزدلانہ حملہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ اس نے آپ کو محفوظ رکھا۔ مجھے آپ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے"۔

۱۸۔ ایک ایم۔ ایل۔ اے نے اپنے خط میں لکھا:۔

"آپ پہ حملہ سے بے حد پریشانی اور افسوس ہوا۔ باری تعالیٰ نے بے حد فضل و کرم کیا ہے کہ آپ اس بزدلانہ اقدام سے محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوم کی رہنمائی کیلئے زندہ و سلامت رکھا۔ مولیٰ کریم آپ کا سایہ تا دیر سلامت رکھے"۔[1]

پنجاب کے مذہبی لیڈروں کی طرف سے قاتلانہ حملہ کی مذمت | لاہور کے ممتاز مذہبی لیڈروں کی

---

[1] الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۵۴ء ص ۲

طرف سے قاتلانہ حملہ کی واضح لفظوں میں مذمت کی گئی چنانچہ لکھا۔

۱۔ خطیب مسجد وزیر خان مولانا ابوالحسنات نے اس سلسلہ میں ایک بیان میں کہا کہ

"اسلام اپنے پیروں سے ایک اثباتی اور عادلانہ نظام کی حتمی ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے۔ جو ختم نبوّت کا عملی نفاذ اور دین کی اصلی عظمت کا اہتمام ہے۔ مشرقی بنگال کے افسوسناک واقعات کے بعد ربوہ کا یہ واقعہ اسلامی احساس ذمہ داری کے مؤثر نفوذ میں جس کمی کا پتہ دیتا ہے۔ وہ بے حد رنجدہ اور تعجّب خیز ہے۔ ایسے اقدامات نہ صرف امن کو برباد کرنے والے ہیں، بلکہ اسلامی اخلاق واحکام کے مخالف ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ حکومت اور عوام اس بارہ میں ذمہ دارانہ عاقبت اندیشی سے کام لیں گے اور سدّباب کی ایسی مؤثر تدابیر اختیار کریں گے جو ان تمام امکانات کو ختم کرے جو تشدّد وظلم کا موجب بن سکتے ہیں۔"

۲۔ مولانا داؤد غزنوی نائب صدر جمعیّت العلماء اسلام نے کہا

"میں نے نہایت افسوس کے ساتھ آج کے اخبارات میں مرزا بشیرالدّین محمود پر قاتلانہ حملہ کی خبر پڑھی۔ حملہ آور کے متعلق ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ کون شخص ہے۔ اور کس جماعت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ حملہ آور مرزا صاحب کی جماعت کے اس حصّے سے تعلق رکھتا ہو جسے مرزا صاحب کی ذات سے شدید اختلافات ہیں یا یہ حملہ مرزا صاحب کی جماعت اور عام مسلمانوں کی چپقلش کا نتیجہ ہو۔ بہرحال ملک میں کوئی گوشہ فکر ایسا نہ ہوگا۔ جو اس قسم کی متشدّدانہ حرکات کو پسند کرتا ہو۔ میری یہ قطعی رائے ہے۔ کہ مذہبی یا سیاسی اختلافات کی بنا پر قاتلانہ حملوں یا تشدّدانہ کارروائیوں کی اگر اجازت دی گئی یا حوصلہ افزائی کی گئی۔ تو فسادات کا نہ ختم ہونیوالہ سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ اور یہ ملک وملّت کے لئے ناقابلِ تلافی نقصان کا باعث ہوگا۔ اس لئے غیر مبہم الفاظ میں میں اس افسوسناک واقعہ کی مذمت کرتا ہوں۔ اور یہ قطعی رائے رکھتا ہوں۔ کہ اس قسم کی تشدّدانہ سرگرمیاں مسائل کے حل کرنے میں کسی طرح مدد نہیں دے سکتیں۔ بلکہ سراسر نقصان دہ ہوتی ہیں۔ کیونکہ تشدّد کو روکنے کے لئے زیادہ سے زیادہ تشدّد کرنا پڑتا ہے۔ اور معمولی تشدد کے مقابلہ میں وسیع پیمانہ پر تشدّد کیا جاتا ہے۔ اس وقت وہ اندھا اور بہرہ ہوتا ہے اور قصوروار اور گنہگار کا امتیاز نہیں کرتا۔ اور قوم بحیثیت مجموعی نقصان عظیم کی متحمل ہوتی ہے۔"

آل مسلم پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل کے رکن ماسٹر تاج دین انصاری نے اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ

"ہم اس احمقانہ فعل کی سخت مذمت کرتے ہیں کیونکہ عقیدہ ختم نبوّت کا ایسی حرکتوں سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ نے مزید کہا کہ ہم ہمیشہ تشدّد کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ خواہ وہ کسی طرف سے ہو۔ اور آئندہ بھی ہم تشدّد کی مذمت کرتے رہیں گے۔" [1]

۳۔ سابق سالار جیوش احرار اسلام پنجاب جناب الحاج محمد سرور صاحب نے بیان دیا کہ

"مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلافات اور نوعیت کے ہیں ان کی آڑ لے کر کسی جماعت کے سربراہ پر قاتلانہ حملہ کرنا نہ صرف غلط اقدام ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی بھی ہے۔" [2]

برصغیر پاک و ہند کے پریس کا زبردست احتجاج

اس سانحہ ہوشربا پر برصغیر پاک و ہند کے پریس نے احتجاجی ادارئے سپرد قلم کئے جن میں سے بطور نمونہ بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

مغربی پاکستان

۱۔ روزنامہ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" (لاہور) نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء میں لکھا۔

Dangerous Creed

The attack on the life of the Head of the Ahmadiyya Community at Rabwah will be condemned by all right-thinking men as an act of religious fanaticism which has not only no sanction in Islam but is, in fact, a gross libel on this great religion which gave humanity 14 centuries ago the gospel for freedom of conscience, tolerance and respect for honest differences of views which today form the rallying values of the democratic world. A religion which teaches: "there shall be no compulsion in religion", whose Founder had the breadth human sympathies to invite Christians to hold sunday service in his own mosque and who rose to his feet to show respect to

---

[1] نوائے وقت ۱۳ مارچ ۱۹۵۴ء   بحوالہ "الفرقان" احمد نگر ربوہ فروری۔ مارچ ۱۹۵۴ء ص ۵

[2] نوائے وقت (لاہور) ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء صلا

a Jews' funeral, cannot possibly have anything in common with the Mulla creed that apostates must be put to death. Carried to its logical conclusion every Muslim must rush at the throat on a fellow-Muslim for there is no sect which has not been declared Kafir and apostate by some other sect. It is time the Ulema revised this dangerous creed pregnant with the most deadly germs to scatter Pakistan's solidarity to the four winds. As a matter of fact the brotherhood of all Muslims irrespective of sects or schools should have been the corner-stone of Pakistan's constitution. If it is a fact that Pakistan can stand only on the foundation of unity, it is equally a fact that the Kalima-e-Tayyeba which is common to all Muslims can alone be the corner-stone of the unity.

(Civil & Military Gazette : March 12, 1954)

ترجمہ:-

مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی زندگی پر جو حملہ کیا گیا ہے۔ وہ ملک کے سمجھ دار طبقہ کے نزدیک ایک مجنونانہ فعل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ نہ صرف شریعت اسلامی میں اس کا کوئی جواز نہیں۔ بلکہ یہ اس مذہبی رواداری کی رُوح کے بھی خلاف ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے اس دُنیا کو عطا ہوئی تھی۔ آج بھی وہ آزادیٔ ضمیر کا پیغام جو چودہ سو سال پہلے دُنیا کو دیا گیا تھا جمہوریت کی بُنیاد ہے۔ وہ مذہب جو یہ سکھاتا ہے۔ کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ اور جس کے بانی نے یہاں تک

وُسعتِ قلبی کا ثبوت دیا کہ اس نے عیسائیوں کو اپنی مسجد میں اپنی عبادت ادا کرنے کی اجازت دی۔ اور جو ایک یہودی کے جنازے کے احترام کے طور پر کھڑا بھی ہو گیا۔ وہ یقیناً آج کے ملّا ازم کے شدید خلاف ہے۔ آج کا ملّا ازم یہ چاہتا ہے۔ کہ اس کے ساتھ اختلاف کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اگر اس اصول پر عمل کیا گیا۔ تو غالباً پاکستان میں کسی کا گلا بھی سلامت نہیں رہے گا۔ کیونکہ کوئی ایسا فرقہ نہیں جس نے دوسرے فرقے کو کافر اور مُرتد نہ قرار دیا ہو۔ ابھی وقت ہے کہ ہمارے علماء اس قسم کی خطرناک فرقہ وارانہ ذہنیّت پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ کیونکہ یہ وہ ذہنیّت ہے۔ جو پاکستان کی سالمیّت پر ضرب کاری کی حیثیّت رکھتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمام پاکستانی مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور انہیں ملک کے نظام میں برابری کا درجہ حاصل ہے۔ اگر ہمارا مقصد یہ ہے کہ تمام پاکستان وحدت کی مضبوط بُنیاد پر کھڑا ہو جائے۔ تو پھر ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ کلمہ طیّبہ ہی ہماری وحدت کی بُنیاد بن سکتا ہے۔

۲۔ روزنامہ "پاکستان ٹائمز" لاہور نے اپنے ۱۳ر مارچ ۱۹۵۴ء کے ایڈیٹوریل نوٹ میں لکھا:۔

Editorials on the Rabwah Incident

(Excerpts)

The recent attempt on the life of Mirza Bashir-ud-Din Mahmud Ahmad, Head of the Ahmadiyya Community, will undoubtedly be condemned by every section of opinion in Pakistan. It is not yet known whether the assailant was motivated by a personal grudge or prompted by his strong disapproval of the religious or political activities of the Ahmadiyya community. In the former case the Rabwah incident has no more significance than any other similar crime; but if the young man was guided by his political and religious convictions, his action deserves the serious attention of all those who are in a position to influence and mould public opinion. However

strong such differences of opinion may be, the use of the dagger or the bullet to further a particular point of view cannot be tolerated or justified. It should also be realised that individual terrorism usually defeats the very purpose for which it is employed and often produces repercussions contrary to those derived. We fully endorse the statements on the Rabwah incident given by Maulana Abul Hasanat, Maulana Daood Ghaznavi, and Master Taj-ud-Din Ansari and earnestly hope that all Pakistanis will discourage the development of a trend which can do untold harm to the country.

(The Pakistan Times : March 13, 1954)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعتِ احمدیہ پر جو قاتلانہ حملہ ہوا ہے۔ بلاشبہ ملک کی رائے عامہ کے ہر گوشے سے اس کی شدید مذمت کی جائے گی۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ قاتل کا کوئی ذاتی عناد اس فعل کا محرک تھا یا جماعت احمدیہ کی مذہبی یا سیاسی مساعی سے شدید اختلاف کی بنا پر اُس نے ایسا کیا ہے۔ اوّل الذکر صُورت میں ربوہ کا یہ حادثہ اسی نوعیت کے دوسرے جرائم سے کوئی زیادہ اہمیّت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر اسی نوجوان کے سیاسی یا مذہبی عقائد اس کا باعث بنے ہیں تو یقیناً اِن تمام لوگوں کو جو صاحب اثر ہیں اور رائے عامہ کو سدھار سکتے ہیں۔ اس طرف اپنی پُوری توجہ کرنیکی ضرورت ہے۔

اختلاف رائے کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، لیکن ایک خاص نقطۂ نظر کی خاطر گولی یا خنجر کا استعمال کبھی بھی مبنی بر انصاف اور دُرست نہیں سمجھا جا سکتا، یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ انفرادی دہشت انگیزی عموماً اس مقصد کو فوت کر دیتی ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے ایسا اقدام کیا گیا ہو، بلکہ اکثر اوقات اس مقصد کے بالکل برعکس نتائج پیدا کرتی ہے۔

ربوہ کے اس حادثہ کے متعلق مولانا ابوالحسنات، مولانا داؤد غزنوی اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے جو بیانات دیئے ہیں، ہم اس کی پوری تائید کرتے ہیں اور اس بات کی کلّی اُمید رکھتے ہیں، کہ ہر پاکستانی اس قسم کے رجحانات کو جس سے

ملک کو ناقابل بیان نقصان پہنچ سکتا ہے، ہرگز بڑھنے نہیں دے گا۔

۳۔ اخبار "مغربی پاکستان" (۱۳؍مارچ ۱۹۵۴ء) نے اپنے ایڈیٹوریل نوٹ زیرعنوان "افسوسناک حرکت" میں لکھا۔

"قادیانی عقائد سے شدید اختلاف رکھنے کے باوجود ہمیں یہ خبر پڑھ کر سخت رنج ہوا کہ مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان پر کسی نامعلوم نوجوان نے حملہ کر دیا ہے۔ ہمارا یہ سوچا سمجھا ہوا مؤقف ہے کہ عقائد کا اختلاف سراسر ذاتی مسئلہ ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے عقائد کا اختلاف ذاتیات سے قومی اور اجتماعی مسئلہ بھی بن جائے۔ تب بھی کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ اپنے مخالف کو بالجبر اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے اور خنجر و سنان کو اپنے مؤقف کی دلیل بنانے پر اصرار کرے۔ اس کے علاوہ یہ حرکت انتہائی غیر اسلامی ہے۔ اسلام کا سب سے شاندار اور انتہائی مستحسن اصول یہی ہے کہ دوسرے دین کے کسی بزرگ کے خلاف گستاخی نہ کی جائے اور کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے دوسرے فرقہ والوں کے جذبات کو ٹھیس لگے۔ اور اسلام کی اس واضح اور غیر مبہم تعلیم کے پیش نظر بھی مذکورہ نوجوان کی جاہلانہ اور دیوانگی کی حرکت مستحسن نہیں سمجھی جائے گی۔ اور پاکستان کے فہمیدہ طبقے کا کوئی فرد اس حرکت کی تائید نہیں کرے گا۔"[1]

۴۔ روزنامہ "ملت" لاہور نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۳؍مارچ ۱۹۵۴ء میں قاتلانہ حملہ کے عنوان سے ذیل کا اداریہ لکھا۔

"قاتلانہ حملہ"

"امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پر کسی نامعلوم نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ لیکن تادم تحریر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حملہ آور کس فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اور آیا یہ حملہ کسی ذاتی رنجش کا نتیجہ ہے یا اسی فرقہ وارانہ مناقشت کا ایک اور افسوسناک مظاہرہ ہے جس کے شعلوں نے پارسال پنجاب کے اس دامان کو خاکستر کر ڈالا تھا۔ بہرحال آنا ظاہر ہے کہ یہ حملہ کسی اختلاف رائے ہی کی بنا پر ہوا ہے۔ لیکن اختلاف رائے کا ازالہ قاتلانہ حملوں کے ذریعے سے اول تو ممکن نہیں۔ اگر ہو بھی تو اُسے کسی صورت میں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ کیونکہ "چھرا سیاست" چل نکلے تو جمہوریت انجام کار خود اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا کاٹ لینے پر مجبور ہو جایا کرتی ہے۔

ان حالات میں کوئی ہوشمند انسان اس حملہ کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جو بزدلانہ ہی نہیں۔

---

[1] بحوالہ الفرقان۔ فروری۔ مارچ ۱۹۵۴ء ص۴

غیر مآل اندیشانہ بھی تھا۔ ہمیں یقین ہے کہ اس جمہوریت کُش رجحان کے ہولناک نتائج کو دیکھتے ہوئے پاکستان کے تمام فرقے اور جماعتیں یک زبان ہو کر اس کی مذمت کریں گی۔ تاکہ اس تباہ کن ذہنیت کے جراثیم پروپیگنڈا کی زہر آلود فضا میں پرورش پا کر معاشرے کے رگ وپے میں پوری سُرعت وشدّت سے سرایت کرنے کی بجائے اپنی موت آپ ہی مر جائیں۔“ ؎۱

۵۔ روزنامہ ”تعمیر“ راولپنڈی (۱۳ مارچ ۱۹۵۴ء) نے ”مرزا بشیر الدین پر حملہ“ کے زیرِ عنوان حسب ذیل شذرہ شائع کیا:۔

”احمدی فرقہ کے راہ نما مرزا بشیر الدین محمود پر حملہ کی خبر پڑھ کر ہر صحیح الخیال مُسلمان کو رنج ہؤا ہوگا۔ اگرچہ حملہ آور کے متعلق ابھی تک کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی لیکن وہ جس فرقہ اور عقیدہ سے بھی تعلق رکھتا ہو اس کی حرکت بلاشبہ مذموم ہے۔ اور اگر اس نے یہ کام کسی مذہبی جوش کی بنا پہ کیا ہے تو یقیناً اس نے اپنے مذہب کی تعلیمات کو غلط سمجھا ہے۔ اور ان کے خلاف عمل کر کے اس مذہب کے پیروکاران کو شرمندہ کیا ہے ...... مذہب اور عقائد کے اختلافات اور دوسروں کے نظریات پر ناپسندیدگی کے اظہار کیلئے تشدّد کے طریقے اختیار کرنے کو دُنیا کے ہر مذہب نے بُرا ٹھہرایا ہے۔ لیکن اسلام نے جس کا پیغام امن وسلامتی اور رواداری کا پیغام ہے۔ ایسے طریقوں کی خاص طور پر مذّمت کی ہے۔ ذاتی خواہشات کی بُنیاد پر اور رنجش کے اظہار کیلئے بھی ایسے طریقوں کا استعمال ہر سوسائٹی اور ہر قانون میں ممنوع رہا ہے۔ لیکن مذہبی یا سیاسی نظریات کی بُنیاد پر ایسے افعال اور بھی زیادہ مکروہ سمجھے گئے ہیں کیونکہ اس سے پُوری سوسائٹی پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اِسی لئے ہم اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے یہ اُمیّد کرتے ہیں۔ کہ حملہ آور کا یہ اقدام کسی مذہبی جذبہ کا نتیجہ نہیں تھا۔ ہمیں یہ بھی اُمید ہے۔ کہ ہمارے مذہبی رہنما اس قسم کے واقعات کے اعادہ کو روکنے کے لئے عوام کی ذہنی اور اخلاقی اصلاح کی پوری کوشش کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے انفرادی واقعات کا مذہبی تعصبات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لیکن ایک اسلامی ملک کے شہری ہونیکی حیثیّت سے مختلف مذہبی عقائد رکھنے والوں اور اقلیّتوں کے بارہ میں ہم پر خاص احتیاط ضروری ہے کیونکہ ایسے تمام لوگوں کی حفاظت ہم پر مذہب کی طرف سے بھی واجب ہے۔“ ؎۲

؎۱ ص۳ و ص۶ ؎۲ بحوالہ الفرقان فروری۔ مارچ ۱۹۵۴ء ص۸

۶۔ اخبار "عوام" لائل پور (۱۳ مارچ ۱۹۵۴ء) نے لکھا:۔

"ہم بغیر کسی تمہید کے سب سے پہلے اپنے ان جذبات کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود صاحب پر حملہ خد درجہ قابل مذمت ہے۔" لہ

۷۔ جناب حمید نظامی صاحب ایڈیٹر روزنامہ "نوائے وقت" نے لکھا:۔

"ابھی تک وثوق کیساتھ یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ حملہ آور کون ہے؟ اور اس کا مقصد کیا تھا؛ حملہ کا محرک جذبہ ذاتی تھا یا حملہ آور مرزا صاحب ہی کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے یا اس کے مذہبی عقائد مرزا صاحب سے مختلف ہیں اور حملہ کی وجہ یہ اختلاف ہے؛ تادمِ تحریر کسی سوال کا بھی یقینی جواب نہیں ملا۔ بہرحال ہمیں خوشی ہے کہ مولانا داؤد احمد غزنوی، مولانا ابوالحسنات محمد احمد اور ماسٹر تاج الدین نے غیر مبہم الفاظ میں اس حملہ کی مذمت کی ہے! اور یہ کہا ہے کہ اختلاف عقائد کی بنا پر تشدد کا استعمال ایک نامناسب ناجائز خطرناک اور تعلیماتِ اسلامی کے منافی فعل ہے۔ کوئی فہمیدہ شخص اس معاملہ میں ان حضرات کے خیالات سے اختلاف نہیں کرے گا۔ کہ عقائد کے اختلاف کی بنا پر تشدد کے استعمال کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ تو ایک ایسا خطرناک اور ناپاک چکر شروع ہو جائے گا کہ کسی کی زندگی محفوظ نہ رہے گی۔" ۲ہ

۸۔ کوئٹہ کے ہفتہ وار اخبار "ایثار" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۵۴ء (جلد ۱ نمبر ۱۲) میں "لکم دینکم ولی دین" کے زیر عنوان لکھا:۔

"قادیانی فرقہ کے پیشوا مرزا بشیر الدین محمود احمد پر قاتلانہ حملہ کی اطلاع ملی ہے۔ اب تک اس کا پس منظر معلوم نہ ہو سکا اور نہ اس عقدہ کی گرہ کشائی ہوئی ہے کہ یہ ایک فردِ واحد کا انفرادی فعل تھا یا کسی منظم سازش کا نتیجہ۔ بہرکیف یہ حادثہ انتہائی اندوہناک ہے۔ اور "قادیانیت" سے اختلاف رکھنے کے باوجود ہم اس قسم کی انتہا پسندی کی مذمت کرتے ہیں۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ نظریہ حیات خواہ کیسا ہی ہو کبھی تشدد و قتل و غارت گری سے ختم نہیں ہوا۔ بلکہ حق و باطل طاغوت و ایمان کے تصادم میں ہمیشہ نظریہ اور نظریہ کی آویزش رہی ہے۔ اور جو بھی نظریہ حیات انسانی کے مطابق اور انسانیت کے موافق رہا ہے۔ وہ دوسرے تمام نظریات پر حاوی ہو گیا ہے۔ خود مذہب اسلام نے تشدد و بربریت اور جبر کے خلاف جہاد کی تاکید

لہ بحوالہ الفرقان ربوہ۔ فروری۔ مارچ ۱۹۵۴ء صفحہ ۳ ۔ ۲ہ نوائے وقت ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء صفحہ ۵

کی ہے۔ اور واشگاف الفاظ میں دین میں جبر کرنے کے خلاف فتویٰ دیا ہے سورۃ الکافرون خود رواداری فراخدلی اور بلند حوصلگی کی تعلیم دیتی ہے۔

لکم دینکم ولی دین اِن تمام حقائق و معارف کی روشنی میں موصوف پر حملہ انتہائی شرمناک امر ہے اور ایک مجنونانہ فعل ہے اور اس قسم کے تشدد سے مسائل کا حل تلاش کرنا انتہائی غلط ہے۔"[1]

مشرقی پاکستان

۱۔ مشہور بنگلہ اخبار "ملّت" نے ۱۳ مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں اس حملہ کی مذمت کرتے ہوئے لکھا:۔

"ایک خبر سے معلوم ہوا ہے کہ احمدیہ جماعت کے امام جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد کو ایک غیر معروف دشمن نے لاہور کے ربوہ نامی مقام پر چاقو سے زخمی کر دیا ہے۔ جناب مرزا صاحب پر اس وقت حملہ کیا گیا، جبکہ آپ رات کی نماز کے بعد گھر جا رہے تھے۔ ان کو بچاتے ہوئے دو اور آدمی بھی مجروح ہوئے ہیں۔ یہ خبر دردناک ہے۔ لیکن اس مذموم چال کے پیچھے جو مقصد پوشیدہ ہے۔ وہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ مذہبی امور میں اس قسم کے حاسدانہ طریق کو اختیار کرنا نہایت افسوسناک امر ہے۔ احمدیہ جماعت کے عقائد کے ساتھ ہمارے عقائد کے بہت سے اختلاف رہ سکتے ہیں۔ لیکن اس بنا پر جماعت احمدیہ کے امام پر اس قسم کے مجرمانہ حملہ کی کوئی شخص آزادیٔ ضمیر کے ساتھ تائید نہیں کر سکتا یہ مذموم فعل پاکستان کے لئے بُرے ایام کا آغاز ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس حادثہ کے تحت میں جس قسم کا مذموم ارادہ بھی پوشیدہ کیوں نہ ہو گورنمنٹ اس کی پوری تفتیش کر کے مجرم کو پُوری سزا دینے کا طریقہ اختیار کرے گی"۔[2] (ترجمہ)

۲۔ بنگلہ زبان میں شائع ہونے والے مشہور اخبار "آزاد" ڈھاکہ نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء میں حسب ذیل اداریہ تحریر کیا:۔

احمدی جماعت کے امام حضرت میاں بشیرالدین محمود احمد کو ایک شریر النفس نے چاقو سے حملہ کر کے نہایت کاری ضرب لگائی ہے۔ لاہور کی ایک خبر سے ظاہر ہے کہ وہاں امن عامہ میں خلل واقع ہونے کے خوف سے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ ہم اس قسم کے بزدلانہ حملہ کی مذمت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم امید کرتے

---

[1] بحوالہ الفضل یکم اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۱

[2] بحوالہ "بدر" قادیان ۲۱ اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۱

کہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔ ہم سب کی خواہش ہے۔ کہ اس کی وجہ سے پنجاب میں کسی اور جگہ بدامنی نہ پھیلنے پائے۔ نیز ہم اُمید کرتے ہیں کہ گورنمنٹ کی فوری احتیاط اور تعاون سے وہاں امن قائم رہیگا۔"[1] (ترجمہ)

۳۔ مشرقی پاکستان کے اُردو اخبار "انگار" نے زیر عنوان "ایک نازیبا حرکت" لکھا۔

"پاکستان اور بھارت کے ہر سنجیدہ اخبار نے خلیفہ قادیان جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب پر ایک فرد کے حملہ کی سنسنی خیز خبر شائع کی ہے اور مشرقی پاکستان کے بیشتر اخبارات نے اس مذموم حرکت کے خلاف اداریے سپردِ قلم کئے ہیں۔ اس لئے عقائد میں اختلاف کے باوجود ہم بھی صحافتی فرائض ادا کرنے پر مائل ہوئے ہیں یوں تو پیشوایانِ مذاہب اور سیاسی قائدین کی جانیں ہمیشہ خطرہ میں رہتی ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ پاکستان جیسی نوزائیدہ مملکت میں جس کی بُنیاد اعلیٰ ترین روحانی قدروں پر رکھی گئی ہے۔ مذہب یا عقیدہ کے اختلاف میں خنجر کو ثالث بنانا بہت مُضر ثابت ہوگا۔ کیونکہ ہر عمل کا ایک ردِّ عمل ہوتا ہے۔ اور خراب افعال کی تقلید کرنے والے بہت آسانی کے ساتھ بیدار ہو کر تخریبی سرگرمیوں کی وجہ سے اجتماعی امن کے لئے خطرات کا موجب ہو جاتے ہیں۔ سرزمین پاکستان میں اسلام کے نام پر فرقوں کی کثیر آبادی موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ پھل پھول رہی ہے اور سب کو اپنے اپنے عقائد کی پُرامن تبلیغ و اشاعت کا پورا پورا حق حاصل ہے اور اسی وجہ سے پاکستان کی عظمت میں روزانہ چار چاند لگ رہے ہیں۔ احمدیوں اور دوسرے عقائد کے مُسلمانوں کا مسئلہ خالصتہً ایک اختیاری اور عقیدہ کا مسئلہ ہے۔ اور ان کو اسلام کی اعلیٰ ترین تعلیمات کی روشنی میں خود ہی اپنے اپنے افعال کا ذمہ دار ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ ایک فرد کی مجنونانہ حرکت سے کسی پُوری قوم کو اس کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ہم کو اُمید ہے کہ اس حادثہ کو صرف ایک انفرادی حرکت سے تعبیر کیا جائیگا۔ اور احمدی فرقہ کے حضرات اور دوسرے مُسلمانوں کے تعلقات متاثر نہیں ہوں گے۔ ڈان کے نمائندہ مقیم لاہور نے جو رپورٹ روانہ کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ کہ حکومتِ پنجاب نے اس حملہ کے بعد پُورے صوبہ میں احتیاطی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔ تاکہ ایک فرد کے مجنونانہ فعل سے اجتماعی امن کو خطرہ پیدا نہ ہو جائے۔ اور ہم اس کے لئے حکومتِ پنجاب کی انتظامی صلاحیت کی داد دیتے ہوئے تمام

---

[1] بحوالہ "بدر" قادیان ۲۱ اپریل ۱۹۵۴ء ص۱

پاکستانیوں سے پُرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ عقائد میں اختلاف کو شخصی دُشمنی کا محرک بنانے سے گریز کریں۔ اور اسلام کے اس اٹل نظریہ کو پیشِ نظر رکھیں کہ "تم اپنے دین پر ہو اور ہم اپنے دین پر" لا اکراہ فی الدّین وغیرہ ......

"تازہ ترین اطلاع سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد خطرہ کے دور سے گزر چکے ہیں اور پولیس بہت سرگرمی کے ساتھ مصروفِ تفتیش ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ پاکستان میں تمام مذہبی اختلافات کو مباحثوں و مناظروں اور تحقیق سے طے کرنے کی بجائے نفرت اور تشدّد کے ہتھیاروں کو استعمال نہ کیا جائے۔ اس کا نتیجہ مفید ہونے کی بجائے انتہائی مُضر ہو سکتا ہے۔" ؎[1]

آزاد کشمیر ہفتہ وار اخبار "آوازِ حق" (مظفر آباد) نے ۱۲ر مارچ ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں زیرِ عنوان "قابلِ صد مذمّت" لکھا:-

"یہ خبر نہایت افسوس کیساتھ سُنی گئی کہ کسی بدکردار شخص نے احمدیہ جماعت کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد پر قاتلانہ حملہ کیا۔ شکر ہے کہ مرزا صاحب بچ گئے ہیں۔ اور حملہ آور کو برموقعہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ حملہ یقیناً بُزدلانہ حرکت ہے۔ جس کی ہر صائب الرائے انسان مذمّت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کون نہیں جانتا کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت کے عقائد کے ساتھ بہت سے لوگ اتفاق نہیں کرتے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اختلافِ رائے کی بنا پر کسی کی جان لی جائے۔ اور وہ بھی بُزدلوں کی طرح چوری چھپے اور گھات میں رہ کر۔ فرانس کے مشہور انقلابی فلاسفر والٹیئر کا قول ہے:-

"I may disagree with all what you say, but I will fight unto death for your right to say so."

یعنی ایک صحیح جمہوریت پرست اپنے مخالف سے کہتا ہے۔ کہ آپ جو کچھ کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ میرا کوئی اتفاق نہیں ہے۔ لیکن آپ کے اس حق کی کہ آپ میرے خلاف بھی کہتے رہیں حفاظت کرنے کے لئے اپنی جان بھی دے دُوں گا۔ جمہوریت اور رواداری اسی کا نام ہے۔ کہ آپ کسی شخص کے خیالات کے ساتھ اتفاق نہ بھی کرتے ہوں تو بھی آپ اس کو اظہارِ خیال کا موقع دیں۔ جب تک وہ پُرامن طور پر اپنے خیالات کا اظہار

؎[1] بحوالہ بدرؔ قادیان۔ ۱۱ر اپریل ۱۹۵۴ء صـ۱-۲

کرتا ہے۔ اور لوگوں کو تشدّد کی تلقین نہیں کرتا۔ آپ اسے لکھنے، بولنے، چلنے پھرنے کی مکمل آزادی دیں۔ بلکہ اس کی اس آزادی کی بھی حفاظت کریں۔ لیکن محض اختلافِ عقائد کی بنا پر تشدّد اور قتل کی سازش پر اتر آنا اور کسی کے Cold Blooded murder کی کوشش کرنا جمہوریت، انسانیت اور آزادی پر ایک بدترین حملہ ہے۔ جس کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے۔

اگر اس قسم کی حرکتوں کو کچل کر نہ رکھ دیا گیا۔ تو پاکستان میں کسی بھی شخص کی جان محفوظ نہیں ہے۔ بڑے سے بڑے حکمران سیاسی یا مذہبی لیڈر کاروباری آدمی کو ایک بزدل کرائے کا ٹٹو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے۔ برما کے آنگ سان وزیرِ اعظم اور اس کی کابینہ، مرحوم لیاقت علی خان اور مسٹر گاندھی وغیرہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ موجودہ واقعہ کی مکمل تحقیقات کر کے ان اشخاص کو جن کا اس سے براہ راست یا بالواسطہ تعلق ہو، کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔ اور ملک میں رواداری جمہوریّت اور انسانی آزادی کا تحفّظ کیا جائے۔"[۱]

بھارت ا۔ روزنامہ "ملاپ" (نئی دہلی) نے ۱۵ مارچ ۱۹۵۴ء کے ایشوع میں زیرِ عنوان "مرزا صاحب پر حملہ" لکھا کہ:۔

(الف) "پاکستان میں ایک بار پھر ہیجان بپا ہے۔ دس مارچ کی شام کو ضلع جھنگ کے ایک گاؤں ربوہ میں جو پاکستان کے اندر احمدیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد نماز ادا کرنے کے بعد مسجد سے باہر آ رہے تھے۔ کہ کسی "ایماندار مسلمان" نے ان پر چھرے سے حملہ کر دیا۔ اپنی قسمت سے وہ بچ گئے۔ حملہ آور کی کرپا سے نہیں۔"

(ب) "عملی طور پر قادیانی اتنے ہی اچھے مسلمان ہیں جتنے کہ اور لوگ۔ یورپ اور ایشیا کے اندر زمانہ جدید میں اسلام کی تبلیغ کے لئے بیچارے قادیانیوں نے جو کچھ کیا وہ شاید مسلمانوں کا اور کوئی طبقہ کبھی کر نہیں سکا۔ برلن۔ لنڈن اور واشنگٹن میں ہر جگہ آپ کو قادیانی مسجدیں ملیں گی۔ شکاگو میں میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ وہاں کئی ہزار مسلمان رہتے ہیں۔ نسل کے لحاظ سے وہ سب نیگرو ہیں۔ قادیانیوں نے جب دیکھا۔ کہ امریکہ کے نسلی امتیاز سے وہ تنگ ہیں۔ تو انہیں مسلمان ہو جانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اب وہ باقاعدہ مسلمان ہیں۔"[۲]

---

[۱] بحوالہ الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۵۴ء / ۳۰ امان ۱۳۳۳ ہش صـ ۱ - ۸

[۲] بحوالہ الفرقان ماہ فروری۔ مارچ ۱۹۵۴ء ص ۸ - ج

۲۔ اخبار "دلچسپ" (مدراس) نے ۲۰ مارچ ۱۹۵۴ء کے ایشوع میں زیرعنوان "مرزا البشیر الدین محمود احمد پر قاتلانہ حملہ" لکھا۔

"یہ نہایت افسوس ناک ذہنیت ہے۔ کہ معمولی سی معمولی چیزوں کو بڑھا چڑھا کر فتنہ و فساد کا مرکز بنا دیتے ہیں۔ اور اس ملک میں جہاں اسلامی قوانین کے لئے رات دن چیخ و پکار ہوتی رہتی ہے۔ اس اسلام ہی کی خلاف ورزی عمل میں آ رہی ہے۔ یہ مُسلم قوم کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو بُلند بانگ اسلامی دعوے ہوں۔ اور دوسری طرف ان دعوؤں کا ردِّ عمل شروع ہو جائے اس سلسلہ میں حال کی افسوسناک اطلاع سے بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے۔ کہ لاہور سے سو میل کے فاصلہ پر ربوہ نامی مقام پر مولانا البشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ پر دن دہاڑے حملہ ہوا۔ اور وہ بھی کسی غیر قوم کے فرد سے نہیں بلکہ ایک مُسلمان کے ہاتھوں۔ یہاں یہ بتانا ضروری نہیں کہ حملہ کس لئے ہوا لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ حملہ کرنے والا کون ہے؟ اور کس بنا پر اس حملہ کی اس میں جرأت پیدا ہوئی یہ مانی ہوئی بات ہے۔ کہ عام طور پر ذاتی عناد پر ایک دوسرے سے اختلافات رونما ہوتے ہیں اور فساد کی نوعیّت اختیار کر جاتے ہیں۔ اگر بنظرِ غور دیکھا جائے تو یہ اختلاف کسی ذاتی عناد و دُشمنی سے نہیں۔ بلکہ عقائد کے اختلاف کی بنا پر عمل میں آیا۔ یوں تو ہم احمدی نہیں۔ اور نہ ہی ہم یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ کہ احمدی اپنے عقائد کے لحاظ سے مُسلمان نہیں۔ کیونکہ ہمارے پاس ہر وہ شخص مسلمان ہے۔ جس کا کلمہ ہمارا کلمہ ہو۔ جس کی کتاب ہماری کتاب ہو۔ اور جس کا قبلہ ہمارا قبلہ ہو۔ اس ضمن میں ہم یہ کہیں گے۔ کہ ہم نے احمدیوں کے ساتھ رہ کر دیکھا ہے۔ وہ تو آٹھوں پہر تبلیغ کا سَودا اپنے سر میں سمائے پھرتے ہیں اور جہاں بھی جاتے ہیں اور جو بات کرتے ہیں اس میں اسلام ہی اسلام ہوتا ہے۔ اس کا تجربہ تو ہم کو ہمارے نوجوان بخت دوست اور صحافی بھائی جناب کریم اللہ صاحب نوجوان ایڈیٹر "آزاد نوجوان" سے ہو گیا ہے۔ ان کی باتوں سے پایا جاتا ہے۔ کہ احمدی سوائے دین کو دُنیا پر مقدّم کرنے کے اور کسی چیز کو اپنا مقصد نہیں بتاتے ہاں یہ سچ ہے کہ وہ حضرت مسیح ناصری کے متعلق اپنے عقائد ہم سے کچھ جداگانہ رکھتے ہیں۔ لیکن اس بنا پر تو کوئی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ اور نہ اس سے اسلام کے بُنیادی اصُولوں میں کوئی اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ اس سے جُدا ہو کر دیکھا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ وہ ہم سے کہیں زیادہ مذہب اور ملّت کے قائل ہیں اور اپنا جینا اور مرنا بھی تو اس کے لئے بتاتے ہیں۔ اور یہ بات ہے بھی کچھ ایسی کہ ان احمدیوں کے اشاعتِ اسلام والے کارنامے بہت شاندار ہیں۔ جن کا ہم اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مغربی ممالک میں اسلام کی احمدیوں نے ایک بھاری خدمت انجام دی ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے۔ کہ ہم بنگلور

جا رہے تھے کہ اتفاقاً ایک احمدی بھائی سے ملاقات ہو گئی۔ رات بھر کا سفر تو اسلام کی باتوں میں گذرا، اور وہ صاحب جو احمدی تھے۔ برابر وقت پر نماز پڑھ لیتے تھے۔ احمدی بھائی نے تہجد تک کو سفر میں ملتوی نہ کیا اور پھر جب صبح ہو رہی تھی۔ نماز فجر بھی پڑھ لی۔ یہ ایسی چیز ہے جس کو ایک صالح فطرت انسان دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ دراصل بات ہے بھی کچھ ایسی ہی کہ مسلمان اپنی باتوں کا نقشہ اپنے عمل میں کھینچ دیتا ہے اور اس کسوٹی پر ہم نے احمدیوں کو پورے اترتے دیکھا ہے۔ کتنا افسوس کا مقام ہے۔ کہ عقائد کو اختلاف و عناد کا مرکز بنا کر مولانا موصوف کی جان لینے تک کی ٹھان لی گئی۔ کہا جاتا ہے مولانائے موصوف عصر کی نماز پڑھ کر باہر نکلے ہی تھے۔ کہ کسی شقی القلب شیطان نا انسان نے اُن پر چھُرے سے حملہ کر دیا۔ اور یہ وار آپ کی گردن پر پڑا۔ لیکن یہ خُدائے عزّ و جل کی قُدرت کا کرشمہ تھا۔ کہ مولانائے موصوف اس حملہ سے بال بال بچ گئے۔ اس کے بعد حملہ آور کو فوراً دو آدمیوں نے گرفتار کر لیا اس گرفتاری میں ان کے زخم آئے۔ اس حملہ سے دُنیا کی دوسری قومیں کیا نتیجہ اخذ کریں گی۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ مُسلمان جیسی دُنیا کی سب سے بڑی قوم جو ہمیشہ سے رواداری اور مساوات کا درس دُہراتی آئی ہے۔ وہ خود قبل از اسلام کی وحشیانہ حرکات کی حامل ہے۔ کیا ایسے حملے کے بعد دُنیا کی قومیں ہماری طرف سے پیش کئے جانے والی قرآنی ہدایات کو اپنا رہنما بنا سکتی ہیں۔ ایسے جارحانہ عمل کو روکنے کے ہی لئے تو اسلام کا دُنیا میں ظہور ہُوا۔ اگر مسلمان اب بھی سنبھلنا چاہیں تو ان کے لئے موقع ہے کہ ایسے وحشیانہ خیالات کو دُور کر کے اصلاح عمل کی کوشش کریں۔ ورنہ وہ دن دُور نہیں۔ کہ انہیں اعمال کی وجہ سے دُنیا میں ان کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا۔ اور خود بھی تباہ ہو کر رہیں گے۔ اور جب خود مُسلمان اپنی تباہی کے سامان پیدا کر لیں گے، تو ارشادِ خداوندی کے بموجب ان کو تباہی سے ذرا بھی نہیں بچا سکے گا۔"[۱]

حضرت مُصلح موعودؓ کا حقیقت افروز بیان

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے سالانہ جلسہ ۱۹۵۴ء پر اس حادثہ عظمیٰ کی تفصیل پر بڑی شرح و بسط سے روشنی ڈالی تھی جو حضُور ہی کے مبارک الفاظ میں درج ذیل ہے فرمایا:۔

"مارچ (۱۹۵۴ء) کی دس تاریخ کا واقعہ ہے۔ کہ میں عصر کی نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ نماز پڑھ کے

---

[۱] بحوالہ "بدر" قادیان، ۷ اپریل ۱۹۵۴ء

جس وقت میں باہر نکلنے لگا۔ اور دروازہ کے پاس پہنچا۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ میرا ایک پیر باہر آگیا تھا۔ یا نہیں آیا تھا۔ مگر بہرحال میں دروازہ کی دہلیز کے پاس کھڑا تھا۔ کہ پیچھے سے کسی شخص نے مجھ پر حملہ کیا۔ وہ حملہ اس شدت سے تھا اور ایسا اچانک تھا۔ اور پھر چونکہ وہ حملہ سر کے پاس کیا گیا تھا۔ یک دم میرے حواس پر اس کا اثر پڑا۔ اور مجھے یہ نہیں محسوس ہوا کہ کیا ہوا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ جیسے کوئی بڑا پتھر یا دیوار آگری ہے اور اس پتھر یا دیوار کی وجہ سے میرے حواس مختل سے ہوگئے ہیں۔ اس وقت میں اپنے ذہن میں یہ نہیں سمجھتا تھا۔ کہ زلزلہ آگیا ہے یا کیا ہوا ہے۔ بس مجھے یہ سمجھ آتی تھی۔ کہ کوئی بڑی سل میری گردن پر آکے پڑی ہے لیکن ایک حس شعوری ہوتی ہے۔ اور ایک غیر شعوری ہوتی ہے۔ غیر شعوری حس کے ماتحت میں نے اُس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ جس جگہ پر چوٹ تھی۔ پھر مجھے اتنا یاد ہے کہ مجھے یہ دھندلکا سا معلوم ہوا۔ کہ مَیں گر رہا ہوں۔ اور مجھے کوئی شخص سہارا دے رہا ہے۔ چنانچہ جو پہرہ دار تھا۔ اُس نے مجھے گرتے ہوئے دیکھ کر۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس کو پتہ لگ گیا تھا کہ کسی نے حملہ کیا ہے یا اُس کو بھی نہیں پتہ تھا۔ بہرحال اس نے یہ دیکھ کر کہ یہ گر رہے ہیں۔ وہ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور اُس نے اپنا سینہ لگا کے ہاتھ سے مجھے سنبھال لیا۔ اُس وقت مجھے یہ یاد ہے کہ مجھے یوں معلوم ہوا جیسے اس کے کان پر کوئی زخم ہے اور میں یہ سمجھنے لگا۔ کہ شاید وہی پتھر یا سل جو گری ہے وہ اس کو بھی لگی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اُسے یہاں زخم آیا ہے۔ اس اثر کے بعد اس نے مجھے سہارا دیکر باہر کھینچا یا میں دھکے میں باہر آگیا۔ بہرحال مجھے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ جو پتھر گرا ہے اس کے دھکے کی رَو میں مَیں نکل کے باہر آگیا ہوں۔ مسجد کے آگے جو دو تین سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ ان کے اوپر دھکے کے زور میں یا اُس کے کھینچنے سے (شاید اُس نے مجھے بچانا چاہا) میرا ایک پَیر دیوار کے پرے چلا گیا۔ اور ایک ادھر رہ گیا۔ وہ حالت ایسی تھی۔ کہ اگر اس وقت وہ شخص دوبارہ حملہ کرتا۔ تو میں وہاں سے ہل بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس دھکے میں ایک دیوار میری لاتوں کے درمیان تھی اور ایک ٹانگ نیچے اُتری ہوئی تھی۔ اور ایک ٹانگ سیڑھیوں کے اُوپر تھی۔ خیر اتنے میں کچھ لوگ اندر سے باہر نکل آئے اور انہوں نے کھینچ کر مجھے باہر کیا۔ مگر میں ابھی تک اسی احساس کے نیچے تھا۔ کہ شاید کوئی پتھر گرا ہے۔ یا دیوار گری ہے یا خبر نہیں کیا ہوا ہے مگر یہ مجھے محسوس ہوتا تھا۔ کہ ہاتھ میں نے چوٹ کی جگہ پر رکھا ہوا ہے۔ یہ مجھے نہیں پتہ لگتا تھا۔ کہ میں نے ہاتھ کیوں رکھا ہوا ہے اتنے میں اندر سے دوسرے دروازہ میں سے کچھ نمازی نکل کر باہر آگئے۔ اور وہ میرے سامنے کھڑے ہوگئے ابھی تک کوئی چیز مجھے پوری نظر نہیں آتی تھی۔ ان کے چہرے بھی دھندلکے سے نظر آرہے تھے۔ بہرحال

مولوی ابوالعطاء صاحب مجھے نظر آئے۔ تو مَیں نے کہا مولوی صاحب ہُوا کیا ؟ یعنی میں ابھی یہ سمجھ ہی نہیں رہا تھا کہ مجھ پر حملہ ہوا ہے۔ بلکہ مَیں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی پتھر گرا ہے یا زلزلہ آگیا ہے یا معلوم نہیں کیا بات ہوئی ہے اور مَیں یہ پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہوا ہے یہ دیوار اتفاقاً گر گئی ہے یا زلزلہ آیا ہے یا کیا ہوا ہے۔ اس پر انہوں نے اور بعض دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ آپ پر کسی شخص نے حملہ کیا ہے۔ مَیں نے کہا اچھا مجھ پر حملہ کیا گیا ہے اُس وقت مجھے احساس ہوا کہ شاید مَیں نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھّا ہُوا ہے چنانچہ میں نے جب ہاتھ دیکھا تو سارا ہاتھ خُون سے بھرا ہُوا تھا۔ اتفاقاً کسی کو گھر میں خیال آیا اور اس نے لاہور میں میرے لڑکے مرزا ناصر احمد کو فون کر دیا کہ اس طرح حملہ ہُوا ہے۔ مرزا ناصر احمد نے مرزا مظفر احمد کو بتایا جو میرا داماد بھی ہے اور بھتیجا بھی ہے۔ انہوں نے اپنے طور پر دہم نے تو نہیں کہا تھا اور نہ ہمیں خیال تھا) ایک ڈاکٹر کو کہا کہ تم وہاں چلو اور چل کر دیکھو۔ ڈاکٹر امیرالدّین صاحب جو لاہور کے سرجن ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میڈیکل کالج کے یونیورسٹی کے امتحانات ہو رہے ہیں اور کل میں نے لڑکوں کا امتحان لینا ہے۔ اس لئے میں نہیں جا سکتا۔ پھر انہوں نے ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب سے کہا اور وہ ان کو لے کر آ گئے۔ ان کے ساتھ بعض دوسرے ڈاکٹر بھی آ گئے مثلاً ڈاکٹر مسعود صاحب پہنچ گئے۔ ڈاکٹر محمود اختر صاحب جو قاضی فیملی میں سے ہیں۔ (مسعود احمد صاحب بھی قاضی فیملی میں سے ہی ہیں) وہ بھی پہنچ گئے۔ یہ میو ہسپتال میں کلوروفارم دینے پر افسر مقرر ہیں۔ ڈاکٹر یعقوب صاحب غالباً ان سے پہلے آ چکے تھے اور وہ گر بھی گئے تھے۔ شیخ بشیر احمد صاحب ڈاکٹر صاحب اور چوہدری اسد اللہ خان صاحب لاہور سے آ رہے تھے۔ گھبراہٹ میں انہوں نے شاید موٹر تیز چلوا دیا۔ تو موٹر گر گیا۔ جس کی وجہ سے یہ سارے زخمی ہوئے اور قریباً ہر ایک کی ہڈیوں کو ضرب پہنچی کسی کی کہنی کی ہڈی ٹوٹی اور کسی کی سینے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ بہر حال ڈاکٹروں نے زخم کو دیکھا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے نزدیک تو اس کا پھر اپریشن کرنا پڑے گا۔ مَیں نے کہا مجھے اتنی کوفت ہو چکی ہے۔ اور اب رات کے ایک بجے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اگر آپ صبح تک انتظار کر سکیں تو کیا حرج ہے وہ گئے کہ اچھّا مشورہ کر کے بتاتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ڈاکٹر مسعود صاحب میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب کہتے ہیں کہ گردن پر ورم ہے۔ جس سے معلُوم ہوتا ہے کہ اندر خون جاری ہے اور کوئی رگ پھٹی ہوئی ہے۔ اس لئے صبح تک انتظار کرنا خطرناک ہے۔ اگر اور انتظار کیا گیا تو خُون میں زہر پیدا ہو جائے گا۔ اور انہیں اصرار ہے کہ اپریشن ابھی ہونا چاہیئے چاہے رات کے وقت تکلیف بھی ہو گی۔ لیکن اپریشن ضرور کرنا پڑے گا۔ چنانچہ میں اس پر راضی ہو گیا۔ کہنے لگے بیہوش کیا جائے۔ میں نے کہا مجھے بے ہوش نہ کریں۔ یونہی اپریشن کرو۔ خدا تعالیٰ توفیق دے گا۔ اور میں اس کو

برداشت کروں گا۔ چنانچہ ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب آئے، اور خواب آور ٹیکہ لگوادیا۔ پھر ایک گھنٹہ بارہ منٹ تک انہوں نے اپریشن کیا۔ صفائی کی اور خون کے لوتھڑے نکالے۔ انہوں نے بعد میں بتایا کہ حملہ سے ایک بڑا عصبہ کٹ گیا ہے۔ دو درمیانی سائز کی خون کی رگیں کٹ گئی ہیں۔ اور سوا دو انچ گہرا اور سوا دو انچ لمبا حصہ عضلات کا کٹ گیا ہے۔ بہرحال کوئی ایک گھنٹہ بارہ منٹ کام کرنے کے بعد وہ فارغ ہوئے اور صبح چلے گئے۔ دوسرے دن گردن وغیرہ کی درد کی تکلیف رہی اور چونکہ میں گردن کو ہلا نہیں سکتا تھا۔ اس لئے ایک تکیہ ایسا بنا دیا گیا جس کے بیچ میں شگاف کر دیا گیا تاکہ زخم کی جگہ تکیہ پر نہ لگے۔ بہرحال آج کل حفظانِ صحت کے جو قوانین مقرر ہیں۔ ان کے لحاظ سے ایک عرصہ مقررہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے آرام دے دیا۔ پورا آرام تو کوئی بائیس تئیس دن میں آیا۔ لیکن زخم کے ٹانکے شاید آٹھویں یا دسویں دن کھول دیئے گئے۔ خون کے متعلق بھی دوستوں نے بتایا کہ جہاں تک آپ آئے ہیں۔ وہاں تمام جگہ پر جیسے خون کے چھپڑ بنے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اچھے خاصے چھپڑ بنے ہوئے تھے۔

وہ لباس جس پر خون لگا ہوا ہے ہم نے اب تک رکھا ہوا ہے۔ وہ بھی خدا تعالیٰ کے نشانوں کی صداقت کا ایک ثبوت ہے۔ حکومت کی طرف سے ان دنوں بڑی ہمدردی کا اظہار ہوا۔ خود گورنر صاحب کی طرف سے بھی ہمدردی کی گئی۔ وزیر اعظم صاحب کی طرف سے ایک دفعہ دوسرے نے اور پھر انہوں نے خود بھی فون کرکے بات کی۔ اسی طرح کمشنر صاحب بھی آئے۔ ڈی۔ آئی۔ جی بھی آئے۔ ڈپٹی کمشنر بھی آئے سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آئے لیکن حکومتِ ضلع کی مصلحت یہی معلوم ہوتی تھی۔ کہ اس معاملے کو رفع دفع کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک موقع پر ایک بالا افسر نے اس خیال کا اظہار بھی کیا ایسے مقدمات میں پولیس کی طرف سے عموماً عدالت میں کپڑے بھی پیش کئے جاتے ہیں۔ وہ بھی ایک شہادت ہوتے ہیں۔ کہ دیکھو یہ خون سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اور ان سے پتہ لگ جاتا ہے کہ زخم کس حد تک تھا۔ مگر ہم سے پولیس نے پہلے خود کپڑے مانگے۔ لیکن جب پیشی کا وقت آیا۔ تو باوجود ان کو کہلا کے بھیجنے کے کہ کپڑے منگوا لیں۔ انہوں نے نہیں منگوائے دگو اہوں نے اب یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ کپڑے اس وقت پیش ہوتے ہیں۔ جب ان کے اندر سے زخم لگے۔ میں تو قانون دان نہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر یہ ہے تو پہلے ان کا آدمی کپڑے مانگنے کیوں

لہ اس سلسلہ میں ۱۲ رمئی ۱۹۵۴ء کو حضور کا بیان لائیاں عدالت میں ہوا۔

آیا تھا اس طرح وہ چادر جس میں کہا جاتا ہے کہ ملزم چاقو چھپا کر بیٹھا تھا وہ بھی پولیس نے پیش نہیں کی۔ یہ قانون ہے (شاید بعض لوگ نہیں جانتے ہوں گے) کہ ایسے فوجداری مقدمات میں گورنمنٹ مدعی ہوتی ہے۔ خود مضروب کا کوئی حق نہیں ہوا کرتا کہ وہ بیچ میں بولے یا بلوا سکے۔ بہرحال وہ چادر بھی نہیں پیش کی گئی جس کی وجہ سے مجسٹریٹ نے احمدی گواہوں پر شبہ کا اظہار کیا اور لکھا کہ اگر کوئی چادر تھی تو وہ پیش کیوں نہیں کی گئی۔ حالانکہ چادر پیش کرنا نہ کرنا پولیس کا کام تھا۔ ہمارے اختیار میں یہ بات نہ تھی۔ اس دوران میں ڈاکٹر کئی دفعہ آتے رہے۔ انہی دنوں اس حملہ کے اثر کے نیچے یہ بھی ہوا کہ مجھے عارضی طور پر ذیابیطس کی شکایت ہو گئی۔ ڈاکٹر پیشاب ٹیسٹ کرتے رہتے تھے تاکہ کوئی خرابی ہو تو پتہ لگ جائے۔ ایک دن جو پیشاب ٹیسٹ کرایا تو معلوم ہوا کہ اسکے اندر شکر آتی ہے مگر ڈاکٹروں نے کہا: ابھی آٹھ دس دن تک آپ نہ گھبرائیں اگر تو یہ تکلیف زخم کی وجہ سے ہوئی ہے اور ایسا ہو جاتا ہے۔ تو آٹھ دس دن کے بعد ہٹ جائے گی۔ اور اگر زخم کی وجہ سے نہ ہوئی تو ہم علاج کا فکر کریں گے۔ اتنی دیر تک علاج کے فکر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ دس بارہ دن کے بعد یہ تکلیف خدا تعالیٰ کے فضل سے ہٹ گئی اور پتہ لگ گیا کہ یہ صرف زخم کی شدت کی وجہ سے تھی۔ خود اصل بیماری نہیں تھی۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے کہا کہ یہ زخم کی تکلیف آپ کو چھ مہینے تک چلے گی۔ پہلے تین مہینوں میں تو آپ کو زخم کا آرام معلوم ہونا شروع ہو گا۔ لیکن تین مہینے کے بعد یہ تکلیف بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ اور وہ نرو (Nerve) جو کٹ گیا ہے وہ اندر کسی جگہ پر اپنی جگہ بنائے گا۔ اور کسی دوسرے نرو سے جڑنے کی کوشش کرے گا۔ جب وہ اس طرف کو چلے گا۔ تو اس سے آپ کو گھبراہٹ ہو گی! ور یوں معلوم ہو گا کہ اندر کوئی چیز حرکت کرتی ہے غرض مجھے انہوں نے پہلے سے کہہ دیا تھا مگر اتفاق کی بات ہے۔ بعض دفعہ تشویش مقدر ہوتی ہے قریباً چھ مہینے تک جو انہوں نے وقفہ بتایا تھا۔ اس میں مجھے کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔ صرف چھوٹی چھوٹی حرکت ہوتی تھی۔ لیکن چھٹے ماہ کے آخر میں اس قدر شدید تکلیف ہوئی کہ بعض دفعہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی مینڈک اندر کود رہا ہے اور چھلانگیں مارتا ہوا آگے جا رہا ہے۔ اور باوجود جاننے کے گھبراہٹ پیدا ہو جاتی۔ ڈاکٹروں سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات ہے تو کراچی کے سرجن نے کہا کہ یہ تکلیف اس سے پہلے ہونی چاہیئے تھی۔ اور اب تک آرام آ جانا چاہیئے تھا۔ مگر ممکن ہے بڑی عمر کی وجہ سے اندمال کا وقت پیچھے ہو گیا ہو۔ اس لئے ایک ماہ تک انتظار کریں۔ اگر طبعی عارضہ ہوا تو یہ تکلیف ہٹ جائے

گی۔ ورنہ پھر غور کیا جائے گا کہ اس نئی تکلیف کا نیا سبب کیا ہے پھر لاہور آکر سرجن کو دکھایا گیا۔ اور وہاں کے ڈاکٹر نے بھی پہلی ہی رائے ظاہر کی۔ بہرحال دو مہینے یہ تکلیف جاری رہی۔ اس کے بعد خُدا تعالیٰ کے فضل سے دب گئی۔ اب مجھے سر کے اس حصّہ میں نسبتاً حس بھی محسوس ہوتی ہے۔ اور گردن کو ٹیڑھا کرنے سے جو پہلے یکدم جھٹکہ سا محسوس ہوتا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کسی نے سر میں ہتھوڑا مارا ہے۔ وہ حالت بھی جاتی رہی ہے اور وہ جو اندر کوئی چیز زور سے حرکت کرتی معلوم ہوتی تھی۔ جیسے کوئی جانور کود رہا ہے یا ناچ رہا ہے وہ بھی جاتی رہی ہے۔ بہرحال اب ایسی حالت ہے کہ اکثر اوقات میں سمجھتا ہوں کہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ گو کوئی کوئی وقت ایسا بھی آجاتا ہے۔ جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ شاید کوئی بیماری ہو۔

بہرحال یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک بلا آئی۔ بڑی شکل میں آئی۔ بہت بُری شکل میں آئی اور پھر چلی گئی۔ اصل میں تمام امور انجام کے لحاظ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انجام اچھا کر دیا مجھے کئی دفعہ خیال آیا ہے کہ یُوں تو ہم فصدیں کرواتے نہیں۔ ممکن ہے خدا تعالےٰ کے نزدیک خون نکالنا اچھا ہو۔ اس نے یہ ذریعہ پیدا کر دیا۔ کہ چلو انہوں نے فصدیں نہیں نکلوائی۔ ہم اس طرح ہی فاسد خُون نکال دیتے ہیں۔ مگر میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہ جو بھی واقعہ ہُوا حملہ کرنے والے کی نیت بہرحال مجھے مارنے کی تھی۔ خود عدالت میں اس نے اقرار کیا ہے کہ میں اسی نیّت سے آیا تھا کہ ان کو ماروں۔ مگر یہ سیدھی بات ہے کہ جس نے بھی مجھے مارنا چاہا تھا اُس نے مجھے نہیں مارنا چاہا تھا۔ بلکہ اپنے خیال میں احمدیت کو مارنا چاہا تھا۔ اور یہ چیز ایسی ہے۔ جس کے متعلق میرا مذہبی فرض ہے کہ میں دُنیا کو بتا دوں کہ احمدیت کا میری زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے تو دنیا نے یہ سمجھا تھا کہ احمدیت ختم ہو گئی۔ مگر پھر احمدیت اس سے بھی آگے نکل گئی۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو انہوں نے سمجھا بس یہ بڈھا ان میں عقلمند تھا۔ اب یہ ختم ہیں۔ پھر جب میں خلیفہ ہُوا۔ تو لوگوں نے کہا ایک بچّے کے ہاتھ میں خلافت آگئی ہے۔ مگر وہ بچّہ آج بوڑھا ہے اور احمدیت آج جوانی کی طرف جا رہی ہے نہ اس کے بچپن نے احمدیت کو نقصان پہنچایا اور نہ اس کا بڑھاپا احمدیت کو کوئی نقصان پہنچاتے گا۔ دُنیا کتنی بھی کوشش کرے احمدیت کا پودا بڑھے گا۔ بڑھتا جائے گا۔ ترقی کرتا جائے گا۔ آسمان تک جا پہنچے گا۔ یہاں تک کہ زمین اور آسمان کو پھر اسی طرح ملا دے گا۔ جس طرح

رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں ہُوا تھا۔

دیکھو ہمارے ہاں فارسی کی ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ سے

خدا شرے برانگیزد کہ خیرِ ما در آں باشد

یعنی خدا تعالیٰ بعض دفعہ کوئی شر پیدا کرتا ہے لیکن اس میں ہمارے لئے خیر مقصود ہوتی ہے۔ اب دیکھو یہ واقعہ گزرا تو ظاہر میں اس وقت ہم بھی گھبرائے۔ بیمار تو تکلیف پاتا ہی ہے اس کو آخر دکھ پہنچتا ہے۔ باقی جماعت کو بھی ایک صدمہ پہنچا۔ لیکن یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ جس وقت میں خلیفہ ہُوا اور لوگوں نے حضرت صاحب کے الہام ٹٹولے تو ان میں سے ایک الہام "فضلِ عمر" بھی انہوں نے پیش کرنا شروع کیا۔ کہ دیکھو یہ دوسرے خلیفہ ہوئے ہیں اور ان کے لئے الہام ہے "فضلِ عمر" پیغامیوں نے اس پر خوب ہنسی اڑائی کہ لو جی یہ "فضلِ عمر" بن گئے ہیں۔ اب یہ جو تمہارا خلیفہ بننے کا سوال تھا۔ یہ تو تمہارے ہاتھ کا ایک فعل تھا۔ بے شک قرآن یہی کہتا ہے کہ میں خلیفہ بناتا ہوں۔ مگر بنواتا تو آدمیوں کے ہاتھ سے ہے اور جو چیز آدمیوں کے ہاتھ سے بنوائی جاتی ہے۔ وہ کوئی دلیل لوگوں کے سامنے نہیں ہوتی تم یہ کہتے کہ دیکھو حضرت صاحب نے کہا تھا "فضلِ عمر" اور یہ دوسرے خلیفہ بن گئے تو بڑی کھینچ تان کے بعد دلیلیں نکالنی پڑتیں کہ اب تک زندہ رہنے کی کونسی صورت تھی اور کون اس پر یقین رکھ سکتا تھا۔ یہ ذرا پیچیدہ باتیں ہیں۔ دشمن کا سیدھا جواب یہ تھا کہ تم نے ان کو دوسرا خلیفہ بنا دیا۔ اب لگے ہو الہام چسپاں کرنے تم نے آپ خلیفہ بنایا ہے لیکن یہ چیز خدا تعالیٰ نے ایسی پیدا کی جو تمہارے ہاتھوں سے نہیں ہوئی۔ تمہارے مخالف کے ہاتھوں سے ہوئی۔ (۱) جس دن مجھ پر حملہ کیا گیا۔ اسی دن حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا تھا یعنی بدھ کے دن۔ (۲) جس طرح ایک غیر عقیدہ[1] شخص نے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا تھا۔ اسی طرح ایک غیر عقیدہ شخص نے مجھ پر حملہ کیا۔ (۳) جس طرح مسجد میں حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا تھا۔ اسی طرح مسجد میں مجھ پر حملہ کیا گیا (۴) جس طرح نماز کے وقت میں حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا تھا۔ اسی طرح نماز کے وقت میں مجھ پر حملہ کیا گیا۔ (۵) جس طرح پیچھے سے آکر دشمن نے حضرت عمرؓ پر حملہ کیا تھا۔ اسی طرح پیچھے سے آکر مجھ پر حملہ کیا گیا۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ ان پر صبح کے وقت حملہ ہوا اور مجھ پر عصر کے وقت حملہ ہوا۔ لیکن جو قرآن شریف کی تفسیریں

---

[1] ابولولو غلام

پڑھنے والا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ قرآن شریف میں جو صلوٰۃ الوسطیٰ کا لفظ آتا ہے۔ اس کے متعلق مفسّرین نے یہی لکھا ہے کہ اس سے یا عصر کی نماز مراد ہے یا صبح کی۔ گویا صبح اور عصر کو ایک نام میں شریک قرار دیتے ہیں۔ پس وہ ساری مشابہتیں جو حضرت عمرؓ کے حملہ کے ساتھ تھیں۔ وہ ساری کی ساری اللہ تعالےٰ نے اس جگہ ملا دیں۔ اور پھر "فضلِ عمر" کہہ کر یہ بھی بتا دیا۔ کہ ہم اس کیساتھ حضرت عمرؓ سے بڑھ کر معاملہ کریں گے۔ یعنی حضرت عمرؓ اس حملہ کے نتیجہ میں شہید ہو گئے تھے۔ لیکن یہ پیدا ہونیوالا لڑکا اس حملہ کے باوجود بچ جائیگا۔ اور زندہ رہے گا۔ اب دیکھو تو ہمارے اور تمہارے اختیار کی بات نہیں تھی تم یہ نہیں کر سکتے تھے کہ کسی شخص کو کہو کہ تو جا کر حملہ کر تا کہ عُمرؓ کے ساتھ مشابہت پُوری ہو جائے۔[1] یہ کام صرف دشمن کے ہاتھ سے ہو سکتا تھا۔ چنانچہ جو واقعات ہوئے ان کو دیکھ کر سمجھ ہی نہیں آتا۔ کہ ہمارے آدمیوں کو اس وقت ہو کیا گیا تھا۔ مثلاً وہ آتا ہے تو ہمارے آدمی اس کو پناہ بھی دیتے ہیں۔ اس کو بٹھاتے بھی ہیں اس کی خاطریں بھی کرتے ہیں۔ اور کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ ہم تحقیق تو کریں یہ ہے کون۔ قادیان میں یہ قاعدہ تھا۔ کہ اجنبی آدمی کو نماز کے وقت پہلی دو صفوں میں نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ اور جماعت کے مختلف محلّوں کے دو دو ہر روز آ کے پہرہ دیتے تھے۔ یہاں آ کر ان کو بڑا اطمینان ہو گیا۔ کہ اب کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں۔ اور پھر وہ شخص اپنے اقرار کے مطابق آ کے پہلی صف میں بیٹھا اور کسی نے نہیں پوچھا۔ کہ میاں تم اجنبی آدمی ہو۔ تم پہلی سطر میں کیوں بیٹھے ہو۔ بلکہ عجیب بات تو یہ ہے۔ کہ مجھ سے عدالت نے پُوچھا کہ کیا آپ نے اس لڑکے کو دیکھا تھا۔ میں نے کہا میں نے تو نہیں دیکھا تھا۔ بات یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ کا منشاء تھا کہ وہ نظروں پر پردہ ڈال دے۔ ورنہ عموماً انسان کی نظر اُٹھ جاتی ہے اور وہ دیکھ لیتا ہے۔ مگر میں نے یہی کہا کہ میں نے تو دیکھا نہیں۔ یہ مانتا ہے اور دوسرے لوگ کہتے ہیں۔ ورنہ میں نے اسکو نہیں دیکھا۔ تو یہ ساری چیزیں ایسی تھیں جو ہمارے اختیار کی نہیں تھیں یہ کسی غیر کی تدبیر کیساتھ تعلق رکھتی تھیں اور یا پھر خدائی تدبیر تھیں۔ بہر حال ان ساری تدبیروں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے حضرت عمرؓ سے میری مشابہت اس وقت ثابت کر دی۔ پھر حضرت

---

[1] حوالے:۔ طبری جلد ۳ ص ۲۶۴-۲۶۶

الفتوحات الاسلامیہ جلد ۲ ص ۴۹۰ (تالیف السیّد احمد بن ذہنی دحلان مُفتی مکّہ) مطبُوعہ مصر

"الفاروق" صہ ۲۸۲-۲۸۳ مولفہ علامہ شبلی نعمانی

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی بھی پوری ہو گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے متعلق فرمایا تھا۔ کہ میں نے دیکھا محمودؔ آیا ہے۔ اور اس کے تمام کپڑوں پر۔ کرتے پر اور صدری وغیرہ پر اور پاجامے پر خون پڑا ہوا ہے۔ یہ خواب کتنے عرصہ کی ہے۔ میں چھوٹا تھا۔ اور میری گیارہ بارہ سال کی عمر تھی۔ جب انہوں نے یہ خواب دیکھی۔ اور میری پینسٹھ سال کی عمر میں آ کے یہ خواب پوری ہوئی۔ یہ کتنا بڑا بھاری نشان ہے۔ پھر انہی دنوں میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ میں انکوائری کمیشن کی جگہ پر ہوں۔ وہ جگہ اس لئے دکھائی گئی تھی۔ کہ اس کے نتیجہ میں لوگوں کے جوش کی وجہ سے بعض باتیں پیدا ہوئیں۔ بہر حال میں نے دیکھا۔ کہ میں انکوائری کمیشن کے ہال میں ہوں۔ اور میرے پیچھے سے کسی شخص نے آ کر مجھ پر حملہ کیا ہے۔ اور میں گر گیا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کیساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے۔ کہتے ہیں واللہ اعلم کہاں تک ٹھیک ہے۔ کہ کوئی شخص اُس وقت مسجد سے بھاگا تھا۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ کوئی اور شخص بھی اس اُمّید میں بیٹھا ہوا تھا۔ بہر حال وہ رؤیا میں نے دوستوں کو سُنا دی تھی۔ اور پھر اسی طرح ہوا۔ کہ پیچھے سے ایک شخص نے حملہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔" [1]

عدالت میں مقدمہ، بیانات اور فیصلہ

حکومتِ پنجاب کی طرف سے چوہدری محمد اسحٰق صاحب ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کی عدالت میں زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیراتِ پاکستان چالان پیش کیا گیا۔ اور مقدمہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ ۱۲ رمئی ۱۹۵۷ء کو ڈاک بنگلہ لالیاں میں بالترتیب مندرجہ ذیل بیانات ہوئے۔

۱۔ بیان چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب ابن چوہدری غلام مصطفیٰ صاحب راجپوت بعمر ۳۵ سال پی۔ ٹی۔ آئی تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

۲۔ بیان ڈاکٹر ریاض قدیر صاحب سرجن میو ہسپتال۔ لاہور

۳۔ بیان ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب ایم۔ بی۔ ایس۔ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ۔ نوٹیفائیڈ ایریا کمیٹی ربوہ اسسٹنٹ انچارج نورِ ہسپتال۔ ربوہ

---

[1] روزنامہ الفضل ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ تا ۵

۴۔ بیان ڈاکٹر بشیر احمد صاحب اے۔ایم۔او سول ہسپتال۔ لالیاں
۵۔ بیان اقبال احمد صاحب ولد نور ماہی صاحب بھٹی بعمر ۳۰ سال پہریدار سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود
۶۔ بیان چوہدری ولایت خان صاحب ولد ملک حسن خان صاحب ریحان بعمر ۴۸ سال اسسٹنٹ آڈیٹر تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان
۷۔ بیان عبدالحکیم صاحب اکمل ابن مولوی عبدالرحیم صاحب بٹ بعمر ۲۱ سال طالب علم جامعۃ المبشرین۔ ربوہ
۸۔ بیان مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور ولد مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی ریحان بعمر ۴۶ سال پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ
۹۔ بیان داؤد احمد صاحب ولد محمد اسماعیل صاحب ارائیں بعمر ۲۵ سال کلرک دفتر پرائیویٹ سیکرٹری ربوہ
۱۰۔ بیان احمد دین صاحب ولد ملک محمد دین صاحب بعمر ۲۲ سال مددگار دفتر پرائیویٹ سیکرٹری
۱۱۔ بیان سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ
۱۲۔ بیان ملزم عبدالحمید ولد منصب داد جٹ بعمر ۱۵۔۱۶ سال طالب علم جماعت نہم سٹی مسلم ہائی سکول۔ لائلپور۔ ساکن چک نمبر ۲۲۰ ج ب والا۔ ضلع لائل پور

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب نے ۲۵ مئی ۱۹۵۴ء کو ملزم کو پانچ سال قید کی سزا دی اور اپنے فیصلہ میں بعض غیر متعلق ریمارکس بھی دیئے جو بعد کو ہائی کورٹ کے حکم سے حذف کر دیئے گئے[1]

قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت مصلح موعود کا پہلا خطبہ جمعہ

قاتلانہ حملہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ کے لئے اپنے سر مبارک کو جنبش دینا ممکن نہ تھا حضور ان ایّام میں صرف انگلی کے اشارے سے نماز ادا کر سکتے تھے۔ اس کے بعد آپ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے توانائی اور قوّت میں اضافہ ہوتا گیا۔ جونہی آپ نے محسوس کیا کہ اگرچہ آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتے مگر خطبہ جمعہ دے سکتے ہیں آپ جمعہ کے لئے بھی تشریف لانے لگے۔ جس سے حضور کی اولوالعزمی اور جماعت سے غیر معمولی محبّت کا پتہ چلتا ہے۔ اس سانحہ کے بعد حضرت مصلح موعود نے پہلا جمعہ ۲۱ ہجرت ۱۳۳۳ ہش بمطابق

---

[1] الفضل ۶ جولائی ۱۹۵۵ء ص ۱

۲۱ مئی ۱۹۵۴ء کو مسجد مبارک ربوہ میں پڑھایا۔ خطبہ کے شروع میں حضور نے بتایا کہ:۔

"میں نے جماعت سے بہت کچھ کہنا ہے لیکن میری صحت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ لمبا بول سکوں اس لئے ان ضروری باتوں کو میں ابھی ملتوی کرتا ہوں۔ میں نماز پڑھانے آج آیا ہوں لیکن چونکہ ابھی کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھا سکتا۔ اس لئے میں بیٹھ کر نماز پڑھاؤں گا۔ باقی دوست حسب سنّت کھڑے ہو کر نماز پڑھیں۔

پچھلے دنوں تو میرے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا بھی سوال نہیں تھا کیونکہ میں نہ سر کو ہلا سکتا تھا اور نہ جھکا سکتا تھا۔ بلکہ حملہ کے شروع ایّام میں تو میں صرف انگلی سے اشارہ کر سکتا تھا۔ گویا چارپائی پر جسم پڑا ہے۔ اور انگلی کے ساتھ ہی رکوع اور سجدہ ہو رہا ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ سر ہلا سکوں"۔[1]

اس کے بعد حضور نے اہل ربوہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"ربوہ کی بنیاد کی غرض یہ تھی کہ یہاں زیادہ سے زیادہ نیکی اختیار کرنے والے اور دیندار لوگ آباد ہوں ..... پس تم یہاں رہ کر نیک نمونہ دکھاؤ اور اپنی اصلاح کی کوشش کرو۔ ہماری جماعت اس وقت کتنی مشکلات میں سے گذر رہی ہے۔ ..... تم ساری دنیا سے لڑائی مول لے کر یہاں جمع ہوئے اور پھر بھی تقویٰ و طہارت اور عمل و انصاف اپنے اندر پیدا نہیں کر سکے تو تمہاری زندگی ایسی ہوئی کہ اپنوں نے بھی تمہیں ٹھکرا دیا اور غیروں نے بھی تمہیں ٹھکرا دیا۔ حالانکہ دنیا میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اگر کسی کو اپنے ٹھکرا دیتے ہیں تو اسے غیروں کے پاس پناہ مل جاتی ہے اور اگر غیر ٹھکرا دیتے ہیں تو اپنے اسکی امداد کرتے ہیں۔ لیکن تمہیں غیروں نے بھی ٹھکرا دیا اور اپنوں نے بھی ٹھکرا دیا۔ پھر تمہیں یہاں رہنے کا کیا فائدہ حاصل ہوا؟ ایسے حالات میں ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرو ... اگر تم اس کی رضا کو حاصل کر لو تو ساری مصیبتیں اور کوفتیں دور ہو جائیں اور راحت کے سامان پیدا ہو جائیں"۔[2]

---

[1] الفضل ۱۰ احسان ۱۳۳۳ ہش / ۱۰ جون ۱۹۵۴ء صفحہ ۳-۴

[2] ایضاً صفحہ ۳-۴

فصل سوم

الفضل کا دوبارہ اجرا

۲۷ فروری ۱۹۵۳ء سے روزنامہ "الفضل" ایک سال کے لئے بند کر دیا گیا تھا۔ اس جبری تعطل کا عرصہ ختم ہونے کے بعد ۱۵ مارچ ۱۹۵۴ء کو لاہور سے "الفضل" کا دوبارہ اجراء عمل میں آگیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے مولوی محمد شفیع صاحب اشرف سابق مدیر "فاروق" (لاہور) کو اس نئے دور کا قائمقام ایڈیٹر نامزد فرمایا جس کے چند روز بعد کراچی سے الفضل کا پورا عملہ اور کاتب حضرات لاہور پہنچ گئے۔ اور ۲۶ مارچ ۱۹۵۴ء سے جماعت کا یہ ترجمان دوبارہ جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا۔

جناب مولوی محمد شفیع صاحب اشرف[1] تحریر فرماتے ہیں:۔

"جس وقت "فاروق" کا پہلا پرچہ شائع ہوا۔ روزنامہ "الفضل" کا سارا سٹاف اس وقت لاہور ہی میں تھا۔ میں انہی دنوں کراچی کی جماعت اس کوشش میں تھی کہ اُن کا اخبار "المصلح" جو پندرہ روزہ تھا اور جسے وہاں کے خدّام بہت اخلاص کے ساتھ چلایا کرتے تھے اُسے روزنامہ کر دیا جائے۔ ۱۲ مارچ کو جب کہ لاہور میں مارشل لاء لگا ہوا تھا بذریعہ فون ہم سب کو فوری طور پر ربوہ پہنچنے کی ہدایت ہوئی۔ الفضل کا سارا اسٹاف جس میں ادارتی عملہ اور انتظامی کارکنان سب شامل تھے معہ ضروری ریکارڈ کے ربوہ پہنچا۔ ربوہ پہنچ کر یہ ہدایت ملی کہ الفضل کا عملہ فوراً کراچی کے لئے روانہ ہو جائے۔ اور خاکسار حسب سابق لاہور جا کر "فاروق" جاری رکھے۔ نیز یہ کہ اخویم مکرم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی جو اُس وقت لاہور ہی میں تھے۔ اور ادارہ الفضل کے رُکن تھے میرے ساتھ کام کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

"فاروق" کے دو پرچے شائع ہو چکے تھے۔ دوسرے پرچہ کی اشاعت کے وقت مارشل لاء لگ چکا

---

[1] مبلغ اسلام انڈونیشیا حال مربی سلسلہ احمدیہ اسلام آباد (پاکستان)

ہؤا تھا۔ تیسرے پرچہ کی نوبت آئی تو سنسر شپ کی پابندی بھی لگ چکی تھی۔ کاپیاں لیکر خاکسار تعلقات عامہ کے دفتر میں گیا جس کے ناظم اُس وقت جناب یُوسف العزیز صاحب تھے۔ انہوں نے کاپیاں رکھ لیں اور کہا کہ کل آکر لے جائیں۔ دوسرے روز گیا تو انہوں نے پھر ٹال مٹول سے کام لیا اور فرمانے لگے کہ کچھ دیر اور انتظار کریں۔ مجھے صُورتِ حال کا اندازہ ہو چکا تھا چنانچہ اُس وقت لاہور میں محترم حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ قیام فرما تھے۔ رتن باغ جا کر میں نے اُن کی خدمت میں ساری تفصیل بتائی وہ فوراً تیار ہوئے اور اس وقت کے صُوبائی وزیر اطلاعات جناب عبدالحمید دستی صاحب کے ہاں گئے اور "فاروق" کے سلسلہ میں گفتگو کی۔ دستی صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ اصل حالات معلوم کر کے آپ کو اطلاع دیں گے۔ ان کی طرف سے اطلاع کیا آنی تھی شام کے پانچ بجے کی خبروں میں ریڈیو سے یہ اعلان ہو گیا کہ "فاروق" بند کر دیا گیا ہے۔

اِن سب امور کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی خدمت میں بھجوائی گئی اور آئندہ کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا طلبگار ہؤا۔ جس پر خاکسار کو واپس ربوہ آنے کا ارشاد ہؤا۔ ربوہ پہنچ کر محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ کی ہدایت پر خاکسار نے پھر اپنے اصل دفتر یعنی وکالت تبشیر تحریک جدید میں رپورٹ کی۔ وکالت تبشیر نے جب پھر میرے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے ہدایت طلب کی تو حضُور نے فرمایا اس وقت سلسلہ کو جرنلسٹوں کی ضرُورت ہے۔ اسے کراچی بھجوا دیا جائے وہاں "المصلح" میں کام کا تجربہ حاصل کرے۔ اور مجھے رپورٹ دیا کرے۔ چنانچہ اس کے چند روز بعد ہی حضور سے مل کر خاکسار کراچی چلا گیا۔ جہاں اُس وقت اخبار کے انچارج محترم شیخ روشن دین صاحب تنویر مرحوم تھے۔ اسی دوران "الفضل" کی بندش کا عرصہ ختم ہو گیا۔ ۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر حملہ ہؤا۔ اگلے ہی روز ۱۱ مارچ کو مجھے بذریعہ تار ربوہ بلوایا گیا۔ چنانچہ ۱۲ مارچ کی شام کو خاکسار کراچی سے بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ پہنچا۔ حضُور پُر نور کی زیارت اور مُلاقات کا شرف حاصل کیا۔ زخم کی وجہ سے حضُور لیٹے ہوئے تھے۔ فرمایا ابھی جا کر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے ملو۔ اور اُن سے ہدایات لیکر لاہور جا کر فوراً "الفضل" جاری کر دو۔ اس کی پابندی کا عرصہ ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ اُسی وقت خاکسار میاں صاحب کے دولت کدہ پر حاضر ہؤا۔ اور حضور کے ارشاد سے اطلاع دی حضرت میاں صاحب نے فرمایا تم کل صُبح ہی لاہور چلے جاؤ۔ اور اللہ کا نام لیکر جیسے بھی ہو "الفضل" جاری کر دو۔ خواہ دو صفحہ کا

ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت صاحب کی صحت کی خبریں جماعت کو جلد جلد پہنچنی رہنی چاہئیں۔ وہاں "الفضل" کے خریداروں کے پتہ جات بھی ہوں گے۔ انہیں اور ایجنسیوں کو اخبار بھجوانا شروع کر دیں۔ فرمایا آپ جاکر کام شروع کر دیں۔ پھر کراچی سے دُوسرا عملہ بھی جلد آجائے گا۔ اس پر خاکسار نے عرض کیا کہ حضُور کی صحت کے پیش نظر اب حضور سے تو عرض نہیں کیا جاسکتا۔ اگر آپ ہی ایک مختصر سا پیغام مجھے لکھ دیں تو میں "الفضل" کے نئے دور کے پہلے پرچہ میں اسے شائع کر دوں۔ فرمانے لگے بہت اچھا۔ کل لاہور جاتے وقت صبح صبح مجھ سے لیتے جائیں۔ چنانچہ ۱۴ مارچ کی صبح کو حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت میاں صاحب نے مجھے دُعا سے رُخصت فرمایا اور اپنا تحریری پیغام بھی عطا فرمایا۔ جو "الفضل" کے نئے دور کے پہلے پرچہ میں شائع ہوا تھا۔ یہ پرچہ بھی ۱۴ مارچ کو شائع ہوا۔ تاریخ اس پر ۱۵ مارچ کی تھی اور دوشنبہ کا مُبارک دن۔ صرف دو صفحہ کا پرچہ تھا۔ وہ بھی نہایت جلدی اور افراتفری میں مُرتب کیا گیا۔ نہ کوئی کاتب تھا اور نہ کوئی دوسرا معاون۔ بڑی مشکل سے اخویم شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی کے ذریعہ ایک بزرگ اور معمّر کاتب مکرم سُلطان احمد صاحب کو تلاش کیا گیا۔ وہ بہت کمزور اور ضعیف ہو چکے تھے۔ لیکن بہرحال ہنگامی ضرورت تھی جیسے بھی ہُوا انھوں نے دو صفحے لکھ دیئے۔ اگلے روز ذرا سکون ہوا تو ہفت روزہ "لاہور" کے دفتر میں گیا۔ جہاں "لاہور" کے کاتب مکرم منشی لعل دین صاحب سے استعانت کی۔ انہوں نے دو صفحات لکھکر دیئے اور یوں دُوسرا شمارہ نکلا۔[1]

کتابت کا مسئلہ تو کسی نہ کسی طرح حل کر لیا گیا مگر جلد ہی اخبار کو طباعت کی شدید مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ کیونکہ بوجہ مخالفت کوئی پریس الفضل چھاپنے کو تیار نہ تھا۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ جو اس وقت ناظر دعوۃ و تبلیغ تھے۔ محترمہ بیگم شفیع[2][3] ایڈیٹر اخبار "دستکاری" کے پاس ان کے فلیٹ نمبر ۲ میکلیگن روڈ لاہور تشریف لائے۔ اسی فلیٹ کے نیچے محترمہ بیگم شفیع مرحوم کا دستکاری پریس تھا جس میں انگریزی اور اُردو چھپائی کا انتظام تھا۔ الفضل کا دفتر بھی اسی بلڈنگ کے نمبر ۳

---

[1] مکتوب مولوی محمد شفیع صاحب اشرف بنام مؤلف کتاب (غیر مطبوعہ)

[2] وفات بیگم شفیع:

[3] علامہ حضرت سید شفیع احمد ابوالبرکات محقق دہلوی رضی اللہ عنہ

فلیٹ میں تھا۔

حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے محترمہ بیگم شفیع کو تمام حالات سے آگاہ کیا کہ کوئی پریس اخبار الفضل کو چھاپنے کو تیار نہیں ہے۔ آپ کے پریس کے علاوہ ہماری نظر میں کوئی پریس نہیں ہے جو الفضل کو چھاپ سکے بیگم شفیع نے بلا توقف ایمانی جرأت سے جواب دیا کہ "احمدیّت کے لئے میرا پریس کیا میری جان بھی حاضر ہے۔ میں ضرور ہر قیمت پر الفضل کو چھاپوں گی۔ اور اس خدمت کو عین سعادت سمجھوں گی"۔ چنانچہ الفضل ۳۰ مارچ ۱۹۵۴ء سے ۱۵ اپریل ۱۹۵۴ء تک دستکاری پریس میں چھپتا رہا۔ اور ہوتا یہ کہ بیگم شفیع کے صاحبزادے مبشرات احمد صاحب جو پریس کے منیجر تھے۔ اپنی نگرانی میں رات بھر اخبار چھپواتے اور بیگم شفیع اس عرصہ میں الفضل کے خیریت سے چھپنے کے لئے نوافل پڑھتیں اور دُعائیں کرتیں۔

اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے محض احمدیّت کی برکت سے بیگم شفیع کے پریس اور ان کے بچّوں کی حفاظت فرمائی۔ کچھ عرصہ بعد محترمہ بیگم شفیع حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دُعا کے لئے حاضر ہوئیں۔ تو حضور نے بڑے اچھّے الفاظ کے ساتھ ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔[1]

اخبار "الفضل" دستکاری پریس کے بعد پہلے انصاف پریس میں پھر پاکستان ٹائمز پریس میں طبع ہوتا رہا۔ بعد ازاں جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کے ایّام میں لاہور سے ربوہ منتقل کر دیا گیا۔ اور ۳۱ دسمبر ۱۹۵۴ء / ۳۱ فتح ۱۳۳۳ ہش سے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپنے لگا۔ اس طرح سلسلہ احمدیّہ کا یہ قومی ترجمان قریباً سات برس کے بعد دوبارہ مرکز احمدیت سے نکلنا شروع ہوا جس پر احباب جماعت نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے تو اس موقعہ پر جماعت احمدیّہ کے نام خصوصی پیغامات دیئے حضرت مصلح موعودؓ کے پیغام کا متن یہ تھا:

"اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے۔ آج ربوہ سے اخبار شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ربوہ سے نکلنا مبارک کرے اور جب تک یہاں سے نکلنا مقدر ہے۔ اس کو اپنے صحیح فرائض ادا کرنے کی توفیق دے۔ اخبار قوم کی زندگی کی علامت ہوتا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے۔ اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہیئے اور اپنے اخبار کے

---

[1] ماخوذ از مکتوب سید مبشرات احمد صاحب حال امریکہ (ابن حضرت علامہ سیّد ابوالبرکات محقق دہلویؓ)

مطالعہ کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

خاکسار مرزا محمود احمد ''[1]

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ''الفضل کا دور جدید'' کے عنوان سے لکھا:۔

''الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ایک لمبے وقفہ کے بعد الفضل پھر مرکز سلسلہ سے نکلنا شروع ہو گیا ہے غالباً تنتالیس ۴۳ سال کا عرصہ گذرا کہ سلسلہ احمدیہ کے مرکز قادیان سے حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے الفضل کا اجراء ہوا۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد ہمارا یہ مرکزی اخبار خدا کے فضل سے مسلسل ترقی کرتا گیا۔ حتیّٰ کہ ملکی تقسیم کے دھکے کے نتیجہ میں الفضل کو بھی جماعت کی اکثریت کے ساتھ قادیان سے نکلنا پڑا۔ جس کے بعد حالات کی مجبوری کے ماتحت وہ لاہور سے شائع ہوتا رہا۔ یہ گویا اس کے لئے برزخ کا زمانہ تھا اب سات سال کے درمیانی زمانہ کے بعد الفضل پھر ربوہ یعنی مرکز سلسلہ نمبر ۲ سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ الفضل کے اس نئے دور میں تمام جماعت کی دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔ اور ہر مخلص احمدی کے دل سے یہ صدا اٹھ رہی ہے کہ مرکز سلسلہ کا یہ پودا جو گویا اب اپنے بلوغ کو پہنچ رہا ہے۔ بیش از بیش سُرعت کے ساتھ بڑھے اور پھیلے اور پھولے اور اس کے پھلوں سے لوگ زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں مگر اس تبدیلی کے نتیجہ میں جہاں جماعت کی یہ ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنے اس مرکزی اخبار کی اشاعت کی توسیع میں پہلے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے اور مرکز کی ان صحافتی تاروں کو اور بھی زیادہ وسیع اور مضبوط کر دے جو اسے افراد جماعت کے ساتھ باندھ رہی ہیں۔ وہاں الفضل کے عملہ کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ نہ صرف الفضل کو زیادہ سے زیادہ مفید اور دلکش بنائے بلکہ لاہور سے ربوہ کی طرف منتقل ہونے کے نتیجہ میں جو بعض مادی وسائل (کی) ترقی میں امکانی کمی آ سکتی ہے اسے بیش از بیش توجہ اور کوشش کے ذریعہ کم نہ ہونے دے۔ اس زمانہ میں پریس کی اہمیت اور اس کے اثر کی وُسعت ظاہر و عیاں ہے۔ سو اب یہ جماعت اور عملہ الفضل کا مشترکہ فرض ہے کہ الفضل کو ہر جہت سے ترقی دے کر اسے ایک الٰہی جماعت کے شایان شان بنائے۔

وکان اللہ معنا اجمعین (خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۳۱/۱۲/۵۴) ''[2]

---

[1] الفضل ۳۱ فتح ۱۳۳۳ ہش / ۱۹۵۴ء صفحہ ایک

[2] الفضل یکم جنوری ۱۹۵۵ء / مطابق یکم صلح ۱۳۳۴ ہش ص۱

۱۹۵۴ء کی مجلس مشاورت

جماعتِ احمدیہ کی پینتیسویں ۳۵ مجلس مشاورت ۱۶۔۱۷۔۱۸ اپریل ۱۹۵۴ء / (۱۶۔۱۷۔۱۸ شہادت ۱۳۳۳ ہش) کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے ہال میں منعقد ہوئی۔ نمائندگان کی تعداد ۳۳۴ تھی۔ ۲۰ کے لگ بھگ صحابہ شریکِ اجلاس ہوئے۔ شوریٰ میں پاکستان اور آزاد کشمیر کے علاوہ بیرونی ممالک کی احمدی جماعتوں کے مندرجہ ذیل بارہ ۱۲ نمائندوں نے بھی شرکت کی۔

۱۔ سلیم جابی صاحب (شام) ۲۔ رشید احمد صاحب (امریکہ)
۳۔ صالح شیبی صاحب (انڈونیشیا) ۴۔ عبدالشکور صاحب کنزے (جرمنی)
۵۔ قاضی عبدالسلام صاحب بھٹی (نیروبی مشرقی افریقہ) ۶۔ مسٹر ایم جمال دین صاحب (کولمبو۔ سیلون)
۷۔ مسٹر ایس جمال دین صاحب (نگمبو۔ سیلون) ۸۔ حکیم فضل الٰہی صاحب (کولمبو۔ سیلون)
۹۔ مولانا نذیر احمد صاحب مبشر (گولڈ کوسٹ) ۱۰۔ جناب سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ (انڈونیشیا)
۱۱۔ مولانا نذیر احمد صاحب علی (سیرالیون) ۱۲۔ امری عبیدی صاحب (مشرقی افریقہ)

اس مشاورت کی ایک غیر معمولی اہمیت یہ تھی کہ جب سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود پر حملہ ہوا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ حضور قصرِ خلافت سے باہر تشریف لائے اور اپنے خدام کے درمیان رونق افروز ہوئے۔

مجلس کے افتتاحی اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جو السید سلیم الجابی الشامی نے کی۔ بعد ازاں حضور نے ایک مختصر خطاب فرمایا جس میں بجٹ سے متعلق قیمتی ہدایات دیں اور بالخصوص نوجوانان احمدیت کو، ذمہ داری کا احساس کرنے اور محنت کی عادت پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور بتایا کہ اگر ہمارے نوجوان یہ دو ۲ اوصاف اپنے اندر پیدا کریں تو وہ زمین سے آسمان تک پہنچ سکتے ہیں۔

حضور نے اپنی ناسازیٔ طبع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈاکٹری مشورہ کی رُو سے ایک لمبے عرصہ تک آرام کی ضرورت ہے۔ اس لئے میں پہلے کی طرح شریکِ مشاورت نہ ہو سکوں گا۔ بعد میں سب کمیٹیاں مقرر ہوں گی جن کی رپورٹوں اور نمائندگان کی آراء مجھے ساتھ کے ساتھ بھجوائی جاتی رہیں گی۔ اور میں ان کے متعلق اپنا فیصلہ دے دیا کروں گا۔ نیز ارشاد فرمایا کہ مرزا عبدالحق صاحب امیر جماعت ہائے صوبہ پنجاب شوریٰ کے چیئرمین ہوں گے۔ جو میرے بعد شوریٰ کی کارروائی جاری رکھیں گے۔ چنانچہ حضور کی منشاء مُبارک کے مطابق پوری باقاعدگی اور وقار کے ساتھ تینوں روز کارروائی جاری رہی۔ اور محترم مرزا عبدالحق صاحب حضور کی نیابت میں چیئرمین کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اسی طرح سب کمیٹیوں کی تجاویز اور نمائندگان شوریٰ کی آراء بھی ساتھ کے ساتھ حضور کی خدمت بابرکت میں پیش ہوتی رہیں۔ اور حضور کے مُبارک

فیصلوں کی اطلاع بھی نمائندگان کو پہنچتی رہی۔

مشاورت کے دوسرے دن حضرت مصلح موعودؓ سے جماعت احمدیہ کی والہانہ عقیدت و محبت اور اسلام و احمدیت کی خاطر ایثار و قربانی کا بہت شاندار مظاہرہ دیکھنے میں آیا تفصیل اس اجمالی کی یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود پر حملہ کے بعد ایک حفاظتی کمیٹی مقرر کی گئی تھی جو چوہدری عبداللہ خان صاحب امیر جماعت کراچی، میجر داؤد احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پر مشتمل تھی۔ اس کمیٹی کو تمام حالات پر تفصیلی غور کرنے کا موقعہ ملا۔ مشاورت کے دوسرے روز حفاظتی تدابیر پر جب خصوصی بحث کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے اس کمیٹی کے رکن چوہدری عبداللہ خانصاحب نے مفصل تقریر فرمائی جس کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"جو حفاظتی امور میں بیان کروں گا۔ ان کے دو حصے ہیں اوّل یہ کہ حفاظتی تدابیر پر کیا خرچ کرنا چاہیئے؟ دوسرے ہمیں حضور کی حفاظت کے لئے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں؟ جو واقعات پچھلے دنوں ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان پر عام عقلی نظریہ کے تحت غور کیا جائے ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیئے۔ کہ حضور نے جماعت کی خاطر لاتعداد قربانیاں کی ہیں۔ آپ نے حملہ کے معاً بعد جماعت کے نام جو پیغام دیا۔ اُس میں جماعت کے دوستوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ کہ میں تم سے اپنی بیویوں اور بچوں سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ آپ نے یہ بات جذبات کو اپیل کرنے کی خاطر بیان نہیں فرمائی۔ بلکہ آپ نے ایک حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔ اور واقعہ یہی ہے کہ حضور نے سلسلہ کی خاطر اپنی جان اور مال پیش کرنے سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ آپ سے دُشمن کو ذاتی طور پر کوئی عناد نہیں۔ آپ پر قاتلانہ حملہ محض جماعتِ احمدیّہ کا خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہُوا ہے اور پھر یہ خلیفہ ہونے کی وجہ سے ہی نہیں۔ بلکہ اس اعلیٰ راہ نمائی کی وجہ سے ہُوا ہے۔ جو اپنی خلافت کے زمانہ میں آپ جماعت کی کرتے چلے آئے ہیں۔

گذشتہ زمانہ میں آپ نے جماعت سے عملی طور پر کس محبّت کا اظہار فرمایا۔ اس کا علم ہر اس شخص کو ہے جس نے ان دنوں میں حضور کو دیکھا۔ آپ کو ان دنوں کھانے پینے اور آرام کرنے کا کوئی خیال نہیں تھا۔ آپ بیتابی اور بے قراری کے ساتھ اس طرح پھرتے تھے کہ ایک ماں بھی بچّوں کی خاطر اس قدر بے تاب اور بے قرار نہیں ہوتی۔ پھر جب مالی قربانی کا سوال پیدا ہُوا۔ تو آپ نے اپنا مال پیش کر دیا۔ اور اس قربانی میں جماعت کا کوئی فرد آپ سے سبقت نہ لے جاسکا۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ سلسلہ نام اِس مجموعہ افراد کا ہے جو یہاں بیٹھے ہیں سلسلہ نام ہے اس جماعت کا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے پیدا کی اور

جماعت ان افراد کا نام ہے۔ جنہوں نے احمدیّت کو قبول کیا اور حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا سلسلہ کی خاطر اپنی جان پیش کرنا اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ آپ کو جماعت کے افراد سے اپنے بیوی بچّوں سے بھی زیادہ محبّت اور پیار ہے پھر اس وقت جب کہ زخم لگا ہُوا ہے حضور کا یہ فرمانا کہ مجھے آپ سے اپنی بیوی بچوں سے بھی زیادہ پیار ہے۔ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ جماعت سے کس قدر محبت کرتے ہیں۔ اِس عظیم محبّت کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جو آپ کو جماعت سے ہے، جو لا پرواہی آپ کی حفاظت کے سلسلہ میں کی گئی۔ میں جب اس بات پر غور کرتا ہوں تو مجھ پر اب بھی رعشہ طاری ہو جاتا ہے۔ میں تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا، ہاں جیسا کہ احباب کو معلوم ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کو معجزانہ طور پر بچا لیا۔ اس مقدّس انسان سے بہت سی پیشگوئیاں وابستہ ہیں۔ اسلئے اللہ تعالےٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ لیکن جہاں تک ہماری حفاظت کا سوال تھا۔ ہم نے خلیفۂ وقت کو غیروں کے ہاتھوں میں دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ جب کوئی چاہتا۔ آپ پر حملہ آور ہو جاتا۔ جب یہ حالات ہمیں معلوم ہوئے۔ تو ہم نے چند حفاظتی "تدابیر منظور کیں۔ وہ Security measures ہیں۔ انہیں میں آپ کے علم میں نہیں لا سکتا۔ مجلسِ شوریٰ چاہے تو ایک اور کمیٹی مقرر کر دے جو ان امور پر غور کرے بہرحال ان میں سے ہر ایک چیز نہایت ضروری ہے۔ ہمیں حضور کی حفاظت کے لئے ذہین، عقل مند اور مضبوط آدمیوں کی ضرورت ہے۔ ان کے حصول کیلئے جس قدر بھی رقم خرچ ہو ہمیں اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اگر حضور ان اخراجات کی منظوری مرحمت نہ فرمائیں۔ تو ہمیں آپ کی خدمت میں بار بار التجا کرنی چاہیئے کہ حضور منظوری عنایت فرمائیں۔ ہم نے خرچ کا جو اندازہ پیش کیا تھا وہ ۳۵/- ۴۴ روپے تھا۔ لیکن میرے نزدیک وہ اندازہ بھی کم تھا۔ کیونکہ بعض باتیں اس وقت زیرِ بحث نہیں آئی تھیں۔ ROUND FIGURE کے طور پر میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں پچاس ہزار روپے منظور کئے جائیں۔ اور حضور کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ درخواست کی جائے کہ حضور ان اخراجات کو منظور فرمالیں"۔ ؎۱

چوہدری عبداللہ خان صاحب کے بعد چوہدری اسداللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے فرمایا کہ :۔

؎۱ رپورٹ مجلس مشاورت منعقدہ ۱۶ تا ۱۸ اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۵ تا صفحہ ۲۷

"یہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات کی حفاظت کا سوال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام کی حفاظت کا سوال پیش ہے جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دیا گیا سب کمیٹی نے جب حضور کی خدمت میں خرچ کے اندازہ کی رپورٹ پیش کی تو حضور نے نہ چاہا کہ اس قدر مالی بوجھ جماعت پر ڈالا جائے لیکن کیا اس سے جماعت کا فرض کم ہو جاتا ہے؟ ..... میں تو سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے اگر کسی کے دل میں محبّت ہے، اخلاص ہے، وہ اسلام کی خدمت کرنا چاہتا ہے یا وہ بتانا چاہتا ہے کہ اُسے محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبّت ہے۔ بلکہ اُسے اپنی ذات اور آئندہ نسل سے محبّت ہے تو وہ یہ تو برداشت کرے گا کہ خدا تعالیٰ کے موعود اور اس کی بشارات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے خلیفہ کے جسم کی حفاظت میں لاپرواہی کی جائے اگر حضور اس رقم کو ناپسند بھی فرمادیں تب بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے جذبات کا اظہار کریں اور اپنی جانوں، مالوں اور عزتوں کو پیش کریں۔"[1]

چوہدری صاحب کے بعد میاں غلام محمد صاحب اختر نمائندہ لجنہ نے تقریر فرمائی کہ:۔

"جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر حملہ ہوا تو لوگوں نے دیکھ لیا کہ جماعت کو آپ سے کس قدر والہانہ محبت ہے۔ جماعت کا ہر فرد یہ چاہتا تھا کہ کاش یہ چاقو اُس کی گردن پر پھرتا۔ ہم روحانی طور پر ہی حضور کے زیر احسان نہیں بلکہ ہم میں سے اکثر دُنیاوی طور پر بھی حضور کے زیر احسان ہیں۔ حضورؑ کے ان احسانات کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہمارا فرض ہے کہ ان حالات میں اپنا سب کچھ پیش کردیں میں تو کہوں گا اس کے لئے پچاس ہزار روپیہ کی رقم کا مطالبہ کچھ بھی نہیں لاکھوں روپیہ کی بھی ضرورت ہو تو ہم مہیا کریں گے۔ جماعت نے حفاظت مرکز کی خاطر جتنا روپیہ دیا تھا اس سے کم از کم دُگنا روپیہ حضور کی حفاظت کے لئے پیش کرنا چاہیئے۔ میری تجویز یہ ہے کہ یہ پچاس ہزار روپے ابھی جمع کئے جائیں۔ اس رقم کا ۱/۱۰۰ حصّہ یعنی مبلغ پانچ صد روپیہ میں اپنی طرف سے پیش کرتا ہوں"۔[2]

نمائندگان جماعت جماعت نے اس تحریک کا نہایت پُر جوش خیر مقدم کیا اور فوراً اپنی اور اپنی جماعتوں کی طرف سے نقد یا وعدوں کی صُورت میں اپنا چندہ لکھوانا شروع کر دیا۔ یہ ایک نہایت ایمان افروز منظر تھا جبکہ تمام

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء ص ۲۸-۲۹

[2] رپورٹ 〃 ص ۲۹

احباب فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کے ارشادِ ربانی کے مطابق ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اس دینی تحریک میں حصّہ لے رہے تھے۔ چنانچہ مختصر وقت میں نہ صرف یہ کہ چندہ کی مطلوبہ رقم پوری ہوگئی بلکہ نقد اور وعدوں کو ملا کر ساٹھ ہزار سے بھی تجاوز کرگئی۔ مشاورت کے اگلے دن پچھتر ہزار روپے کی رقم جمع ہوچکی تھی جو حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے داخل خزانہ کر دی گئی۔ [1] [2]

دراصل نمائندگان شوریٰ کی درخواست یہ تھی کہ حضور بغرض علاج امریکہ تشریف لے جائیں لیکن حضور نے فرمایا کہ "میں صحت کی خرابی کی وجہ سے امریکہ جا تو نہیں سکتا۔ لیکن اگر حالات اس قسم کے پیدا ہوگئے کہ مجھے امریکہ جانا پڑا تو میں کسی کے خرچ پر جانے کو تیار نہیں ہوں۔ تم اپنے آدمیوں کو ہی خرچ دے دو تو کافی ہے۔"

نیز فرمایا:۔

"تم اپنے عملہ کے لئے روپیہ دے دو اور اسے علیحدہ رکھو جب ضرورت پیش آئی میں لے لوں گا۔ اب میری ایسی حالت نہیں کہ میں لمبا سفر کرسکوں۔ امریکہ بحری رستہ سے جاؤں تو دو ماہ جانے میں لگیں گے اور دو ماہ آنے میں لگیں گے اور تین ماہ تک وہاں قیام کرنا ہوگا ہاں ہوائی جہاز پر سفر کیا جائے تو وقت کم لگے گا لیکن ہوائی جہاز پر سفر کرنے کے میں قابل نہیں۔" [3]

---

[1] رپورٹ مشاورت ۱۹۵۴ء / ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۶۵-۹۱

الفضل ۲۳ شہادت ۱۳۳۳ ہش / ۲۳ اپریل ۱۹۵۴ء ص ۳

[2] یہ فنڈ جمع ہوچکا تو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بعض اُمراء جماعت نے ملاقات کی درخواست کی جو حضور نے منظور نہیں فرمائی جس کی وجہ حضور کے الفاظ میں یہ تھی کہ:۔

"چونکہ شوریٰ میں سے بعض اُمراء کا علیحدہ طور پر ملنا خلافِ قاعدہ تھا اس لئے میں نے اس ملاقات کو پسند نہ کیا۔ ملاقات ایک وقت میں خلافِ قاعدہ ہوتی ہے اور دوسرے وقت میں باقاعدہ ہوجاتی ہے جب مجلس شوریٰ بیٹھی ہو تو سارے افراد شوریٰ کا حصّہ ہوتے ہیں اس لئے اس میں سے بعض افراد علیحدہ طور پر ملاقات کرنا چاہیں وہ امراء ہوں یا عام ممبر خلاف قاعدہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر مجلسِ شوریٰ نہ ہو تو پھر امیر اور غریب کا کوئی سوال نہیں ہر شخص کو ملاقات کا حق ہوتا ہے اور وہ ملاقات کرتا ہے۔" (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء صفحہ ۵۳)

[3] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء ص ۶۶-۶۷

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی افتتاحی تقریر میں ملک کے بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر چندہ کی ایک اور تحریک خاص فرمائی تھی۔ اور وہ یہ کہ غیر موصی اصحاب ایک پیسہ فی روپیہ اور موصی احباب کم از کم دو پیسے فی روپیہ اضافہ کر دیں جو ایک مستقل فنڈ کے طور پر رہے۔ یہ تحریک ابتداء میں تین سال کے لئے جاری ہو۔ اور اس میں سے مبلغ چالیس ہزار حفاظتی تدابیر پر ربوہ اور پاکستان کے دوسرے علاقوں میں خرچ ہو۔ اور چالیس ہزار کی رقم ان جھوٹے الزاموں کے رد کرنے میں صرف کی جائے جن کی وجہ سے تشدد انگیز واقعات رونما ہوتے ہیں اور جن کی ایک کڑی قاتلانہ حملہ کا سانحہ بھی ہے۔ اس فنڈ میں سے اٹھارہ ہزار روپیہ ایک جیپ کار کی خرید اور اس کے اخراجات کے لئے مختص ہوگی۔ سب کمیٹی بیت المال کی طرف سے جب شوریٰ کے سامنے یہ مفصل تجویز پیش ہوئی تو نمائندگان نے اس کے حق میں بھی بالاتفاق رائے دی جس کو حضور نے بھی منظور فرما لیا۔[1]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی طبیعت جو حملہ کے باعث پہلے ہی علیل تھی، شوریٰ میں پہلی تقریر کے بعد اور بھی ناساز ہوگئی جس کی ایک ظاہری وجہ یہ ہوئی کہ حضور حملہ کے بعد پہلی بار پگڑی پہن کر آئے تھے۔ پگڑی کا سر پر بوجھ محسوس ہوتا تھا نیز کلاہ عین زخم کی جگہ کے اوپر لگتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شدید درد شروع ہوگیا جس نے دن اور رات حضور کو بے چین کئے رکھا۔ مگر اس ناقابل برداشت تکلیف کے باوجود حضور مجلس شوریٰ کے تیسرے دن صبح ۹ بجے ہال میں تشریف لے آئے۔ اس وقت حضور کے سر مبارک پر پگڑی کی بجائے ایک قسم کی ترکی ٹوپی تھی اور ٹوپی پر ایک رومال بندھا ہوا تھا۔

سب سے پہلے انڈونیشیا کے صالح الشیبی نے تلاوت قرآن مجید کی۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے کرسی پر رونق افروز ہو کر خطاب فرمایا کہ:۔

”احمدیوں کا فرض ہے کہ وہ جو کام بھی کریں ہوشیار ہو کر کریں۔ یہ درست ہے کہ خدا تعالیٰ ہی ہر کام کرتا ہے لیکن یہ بھی درست ہے کہ عملی طور پر یہ نہیں ہوتا۔ کہ خدا تعالیٰ آسمان سے اُتر کر یہ کہے کہ تم لحاف اوڑھ کر چارپائی پر لیٹے رہو۔ میں تمہاری جگہ کام کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم اُس باغ میں رہو۔ اور اس کے پھل کھاؤ لیکن فلاں دروازہ سے چوکنا رہیں۔ اگر اس دروازہ سے شیطان تم پر حملہ آور ہوگیا۔ تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ پھر جب شیطان نے حملہ کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ یہ میری غلطی تھی۔ میں نے تمہیں کیوں نہ بچایا بلکہ اُس نے کہا میں نے تمہیں

---

[1] رپورٹ مجلس شوریٰ ۱۹۵۴ء ص ۳۶-۳۷

باغ دیا تھا۔ دُودھ اور شہد کی نہریں عطا کی تھیں اور ہر قسم کی آسائش کا سامان مہیّا کر دیا تھا لیکن تم اتنے سُست نکلے کہ تم نے احتیاط کو بھی نظر انداز کر دیا۔ اور شیطان کو اندر آنے دیا۔ اب تم سے یہ شہد اور دودھ کی نہریں اور دوسرے آسائش کے سامان واپس لے لئے جاتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السّلام کو بھی خدا تعالیٰ نے نعمتیں دیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہیں چیزیں بھی دوں گا۔ اور پھر ان کی حفاظت بھی کروں گا۔ حفاظت تمہیں خود کرنی ہوگی۔ اگر تم نے سُستی اور غفلت سے کام لیا تو مَیں نے تمہارا ہاتھ نہیں بٹانا۔ ہاں اگر تم کام کروگے اور پُوری محنت سے کام کروگے اور اس کے بعد بھی کوئی کسر رہ جائے گی۔ تو اس کو مَیں پورا کروں گا یعنی اگر تم خود رخنہ پیدا کروگے تو میں اس کا ذمّہ دار نہیں ہوں گا۔ ہاں اگر تمہارے پوری جدوجہد کرنے کے باوجود کوئی رخنہ باقی رہ گیا۔ تو مَیں اس کو پُورا کروں گا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں بھی یہی ہُوا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے وقت میں بھی یہی ہُوا۔ محمدؐ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے وقت میں بھی یہی ہُوا۔ آپ کو یہودیوں نے کھانے میں زہر ملا کر دے دیا۔ بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے ان کی دعوت کو منظُور کیوں کر لیا۔ لیکن آپ کی شان یہی تھی۔ کہ آپ ان کی دعوت قبول کر لیتے۔ یہ صحابہؓ کا کام تھا کہ وہ کھانے کو چکھ کر دیکھ لیتے اور اطمینان کر لیتے۔ اب مجھ پر قاتلانہ حملہ ہُوا۔ تو بعض دوستوں نے لکھنا شروع کر دیا۔ کہ خلیفۂ وقت کو نماز کیلئے مسجد میں نہیں آنا چاہیئے اسی طرح ملاقات کا سلسلہ بھی بند کر دینا چاہیئے۔ میں نے کہا اس کا مطلب تو یہ ہُوا کہ خلیفۂ وقت کو کسی منارہ پہ باندھ دیا جائے۔ اور جماعت اپنا فرض ادا نہ کرے۔ جب تک خلافت رہے گی۔ خلیفہ مسجد میں نماز پڑھانے ضرور جائے گا۔ وہ مُلاقات کا سِلسلہ بھی جاری رکھے گا۔ چاہے دُشمن اس پر حملہ کرے یا نہ کرے اسی طرح وہ اپنے فرائض بھی بجا لائے گا۔ آگے جماعت کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ وہاں کوئی مشکوک آدمی تو موجود نہیں؟

رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہودیوں کی دعوت کو منظُور کر لیا تھا۔ اور آپ کی شان یہی تھی کہ اس دعوت نامے کو منظُور فرما لیتے۔ صحابہؓ کا یہ فرض تھا کہ وہ حفاظت کے پیشِ نظر کھانا چکھ لیتے۔ لیکن ان سے یہ غلطی سرزد ہو گئی۔ انہوں نے کھانا چکھا نہیں اور نتیجہ یہ ہُوا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے کھانا کھا لیا۔ آپ کو الہاماً پتہ لگ گیا۔ کہ اس کھانے میں زہر ملا ہُوا ہے اور

آپ نے لُقمہ منہ سے نکال کر پھینک دیا تھا۔ لیکن غالباً حضرت عائشہ کی یہ روایت ہے۔ کہ وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ یہودیوں نے کھانے میں جو زہر کھلایا تھا۔ اس کا اثر اس وقت تو نہیں ہُوا۔ لیکن اب جسم میں اِس کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اس وقت تو آپ بچ گئے لیکن اس زہر کا اثر اعصاب پر ایسا ہُوا کہ بڑھاپے میں جا کر وہ محسوس ہُوا۔ اسی طرح ایک اور واقعہ آتا ہے۔ آپ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ کہ راستہ میں ایک جگہ آرام کرنے کیلئے لشکر ٹھہر گیا۔ صحابہؓ کا خیال تھا کہ چونکہ ہم اب مدینہ کے قریب آ گئے ہیں۔ اِس لئے خطرہ باقی نہیں رہا۔ مگر وہ تھکے ہوئے تھے اِس لئے علیحدگی میں آرام کرنے کے لئے بکھر گئے۔ اور محمدّ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اکیلے ایک درخت کے نیچے رہ گئے۔ آپ نے اپنی تلوار درخت کے ساتھ لٹکا دی اور خود آرام کی خاطر لیٹ گئے۔ لمبے سفر کی تھکاوٹ تھی۔ اس لئے آپ کو نیند آ گئی۔ ایک کافر جس کا بھائی مُسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے مارا گیا تھا۔ اس نے یہ قسم کھائی تھی۔ کہ چونکہ میرے بھائی کو مارنے والے مُسلمان ہی ہیں اور وہ محمدّ رسُول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں۔ اس لئے میں اپنے بھائی کا انتقام لینے کی خاطر محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو ماروں گا۔ چنانچہ وہ اس ارادہ سے چوری چھپے آپ کے ساتھ ساتھ آ رہا تھا۔ اس نے اِس موقعہ کو جب صحابہؓ کسی خطرہ کا احساس نہ کرتے ہوئے آرام کی خاطر منتشر ہو گئے تھے۔ اور رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سایہ میں اکیلے سوئے ہوئے تھے۔ غنیمت جانا۔ اس نے درخت سے تلوار اُتاری اور آپ کو آواز دے کر کہا۔ اَب کون تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ اس وقت باوجود اس کے کہ آپ بے ہتھیار تھے اور بوجہ لیٹے ہوئے ہونے کے حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے نہایت اطمینان اور سکون سے جواب دیا۔ "اللہ"۔ اب اللہ کا لفظ تو سارے لوگ کہتے ہیں۔ فقیر بھی۔ اللہ۔ اللہ کہتے ہیں۔ لیکن ظاہر میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن محمدّ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے جب "اللہ" کہا۔ تو خدا تعالیٰ کی ذات آپ کے پیچھے موجود تھی۔ آپ کا یہ لفظ زبان سے نکالنا تھا۔ کہ اس دشمن کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ وہ تلوار آپ نے فوراً اٹھائی۔ اب وہ شخص جو آپ کے قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا۔ آپ کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا تھا۔ آپ نے معلوم کرنا چاہا کہ آیا میرے مُنہ سے اللہ کا لفظ سُن کر بھی اِسے سمجھ آئی ہے یا نہیں؟ آپ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اب مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے؟ تو اس نے کہا۔ آپ ہی رحم کریں

تو مجھے چھوڑ سکتے ہیں چنانچہ آپ نے چھوڑ دیا۔ اور فرمایا کہ تمہیں کہنا چاہیئے تھا کہ اللہ ہی بچا سکتا ہے۔ کیا میرے مُنہ سے سُننے کے باوجود بھی تمہیں اس طرف توجہ نہیں ہوئی۔ اب دیکھ لو۔ خدا تعالےٰ نے اپنے رسُولوں کی ایک نشان کے طور پر حفاظت تو کر دی لیکن دراصل یہ ذمہ داری صحابہؓ کی تھی۔ خدا تعالےٰ نے کہا میرا کام حفاظت نہیں۔ ہاں موت سے بچانا میرا کام ہے۔ اور موت سے میں بچاؤں گا۔ لیکن اس نے حملہ میں کوئی روک پیدا نہیں۔ کی پس کچھ کام جماعت کو بھی کرنے پڑتے ہیں۔ خلیفہ پر پابندیاں عائد نہیں کی جاسکتیں۔ خلیفہ اپنا کام کرے گا۔ اور جماعت کو اپنا فرض ادا کرنا ہو گا۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ ذہنیت کو بدلا جائے۔“ [1]

پھر فرمایا:۔

”حقیقت یہ ہے کہ مذہب قبول کرنے کے معنے ہی یہ ہوتے ہیں۔ کہ انسان کی حرکات، افکار اور دماغ سب تبدیل ہو جائیں۔ اگر یہ نہیں ہوتا۔ تو کسی مذہب کے قبُول کرنے سے اسے کچھ بھی نہیں ملتا باقی سب چیزیں رسمی ہیں۔ محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی وفات کے قریب فرمایا۔ اگر میں کسی انسان کو اپنا خلیل بنانا چاہتا۔ تو ابو بکرؓ کو بناتا۔ یہ تم سب پر فضیلت رکھتا ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ اسے ہم پر کونسی فضیلت حاصل ہے اسے تم پر جو فضیلت ہے وہ نماز روزہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان جذبات کی وجہ سے ہے۔ جو اس کے دل میں موجزن ہیں۔ نماز اور روزہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے لیکن ان کے ہوتے ہوئے۔ بعض اوقات خدا تعالیٰ نہیں ملتا۔ خدا تعالےٰ کو پانے کی خاطر اپنی ذہنیّت کو بدلنا ضروری ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ وہ ہر کام کو بغیر سوچنے کے کہ یہ عقل کے معیار پر پُورا اُترتا ہے یا نہیں کرتا چلا جاتا ہے ایک دفعہ رسُول کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ بعض صحابہ مجلس کے کناروں پر کھڑے تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اِس وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پاس کی گلی میں سے گذر رہے تھے۔ آپ کے کان میں یہ آواز پڑی۔ تو آپ وہیں بیٹھ گئے۔ اور بیٹھے بیٹھے مسجد کی طرف انہوں نے گھِسٹتے ہوئے آنا شروع کر دیا۔ کسی شخص نے آپ سے کہا یہ احمقانہ حرکت ہے کہ تم گلی میں اس طرح بیٹھ کر چل رہے

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء ص ۵۴-۵۶

ہو۔آپ نے فرمایا میرے کان میں رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آواز پڑی تھی کہ بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا اس پراس شخص نے کہا کیا تمہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ حکم ان لوگوں کو دیا ہے جو مسجد میں آپ کے سامنے کھڑے تھے۔آپ نے فرمایا یہ دُرست ہے۔ لیکن موت کا کوئی وقت مقرر نہیں پتہ نہیں۔ میں مسجد میں پہنچنے سے قبل ہی مرجاؤں گا۔ اور اس حکم پر عمل نہ کرسکوں۔ توخدا تعالےٰ کے سامنے میں کیا جواب دُوں گا۔ کیا خدا تعالےٰ کے سامنے میں یہ کہوں گا کہ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم میں نے نہیں مانا تھا۔ اس لئے جونہی آواز میرے کان میں پڑی تو بیٹھ گیا۔ چاہے یہ بے وقوفی کا کام قرار دے دیا جائے۔ لیکن اگر مسجد میں جانے سے قبل مجھے موت آگئی تو خدا تعالےٰ کے سامنے میں یہ تو کہہ سکوں گا کہ مَیں نے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم جو میرے کانوں میں پڑا مانا ہے۔اس طرح جب رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے شراب کے حرام ہونے کے متعلق اعلان فرمایا تو اُس وقت کچھ صحابہؓ ایک شادی کے موقعہ پر جمع تھے۔ ایک مٹکا باقی تھا جس کو وہ شروع کرنے ہی والے تھے کہ ان کے کانوں میں آواز آئی کہ شراب حرام ہوگئی ہے۔ اس پر اُن میں سے ایک نے کہا سنو! رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے شراب حرام ہوگئی ہے۔ دوسرے نے کہا۔ باہر نکل کر ذرا تصدیق کرلو۔ لیکن جس صحابیؓ کو اس نے یہ بات کہی تھی اُس نے ڈنڈا مٹکے پر مارا۔ اور اُسے پھوڑ کر کہا۔ خدا کی قسم! مَیں پہلے مٹکا توڑوں گا۔ اور پھر تحقیقات کروں گا۔ جب میرے کان میں آواز پڑگئی۔ تو تحقیقات کا سوال بعد میں پیدا ہوگا۔ عمل پہلے ہوگا۔ پس صحابہؓ میں یہ رُوح تھی۔ کہ وہ احکام پر فوری طور پر عمل کرتے تھے۔ اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ آیا وہ عقلی معیار پر پُورا اُترتے ہیں یا نہیں ''۔ ؎

اس تسلسل میں مزید فرمایا:۔

'' پس تمہیں خدا تعالیٰ کے متعلق اپنی ذہنیت کو بدلنا ہوگا تمہیں کلی طور پر اپنے آپ کو خدا تعالےٰ کے حوالہ کرنا ہوگا۔ جب تم اپنے آپ کو کلّی طور پر خُدا تعالیٰ کے حوالہ کردو گے۔ تو تم خدا تعالیٰ کی گود میں ہوگے۔ اُس وقت دُشمن تم پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ پر حملہ آور ہوگا۔ باقی رہا تکالیف کا سوال۔ سو تکالیف تو خُدا کی جماعتوں کو بڑھانے والی ہوتی ہیں یہ تو جماعت کے تمغے ہیں۔ سزائیں نہیں۔

؎ رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء ص ۵۸ - ۵۹

اور قوم کی تباہی کا موجب خُدا تعالیٰ کی سزا ہوتی ہے۔ جو شخص خُدا تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اُس کا ہو جاتا ہے تمہیں یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس قسم کے حملے انفرادی نہیں ہوتے۔ ایک عرصہ سے مجھے مخالفین کی طرف سے خطوط آرہے تھے کہ یُوں ہوگا۔ اگر اس حملہ کا جو مجھ پر کیا گیا۔ ایک فرد سے ہی تعلق ہے۔ تو یہ سینکڑوں خطوط کہاں سے آگئے تھے۔ اس قسم کی باتیں لوگوں نے دوسروں سے سُنی ہوئی تھیں۔ تو تبھی انہوں نے تحریر کیں۔ بہر حال کچھ لیڈر اس حملہ کے پیچھے کام کر رہے ہیں۔ عوام کے خلاف تمہارا جوش اور غصّہ بیکار ہے۔ اس حملہ کے اصل ذمّہ دار لیڈر ہیں۔ اس فعل کا تعلق کسی ایک فرد سے نہیں۔ یہ ایک قومی فعل ہے۔ اور اس کی ذمہ داری قوم پر ہے۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ حکومت اس طرف توجہ کرے لیکن حکومت اس طرف توجہ نہیں کرتی۔ دوسرا علاج یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اس طرف توجہ کرے۔ اور خُدا تعالیٰ اِس طرف ضرور توجہ کرے گا۔ بشرطیکہ تم اسکی طرف رجُوع کرو۔ خدا تعالیٰ سے کی ہوئی دُعائیں اور اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا کرنا خُدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرتے ہیں اور دُشمن کو ناکام کرتے ہیں۔" [1]

حضرت مصلح موعود نے اپنی تقریر کے آخر میں ازدواجی حقُوق کی ادائیگی اور احمدی نوجوانوں کو آگے لانے کی پُرزور تلقین بھی فرمائی اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

ازاں بعد ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم اور چوہدری فضل احمد صاحب نائب ناظر تعلیم و تربیّت نے بالترتیب "سب کمیٹی نظارت علیا دعوۃ و تبلیغ" اور "سب کمیٹی نظارت تعلیم و تربیّت" کی رپورٹیں پیش فرمائیں اور نمائندگان نے بھی اسی ترتیب سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور پھر رائے شماری ہوئی۔ [2]

اب چونکہ ایجنڈے پر درج شدہ تمام تجاویز پر شُوریٰ میں غور ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت مُصلح موعودؓ کی خدمت میں اطلاع کر دی گئی۔ چنانچہ حضور ناسازیٔ طبع کے باوجود اختتامی تقریر اور دُعا کے لئے تشریف لائے اور نمائندگان شُوریٰ سے ایک پُر معارف خطاب فرمایا جس کا خلاصہ شیخ خورشید احمد صاحب رپورٹر الفضل کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۴ء ص ۶۴

[2] " " " ۱۹۵۴ء ص ۷۵ - ۹۲

فرمایا، اس وقت ہمارے خلاف بہت سی غلط فہمیاں پھیلادی گئی ہیں۔ بہت سے ایسے الزامات ہم پر لگائے جاتے ہیں جو سراسر غلط اور بے بُنیاد ہیں۔ حالانکہ ہم نے اگر حضرت مرزا صاحبؑ کے لائے ہوئے اصُولوں کو مانا ہے تو محض اس لئے کہ ہمیں ان میں اسلام کا فائدہ نظر آتا ہے۔ مثلاً حیاتِ مسیح علیہ السلام کے عقیدے کو حضرت مرزا صاحبؑ نے قرآن مجید کی رو سے باطل قرار دیا۔ اور یہ ایک بڑی واضح اور صاف بات ہے کہ عقیدۂ حیاتِ مسیح اسلام کی اور رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کا اور عیسائیت کو تقویّت دینے کا موجب ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں نسخ آیات کے عقیدہ کی حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے تردید فرمائی اور ایک معمُولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس عقیدہ سے قرآن مجید کی شرعی حیثیّت کو سخت دھکا لگتا ہے۔ اور نسخ کے اصُول کو مان کر قرآن مجید کا کوئی حصّہ بھی قابلِ اعتماد نہیں رہتا۔ اسی طرح اگر ہم نے حضرت مرزا صاحب کے کہنے پر مان لیا کہ اللہ تعالیٰ جس طرح پہلے بولتا تھا اسی طرح اب بھی اپنے بندوں سے کلام کرتا ہے اور یہ کہ جہاد کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ تلوار کے زور سے دوسروں کو مٹانے اور اسلام کو پھیلانے کی کوشش کی جائے کیونکہ اس طرح خود مُسلمانوں پر بھی دُشمنانِ اسلام کو ظلم کرنے کا راستہ کھلتا ہے تو بتاؤ آخر اس عقیدہ سے اسلام کی ہتک ہوتی ہے یا عزت قائم ہوتی ہے۔ پس ہمارے خلاف سراسر غلط الزامات لگائے جاتے ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ ان الزامات کا ازالہ کرو۔ بے شک ہم اس وقت ملکی فضا کے پیشِ نظر پاکستان کے مُسلمانوں میں تبلیغ نہیں کرتے لیکن اگر کوئی اعتراض کرتا ہے اور الزام لگاتا ہے تو اس کا جواب دینے سے دُنیا کا کوئی معقول آدمی ہمیں روک نہیں سکتا۔

حضور نے فرمایا اس وقت تم مظلوم ہو۔ اور دُنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمیشہ مظلُومیّت ہی جیتا کرتی ہے۔ پس مظلُومیّت سے مت گھبراؤ بلکہ اسے ظاہر کرو۔ انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ نے نیک بنائی ہے اگر تم اپنی مظلُومیّت کو لوگوں پر ظاہر کرو گے تو خود ظلم کرنے والوں کے بھائی بند ان کو ملامت کرنے لگ جائیں گے۔ پس ظلم ہونے دو۔ اگر تمہارے پاس اس ظلم کا ازالہ کرنے کی طاقت نہیں تو نہ سہی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کر لو۔ جو اعتراض کرے اس کا جواب دے کر اس کی غلط فہمی کو دور کرو۔ مرکز کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ رکھو۔ اپنی اصلاح کرو۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔ خدمتِ خلق میں حصّہ لو۔ اور اتنا نمایاں حصّہ لو کہ دُنیا اپنے لئے تمہیں ایک مفید اور نافع الناس وجُود تسلیم کرے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دُعاؤں پر زور دو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں اور کمزوریوں کو دُور فرمائے

اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو استعدادیں عطا فرمائی ہیں اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکّل رکھتے ہوئے انہیں عقل اور فہم و فراست کے ساتھ استعمال کرو گے تو پھر یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ اور جب اس کی مدد اور تائید تمہیں حاصل ہو تو پھر دُنیا تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔

پونے دو بجے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر فرمائی اور پھر مجمع سمیت لمبی دُعا فرمائی۔ دُعا کے بعد حضور واپس تشریف لے گئے۔ اور اس طرح جماعت احمدیہ کی مجلس مشاورت کا یہ سالانہ اجلاس بخیر و خُوبی اختتام پذیر ہُوا۔"[1]

مذاہب عالم کانفرنس جاپان سے احمدی مبلغ کا خطاب

دوسری جنگ عظیم (یکم ستمبر ۱۹۳۹ء۔ ۱۰ اگست ۱۹۴۵ء) کی تباہ کاریوں نے جہاں یورپ کا سیاسی نقشہ یکسر بدل ڈالا، وہاں جاپانیوں کے سیاسی مادّی اور مذہبی نظام بھی تہ و بالا ہو گئے ہیروشیما اور ناگاساکی جیسے مشہور شہر ایٹم بم سے کھنڈر بن گئے۔ اور جاپان کے مصنوعی خُدا یعنی بادشاہ ہیرو ہیٹو (HIROHITO) کی ساری سطوت و حشمت خاک میں مل گئی۔ "شنٹوازم" جاپانیوں کا قومی اور سرکاری مذہب تھا جس میں بادشاہ کی پُوجا کی جاتی تھی۔ دوسری جنگِ عظیم کے خاتمہ پر امریکی جنرل میکارتھر نے اس مذہب پر پابندی لگا دی اور بادشاہ کی عبادت کا خاتمہ کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد جب اہل جاپان میں آزادی کی رُوح عود کر آئی تو انہوں نے خُود ہی نئے دستور میں سے شنٹوازم کو بالکل الگ کر دیا جس سے ملک میں ایک زبردست مذہبی خلا پیدا ہو گیا۔ اور کئی جدید تحریکوں نے جنم لیا جن میں سے ایک کا نام انا نائیکیو (ANA NAI-KYO) ہے۔ اس تحریک کے زیر انتظام ۳ اپریل سے لیکر ۱۰ اپریل ۱۹۵۴ء تک جاپان کے شہر شیمزو (SHIMIZU) میں ایک مذاہب عالم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں منتظمین نے مندوبین کو مندرجہ ذیل دس سوالات دیئے کہ وہ ان کے جواب اپنے مذہب کی رُو سے پیش کریں:۔

۱۔ مذہبی لوگ موجودہ دُنیا کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

۲۔ مذہبی لوگ انسان کی راہنمائی کیسے کر سکتے ہیں؟

۳۔ مذاہب کی تعلیمات کی بُنیاد کس امر کو بنایا جائے؟

---

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور ۲۷ شہادت ۱۳۳۳ ہش / اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۴

۴۔ آپ کی نظر میں بد روحوں، شیاطین اور جنّات کا عالم روحانی میں کیا کردار ہے؟

۵۔ تمام مذاہب کو ایک کر دینے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

۶۔ عالمی امن کو بروئے کار لانے میں مذہبی لوگوں کا کیا حصّہ ہے؟

۷۔ مذہبی لوگ صحیح ایمان اور توہمات کے درمیان کیا فرق کرتے ہیں؟

۸۔ مذہب اور اخلاقیات کا باہمی رشتہ کیا ہے؟

۹۔ کسی مُنجی کے ظہور کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟

۱۰۔ عالمی امن اور انسانی فلاح و بہبود کے بارے میں آپ کی تعمیری آراء کیا ہیں؟

اس ہفت روزہ کانفرنس میں دُنیا بھر کے بیس کے قریب نمائندے شریک ہوئے۔ بیرونی ممالک کے نمائندوں نے انگریزی میں تقاریر کیں جن کا ترجمہ جاپانی میں سُنایا گیا۔ کانفرنس میں تین مسلمان نمائندوں کے لیکچر ہوئے۔ جن میں سے ایک انڈونیشین پیر صاحب کے مرید تھے جنہوں نے اپنے پیر صاحب سے یوگا کا علم سیکھا تھا اور وہ اسی پر زور دیتے رہے۔ دوسرے حیدر آباد دکن کے تھے جن کی تقریر کا موضوع امن تھا۔ تیسرے نمائندہ چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر انچارج امریکہ مشن تھے جنہوں نے اسلام کی نمائندگی کا حق ادا کیا۔ ؎[1]

چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر کا بیان ہے کہ:۔

"کانفرنس کے پہلے ہی دن مجھے اللہ تعالیٰ نے موقعہ بہم پہنچایا کہ میں نے تین سوالوں کے جوابات پیش کئے۔ میں نے اس میں دُنیا کی موجودہ حالت اور جاپان کی جنگ عظیم میں شرکت اور مصائب کا ذکر کیا اور ان کا اسلامی نقطۂ نگاہ سے حل پیش کیا۔ میری تقریر کے بعد جو انگریزی میں تھی جاپانی میں اس کا ترجمہ سُنایا گیا جس کے اختتام پر دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔ بعد میں صدر جلسہ نے مجھے لکھ کر بتلایا کہ میں نے اپنے صدارتی ریمارکس میں جو ہر تقریر کے بعد ہوتے تھے یہ کہا ہے کہ میں آپ کی باتیں سُن کر جذبات پر کنٹرول کرنے کی تاب نہ لاسکا اور میری آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈباتی رہیں۔ میں اِن آنسوؤں کو آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ میرے علاوہ دیگر مقرّرین نے ان سوالات کے جوابات دینے کی کوشش ہی نہ کی اور اگر کی تو مختصراً۔ جب آخری دن آیا اور ابھی کافی

؎[1] ان جوابات کا متن رسالہ "ریویو آف ریلیجنز" انگریزی (ربوہ) بابت جولائی۔ اگست ۱۹۵۸ء میں چھپ گیا تھا۔

مقررّین کو تقریر کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا تو مجھ سے پوچھا گیا کہ مَیں باقی سات سوالات کا بھی جواب دُوں۔ نیز کہا کہ بہرحال آپ ان سات سوالات کے جوابات مکمل بیان کریں اور وقت کی پروا نہ کریں۔ جتنا چاہیں وقت لیں۔ چنانچہ میں نے تمام سوالات کے جواب پیش کئے اور ان کا لفظ بلفظ جاپانی زبان میں ترجمہ اخبارات میں شائع کیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو اسلام سے ایک خاص شغف پیدا ہُوا۔ یہ پہلا موقعہ جاپان میں تھا کہ اس قدر چنیدہ مجمع میں اسلامی نمائندہ کی طرف سے تقریر کی گئی۔ لوگوں نے قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ دسویں سوال کے جواب میں مَیں نے کہا کہ بجائے اس کے کہ ہر مذہب کے لوگ اپنی اپنی الہامی کُتب کی اشاعت کریں کیوں نہ ایک کمیٹی بنا دی جائے جو تمام الہامی کتب شائع کرے۔

میرے نزدیک موجودہ حالات میں یہ نہایت بہترین صُورت ہے یا یہ کہ ہر ایک مذہب کے نمائندہ سے ایسی کُتب لی جائیں جو ان کی الہامی کتب سے مستنبط دلائل پر مشتمل ہوں اور کمیٹی مشترکہ طور پر ایسی کتب شائع کرے۔ یہ بھی مَیں نے پیش کیا کہ تمام مذاہب ہستی باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور کمیونزم ہی ایک ایسی آرگنائزیشن ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرتی ہے۔ اس لئے کیوں نہ سب مذاہب مل کر اس کے خلاف ایک مذہبی محاذ بنائیں اور مقابلہ کریں۔ پھر ایک یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ گو دُنیا تہذیب و تمدّن کا دعویٰ کرتی ہے مگر اس میں مذہبی تعصب ابھی باقی ہے۔ جس کی بنا پر وہ بزور طاقت فریق مقابل کو کچلنا چاہتی ہے اس لئے ایسے مذہبی تعصب کے خلاف خواہ یہ کسی کی طرف سے بھی ظہور میں آئے ہمیں مل کر آواز اٹھانی چاہیئے۔ مَیں نے کہا...... اگر ایسا ہو سکے تو ہمارے لئے یہ تجاویز نہایت مفید ثابت ہو سکتی ہے۔"[1]

---

[1] چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر ایم اے انچارج امریکہ مشن کی تقریر جامعۃ المبشرین میں بحوالہ روزنامہ الفضل لاہور مورخہ ۲۷ ہجرت ۱۳۳۱ھش / ۲۷ مئی ۱۹۵۲ء صفحہ ۵ کالم ۳ - ۴)

فصل چہارم

حضرت مصلح موعودؓ کا سفرِ سندھ

حضرت مصلح موعودؓ ۷ احسان/جون کو بذریعہ چناب ایکسپریس ربوہ سے کراچی تشریف لے گئے۔ ریلوے اسٹیشن پر سینکڑوں خدام نے پُرسوز دعاؤں کے ساتھ اپنے پیارے امام کو الوداع کہا۔ اس سفر میں حضرت سیّدہ اُمّ متین صاحبہ، حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ اور بعض دیگر افرادِ خاندان کے علاوہ عملہ پرائیویٹ سیکرٹری کے کچھ ارکان کو حضور کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور نے اپنے بعد ۱۷ احسان/جون تک مولانا جلال الدین صاحب شمس کو اور اس تاریخ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔[1]

حضرت مصلح موعودؓ ۲۰ ماہ وفا/جولائی تک کراچی میں قیام فرما رہے۔ ازاں بعد ناصر آباد، محمد آباد، محمود آباد و دیگر احمدی اسٹیٹس میں تشریف لے آئے۔ حضور نے سفر سندھ کے دَوران احمدیوں کو تبلیغ اسلام اور محنت کی طرف خاص توجہ دلائی۔ چنانچہ ۲۰ ماہ ظہور/اگست کو محمد آباد میں خاص اسی موضوع پر خُطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"گورنمنٹ نے اپنی مصلحتوں کے ماتحت، جن کو میں ٹھیک سمجھتا ہوں سرکاری افسروں اور سرکاری ملازمین کو تبلیغ سے روک دیا ہے۔ لیکن اس کا عوام الناس سے کوئی تعلق نہیں۔ پس تمہیں کوئی قانون اپنے بھائی بندوں کو تبلیغ کرنے سے نہیں روک سکتا بشرطیکہ تم امن سے کام لو اور فتنہ کو ہوا نہ دو۔ تمہیں صرف فساد سے روکا جاتا ہے اور فساد اور تبلیغ کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کو نیکی کی تلقین کرے اور پھر خُود ہی فساد کرنے لگ جائے۔ ہاں اگر دُوسرا شخص فساد کرتا ہے تو یہ اس کی اپنی غلطی ہے۔ تبلیغ کرنے والے کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ میں

---

[1] الفضل (لاہور) ۸ احسان/جون ۱۳۳۳ہش/۱۹۵۴ء صفحہ ۱

دیکھتا ہوں کہ یہاں ہماری جماعت کے کثرت سے لوگ موجود ہیں۔ مگر پھر بھی وہ تبلیغ نہیں کرتے۔ نصرت آباد اور کھنڈر سے چلو اور ناصر آباد تک آؤ تو ایک ہزار کے قریب احمدی مرد مل جائے گا اور عورتیں اور بچے ملا کر چار پانچ ہزار تک اُن کی تعداد ہوگی۔ یہ اتنی ہی تعداد ہے جتنی ابتدا میں قادیان کی ہوا کرتی تھی مگر اس وقت قادیان کی تبلیغ سے اردگرد کے کئی گاؤں احمدی ہو گئے تھے صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ تم اپنے اندر نیکی پیدا کرو اور لوگوں کو نیک نمونہ دکھاؤ۔ اگر تم زیادہ محنت کرتے ہو تو جب لوگ تمہاری فصلوں کے پاس سے گذریں گے تو ہر دیکھنے والا تمہاری اچھی فصل کو دیکھ کر کہے گا کہ احمدی بڑے محنتی ہوتے ہیں۔ پھر جب دوبارہ گذرے گا۔ تو تم کہو گے کہ کچھ دیر کیلئے ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ گرمی کا موسم ہے۔ کچھ پانی وغیرہ پی لو اس سے وہ اور زیادہ متاثر ہوگا۔ اور کہے گا احمدی تو فرشتے ہوتے ہیں پھر کسی دن اگر اس کا تمہارے ساتھ معاملہ پڑے گا یا تمہارے پاس وہ کوئی امانت رکھ جائے گا یا تم سے سودا خریدے گا اور تم اسے اچھا سودا دوگے یا امانت میں خیانت سے کام نہیں لوگے تو پھر تو وہ اتنا متاثر ہوگا کہ جس کی حد ہی کوئی نہیں"۔

نیز فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے اس وقت تمہیں ثواب کا بہت بڑا موقع دیا ہے اگر تم چاہو۔ تو تم ذرا سی محنت اور توجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا اسلام کی طرف توجہ کر رہی ہے مگر ہمارے پاس لٹریچر نہیں۔ کتابیں نہیں۔ روپیہ نہیں کہ ان ذرائع سے ہم انہیں اسلام کی تعلیم سے آگاہ کر سکیں۔ لیکن تم ان ضرورتوں کو بڑی آسانی سے پُورا کر سکتے ہو۔ کیونکہ تمہاری محنت اور کمائی کے نتیجہ میں ہی روپیہ پیدا ہوگا۔ اور پھر وہی روپیہ تبلیغ اسلام کے کام آئے گا۔ اگر تم دیانتداری کے ساتھ محنت کرو۔ تو نہ صرف تمہاری اس محنت کا تمہیں بدلہ ملے گا بلکہ انجمن تمہارے روپے سے جو تبلیغ بھی کرے گی اس کے ثواب میں تم حصّہ دار ہوگے۔ رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کسی کے مال کو تقسیم کرتا ہے اور دیانتداری اور انصاف سے کرتا ہے اسے صدقہ دینے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ پس بے شک انجمن کو بھی ثواب ہوگا لیکن تمہیں بھی ثواب ہوگا۔ اس لئے بھی کہ تمہارے روپے سے انجمن نے تبلیغ کی اور اس لئے بھی کہ تم نے اچھی نگرانی کی اور محنت سے کام کیا۔ گویا تمہیں تین ثواب ملیں گے۔ پہلا ثواب انجمن کے ثواب سے ملے گا دوسرا ثواب تمہارے اپنے چندہ

کی وجہ سے ملے گا اور تیسرا ثواب تمہیں اس لئے ملے گا کہ تم نے فصلوں پر محنت کی اور اچھی نگرانی کر کے سلسلہ کے مال کو بڑھایا اور کسی کو تین گنا ثواب مل جانا تو ایک لوٹ ہوتی ہے۔ اگر تمہارے پاس ایک سو روپیہ ہو جو اگلے سال تین سو ہو جائے۔ اس سے اگلے سال نو سو ہو جائے۔ اس سے اگلے سال ستائیس سو ہو جائے تو پچاس سال کے اندر ساری دُنیا کی دولت تمہارے پاس آجاتی ہے پس تین گنا ثواب کوئی معمولی ثواب نہیں۔ یہ ایک لُوٹ ہے جس کا کوئی شاہی خزانہ بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں موقعہ دیا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ ہمیں بھی جتنے سامان میسر آتے ان سے ہم تمہیں فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں گے۔" [1]

حضور نے ۲۰ ظہور / اگست کو ناصر آباد میں جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ اس مضمون پر مشتمل تھا کہ اگر دیندار بننا چاہتے ہو تو ان سارے طریقوں کو اختیار کرو جو دینی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ اور جو شخص پورے طور پر نہ دین کا بنتا ہے نہ دُنیا کا خدا تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرتا۔ [2]

۲۷ ظہور / اگست کا جمعہ حضور کے سفر سندھ کا آخری جمعہ تھا جس میں حضور نے نہایت لطیف اور مؤثر پیرایہ میں اس حقیقت کی طرف توجہ دلائی کہ اگر انسان سیکھنے کی نیت رکھے تو زمین کی اینٹیں، پہاڑوں کے درخت اور جنگلوں کی جھاڑیاں بھی اس کے لئے قرآن و حدیث کی تفسیر بن جاتی ہیں۔ نیز بتایا کہ انسانی ترقی کا اصل گر یہ ہے کہ جو چیز اسے اچھی نظر آئے اسے مضبوطی سے پکڑلے۔ [3]

اس سفر میں حضور جب ناصر آباد تشریف لے گئے تو شروع شروع میں تو یہ معلوم ہوا کہ آب و ہوا کی وجہ سے پہلے کی نسبت زخم کی تکلیف میں افاقہ ہے۔ لیکن بعد میں ٹھنڈی ہوا چلنے سے گردن کا کھچاؤ بھی بڑھنے لگا اور ورم اور درد بھی زیادہ ہونا شروع ہو گیا۔ اور بعض اوقات معمولی سے جھٹکے کے ساتھ گردن میں پیچ پڑ جاتا تھا۔ اور جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے بعد میں خود بیان فرمایا کہ:

"اس درد کے ساتھ زخم کے اوپر اس قسم کی جلن محسوس ہونے لگی جیسے کوئی شخص لوہا تپا کر ہاتھ میں

---

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور ۸ ظہور ۱۳۳۳ ہش / ۸ اگست ۱۹۵۴ء ص ۴-۵

[2] الفضل ۸ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۳-۴

[3] الفضل ۲۹ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۳-۴

پکڑے۔ اس ہاتھ میں جو کیفیت گرم لوہے کو پکڑنے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ وہی کیفیت اس جلن کی تھی جو زخم کے اُوپر کے حصہ میں درد کے ساتھ ساتھ محسوس ہوتی تھی۔“

بیماری کی اس کیفیت کے باوجود حضرت مصلح موعودؓ نے سندھ میں اپنی دینی، تنظیمی اور اصلاحی سرگرمیوں کو جاری رکھا۔ اسی دَوران کراچی، کوئٹہ، پشاور اور ربوہ سے متعدد خطوط حضور کی خدمت میں موصول ہوئے جن میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ زخم کا ڈاکٹر سے معائنہ کرانا چاہیئے۔ لیکن حضور نے فیصلہ فرمایا کہ ”اب آخری ایام ہیں چند دنوں کے بعد لاہور چلے جانا ہے۔ ربوہ جانے کے بعد لاہور جاؤں گا۔“[1] [2] چنانچہ حضور جلد ہی ناصر آباد سے پنجاب روانہ ہوگئے۔ اور یکم تبوک/ستمبر کو ربوہ میں رونق افروز ہوئے[3]

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی علالت اور قیام لاہور

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب وسط ۱۹۵۴ء کو شدید طور پر بیمار ہوگئے پہلے نقرس کی تکلیف ہوئی پھر ۲۹ جون ۱۹۵۴ء کو یک دم نقاہت بہت زیادہ ہوگئی اور تنفس بھی بہت زیادہ تیز ہوگیا۔

---

[1] الفضل ۱۴ تبوک ۱۳۳۳ ہش/ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۳

[2] حضرت مصلح موعودؓ سفر سندھ سے واپسی کے بعد بغرض علاج تین بار لاہور تشریف لے گئے۔

۱۔ ۱۳ تا ۱۶ تبوک/ستمبر ۲۔ ۳۰ اخاء/اکتوبر تا یکم نبوت/نومبر

۳۔ ۲۰ تا ۲۲ دسمبر/فتح

دوسرے سفر میں حضور نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور عامہ کی دُختر نیک اختر رضیہ درد صاحبہ کی تقریب رخصتانہ میں اور تیسرے سفر میں قاضی محمد شریف کے صاحبزادے کیپٹن ارشد محمود جاوید صاحب کی دعوتِ ولیمہ میں شرکت فرمائی۔ حضور نے محترمہ رضیہ درد صاحبہ کا نکاح ۱۲ دسمبر ۱۹۵۳ء کو محترم مسعود احمد صاحب عاطف پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے پڑھا اور کیپٹن ارشد محمود جاوید صاحب کا نکاح محترم کرنل تقی الدین احمد صاحب آئی ایم ایس کی صاحبزادی فرحت سلوبا کے ہمراہ تیسرے سفر لاہور کے دوران پڑھا تھا۔

(رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۵۵-۱۹۵۴ء صفحہ ۸، الفضل ۲ نبوت ۱۳۳۳ ہش/نومبر ص ۱۔ الفضل ۲۲ فتح ۱۳۳۳ ہش/دسمبر ۱۹۵۴ء ص ۱ کالم ۲)

[3] الفضل ۲ تبوک ۱۳۳۳ ہش ص ۱

فوری علاج کے لئے آپ یکم جولائی کو لاہور لائے گئے۔ جہاں آپ نے بغرضِ علاج ساڑھے تین ماہ قیام فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہو گئی۔ اور آپ ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو لاہور سے ربوہ واپس تشریف لے آئے۔ روانگی سے قبل حضرت میاں صاحب نے جماعت احمدیہ لاہور کے نام حسب ذیل پیغام اشاعت کے لئے عنایت فرمایا:

"میں لاہور سے ربوہ جاتے ہوئے احباب لاہور کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے میرے ساڑھے تین ماہ کے قیامِ لاہور میں نہ صرف میری صحت کیلئے دردِ دل سے دُعائیں کیں۔ بلکہ عیادت اور اخلاص اور محبّت کے حق کا بھی کامل اسلامی نمونہ دکھایا۔ جزاکم اللہ خیرا۔ احباب دعا جاری رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد پوری شفا دیکر خدمتِ دین کی توفیق دے اور ہم سب کو حسناتِ دارین سے نوازے اور حافظ و ناصر ہو۔"[1]

---

[1] الفضل ۲ جولائی و ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء مطابق ۲ وفا و ۱۷ اخاء ۱۳۳۳ ہش

فصل پنجم

سیلاب مشرقی پاکستان اور جماعت احمدیہ کی امدادی سرگرمیاں

اگست ۱۹۵۴ء کے شروع میں مشرقی پاکستان ایک تباہ کن سیلاب کی زد میں آگیا۔ یہ سیلاب ایسا خوفناک تھا کہ ڈھاکہ پریس نے اسے "طوفانِ نوح" قرار دیا۔[1]

بنگال کے احمدی مبلغین[2] کی طرف سے حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں یہ رپورٹ پہنچی کہ ایک بستی کے باشندوں نے ہمیں فون کیا کہ کوئی شخص ہماری حالت نہیں پوچھتا آپ کم از کم کوئی آدمی تو ہمارے پاس بھجوائیں۔ تا یہ دیکھ کر کہ ملک میں ہمارے پُرسانِ حال موجود ہیں ہماری ہمّت بندھ جائے۔ چنانچہ مبلّغین کا ایک وفد وہاں پہنچا۔ ہر طرف پانی ہی پانی کھڑا تھا گاؤں کا کوئی شخص ایک کشتی لے آیا اور انہیں اس میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگوں نے پانی میں بانس گاڑ کر ان پر گھاس پھونس ڈال رکھا ہے وہ ان بانسوں کی چھتوں پر ہی سوتے اور انہی پر کھانا پکاتے ہیں۔ مبلّغین کو دیکھ کر گاؤں کے سب لوگ جمع ہو گئے اور

---

[1] اخبار "پاسبان" یکم ستمبر ۱۹۵۴ء۔ پاکستان پوسٹ ۵ ستمبر ۱۹۵۴ء (بحوالہ الفضل ۱۵ ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۴)

[2] اُن دنوں مندرجہ ذیل سینئر مبلّغین خدماتِ سلسلہ بجا لا رہے تھے:

مولانا رحمت علی صاحب (رئیس المبلّغین)۔ مہاشہ محمد عمر صاحب فاضل۔ مولوی محمد اجمل صاحب شاہد (ڈھاکہ) مولوی ظل الرحمٰن صاحب فاضل (برہمن بڑیہ) سید اعجاز احمد صاحب (تیج گاؤں)۔ مولوی محب اللہ صاحب (چاروکھیا) علاوہ ازیں مولوی ممتاز احمد صاحب۔ مولوی سلیم اللہ صاحب مولوی منوّر علی صاحب بالترتیب ڈھاکہ۔ چٹاگانگ اور کومیلا میں دیہاتی مبلغ کی حیثیت سے مصروفِ عمل تھے۔ (رپورٹ سالانہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۵۴-۱۹۵۳ء ص ۵۷)

اس طرح زار وقطار رونے لگے جیسے کوئی گہرا دوست سالہا سال کی جدائی کے بعد ملا ہو۔ مبلّغین نے انہیں کچھ چاول دیئے اور کہا ہم غریب لوگ ہیں لیکن پھر بھی چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی تکلیف میں حصّہ لیں۔ انہوں نے چاول واپس کر دیئے اور کہا ہمیں اس بات کا ڈر نہیں کہ ہم فاقوں مر جائیں گے۔ ہم میں سے جس کے پاس کچھ غلّہ یا روپے ہیں۔ وہ دوسروں کی مدد کرتا ہے۔ ہمیں صرف یہ احساس تھا کہ ملک میں ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اب آپ آگئے ہیں تو ہمیں سب کچھ مل گیا ہے اور ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہماری تکلیف کا احساس کرنے والے ملک میں موجود ہیں۔ ؎۱

حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۴ ستمبر ۱۹۵۴ء کے خطبہ جمعہ میں یہ دردناک واقعہ بیان کرنے کے بعد احمدیوں سے پُرزور تحریک فرمائی کہ وہ اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی ہر ممکن مدد کریں اور ان کے لئے جلد سے جلد چندہ جمع کر کے حبُّ الوطنی کا ثبوت دیں۔

نیز بتایا کہ:

" اس سلسلہ میں کراچی کی جماعت نے سب سے پہلے قدم اٹھایا ہے۔ انہوں نے پانچ ہزار روپے کا وعدہ کیا تھا جس میں سے تین ہزار سے اُوپر چندہ انہوں نے جمع کر لیا ہے۔ جن جماعتوں نے اس سلسلہ میں ابھی تک کوئی قدم نہیں اُٹھایا میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ چندہ جمع کریں اور اسے مرکز میں بھیجیں۔ مرکز بھی اپنے پاس سے کچھ رقم دے گا کیونکہ ان لوگوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اخراجات کم کر کے مصیبت زدہ لوگوں کے لئے کچھ رقم نکالیں۔ پھر جو رقم جمع ہو اس میں سے کچھ رقم حکومت کے مقرر کردہ نظام کو بھیج دی جائے۔ اور کچھ رقم جماعت کو بھیج دی جائے تاکہ وہ اپنے ہمسایوں میں خود تقسیم کرے۔" ؎۲

اس تحریک کے بعد ڈھاکہ، نرائن گنج اور تیج گاؤں کے سیلاب زدہ علاقوں میں احمدی نوجوانوں نے امدادی سرگرمیاں پہلے سے زیادہ تیز کر دیں۔ چنانچہ ۷ ستمبر کو نذرالاسلام صاحب جنرل سیکرٹری کی زیر قیادت آٹھ خدّام کا ایک وفد نرسندی گیا۔ وفد کے ساتھ ٹیکے اور دیگر ضروری ادویہ تھیں۔ خدّام نے تیج گاؤں میں بھی مولوی سیّد اعجاز احمد صاحب کے زیر اہتمام کام کیا اور دوسرے سیلاب زدہ علاقوں میں بھی گئے جہاں مفلوک الحال کسانوں میں

؎۱ الفضل ۱۴ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ۱۴ ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۴

؎۲ الفضل ۱۴ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ۱۴ ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۵ کالم ۳

ادویہ اور کھانے پینے کی اشیاء کپڑے، برتن، صابن وغیرہ ضروری اشیاء تقسیم کیں اور بہت سے لوگوں کو ٹیکے لگائے۔[1]

۱۰ تبوک/ستمبر سے ۱۳ تبوک/ستمبر تک تیج گاؤں کے سیلاب زدہ علاقے میں پانچ صد افراد کو ہیضے کے ٹیکے لگائے گئے۔ اور ڈیڑھ سو افراد کو روزانہ دودھ اور ادویہ مہیا کی جاتی رہیں۔ علاوہ ازیں ایک امدادی پارٹی نے میرپور یونین کے پندرہ میل کے علاوہ میں پیدل اور کشتی کے ذریعہ سفر کرکے ۱۸ دیہات میں ہیضے کے ٹیکے لگائے اور ان میں دودھ، دوائیں اور کپڑے تقسیم کئے۔[2]

۱۵ تبوک/ستمبر کو مہاشہ محمد عمر صاحب، مولوی محمد اجمل صاحب شاہد اور مولوی احسان اللہ صاحب نے موضع پیگلہ میں کشتی کے ذریعہ دورہ کیا۔ اس گاؤں کی اکثریت اچھوتوں پر مشتمل تھی۔ یہ وفد ان کے لیڈر شری نس کمار کے مکان پر ملے۔ انہیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ جماعت احمدیہ کے ممبر ریلیف کا کام کر رہے ہیں۔ وفد گاؤں میں دودھ اور دوائیں تقسیم کرنے کے بعد نارائن گنج پہنچا اور ان کیمپوں کا معائنہ کیا جن میں احمدی نوجوان کام کر رہے تھے۔ ان نوجوانوں نے کیمپوں میں ڈیوٹی دینے کے علاوہ چار دن کے اندر ۱۶ ہزار ٹیکے لگائے۔[3]

۲۵ ماہ تبوک/ستمبر کو مولانا رحمت علی صاحب، مہاشہ محمد عمر صاحب اور مولوی محمد اجمل صاحب شاہد ریلیف کے کام کے لئے دوبارہ موضع پیگلہ میں گئے اور غریب اور مصیبت زدہ لوگوں میں چاول، دودھ اور ضروری ادویات تقسیم کیں۔[4] جماعت احمدیہ نے برہمن بڑیہ، شال، سہیل پور اور کروڈا میں بھی ریلیف کا کام کیا۔[5]

احمدی نوجوانوں کے علاوہ لجنہ اماء اللہ کی کارکنات بھی بیگم صاحبہ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اور بیگم صاحبہ چوہدری انوار احمد صاحب کاہلوں، بیگم صاحبہ شیخ محمود الحسن کی زیر ہدایات عورتوں میں ریلیف کا کام کرتی رہیں۔[6]

مختصر رپورٹ جناب مولوی محمد اجمل صاحب[7] شاہد مربی سلسلہ مقیم ڈھاکہ نے اپنی مختصر رپورٹ میں لکھا کہ:

---

[1] الفضل ۱۴ تبوک ۱۳۳۳ ہش/ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۸ (مکتوب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد)

[2] رپورٹ سید اعجاز احمد صاحب مبلغ سلسلہ، الفضل یکم اخاء ۱۳۳۳ ہش ص ۵

[3] الفضل ۱۹ تبوک ۱۳۳۳ ہش ص ۸

[4] الفضل ۷ اخاء ۱۳۳۳ ہش ص ۸ [5] الفضل ۲۰ اخاء ۱۳۳۳ ہش ص ۷

[6] الفضل ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۸

[7] حال امیر و مشنری انچارج احمدیہ مسلم مشن نائیجیریا۔

"اس سیلاب کے موقعہ پر خدام الاحمدیہ ڈھاکہ۔ نرائن گنج اور تیج گاؤں نے مکرم ڈاکٹر عبدالصمد خان صاحب نائب صدر خدام الاحمدیہ۔ مکرم عبدالجلیل صاحب عشرت قائد ڈھاکہ۔ محمد عمر بشیر احمد خان۔ مکرم مہاشہ محمد عمر صاحب اور مولوی سیّد اعجاز احمد خان کی قیادت میں اپنے اپنے علاقہ میں ریلیف کا کام کیا۔

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اس موقعہ پر جماعت کو یہ ہدایت بھجوائی کہ اکٹھے مل کر کام کیا جائے۔ نیز حضور نے فوری طور پر اپنی طرف سے ایک ہزار روپیہ بھی بھجوایا اور مزید رقم بھجوانے کا وعدہ فرمایا۔

ڈھاکہ انجمن:۔

۱۔ ڈھاکہ سے خدام الاحمدیہ کے وفود امدادی کام کے لئے نرائن گنج۔ دیو بھوگ۔ سومل پاڑہ وغیرہ میں باقاعدہ جاتے رہے۔ ان علاقوں میں تقریباً یکصد روپیہ نقد سے زائد تقسیم کرنے کے علاوہ مصیبت زدہ لوگوں میں چاول۔ دال۔ دُودھ۔ ادویات وغیرہ اشیاء تقسیم کی گئیں۔

۲۔ گیارہ خدام نے اپنے آپ کو بطور والنٹیئر پیش کیا۔ جن کے نام ریلیف کمشنر کے پاس بھیج دیئے گئے۔

۳۔ خدام الاحمدیہ کے فنڈ سے کافی مقدار میں انجکشن خریدے گئے تاکہ وہ غریب لوگوں کو لگائے جائیں۔

۴۔ ڈھاکہ میں اپنے علاقہ میں صفائی کا پروگرام بھی خُدام الاحمدیہ کی ایک میٹنگ میں طے کیا گیا چنانچہ ڈی۔ ڈی۔ ٹی خرید کر اس کو چھڑکنے اور صفائی کا کام بھی شروع کیا گیا۔

نرائن گنج:۔

نرائن گنج میں ہمارے خدّام باوجود خود سیلاب سے متاثر ہو جانے کے پھر بھی بڑی جانفشانی کے ساتھ ریلیف کے کام میں مصروف رہے اور خدمتِ خلق کا کام سرانجام دیتے رہے۔

۱۔ تقریباً پندرہ خدّام نے باقاعدہ تین ریلیف سنٹروں میں ڈیوٹی دی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے کام کا بہت اچھا اثر ہے۔ تمام خُدّام نے ڈیوٹی کے دوران اپنے بیج باقاعدہ نمایاں طور پر لگائے رکھے۔

۲۔ خُدام کے بعض وفود نرائن گنج کے ارد گرد کے گاؤں میں جاتے رہے اور ان کو انجکشن دینے کے علاوہ دوسری ادویات اور کھانے پینے کی چیزیں دیتے رہے۔

۳۔ مکرم نذرالاسلام صاحب جنرل سیکرٹری خدام الاحمدیہ کی زیر قیادت قریباً آٹھ خُدّام کا ایک وفد سرسندی میں گیا۔ وفد کے ہمراہ چھ ہزار لوگوں کے لئے انجکشن کے علاوہ کافی مقدار میں ضروری

ادویات وغیرہ تھیں۔

تیج گاؤں :-

"تیجگاؤں میں ہمارے خدام روٹری کلب کے ساتھ مل کر ریلیف کے کام میں مصروف ہیں چنانچہ وہ کیمپوں میں کام کرنے کے علاوہ باہر دیہاتوں میں انجکشن دیتے اور ضروری ادویات تقسیم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں۔ پرانے کپڑے۔ برتن اور صابن وغیرہ تقسیم کرتے ہیں"۔[1]

بنگلہ پریس میں ذکر

بنگلہ پریس نے جماعت احمدیہ کی اس اسلامی خدمت کا خصوصی ذکر کیا۔ چنانچہ روزنامہ "سنگباد" ڈھاکہ نے اپنی ۱۲ ستمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں جماعتِ احمدیہ کی امدادی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:-

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مشرقی پاکستان کے سیلاب زدہ بھائیوں کی مدد کے سلسلہ میں ہر احمدی سے کھانا، کپڑا اور نقدی دینے کی اپیل کی ہے۔ آپ نے اپنی طرف سے بھی انجمن احمدیہ مشرقی پاکستان کی معرفت دو ہزار روپیہ ارسال فرمایا ہے اور مزید روپیہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز آپ نے مشرقی پاکستان کے لئے ایک سیلاب کمیٹی بنائی ہے۔ ڈھاکہ، نارائن گنج اور تیج گاؤں کے علاقہ کے دیہات میں انجمن احمدیہ کے والنٹیئرز گھوم گھوم کر امدادی کام سرانجام دے رہے ہیں۔ چاول، دودھ دال اور دوائیاں ان کے ساتھ ہوتی ہیں جنہیں وہ تقسیم کرتے ہیں اس کے علاوہ انہوں نے سیلاب زدگان میں نقدی بھی تقسیم کی ہے۔ نارائن گنج کے علاقہ میں پندرہ والنٹیئرز تین ریلیف کیمپوں میں کام کر رہے ہیں اور سچل پاڑہ اور بنگلہ میں اچھوت اقوام کے سیلاب زدگان کو انہوں نے کھانے کی اشیاء اور دوائیاں بھی پہنچائی ہیں۔ آٹھ نوجوانوں کی ایک پارٹی زرسندی کے علاقہ میں دوائیاں اور ٹیکے وغیرہ دینے کے لئے دورہ کر رہی ہے۔ تیج گاؤں کے والنٹیئرز روٹری کلب والوں کے ساتھ مل کر ریلیف کا کام کر رہے ہیں۔[2] (ترجمہ)

اسی طرح بنگلہ کے مشہور اخبار "ملت" ڈھاکہ نے اپنی ۲۸ ستمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں بنگلہ اور زرسندی

---

[1] رسالہ "خالد" ربوہ نومبر ۱۹۵۴ء ص ۳۰ - ۳۱

[2] بحوالہ الفضل ۱۹ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۸

میں جماعتِ احمدیہ کے امدادی کام کا ذکر ان الفاظ میں کیا :۔

گذشتہ ۵ ؍ستمبر کو جماعتِ احمدیہ کے ریلیف ورکرز کا ایک وفد نرائن گنج کے علاقہ بنگلا میں سیلاب زدوں کی امداد کے لئے گیا۔ وفد نے وہاں چاول، دُودھ اور ادویات تقسیم کیں۔ جماعتِ احمدیہ کے ریلیف ورکرز کا جو وفد نرسندی میں گیا اُس نے وہاں تقریباً چالیس ہزار افراد کو ٹیکے لگائے ہیں اور ضروری ادویہ تقسیم کی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ وفد نرسندی بازار کی صفائی کا کام بھی عوام کے ساتھ مل کر کر رہا ہے۔ ؎۱ (ترجمہ)

سیلابِ پنجاب، مجالس خدام الاحمدیہ کی خصوصی خدمات

ملک کو مشرقی پاکستان کے قیامت خیز طوفان کی ہلاکت آفرینیوں سے نجات نہیں ملی تھی کہ ماہ ستمبر کے آخری ہفتہ میں پنجاب کے دریاؤں میں زبردست طغیانی آ گئی جس نے لاہور، گوجرانوالہ، سیالکوٹ گجرات اور جھنگ کے اضلاع میں زبردست تباہی مچا دی۔ شہری آبادی کے اعتبار سے سب سے زیادہ نقصان لاہور کا ہُوا جہاں ہزاروں مہاجرین بے خانماں، سینکڑوں جھونپڑیاں برباد اور ہزاروں مکانات منہدم ہو گئے۔ اور لاکھوں شہری مُصیبتِ عظمیٰ کا شکار ہو گئے۔ صُوبہ پنجاب خصُوصاً لاہور اور ربوہ کی مجالس خدام الاحمدیہ نے اس قومی المیہ کے موقع پر جس وسیع پیمانہ پر امدادی سرگرمیاں انجام دیں وہ اپنی نظیر آپ تھیں۔ ملک کے متعدد حضرات اور با اثر اخبارات نے مجلس کی شاندار مساعی پر خراجِ تحسین ادا کیا۔

ذیل میں صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے الفاظ میں ان صُوبہ گیر امدادی سرگرمیوں کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں ۔

خدمتِ خلق خدام الاحمدیہ کے فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے قیام کے وقت اس کی اغراض بیان فرماتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا :۔

"غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو۔ نہ صرف اپنے مذہب کے غریبوں اور مسکینوں کی بلکہ ہر قوم کے غریبوں اور بے کسوں کی تا دُنیا کو معلوم ہو کہ احمدی اخلاق کتنے بُلند ہوتے ہیں۔"

(الفضل ۱۳ ؍اپریل ۱۹۳۸ء)

؎۱ منقول از الفضل ۷ ؍اخاء ۱۳۳۳ہش ص ۸

پنجاب میں گذشتہ دنوں جو ہولناک سیلاب آیا اور جس سے قریباً سارا پنجاب ہی متاثر ہوا اس موقعہ پر خدام الاحمدیہ کو حضور کے اس ارشاد کی تعمیل کا ایک بہت بڑا موقع میسر آیا۔ اور خدام الاحمدیہ کی متعلقہ مجالس نے بھی اس طرف پوری توجہ دے کر اپنی زندگی کا بیّن ثبوت دیا۔

پنجاب کے مختلف اضلاع میں جہاں جہاں اس سیلاب نے اپنا زیادہ اثر کیا وہاں مجالس خدام الاحمدیہ کے علاوہ دوسری تنظیمیں بھی تھیں مگر اس طرح منظّم طور پر نیکی کے کام میں کسی کو بھی آگے آنے کی توفیق نہ ملی اور خدا تعالیٰ نے یہ توفیق صرف اس جماعت کے نوجوانوں کو عطا فرمائی۔

بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائی ہوئی اعلیٰ تعلیم کے پیشِ نظر ؎

گالیاں سُن کر دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

خدام الاحمدیہ کا کام یہی ہے کہ ہم اپنے مقررہ پروگرام پر عمل کرتے رہیں۔ یہ نہ دیکھیں کہ لوگ ہماری تعریف کرتے ہیں یا مذمت کرتے ہیں نیکی کے کام اپنا رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتے۔

خدام الاحمدیہ کی خدمتِ خلق کے موجودہ کام کو دیکھ کر ہمارے پیارے امام نے بھی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اس اعزاز کو نہ صرف برقرار رکھیں بلکہ اسے اس سے بہتر کام کر کے بڑھائیں۔

"اس موقعہ پر میں خدام الاحمدیہ لاہور کے کام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری تعریف ان کے کام کی وجہ سے بھی ہے لیکن سب سے بڑی وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے وقت کی نبض کو پہچان کر بر وقت ایک نہایت عمدہ قدم اٹھایا۔ گو ان کے ذرائع کی کمی کی وجہ سے ان کی مساعی بہت ہی محدود تھیں۔ مگر انہوں نے یہ تو ثابت کر دکھایا کہ اگر ان کے ذرائع وسیع ہوتے تو وہ اس سے زیادہ کام کر سکتے تھے۔

اس کے بعد ربوہ کے خدام کا کام بھی بہت نمایاں اور شاندار ہے۔ سیلاب ان کے اپنے علاقہ میں بھی آیا اور جب تک سیلاب رہا انہوں نے رات دن ایک کر کے کام کیا۔ اندھیری راتوں میں جبکہ پانی کا زور تھا اور اس میں سانپوں کے ڈسنے کا ہر وقت خطرہ تھا۔ انہوں نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسافروں کی مدد کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اور اس کے بعد ریلوے لائن پر وقارِ عمل منایا۔ اور اب اپنی مساعی کو بڑھا کر لاہور میں جا کر وہ کام کیا جس سے اپنے تو الگ رہے

غیروں نے اس کی تعریف کی اور تمام اخبارات میں شور پڑ گیا۔ اور دُنیا خدام الاحمدیہ کے کام سے روشناس ہو گئی"۔

پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے اس موقعہ پر ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق دی۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے اس فضل کا شکریہ اس رنگ میں ادا کریں کہ پہلے سے بڑھ کر خدمتِ خلق کے فرائض انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین۔ ذیل میں چند ایک مجالس کی مساعی کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

مجلس ربوہ

۱۔ سیلاب کی آمد کی اطلاع قبل از وقت مل جانے کی وجہ سے خدام ملحقہ بارہ دیہات میں مختلف پارٹیوں کی صورت میں پھیل گئے اور سیلاب کی آمد کی اطلاع کے ساتھ ساتھ لوگوں اور ان کے مال مویشی اور سامان خورو نوش کو محفوظ مقامات پر پہنچانے میں پوری تندہی اور جانفشانی سے مصروف عمل رہے جس کی وجہ سے ۱۹۵۰ء کے سیلاب کے مقابلہ میں باوجود زیادہ شدت کے بھی نقصان بہت کم ہوا۔

۲۔ سیلاب آنے پر ربوہ اور احمد نگر کے درمیان سڑک پر ایک جگہ جو تقریباً دو فرلانگ چوڑا ٹکڑا ہے سیلاب کا پانی ایسی تیزی کے ساتھ بہہ رہا تھا جس کی آواز دُور دُور تک سُنائی دیتی تھی اور پانی کے ساتھ بہنے والے خطرناک قسم کے سانپوں نے اس خطرہ کو اور بھی زیادہ خطرناک بنا دیا تھا۔ لیکن ربوہ کے خدّام نے جان ہتھیلی پر رکھ کر مُسافروں کی امداد کی اور انہیں پانی سے پار اتارا۔ اس کی یہ صورت کی جاتی تھی۔ کہ کچھ خدام آگے موٹے موٹے رسّے پکڑ لیتے اور کچھ خُدّام ان رسّوں کا دُوسرا سرا پکڑ لیتے اور بیچ میں مُسافروں کو لے لیتے۔ اور ان کے ساتھ کچھ خدّام سامان اٹھاتے۔ اور یہ پارٹی مسافروں کو پانی سے پار کرتی۔ اسی طرح چند خُدام بس کے آگے آگے چلتے تاکہ بس کسی گڑھے وغیرہ میں نہ گر پڑے۔ خُدا تعالیٰ کے فضل سے خُدّام نے یہ کام سارا سارا دن کیا۔ اور بیک وقت ۵۰ خُدّام اس ڈیوٹی پر حاضر رہتے اس کے علاوہ کچھ خدّام کی ڈیوٹی مُسافروں کو کھانا کھلانے اور کھانا پکانے پر تھی۔ خدام کھانا پکوا کر سڑک پر لاتے اور پریشان حال مُسافروں کی خدمت میں پیش کرتے۔ ان تمام مساعی کا ذکر سرگودھا کے مشہور سہ روزہ اخبار "شعلہ" نے صفحہ اوّل پر نمایاں سُرخیوں کے ساتھ کیا۔[1]

---

[1] اخبار "شعلہ" نے اپنے ۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر نمایاں حروف میں لکھا کہ :۔

"بیان کیا جاتا ہے کہ ربوہ اور احمد نگر کے درمیانی حصہ میں احمدیہ جماعت کے رضا کاروں نے عام مُسافروں کی نہایت جانفشانی سے بہترین و قابلِ قدر امداد کی جسے عوام و خواص نے بے حد پسند کیا۔" (بحوالہ الفضل ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۵)

۳۔ ربوہ اور لالیاں کے درمیان ریلوے لائن کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ لائن سیلاب کی شدت کی تاب نہ لا کر بہہ گئی۔ اور اس جگہ پانی کی گہرائی قریباً ۱۸ فٹ تھی۔ اس دقت کو دور کرنے کے لئے ربوہ کے خدام نے مجموعی طور پر وقارِ عمل منایا اور پانچ صد خدام نے صبح سات بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک ریلوے حکام کی حسبِ منشا بڑی محنت اور جانفشانی سے کام کیا۔ خوش پوش اور تعلیمیافتہ خدام کا یہ جذبۂ خدمتِ خلق ریلوے حکام کو متاثر کئے بغیر نہ رہا اور حکام نے خدام کے جذبہ اور کام کو بہت سراہا۔ خدام کے علاوہ بزرگ انصار بھی اپنے خدام کے ساتھ ویسی ہی تندہی سے خدام کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ اور ننھے ننھے اطفال بڑی مستعدی اور محنت سے اپنے خدام کو پانی پلا رہے تھے۔

۴۔ نیز یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ کا شعبہ خدمتِ خلق ابھی تک مصروفِ عمل ہے۔ ارد گرد کے ملیریا زدہ علاقوں میں جا کر خدام ادویہ تقسیم کرنے کے علاوہ دیگر طبی سہولتیں بھی بہم پہنچا رہے ہیں۔ نیز تقریباً یکصد خدام کی پارٹی[۱] جس میں ستّر کے قریب عمارتی کام کرنے والے خدام ہیں لاہور کے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کا کام مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ساتھ مل کر کر رہے ہیں۔ ربوہ اور لاہور کے خدام نے ۷۵ مکان (غرباء کے گرے ہوئے) نئے سرے سے تعمیر کئے ہیں۔ جن میں ۶۷ مکان بالکل تیار ہو گئے ہیں اور صرف ۸ مکانوں کی چھتیں ڈالی جا رہی ہیں[۲]۔ وہ بھی مکمل ہو جاتے مگر سامان کی کمی کی وجہ سے یہ کام مکمل نہ ہوا[۳]۔ اس کام میں مقامی پولیس نے خدام کے ساتھ بہت اچھا تعاون کیا خاص کر مکرم جناب سیّد خادم حسین شاہ صاحب اے ایس آئی اور مکرم جناب بہار علی شاہ صاحب انچارج تھانہ اچھرہ اور مظفر الدّین صاحب کانسٹیبل تھانہ لوہاری گیٹ اور مکرم

---

[۱] یہ خدام ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۵۴ء کی شب کو قائد ربوہ صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کی زیرِ قیادت بذریعہ ریل لاہور پہنچے تھے۔ (الفضل ۱۶-۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۱)

[۲] ربوہ کے خدام اور معمار صاحبان نے تعمیر مکانات کے سلسلہ میں ایسا شاندار کام کیا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے اس پر اظہارِ خوشنودی کرتے ہوئے صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (قائد ربوہ) کے نام حسب ذیل تار ربوہ سے ارسال فرمایا:۔

”ربوہ کے خدام تک یہ پیغام پہنچا دیں کہ مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ لوگ بہت محنت سے کام کر رہے ہیں مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ اور زیادہ جذبہ و جوش کے ساتھ کام کریں گے اور جس قدر کہ انسانی طور پر ممکن ہے آپ مخلوقِ خدا کی بھلائی میں پوری طرح کوشاں رہیں گے۔ خدا آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔“ (الفضل ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص۱)

[۳] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا بیان (مطبوعہ الفضل ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۸)

چوہدری غلام رسول صاحب ہیڈ کانسٹیبل ملتان روڈ نے تو بہت ہی مستعدی اور فرض شناسی سے کام کیا۔ اور پوری کوشش کی کہ خدام کو ہر قسم کا سامان بر وقت فراہم ہو۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

خدام کی ان مساعی کا لاہور کے باشندوں پر خاص اثر ہے اور اکثر لوگ خدام کی اس بے لوث خدمت کو سراہتے ہیں اور قائد صاحب ربوہ مکرم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور قائد صاحب لاہور مکرم جناب سعید احمد صاحب کے گلوں میں لوگوں نے پھولوں کے ہار ڈالے۔ جہاں اکثر لوگ آگے بڑھ بڑھ کر مصافحے کرتے اور نعرہ ہائے تحسین و آفرین بلند کرتے۔

مجلس لاہور

لاہور کی قیامت خیز بارش کے ساتھ ہی ساتھ ملحقہ علاقوں میں سیلاب نے جو تباہی مچائی الامان! الحفیظ!!! اس موقعہ پر مجلس خدام الاحمدیہ لاہور نے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد بہت سرعت اور تندہی کے ساتھ سرانجام دی جس کا اعتراف پبلک اور ذی اثر حضرات کے علاوہ لاہور کے ذی اثر اور انگریزی روزناموں نے کیا۔

خدام نے لاہور کے نشیبی علاقہ میں بارہ امدادی مرکز قائم کئے اور یکصد خدام کی ان میں ڈیوٹی لگائی گئی۔ جو اپنے اپنے حلقہ میں مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کرتے جن کے رہنے کی کوئی جگہ باقی نہیں رہی تھی اور کھلے میدانوں میں پڑے تھے۔ انہیں محفوظ مقامات پر پہنچایا گیا جن کی تعداد ۷۵ خاندان ہے۔ محمد نگر میں ایک کرسچن لیڈی تیر کر پانی کو عبور کرنا چاہتی تھیں لیکن اس کی ہمت جواب دے گئی۔ خدام نے بر وقت امداد کر کے ان کو ڈوبنے سے بچایا۔ اسی طرح سنت نگر میں بھی ایک ڈوبتی ہوئی عورت کو بچایا گیا۔ نیز ان کے بچے اور بوڑھے آدمی کو بھی بچایا گیا۔ گرے ہوئے مکانات کا ملبہ جو گلیوں میں راستہ روکے ہوئے تھا۔ اسے صاف کیا۔ مکانوں اور دوکانوں کی چھتوں پر مٹی ڈالی گئی بیماروں کے لئے دوا فراہم کی گئی۔ کپڑے تقسیم کئے گئے۔ نیز دو صد بے خانماں مہاجرین کو محفوظ مقامات پر پہنچایا گیا۔ خشک اشیاء تقسیم کی گئیں۔ اور کھانا پکوا کر تقریباً دو ہزار آدمی کو کھلایا گیا۔ مستورات جو گھر سے باہر نہ جا سکتی تھیں انہیں سودے سلف لا کر دیئے گئے۔ سیلاب زدہ علاقہ میں وسیع طور پر ادویات، کپڑے، خشک خوراک پکا ہوا کھانا پہنچایا گیا۔ پٹیالہ گراؤنڈ میں ۴۰۰ افراد کو آٹا تقسیم کیا گیا۔[1]

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی مساعی کے پیش نظر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے

---

[1] مساعی کیلئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۳ ۔ اکتوبر ۱۹۵۴ء

مجلس کو مبلغ پانصد[1] روپیہ مرحمت فرما کر اپنے خدام کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے بھی مجلس لاہور کو اپنے تین صد روپے کے عطیہ سے نوازا جس کی بنا پر مجلس نے اپنی مساعی کو اور تیز کر دیا اور مصیبت زدگان کے مکانات اور جھونپڑیوں کی تعمیر کے سلسلہ میں خدّام نے احباب کی نمایاں طور پر خدمت انجام دی۔

سیلاب کی وسعت کے مدّنظر قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ لاہور نے اپنی اور مجلس کے دیگر خدّام کی خدمات حکومت کی خدمت میں پیش کیں جن کو حکومت نے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا اور ریلیف کے کام کو تیزی کے ساتھ جاری رکھنے اور متعلقہ حکام کا تعاون حاصل کرنے کی تلقین کی[2]۔

سیلاب کے ایّام میں خدام نے خدا تعالیٰ کے فضل سے دُور دُور کے مقامات پر ریلیف کا کام کیا جبکہ راستہ میں میلوں پانی ہی پانی نظر آتا تھا خدام پانی عبور کر کے مصیبت زدگان کے پاس گئے اور مستحقین کی امداد کا کام کیا۔ لوگ خدّام کی اس بے لوث خدمت پر مبارکباد دیتے رہے۔ اس کے علاوہ سیلاب میں زخمی اور سانپوں سے ڈسے جانے والے مریضوں کی خدام نے میو ہسپتال میں جا کر بیمار پُرسی کی اور پھل تقسیم کئے۔ خدام نے ملک دُشمن عناصر کی پھیلائی ہوئی افواہوں کی تردید کی اور لوگوں کو حوصلہ بلند رکھنے کی تلقین کی۔

ریلیف کے کام میں جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مکرم جناب چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے خدام کو ہر طرح اپنے مفید مشوروں سے نوازا اور علاقہ جات کے دورے بھی کئے۔ اور ازراہِ کرم مبلغ تین سو روپے ریلیف کے کام کے لئے مرحمت فرمائے[3-4]۔ ایک موقعہ پر خدام کے ریلیف کے کام کے معائنہ کی غرض سے عزت مآب گورنر صاحب پنجاب (مکرم حبیب ابراہیم رحمت اللہ صاحب) کی بیگم صاحبہ تشریف لائیں اور خدام کے بے لوث جذبۂ خدمت خلق سے بہت متاثر ہوئیں اور خوشی کا اظہار فرمایا[5]۔

ربوہ سے آمدہ یکصد خدام کے ساتھ مقامی خدام نے مل کر بہت تندہی سے گرے ہوئے مکانات کی تعمیر میں حصہ لیا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے ۷۰ مکان نئے تعمیر کئے۔ لوگوں کے دلوں پر خدام کی ان بے لوث خدمات کا بہت

---

[1] ملاحظہ ہو الفضل ۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۱

[2] الفضل ۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۸

[3-4] الفضل ۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۱۔ ۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۸

[5] الفضل ۹ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۱

اثر ہے۔ اور لوگ بہت اچھے الفاظ میں خدام کے کام کی تعریف کر رہے ہیں۔[۱]

نیز خدام کی ایک پارٹی جس میں دو ڈاکٹر اور ایک انجنیئر ہیں ریلیف کے کام کے سلسلہ میں ملتان گئے۔ اور وہاں ملتان اور مجلس خانیوال سے مل کر ریلیف کا کام کیا۔[۲]

ملتان و خانیوال

یہاں کے خدام نے کبیر والا کے نزدیک ریلیف کیمپ لگایا ہے۔ اور کافی وسیع علاقہ میں ادویات تقسیم کر رہے ہیں۔ ایک موقعہ پر جناب ایس۔ڈی۔ او صاحب خانیوال بمعیت ڈی۔ ایس۔ پی صاحب تشریف لائے اور اتفاقاً اس وقت خدام ریلیف کے کام پر باہر جانے کے لئے تیار تھے۔ اور قائد صاحب ہاتھ میں سیلاب سے متاثر علاقہ کا نقشہ لئے ہوئے ان کو کام کی نوعیت اور راستہ وغیرہ سمجھا رہے تھے۔ صاحب موصوف نے سب حالات ملاحظہ کر کے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور خدام کے کام کو سراہا۔ قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ ملتان نے اپنی خدمات جناب ڈپٹی کمشنر صاحب ملتان کی خدمت میں ریلیف کے کام کے لئے پیش کیں۔ اس کے بعد خدام نے باقاعدہ ریلیف کا کام شروع کر دیا۔[۳] جس کا ذکر ملتان کے ایک مشہور اخبار نے اور لاہور کے بعض اخبارات نے بھی نمایاں طور پر کیا ہے۔

لائل پور

حالیہ سیلاب میں چنیوٹ لائل پور روڈ تقریباً ۲½ میل تک زیر آب رہی۔ بعض جگہ چار چار فٹ پانی تھا۔ پون فرلانگ کے قریب ایک جگہ ایسی تھی جس کے دونوں طرف بہت گہرے گڑھے تھے جن میں ۳۰ ستمبر کو ایک راہ گیر ڈوب کر جان بحق ہوا۔ یہ افسوسناک خبر سن کر قائد مجلس خدام الاحمدیہ لائل پور ملک بشیر احمد صاحب مکرم مولوی عبدالمنان صاحب شاہد و مکرم چوہدری غلام دستگیر صاحب کی سرکردگی میں خدام کی ایک پارٹی گئی۔ وہاں خدام نے کیمپ لگایا اور وہاں رہ کر مسافروں اور ان کے اہل و عیال اور سامان کو اپنے سروں پر اٹھا کر پار اتارتے رہے۔ وہاں پینے کے پانی کی

---

[۱] ۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو مجلس کے امدادی کاموں کا شہرہ سن کر بین الاقوامی امدادی انجمن "SERVICE CIVIL INTERNATIONAL" کے مسٹر ولیفرڈ کورٹ اور ان کے ایک ساتھی مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے مرکزی امدادی دفتر میں آئے اور مجلس کی خدمات کو بہت سراہا۔ (الفضل ۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۸) ۱۰/۱۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء۔ [۲] الفضل ۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۳

[۳] الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۲۔ الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۵

کمیابی کی وجہ سے مسافروں کی پیاس کی تکلیف دور کرنے کے لئے خُدّام کافی فاصلہ سے پانی لاتے اور مسافروں کو پلاتے۔ بھنے ہوئے چنے اور گڑ بھی ضرورت مندوں میں تقسیم کرتے رہے۔ جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے خُدّام کے کیمپ کا مُعائنہ فرمایا اور خدام کے کام سے بہت متاثر ہوئے۔ اور خدام کے جذبۂ خدمت کی بہت تعریف کی۔ جناب تحصیلدار صاحب چنیوٹ نے بھی کیمپ کا مُعائنہ فرمایا اور خدام کے کام کو سراہا۔ اور فرمایا کہ زندہ قوم کی یہی علامت ہے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ خدام کے آنے سے قبل وہاں ٹانگے والے مسافروں کو ایک روپیہ فی سواری لیکر پار اُتارتے تھے۔ لیکن خدام کا کیمپ لگنے کے بعد انہوں نے اپنے کرائے کافی حد تک گرا دیئے۔ پانی کافی اُتر جانے کے بعد خدام وہاں سے واپس آئے۔[1]

سیالکوٹ شہر

۲۵-۲۴ ستمبر کی درمیانی شب جبکہ سب لوگ گہری نیند سو رہے تھے شہر کے شمال کی جانب سے ایک نالہ کا پانی شہر کے دو محلوں پُورن نگر اور محلہ واٹر ورکس میں داخل ہوا۔ خاص کر محلہ پُورن نگر کے حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے۔ خدام نے راتوں رات دونوں محلوں کے لوگوں کو مخدوش مکانات سے نکال کر معہ سامان محفوظ جگہ پہنچایا۔ محلہ پُورن نگر میں ایک مکان کی دیوار بنائی اور مخدوش مکانوں کو دُرست کیا گیا۔ محلہ واٹر ورکس میں بھی خُدّام نے بڑی جانفشانی اور محنت سے راتوں رات گری ہوئی دیواروں کو اور مخدوش مکانوں کو درست کیا۔ محلہ جامع مسجد کے خدام نے ریلوے اسٹیشن جاکر خطرے کا اعلان کیا اور اسٹیشن ماسٹر صاحب کی خدمت میں بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ اکثر مُسافروں کو ان کی خواہش کے مطابق محفوظ مقامات پر پہنچایا اور کھانے وغیرہ سے بھی ان کی تواضع کی گئی۔ لوگ خُدّام کی اس بے لوث خدمت کو بہت سراہتے تھے۔[2] شہر کے حالات قدرے درست ہونے پر خدام کی مختلف ٹولیاں مواضعات میں پھیل گئیں اور سیلاب زدگان کی امداد میں سرگرم عمل ہوگئیں۔ سُلطان پور روڈ کی حفاظت کے لئے خُدّام کی ایک پارٹی جب اپنے بیلچے اور ٹوکریاں اور کدالیں لیکر شہر میں سے گذری تو لوگ حیرت سے خدام کے جذبۂ خدمت خلق کو دیکھتے اور خراجِ تحسین پیش کرتے۔ سُلطان پور کے قریب ایک سڑک ٹوٹی ہوئی تھی اور لاری تانگہ تو درکنار پیدل آدمی کا گذر بھی مشکل تھا۔ خدام نے تقریباً دو فرلانگ سے پتّھر لاکر اور مٹّی ڈال

---

[1] الفضل ۹ اخاء ۱۳۳۳ ہش/ ۹ اکتوبر ۱۹۵۴ء صٓ

[2] الفضل ۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء صٓ الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء صٓ - ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء صٓ

کر سڑک کو ہموار کیا۔ اور پانی جو کھڑا تھا خشک ہوا اور ٹریفک جاری ہو سکی۔ اس کے علاوہ متعدد دیہات میں خدام نے سڑکیں درست کیں اور مکانات کی مرمّت کی۔ چیئرمین صاحب ڈسٹرکٹ بورڈ کی خدمت میں خُدّام نے اپنی خدمات پیش کیں اور جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر کی خدمت میں بھی مجلس کی طرف سے اپنی خدمات پیش کیں۔ خُدّام کی تنظیم اور ضبط ونظم اور جذبۂ ایثار وخدمتِ خلق کو دیکھ کر لوگ مُبارک باد پیش کرتے تھے۔

چک $\frac{195}{R-10}$ ضلع ملتان

سیلاب کی آمد کی خبر سُن کر قائد صاحب مقامی نے خُدّام کو ساتھ لیکر چک ہذا کے لوگوں کا سامان محفوظ جگہ پر پہنچایا اور نہایت محنت اور کوشش سے چک کو سیلاب کے اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے دن رات ایک کر دیا بند باندھے گئے۔ پانی کے لئے راستے بنائے۔ یہاں خدام کی تعداد تھوڑی ہے۔ یعنی دس خدام ہیں لیکن ان خدام نے چک کو سیلاب سے محفوظ رکھنے کے لئے تین دن اور تین رات سونا تو درکنار چارپائی پر بیٹھ کر بھی نہ دیکھا۔ خُدّام کی اَنتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ چک ہذا سیلاب کے بد اثرات سے بہت حد تک محفوظ رہا۔[1]

پنجاب پریس میں چرچا

پنجاب کے اخبارات نے لاہور، ربوہ اور ملتان کی مجالس خدام کی مساعی کا خاص طور پر تذکرہ کیا۔ بطور نمونہ چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ "باران زدہ لوگوں کی امداد

لاہور ۲۶ ستمبر قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ لاہور مطلع فرماتے ہیں کہ مجلس کے یکصد خدام لاہور کے نشیبی اور دیگر متاثرہ علاقوں میں کام سرانجام دے رہے ہیں۔ ان علاقوں میں بارہ امدادی مرکز قائم کر دیئے گئے ہیں جن میں دس دس خدام ہر وقت حاضر رہتے ہیں اور موقع پر پہنچ کر امداد بہم پہنچاتے ہیں۔ آج مجلس نے پٹیالہ گراؤنڈ اور اردگرد کے علاقوں کے چار سو تباہ حال مہاجروں میں مُفت آٹا تقسیم کیا۔ علاوہ ازیں گذشتہ دو روز میں ۶۵ گھر کے افراد کو مخدوش جگہوں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچایا گیا۔ محمد نگر میں ایک کرسچین لیڈی تیر کر پانی کو عبور کرنے کی کوشش کر رہی تھی اسے بروقت امداد پہنچا کر ڈوبنے سے بچایا گیا وہ تھک کر ہمّت ہار چکی تھی۔ اسی طرح سنت نگر میں

---

[1] ماہنامہ خالد ربوہ نومبر ۱۹۵۴ء ص ۳۴-۳۸۔
مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کی مساعی کے لئے ملاحظہ ہو الفضل ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۱

بھی ایک ڈوبتی ہوئی عورت، اس کے بچے اور ایک بوڑھے مرد کی جانیں بچائی گئیں۔ مجلس نے مختلف علاقوں میں مکانوں کی چھتوں پر مٹی ڈالنے، گلیوں اور سڑکوں پر گری ہوئی دیواروں کا ملبہ اٹھانے اور کپڑے تقسیم کرنے کے علاوہ بیماروں کے لئے دوا فراہم کی اور پردہ نشین مستورات کو سودا سلف پہنچانے کا انتظام کیا نیز دو سو بے خانماں مہاجرین کو مختلف مکانوں میں پناہ دی گئی اور انہیں کھانا کھلایا گیا۔" ؎۱

۲۔ "سیلاب زدوں کی امداد

لاہور۔ ۳۰ ستمبر مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی آج کی کارروائی حسب ذیل ہے :-

۱۔ بعض کوتاہ اندیش، خود فریب اور چالاک افواہ باز مختلف قسم کی افواہیں پھیلا کر سادہ لوح عوام کو ہراساں اور پریشان کرتے ہیں۔ ہمارے خدام کی گشتی پارٹیوں نے مختلف علاقوں میں گھوم پھر کر سیلاب کے متعلق پھیلائی ہوئی افواہوں کی پُر زور تردید کی اور عوام کو حوصلے بلند رکھنے کی تلقین کی۔ ہم لاہور کے سنجیدہ طبقہ سے اپیل کرتے ہیں کہ افواہوں کو دبانے کی کوشش کریں۔

۲۔ آج راوی روڈ اور راوی سے ملحقہ تباہ شدہ بستیوں کے مفلوک الحال افراد میں میٹھے چنے اور کھانے کی خشک چیزیں تقسیم کیں بستی شمشان بھومی میں جب ہمارے خُدام پہنچے تو وہاں کے مرد اور عورتیں جمع ہو گئیں۔ انہوں نے اپنی داستانِ غم سناتے ہوئے بتایا کہ ابھی تک وہاں کوئی بھی ریلیف پارٹی نہیں پہنچی۔ ہمارے خدام نے ان میں چنے تقسیم کئے۔

۳۔ میو ہسپتال میں باران زدہ زیرِ علاج زخمیوں مارگزیدوں اور کس مپرسی کی حالت میں مریضوں کی عیادت کرتے ہوئے ان میں پھل تقسیم کئے۔" ؎۲

۳۔ "لاہور میں گرے ہوئے مکانات کی صفائی کا کام

لاہور۔ ۴ اکتوبر مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے امدادی دستے آج بھی دھوبی منڈی اور مہاجر آباد میں گرے ہوئے مکانات کا ملبہ اُٹھانے اور زمین ہموار کرنے میں مصروف رہے دھرم پورہ میں ایک کنواں بیٹھ گیا ہے اس کی از سرِ نو مرمّت میں بھی خدام نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور نہایت جانفشانی

؎۱ "ملت" ۲۸ ستمبر ۱۹۵۴ء ص ۴ کالم ۵

؎۲ اخبار "ملت" لاہور یکم اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۲ کالم ۲

سے ملبہ اُٹھانے کا کام کیا۔

خانیوال سے بذریعہ ٹیلی فون اطلاع ملی ہے کہ ڈپٹی کمشنر ملتان کی زیر ہدایت مقامی مجلس خدام الاحمدیہ کبیر والا مرکز میں امدادی خدمات انجام دے رہی ہے۔ گذشتہ دو روز میں سولہ دیہی بستیوں کا دورہ کر کے تقریباً ساڑھے چار سو مریضوں میں ادویات تقسیم کی جا چکی ہیں۔" [1]

۴۔ "مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی خدمات کا اعتراف"

ریلیف کمشنر پنجاب کی طرف سے سرگرمیاں جاری رکھنے کی ہدایت

لاہور ۴۔ اکتوبر۔ ریلیف کمشنر پنجاب مسٹر آئی یو خاں نے آج قائد مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے نام ایک خط میں مجلس کی خدمات پیش کرنے پر خدام الاحمدیہ کا شکریہ ادا کیا ہے اور انہیں ہدایت کی ہے کہ وہ حکام سے رابطہ پیدا کر کے متعلقہ علاقوں میں اپنی سرگرمیاں بدستور جاری رکھیں۔ مجلس نے ۲۹ستمبر کو قائمقام وزیر اعلیٰ سردار عبدالحمید دستی کے نام تار کے ذریعہ اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے انہیں اپنی امدادی سرگرمیوں سے مطلع کیا تھا۔

آج امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد نے مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو ربوہ سے پانچ سو روپے کی رقم ارسال کی ہے تاکہ وہ سیلاب زدہ علاقے میں اپنے امدادی کام کو اور زیادہ وسیع کر سکیں۔

کل مجلس خدام لاہور کی ایک امدادی جمعیت نے مل کر محکمہ شہری دفاع پنجاب کے تعاون سے ضلع لاہور اور شیخوپورہ کے متعدد سرحدی دیہات کا دورہ کر کے سیلاب زدہ لوگوں میں وسیع پیمانے پر کھانے کی خشک اشیاء تقسیم کیں۔ جن دیہاتوں میں نمبرداروں سے مل کر انہوں نے امداد کا کام کیا ان میں شیرے واکوٹ۔ مَتّان۔ جیا موسیٰ۔ خاکی۔ ابوالخیر۔ بدو۔ کھرل کے۔ بیگم کوٹ۔ ترگڑ اور ٹاکہ نامی بستیاں بیگم کوٹ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ پارٹی نے شہر میں پٹیالہ گراؤنڈ۔ کشمیر روڈ اور وارث روڈ کے بارش زدہ لوگوں کو بھی کھانے کی خشک اشیاء اور ادویہ تقسیم کیں۔ اس طرح اندازاً انہوں نے تین ہزار افراد کو کھانا کھلایا۔

---

[1] روزنامہ ملت لاہور ۱۶؍اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ کالم ۳

مجلس کے امدادی کام سے متاثر ہوکر کل "سروس سول انٹرنیشنل" کے مسٹر ولفرید کورٹ اور انکے ایک ساتھی مجلس کے مرکزی دفتر میں آئے۔ انہوں نے امدادی (کام) کی تفصیلات سننے کے بعد مجلس کی خدمات کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ مجلس اپنی امدادی سرگرمیوں کو اسی جذبہ و جوش کے ساتھ آئندہ بھی جاری رکھے گی"۔[1]

۵۔"مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے امدادی کام

لاہور ۱۷ اکتوبر۔ ربوہ سے آئے ہوئے ایک سو سے زائد خدام جن میں ۲۷ معمار بھی شامل ہیں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ساتھ مل کر یہاں گرے ہوئے مکانات کی از سرِ نو تعمیر کر رہے ہیں۔ یہ خدام تعمیر کا ضروری سامان پھاؤڑے۔ ٹوکریاں اور کڑاہیں وغیرہ ربوہ سے اپنے ساتھ لائے ہیں۔ کل اور آج انہوں نے پولیس کے زیر انتظام لاہور کے گرد و نواح کی ۱۳ بارش زدہ بستیوں میں غریب اور نادار لوگوں کے ۵۰ گرے ہوئے مکانات کی بنیادیں اٹھا کر پوری پوری دیواریں کھڑی کر دیں اور ان میں سے بہت سے مکانوں کی چھتیں ڈال کر انہیں مکمل بھی کر دیا۔ ان خدام نے جن تیرہ مراکز میں کام کیا، ان میں لیاقت پارک۔ احاطہ مکھن سنگھ۔ چوبچہ صاحب۔ گھمار پورہ۔ جھگی باگریاں۔ بدھو آوا وارث روڈ۔ کانگڑا آبادی۔ علاقہ مندر چونی لعل واقع ملتان روڈ۔ دھوبی منڈی۔ علاقہ موری دروازہ۔ تھانہ لوہاری گیٹ اور راوی روڈ کی متعدد بستیاں شامل ہیں"۔[2]

۶۔"سیلاب زدوں کے لئے ۷۵ مکانات کی تعمیر

لاہور۔ ۱۸ اکتوبر (سٹاف رپورٹر) بہتر معماروں کے ہمراہ ربوہ سے جو رضا کار سیلاب زدگان

---

[1] روزنامہ "ملت" لاہور ۷ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۶ کالم ۲

اخبار "الفضل" ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱ میں "حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا اظہار خوشنودی" کے زیر عنوان حسب ذیل خبر شائع ہوئی۔ "مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ایک خط کے ذریعہ مکرم قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو حضور کی خوشنودی کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا ہے"۔ ملت میں شائع شدہ دوران سیلاب میں خدام الاحمدیہ لاہور کی خدمتِ خلق کی رپورٹ ملاحظہ فرما کر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ خدام کو شکریہ نیز فرمایا کہ اس قسم کی خدمات اسلامی روح کو بڑھاتی ہیں۔ جزاکم اللہ واللّٰھم زد فزد

[2] روزنامہ "مغربی پاکستان" لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۵۴ء صلہ

کی امداد کے لئے لاہور آئے ہوئے تھے، انہوں نے تین دن کے اندر لاہور کی ۱۶ بارش زدہ بستیوں میں غریب و نادار لوگوں کے ۷۵ مکان تعمیر کئے ہیں۔ اس سلسلے میں پولیس نے اینٹیں اور لکڑی وغیرہ فراہم کی اور بڑی محنت سے نگرانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ جن نواحی بستیوں اور محلوں میں گرے ہوئے مکان از سر نو تعمیر کئے گئے ہیں ان میں ہال روڈ، لیاقت پارک، راوی روڈ، شاہدرہ موری دروازہ، پیسہ اخبار سٹریٹ، دھوبی منڈی۔ وارث روڈ۔ اچھرہ۔ کمہار پورہ اور جھگی باگھڑیاں وغیرہ کے علاقے شامل ہیں۔ آج اخباری نمائندوں کی ایک جماعت نے اکثر مکانات میں تعمیر کا کام دیکھا۔ پولیس کے حکام نے نمائندہ ملّت کو بتایا کہ ان رضاکاروں نے مستعدی اور جانفشانی سے تعمیر کا کام کیا ہے۔" ؎۱

۷۔ "مکتوب مُلتان

" مجلس خدام الاحمدیہ کے وفد نے آتے ہی سیلاب زدگان کی امداد کیلئے کبیر والا کے علاقہ میں پوری سرگرمی اور گرم جوشی سے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ وفد دو ڈاکٹروں، ایک سول انجنیئر اور تین رضاکاروں پر مشتمل ہے جو بیماروں کا علاج پانی میں گھرے ہوئے اشخاص کو نکالنے اور خشک دُودھ، چنے، صابن تیل اور گرم کپڑے وغیرہ بہم پہنچانے کا کام کریں گے۔ نمائندہ ملت کو مجلس کے قائد نے کہا کہ اُن کے پاس پچاس رضاکار موجود ہیں جو باری باری کام کریں گے انہوں نے یہ بتایا کہ وہ لاہور اور دیگر علاقوں میں کام کر چکے ہیں اور انہیں اس کام میں خاص مہارت اور تجربہ حاصل ہے۔ مُلتان کا سنجیدہ طبقہ، جماعت کے اس کام کو سنجیدگی کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔" ؎۲

الغرض جماعت احمدیہ کو اپنے محدود ذرائع اور وسائل کے باوجود اپنے پاکستانی بھائیوں کی وسیع پیمانے پر خدمات بجالانے کی توفیق ملی اور اسلامی اُخوّت کا وہ نقشہ ایک بار پھر آنکھوں کے سامنے آگیا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے درج ذیل الفاظ میں کھینچا تھا۔

" مثل المومن فی توادّهم وتعاطفهم وتراحمهم مثل الجسد اذا اشتكى منه شئ تداعى له سائر الجسد بالسّهر والحمّى " ؎۳

؎۱ "ملّت" ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۴ء ص۵ ؎۲ "ملت" ۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۶ کالم ۱-۲

؎۳ مسند احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۷۰

خدمتِ خلق کے اسلامی مطمح نظر پر ایک ایمان افروز خطبہ

مومن کی ہمدردی کا دامن تمام بنی نوع انسان پر وسیع ہوتا ہے اور وہ اپنے فرائض کی بجاآوری میں محض اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کو مدّ نظر رکھتا ہے نہ کہ بندوں کی قدر شناسی کو جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے۔ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَاءً وَّ لَا شُکُوْرًا ؁ (الدھر:۱۱) ہم صرف رضائے الٰہی کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں تم سے کسی بدلہ اور شکریّہ کے طلبگار نہیں ہیں۔

ایک ایسے مرحلہ پر جبکہ جماعتِ احمدیہ پاکستان کی بے لوث اور مثالی خدمات کو پورے ملک میں سراہا جا رہا تھا اور مشرقی اور مغربی حصّوں میں اس کی گونج سنائی دے رہی ہے حضرت مصلح موعود نے ضروری سمجھا کہ دُنیا بھر میں پھیلی ہوئی جماعت کو کھول کھول کر بتا دیا جائے کہ خدمتِ خلق کا اسلامی مطمح نظر یہ ہے کہ ہمیں جو کچھ کرنا ہے خدا کی خاطر کرنا ہے چنانچہ حضور نے یکم اخاء/ اکتوبر ۱۳۳۳ ہش ۱۹۵۴ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ :-

”کئی احمدی اس بات سے چڑ جاتے ہیں کہ جن لوگوں کی ہم مدد کرتے ہیں وہی کچھ عرصہ کے بعد ہم سے دُشمنی کرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن یہی چیز تو مزہ دیتی ہے کیونکہ اگر وہ لوگ جن کی خدمت کی جائے مخالفت کرنے لگ جائیں تو ہمارا دل اس بات پر خوش ہو گا کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے انسان کی خاطر نہیں کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کی خاطر کیا ہے ابھی اس طوفان میں ایک واقعہ پیش آیا ہے ... ایک بس سروس کمپنی کے متعلق ہمیشہ یہ شکایت آتی ہے کہ وہ اپنی لاریاں ربوہ میں نہیں ٹھہراتی بلکہ ان کی لاریاں یا تو احمد نگر کے قریب ٹھہرتی ہیں یا چنیوٹ کے پاس جاکر ٹھہرتی ہیں تا ربوہ سے احمدی سوار نہ ہوں۔ جب طوفان آیا اور سڑک پانی کے نیچے آگئی تو مسافروں کی امداد کرنے کے لئے ربوہ کے خُدّام سڑک پر گئے۔ اس بس سروس کمپنی کی ایک لاری پانی میں پھنس گئی۔ جب خدام مدد کے لئے گئے۔ تو ڈرائیور نے کہا تم لاری کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں چنانچہ ڈرائیور اور مسافر کافی وقت تک زور لگاتے رہے لیکن لاری نہ نکلی۔ بعد میں وہ مجبور ہو کر خُدّام کے پاس آئے اور اُن سے کہا کہ لاری نکالنے میں ہماری مدد کی جائے چنانچہ کچھ خدّام گئے اور انہوں نے نہایت محنت سے اس لاری کو باہر نکال دیا ڈرائیور نے شکریّہ ادا کیا اور کہا کہ آپ لوگوں نے ہماری خاطر بہت تکلیف برداشت کی ہے اس دوران میں کسی لڑکے نے یہ کہہ دیا کہ آپ شکریہ تو ادا کرتے ہیں مگر کیا احمدیوں کو کبھی اپنی لاری میں سوار بھی کریں گے؟ اس لڑکے

کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ انہوں نے جو کچھ کیا تھا خُدا تعالیٰ کی خاطر کیا تھا مگر تاہم اُس ڈرائیور نے یہ جواب دیا کہ اب ہم پہلے آپ کو بٹھایا کریں گے پھر اور کسی کو بٹھائیں گے لیکن دل ایک دن میں نہیں بدلا کرتے۔ دِل آہستہ آہستہ بدلتے ہیں اس لئے تم اپنا کام کرتے چلے جاؤ اور اس بات کا خیال نہ آنے دو کہ دوسرے لوگ تمہاری مخالفت کرتے ہیں یا تمہاری خدمت کی قدر کرتے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ بار بار فی سبیل اللہ کے الفاظ بیان فرماتا ہے کہ تم جو نیکی بھی کرو۔ خدا تعالیٰ کی خاطر کرو۔ اس لئے چاہیے تم سو دفعہ نیکی کرو اور جن سے تم نیکی کرو وہ سو دفعہ تمہاری مخالفت کریں وہ تمہارے دُشمن ہو جائیں مگر تم نیکی ترک نہ کرو۔ تم نے جو کچھ کرنا ہے خدا تعالیٰ کی خاطر کرنا ہے اور وہی تمہاری نیکی کا بدلہ دے گا۔ اس دفعہ لاہور کی جماعت نے قربانی کا اچھا نمونہ پیش کیا ہے اور وہاں کے خدام نے قابل تعریف کام کیا ہے۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ اس دفعہ اُن میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے مصیبت زدگان کی خُوب مدد کی ہے اب فرض کرو کہ کچھ عرصہ کے بعد لوگ جماعت کے احسان کو بھُول جاتے ہیں تب بھی تم اُن سے حُسنِ سلوک کرو کیونکہ تم نے جو کچھ کرنا ہے وہ خدا تعالیٰ کی خاطر کرنا ہے۔ اور خُدا تعالےٰ تمہارے کام کو دیکھ رہا ہے اور وہی اس کا اجر دے گا اگر کوئی شخص کسی پر احسان کرتا ہے اور دوسرا شخص اس احسان کو بھُول جاتا ہے یا اس کے احسان کی قدر نہیں کرتا تو یہ اُس کا قصور ہے تمہارا فائدہ اِسی میں ہے کہ تم احسان کرتے چلے جاؤ اور ہمارا خدا ایسا ہے کہ اُس نے نیکی کرنیوالے کے لئے ثواب کے اتنے رستے کھولے ہیں کہ اُن کی کوئی حد ہی نہیں اس لئے ایسے فعل پر کسی مُسلمان کے دل میں انقباض پیدا ہونا یا نفرت اور حقارت کا جذبہ پیدا ہونا اور دِل میں گرہ پڑنا ناجائز ہے اگر کوئی تمہیں گالی دیتا ہے تو تمہیں چِڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی گالی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا۔ رسُولِ کریم صلّے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیتا ہے تو خُدا تعالےٰ کے فرشتے اُسے دُعائیں دیتے ہیں۔ اب دیکھو اُس شخص کی گالیوں نے کیا بنانا تھا۔ اگر کچھ بنانا ہے تو فرشتوں کی دُعاؤں نے بنانا ہے۔ میری اپنی یہ حالت ہے کہ مجھے کوئی کتنی گالیاں دے مجھے اس بات کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان الفاظ سے میرا کیا بگڑتا ہے۔"

نیز فرمایا۔

"یاد رکھو کہ شریف طبقہ ہر قوم میں ہوتا ہے۔ دہریوں میں بھی شریف ہوتے ہیں پھر مسلمان کے کان میں تو قرآن کریم کے الفاظ رات دن پڑتے رہتے ہیں اس لئے کوئی نہ کوئی درجہ شرافت کا اس میں ضرور موجود ہوتا ہے پس تم کیونکر سمجھتے ہو کہ تمہاری نیکی ان پر اثر نہیں کرے گی۔ ممکن ہے تمہاری نیکی دیکھ کے وہ بھی اس قسم کا کام کرنا شروع کردیں اور اس طرح ان میں بھی قوم، ملک اور حکومت کی خدمت کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اگر ایسا ہو جائے تو تمہیں اس بات کا بھی ثواب ملے گا۔ کہ تم نے نیکی کی اور اس بات کا بھی ثواب ملے گا کہ تمہاری وجہ سے دوسرے کئی لوگوں نے نیکی کی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کے ذریعہ کوئی دوسرا آدمی ہدایت پالیتا ہے تو اسے دو ثواب ملتے ہیں۔ ایک ثواب تو اس کی اپنی نیکی کا ہوتا ہے اور ایک ثواب اُس شخص کی نیکی کا ملتا ہے جو اس کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے۔ فرض کرو تمہاری وجہ سے پاکستان کے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور تمہاری تعداد ایک لاکھ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم میں سے ہر ایک کو ۸۰۰ آدمیوں کی نیکی کا ثواب ملے گا ایک آدمی کی نیکی بھی بڑی چیز ہوتی ہے اور وہ آسمان اور زمین کو بھر دیتی ہے پھر اگر کسی کے ذریعہ ۸۰۰ اشخاص ہدایت پا جائیں اور ان ۸۰۰ اشخاص کی نیکیوں کا ثواب بھی اسے ملے تو پھر اس کی نیکیوں کو رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ ہی سامان کرے تو کرے ورنہ زمین و آسمان میں اس کی نیکیاں سما نہیں سکیں گی۔

پس دوست اس قسم کے نیکی کے مواقع کو ضائع نہ کریں بلکہ ان مواقع پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کی خدمت کریں اگر تمہارے عمل کو دیکھ کر دوسرے لوگوں میں بھی نیکی پیدا ہو جائے تو یقیناً اس سے سارے مُلک کا معیارِ اخلاق بلند ہو جائے گا۔"[1]

---

[1] الفضل ۸ اخاء ۱۳۳۳ہش/ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۴-۵

فصل ششم

عقل وتدبّر اور فہم و ذکاء کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کی تلقین

خلفاء کی آسمانی نگاہیں جو کچھ دیکھتی ہیں وہ دوسروں کو دکھائی نہیں دے سکتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ اپنے حیرت انگیز نورِ فراست و بصیرت کی بدولت شروع ہی سے جانتے تھے کہ اس وقت جماعتِ احمدیہ کے کندھوں پر جو بوجھ ہے اس سے ہزار گنا بوجھ احمدیت کی آئندہ نسلوں پر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اوائل خلافت ہی سے جماعت کو توجہ دلاتے آرہے تھے کہ وہ اپنی عقل و ذہانت کو تیز کرے اور اپنی نئی پود کو بھی روشن دماغ بنائے۔ حضور نے خدام الاحمدیہ میں بھی بعض ایسی مشقیں رکھیں جن کی وجہ سے عقل و فکر کی استعدادوں اور قوتوں میں اضافہ ہو اور ہر اگلی نسل اپنے حافظہ اور ذہانت میں پہلی نسل سے آگے ہو۔

اسی مقصد کے پیشِ نظر حضور نے ۱۷ ستمبر ۱۹۵۴ء/۱۷ تبوک ۱۳۳۳ ہش کو ایک مفصل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں جماعت کو اس دائمی ذمہ داری کی طرف خاص طور پر متوجہ کیا اور (محمود غزنوی کے خادم) ایاز اور (نئی دُنیا دریافت کرنے والے) کولمبس کی غیر معمولی ذہانت کے بعض سبق آموز اور دلچسپ واقعات بیان کرنے کے بعد فرمایا:۔

"جتنے لیڈر، بادشاہ اور جرنیل بنے ہیں وہ ظاہری دولت سے نہیں بنے بلکہ خدا داد دولتوں حافظہ عقل، فکر اور تدبّر سے بنے ہیں۔ ہمایوں کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی۔ بابر کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی، اکبر کے پاس ظاہری دولت نہیں تھی، لیکن ان لوگوں نے عقل، فکر اور تدبّر کی دولت سے فائدہ اٹھایا اور عظیم الشّان کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے مقابلے

لہ منہاج الطالبین صفحہ ۶۶ طبع اوّل (تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۲۵ء)

ہیں محمد شاہ اور احمد شاہ کے پاس ظاہری دولت تھی لیکن انہوں نے عقل، فکر اور تدبر کی دولت سے فائدہ اُٹھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ذلیل ہوگئے۔ ہمایوں، بابر اور اکبر نے خدا کی دی ہوئی دولت سے کام لیا اور وہ جیت گئے۔ لیکن محمد شاہ اور احمد شاہ نے ان سے کام نہ لیا اور وہ ہار گئے۔ پس خُدا کی دی ہوئی دولت، ظاہری دولت سے ہزاروں گنا قیمتی ہے۔ میں نے جماعت کو بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی دولت سے کام لے لیکن افسوس کہ ان کے ذہن اس طرف نہیں جاتے۔ میں دیکھتا ہوں کہ عقل، فہم، ذکاء اور تدبر کے خزانے پڑے ہیں لیکن جس طرح قرآن کے خزانوں کو لینے والا کوئی نہیں اسی طرح ان خزانوں کی طرف بھی کسی کی توجہ نہیں۔ مگر جس طرح قرآن کریم کے خزانوں کو لینے کی اگر کوئی کوشش کرتا ہے تو اُسے مل جاتے ہیں۔ اسی طرح عقل، تدبّر اور فہم و ذکاء کے خزانے بھی مل سکتے ہیں بشرطیکہ کوئی کوشش کرے۔''

پھر فرمایا:۔

''پس تم اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو استعمال کرو۔ اگر تم خُدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو استعمال نہیں کرتے تو تم اس کی دوسری نعمتوں کے اُمیدوار کیوں ہو؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا مجھے کوئی معجزہ دکھائیں مجھے یاد ہے آپ اس وقت جوش میں آگئے اور فرمایا میرے دعویٰ پر اتنے سال گذر چکے ہیں اور اس عرصہ میں خُدا تعالیٰ نے ہزاروں نشانات دکھائے ہیں تم نے ان نشانات سے کب فائدہ اٹھایا کہ اب تم نئے نشان سے فائدہ اٹھاؤ گے؟ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی اتنی بڑی دولت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو تمہیں کسی دولت کیسے مِل سکتی ہے؟ ہاں اگر تم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی دولت سے فائدہ اٹھاؤ تو تمہیں اتنا کچھ مل جائے گا کہ تمہیں خدا تعالیٰ سے کچھ اور مانگتے ہوئے شرم آئے گی۔''[1]

چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا انتخاب عالمی عدالت کے جج کی حیثیت سے

۷؍اکتوبر ۱۹۵۴ء / ۷؍اخاء ۱۳۳۳ ہش

کو بین الاقوامی عدالت کی اس خالی نشست کے لئے انتخاب ہوا جو ہندوستان کے سر بینیگل نرسنگ راؤ

[1] الفضل ۶؍اخاء ۱۳۳۳ ہش / ۶؍اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۴ - ۵

کی وفات کے بعد خالی ہوئی تھی۔ اسمبلی کے اجلاس میں رائے شماری ہونے پر چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب وزیر خارجہ پاکستان کے حق میں ۳۳ اور ہندوستان کے امیدوار جسٹس رادھا ونود پال کے حق میں ۲۹ آراء شمار ہوئیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ہندوستان پر برتری عطا فرمائی اور حضرت چوہدری صاحب بین الاقوامی عدالت کے جج منتخب ہو گئے حالانکہ ہندوستان نے اپنے اُمیدوار کو کامیاب کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ [1]

اس اعزاز پر اسلامی حلقوں میں بہت خوشی کا اظہار کیا گیا اور مسلم پریس نے اس انتخاب کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ بطور نمونہ چند تاثرات درج ذیل ہیں :۔

۱۔ اخبار مُسلمان (کراچی) نے ۹ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو لکھا۔

"بین الاقوامی عدالت کے سابق جج مسٹر بی۔ این۔ راؤ کی وفات سے عدالت مذکور میں جو جگہ خالی ہوئی تھی اس کے لئے پاکستان اور بھارت کے امیدواروں کے درمیان پچھلے چند ہفتوں سے زبردست رسہ کشی جاری تھی۔ یہاں یہ کہہ دینا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ بھارت اپنے اُمیدواروں کی کامیابی پر بہت زیادہ مطمئن بھی تھا۔ لیکن بھارت کی ساری خوشگوار توقعات اور سیاسی جوڑ توڑ ناکام ہو کر رہ گئی جبکہ سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی میں خفیہ رائے دہی کے ذریعہ زیر بحث جج کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ اور پاکستان کے وزیر خارجہ اپنے حریف کے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے۔ اگرچہ پاکستانی نمائندہ چوہدری ظفر اللہ خان کا انتخاب سخت کش مکش کے بعد عمل میں آیا ہے لیکن یہ ایک ایسی کامیابی ہے جس کے پس منظر میں بھارت اور پاکستان کی خارجہ حکمتِ عملی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آج بین الاقوامی رائے عامہ میں پاکستان نے کافی اہمیت حاصل کر لی ہے۔ اور بتدریج ایک ممتاز مقام کا حامل بھی بن چکا ہے۔ بین الاقوامی عدالت کے لئے پاکستانی نمائندہ چوہدری ظفر اللہ خان کا انتخاب براہِ راست چند اہم سیاسی نتائج کا علمبردار ہے۔ یہ سیاسی نتائج مستقبل قریب میں اہم اور نتیجہ خیز ثابت ہوں گے۔ چوہدری ظفر اللہ خان کی کامیابی بلاشبہ پاکستان کے عالمی وقار اور امن پسند حکمتِ عملی کی کُھلی ہوئی ضمانت ہے۔

---

[1] ملاحظہ ہو اخبار "ملت" لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۲ کالم ۴-۵

ہمیں خوشی ہے کہ بین الاقوامی انتخاب کے دشوار گذار مرحلوں میں پاکستان کو شاندار کامیابی حاصل ہو گئی اور اس طرح پاکستان نے عالمی رائے عامہ میں اپنی سیاسی انفرادیت کو زبردست عددی اکثریت کے ساتھ پھر ایک بار منوالیا۔ بین الاقوامی عدالت کے جج کا انتخاب دراصل ایک اعزاز ہے جس کے پس منظر میں منتخب ہونے والے نمائندے کے عظیم وطن کی سیاسی اہمیت، انسانیت کی رواداری اور امن پسندی کے عناصر جھلکتے ہیں۔ اگرچہ اس انتخاب کی میعاد از روئے قانون دس سال کی ہوتی ہے لیکن یہ ایک عارضی انتخاب ہے جو سر بی این راؤ آنجہانی کی مقررہ میعاد کی تکمیل کے لئے عمل میں لایا گیا ہے۔

جہاں اس انتخاب پر ہمیں خوشی ہے وہیں اس بات کا افسوس بھی ہے کہ پاکستان ایک بہترین سیاست دان اور بین الاقوامی عظیم شخصیت کے تدبّر اور اس کی خدمات جلیلہ سے محروم ہو رہا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان سے ان کی وزارت کے دوران بعض مسائل کے ضمن میں اختلافات رونما ہوتے رہے ہیں اور بعض انتہا پسند مذہبی جماعتوں نے چوہدری صاحب موصوف کو وزارتِ خارجہ سے ہٹا دینے کا مطالبہ بھی کیا تھا لیکن ہم شخصی اور مذہبی تصورات اور رجحانات کی اساس پر کسی وزیر کی علیحدگی کے قائل نہیں ہیں اگر پاکستان اس حکمتِ عملی پر کاربند ہو جاتا تو بلادِ اسلامیہ اور اقوامِ عالم میں پاکستانی عوام کے اندازِ فکر کی کوتاہی اور پاکستان کی متعصبانہ روش خود اس ملک کے وقار اور نیک نامی کو تباہ کر دینے کا موجب بن جاتی۔ ایسے نازک مرحلہ پر پاکستان کی قیادتِ اعلیٰ نے حالات کی روک تھام کی اور چوہدری صاحب کو برسرِ اقتدار رکھا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک تجربہ کار عملی سیاست دان کی حیثیت سے چوہدری ظفر اللہ خان نے قابلِ لحاظ کارنامے انجام دیئے ہیں۔ بالخصوص پاکستان کے وزیرِ خارجہ کی حیثیت سے اقوامِ متحدہ کے ایوان میں کشمیر اور فلسطین کے متعلقہ کیس میں چوہدری صاحب نے جو غیر معمولی ذہانت خداداد صلاحیت اور زورِ خطابت دکھایا ہے وہ اقوامِ متحدہ کی تاریخ میں ناقابلِ فراموش باب ہے کہا یہ جا رہا ہے کہ چوہدری ظفر اللہ خان نے امورِ خارجہ اور بین الاقوامی معاملات میں پاکستان کی کوئی خاص خدمت انجام نہیں دی۔ لیکن یہ ایک مبالغہ آمیز جھوٹ ہے۔ آج پاکستان امن پسند اور آزاد دنیا کا ایک اہم اور بنیادی ملک بن چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ پاکستان کا یہ موقف اس خارجی حکمت ہی (کا) رہین منت ہے

جس کا ہیولا چوہدری ظفراللہ خاں نے تیار کیا تھا۔

ہم اس موقع پر اپنی خوشگوار تمناؤں کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بھارت کے مقابلہ میں پاکستان کی یہ جیت ایک عظیم کارنامہ سہی لیکن اس کامیابی میں خود بھارت کا وہ اقدام بھی شامل ہے جس کی وجہ سے اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔" ؎

۲۔ اخبار "جنگ" کراچی نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء کے ادارتی نوٹ میں لکھا:-

"بین الاقوامی عدالت کے ایک جج کی جو جگہ سر بنگل راؤ کے انتقال کی وجہ سے خالی ہوئی تھی اس پر پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری ظفراللہ خان کا انتخاب ہوگیا۔ اور اس طرح بھارت کو ایک زبردست شکست اور پاکستان کو ایک شاندار کامیابی حاصل ہوئی۔ بھارت نے اس نشست کو برقرار رکھنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ اور اپنے پُورے ذرائع سے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی مگر سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی دونوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ کیا اور اس طرح ایک پاکستانی کو وہ اعزاز حاصل ہو سکا جو بلاشبہ قابل ناز ہے۔ اسی کے ساتھ بھارت کو ایک اور شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ سلامتی کونسل کی نشست کے لئے بھی اُمیّدوار تھا مگر وہاں بھی اسے ایک سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اور بھارت کو صرف ایک اور ایران۔ پیرو اور بلجیم کو علی الترتیب ۵۶۔ ۵۶۔ اور ۵۲ ووٹ ملے۔ اور یوں بھارت سلامتی کونسل کا رکن بھی منتخب نہ ہوسکا۔ پاکستان کے وزیر خارجہ کا بین الاقوامی عدالت کی رُکنیت پر منتخب ہوجانا اور بھارت کے پے در پے دو اہم انتخابات میں ناکام ہوجانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ہندوستان کا بین الاقوامی وقار تیزی کے ساتھ گر رہا ہے جبکہ پاکستان اور دوسرے اسلامی مُلکوں کی مقبولیّت برابر بڑھ رہی ہے۔ پچھلے دنوں بھارت نے بالتسلسل ایسی حرکتیں کی ہیں جن سے بین الاقوامی رائے عامہ اس سے ناراض ہوتی چلی گئی ہے۔ اور غیر جانبدار ممالک کو یقین ہوگیا ہے کہ ہندوستان امن کا حامی نہیں بلکہ ایشیا میں بدامنی انتشار اور اختلافات کے بیج بو رہا ہے۔ کشمیر۔ گوا۔ لنکا اور اس سے پہلے حیدرآباد اور جوناگڑھ وغیرہ کے معاملہ میں بھارت نے جو پالیسی اختیار کی ہے اس نے

؎ اخبار "مسلمان" کراچی ۹ اکتوبر ۱۹۵۴ء (بحوالہ اخبار رفتار زمانہ لاہور ۳ نومبر ۱۹۵۴ء ص ۲-۳)

بھارت کو ساری دُنیا میں تن تنہا کر کے چھوڑ دیا ہے۔ اسی لئے سلامتی کونسل کے انتخاب میں بھارت کو صرف ایک اور ایران کو ۵۶ ووٹ ملے۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ عام دُنیا بھارت سے بدظن متنفّر اور اس کی سرگرمیوں کو بری نظر سے دیکھتی ہے۔

ہر چند پاکستانی وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی بین الاقوامی عدالت کی رکنیّت میں کامیابی کسی نہ کسی درجہ میں ان کی ذاتی کامیابی بھی ہے مگر ساتھ ہی یہ پاکستان کی امن دوستی اور بین الاقوامی ساکھ کے اعتراف کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ گو پاکستان نے اس انتخاب کے لئے کوئی بڑی کوشش نہ کی تھی اس پر بھی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی دونوں نے بالاتفاق ان کو منتخب کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ دُنیا کے انصاف پسند عوام پاکستان کو عزت، محبّت اور دوستی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور انہیں پاکستان کی معقولیت پسندانہ پالیسیوں کا پُورا احساس ہے۔ پاکستان کی یہ کامیابی اور بھارت کی یہ ناکامی ان لوگوں کی نکتہ چینی کا واضح جواب ہے جو بھارت کے بین الاقوامی سیاست کے ماہر خصوصی پنڈت نہرو کی غیر معمولی ذہانتوں بین الاقوامی اثر اور مشرق و مغرب کو لڑانے کی پالیسی کو سراہتے کبھی نہیں تھکتے۔ اور پاکستان کی ہوشمندی معاملہ فہمی اور اصُول دوستی کو ہدف تنقید بنایا کرتے ہیں۔

کشمیر میں بھارت جس بدمعاملگی پر چل کر عارضی کامیابی حاصل کر سکا ہے اور سلامتی کونسل کے مسلسل انتخابات کے باوجود بھارت کی امن دُشمنی کو روکنے میں جو ناکامی ہوئی ہے۔ اسے وہ بھارت کی بین الاقوامی سیاست کی کامیابی اور پاکستان کی ناکامی قرار دیتے ہیں۔ یہ تو صحیح ہے کہ عارضی طور پر کشمیر میں بھارت بین الاقوامی رائے عامہ کو ٹھکرانے میں کامیاب ہو گیا ہے لیکن معقولیّت پسندی اور مفاہمت کیشی سے یہ مسلسل انحراف بہرحال اپنے نتائج پیدا کر کے رہے گا۔ چنانچہ آج عملاً ساری دُنیا ہندوستان سے ناراض ہے اور اس کی امن دُشمن حرکات کو ملامت کی نظر سے دیکھتی ہے۔ سلامتی کونسل کے انتخاب اور بین الاقوامی عدالت کی رُکنیت کے مقابلہ میں یہ شکست اس بات کا ثبوت ہے کہ بھارت کا وقار برابر گر رہا ہے۔ اور اس کے برعکس پاکستان کو عام دُنیا میں محبّت اور عزّت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔ سچ یہ ہے کہ معاملہ فہمی معقولیّت پسندی اور امن دوستی بہرحال اپنے نتیجے پیدا کر کے رہتی ہے خواہ یہ نتیجے دیر ہی میں کیوں نہ نکلیں۔

بین الاقوامی عدالت کی رُکنیّت کے لئے انتخاب عدلیہ کے دو متضاد تصوّرات کو یکجا کرنے کی

کوشش ہے۔ روس اور چند دوسرے ملکوں میں عدلیہ کے بعض یا سارے ارکان کا انتخاب ہوتا ہے۔ روس میں ججوں کی قانونی لیاقت کو محض ثانوی اہمیت دی جاتی ہے جب کہ دوسرے ملکوں میں انتخاب اور صلاحیت دونوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ اس ثانی الذکر طریقہ کو بین الاقوامی عدالت کی رکنیت کے انتخاب میں پیش نظر رکھا جاتا ہے اور اُمیدوار کی لیاقت اور صلاحیت قانونی کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ہی اس کا انتخاب بھی کیا جاتا ہے۔ اور صرف لیاقت ہی فیصلہ کن چیز نہیں بنتی۔ انہی دونوں پہلوؤں کے پیشِ نظر یہ انتخاب جہاں وزیر خارجہ کی صلاحیت کا اعتراف ہے پاکستان کی بین الاقوامی ساکھ کے اقرار کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ اور اس لئے اس انتخاب کے نتیجہ کو پاکستان بھر میں دلچسپی اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ اور اس کامیابی پر ہر حلقہ میں اظہارِ اطمینان کیا جائے گا۔" [1]

۳۔ اخبار "مغربی پاکستان" لاہور (۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء) نے حسب ذیل اداریہ سپرد اشاعت کیا:۔

"یہ خبر انتہائی مسرت کے ساتھ سُنی جائے گی کہ پاکستان کے وزیر خارجہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان بین الاقوامی عدالتِ انصاف کے جج منتخب کئے گئے ہیں۔ یہ انتخاب ہر لحاظ سے انتہائی مبارک اور مسعود ہے۔ سب سے پہلی بات یہ کہ اس انتخاب نے ضمناً یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کو بین الاقوامی شہرت، عزت اور مقبولیت حاصل ہے اور اس چھوٹے رقبہ کی نوزائیدہ سلطنت کو دنیا میں خاصی اہمیت دی جا رہی ہے۔ حفاظتی کونسل نے پاکستانی مندوب کو ۶ اور بھارت کے مسٹر پال کو ووٹ دے کر یہ ظاہر کر دیا کہ اقوامِ عالم میں بھارتی خارجہ پالیسی کو دُنیا میں قیامِ امن اور قیام انصاف کے لئے زیادہ مؤثر نہیں سمجھا جاتا ہے۔

اب اس بین الاقوامی عہدے پر فائز ہو جانے کے بعد اُمید کی جا سکتی ہے کہ محترم "نمائندگی" کے ان فرائض سے سبکدوش کر دیئے جائیں گے۔ گو یہ امید موہوم سی ہے کیونکہ مرکزی حکومت یہ بھی سوچ سکتی ہے کہ چوہدری صاحب ان دونوں عہدوں کا کام کر سکنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔" [2]

۴۔ پاکستان مُسلم لیگ کے سرکاری اخبار "پاکستان سٹینڈرڈ" نے اپنی اکتوبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں یہ

---

[1] اخبار "جنگ" کراچی ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء بحوالہ اخبار رفتار زمانہ لاہور ۳ نومبر ۱۹۵۴ء ص ۲

[2] اخبار "مغربی پاکستان" لاہور ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء صہ بحوالہ اخبار رفتار زمانہ لاہور ۳ نومبر ۱۹۵۴ء ص ۳-۴)

اداریہ لکھا:۔

"ہیگ کی بین الاقوامی عدالت میں جج کے عہدے کے لئے چوہدری محمد ظفراللہ خاں کا منتخب ہوجانا کوئی ایسی خوش آئند خبر نہیں ہے۔ یہ بات کہ پاکستان نے ایک نہایت مرصّع عہدہ ہندوستان کے مقابلہ میں جیت لیا ہے۔ ہمارے لئے خوشی منانے کی کافی وجہ قرار نہیں دی جاسکتی۔ پاکستان کو ایسے موقعہ پر چوہدری محمد ظفراللہ خان کے جانے سے جو نقصان ہوا ہے۔ بعض مفاد پرست حلقوں کے نزدیک باعث مُسرت ہوسکتا ہے۔ لیکن پُورے ملک اور تمام اسلامی دُنیا میں اسے شدّت سے محسوس کیا جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کا انتخاب خود بین الاقوامی عدالت کے لئے بہت بڑے فائدے کا موجب ہے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ چوہدری محمد ظفراللہ خان بھی اپنی شبانہ روز محنت کی بنا پر آرام کے مستحق تھے۔ آپ کے بعد یقیناً کوئی قابل آدمی ہی اس عہدے پر مقرر کیا جائے گا مگر ان کا بدل ایک طویل عرصہ تک میّسر نہیں آسکے گا اور یقیناً اس وقت تک آپ کے بدل کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی ایسا شخص آگے نہ آئے جو اُن کی طرح ہی بیک وقت ایک بڑا سیاستدان، نامور وکیل، عظیم الشان ذہن کا مالک نیز اخلاق کے اعلیٰ اصُولوں اور روحانی طاقت اور سیاسی بصیرت کا حامل ہو۔ آج جبکہ ہم آپ کی خوش قسمتی کے لئے دُعاگو ہیں یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آج کا دن پاکستان کے لئے ایک غمناک دن ہے۔"[1]

۵۔ پاکستان کے مشہور ادیب، نقّاد اور مؤرّخ مولانا رئیس احمد جعفری نے اپنے رسالہ "ریاض" (نومبر ۱۹۵۴ء) میں لکھا:۔

"بین الاقوامی عدالتِ عالیہ کی ججی"

"چودھری ظفراللہ خان سر بنگل راؤ کی جگہ بین الاقوامی عدالتِ عالیہ کے جج منتخب ہوگئے ہیں۔ یہ انتخاب ہر اعتبار سے مُسرت افزاء ہے ہم چودھری صاحب کو اس اعزاز پر دلی مُبارک باد دیتے ہیں۔ وہ اس منصب پر پہنچ گئے۔ جو ہر اعتبار سے اُن کے شایانِ شان ہے۔

وزیرِ خارجہ کی حیثیّت سے چودھری صاحب نے پاکستان کی گراں بہا خدمات انجام دی ہیں بڑے

---

[1] بحوالہ "الفضل" لاہور ۱۲؍اکتوبر ۱۹۵۴ء / ۱۲؍اخاء ۱۳۳۳ ہش صا

کٹھن اور نازک مواقع پر انہوں نے اپنی خطابت، قوّتِ استدلال اور قانونی موشگافیوں کو ایسے جوہر دکھائے ہیں کہ مخالفین بھی عش عش کر اُٹھے۔ اور داد دینے پر مجبور ہوگئے۔

چودھری صاحب ذاتی اعتبار سے بھی بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ ہمارے جو ارباب کار اسلامی آئین کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہیں وہ ابھی تک وضع اسلامی بھی نہیں اختیار کر سکے ہیں۔ اس کے برعکس چودھری صاحب اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جسے عام طور پر گمراہ بلکہ کافر تک کہا جاتا ہے لیکن یہ "گمراہ" اور "کافر" شخص بغیر شرمائے ہوئے داڑھی رکھتا ہے اور اقوامِ متحدہ کے جلسوں میں علی الاعلان نماز پڑھتا ہے۔ جھمپیر کا قیامت خیز ریلوے حادثہ جب رونما ہوا تو یہ شخص اپنے سیلون میں فجر کی نماز پڑھ رہا تھا۔

ہم چودھری صاحب کی کامیابی کے لئے دل سے متمنی ہیں۔ ہماری دُعا ہے کہ وہ اس منصب کی شاندار روایات میں شاندار اضافہ کا موجب ہوں اور ہمیں یقین ہے کہ ضرور ایسا ہی ہوگا۔"[1]

حضرت چودھری محمد ظفراللہ خان صاحب ۷ر اکتوبر ۱۹۵۴ء سے لے کر ۵ر فروری ۱۹۶۱ء تک عالمی عدالت کے جج رہے۔ اور ۱۹۵۸ء کے انتخابات میں آپ اس بین الاقوامی عدالت کے نائب صدر بھی منتخب کئے گئے۔

اس عرصۂ رکنیت میں مندرجہ ذیل تنازعات عدالت کے سامنے آئے۔ ان تنازعات کی سماعت اور فیصلہ میں آپ بھی شامل تھے:-

(۱)۔ جنوب مغربی افریقہ منڈیٹ کے مسائل۔ (تاریخ فیصلہ جات ۷ر جولائی ۱۹۵۵ء — یکم جون ۱۹۵۶ء)

(۲)۔ یونیسکو (UNESCO) کے چار امریکہ افسران کا تنازعہ (تاریخ فیصلہ ۲۳ر اکتوبر ۱۹۵۶ء)

(۳)۔ حکومت فرانس اور حکومت ناروے کا تنازعہ۔ (تاریخ فیصلہ ۶ر جولائی ۱۹۵۷ء)

(۴)۔ حکومت سوئٹزرلینڈ اور حکومت ریاستہائے متحدہ امریکہ کا تنازعہ (تاریخ فیصلہ جات ۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۷ء۔ ۲۱ر مارچ ۱۹۵۹ء)

(۵) حکومت پرتگال اور حکومت ہند کا تنازعہ (تاریخ فیصلہ جات ۲۶ر نومبر ۱۹۵۷ء ۱۲ر اپریل ۱۹۶۰ء)

---

[1] بحوالہ الفضل ۲۵ر نومبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۵۔

(۶) حکومت ہالینڈ اور حکومت سویڈن کا تنازعہ (تاریخ فیصلہ ۲۸ر نومبر ۱۹۵۸ء)

(۷) حکومت اسرائیل اور حکومت بلغاریہ کا تنازعہ (تاریخ فیصلہ ۲۶ر مئی ۱۹۵۹ء)

(۸) حکومت بلجیم اور حکومت ہالینڈ کا تنازعہ (تاریخ فیصلہ ۲۰ر جون ۱۹۵۹ء)

(۹)۔ کی بحری حفاظتی کمیٹی کے اراکین کے انتخاب کا تنازعہ۔ (تاریخ فیصلہ ۸ر جون ۱۹۶۰ء)

(۱۰)۔ وسطی امریکہ کے دو ممالک ہانڈوراس اور نکارا گوا کی حکومتوں کے مابین تنازعہ۔ (تاریخ فیصلہ ۱۸ر نومبر ۱۹۶۰ء۔)

ان سب تنازعات کی تفصیل حضرت چودھری صاحب کی معرکہ آرا کتاب "تحدیث نعمت"[۱] (ص۶۰۰ تا ص۶۱۸) میں موجود ہے۔ جو بہت دلچسپ اور معلومات افروز ہے۔

وقفِ زندگی کی تحریک

قیامِ پاکستان کے ابتدائی چند سالوں میں جہاں انڈونیشیا، سیلون اور افریقہ وغیرہ ممالک کے احمدی جوانوں میں وقفِ زندگی کی طرف رجحان پہلے سے بڑھ گیا وہاں پاکستان میں اس کی طرف بتدریج توجہ کم ہوگئی اور آہستہ آہستہ اس کا احساس مٹنے لگا حتّٰی کہ اس سال ۱۹۵۴ء میں صرف ایک پاکستانی احمدی نوجوان مدرسہ احمدیہ میں داخل ہوا۔ جس کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے سابق ہیڈ ماسٹر حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم سال بھر کوشش کرتے رہتے تھے اور حضرت سیدنا المصلح الموعودؓ کی خدمت بابرکت میں یہ اطلاع بھی پہنچاتے رہتے تھے کہ مَیں نے اتنے طلباء سے وقف کا وعدہ لیا ہے۔ مگر اُن کے بعد یہ التزام واہتمام نہ رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پورے ملک میں صرف ایک احمدی نوجوان کو وقف کرنے کی توفیق مل سکی۔ اس تشویش انگیز صورت حال کا سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے فوری نوٹس لیا اور ۸ر اور ۱۵ر اخاء (اکتوبر ۱۹۵۴ء) کے خطبات وقفِ زندگی کی تحریک کے لئے وقف کر دیئے۔ جن میں جماعت کے سامنے اصل حقائق رکھے۔ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اساتذہ اور تعلیم الاسلام کالج کے احمدی پروفیسروں کو ہدایت فرمائی کہ وہ ہمیشہ ہی طلباء کو دین کی خاطر زندگیاں وقف کرنے کی تحریک کرتے رہیں نیز جماعت کو تلقین

---

[۱] ناشر ڈھاکہ بینو لینٹ ایسوسی ایشن ڈھاکہ۔ محمد احمد اکیڈمی ۱۸۔ رام گلی نمبر ۳ برانڈرتھ روڈ لاہور۔ اشاعت اوّل دسمبر ۱۹۷۱ء

فرمائی کہ وہ ضرورت وقت کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرکے اپنے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو وقف کریں اور اتنی کثرت سے کریں کہ اگر دس نوجوانوں کی ضرورت ہو تو جماعت سو نوجوان پیش کرے۔

حضور نے اپنے ۸ ؍ اخاء (اکتوبر) کے خطبہ جمعہ میں خاص طور پر اس حقیقت پر زور دیا کہ دین کی خدمت کا ثواب دائمی ہے اور دنیوی مال ایک عارضی اور فانی چیز ہے نیز فرمایا:۔

"پاکستان یا ہندوستان جس میں پاکستان اور بھارت شامل تھے وہ ملک ہے جسے خدا تعالیٰ نے چن لیا ہے اگر خدا تعالیٰ کسی اور ملک کو زیادہ قابل سمجھتا تو وہ اپنا مسیح اس ملک میں مبعوث کرتا۔ لیکن اس نے اپنے مسیح کی بعثت کے لئے ہمارے ملک کو چن کر ایک تو ہم پر احسان کیا اور دوسرے ہم پر اعتماد کا اظہار کیا جس کا بدلہ دینا ہم پر فرض ہے۔ حضرت ابن عباس سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ آپ کسی شخص کے لئے اس قسم کی دعا بھی کرتے ہیں۔ جس قسم کی دعا آپ اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں۔ آپ نے کہا ہاں میں اُس شخص کے لئے اس قسم کی دعا کرتا ہوں جو مجھے آکر یہ کہتا ہے کہ مجھے آپ کے سوا اور کوئی دعا کرنے والا نظر نہیں آتا ایسے شخص کے لئے میں اس قسم کی دعا کرتا ہوں جس قسم کی دعا میں اپنی ذات کے لئے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اس نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اور چونکہ اُس نے مجھ پر اعتماد کیا ہے اس لئے اب میرا فرض ہے کہ اس کے اعتماد کے مطابق اس سے سلوک کروں۔ اگر حضرت ابن عباسؓ زید بکر کے لئے اپنی جان لڑا دیتے تھے کہ اس نے آپ پر اعتماد کا اظہار کیا تو پھر یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں اس لئے چنا کہ ہم اس کے دین کا جھنڈا بلند کریں اور اسے ہر ملک میں گاڑ دیں۔ لیکن ایک حقیر سی دولت کیلئے ہم اس کے کام کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ آخر پاکستان کتنا بڑا ملک ہے۔ پاکستان کی حکومت چھوٹی سی حکومت ہے اور پھر اس میں جو حصہ تمہارا ہے وہ کتنا ہے۔ اس میں تمہارا حصہ تو بہت ہی کم ہے۔ اس معمولی سی دولت کو خدا تعالیٰ کے انتخاب پر مقدم کر لینا کتنے افسوس کی بات ہے ...... خدا تعالیٰ کا کام بہرحال ہوتا چلا جائے گا لیکن یہ ضرور ہے کہ تم سے برکت چھین لی جائے گی"[1]

۲۰ ؍ اخاء (اکتوبر) کے خطبہ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ نے پہلے تو اس خیال کا ردّ کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے وہ خود کرے گا اس کے بعد آیت قرآنی وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ

[1] روزنامہ "الفضل" ۳ ؍ اخاء ۱۳۵۳ہش / ۱۹۵۴ء

اِلَى الْخَيْرِ (آل عمران : ۱۰۵) کی روشنی میں واضح کیا کہ دینی جماعتیں وقف کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتیں. چنانچہ حضور نے صحابۃ النبیؐ کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :۔

"بغیر وقف کے دین کا کام کرنا مشکل ہے جس جماعت میں وقف کا سلسلہ نہ ہو وہ اپنا کام کبھی مستقل طور پر جاری نہیں رکھ سکتی ہم نے تو وقف کی ایک شکل بنا دی ہے ورنہ زندگی وقف کرنے والے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھے کیا تم سمجھتے ہو کہ صحابہ نے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. پر عمل نہیں کیا! ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھ لو انہوں نے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے صرف اڑھائی سال پہلے مسلمان ہوئے . مسلمان ہونے کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے غور کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب آخری عمر میں ہیں اور میں بہت دیر کے بعد اسلام میں داخل ہوا ہوں اس لئے اگر میں کچھ سیکھنا چاہتا ہوں تو اس کا طریق یہی ہے کہ میں اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کر دوں. چنانچہ وہ مسجد میں ہی رات دن بیٹھے رہتے. شروع شروع میں ان کا بھائی گھر سے کھانا بھجوا دیتا تھا. لیکن جب اس نے دیکھا کہ یہ تو مستقل طور پر مسجد میں بیٹھ گئے ہیں تو اس نے کھانا بھجوانا بند کر دیا اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کہا کہ یا رسول اللہ میرا بھائی تو مستقل طور پر مسجد میں بیٹھ گیا ہے میں عیال دار شخص ہوں میں نے بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہے اسے کب تک خرچ دے سکوں گا. رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے کہ حضرت ابو ہریرہؓ دین کی خدمت کر رہے ہیں اس لئے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بعض دفعہ کسی کو دوسرے کی خاطر رزق دے دیتا ہے تم ایسا نہ کرو ممکن ہے کہ ابو ہریرہؓ کی خاطر ہی اللہ تعالیٰ تمہیں رزق دے رہا ہو. لیکن اس نے آپ کی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو ہریرہؓ خود فرماتے ہیں کہ بعض اوقات مجھے سات سات وقت کے فاقے آجاتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ مسجد سے نہ ہلتے. بلکہ سارا دن وہیں بیٹھے رہتے اور اللہ تعالیٰ اُن کے رزق کا سامان کر دیتا ، اب تم اللہ تعالیٰ کے رزق کے اور معنی کرتے ہو اور صحابہ اس کے اور معنی سمجھتے تھے وہ بے شک دنیا کے کام بھی کرتے تھے لیکن دین کو ہمیشہ مقدم رکھتے تھے یہاں تو گذارہ بھی ملتا ہے چاہے وہ گذارہ کم ہی ہو. لیکن

اُن کو یہ گذارہ بھی نہیں ملتا تھا وہ اپنا اپنا کام کرتے تھے اور پیٹ پالتے تھے لیکن دینی کاموں کو نظر انداز نہیں کرتے تھے بلکہ دینی کام کو اپنے ذاتی کاموں پر ترجیح دیتے تھے۔"

پھر فرمایا:۔

"جب کسی قوم پر خدا تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا ہے اور وہ ترقی کر جاتی ہے تو اُس کے علماء کو ایک نمایاں مقام حاصل ہو جاتا ہے اور درحقیقت اُن کے آگے آنے کا حق ہوتا ہے بشرطیکہ وہ ان کاموں میں حصّہ نہ لیں جو اُن سے تعلق نہیں رکھتے جیسے پچھلے دنوں علماء نے سیاسیات میں حصّہ لینا شروع کر دیا تو وہ ملامت کا ہدف بن گئے۔ اسی طرح اب بھی علماء اپنا کام چھوڑ کر سیاسیات میں حصّہ لیں گے تو وہ لوگوں کی ملامت کا ہدف بن جائیں گے۔ لیکن اگر علماء ایسی باتوں میں دخل نہ دیں تو اس میں شُبہ ہی کیا ہے کہ جب بھی کوئی قوم ترقی کرے گی تو علماء بہرحال زیادہ عزّت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ یورپ میں دیکھ لو کہ کنٹربری کا پادری ایڈورڈ ہفتم کے خلاف ہو گیا تو اسے تخت سے دستبردار ہونا پڑا۔ اب یہ کتنی طاقت ہے کہ ایک پادری ناراض ہو جاتا ہے تو بادشاہ بھی اس کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ پس یہ قدرتی بات ہے کہ جب کسی قوم کو عزّت ملے گی تو اس کے علماء کو بھی عزّت ملے گی۔"

حضور نے خطبہ کے آخر میں تحریک فرمائی کہ:۔

"تم ضرورتِ وقت کو سمجھو اور اپنی ذمّہ داریوں کا احساس کر کے اپنے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو وقف کرو اور یہ وقف اتنی کثرت سے ہونا چاہیئے کہ اگر دس نوجوانوں کی ضرورت ہو تو جماعت سو نوجوان پیش کرے۔"[1]

حضرت امیر المومنین کی اس تحریک پر کئی مخلص خاندانوں نے لبیک کہا اور متعدد احمدی نوجوانوں نے اپنی جانیں اپنے مقدّس امام کے حضور پیش کر دیں۔

پاکستان کے لئے تحریکِ دُعا اور اس کی فوری قبولیت

اکتوبر ۱۹۵۴ء کے آخری ایام میں پاکستان شدید سیاسی بحران سے دوچار ہو گیا۔ اور دستور ساز اسمبلی ایک کھیل بن کر رہ گئی۔ اور بعض قوانین تو اتنی جلدی جلدی پاس کئے

---

[1] "الفضل" ۲۰ اخاء ۱۳۳۳ ہش / ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۴-۶۔

گئے کہ ان کا اسمبلی کے اکثر ممبروں اور حکومت کے افسروں کو بھی پتہ نہ لگ سکا۔ اور جو فیصلے کئے گئے وہ پاکستان کی سالمیت اور استحکام کے منافی تھے۔ ان کارروائیوں سے قومی اتحاد کو نقصان پہنچا اور ملک میں ذاتی، طبقاتی اور صوبائی رقابتوں اور شک وشبہ کے جذبات نمایاں طور پر اُبھر آئے اور ملک کا آئینی نظام درہم برہم ہو گیا۔ اور بعض ہمسایہ ممالک کی طرف سے فوجی مداخلت کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

اس پر سیدنا المصلح الموعودؓ نے اپنے ۲۲ر اکتوبر/ ۲۲ر اخاء کے خطبہ جمعہ میں جماعت احمدیہ کو دُعا کی تحریک خاص کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

"ان حالات میں مَیں تمام جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ دُعاؤں سے کام لے۔ آئندہ آٹھ دس دن ہمارے ملک کے لئے نہایت نازک ہیں۔ دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ان ایام میں خاص طور پر دُعا کریں کہ جو لوگ برسرِ اقتدار ہیں وہ کوئی ایسا طریق اختیار نہ کریں جو اسلام کی ترقی، اس کی قوّت اور اس کے استحکام میں روک پیدا کرنے والا ہو۔ ہمارے خدا میں سب طاقتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح ہو سکتی ہے تو وہ ان کی اصلاح کر سکتا ہے اور اگر ان کی اصلاح نہیں ہو سکتی تو وہ ان کے شر سے ملک کو بچا سکتا ہے اور وہ اس جتھہ کو بھی توڑ سکتا ہے جو ملک کو تباہ کرنے والا ہو۔ پس خدا تعالےٰ کے سامنے جھکا جائے اور اسی سے دُعائیں کی جائیں کہ الٰہی یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے ہم خود بہت تھوڑے ہیں اور ہماری تعداد بہت ہی تھوڑی ہے ہم ان امور میں دخل نہیں دے سکتے اور نہ مُلک کی حفاظت کے لئے کوئی ذریعہ اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اکثریت تیرے ہاتھ میں ہے اگر وہ قابل اصلاح ہے تو تُو اس کی اصلاح کر سکتا ہے اور اگر وہ قابلِ اصلاح نہیں تو تُو اُن کے درمیان جھگڑے اور تفرقے بھی پیدا کر سکتا ہے۔ اے خدا اگر وہ قابلِ اصلاح نہیں تو تُو ان میں تفرقہ ڈال دے تاکہ ملک تباہ ہونے سے بچ جائے اور تا مسلمان آئندہ پیدا ہونے والے خطرات سے محفوظ رہیں اگر تم سچے دل سے دُعائیں کرو تو خدا تعالیٰ مسلمانوں کی حفاظت کا سامان پیدا کر دیگا لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھتے لیکن تم وہ ہو جنہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، کانوں سے سُنا اور اپنے ہاتھوں سے چھوا۔ غرض تم نے خدا تعالیٰ کی طاقتوں کی ہر رنگ میں تحقیقات کر لی ہے اگر تم دُعاؤں میں لگ جاؤ تو یقیناً یہ بات خدا تعالیٰ کی طاقت سے باہر نہیں وہ مُلک کی حفاظت کا کوئی

نہ کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔"

اس کے بعد حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء کا یہ واقعہ سنایا کہ شاہ دہلی نے ایک مہم سے واپسی کے بعد آپ کی گرفتاری کا فیصلہ کر رکھا تھا مگر وہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے ایک حادثہ کا شکار ہو گیا[1] پھر حضور نے فرمایا:۔

"پس ہمارا خدا ایسی طاقت رکھتا ہے کہ وہ تمام برسر اقتدار لوگوں کو جو سمجھتے ہیں کہ ہم جو چاہیں کر لیں راہِ راست پر لے آئے۔ ان کی جانیں ان کی طاقت اور ان کے جتھے سب اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ پس تم دعائیں کرو کہ وہ خدا جس نے پاکستان بنایا ہے ایسے طاقتور لوگوں کو جو دانستہ یا نادانستہ ملک سے غداری کر رہے ہیں یا اس کی ترقی کی راہوں کو مسدود کر رہے ہیں راہِ راست پر لے آئے۔ اور اگر وہ راہِ راست پر نہ آئیں تو ان کو آپس میں لڑوا دے اور پاکستان کو کمزور ہونے سے بچالے تاکہ مسلمان ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ رہیں۔"[2]

اس خطبہ میں حضور نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

" اگر تمہارا خدا چاہے تو تین دن کے اندر اندر ان لوگوں کی طاقت کو توڑ دے اور برسرِ اقتدار لوگ جو اس وقت شرارت کر رہے ہیں ان کے فتنہ سے لوگوں کو بچالے۔"[3]

خدا کی قدرت!! حضور نے یہ الفاظ جمعہ کو کہے اور ٹھیک تیسرے دن گورنر جنرل پاکستان ہز ایکسی لینسی ملک غلام محمد صاحب نے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا۔ دستور ساز اسمبلی توڑ دی اور مسٹر محمد علی بوگرا وزیر اعظم پاکستان کو دعوت دی کہ وہ ملک کے نظم و نسق کو موثر طریق پر چلانے کیلئے اپنی کابینہ کو از سرِ نو تشکیل دیں چنانچہ انہوں نے ایک نئی کابینہ بنائی جس میں کئی محبّ وطن شخصیات کو شامل کیا اور بعض ایسے لوگ بھی آگے آگئے جو اگرچہ (حکمران پارٹی) مسلم لیگ کے ممبر نہیں تھے مگر کسی نہ کسی رنگ میں انہوں نے ملک کی خدمت کی تھی۔ اس طرح ملک کو پیش آمدہ خطرات وقتی طور پر ٹل گئے۔ اور یہ عارضی تغیر سیدنا حضرت مصلح موعود اور جماعت احمدیہ کی دعاؤں کے نتیجہ میں رونما

---

[1] ۔ "نیا تذکرۃ الاولیاء" صفحہ ۳۴۲ مؤلفہ سید رئیس احمد صاحب جعفری ندوی ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

[2] ۔ "الفضل" لاہور ۲۶ راخاء ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۴۔

[3] ۔ روزنامہ "الفضل" (لاہور) ۵ رماہ نبوت ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۳ کالم ۱

ہوا۔

یہ ایسا غیر معمولی واقعہ تھا کہ لوگ ششدر رہ گئے۔ مولوی تمیز الدین خان صاحب سپیکر قومی اسمبلی نے عدالتِ عالیہ کے سامنے اس حکم کو چیلنج کیا۔ لیکن عدالت نے کثرت رائے سے گورنر جنرل کے فیصلہ کی توثیق کر دی۔ اگلے سال ایک نئی آئین ساز اسمبلی کا انتخاب عمل میں لایا گیا جس نے چھ ماہ کے اندر آئین مکمل کر دیا۔ جس کا نفاذ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو ہوا۔ اور یہ ملک "اسلامیہ جمہوریہ پاکستان" بن گیا۔

فصل ہفتم

حضرت مصلح موعود کا لاہور کے متاثرہ علاقوں میں دورہ اور تعمیری سرگرمیوں پر اظہارِ خوشنودی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ چاہتے تھے کہ لاہور میں خدمت خلق کا جو کام خدام نے کیا ہے اسے خود بھی ملاحظہ فرمائیں۔ اس منشاء مبارک کی تکمیل ۱۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء (۱۳ اخاء ۱۳۳۳ ہش) کی صبح کو ہوئی جبکہ حضور نے علالتِ طبع کے باوجود دو گھنٹہ تک ان متاثرہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔ جن میں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کی امدادی پارٹیاں ایک ماہ سے ریلیف کا کام کر رہی تھیں۔[1]

---

[1] حضور ۳۰ اکتوبر کو صبح دس بجے بذریعہ کار ربوہ سے لاہور تشریف لائے اور یکم نومبر کی شام کو عازمِ ربوہ ہوئے۔ روانگی سے قبل حضور نے مولانا عبدالرحیم صاحب درد ناظر امور عامہ صدر انجمن احمدیہ کی صاحبزادی رضیہ درد صاحبہ کی تقریب شادی میں شرکت فرمائی۔ حضور نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۳ء پر موصوفہ کا نکاح مکرم مسعود احمد صاحب عاطف پروفیسر تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے ہمراہ پڑھا تھا۔

(الفضل ۲ نومبر ۱۹۵۴ء صا)

حضور انور ان علاقوں کے دورے پر مکرّم جناب چوہدری اسداللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اور مکرم محمد سعید احمد خانصاحب قائد مجلس لاہور اور بعض دیگر احباب کی معیّت میں صبح ۱/۲ ۶ بجے کے بعد رتن باغ سے روانہ ہوئے۔ روانہ ہونے وقت قائد صاحب لاہور نے حضور کی خدمت میں لاہور شہر اور اس کے نواحی علاقوں کا ایک وسیع نقشہ پیش کیا۔ جس میں ان مقامات کی نشاندہی کی گئی تھی جن میں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور وہاں کے پریشان حال باشندوں کو گذشتہ ایک ماہ سے ہر ممکن امداد بہم پہنچا رہی تھی۔ نقشے میں وہ مقامات بھی خاص طور پر نمایاں کر کے دکھائے گئے تھے جن میں لاہور اور ربوہ کے دو صد سے زائد خدام نے ۷۵ سے زائد گرے ہوئے مکانوں کو از سر نو تعمیر کر کے قریباً ایک ہزار افراد کی رہائش کا بندوبست کیا تھا۔ نقشے پر حضور نے وہ راستہ بھی ملاحظہ فرمایا جس میں سے گذر کر حضور کو متعدد علاقوں کا دورہ فرمانا تھا۔

سب سے پہلے حضور لیاقت پارک تشریف لے گئے۔ حضور نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ مکان سلسلہ وار پلان کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ نیز فرمایا لوگوں کو بارش کی وجہ سے تکلیف تو بہت اٹھانی پڑی لیکن انہیں ایک فائدہ بھی پہنچا ہے۔ اور وہ یہ کہ اب جھونپڑیوں کی بجائے پکّے مکان بن گئے ہیں اور ترتیب وغیرہ کا لحاظ رکھنے کے باعث صفائی وغیرہ بھی آگئی ہے۔

لیاقت پارک سے حضور خدام کے ہمراہ کشمیر روڈ پہنچے وہاں چھوٹے چھوٹے مکانوں اور جھونپڑیوں کی ایک بستی تھی جس میں کثرت سے مہاجر آباد تھے۔ یہاں بھی خدام الاحمدیہ لاہور کی امدادی پارٹیاں نہایت مستعدی سے ریلیف کا کام کرتی رہی تھیں۔ یہاں کے لوگوں نے بڑے اشتیاق سے آگے بڑھ کر حضور سے مصافحہ کیا اور اپنے حالات بیان کئے۔ حضور کو بتایا گیا کہ یہاں کے لوگ اکثر مقروض ہیں۔ فرمایا ان لوگوں کو کوآپریٹو طریق کے مطابق کام کرنا چاہیئے۔ اس سے ان کے لئے بہت سہولت پیدا ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد حضور نے وارث روڈ پہنچ کر نئے تعمیر شدہ مکانات دیکھے۔ وہاں بھی لوگ استقبال کے لئے نہایت تپاک سے آگے بڑھے۔ اور خدام کے جذبۂ خدمت کو سراہتے ہوئے ممنونیت کا اظہار کیا۔ وہاں اردگرد گندہ پانی کھڑا تھا حضور نے فرمایا کہ اس کی صفائی کا بندوبست ہونا چاہیئے۔ قائد مجلس لاہور نے عرض کیا کہ یہاں کارپوریشن کی معرفت ڈی۔ڈی۔ٹی

چھڑکوا دی گئی تھی۔ اس پر حضور نے فرمایا ایک آدھ مرتبہ دوائیں چھڑکنا بے فائدہ ہے۔ جب تک صفائی کا مستقل انتظام نہ ہو۔ اس وقت تک ان کی تکالیف رفع نہیں ہو سکتیں۔

حضور وارث روڈ کی بستی میں تعمیر شدہ مکانات دیکھنے کے بعد فیروز پور روڈ پر ذیلدار پارک کے قریب کانگڑہ آباد میں تشریف لے گئے۔ اس بستی میں ضلع کانگڑہ کے مہاجر آباد تھے۔ یہاں حضور نے وہ آٹھ مکانات معائنہ فرمائے جو خدام نے تعمیر کئے تھے۔ جونہی لوگوں کو پتہ چلا کہ حضور مکانات کے معائنہ کے لئے یہاں تشریف لائے ہیں وہ گھروں میں سے دوڑتے ہوئے نکلے۔ اور ان میں سے ہر ایک نے نہایت تپاک کے ساتھ حضور سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنے حالات بتائے۔ یہ لوگ مکانات کی بسرعت تعمیر پر سرتا پا تشکر بنے ہوئے تھے۔

ملتان روڈ پر کچے مکانوں کی "مہاجر آباد" نامی ایک وسیع بستی ہے جس میں خدام کھانا اور کپڑے اور ادوویات وغیرہ تقسیم کرنے کے علاوہ ملبہ اٹھانے کا کام کرتے رہے تھے۔ جب حضور اس بستی میں پہنچے تو وہاں کے لوگ دوڑ کر حضور کے گرد آ جمع ہوئے۔ انہوں نے خدام کی امدادی سرگرمیوں کی تعریف کرتے ہوئے حضور سے نہایت احترام کے ساتھ مصافحے کئے اور اپنی متعدد تکالیف بیان کیں۔ حضور نے ان کی تکالیف کے ازالے کے لئے خدام کو ہدایات دیں۔ چنانچہ مکرم قائد صاحب نے انہیں مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے ریلیف آفس کا پتہ دیا اور ان سے کہا کہ وہ دفتر میں آکر ملیں۔ اس کے بعد حکام سے رابطہ قائم کر کے یہ تکالیف دور کرنے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ اس بستی میں بہت سے کچے مکان تاحال گرے پڑے تھے حضور نے امیر جماعت لاہور سے دریافت فرمایا کہ یہاں مکانات کیوں تعمیر نہیں کئے جا سکے؟ انہوں نے عرض کیا کہ امپروومنٹ ٹرسٹ نے ان لوگوں کو مکانات بنانے سے منع کر دیا ہے کیونکہ ٹرسٹ خود سروے کے بعد یہاں اپنی نگرانی میں ایک خاص پلان کے ماتحت تعمیر کرانا چاہتا ہے۔ اگر یہ روک نہ ہوتی تو خدام ان مکانات کو بآسانی تعمیر کر سکتے تھے۔ حضور نے خدام کو توجہ دلائی کہ اس بارہ میں متعلقہ افسران سے مل کر کہنا چاہیئے کہ یا تو وہ یہاں جلد تعمیر کا کام شروع کریں یا پھر ہمیں اجازت دیں کہ ہم مکانات تعمیر کرنے میں لوگوں کا ہاتھ بٹائیں تاکہ وہ سردی وغیرہ سے محفوظ ہو سکیں۔

اس کے بعد حضور ملتان روڈ پر ہی مندر چونی لال سے ملحق ایک نئی بستی میں تشریف لے

گئے۔ یہاں خدام نے ۲۷ مکان تعمیر کئے تھے جو ہر طرح مکمّل حالت میں تھے۔ حضور نے امیر صاحب کو ہدایت فرمائی کہ وہ لوگوں کو تھوڑا بہت سامان فراہم کرنے کیلئے کہیں تاکہ ان کے مکانوں کے آگے پردے کی دیواریں کھینچ دی جائیں۔ اس ضمن میں ایک صاحب مکرم سیّد نیاز علی صاحب نے (جو اسلامیہ کالج لاہور سے تعلق رکھتے تھے) سستے داموں مٹی فراہم کرنے کا ذمہ لیا۔ انہوں نے بتایا کہ مَیں نواں کوٹ میں رہتا ہوں۔ آپ لوگوں کی بروقت اور بے لوث خدمات مجھے سرکار (حضور) کی زیارت کے لئے یہاں کھینچ لائی ہیں۔ آپ کے نوجوانوں نے جس درجہ محنت اور جانفشانی سے کام کیا ہے مَیں اس سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔ مجھے ابھی ابھی پتہ لگا کہ آج سرکار اس علاقہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں سُنتے ہی زیارت سے شرف یاب ہونے کے لئے دوڑا چلا آیا ہوں۔

حضور ان مکانوں کا معائنہ کرنے کے بعد واپس تشریف لے جا ہی رہے تھے کہ ایک بڑھیا نے نہایت دردبھرے انداز میں کہا کہ میرے لئے ایک کمرہ تو آپ کے آدمی پہلے ہی بنا چکے ہیں لیکن میری کئی جوان بیٹیاں ہیں اور بچے ہیں۔ جن کے واسطے سر چھپانے کو جگہ نہیں ہے اس لئے میرے واسطے ایک کمرہ اور بنوا دیا جائے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کے پاس نہ اینٹیں ہیں نہ لکڑی اور نہ مٹی وغیرہ۔ حضور نے اسے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مکان بنوا دیا جائے گا۔ ساتھ ہی حضور نے مکرّم قائد صاحب مجلس کو ہدایت فرمائی کہ وہ اس عورت کے مکان کا تخمینہ . . . . آج شام تک ہی پیش کرکے اس کی تعمیر کی منظوری لے لیں۔ چنانچہ مکرّم قائد صاحب کی طرف سے شام کو خرچ کا اندازہ پیش ہونے پر حضور نے ہدایت فرمائی کہ اس عورت کے لئے باقاعدہ ایک پختہ کمرہ تعمیر کروا دیا جائے۔

اس کے بعد حضور نے دھوبی منڈی واقع پرانی انارکلی کی تنگ گلیوں میں خدام کے ہاتھوں تعمیر شدہ مکانات کا معائنہ فرمایا اور وہاں کے لوگوں کی شکایات سُننے کے بعد رتن باغ واپس تشریف لے آئے۔ اس یادگار اور تاریخی دَورہ میں جن احباب کو حضور کے ہمراہ جانے کا شرف حاصل ہُوا۔ ان کے نام یہ ہیں:۔

مکرّم چوہدری اسداللہ خانصاحب امیر جماعت احمدیّہ لاہور۔ مکرّم محمد سعید احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیّہ۔ مکرّم شیخ محمد شریف صاحب۔ چوہدری فتح محمد صاحب شیخ نصیر الحق صاحب۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب۔ سیّد بہادل شاہ صاحب۔ شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی۔ مکرّم مولوی

محمد اشرف صاحب ناصر مربی سلسلہ ۔ظفر محمود صاحب اور سعید احمد صاحب باجوہ

حضور نے بارش سے متاثرہ علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد " الفضل " کے سٹاف رپورٹر سے ایک ملاقات میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا :-

" دراصل ان علاقوں میں جا کر میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کام کے متعلق جو رپورٹیں پہنچتی رہی ہیں ان میں مبالغہ تو نہیں کیا گیا ۔ سو مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ معتد بہ کام ہو چکا ہے اور فی الواقعہ جو کام بھی ہوا ہے وہ مفید اور اچھا ہے ۔"[1]

ازاں بعد حضور نے سالانہ جلسہ ۱۹۵۴ء / ۱۳۳۳ ہش کے موقع پر اظہار خوشنودی کرتے ہوئے فرمایا :-

" اس میں کوئی شک نہیں کہ لاہور کی نیم مُردہ سی جماعت میں اس سال وہاں کی مجلس خدام الاحمدیہ نے زندگی کی رُوح پھونک دی ہے اور اس کا سہرا زیادہ تر اس کے قائد محمد سعید احمد صاحب اور ان کے چار پانچ رفقاء کے سر ہے جنہوں نے بڑی محنت سے کام کیا ۔ گذشتہ سیلاب کے ایّام میں نہ صرف یہ کہ غیر معمولی طور پر لاہور کی مجلس نے خدمت خلق کا کام کیا بلکہ اسے غیر معمولی طور پر پبلک سے روشناس بھی کرایا ۔ اور اس لحاظ سے اس کا کام واقعی خاص طور پر تعریف کے قابل ہے ......
سیلاب کے ایّام میں لاہور کی مجلس نے جو کام کیا اس کی تعریف بھی کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ہر مجلس کام میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتی رہے گی ۔"[2]

---

[1] ۔ روزنامہ " الفضل " ۲ر نومبر ۱۹۵۴ء صـ۸ (مطابق ۲ر نبوت ۱۳۳۳ ہش)

[2] ۔ تقریر فرمودہ ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۴ء مطبوعہ الفضل ۶ر جنوری ۱۹۵۵ء / صلح ۱۳۳۴ ہش صـ۱ کالم ۱ ، ۲

چوتھا باب

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۱۹۵۴ء/۱۳۳۳ہش سے لیکر خدام الاحمدیہ کی تحریک حج تک

فصل اوّل

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ ۱۹۵۴ء/۱۳۳۳ہش

اس سال خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا چودھواں سالانہ اجتماع ۵-۶-۷ نومبر ۱۹۵۴ء (مطابق ۵-۶-۷ نبوت ۱۳۳۳ہش) کو منعقد ہوا۔ جس میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے خدام کو اپنے ایمان پرور افتتاحی اور اختتامی خطابات سے نوازا۔ حضور کی افتتاحی تقریر سے قبل نائب صدر اوّل حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے پاکستان اور خدام الاحمدیہ کے جھنڈے لہرائے۔

یہ اجتماع چونکہ ایک ایسے ماحول میں انعقاد پذیر ہوا، جب کہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اپنے ملک میں ایک منفرد خادم خلق تحریک کی حیثیت سے اُبھر رہی تھی اور اس نے ملک کے صحافتی، سماجی اور سرکاری حلقوں میں اپنی خادمانہ سرگرمیوں کے باعث ایک ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا، اس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی اپنی تقاریر میں سب سے زیادہ زور خدمتِ خلق ہی کی اہمیت و ضرورت پر دیا جو اس بین الاقوامی تنظیم کے قیام کی بنیادی غرض و غایت ہے

افتتاحی خطاب | چنانچہ حضور نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا:-

"اس دفعہ خدام نے طوفان وغیرہ کے موقعہ پر نہایت اعلیٰ درجہ کا کام کیا ہے۔ اَب انہیں اپنے اجلاس میں اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس جذبہ کو جو نہایت مبارک جذبہ ہے اور زیادہ کس طرح ابھارا جائے؟ ۔ کوئی ایسی خدمت جو صرف رسمی طور پر کی جائے حقیقی خدمت نہیں کہلا سکتی۔ مثلاً بعض لوگ اپنی رپورٹوں میں لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے کسی کا بوجھ اٹھایا۔ اَب اگر تو کسی مجلس کے تمام نوجوان یا بارہ پندرہ خدام سارا دن لوگوں کے بوجھ اٹھاتے پھرتے ہوں یا کسی ایک وقت مثلاً عصر کے بعد روزانہ ایسا کرتے ہوں یا گھنٹہ دو گھنٹہ ہر روز اس کام پر خرچ کرتے ہوں تب تو یہ خدمت کہلا سکتی ہے۔ لیکن اس قسم کی رپورٹ کو مَیں کبھی نہیں سمجھا کہ اس مہینہ میں ہمارے نوجوانوں نے کسی کا بوجھ اٹھایا۔ یہ وہ خدمت نہیں جس کا خدام الاحمدیہ کے نظام کے ماتحت تم سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ وہ خدمت ہے جس کا بجا لانا ہر انسان کے لئے اس کی انسانیت کے لحاظ سے ضروری ہے۔

درحقیقت مختلف خدمات مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔ مثلاً جو شخص پاکستان میں رہتا ہے اس پر کچھ فرائض پاکستانی ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ کچھ فرائض ایک انسان ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی سرکاری ملازم ہے تو کچھ فرائض اس پر سرکاری ملازم ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ڈاکٹر ہے تو کچھ فرائض اس پر ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتے ہیں۔ اگر کوئی پولیس مین ہے تو کچھ فرائض اس پر پولیس مین ہونے کی حیثیت سے عاید ہوتے ہیں۔ ایک حیثیت کے کام کو اپنی دوسری حیثیت کے ثبوت میں پیش کرنا محض تمسخر ہوتا ہے۔ مثلاً ایک ڈاکٹر کا یہ لکھنا کہ مَیں نے بیس مریضوں کا علاج کیا، تمسخر ہے۔ کیونکہ اس نے جو کام کیا ہے اپنے ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے کیا ہے۔ خدام الاحمدیہ کا ممبر ہونے کی حیثیت سے نہیں کیا۔ یا پاکستان کی تائید میں اگر کوئی جلسہ ہوتا ہے یا جلوس نکلتا ہے اور تم اس میں حصہ لیتے ہو اور پھر اپنی رپورٹ میں اس کا ذکر کرتے ہو تو یہ تمسخر ہے۔ کیونکہ یہ خدمت تم نے ایک پاکستانی ہونے کے لحاظ سے کی ہے۔ برکت تمہیں تبھی حاصل ہوگی جب تم اپنی ساری حیثیتوں کو نمایاں کرکے کام کروگے۔ جب تمہیں ایک پاکستانی ہونے کی حیثیت سے کام کرنا پڑے تو تم پاکستانی حیثیت کو نمایاں کرو۔ جب تمہیں ایک انسان ہونے کی حیثیت سے کام کرنا پڑے تو تم اپنی انسانیت کو نمایاں کرو۔ مثلاً اگر کوئی چلتے ہوئے گر

جاتا ہے تو یہ انسانیت کا حق ہے کہ اسے اُٹھایا جائے۔ اس میں خدام کا کیا سوال ہے؟ ایک ہندوستانی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے ایک پنجابی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک چینی اور ایک جاپانی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ ایک سرحدی پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ پس اگر اتفاقی طور پر کوئی شخص ایسا اتفاقی کام کرتا ہے تو یہ خدام الاحمدیہ والی خدمت خلق نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ یہ وہ خدمت ہوگی جو ہر انسان پر انسان ہونے کے لحاظ سے عائد ہوتی ہے۔ اگر وہ ان فرائض کو ادا نہیں کرتا تو وہ انسانیت سے بھی گر جاتا ہے۔

پس اپنے پروگراموں پر ایسے رنگ میں عمل کرو جیسے اس دفعہ لاہور کے خدام نے خصوصیت سے نہایت اعلیٰ کام کیا ہے۔ اسی طرح ربوہ کے خدام نے بھی اچھا کام کیا ہے۔ سیالکوٹ کے خدام نے بھی اچھا کام کیا ہے۔ ملتان کے خدام نے بھی اچھا کام کیا ہے اور کراچی کے خدام نے بھی بعض اچھے کام کئے ہیں۔ گو وہ نمایاں نظر آنے والے نہیں۔ پس متواتر اپنے جلسوں اور مجلسوں میں اس امر کو لاؤ کہ تم نے زیادہ سے زیادہ خدمتِ خلق کرنی ہے اور ایک پروگرام کے ماتحت کرنی ہے۔ تاکہ ہر شخص کو تمہاری خدمت محسوس ہو۔

تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ دکھاوا ہے۔ تم میں سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نمائش ہے۔ مگر کبھی کبھی نمائش بھی کرنی پڑتی ہے۔ اگر تمہارے دل کی خوبی اور نیکی کا اقرار دُنیا نہیں کرتی تو تم مجبور ہو کہ تم لوگوں کو دکھا کر کام کرو۔ تم نے بہت نیکی کی ہے مگر دُنیا نے تمہاری نیکی کا کبھی اقرار نہیں کیا۔ پہلے بھی لوگوں کی مصیبت کے وقت ہم کام کرتے رہے ہیں مگر مخالف یہی کہتا چلا گیا کہ احمدی، احمدی کا ہی کام کرتا ہے۔ کسی دوسرے کا نہیں کرتا۔ یہ بالکل جھوٹ تھا جو مخالف بولتا تھا۔ ہم خدمتِ خلق کا کام کرتے تھے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ ہم نے جو کچھ کیا ہے خدا کے لئے کیا ہے ہمیں اس کے اظہار کی کیا ضرورت ہے؟۔ مگر جب تمہاری اس نیکی کا ناجائز فائدہ اُٹھایا گیا اور تم پر یہ الزام لگایا جانے لگا کہ تم مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں۔ جب تم پر یہ الزام لگایا جانے لگا کہ تم اپنی قوم کی خدمت کے لئے تیار نہیں تو پھر وہی نیکی بدی بن جائے گی۔ اگر ہم اس کو چھپائیں۔ پس اس نیکی کا ہم علی الاعلان اظہار کریں گے۔ اس لئے نہیں کہ ہم بدلہ لیں بلکہ اس لئے کہ وہ کذاب اور مفتری جو ہم پر الزام لگاتے ہیں ان کا منہ بند ہو۔ پس مجرم کو مجرم ثابت کرنے کے لئے ضروری

تھا کہ ہم اپنے کاموں کا اظہار کرتے۔ ورنہ پہلے بھی ہمارے آدمی ہر مصیبت میں مسلمانوں کا ساتھ دیتے رہے ہیں اور ہر مشکل میں ہم نے ان کی مدد کی ہے۔ یہ کوئی نیا کام نہیں جو ہم نے شروع کیا ہو۔

جب ہم قادیان میں تھے تو اس وقت بھی ہم خدمتِ خلق کرتے تھے۔ ۱۹۱۸ء میں جب انفلوانزا پھیلا ہے تو مجھے خلیفہ ہوئے ابھی چار سال ہی ہوئے تھے۔ اور جماعت بہت تھوڑی تھی۔ مگر اس وقت ہم نے قادیان کے ارد گرد سات سات میل کے حلقہ میں ہر گھر تک اپنے آدمی بھیجے اور دوائیاں پہنچائیں۔ اور تمام علاقہ کے لوگوں نے تسلیم کیا کہ اس موقع پر نہ گورنمنٹ نے ان کی خبر لی ہے اور نہ ان کے ہم قوموں نے ان کی خدمت کی ہے۔ اگر خدمت کی ہے تو صرف جماعتِ احمدیہ نے۔ مَیں نے اس وقت طبیبوں کو بھی بلوایا اور ڈاکٹروں کو بھی بلوا لیا۔ دنیا میں عام طور پر ڈاکٹر بلواؤ تو طبیب اُٹھ کر چلا جاتا ہے۔ اور طبیب بلاؤ تو ڈاکٹر اُٹھ کر چلا جاتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں یہ یہ بات نہیں ہوئی۔ اور پھر اخلاص کی وجہ سے ہمارا ان پر رُعب بھی ہوتا ہے بغرض میں نے ڈاکٹر بھی بلوائے حکیم بھی بلوائے اور ہومیو پیتھ بھی بلوائے۔ اس وقت مرض نئی نئی پیدا ہوئی تھی ڈاکٹروں نے کہا ہم اس مرض کا علاج تو کریں گے مگر ہماری طبّ میں ابھی اس کی تشخیص نہیں ہوئی۔ اور لٹریچر بہت ناقص ہے۔ اطبّاء کے اصولِ علاج چونکہ کلیّات پر مبنی ہوتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بلغمی بخار ہے اور ہم اس کا علاج کر لیں گے۔ مَیں نے ڈاکٹروں سے کہا کہ یہ جھوٹ بولیں یا سچ بولیں۔ غلط کہیں یا درست کہیں، بہرحال یہ کہتے ہیں کہ ہماری طبّ میں اس کا علاج موجود ہے۔ اس لئے انہیں بھی علاج کا موقعہ دینا چاہیئے۔ چنانچہ مَیں نے ڈاکٹروں اور حکیموں کو ارد گرد کے دیہات میں بھجوا دیا۔ ساتھ مدرسہ احمدیہ کے طالب علم کر دیئے۔ وہ سات سات میل تک گئے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے ہزاروں آدمیوں کی جان بچ گئی[1]

---

[1] "تاریخ احمدیت" جلد ۵ صفحہ ۲۳۲-۲۳۳۔ اخبار "فاروق" قادیان نے ۷ نومبر ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں لکھا "حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے ادویات کا ایک سٹور کھولا گیا ہے جس سے قادیان اور قرب و جوار کے مریضوں کو مفت دوا دی جاتی ہے۔ اس سٹور میں صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے سات سات بجے صبح سے لیکر رات کے دس دس بجے تک کام کیا۔ اس محنت شاقہ کی وجہ سے آپ کی طبیعت بھی ناساز

(باقی اگلے صفحہ پر)

تو ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں اور ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ہم ڈھنڈورا نہیں پیٹتے کہ ہم نے یہ کیا ہے ہم نے وہ کیا ہے۔ بمثلاً ملکانوں کی جو ہم نے خدمت کی اس کے متعلق ہم نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے اقرار کیا کہ ہم نے غیر معمولی کام کیا ہے۔ مگر ہمارے ان سارے کاموں کے باوجود دشمن نے پھر بھی یہی کہا کہ یہ شروع سے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ بلکہ بعض عدالتوں نے بھی اس کو تسلیم کر لیا۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ تمام مصیبتوں کے وقت ہمیشہ احمدیوں نے ہی اپنی گردنیں آگے کی ہیں۔

مَیں جب دلّی میں جایا کرتا تھا تو اکثر یو۔پی کا کوئی نہ کوئی رئیس مجھے ملتا اور کہتا کہ مَیں تو آپ کا اس دن سے مدّاح ہوں جس دن آپ کے لوگوں نے اپنے ہاتھ سے ایک مسلمان عورت کی کھیتی کاٹ کر اسلام کی لاج رکھ لی تھی۔ اور مسلمانوں کی عظمت قائم کر دی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ الور یا بھرت پور[1] کی ریاست میں ایک عورت تھی جس کے سارے بیٹے آریہ ہو گئے مگر وہ اسلام پر قائم رہی۔ مائی جمیا اس کا نام تھا۔ خان بہادر محمد حسین صاحب سیشن جج اس علاقہ میں تبلیغ کے لئے مقرر تھے۔ ان کا بیٹا نہایت مخلص احمدی ہے ..... بہر حال جب فصل کٹنے کا وقت آیا تو چونکہ سب گاؤں جو

(بقیہ حاشیہ:۔) ہو گئی ..... میر محمد اسحاق صاحب ..... مہمان خانہ میں اور دیگر مریضوں کی تیمار داری میں مصروف رہے۔ اور ۱۴ر اکتوبر کو آپ بیمار ہو گئے .... اس بیماری میں دارالفضل میں حکیم محمد زمان صاحب۔ بھائی محمود صاحب۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل خانصاحب نے اور دارالامان میں جناب مفتی فضل الرحمٰن صاحب، (مولوی) غلام محمد صاحب۔ ڈاکٹر عبداللہ صاحب۔ خواجہ شاہ اعجاز علی صاحب۔ حکیم محبوب الرحمٰن صاحب بنارسی۔ حکیم اسماعیل صاحب۔ مولوی قطب الدین صاحب نے نہ صرف قادیان میں بلکہ اردگرد کے دیہات کے مریضوں کا علاج کماحقہٗ کیا۔ اس کے علاوہ تیمار داری میں بہت سے احباب نے مثلاً صوفی یعقوب صاحب وغیرہ نے حصہ لیا۔ اور دوائیاں تقسیم کرنے میں ماسٹر محمد جان صاحب نے بہت کام کیا۔ فیض محمد صاحب۔ برکت علی صاحب۔ مولوی غلام نبی صاحب۔ محمد دین صاحب مولوی فاضل رحمت علی صاحب نے عرق و شربت بنانے میں مدد دی۔ جناب ڈاکٹر رشید الدین صاحب کا فیضانِ عام (بھی جاری رہا)[2]

[1] ۔ یہ ریاست بھرت پور ہی کا واقعہ ہے (ناقل) ؛ [2] اخبار فاروق قادیان ۷ر نومبر ۱۹۱۸ء صفحہ ۲
بریکٹ کے الفاظ فقرہ کی تکمیل کے لئے ناقل نے اضافہ کئے ہیں۔

بڑا بھاری تھا آریہ ہو چکا تھا۔ اور اس کے اپنے بیٹے بھی اسلام چھوڑ چکے تھے۔ اور وہ عورت اکیلی اسلام پر قائم تھی۔ اس لئے کوئی شخص اس کی کھیتی کاٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ انہوں نے اسے طعنہ دیا اور کہا کہ مائی تیری کھیتی تو اب مولوی ہی کاٹیں گے۔ احمدیوں کو دیہات میں مولوی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ قرآن اور حدیث کی باتیں کرتے ہیں۔ شروع میں ملکانہ میں بھی ہمارے آدمیوں کو مولوی کہا جاتا تھا جس طرح یہاں ہمیں مرزائی کہتے ہیں اسی طرح وہاں مولوی کہا جاتا تھا۔ سرحد اور یو۔ پی میں عام طور قادیانی کہتے ہیں۔ جب یہ خط مجھے ملا تو مَیں نے کہا اب اسلام کی عزّت تقاضا کرتی ہے کہ مولوی ہی اس کی کھیتی کاٹیں۔ چنانچہ جتنے گریجوایٹ اور بیرسٹر اور وکیل اور ڈاکٹر وہاں تھے مَیں نے ان سے کہا کہ وہ سب کے سب جمع ہوں اور اس عورت کی کھیتی اپنے ہاتھ سے جاکر کاٹیں۔ چنانچہ درجن یا دو درجن کے قریب آدمی جمع ہوئے۔ جن میں وکلاء بھی تھے، ڈاکٹر بھی تھے، گریجوایٹس بھی تھے۔ علماء بھی تھے اور انہوں نے کھیتی کاٹنی شروع کر دی۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ اور تمام علاقہ میں ایک شور مچ گیا کہ یہ ڈاکٹر صاحب ہیں جو کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ یہ جج صاحب ہیں جو کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ یہ وکیل صاحب ہیں جو کھیتی کاٹ رہے ہیں۔ انہوں نے چونکہ یہ کام کبھی نہیں کیا تھا اس لئے اُن کے ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔ مگر وہ اس وقت تک نہیں ہٹے جب تک اس کی تمام کھیتی انہوں نے کاٹ نہ لی۔ یو۔ پی کے اضلاع میں یہ بات خوب پھیلی۔ اور کئی رئیس متواتر مجھے دلّی میں ملے۔ اور انہوں نے کہا کہ ہم تو اس دن سے احمدیّت کی قدر کرتے ہیں جب ہم نے یہ نظّارہ دیکھا تھا۔ اور ایک مسلمان عورت کے لئے آپ کی جماعت نے یہ غیرت دکھائی کہ جب لوگوں نے اسے کہا کہ اب مولوی ہی تیری کھیتی آکر کاٹیں گے تو آپ نے کہا کہ اب دکھا دے کا مولوی نہیں سچ مچ کا مولوی جائے گا اور اس کی کھیتی کاٹے گا۔

تو ہمیشہ ہی ہم مسلمانوں کی خدمت کرتے رہے ہیں مگر ہمیشہ ہم ان خدمات کو چھپاتے رہے ہیں۔ اور کہتے رہے ہیں کہ ان خدمات کے اظہار کا کیا فائدہ؟ ہم نے جو کچھ کیا ہے خدا کیلئے کیا ہے۔ انسانوں کے لئے نہیں کیا، مگر آج کہا جا رہا ہے کہ احمدی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ یہ مسلمانوں کی کبھی خدمت نہیں کرتے۔ غرض اتنے بڑے جھوٹ اور افتراء سے کام لیا جاتا ہے کہ اب ہم اس بات پر مجبور ہو گئے ہیں کہ جماعت کے دوستوں سے کہیں کہ اچھا تم بھی اپنی خدمات کو ظاہر کرو...

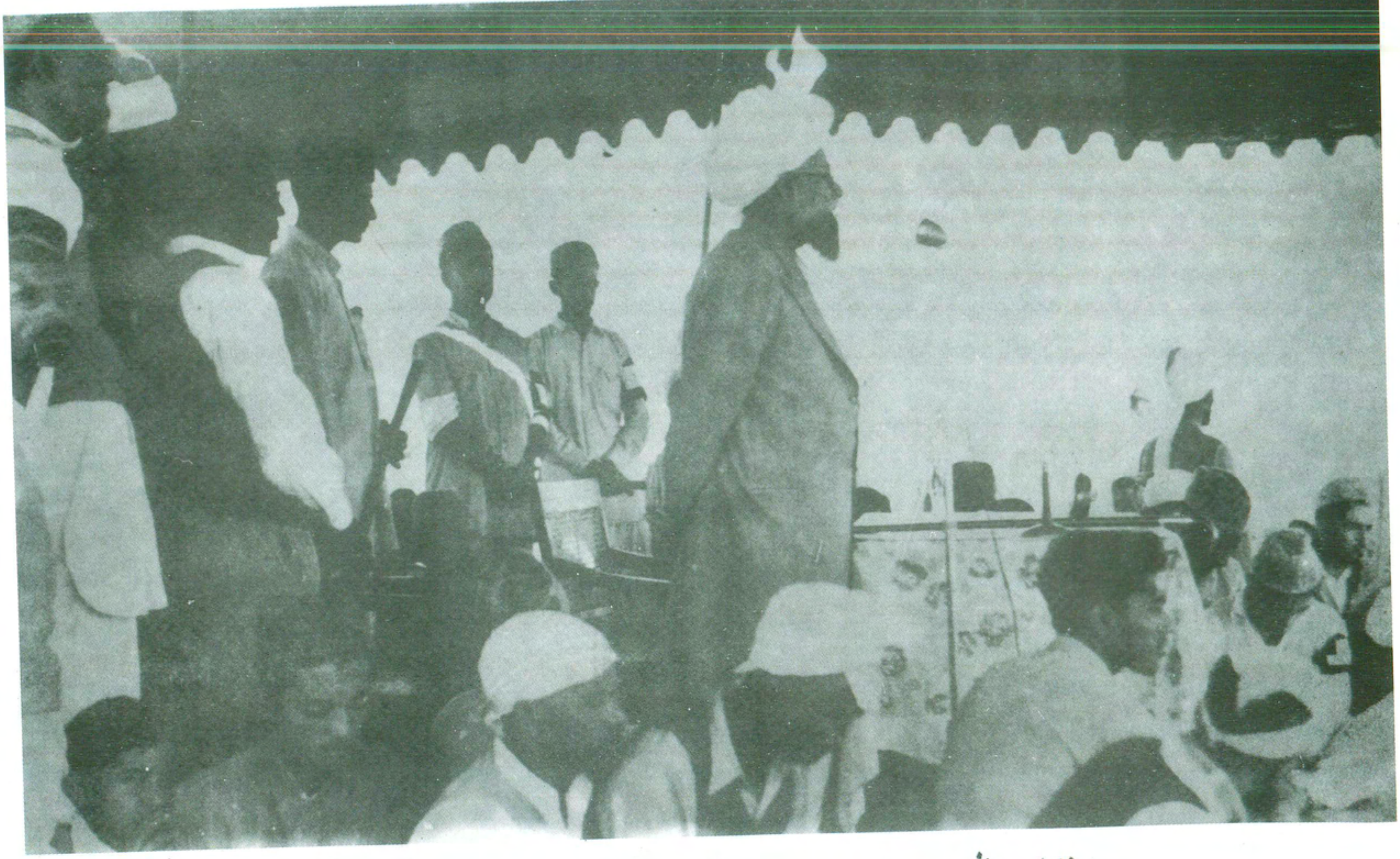

حضرت مصلح موعودؓ سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ ۱۹۵۴ء سے خطاب فرما رہے ہیں

...... اور دُنیا کو بتا دو کہ ہم مُلک اور قوم کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمیں مجبور کیا جاتا ہے کہ ہم اپنی خدمات کو ظاہر کریں اس لئے ہم ان کو ظاہر کرتے ہیں۔ ورنہ ہمارے دل اس اظہار پر شرماتے ہیں۔

پس اپنے پروگراموں میں زیادہ سے زیادہ ایسے امور پر غور کرو اور ایسی تجاویز سوچو جن کے نتیجہ میں تم ملک اور قوم کی زیادہ سے زیادہ خدمت بجا لاؤ۔"[1]

اختتامی خطاب

حضرت امیرالمومنین کی اختتامی تقریر کے ابتدائی حصے بعض اہم انتظامی اور تربیتی نصائح پر مشتمل تھے۔ اسی تسلسل میں حضور نے صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور سید داؤد احمد صاحب کو دو سال کے لئے بالترتیب نائب صدر اوّل اور نائب صدر دوم مقرر فرمایا۔ چونکہ سید داؤد احمد صاحب جلد ہی انگلستان[2] تشریف لے جا رہے تھے۔ اس لئے حضور نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ اُن کے بعد نائب صدر دوم مولوی غلام باری صاحب سیف ہوں گے پھر حضرت صاحبزادہ ناصر احمد صاحب کو آئندہ کے لئے انصار اللہ مرکزیہ کا صدر مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"وہ فوراً انصار اللہ کا اجلاس طلب کریں اور عہدہ داروں کا انتخاب کر کے میرے سامنے پیش کریں ...... اور پھر میرا مشورہ لے کر انہیں از سرِ نو منظّم کریں پھر خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کی طرح انصار اللہ کا بھی سالانہ جلسہ کیا کریں لیکن اُن کا انتظام اور قسم کا ہوگا اس اجتماع میں کھیلوں پر زیادہ زور دیا جاتا ہے کبڈی اور دوسری کھیلیں ہوتی ہیں انصار اللہ کے اجتماع میں درس القرآن کی طرف زیادہ توجہ دی جائے اور زیادہ وقت تعلیم و تدریس پر صرف کیا جائے۔"[3]

اس تاریخی ارشاد مبارک کے بعد حضور نے آئندہ کے لئے پہلے سے زیادہ منظّم رنگ میں

---

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور ۷/فتح ۱۳۳۳ہش / ۷/دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۴-۵۔

[2] سفر انگلستان (اپریل ۱۹۵۵ء تا نومبر ۱۹۵۶ء) کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "سیرت داؤد" صفحہ ۴۸ ناشر "الجمعیۃ العلمیہ" جامعہ احمدیہ ربوہ طبع اوّل مارچ ۱۹۷۴ء۔

[3] اخبار "الفضل" ۹/فروری ۱۹۵۵ء / ۹/تبلیغ ۱۳۳۴ہش صفحہ ۶۔
رسالہ "خالد" (ربوہ) فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۳۔

خدمتِ خلق کے وسیع انتظامات کرنے کی ضرورت بیان کی اور فرمایا:۔

"پچھلے دنوں لاہور والوں نے جو کام کیا ہے وہ نہایت قیمتی تھا۔ لیکن اگر لاہور کی مجلس زیادہ منظّم ہوتی تو یقیناً ان کا کام زیادہ مفید ہو سکتا تھا۔ اور اگر لاہور والوں کو منظّم ہونے کا احساس ہوتا تو اس کا قاعدہ یہ تھا کہ لاہور والے مرکز کو لکھتے کہ وہ اپنا ایک نمائندہ یہاں بھیج دیں۔ پھر وہ نمائندہ دوسری مجالس کو تاریں دیتا کہ تم لوگ یہاں آکر کام کرو۔ اس طرح لاہور میں خدمتِ خلق کا کام وسیع ہو سکتا تھا۔ جب مَیں نے ربوہ سے معمار بھجوائے تو لاہور میں اتنا کام نہیں ہو سکا جس کی ہمیں امید تھی۔ اور اس کی زیادہ وجہ یہی تھی کہ سامان بہت کم تھا۔ معماروں کو وقت پر سامان میسّر نہیں آیا۔ اگر لاہور والے اس کے متعلق پہلے غور کر لیتے اور ہمیں سامان کا اندازہ لگا کر بھیج دیتے تو یہاں سے معمار کام کا اندازہ لگا کر بھیجے جاتے۔ اَب انہوں نے خدمت بھی کی لیکن کام زیادہ نہیں ہُوا۔ اگر سامان کم تھا تو ہم کچھ معمار اس وقت بھیج دیتے اور باقی معماروں سے کسی اور وقت کام لے لیتے۔ انسان آنریری خدمت ہر وقت نہیں کر سکتا۔ آخر اس نے اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہوتا ہے۔ بہرحال اس قسم کے تمام کام اسی وقت عمدگی سے سرانجام دیئے جا سکتے ہیں جب مجالس ایک دوسری سے تعاون کریں۔ سیلاب کے دنوں میں باقی جماعتوں نے بھی کام کیا ہے لیکن لاہور کی جماعت نے جس قسم کا کام کیا ہے اس سے انہیں ایک خاص معیار حاصل ہو گیا ہے۔ موجودہ قائد خدام الاحمدیہ کے اندر وقت کا احساس ہے۔ مَیں جب لاہور گیا اور مَیں نے ربوہ کے معماروں کے بنائے ہوئے مکانوں کو خود دیکھا تو ایک جگہ ایک کمرہ تعمیر کرنے کے لئے مَیں نے انہیں اندازہ بھیجنے کی ہدایت کی۔ غور کرنے والے تو شائد اس پر کئی دن لگا دیتے لیکن انہوں نے اندازہ گھنٹوں میں پہنچا دیا۔ اور پھر اس کی تفصیل بھی ساتھ تھی۔

پس تم خدمتِ خلق کے کام کو نمایاں کرو۔ اور اپنے بجٹ کو ایسے طور پر بناؤ کہ وقت آنے پر کچھ حصّہ اس کا خدمتِ خلق کے کاموں میں صرف کیا جا سکے۔ قادیان میں یہ ہوتا تھا کہ زیادہ زور عمارتوں پر رہتا تھا۔ حالانکہ اگر کوئی عمارت بنانی ہی ہے تو پہلے اس کا ایک حصّہ بنا لیا جائے۔ کچھ کچے کمرے بنائے جائیں۔ جماعت بڑھتی جائے گی تو چندہ بھی زیادہ آئے گا

اور اس سے عمارت آہستہ آہستہ مکمل کی جا سکے گی۔ پس اپنے بجٹ کا ایک حصہ خدمتِ خلق کے لئے وقف رکھو۔ جیسے ہلالِ احمر اور ریڈ کراس کی سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔ اگر تم آہستہ آہستہ ایسے فنڈز جمع کرتے رہو تو ہنگامی طور پر یہ رقوم کام آجائیں گی۔ مثلاً بنگال میں سیلاب آیا تو جماعت کی طرف سے نہایت اچھا کام کیا گیا۔ لیکن چونکہ چندہ دیر سے جمع ہؤا اس لئے کام ابھی تک جاری ہے۔ چندہ جب مانگا گیا تھا تو صرف مشرقی پاکستان کا نام لیا گیا تھا۔ پنجاب کا نام نہیں لیا گیا تاکہ مزید چندہ مانگنے پر جماعت پر مالی بوجھ نہ پڑے۔ اگر اس قسم کی رقوم پہلے سے جمع ہوتیں تو جمع شدہ چندہ ہم مشرقی پاکستان پر خرچ کر دیتے اور ان رقوم میں سے ایک حصہ پنجاب میں خرچ کر دیا جاتا۔

پس ہر سال کے بجٹ میں اس کے لئے بھی کچھ مارجن[1] رکھ لیا جائے اور تھوڑی بہت رقم ضرور الگ رکھی جائے۔ وہ رقم ریزرو ہوگی جو قحط اور سیلاب وغیرہ مواقع پر صرف کی جائیگی۔ تم اس کا کوئی نام رکھ لو۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح ہر سال کچھ رقم جمع ہوتی رہے جو کسی حادثہ کے پیش آنے یا کسی بڑی آفت کے وقت خدمتِ خلق کے کاموں پر خرچ کی جا سکے۔ جاپان میں زلزلے کثرت سے آتے ہیں۔ فرض کرو وہاں کوئی ایسا زلزلہ آجائے جس قسم کا زلزلہ پچھلے دنوں آیا تھا اور اس کے نتیجہ میں دو تین ہزار آدمی مر گئے تھے تو ایسے موقع پر اگر خدام الاحمدیہ کی طرف سے گورنمنٹ کے واسطہ سے کچھ رقم وہاں بھیج دی جائے تو خود بخود خدام الاحمدیہ کا نام لوگوں کے سامنے آجائے گا۔ اس قسم کی مدد سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور طبائع کے اندر شکریہ کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ اگر اس قسم کے مصائب کے وقت کچھ رقم تار کے ذریعہ بطور مدد بھیج دی جائے تو دوسرے دن ملک کے سب اخبارات میں مجلس کا نام چھپ جائے گا۔ پچھلے طوفان میں ہی اگر خدام کے مختلف وفود بنا دیئے جاتے تو تنظیم کے ذریعہ سے باہر کی مجالس سے آدمی منگوا لئے جاتے تو زیادہ سے زیادہ آدمی سیلاب زدہ لوگوں کی امداد کے لئے بھیجے جا سکتے تھے۔ مثلاً سیلاب کا زیادہ زور ملتان، سیالکوٹ اور لاہور کے اضلاع میں تھا۔ اگر ان ضلعوں کی مجالس کو منظم کیا جاتا اور باقی مجالس سے مدد کے لئے مزید آدمی آ

---

[1] (گنجائش)

جاتے اور انہیں بھی امدادی کاموں کے لئے مختلف جگہوں پر بھیجا جاتا تو پھر ان کا کام زیادہ نمایاں ہوجاتا۔ پھر یہ بھی چاہیئے کہ حالات کو دیکھ کر غور کیا جائے کہ کس رنگ میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ لاہور میں مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض جگہ چھپّر ڈال کر لوگوں کو پناہ دی جاسکتی تھی۔ اگر شہر کے اردگرد تالابوں سے تنکے اور گھاس کاٹ کر لایا جاتا تو اس سے بڑی آسانی سے چھپّر بنا کر چھت کا کام لیا جاسکتا تھا۔ اس طرح لکڑی کے مہیا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسی طرح اس قسم کے مواقع پر پکّے مکانات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھسکے کی عمارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور لکڑی کی بجائے بانس اور تنکوں کا چھت بنا دیا جاتا ہے۔ لاہور میں کئی ایسی جگہیں تھیں جہاں سردی سے بچاؤ کیلئے چھت کی ضرورت تھی۔ یہ سب کام آرگنائزیشن سے ہو سکتے تھے۔ ہمارے محکمہ خدمتِ خلق کا یہ کام ہے کہ نہ صرف مجالس کو وہ آرگنائز کرے بلکہ اس قسم کا انتظام کرے کہ اگر کسی جگہ کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو کس طرح ساری جماعت کا زور اس طرف ڈالا جاسکے۔ آئندہ میرے پاس رپورٹیں آتی رہنی چاہئیں کہ کس طرح خدمت خلق کے کام کو آرگنائز کیا گیا ہے؟۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض حلقے بنا دیئے جائیں اور ان کی آپس میں آرگنائزیشن کی جائے جیسے زونل سسٹم ہوتا ہے اس طرح صوبہ کے مختلف زون مقرر کر دیئے جائیں۔ مثلاً یہ کہا جاسکتا ہے کہ ملتان کے اردگرد سو سو میل کا ایک زون بنا دیا جائے۔ اس علاقہ میں آبادی کم ہے۔ اس لئے اس سے بڑا زون بھی بنایا جا سکتا ہے۔ پھر ہر زون میں خدمت خلق کا ایک آفیسر مقرر کر دیا جائے۔ جو مصیبت آنے پر دوسری مجالس کو تار دے دے کہ فلاں جگہ پر مصیبت آئی ہے۔ امدادی کاموں کے لئے خدام بھیج دیئے جائیں۔ اس طرح یاد رکھو کہ ہمارا ملک ایسے حالات سے گذر رہا ہے کہ اس میں نہ صرف بڑے طوفان آ سکتے ہیں بلکہ طوفان لائے بھی جا سکتے ہیں۔ ہم نشیبی علاقہ میں ہیں اور ہندوستان کی حکومت اوپر کے علاقوں پر قابض ہے اور وہ پانی چھوڑ کر طوفان لا سکتی ہے۔ پھر لاہور میں امدادی کاموں کے سلسلہ میں جو دقّت پیش آئی تھی اس کے متعلق دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ اس موقعہ پر بھٹہ والوں نے بد دیانتی کی۔ ان لوگوں نے اس موقعہ پر اینٹ کو مہنگا کر دیا۔ اگر اس قسم کی تحریک کی جاتی کہ جماعتیں مل کر ان کو توجہ دلائیں کہ ایسے موقعہ پر آپ لوگوں کا بھی فرض ہے کہ مصیبت زدگان کی امداد کریں تو یقیناً وہ کم قیمت پر اینٹ سپلائی کرتے۔

میرے نزدیک آئندہ کے لئے ابھی سے لاہور کے بھٹہ والوں سے مل کر انہیں اس بات پر تیار کیا جائے کہ اگر ملک کو آئندہ ایسا حادثہ پیش آیا تو وہ اینٹ کم قیمت پر دیں گے۔ اور دوسرے گاہکوں پر امدادی کاموں کو ترجیح دیں گے۔ بے شک اس میں دقت پیش آئے گی اور پہلے ایک آدمی بھی مشکل سے مانے گا۔ لیکن آہستہ آہستہ کئی لوگ مان لیں گے۔ اور پھر جو لوگ آپ کی بات مان لیں ان کے نام محفوظ رکھے جائیں۔ اس طرح اس کام کو منظم کر لیا جائے۔" [1]

خدام الاحمدیہ عالمگیر کی طرف سے الوداعی ایڈریس

حضرت مصلح موعودؓ کے اس اختتامی خطاب اور دُعا کے بعد خدام کا ایک خصوصی اجلاس ہوا جس میں خدام الاحمدیہ عالمگیر کی طرف سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی خدمت میں حسب ذیل الوداعی ایڈریس پیش کیا گیا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم نائب صدر صاحب اوّل۔ زادکم اللہ شرفاً وعزاً

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۹۳۸ء کا سن وہ مبارک سال ہے جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ احمدیت کی تاریخ شاہد ہے کہ اس تحریک کے ذریعہ احمدی نوجوانوں نے تنظیم اور ملّی خدمت کی تربیّت حاصل کی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مبارک تحریک کا قیام حضرت فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کے مبارک ہاتھوں سے ہؤا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ اس تحریک کو پروان چڑھانے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۹۳۹ء سے لیکر ۱۹۴۹ء تک آپ کے ہاتھوں میں اس تحریک کی زمام قیادت رہی۔ اور پھر وہ مبارک دن بھی جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے یہ اعلان فرمایا

---

[1] اخبار "الفضل" ۹ فروری ۱۹۵۵ء/ ۹ تبلیغ ۱۳۳۴ہش صفحہ ۶-۷

کہ آئندہ اس تحریک کے صدر خود حضور ہوں گے۔ کتنا اعلیٰ بدل تھا جو اللہ تعالیٰ نے مجلس کو عطا فرمایا۔

اس کے بعد ۱۹۴۹ء سے لیکر ۱۹۵۴ء کا زمانہ ہے جب آپ نے اس تحریک کی قیادت نائب صدر ہونے کی حیثیت سے سنبھالی۔

۱۹۳۸ء کا زمانہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جب اس مجلس کی کوئی تنظیم نہ تھی۔ صرف چند نوجوان اس کے ممبر تھے۔ اور آج کا زمانہ بھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ مجلس کا سالانہ بجٹ پینتیس ہزار (۳۵،۰۰۰) کے لگ بھگ ہے اور بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں نوجوان اس تنظیم سے تربیت پاکر سلسلہ کی اہم خدمات پر مامور ہیں۔ جب تک بھی احمدی نوجوان اس مبارک تحریک سے بہرہ ور ہوتے ہوئے سلسلہ کی خدمت میں مصروف رہیں گے اللہ تعالیٰ آپ کے نام کو زندہ رکھے گا۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے:۔

"اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ"

محترم نائب صدر صاحب! اب جبکہ آپ ہم سے جدا ہو کر انصار اللہ کی قیادت سنبھال رہے ہیں۔ ہم اراکین مجلس عالمگیر و مجلس عاملہ مرکزیہ رنج اور خوشی کے متضاد جذبات اپنے اندر محسوس کرتے ہیں۔ ہمیں اس امر کا رنج ہے کہ آپ ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔ لیکن اس بات کی خوشی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی سابقہ خدمات کو سراہتے ہوئے دوسرے اہم قومی کاموں کی سرانجام دہی آپ کے سپرد فرمائی۔

مکرم میاں صاحب!

آج جبکہ ہم اس موقع پر آپ کو الوداع کہہ رہے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کا انصار اللہ میں جانا آپ کے لئے اور انصار اللہ کے لئے بابرکت فرمائے۔ آمین۔ اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ بھی اپنی دعاؤں اور مشوروں سے ان چھوٹے بھائیوں کو یاد فرماتے رہا کریں گے۔ بہرحال اے حافظ قرآن! خدا حافظ و ناصر

ہم ہیں

اراکین مجلس عالمگیر و اراکین مجلس عاملہ مرکزیہ[1]"

---

[1] ماہنامہ خالد ربوہ دسمبر ۱۹۵۴ء / فتح ۱۳۳۳ہش صفحہ ۲۹ و صفحہ ۳۰۔

اس سپاسنامہ کے جواب میں حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایک دردانگیز تقریر فرمائی جس نے سننے والوں پر رقّت کی کیفیت طاری کردی۔

اجتماع کے بعض ضروری کوائف

اس اجتماع میں شامل ہونے والے خدام کی کل تعداد الفضل کے نامہ نگار کی رپورٹ کے مطابق ۱۳۳۲ تھی جن میں مرکزی اداروں میں کام کرنے والے خدام ۲۵۰ اور مقامی مجلس کے خدام ۵۸۹ تھے۔ مجالس مغربی پاکستان کے علاوہ " قادیان " گولڈ کوسٹ (غانا) چین، شمالی لینڈ انڈونیشیا اور ملایا کے احمدی نوجوان بھی شریک اجتماع ہوئے۔ اجتماع کے نگران اعلیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا منوّر احمد صاحب تھے۔ اجتماع اس سال بھی ربوہ کے جنوبی جانب کھلے میدان میں ہی ہوا جس کا ایک حصّہ خدام الاحمدیہ کے لئے اور ایک حصّہ اطفال الاحمدیہ کے لئے مخصوص تھا۔ خدام الاحمدیہ والا حصّہ پانچ حصّوں پر منقسم تھا۔ ایک حصّہ میں مرکزی دفتر اور انتظام کے دیگر شعبہ جات کے خیمے لگا دیئے گئے اور لنگر خانہ قائم کیا گیا۔ باقی چار حصّے جو اطاعت، صداقت، امانت، اور شجاعت کے نام سے چار بلاکوں کی صورت میں تھے۔ خدّام کی عارضی رہائش کے لئے مخصوص تھے اس سال مقام اجتماع میں ۱۹۴ خیمے نصب کئے گئے جن میں مرکزی شعبوں کے لئے ۲۷ خدام کی رہائش کے لئے ۱۱۸ اور اطفال کی رہائش کے لئے ۴۹ خیمے تھے۔ مقام اجتماع کا کل رقبہ تیس ہزار مربع فٹ تھا۔

اجتماع کے انتظامات کی خاطر متعدد شعبے قائم کئے گئے تھے جن کے حسب ذیل نگران مقرر تھے۔

۱۔ مکرم حفیظ الرحمٰن صاحب ڈرافٹسمین محکمہ تعمیرات صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔
(نصب خیمہ جات و تیاری سٹیج)

۲۔ چودھری سعید احمد صاحب عالمگیر مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ۔ (شعبہ سپلائی)

۳۔ سیّد داؤد احمد صاحب۔ مہتمم خدمت خلق۔ (شعبہ خوراک و طبّی امداد)۔

۴۔ چودھری شبیر احمد صاحب مہتمم تبلیغ خدام الاحمدیہ مرکزیہ (شعبہ صفائی و آب رسانی)

۵۔ حسن محمد خان صاحب عارف وکالت تبشیر (شعبہ روشنی)

۶۔ مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعہ احمدیہ مہتمم تعلیم (علمی مقابلے)۔
۷۔ ملک محمد رفیق صاحب معتمد مرکزیہ (ورزشی مقابلے۔ رابطہ افسر)۔
۸۔ مولوی محمد احمد صاحب ثاقب پروفیسر جامعہ احمدیہ (ناظم اوقات)
۹۔ مولوی محمد صدیق صاحب انچارج خلافت لائبریری (شعبہ بہرہ و دفتر بیرون)
۱۰۔ مولوی ناصر الدین صاحب تحریک جدید (دفتر اندرون)
۱۱۔ سیّد عبدالباسط صاحب نائب معتمد مرکزیہ (دفتر مرکزیہ)[1]

اس موقع پر پہلی بار رسالہ "خالد" کا ایک باتصویر اور ضخیم "اجتماع نمبر" بھی شائع کیا گیا جس سے احمدی نوجوانوں کے علمی و ادبی ذوق کی عکاسی ہوتی تھی۔

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے "خدمت خلق ریزرو فنڈ" کے قیام کی اپنے مبارک خطاب میں ہدایت فرمائی تھی۔ جس کے پیش نظر سالانہ اجتماع کے دوران ہی ریزرو فنڈ کا افتتاح عمل میں آگیا اور فیصلہ شوریٰ کے مطابق "تعمیر دفتر خدام الاحمدیہ" کی مد سے مبلغ ایک ہزار روپیہ اس فنڈ میں منتقل کر دیا گیا اور ساتھ ہی یہ تجویز پاس کی گئی کہ:۔

"ہر خادم سے ریزرو فنڈ خدمت خلق کے لئے ایک سال تک کم از کم ایک آنہ ماہوار کے حساب سے چندہ لیا جائے۔"

شوریٰ خدام الاحمدیہ کی یہ تجویز حضور نے منظور فرمائی۔[2] اور مجالس کی طرف سے اس پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔

اجتماع کے بعد الوداعی تقاریب اور حضرت مصلح موعودؓ کی قیمتی ہدایات

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کا خدام الاحمدیہ سے سبکدوش ہو کر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے عہدۂ صدارت پر ممتاز ہونا ۱۹۵۴ء/ ۱۳۳۳ ہش کے اجتماع کا ایک یادگار واقعہ تھا جس نے نوجوانانِ احمدیت کے قلوب پر بہت گہرے نقوش چھوڑے۔ سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو ۱۹۳۹ء میں مجلس

---

[1] "الفضل" ۷۔ ۱۱ نومبر ۱۹۵۴ء/ نبوت ۱۳۳۳ ہش۔ رسالہ "خالد" ماہ نومبر ۱۹۵۴ء/ نبوت ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۵۶۔۵۸
[2] رسالہ "خالد" دسمبر ۱۹۵۴ء/ فتح ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۳۱۔

خدام الاحمدیہ کی قیادت سونپی تھی. جب کہ یہ مجلس چند گنتی کے احمدی نوجوانوں تک محدود تھی اور قادیان میں اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی. آپ نے مجلس کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے میں اپنی جوانی کا قیمتی حصّہ صرف کر دیا. اس میں خدمت دین اور خدمت خلق کے لئے کام کرنے کی امنگ، جوش اور ولولہ پیدا کیا اور پندرہ سال کی انتھک اور اس کوشبا بہ روز کوشش اور دعاؤں سے ایک مثالی قابل رشک اور بلند معیار تک پہنچا دیا۔

ان عظیم الشان خدمات کی بناء پر خدام میں آپ کے لئے جذباتِ تشکر و امتنان کا خود بخود اُبھر آنا ایک قدرتی امر تھا یہی وجہ ہے کہ عشاء کے بعد کیمٹی روم دفاتر تحریک جدید میں ایک الوداعی پارٹی دی گئی جس میں نئے سال کے نائب صدر اوّل و دوم اور نائب صدر صوبہ سرحد کے علاوہ بیس کے قریب قائدین مجالس نے شرکت کی۔ قائد مجلس مقامی صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے سپاسنامہ پیش کیا اور آپ کی سنہری خدمات کو خراج تحسین ادا کیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے سپاس نامہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی شخص خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی حقیر سی قربانی بھی پیش کرتا ہے تو وہ اسے خوب نوازتا ہے۔ آپ نے بھی زندگی میں اس بات کا کئی دفعہ تجربہ کیا ہوگا۔ مجھے بھی اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے تھوڑی سی خدمت کا موقعہ دیا ہے۔ اور اس دوران میں نے اس بات کا خوب تجربہ کیا۔ اور خدا تعالیٰ کے سلوک کا لطف اٹھایا ہے۔

آپ نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں غالباً محلّہ دارالبرکات قادیان میں خدام کا ایک جلسہ تھا جس میں مَیں نے شریک ہونا تھا۔ میری بڑی بچیؔ جس کی عمر اس وقت چند ماہ کی تھی بہت بیمار تھی۔ اور ہم شہر سے باہر قیام پذیر تھے۔ بچی کی والدہ سخت پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی۔ اس نے مجھے باہر جانے سے روکا۔

لیکن میں نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ میں جلسہ میں شرکت سے محروم رہوں۔ چنانچہ مَیں نے اپنی سمجھ کے مطابق، ہومیو پیتھک کی ایک دوا بچّی کو دی اور خدا تعالےٰ پر توکل کرتے ہوئے جلسہ

لہ۔ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ (ولادت ۲۶ر اپریل ۱۹۴۰ء ملاحظہ ہو روزنامہ" الفضل ۲۸ر اپریل ۱۹۴۰ء صہ ۲)

میں شرکت کے لئے چلا گیا۔ واپس آیا تو بچی کی بیماری میں کافی افاقہ تھا۔ اور یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اس پر توکل کرنے کا نتیجہ تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا اس قسم کے تجربات سے میری زندگی کا کوئی لمحہ خالی نہیں۔......... انسان نیک نیّت ہو کر اپنی زندگی کے چند لمحے قربان کرتا ہے تو اگرچہ یہ قربانی خدائے تعالیٰ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی مگر وہ اسے خوب نوازتا ہے اور اپنے بندے کی ڈھارس بندھاتا ہے۔ ہم نے پچھلے سال بھی اس کا تجربہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنا چہرہ دکھایا اور اپنی قدرت سے ہماری جانوں اور مالوں کو محفوظ رکھا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ زندہ موجود نہیں ہے تو اسے پاگل نہیں تو اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ واقعی زندہ موجود نہیں ہے تو مذہب محض خشک فلسفہ ہے۔ تو روح کو ہرگز تسکین نہیں دے سکتا۔ موجودہ حالات میں ہم نے اس ہتھیار کو لے کر دُنیا پر حملہ کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ زندہ موجود ہے۔ باقی مسائل فروعی حیثیت کے ہیں۔ اور یہ محاذ ایسا ہے کہ اس میں ہمیں جلد اور نمایاں فتح حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن ابھی تک ہم اس سے بے توجہی برت رہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے قائدین کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ جو کام بھی کریں۔ خلوص سے کریں۔ اور جس چیز کو وہ سنجیدگی سے بہتر سمجھیں اس سے پیچھے نہ ہٹیں۔ اگر کسی خادم کو سزا بھی دیتے ہیں تو اس میں بھی خلوص نیت کو پیشِ نظر رکھیں۔ اس کا نتیجہ بہت اچھا نکلتا ہے۔ اس سے نہ صرف نظام کا وقار قائم رہتا ہے بلکہ سزا لینے والا جب اس پر سنجیدگی سے غور کرتا ہے تو وہ اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ دین کے بارہ میں لحاظ بے معنی ہے۔ اس لئے خدام کی اصلاح کرتے ہوئے تم کسی کا لحاظ نہ کرو۔ ہاں خلوص نیّت اور ارادہ نیک رکھو۔ میرا اپنا تجربہ ہے کہ جن لوگوں کو میں نے سزائیں دیں ان میں سے اسّی فیصدی سے زیادہ میرے دوست بن گئے۔ اور وہ اب بھی اپنے کاموں میں مجھ سے مشورہ طلب کرتے ہیں۔

اس تقریب کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف نے دُعا فرمائی۔ اور قائدین اور مجلس عاملہ مقامی کے ارکان کو شرفِ مصافحہ بخشا اور اس طرح یہ تقریب ختم ہوئی۔[1]

اس اوّلین تقریب کے چند ہفتوں بعد مجلس مرکزیہ نے اپنے دفتر کے وسیع احاطہ میں عصرانہ کا

---

[1] اخبار "الفضل" ۱۲، نومبر ۱۹۵۴ء/نبوت ۱۳۳۳ ہش صـ۳

انتظام کیا جس میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے بھی شمولیت فرمائی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مولوی محمد صدیقؓ صاحب معتمد خدام الاحمدیہ نے ایڈریس پڑھا جس میں آپ کے عہد صدارت کے زرّیں کارناموں کا تذکرہ تھا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ایڈریس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور نصرت کے سبب سے ہی رونما ہوتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ[۲] کا مشاہدہ ہیں نے بار ہا کیا ہے۔ ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ ایسے افراد بہم پہنچاتا رہا ہے جو عواقب سے بے پرواہ ہو کر اور اپنے آپ کو جان جوکھوں میں ڈال کر مفوضہ فرائض سرانجام دیتے رہے ہیں پس حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ہمارے کام کر رہا ہے ہمیں صرف ہمت اور ارادہ کی ضرورت ہے آخر میں آپ نے اُن جذبات محبت کا۔ جن کا ایڈریس میں ذکر کیا گیا تھا شکریہ ادا کیا[۳]

اس کے بعد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے خطاب فرمایا اور خدام کو بعض اہم ہدایات سے نوازا جن کو حضور ہی کے الفاظ مبارک میں درج ذیل کیا جاتا ہے :-

"خدام الاحمدیہ کا قیام بھی اسی مقصد کے ماتحت کیا گیا ہے کہ نوجوانوں میں اسلام کی رُوح کو زندہ رکھا جائے اور انہیں گرنے سے بچایا جائے۔ باغوں میں پھل لگتے ہیں تو اس میں انسانوں کا اختیار نہیں ہوتا اور بے تحاشا لگتے ہیں۔ مگر خدا لگاتا ہے۔ انسانوں کا اختیار اس وقت شروع ہوتا ہے جب وہ ان پھلوں کو گرنے سے بچاتا ہے یا اس امر کی نگہداشت کرتا ہے کہ اسے جانور نہ کھا جائیں یا بچے نہ توڑ لیں یا کیڑے اس باغ کو خراب نہ کر دیں۔ اور یہ حفاظت اور نگہداشت اس کی خوبی ہوتی ہے۔ جہاں تک پھلوں کا سوال ہے اس کا لگانا خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن جہاں تک پھلوں کی حفاظت کا سوال ہے وہ انسان کے اختیار میں ہے۔ لیکن بے وقوف اور نادان باغبان پھلوں کی حفاظت نہیں کرتا۔ اور وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ یہاں پاکستان میں ہمیں بھی لائل پور میں ایک باغ الاٹ ہوا ہے۔ لاہور کے ایک تاجر نے اس کا ٹھیکہ لیا تھا وہ مجھے ملے تو کہنے لگے کہ بے شک ہم نے بھی نفع اٹھایا ہے لیکن آپ دیکھیں کہ اس باغ میں اَب کہیں بھی کوئی طوطا نظر نہیں آتا۔ پہلے اس باغ میں ہزارہا طوطے ہوا کرتے تھے مگر اَب ایک طوطا بھی نظر نہیں آتا۔

۱۔ انچارج خلافت لائبریری ربوہ۔ ۲۔ (ترجمہ) تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔ ۳۔ اخبار "الفضل" ۱۵؍ فتح ۱۳۳۳ ہش/۱۵؍ دسمبر ۱۹۵۴ء صہ ۳ کالم ۱

اور اگر کوئی غلطی سے ادھر کا رُخ کرے تو چکر کاٹ کر بھاگ جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے سے کئی گنا زیادہ پھل پیدا ہوا ہے۔ اور ہم نے بھی فائدہ اٹھایا اور آپ کو بھی زیادہ پیسے دیئے۔

توپھل تو سب باغوں میں آتے ہیں۔ باغبان کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرے۔

خدام الاحمدیہ کا قیام بھی اسی لئے کیا گیا ہے کہ بچپن اور نوجوانی میں بعض لوگ بیرونی اثرات کے ماتحت کمزور ہوجاتے ہیں اور ان میں کئی قسم کی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ بعض لوگ دوسری سوسائیٹیوں سے بُرا اثر قبول کر لیتے ہیں اور بعض تربیت کے نقائص کی وجہ سے آوارگی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ اس بیرونی تغیّر کو جماعت احمدیہ میں داخل نہ ہونے دیں۔ اور اس مقصد کو ہمیشہ نوجوانوں کے سامنے رکھیں جس کے پورا کرنے کے لئے جماعت احمدیہ قائم کی گئی ہے۔

اگر نوجوانوں میں یہ روح پیدا کر دی جائے تو پھر بے شک شرارت کرنے والے شرارت کرتے رہیں۔ خواہ اپنے ہوں یا غیر سب کے سب ناکام رہیں گے۔ دُنیا میں بسا اوقات اپنے دوست اور عزیز بھی مختلف غلط فہمیوں کی بناء پر مخالفت پر اُتر آتے ہیں .... پس خواہ اپنے لوگ مخالفت کریں یا غیر کریں وہ اپنا کام کئے چلا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میرے کام اعلیٰ ہیں۔ اگر میں اس راستہ سے ہٹ جاؤں گا تو ذلیل ہو جاؤں گا۔ گذشتہ زمانہ میں مسلمان کمزور ہوئے تو اسی وجہ سے کہ اسلام کے باغ میں جو ثمرات اور پھل لگے۔ ان پھلوں کی انہوں نے حفاظت نہ کی اور وہ گرنے شروع ہو گئے۔ انہوں نے اسلام میں حاصل ہونے والی عزت پر دنیوی عزتوں کو ترجیح دینی شروع کر دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی شوکت آہستہ آہستہ مٹ گئی۔ اگر وہ سمجھتے کہ یورپین سوسائٹی میں شامل ہونا یا ان سوسائیٹیوں میں کسی عزت کے مقام کا مل جانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے مقابلہ میں بالکل حقیر اور ذلیل چیز ہے تو وہ اُدھر کبھی نہ جاتے۔ پس خدام الاحمدیہ کو اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ وہ اسلام کے مقصد کو اپنے سامنے رکھیں تا یورپ کے اثرات اور روس کے اثرات اور دوسرے ہزاروں اثرات ان کی نگاہ میں حقیر نظر آنے لگیں۔ اور وہ سمجھیں کہ حقیقی عزت اس کام میں ہے جو خدا نے ان کے سپرد کیا ہے۔

اس کے بعد انصار اللہ مقرر ہیں تاکہ جو خدام میں سے نکل کر ان میں شامل ہو وہ اس کی حفاظت کریں۔ گویا تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کوئی بُور کی حفاظت کرتا ہے۔ اور انصار اللہ کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بڑے پھل کی نگہداشت کرتا ہے۔ جہاں تک خدام الاحمدیہ کا سوال ہے وہ بہت چھوٹی بنیاد سے اُٹھے اور بڑھ گئے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ انصار اللہ نے اپنی تنظیم نہیں کی۔ حالانکہ ان کی ترقی کے امکانات زیادہ اور ان کے خطرات کم تھے۔ لالچیں اور حرصیں زیادہ تر نوجوانی میں پیدا ہوتی ہیں۔ بڑھاپے میں انسانی کیریکٹر راسخ ہو جاتا ہے اور اس کا قدم آسانی سے ڈگمگا نہیں سکتا۔ بہرحال خدام نے خوش کن ترقی کی ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ خدام الاحمدیہ کا دفتر اپنے پاس ایک چارٹ رکھے جس میں یہ دکھایا جائے کہ مجلس کی اس وقت تک کتنی انجمنیں ہیں کس کس جگہ اس کی شاخیں قائم ہیں اور دورانِ سال ان انجمنوں نے کتنی ترقی کی ہے۔ اگر اس قسم کا ایک چارٹ موجود ہو تو اس کے دیکھتے ہی فوراً پتہ لگ سکتا ہے کہ خدام الاحمدیہ ترقی کر رہے ہیں یا گر رہے ہیں۔

میں نے دیکھا ہے صدر انجمن احمدیہ کی شاخیں ہمیشہ چھ اور سات سو کے درمیان چکر کھاتی رہتی ہیں اور اس تعداد میں کبھی اضافہ نہیں ہوا۔ اس کی وجہ درحقیقت یہی تھی کہ کوئی ایسا محکمہ نہیں تھا جو اس امر کی نگرانی کرتا اور دیکھتا کہ انجمنیں کیوں ترقی نہیں کر رہیں۔ پس ہر سال ایک چارٹ تیار کیا جایا کرے اور پھر اس چارٹ پر شوریٰ میں بحث ہو کہ فلاں جگہ کیوں کمی آگئی ہے۔ یا فلاں جگہ جو زیادتی ہوئی ہے وہ کافی نہیں اس سے زیادہ تعداد ہونی چاہیئے تھی۔ یا اگر پچھلے سال خدام الاحمدیہ کے ایک ہزار ممبر تھے تو اس سال بارہ سو کیوں نہیں ہوئے؟ اس وقت دُنیا کی آبادی بڑھ رہی ہے اور احمدی بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہے ہیں۔ باہر سے آنے والوں کے ذریعہ سے بھی اور نسل کی ترقی کے ذریعہ سے بھی۔ پس خدام الاحمدیہ کی تعداد ہر سال پچھلے سال سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ اگر یہ چارٹ سالانہ اجتماع پر لگا ہوا ہو تو باہر سے آنے والے خدام کو بھی اس طرف توجہ ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد جب بیرونی مجالس میں توجہ پیدا ہو تو اس قسم کا چارٹ چھپوا دیا جائے۔ اس چارٹ میں مختلف خانے بنے ہوئے ہوں جن میں مجالس کی ابتداء سے لے کر موجودہ وقت تک کے تمام سالوں کی درجہ بدرجہ ترقی یا تنزل کا ذکر ہو۔ اگر تم ایسا کرو تو یقیناً تم کسی جگہ ٹھہرو گے نہیں .... یورپ اور امریکہ کے لوگ ان باتوں میں بڑے محتاط ہوتے ہیں۔

اور وہ بڑی صحت کے ساتھ اعداد و شمار بیان کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں گڑ بڑ کر دیتے ہیں اور بعض لوگ تو شاید گڑ بڑ کرنا ثواب کا موجب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں کا نتیجہ الٹ ہوتا ہے۔ اور پھر اس کے نتیجہ میں جھوٹ کی بھی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر تم چارٹ بناؤ گے تو وہ تمہاری ترقی کے لئے بڑا محرک ہوگا۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو بھی تمہارے کاموں کے ساتھ دلچسپی پیدا ہو جائے گی۔ اور انہیں بھی احساس ہوگا کہ تم ایک کام کرنے والی جماعت ہو۔"

اس کے بعد حضور نے دعا فرمائی اور یہ تقریب سعید خدا تعالیٰ کے فضل سے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔[1]

تحریک جدید کی نسبت اہم خطبہ

۱۷ ارفتح (۱۷ر دسمبر) کو حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک جدید کی نسبت ایک اہم خطبہ ارشاد فرمایا جس میں واضح کیا کہ تحریک جدید کوئی معمولی ادارہ نہیں بلکہ اسلام کے احیاء کی زبردست کوشش ہے اس لئے جماعت کے نوجوانوں کو پہلوں سے زیادہ قربانی کرنی چاہیئے اور جماعت میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ ہونا چاہیئے جو تحریک جدید میں شامل نہ ہو۔ اس سلسلہ میں حضور نے تحریک جدید کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ :-

"دُنیا بھر کو اسلام سے روشناس کرانا معمولی امر نہیں۔ ۱۳ سو سال میں مسلمانوں نے اس قدر کامیابی حاصل کی ہے کہ اس وقت ان کی آبادی دُنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی ہے۔ بلکہ اب تو اسلام کو آئے قریباً ۱۴۰۰ سال ہو چکے ہیں اور ان چودہ سو سالوں میں ابھی دُنیا کی آبادی کا ¼ حصہ مسلمان ہوا ہے۔ ¾ حصہ ابھی باقی ہے۔ حالات کی تبدیلی اور مسلمانوں کی غفلت اور سستی کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ایک نیا سلسلہ قائم کیا ہے تا پرانے فرقوں سے جو سستی اور غفلت ہوئی ہے اس کا ازالہ ہو جائے۔ اور ان کی جگہ ایک نیا فرقہ لے لے جو اسلام کی اشاعت اور تبلیغ کی طرف پہلے فرقوں سے زیادہ توجہ دے۔ تا پہلی سستی اور غفلت کا ازالہ ہو اور دُنیا کی آبادی کا بقیہ ¾ حصہ بھی اسلام کے نور سے حصہ پائے۔ اور یہ اتنا بڑا کام ہے کہ اس کے لئے جتنی بھی قربانی کی جائے کم ہے۔ خصوصاً ہماری موجودہ

---

[1] ماہنامہ "خالد" ربوہ جنوری ۱۹۵۵ء / صلح ۱۳۳۴ہش ص۷ تا ۹

تعداد کے لحاظ سے تو یہ کام بہت زیادہ ہے۔ ابھی تک دُنیا میں ایک ارب اسّی کروڑ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو یا تو اسلام سے متنفر ہیں یا اس کے دشمن ہیں۔ کم از کم ان میں سے ایک حصّہ ایسا ہے جن تک ابھی تک اسلام کے متعلق کوئی بات نہیں پہنچی .... اس وقت ایک بہت بڑا طوفان آیا ہوا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی روحانیت پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ اگر تمہارے سامنے وہ کتابیں رکھی جائیں یا تمہیں پڑھ کر سنائی جائیں جو یورپ اور امریکہ میں اسلام کے خلاف لکھی گئی ہیں تو مَیں سمجھتا ہوں کہ ایک سنگدل سے سنگدل مسلمان کی بھی چیخیں نکل جائیں تم جس کی تعریف میں قصائد پڑھتے ہو۔ جس پر تم دن میں کئی بار درود بھیجتے ہو اس کو نہایت حقیر رنگ میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اسے اس قسم کی گالیاں دی جاتی ہیں کہ دُنیا کے کسی ذلیل سے ذلیل انسان کو بھی وہ گالیاں نہیں دی جاسکتیں۔ تم ایک معمولی آدمی کو گالیاں دیتے دیکھ کر غصّہ میں آجاتے ہو لیکن تم یہ خیال نہیں کرتے کہ اس شخص کے متعلق جسے تم اپنا ہادی۔ راہنما۔ آقا اور خدا کا فرستادہ سمجھتے ہو لوگوں کو اتنی غلط فہمیاں ہیں کہ حد ہی نہیں۔ آخر سب لوگ پاگل تو نہیں ہوگئے کہ وہ خواہ نخواہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان میں سے بھی اکثر میں حیا اور شرافت پائی جاتی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے اصل حالات اور سوانح سے ناواقف ہیں۔ سینکڑوں سال مسلمان غافل رہے اور دشمن آپؐ کی شکل کو لوگوں کے سامنے نہایت بھیانک صورت میں پیش کرتا رہا۔ اور اب ان کے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہوگئی ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم انسانیت کے شدید دشمن ہیں ......۔ جو یورپین لوگ مسلمان بھی ہوجاتے ہیں ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈالنے میں کافی عرصہ لگ جاتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم مسیح علیہ السّلام سے افضل ہیں۔ اور آپؐ کو خدا تعالےٰ نے جو شان عطا فرمائی ہے وہ مسیح علیہ السّلام کو عطا نہیں فرمائی۔ پتھر کی لکیر کا بدلنا آسان ہے لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی دشمنی کو ان کے ذہنوں سے نکالنا بہت مشکل ہے۔ اس کے لئے جتنی قربانی بھی کی جائے کم ہے۔ پس تم اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور اپنی قربانی کو اس کے مطابق بناؤ تا تمہارے کاموں میں برکت ہو۔ جو مدعا اور مقصد تم نے اپنے سامنے رکھا ہے وہ بہت بڑا ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ کسی ملک میں مبلّغ بھیج دیا تو کام ہوگیا۔ لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ اس کے پاس تبلیغ کے لئے کتنا وقت

ہے۔ اتنے وسیع ملک میں وہ اکیلا کیا کر سکتا ہے ...... ۔

امریکہ کی آبادی ۱۶ کروڑ کی ہے۔ فرض کرو وہاں ایک لاکھ شہر اور قصبات ہیں تو اب اگر ہر شہر اور قصبے میں ہمارا ایک آدمی ہو تب تو کوئی حرکت پیدا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ مبلغین کی یہ تعداد بھی کافی نہیں۔ لیکن اگر دو دو ہزار میل پر مبلغ بیٹھا ہو اور اس کے پاس لٹریچر بھی نہ ہو تو لوگوں کی توجہ اس کی طرف کیسے ہو سکتی ہے۔ ہم تو ابھی تک ابتدائی کام بھی نہیں کر سکے۔ لیکن اصل کام یہ ہے کہ ہم لٹریچر کو تمام دنیا میں پھیلا دیں۔ تا کہ مخالفین کے حملوں کا جواب دیا جا سکے۔ لٹریچر کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ ہمارے ایک مبلغ ابھی سوئٹزرلینڈ سے آئے ہیں وہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ ان کی کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟ انہوں نے کہا آدمی تو بہت تھوڑے ہماری جماعت میں داخل ہوئے ہیں۔ یعنی ابھی تک صرف دس بارہ آدمی اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ مگر ہم اصل کام اس کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ اصل کام ہم اس کو سمجھتے ہیں کہ پہلے یورپین لٹریچر میں خلافِ اسلام باتیں شائع ہو جاتی تھیں تو ان کا کوئی جواب دینے والا نہیں ہوتا تھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ ہم ان باتوں کی اصلاح کرنے لگے۔ لیکن کوئی اخبار ہمارا مضمون شائع نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس اخبار تک یہ خبر ضرور پہنچ جاتی تھی کہ اس ملک میں اسلام کے حق میں لکھنے والے بھی موجود ہیں۔ لیکن اب اس حد تک کامیابی ہو چکی ہے کہ اخبارات ہمارے جوابات بھی شائع کر دیتے ہیں۔ اور یہ اخبار لاکھوں کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ اس طرح ہماری آواز لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ اب اخبارات اسلام سے تعلق رکھنے والے مضامین اشاعت سے پہلے ہمارے پاس بھیج دیتے ہیں کہ آپ اگر کوئی رائے دینا چاہیں تو دے دیں۔ غرض دس بارہ آدمیوں کا مسلمان ہو جانا تو کوئی بڑی کامیابی نہیں۔ اصل کامیابی یہ ہے کہ ملک کے رہنے والوں کو یہ پتہ لگ گیا ہے کہ اگر یہاں اسلام کے مخالف موجود ہیں تو اس کے مؤید بھی چاہے وہ کتنی کم تعداد میں ہیں۔ موجود ہیں۔ لیکن اگر لٹریچر پھیل جائے تو اس سے بھی زیادہ اثر ہو۔

پس تحریک جدید کوئی معمولی ادارہ نہیں بلکہ اسلام کے احیاء کی کوششوں میں سے ایک زبردست کوشش ہے۔" [1]

---

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور ۲۲ر دسمبر ۱۹۵۴ء / فتح ۱۳۳۳ ہش صفحہ ۴-۵ ۔

فصل دوم

جلسہ سالانہ قادیان و جلسہ سالانہ ربوہ ۱۹۵۴ء / ۱۳۳۳ہش

اس سال بھی ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر ۱۹۵۴ء کو قادیان دارالامان اور ربوہ میں سالانہ جلسے منعقد ہوئے جن کے مختصر کوائف درج ذیل ہیں :-

جلسہ قادیان جلسہ قادیان کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے چوہدری اسداللہ خان صاحب بیرسٹر لاہور کو قافلہ پاکستان کا امیر مقرر فرمایا اور ان کے ہاتھ حسب ذیل پیغام ارسال کیا :-

" جماعت احمدیہ ہندوستان ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی مدد کرے اور آپ اپنے پاؤں پر کھڑے ہی اپنے ضرورتوں پر غور کریں اور اپنی مشکلات کے حل سوچیں اور اپنے مستقبل کے لئے پروگرام تجویز کریں یاد رکھیں کہ یہ زمانہ سخت ابتلاؤں کا ہے قوم پر قوم چڑھ رہی ہے اور ملک ملک کے خلاف کھڑا ہے۔ آپ کو امن کے قیام کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ کام کریں جن سے امن پیدا ہو اور وہ جماعت پیدا کریں جس کو خدا تعالیٰ پر اعتقاد ہو اور بندوں کی محبت سے بھی سرشار ہو۔ جو خالق اور مخلوق کے درمیان ایک پل کا کام دے آمین ثم آمین ۔ خاکسار

مرزا محمود احمد ۲۳-۱۲-۵۴ " [1]

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے جلسہ کا افتتاح دعا سے کیا اور پھر حضور انور کا ولولہ انگیز پیغام پڑھ کر سنایا۔ جلسہ کے کل چھ اجلاس ہوئے جن سے حسب ذیل فاضل مقررین نے خطاب کیا :-

۱ ۔ مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ دہلی (۱) " ذکر حبیب " ۔ ۲ " اسلامی تمدن ")

---

[1] ۔ اخبار " بدر " قادیان ۷ جنوری ۱۹۵۵ء (۷ ماہ صلح ۱۳۳۴ہش) صفحہ ۱

۲۔ مولوی محمد سلیم صاحب فاضل سابق مبلغ بلادِ عربیہ ۔ (۱۔ "بھارت کی ترقی کس طرح ہوسکتی ہے"
۲۔ "جماعتِ احمدیہ کی بین الاقوامی حیثیت")

۳۔ گیانی مرزا احمد حسین صاحب مبلغ سلسلہ ۔(۱۔"وہی ہمارا کرشن" ۲۔"وہی ہمارا نانک")

۴۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل وکیل یادگیر (سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

۵۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مؤلف "اصحاب احمد" (جماعت کا غیر مسلموں سے سلوک)

۶۔ حضرت حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری ناظر تعلیم و تربیت ۔(جماعت احمدیہ اور دیگر فرقوں میں فرق)

۷۔ مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ بمبئی ۔ ("جماعت اسلامی کے غیر اسلامی مسلک")

۸۔ سید اختر احمد صاحب اورینوی پروفیسر پٹنہ کالج ("دنیا کی اقتصادی مشکلات کا حل")

۹۔ ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ ۔
("حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض و غایت")

تقسیمِ ملک کے بعد یہ سب سے زیادہ پُررونق جلسہ تھا جن میں ہندوستان سے تقریباً پونے تین سو احباب تشریف لائے اور قافلہ پاکستان کے ۱۵۵ احمدیوں نے شرکت کا اعزاز حاصل کیا علاوہ ازیں سینکڑوں غیر مسلم بھی شامل جلسہ ہوئے ۔ خواتین کا جلسہ مردانہ جلسہ گاہ سے متصل مکان میں ہوا جہاں مردانہ پروگرام کا اکثر حصہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ سنایا گیا۔ قدوسیوں کی پیاری بستی جس طرح خاص طور پر جلسہ کے ایام میں دعاؤں سے معمور اور معطر ہو جاتی ہے اس کے ایمان افروز مناظر اس مرتبہ بھی دیکھنے میں آئے ۔ بیت الدعا ، مسجد اقصیٰ ، مسجد مبارک اور مزار حضرت مسیح موعودؑ غرضیکہ ہر مقدس مقام پر شمع احمدیت کے پروانوں نے پُرسوز دعائیں کیں اور اپنے قیمتی لمحات کو زیادہ سے زیادہ ذکر الٰہی کے لئے وقف رکھا ۔ ایام جلسہ میں نظارت بیت المال قادیان کی طرف سے شوریٰ بھی منعقد ہوئی جس میں چندوں کے اضافہ کے ذرائع پر غور کیا گیا ۔ نیز ۲۸؍ دسمبر کی شب کو مسجد مبارک میں ایک اور خصوصی جلسہ ہوا جس مولوی محمد اسماعیل صاحب وکیل یادگیر اور چودھری اسداللہ خان صاحب نے سلسلہ احمدیہ کیلئے اموال خرچ کرنے کی پُرجوش تحریک فرمائی ۔ اسی دن سردار گوپال سنگھ صاحب باجوہ نے کوٹھی دارالسلام میں بعض پاکستانی اور بھارتی احمدیوں نیز مرکز قادیان کے عہدیداران کو عصرانہ دیا ۔ اس تقریب پر ضلع گورداسپور کے ایک پرانے کانگرسی لیڈر

پنڈت گورکھ ناتھ صاحب ایم ایل۔اے اور اکالی لیڈر گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر ("دارالانوار" قادیان) نے اپنی تقریروں میں درویشانِ قادیان کے نیک نمونہ، تعاون اور روادارانہ سلوک کی بہت تعریف کی۔ بعدازاں چودھری اسد اللہ خان، سیّد اختر احمد صاحب پروفیسر پٹنہ کالج اور مولوی محمد سلیم صاحب نے غیر مسلم معززین کے جذبات و خیالات کو سراہا اور سردار گوردیال صاحب باجوہ کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اپنی روایات کے مطابق میل جول کا زریں موقع بہم پہنچایا تھا۔

قافلۂ پاکستان جو ۲۵ر دسمبر ۷½ بجے شب پانچ بسوں پر وارد دارالامان ہوا تھا۔ احمدیت کے دائمی مرکز کی برکات سے مستفید ہو کر ۳۰ر دسمبر کو بوقت نو بجے صبح قادیان سے روانہ ہوا۔ یہ قافلہ آتے وقت دارالانوار میں واقع کوٹھی ڈاکٹر حاجی خانصاحب کے پاس ٹھہرا تھا اور روانہ بھی یہیں سے ہوا۔ درویشوں نے اس کا استقبال بھی تکبیر اور اسلام و احمدیت زندہ باد کے نعروں کے ساتھ کیا اور الوداع بھی![1]

قافلۂ پاکستان کی واپسی کا نظارہ بڑا رقّت انگیز تھا۔

جلسہ ربوہ اور حضرت مصلح موعودؓ کی پُرمعارف تقاریر

ٹھیک انہیں مبارک ایّام میں قادیان کے دائمی مرکز کی طرح ربوہ دارالہجرت میں بھی سالانہ جلسہ کا انعقاد ہوا۔ اس جلسہ پر نہ صرف علماءِ سلسلہ کی ٹھوس علمی تقاریر ہوئیں بلکہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تین بار خطاب فرمایا۔ (۱) افتتاحی تقریر (۲۶ر دسمبر) (۲) مختلف اہم امور سے متعلق تقریر (۲۷ر دسمبر)۔ (۳) "عالمِ روحانی کے دفاتر" کے موضوع پر تقریر (۲۸ر دسمبر)۔

افتتاحی تقریر

حضور انور نے اپنی افتتاحی تقریر میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ماتحت ایک سال کے بعد پھر ہمیں اس لئے جمع ہونے کا موقع ملا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اقرار کریں اور اس کے سامنے اپنی عقیدت کا تحفہ پیش کریں اس نکتہ کی وضاحت کے بعد حضور نے نہایت دلنشیں اور اثر انگیز پیرایہ میں جماعت کو اس کی عظیم ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ جلسہ کے بابرکت ایّام کو خشوع اور خضوع اور ذکرِ الٰہی سے گذارنے کی ہدایت فرمائی اور اپنے لئے اور اسلامی ممالک کے لئے خصوصی دُعا کی تحریک کرتے ہوئے

---

[1] اخبار "بدر" قادیان ۷-۱۴ر جنوری ۱۹۵۵ء (صلح ۱۳۳۴ہش)

ارشاد فرمایا کہ :-

"یہ وقت اسلام کے لئے نہایت نازک ہے اور مختلف اسلامی ممالک اس وقت خطرہ میں ہیں۔ انڈونیشیا ہے۔ خود پاکستان بھی ہے۔ شام ہے۔ مصر ہے۔ ایران ہے۔ یہ ممالک اس وقت ایک خطرہ کے دَور میں سے گذر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اُن کی حفاظت کرے۔ چار پانچ سو سال کی غلامی کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آزادی کا سانس لینے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ خدا کرے کہ یہ آزادی اُن کے لئے اور دین اسلام کے لئے مبارک ہو اور اُن کی مشکلات دُور ہوں اور وہ پھر دُنیا میں اسی عزت کے مقام کو حاصل کریں جس عزت کے مقام کو کسی زمانہ میں انہوں نے حاصل کیا تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر"[1]

دوسری تقریر سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے دوسری ایمان افروز تقریر میں حسب دستور سابق سال کے اہم واقعات پر جامع تبصرہ فرمایا اور مختلف ضروری امور پر ضمناً روشنی ڈالی۔ یہ معرکہ آراء تربیتی تقریر جس میں ضمناً کئی بلند پایہ علمی مضامین بھی آگئے تھے انہی دنوں الفضل میں بالاقساط شائع ہوگئی تھی[2]

حضور نے تقریر کے شروع میں اپنی بیماری کا ذکر فرمایا جس کے بعد جلسہ سالانہ پر ملاقات رہائش اور لاؤڈ سپیکر کے انتظامات کو بہتر بنانے کی ہدایت فرمائی اور پھر تاکیدی نصیحت کی کہ پولیس رپورٹروں کی سہولت کے لئے ہرممکن اہتمام کیا جائے اُن کے لئے اچھی جگہ بنائی جائے۔ انہیں ایسا موقعہ دینا چاہیئے کہ وہ تمہارا ایک ایک لفظ لکھیں جو تم نے تبلیغ کے سلسلہ میں کہے ہیں اور تمہیں خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذریعہ سے تبلیغ کا راستہ کھول دیا ہے۔ پولیس افسر جلسہ میں آپ آتے ہیں اور لکھتے ہیں اور اوپر کے افسر اِن تقریروں کو پڑھتے ہیں۔ بہرحال وہ جتنا تمہارا ریکارڈ اوپر بھیجیں گے اتنا ہی تمہارے لئے مفید ہوگا۔ اور اتنی ہی تمہاری تبلیغ ہوگی۔ مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ اس دفعہ پولیس کی قریباً چالیس پچاس کی نفری آئی ہے اب یہ کتنی اچھی بات ہے کہ تمہارے لئے چالیس پچاس آدمی آگیا جو سننے پر مجبور ہے کیونکہ اس کی ڈیوٹی اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ سُنے اگر تمہاری باتیں

---

[1] اخبار "الفضل" ۷ جنوری ۱۹۵۵ء / صلح ۱۳۳۴ ہش صفحہ ۴۔

[2] "الفضل" ۱۱ تا ۱۵ و ۲۵ فروری، ۲۷-۲۸ اکتوبر۔ ۱ تا ۳ نومبر ۱۹۵۵ء / ۱۳۳۴ ہش۔

سچی اور اچھی ہیں تو اُن میں سے ہی ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جن کے دلوں پر وہ باتیں اثر کریں گی اور وہ صداقت کو قبول کر لیں گے۔

اس اہم ارشاد کے بعد حضور نے خواتینِ احمدیت کو مسجدِ ہالینڈ کے چندہ اور اسلامی پردہ کی طرف توجہ دلائی۔ بعد ازاں قاتلانہ حملہ کی تفصیلات بیان فرمائیں[1]۔ تقریر کے دوسرے حصّہ میں حضور نے تحریک جدید کے عالمی نظامِ تبلیغ کی اہمیت و ضرورت واضح فرمائی۔ ستائیس اہم مقامات پر لائبریریاں قائم کرنے کا اعلان فرمایا۔ ہر شہر، ہر قصبہ، اور ہر گاؤں میں مساجد تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی اور جماعت احمدیہ کو مؤثر رنگ میں تلقین کی کہ وہ اپنے علمی اور اخلاقی معیار کو بلند سے بلند تر کرے۔ اور محنت اور قربانی اور دیانت کو اپنا شعار بنائے۔

اس پُر زور اور پُر جوش تقریر کا ایک اقتباس جو تحریک جدید سے متعلق تھا بطور نمونہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"تم تھوڑے سے تھے جب تم دُنیا میں نکلے۔ اور تم نے نکل کر دُنیا سے یہ منوا لیا کہ اگر اسلام کی عزّت رکھنے والی کوئی قوم ہے تو صرف احمدی ہیں۔ تم نے دُنیا سے منوا لیا کہ اگر عیسائیت کا جھنڈا زیر کرنے والی کوئی چیز ہے تو وہی دلیلیں ہیں جو مرزا صاحبؑ نے پیش کی ہیں۔ جب عیسائیت کانپنے لگی جب وہ تھرتھرانے لگی جب اس نے سمجھا کہ میرا مذہبی تخت مجھ سے چھینا جا رہا ہے اور یہ تخت چھین کے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو دیا جا رہا ہے تو تم نے کہا ہم اپنی مونچھیں نیچی کرتے ہیں۔ کیسی افسوس کی بات ہے۔ یہی تو وقت ہے تمہارے لئے قربانیوں کا۔ یہی تو وقت ہے تمہارے لئے آگے بڑھنے کا۔ اب جبکہ میدان تمہارے ہاتھ میں آ رہا ہے تم میں سے کئی ہیں جو پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو اس قسم کی عزّت کا موقع اور اس قسم کی برکت کا موقع اور اس قسم کی رحمت کا موقع اور اس قسم کے خدا تعالےٰ کے قرب کے موقعے ہمیشہ نہیں ملا کرتے۔ سینکڑوں سال میں کبھی یہ موقعے آتے ہیں اور خوش قسمت ہوتی ہیں وہ قومیں جن کو وہ موقعے مل جائیں۔ اور وہ اس میں برکتیں حاصل کر لیں۔

نوجوانوں کو میں خصوصًا توجہ دلاتا ہوں کہ خدام کے ذریعہ سے تم نے بڑے بڑے اچھے کام شروع کئے ہیں۔ خدمتِ خلق کا تم نے ایسا عمدہ لاہور میں مظاہرہ کیا ہے کہ اس کے اوپر غیر

---

[1] پچھلے باب میں یہ تفصیلات آچکی ہیں۔

بھی عش عش کرتا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ تم روزانہ اپنی زندگیوں کو اس طرح سنوارتے چلے جاؤ گے کہ تمہارا خدمتِ خلق کا کام بڑھتا چلا جائے۔ لیکن یہ کام سب سے مقدم ہے کیونکہ اسلام کی خدمت کے لئے تم کھڑے ہوئے ہو۔ اور اسلام کی تبلیغ کا دُنیا میں پھیلانا۔ یہ ناممکن کام اگر تم کر دو گے تو دیکھو کہ آئندہ آنے والی نسلیں تمہاری اس خدمت کو دیکھ کر کس طرح تم پر اپنی جانیں نچھاور کریں گی۔ کیا آج تم میں سے کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے؟ کیا آج ایشیا میں سے کوئی شخص خیال کر سکتا ہے؟ کیا آج افریقہ کا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے؟ کیا آج امریکہ کا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے! کیا آج چین اور جاپان کا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے؟ یا شمالی علاقوں کا کوئی شخص خیال کر سکتا ہے کہ اسلام غالب آجائے گا اور عیسائیت شکست کھا جائے گی۔ کیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ ربوہ جو ایک کوردِہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ ایک شور زمین والا جس میں اچھی طرح فصل بھی نہیں ہوتی جس میں پانی بھی کوئی نہیں۔ اس ربوہ میں سے وہ لوگ نکلیں گے جو واشنگٹن اور نیویارک اور لنڈن اور پیرس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ تو یہ تمہاری حیثیت ہے کہ کوئی شخص نہ دشمن نہ دوست، یہ قیاس بھی نہیں کر سکتا کہ تم دُنیا میں یہ کام کر سکتے ہو۔ مگر تمہارے اندر خدا تعالےٰ نے یہ قابلیت پیدا کر دی ہے۔ تمہارے لئے خدا تعالےٰ نے یہ وعدے کر دیئے ہیں، بشرطیکہ تم استقلال کے ساتھ اور ہمت کے ساتھ اسلام کی خدمت کے لئے تیار رہو۔ اگر تم اپنے وعدوں پر پورے رہو۔ اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تاج تم چھین کے لاؤ گے۔ اور تم پھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے سر پہ رکھو گے۔ تم تو چند پیسوں کے اوپر ہچکچاتے ہو۔ مگر خدا کی قسم اگر اپنے ہاتھوں سے اپنی اولادوں اور اپنی بیویوں کو ذبح کرنا پڑے تو یہ کام پھر بھی سستا ہے۔

پس نوجوانوں کو یہ سوچ لینا چاہیئے کہ ان کے آباء نے قربانیاں کیں اور خدا کے فضل سے وہ اس مقام پر پہنچے۔ کچھ ان میں سے فوت ہوگئے اور کچھ اپنا بوجھ اٹھائے چلے جارہے ہیں۔ میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ اب وہ آگے بڑھیں اور اپنی قربانیوں سے یہ ثابت کر دیں کہ آج کی نسل پہلی نسل سے پیچھے نہیں بلکہ آگے ہے۔ جس قوم کا قدم آگے کی طرف بڑھتا ہے وہ قوم ہمیشہ آگے کی طرف بڑھتی ہے۔ اور جس قوم کی اگلی نسل پیچھے ہٹتی ہے وہ قوم بھی پیچھے ہٹتی

شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ تک تمہارے بوجھ بڑھتے چلے جائیں گے۔ کچھ عرصہ تک تمہاری مصیبتیں بھیانک ہوتی چلی جائیں گی۔ کچھ عرصہ تک تمہارے لئے ناکامیاں ہر قسم کی شکلیں بنا بنا کر تمہارے سامنے آئیں گی۔ لیکن پھر وہ وقت آئے گا جب آسمان کے فرشتے اُتریں گے۔ اور وہ کہیں گے بس ہم نے ان کا دل جتنا دیکھنا تھا دیکھ لیا جتنا امتحان لینا تھا لے لیا۔ خدا کی مرضی تو پہلے سے یہی تھی کہ ان کو فتح دے دی جائے۔ جاؤ ان کو فتح دے دو اور تم فاتحانہ طور پر اسلام کی خدمت کرنے والے اور اس کے نشان کو پھر دُنیا میں قائم کرنے والے قرار پاؤ گے۔"[1]

تیسری تقریر تیسری تقریر" سیرِ روحانی" کے اہم علمی موضوع پر تھی جس سے قبل حضور نے حسب ذیل پانچ ضروری امور کا تذکرہ فرمایا:۔

۱۔ اس سال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے یہ سفارش کی تھی کہ مجلس لاہور نے چونکہ اس دفعہ غیر معمولی کام کیا ہے اس لئے اس سال اس کو باوجود دوم رہنے کے علم انعامی دیا جائے اور مجلس کراچی چونکہ پہلے ہی سے اچھا کام کرتی چلی آرہی ہے اس لئے اس کو نہ جائے۔ لیکن حضرت مصلح موعودؓ نے علمِ انعامی کا مستحق مجلس کراچی ہی کو قرار دیا اور ارشاد فرمایا کہ:۔

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لاہور کی جماعت خدام الاحمدیہ نے اس سال بہت عمدہ کام کیا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نیم مردہ سی جماعت تھی جس میں زندگی کی رُوح پھونک دی گئی اور اس خدمت کا سہرا اُن کے قائد محمد سعید اور اُن کے چار پانچ مددگاروں پر ہے جنہوں نے محنت کے ساتھ اُن کا ساتھ دیا اس مجلس کی تنظیم میں ان کا ہاتھ بٹایا۔ پچھلے سیلاب کے موقع پر انہوں نے غیر معمولی طور پر کام کیا اور پھر غیر معمولی طور پر اس کو دُنیا کے سامنے روشناس بھی کر دیا پس اس لحاظ سے وہ خاص طور پر تعریف کے قابل ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہم اگر نمبر بدل ڈالنے کی رسم ڈال دیں گے تو اس سے بجائے حوصلہ بڑھنے کے اعتراض پیدا ہو گا۔ ہمیں اُن کے اچھے کام کی مختلف مواقع پر تعریف کر دینی چاہیئے لیکن ساتھ ہی ہم کو یہ امر بھی مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ جو اوّل نمبر پر ہے اس کو اوّل نمبر ہی دیا جائے تاکہ آئندہ دوسرے کسی موقع پر کسی کی جنبہ داری یا کسی کی ناجائز تائید کا سامان پیدا نہ ہو۔ پس میں باوجود مجلس کی سفارش کے یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ

[1] روزنامہ" الفضل" ربوہ ۲۸/ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۴-۵

لوا ءحسب قاعدہ جماعت کراچی کو دیا جائے۔ لیکن ساتھ اس کے میں لاہور کی جماعت کی تعریف بھی تمام دوستوں کے سامنے کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ ہر جماعت ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرے گی۔[1]

(۲)۔ اس موقعہ پر حضور نے اکناف عالم سے آنے والے تہنیت اور دعاؤں کے برقیئے بھی سُنائے اور اس تعلق میں مندرجہ ذیل مخلصین کا بطور خاص ذکر کر کے اُن کی مساعی کو سراہا اور اظہار خوشنودی فرمایا:۔

سیّد شاہ محمد صاحب (سورابایا انڈونیشیا)۔ ڈاکٹر بدرالدین احمد صاحب (جیسلٹن بورنیو) احمد سربڈو (جو گجارتہ انڈونیشیا)۔ سیّد عبدالرحمٰن صاحب[2] (کلیو لینڈ یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ)۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب (کیمبرج۔ لنڈن)۔

(۳)۔ حضور نے سلسلہ کے اخبارات و رسائل (الفضل۔ بدر۔ ریویو۔ فرقان۔ خالد) کی اہمیت واضح کر کے ان کی توسیع اشاعت کی تحریک فرمائی۔ نیز کراچی کے "المصلح" اور لاہور کے "سول اینڈ ملٹری گزٹ" اور "ملّت" کی خریداری کی سفارش بھی کی اور بتایا کہ "ہماری پالیسی یہ ہے کہ حکومت کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ ہماری پالیسی یہ ہے کہ حکومت سے افتراق کو دُور کیا جائے اور ان کو ٹکڑے ہونے سے روکا جائے۔ یہی پالیسی ملّت اور سول کی ہے۔۔۔۔۔ اور بھی کئی اخبار ہوں گے جو کہ اس طرح ہمارے ساتھ متفق ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ شیعوں کے اخبار ہوں میں نے ایک شیعہ کا اخبار ایک دو دفعہ پڑھا ہے وہ بھی بڑا معقول پالیسی کا تھا اور اس میں بھی اتحاد اور اتفاق اور امن قائم کرنے والے مضمون تھے۔۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے علم میں کوئی اور اخبار ہو جو کہ ملک کے لئے مفید ہو، ہمارے لئے بھی مفید ہو۔ مضر نہ ہو اور ہماری خواہ مخواہ مخالفت نہ کرتا ہو۔ پس ایسے اخباروں کو خریدو تاکہ روپیہ ان لوگوں کی جیبوں میں جائے جو تمہارا گلا کاٹنے کی فکر میں نہ ہوں۔"[3]

---

[1] "الفضل" ۱۱؍جنوری ۱۹۵۵ء (۱۱؍صلح ۱۳۳۴ہش) صفحہ ۲۔
[2] خلف حضرت سیّد عزیز الرحمٰن صاحبؓ بریلوی (وفات ۱۷؍جولائی ۱۹۳۶ء)
[3] اخبار "الفضل" ۱۲؍جنوری ۱۹۵۵ء/ ۱۲؍صلح ۱۳۳۴ہش صفحہ ۳

(۴) صدر انجمن احمدیہ کے چھ ناظر اور تحریک جدید کے دو وکلاء پنشنر تھے حضور نے یہ صورت حال جماعت کے سامنے رکھی اور تحریک فرمائی کہ

"نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ ادھر آنے کی کوشش کریں۔ اور کم سے کم جب تک نئے نہ آئیں اس وقت تک پنشنر ہی آتے رہیں۔ ۵۵ سال پر پنشن مل جاتی ہے وہ چار پانچ سال کی خدمت کر لیں۔"

(۵)۔ حضور نے ۱۹۵۳ء میں تحریک فرمائی تھی کہ لوگ اپنی زائد آمد پیدا کر کے سلسلہ کے لئے دیں تاکہ ان پر بھی بوجھ نہ ہو اور سلسلہ کی تبلیغی مشکلات دُور ہوں حضور نے اس موقعہ پر اس اہم تحریک کی طرف جماعت کو دوبارہ توجہ دلائی اور عبدالعزیز صاحب مغلپورہ گنج لاہور۔ اور محمد خان ولد چوہدری نواب خان صاحب منصور آباد ضلع تھرپارکر کا نام لے کر بتایا کہ انہوں نے اس تحریک کے مطابق زائد کام کر کے آمد پیدا کی جو چندہ کے طور پر پیش کر دی ہے [1]

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ان اہم امور کا تذکرہ کرنے کے بعد "عالمِ روحانی کے دفاتر" کے موضوع پر معرکہ آرا تقریر فرمائی۔ جس میں قرآن مجید کی رُو سے بالخصوص مندرجہ ذیل روحانی حقائق پر سیر حاصل روشنی ڈالی:۔

عالم روحانی کے ڈائری نویس اور ان کا اعلیٰ درجہ کا نظام۔ خدائی ڈکٹوفون، قیامت کے روز کانوں، آنکھوں، زبانوں، ہاتھوں، پاؤں اور جلد کی گواہی، عالمِ روحانی میں مجرموں کے فیصلہ کی نقول، مسلمانوں کے لئے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ایک دائمی مقدس جاگیر (بیت اللہ شریف)۔ ارضِ مقدس کی اسلامی جاگیر سے متعلق شرائط و قیود۔ فلسطین پر یہود کا عارضی قبضہ۔

حضور کی یہ ایمان پرور تقریر مندرجہ ذیل پیشگوئی پر ختم ہوئی:۔

"پھر مسلمان فلسطین میں جائیں گے اور بادشاہ ہوں گے لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے اور لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ سارا نظام جس کو یو۔این۔او کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے گا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور پھر اس جگہ پر لا کر مسلمانوں کو بسائیں۔ دیکھو!! حدیثوں

---

[1] - الفضل ۱۶ ؍ جنوری ۱۹۵۵ء صہ ۳ (۱۶ ؍ ماہ صلح ۱۳۳۴ ہش)

میں بھی یہ پیشگوئی آتی ہے۔ حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ فلسطین کے علاقہ میں اسلامی لشکر آئے گا۔ اور یہودی اس سے بھاگ کر پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے اور جب ایک مسلمان سپاہی پتھر کے پاس سے گزرے گا تو وہ پتھر کہے گا اے مسلمان خدا کے سپاہی! میرے پیچھے ایک یہودی کافر چھپا ہوا ہے اس کو مار۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تھی اس وقت کسی یہودی کا فلسطین میں نام ونشان بھی نہیں تھا۔ پس اس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ میں یہودی اس ملک پر قابض ہوں گے۔ مگر پھر خدا مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور اسلامی لشکر اس ملک میں داخل ہوں گے اور یہودیوں کو چن چن کر چٹانوں کے پیچھے ماریں گے۔ پس عارضی میں اس لئے کہتا ہوں کہ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ[1] کا حکم موجود ہے مستقل طور پر تو فلسطین عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کے ہاتھ میں رہنی ہے۔ سو خدا تعالیٰ کے عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْن محمد رسول اللہؐ کی اُمّت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائیں گے نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں نہ ایچ بم کچھ کر سکتے ہیں نہ روس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔ یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے چاہے دُنیا کتنا زور لگا لے۔[2]

---

[1] ۔ الانبیاء : ۱۰۶ ۔

[2] ۔ "سیر روحانی" جلد سوم ص۵۲ ۔ ص۵۳ ۔ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمٹیڈ ربوہ ۔

فصل سوم

جلیل القدر صحابہؓ کا انتقال

اس سال کئی جلیل القدر صحابہؓ وفات پا گئے جن کا تذکرہ مع ان کے مختصر حالات کے ذیل میں کیا جاتا ہے :-

۱۔ حضرت خانصاحب ذوالفقار علیخاں صاحبؓ گوہر رامپوری
(برادرِ اکبر علی برادران)

(ولادت اگست ۱۸۶۹ء - بیعت دسمبر ۱۹۰۰ء - وفات ۲۶ فروری ۱۹۵۴ء)

تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۶۸ میں آپ کے مختصر کوائف درج کئے جا چکے ہیں۔ آپ کے خودنوشت حالاتِ قبول احمدیت اخبار "الحکم" قادیان مورخہ ۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں شائع شدہ ہیں جو بہت روح پرور ہیں۔ ان میں سے کچھ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

آپ تحریر فرماتے ہیں "میں ۱۸۸۴ء سے اخبارات میں مضامین اور ناولوں کے ترجمے کیا کرتا تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بابت پہلی بار علم ہوا .... پہلا اخبار جو ہاتھ میں لیا "ریاض الاخبار" گورکھپور تھا تو حضرت مرزا غلام احمد کا خط بنام الیگزنڈر رسل ویب سفیر امریکہ مقیم فلپائن آئس لینڈ تھا۔ میں نے باآوازِ بلند خط پڑھنا شروع کیا اور اس کے تسخیر کرنے والے، دل پر چوٹ لگانے والے مضامین نے مبہوت و محو کر لیا۔ ہم تینوں نوعمر، میں ۱۹ سال اور باقی[1] دو ۱۷، ۱۷ سال کے نقش حیرت بنے ہوئے تھے۔ مضمون کے ختم ہونے پر کچھ دیر سکون رہا۔ آخر کار میں نے کہا "بھائیو! تم دونوں گواہ رہنا میں تصدیق کرتا ہوں

---

[1] فتحپور ہسوہ میں جہاں آپ کو پہلی بار حضور کا علم آپ کے کمرہ میں آپ کے چھوٹے بھائی حافظ نوازش علی صاحب اور آپ کے استاد حافظ سخاوت حسین صاحب بی۔ اے سیکنڈ ماسٹر کے چھوٹے بھائی امیر حسین بھی رہتے تھے۔ یہاں انہیں کیطرف اشارہ ہے۔

کہ یہ شخص مُصلح زمانہ آخر ہے۔ اَب نہ کوئی مہدی آنے والا ہے نہ مسیح۔ سیّد احمد خان بھی مُصلح نہیں ہیں مَیں مَر جاؤں تو تم گواہ رہنا۔"

"علی گڑھ کالج ۱۸۹۱ء؁ میں ایک بار شام کے وقت اپنے وطن کے ایک عربی کے استاد سے جو اسکول میں پڑھاتے تھے اور بورڈنگ میں رہتے تھے۔ مولوی خلیل احمد صاحب نام تھا۔ ملنے گیا وہ اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھی کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ مرزا غلام احمد صاحب آئے اور یہ ہوا اور وہ ہوا۔ مَیں نے بات کاٹ کر پوچھا کہ پہلے مجھے بتا دیجئے کہ حضرت مرزا صاحب ہیں؟ کہ تشریف لے گئے؟ مولوی اسمٰعیل مجھے یہ بتا دیجئے متحیّر ہو کر میری صورت دیکھنے لگا۔ مَیں نے کہا کہ مولوی صاحب جواب تو دیجئے تاکہ میں اپنے کام میں مصروف ہوں۔ آپ اپنا کام کریں۔ میرے لہجہ میں وہ تحکّم تھا جو کالج کے طلباء اسکول کے استادوں کے ساتھ جائز سمجھتے تھے اور چونکہ اس کی تقریر میں گستاخی تھی حضرت کی شان میں مَیں مشتعل ہو چکا تھا اُس نے گھبرا کر کہا کہ وہ آج چلے گئے۔ مجھے اس قدر صدمہ ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا وائے شومیٔ تقدیر اور آگے کو چل پڑا اس روز سے میں نے ان سے کبھی بات نہ کی۔ کالج سے نکل کر ملازمت کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اٹاوہ گیا اور کالج کا رنگ لے کر گیا۔ لیکچروں، نظموں اور کھیل و تفریح میں ایّام گذاری کی۔ مولوی بشیر الدین صاحب مالک و ایڈیٹر "البشیر" اٹاوہ کے مکان میں ایک ضرورتِ خاص سے کچھ دن قیام پذیر رہا۔

ایک سادہ مزاج انسان، لباس صاف مگر سادہ، سانولا رنگ، چھریرہ جسم متین چہرہ تشریف لائے۔ ایڈیٹر صاحب "البشیر" نے مجھ سے اِن کا تعارف مستہزانہ لب ولہجہ میں کرایا۔ "آپ قادیانی ہیں تفضّل حسین صاحب شکوہ آباد ضلع مین پوری میں تحصیلدار ہیں" میں پہلے تو معمولی طریق سے کھڑے ہو کر مصافحہ کر کے خاموش بے تعلق سا بیٹھ گیا تھا مگر اس تعارف کے بعد مَیں کھڑا ہوا اور پھر نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور عرض کیا۔ "حضرت مرزا صاحب کا احترام میرے دل میں بہت کافی ہے۔ عین سعادت ہے کہ آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔" ایڈیٹر صاحب کا چہرہ حیرت کی تصویر تھا۔ مُنہ کُھلا ہوا اور لب خشک۔ مجھے گھبرائی ہوئی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے ان کی حیرت کی وجہ یہ تھی کہ مَیں اس شہر میں بہترین خوش تقریر اور حاضر جواب، شوخ طبیعت مشہور تھا۔ وہ یقین رکھتے تھے کہ مَیں اس معاملہ میں بہت ستم ظریفی سے کام

لہ "فتح اسلام" (مطبوعہ ۱۸۹۱ء) صفحہ ۲۹ تا ۴۳ (حاشیہ) میں درج شدہ واقعہ مولوی صاحب موصوف ہی کا ہے۔

ٹونکا اور حضور اقدس کی شان میں خدا جانے کیا کیا نہ کہوں گا اب جو برعکس معاملہ ہوا تو وہ کھو گئے اور اس قدر ہمت نہ تھی کہ مجھ سے بحث کرتے ۔ مولوی[1] تفضل حسین صاحب مرحوم و مغفور رضی اللہ عنہ حضرت کے بہت پرانے صحابی تھے اور ان کا عشق سلسلہ کے ساتھ مجنونانہ رنگ رکھتا تھا حضرت اقدس علی گڑھ ان کی وجہ سے تشریف فرما ہوئے تھے جو اس زمانہ میں کم نظر آتا ہے بہت ہی محبت سے مجھ سے ملے اور فرمایا میرا گھر اسی شہر میں ہے کوئی شئے درکار ہو تو منگوا لیا کرنا ۔ وہ وقت گذر گیا ۔ پھر اُن سے ملاقات عرصہ تک نہ ہو سکی ۔

سن۱۹۰۰ء میں اکتوبر میں تار پر حکم پہنچنے پر بھون گاؤں تحصیل میں نائب تحصیلدار ہو کر تین ماہ کے لئے گیا ۔ تحصیلدار مولوی تفضل حسین صاحب تھے ۔ ہم دونوں کو جو خوشی حاصل ہوئی وہ ہر احمدی اندازہ کر سکتا ہے ۔ تحصیل بہت بڑی تھی بارہ تحصیلوں سے حدود ملتے تین سال میں چھ ماہ کے لئے دو تحصیلدار دو نائب تحصیلدار رہتے تھے ۔ اب ہم صرف دو تھے ان کے پاس مقدمات کی یہ کثرت تھی کہ ساٹھ ساٹھ فیصلے روزانہ لکھ کر سُنا دیتے تھے ۔ تحصیل کا سارا کام مجھ پر چھوڑ دیا تھا میں نے خدا کے فضل سے تین ماہ میں مال گذاری سب بے باقی کرا دی اور تمام عملے کا معائنہ کر کے ان کو درست کر دیا ۔ رشوت کا بازار سرد پڑ گیا ۔ حاکم پرگنہ ایک ٹھاکر تھے ان کو اس رقبہ کی روزانہ خبریں پہنچتی تھیں کیونکہ بڑا حصہ راجپوتوں کی زمینداری کا تھا ۔ میرے بہت مداح تھے ۔ میری مدت نومبر کے آخیر میں ختم ہوتی تھی مگر تحصیل میں چارج لینے ہی بعد وقت کچہری تحصیلدار صاحب مرحوم نے ازالہ اوہام مجھے دیا اور کہا کہ ہمیں پڑھ کر سناؤ میں اُن کے مردانہ نشست میں رہتا تھا کیونکہ تنہا تھا ۔ میرے لئے جو مکان تھا ۔ اسے میں نے استعمال نہیں کیا ۔ ازالہ اوہام دو تین دن میں ختم کر دی ۔ یہ پہلی تصنیف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی جو میری نظر سے گذری ۔ دعوے مثیل ابن مریم پر اسی ریاض الاخبار نے ۱۸۹۱ء میں اعتراض کیا تھا میرے دل میں اُلجھن تھی کہ کسی سے پوچھوں مگر زمانہ نوعمری کا تھا ۔ طالب علمی کی حیثیت ۔ یو ۔ پی میں کوئی ذکر و فکر بھی نہ تھا ۔ کسی ملاقات میں میں نے ایک مرتبہ مولوی تفضل حسین صاحب رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا ۔ انہوں

---

[1] رجسٹر بیعت میں آپ کا یوم بیعت ۱۷ اپریل ۱۸۸۹ء درج ہے ۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد ۲ طبع دوم ۱۸۱ ۔ ۱۸۳ ۔

نے سورۂ مزمل کی آیت کریمہ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ دلیل پیش کی جرح پر کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے بلکہ کچھ چشمکیں ہو گئے ۔ مجھے یہ خلش تھی ۔ ازالہ اوہام کے مطالعہ نے تسکین کر دی اور بیعت کا سوال دل میں فوراً پیدا ہوگیا ۔ مَیں نے استخارہ کیا ۔ میرے دل میں پڑا کہ ان آیات کو خود قرآن پاک میں غور سے پڑھوں ۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ مَیں نے شاہ عبدالقادرؒ کا مترجم قرآن شریف لے کر بڑی غور و خوض سے پڑھنا شروع کیا اور چند روز میں سورۂ مائدہ کے ختم ہوتے تک پوری تسلی ہو گئی ۔ پھر مَیں نے ایک خط مزید احتیاط کے طور پر نظام الدین حسن صاحب شیخ بریلوی کی خدمت میں پہلی عقیدت خاندان چشتیہ کی بنا پر لکھا اور استدعا کی کہ آپ کو مَیں صاحب کشف سمجھتا ہوں آپ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کی تصدیق فرما کر اعلان کر دیں اور مجھے مطلع فرماویں کیونکہ حضرت اقدس کے استدلال کے آگے ٹھہرنا تعلیم یافتہ بے تعصب لوگوں کا محال سا نظر آتا ہے ۔ اگر دعویٰ صحیح ہے تو ایسی نعمتِ عظمٰی سے محرومی مسلمانانِ عالم کو کیوں نصیب ہو ۔ اگر خدانخواستہ دعویٰ غلط ہو تو ہم لوگوں کو بچنا چاہیئے ۔ وہ جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسی طاقت نہیں ہے کہ مَیں مرزا صاحب کے دعاوی لطلان کروں ۔ عندالعقل بعض بعض باتیں قرآن کے خلاف معلوم ہوتی ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب میں تکذیب و بطلان نہیں کر سکتا ۔ میرے پاس یہ خط محفوظ تھا اور شاید اب بھی ہو ۔ یہی الفاظ تقریباً ہیں ۔ پس میرے فیصلے پر کوئی اثر نہ پڑا اب مَیں نے قصبہ بھوگاؤں میں تبلیغ شروع کر دی ۔ شرفائے قصبہ کہنے لگے کہ تحصیلدار صاحب کے ماتحت لوگ محض اُن کے خوش رکھنے کے لئے عقیدت بدل لیتے ہیں بعد میں پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں اور ایک حکیم صاحب کی نظیر بھی پیش کی جو اٹاوہ کے تھے اور بعد میں فرخ آباد جا کر سلسلہ کے مخالف ہو گئے ۔ مَیں نے اس کے مناسب جواب دیئے لیکن مَیں نے ایسے محسوس کیا کہ یہ اثر ان پر غالب ہے ۔ استدلال کا جواب وہ کبھی نہ دے سکے ۔ بعض لوگ متاثر تھے اس زمانہ کی نماز کی لذتیں آج تک یاد ہیں دل چاہتا تھا کہ اک اک گھنٹہ کا سجدہ کریں نماز کی بابت ہنوز علیحدگی کا حکم نہ تھا ۔ اس لئے جلد باز اماموں کے پیچھے نماز پڑھنے سے کوفت ہوتی تھی سوائے جمعہ کے اور کوئی نماز ان کے پیچھے پڑھنا چھوڑ دی تھی ایک دن تحصیلدار صاحب مرحوم و مغفور نے فرمایا کہ بیعت کا خط کیوں نہیں بھیج دیتے ہو؟ مَیں نے کہا کہ مَیں تو بیعت کر چکا ہوں مبلغ بنا ہوا ہوں رسمی خط ابھی نہیں بھیجا ہے کسی مصلحت سے ۔ فرمایا یہ تو نفاق ہے ۔ مجھے اس لفظ سے بہت تکلیف ہوئی ۔ مَیں نے

کہا کہ آپ اپنے اس عہدے سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں میری حالت کو نفاق سے اگر کوئی دوسرا تعبیر کرتا تو بہت سخت جواب پاتا۔ یہ کہہ کر میں اُٹھ کھڑا ہُوا اور اپنا اسباب ان کی مردانہ نشست سے اُٹھا کر اپنے مکان میں رکھ لیا۔ دوسرے دن صبح ہی کو انہوں نے معذرت کا پرچہ لکھا اور معافی کی خواہش کی۔ مَیں نے ان کے محسن ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے ادب و احترام سابق کو پیش کیا۔ وہ میرے پاس فوراً آگئے اور زبانی عذر کرنے لگے میں نے وجہ عدمِ تحریر خط بیعت ہنوز ان سے مخفی رکھی۔ جب آخر نومبر میں مدت قائم مقامی ختم ہو گئی مَیں نے اسی شب میں کہ صبح اس تحصیل کو چھوڑ رہا تھا ایک چو ورقہ خط اپنے مفصل حال کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو لکھا اور عرض کیا کہ میرا ایمان ہے کہ حضور کا دعویٰ برحق اور صحیح ہے۔ مَیں ایسا ایسا گندہ دل اور بد افعال ہوں اور قوتِ توبۃ النصوح بھی نہیں رکھتا مجھے ڈر ہے کہ سلسلہ میں شامل ہو کر لوگوں کی ٹھوکر کا موجب نہ بنوں حضور مجھے سنبھال لیں تو دل و جان سے حاضر ہوں۔ شرف بیعت بخشا جاوے۔ حضور اقدس علیہ الف الف صلوٰۃ والسّلام نے قبولیتِ بیعت کا اظہار فرمایا اور استغفار، لاحول ولاقوۃ، درود شریف اور الحمد شریف کثرت سے پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور لکھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو یہ خط لکھ کر مولوی صاحب مرحوم کو جو سات میل کے فاصلہ پر مصروف تحقیقات سرکاری تھے دے دیا اور عرض کیا کہ اس نے بیعت کو بدنام ہونے سے بچا نا تھا۔ حضرت کے اس آخری جملے کی بدولت صدہا نشان اس گنہ گار نے معیت ایزدی کے دیکھے ہیں جو خود افسانہ کا حکم رکھتے ہیں اور اب تک دن رات دیکھتا ہوں۔ یہ بیعت کا پروانہ آغاز دسمبر ۱۹۰۲ء میں ملا تھا۔ ۱۹۰۴ء میں گورداسپور دوران مقدمہ کرم دین میں حضور علیہ السلام کی دست بوسی اور زیارت نصیب ہوئی ۲۴ روز حضور کے دربار میں حاضر رہا۔ کئی درخواستوں کے مسترد ہونے پر جون ۱۹۰۴ء کو بہمراہی مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحب بٹالہ ریل کے ذریعہ قادیان شریف دارالامان حقیقی کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ ہے میری بیعت کی ابتدا۔"[1]

---

[1] "الحکم قادیان" ۷؍اکتوبر ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۱۔

۲۔ الحاج ممتاز علی خاں صاحب صدیقی درویش قادیان

(ولادت قریباً ۱۸۸۹ء ——— وفات ۱۹ر جولائی ۱۹۵۴ء)

حضرت خانصاحب ذوالفقار علیخان صاحب گوہر رامپوری کے فرزند ارجمند تھے۔ اپنے والد ماجد کے انتقال کے قریباً چار ماہ بعد قادیان میں رحلت کر گئے۔ جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے قادیان نے آپ کی وفات پر درج ذیل مضمون سپرد قلم کیا:۔

"حاجی صاحب کو صحابی ہونے کا شرف حاصل تھا آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو اور آپ کے ایک بھائی ہادی علی خان صاحب مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں (۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء) میں مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان میں تعلیم کے لئے داخل کرا دیا تھا آپ ان خوش قسمت احباب میں سے ہیں جن کا نام رہتی دنیا تک کے لئے حضورؑ کی کتب میں محفوظ ہو گیا ہے۔ ایک نشان کے تعلق میں آپ گواہوں کے زمرہ میں شمار ہوئے چنانچہ اس نشان کے گواہوں میں حضرت مولوی نورالدین رضؓ (خلیفہ اوّل) حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ۔ حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ۔ حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ۔ بزرگ صاحب مولوی عبدالستار خانصاحب کابلیؓ اور حضرت پیر منظور محمد صاحبؓ کے اسماء بھی مرقوم ہیں بعض طلباء کے نام بھی ہیں۔ ان میں "ممتاز علی" آپ ہی کا نام درج ہے حضورؑ "حقیقۃ الوحی" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"(۷) ساتواں نشان۔ ۲۸ر فروری ۱۹۰۷ء کی صبح کو یہ الہام ہوا سخت زلزلہ آیا اور آج بارش بھی ہوگی۔ خوش آمدی نیک آمدی۔ چنانچہ یہ پیشگوئی صبح کو ہی قبل از وقوع تمام جماعت کو سنائی گئی اور جب یہ پیشگوئی سنائی گئی بارش کا نام و نشان نہ تھا اور آسمان پر ایک ناخن کے برابر بھی بادل نہ تھا اور آفتاب اپنی تیزی دکھلا رہا تھا اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ آج بارش بھی ہوگی۔ اور پھر بارش کے بعد زلزلہ کی خبر دی گئی تھی۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد یک دفعہ بادل آیا اور بارش ہوئی اور رات کو بھی کچھ برسا اور اس رات کو جس کی صبح میں ۳ر مارچ ۱۹۰۷ء کی تاریخ تھی زلزلہ آیا جس کی خبریں عام طور پر مجھے پہنچ گئیں۔ پس اس پیشگوئی کے دونوں پہلو تین دن میں

پُورے ہو گئے"۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۵)

مرحوم کو تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ نُور ہسپتال میں جہاں آپ اپنی علالت کی وجہ سے مستقل طور پر ابتدا میں بطور کارکن اور جنوری ۱۹۴۷ء سے بطور مریض قیام رکھتے تھے اپنے کمرے میں علاوہ تبلیغی چارٹوں کے نہایت احتیاط کے ساتھ قریباً دو درجن مختلف تبرکات رکھے ہوئے تھے۔ لیکن آپ افسوس سے ذکر کرتے تھے کہ تقسیم ملک کے وقت کسی کے سپرد کئے کہ وہ مغربی پنجاب لے جائیں لیکن وہ ضائع ہو گئے۔

حاجی صاحب مرحوم ابتداء زندگی میں بطور ڈسپنسر وغیرہ کام کرتے رہے ہیں۔ بیمار ہونے کے بعد نہایت عُسر کی حالت میں ان کا گذارہ ہوتا تھا۔ آپ نہایت تشکرانہ انداز میں حضرت مُصلح موعودؓ۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب (انچارج نور ہسپتال) اور محترم ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب (سب چارج نُور ہسپتال) کی عنایات مشفقانہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ یہ تنگی عرصہ درویشی میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی لیکن پھر بھی مالی خدمات سلسلہ میں گویا کہ اپنا پیٹ نہایت بُری طرح کاٹ کر کرتے تھے پہلے آپ نے ۱/۱۰ کی وصیت کی ہوئی تھی۔ لیکن مئی ۱۹۵۲ء سے اسے بڑھا کر ۱/۸ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ تحریک جدید میں بھی حصّہ لیتے تھے۔ اس وقت آپ کو صرف انتیس روپے ماہوار ملتے تھے جس میں سے حِصّہ وصیت اور چندہ تحریک وضع کر کے اندازاً صرف -/۲۳ روپے کھانے پارچات اور دُودھ۔ نائی۔ دھوبی وغیرہ کے لئے بچتے تھے۔ اس سے ان کی مالی قربانی کی اہمیّت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس مریض کو اپنی مرض کی نوعیت کے باعث اعلیٰ غذا کی ضرورت ہے لیکن اس کے پاس معمولی اخراجات ہی کے لئے بمشکل رقم ہوتی ہے جب وہ قربانی کرتا ہے تو وہ دوسرے ہزاروں روپیہ چندہ دینے والوں سے کہیں بڑھ چڑھ کر قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ ہزاروں روپیہ دینے والے اپنی بچت میں سے چندہ دیتے ہیں ان کی رہائش۔ پوشاک۔ غذا۔ اہل وعیال کی آسودگی۔ غرضیکہ بالعموم کسی چیز پر بھی ان چندوں کا اثر نہیں پڑتا لیکن ایک شخص کے پاس -/۲۳ روپے ہوتے ہیں کھانے کے لئے پندرہ روپے درکار ہیں اور نائی دھوبی صابن کے لئے تین روپے بقیہ پانچ روپے میں سے ہی اس نے پارچات بنواتے ہیں۔ اپنی غذا دُودھ وغیرہ کا بھی خیال رکھنا ہے جو بالکل ناممکن ہے۔ ظاہر ہے جو بھی مالی خدمت سلسلہ کی وہ ایسی حالت میں کرتا ہے۔ دراصل بھُوکا ننگا رہ کر اور فاقوں مَر کر اور موت سہیڑ کر کرتا ہے اور اسے یقین ہوتا ہے۔

کہ یہ چند روزہ زندگی تو گذر جائے گی دائمی زندگی کے لئے زادِ راہ بنانا ضروری ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر تکلیف سہیڑ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اُحد کے برابر کی ہوئی قربانی کا وہ ثواب نہ ہوگا جو آج نہایت ہی قلیل قربانی کا ہے اور حضور کے اس ارشاد کی وجہ ایک طرف اس وقت اسلام کی بے انتہا بے چارگی اور دوسری طرف قربانی کرنے والوں کی انتہائی غربت تھی اور وہ گویا بُری طرح فاقہ اختیار کر کے خدمتِ اسلام کرتے تھے اس لئے ان کی قربانی کا مقام نہایت ہی اعلیٰ وارفع اور قابلِ صد رشک تھا۔

حاجی ممتاز علی خاں صاحب کی قربانی کا بھی یہی رنگ تھا۔ الحمدللہ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے اخلاص کو قبول فرمایا اور انجام بخیر ہُوا۔ اور بہشتی مقبرہ ان کا مدفن ہُوا۔ اس قربانی کی اور بھی زیادہ اہمیّت ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ایک نہایت اعلیٰ خاندان کے فرد تھے آپ کے والد بزرگوار ہندوستان کے مایۂ ناز لیڈروں مولانا محمد علی صاحب اور مولانا شوکت علی صاحب کے برادرِ اکبر تھے۔ ان سب کی ذاتی وجاہت کے علاوہ بھی یہ خاندان رامپور میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔

آپ کو بھی ۱۹۴۷ء میں مجبوراً ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن پھر ۱۹۴۸ء میں واپس قادیان اس نیّت کے ساتھ آ گئے تھے کہ قادیان ہی میں ان کو موت نصیب ہو آپ کی وفات ۱۹ رجولائی ۱۹۵۴ء کو ہوئی۔ اس روز تقریباً بارہ گھنٹے متواتر موسلا دھار بارش ہوئی اور پھر اگلے روز بھی قریباً پانچ گھنٹے بارش ہوئی۔ ۱۹۴۷ء اور ۱۹۵۰ء کی بارشوں سے بھی یہ بارش بڑھ گئی اب تو نہ صرف ریل کی پٹڑی کی روک بھی تھی کہ اسے کاٹا نہیں گیا تھا اور بوہڑی صاحب کی طرف نہر بھی بن چکی ہے۔ باوجود اس کے شہر قادیان نہ صرف مضافات سے بلکہ باہر کے محلوں سے بھی منقطع ہو گیا تھا ریتی چھلّہ سے ریلوے اسٹیشن اور نصرت گرلز اسکول تک پانی ہی پانی تھا اسی طرح بڑے باغ اور بہشتی مقبرہ میں بھی قادیان میں بہت سے مکانات گر پڑے۔ موضع رسول پور متصل قادیان کے باشندگان کو کوٹھوں پر پناہ لینی پڑی وہ چاہتے تھے کہ ریلوے لائن کے نیچے سے پانی گذرنے کے لئے زمین کاٹ دیں لیکن پولیس کی طرف سے اجازت نہیں ملی ایسی حالت میں کہ بہشتی مقبرہ کی قبروں کا ایک حصّہ پانی میں ڈوبا ہُوا تھا قبر بنانا بہت مشکل تھا۔ چند جوان ہمّت دوستوں نے بند باندھ کر قطعہ میں سے پانی باہر نکالا اور بصد دقّت قبر کھودی۔ لحد بن نہیں سکتی تھی اس لئے.... پھٹے رکھ کر اسے بند کیا گیا۔ ۲۰ رجولائی کو گیارہ بجے قبل دوپہر محترم مولوی عبدالرحمٰن

صاحب جٹ امیر مقامی نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر پر بعد تدفین محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے دعا کرائی۔[1]

۳۔ حضرت میاں فیروز دین صاحب سیالکوٹی ولد میاں گلاب دین صاحب

(ولادت قریباً ۱۸۷۷ء[2] — بیعت ۱۸۹۲ء[3] — وفات ۲۸ فروری ۱۹۵۴ء[4])

آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے دادا میاں نظام الدین صاحبؓ نے احمدیت قبول کی۔ آپ جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے اُن خوش قسمت صحابہؓ میں سے تھے جنہیں جنوری ۱۹۰۳ء کے سفر جہلم اور اکتوبر ۱۹۰۴ء کے سفر سیالکوٹ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ سفر سیالکوٹ کے موقع پر آپ حضورؑ کے استقبال کے لئے گوجرانوالہ[5] آگئے تھے۔

میاں صاحب موصوف نے ۱۵ جون ۱۹۳۹ء کو ایک بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

"میرے دادا صاحب کا نام میاں نظام الدین صاحب تھا جس زمانہ میں حضرت اقدس علیہ السلام یہاں ملازمت کے سلسلہ میں تشریف لائے تھے میرے دادا صاحب نے انکو محلہ ساروکجر میں مکان کرایہ پر لے کر دیا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے دادا صاحب سے ایک چھ ماشہ کی انگوٹھی بنوا کر بھی گھر بھیجی تھی میرے دادا صاحب کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گہرے تعلقات تھے۔ دادا صاحب کی وفات ۱۹۰۵ء میں ہوئی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانہ حضرت اقدس یہاں ملازم تھے وہ اتوار کے روز بارہ پتھر میں جو عیسائیوں کا مرکز ہے کتابیں لے کر بحث مباحثہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے جس مکان میں حضورؑ رہتے تھے صرف اس وقت لوگوں کو پتہ لگتا تھا جب کہ حضور کچہری میں تشریف لے جاتے تھے یا واپس آتے تھے۔ باقی وقت اندر ہی گذارتے تھے یہاں ایک حکیم منصب علی صاحب رہا کرتے تھے وہ حضرت صاحب سے ملاقات کے لئے جایا کرتے تھے ایک دفعہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ میں کیمیا گری جانتا ہوں اگر حضور چاہیں تو میں سکھانے کے لئے تیار ہوں۔ مگر حضورؑ نے فرمایا کہ یہ کیا بلا ہے مجھے اس

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۲۸ جولائی ۱۹۵۴ء صفحہ ۴ (صفحہ ۱۱) :: [2]،[3] روایات صحابہؓ (غیر مطبوعہ) جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۷ :: [4] ریکارڈ بہشتی مقبرہ الفضل ۷ نومبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۶ ::

[5] روایات صحابہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۸ تا صفحہ ۱۳۱ میں تفصیل ملاحظہ ہو۔

کی ضرورت نہیں۔

جب حضور علیہ السّلام نے مسیحیت کا دعویٰ کیا تو میرے دادا صاحب نے کچھ عرصہ بعد حضور علیہ السّلام کی بیعت کر لی اور سارے خاندان کو کہا کہ میں ان کا اس زمانہ سے واقف ہوں جب کہ حضورؑ یہاں ملازم تھے۔ اس لئے آپ لوگ میرے سامنے بیعت کر لیں۔ یہ مُنہ جھوٹوں کا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں ہمارے سارے خاندان نے بیعت کر لی۔[1]

سب سے پہلے ہمارے چچا میاں میراں بخش صاحب نے ہم تمام کی طرف سے بیعت کا خط لکھا۔ پھر ہم سارے قادیان گئے اور جا کر بیعت کی ۱۸۹۲ء کے جلسہ سالانہ میں جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہُوا تھا سیالکوٹ کی جماعت کو رہائش کے لئے مسجد مبارک میں جگہ ملی تھی کھانے کی ایک ہی دیگ تمام لوگوں کے لئے تیار کی گئی تھی۔ میٹھا پلاؤ پکایا گیا تھا۔

جس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے مجھے، میاں فیروزالدین صاحب، میاں میراں بخش صاحب حاجی فضل الدین صاحب اور میاں عبدالعزیز صاحب کو مسجد مبارک کی سیڑھیوں پر چڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ اب میں سمجھتا ہوں کہ سارا سیالکوٹ احمدی ہوگیا ہے جب کہ میاں نظام الدین کے خاندان کے افراد یہاں آ گئے ہیں۔[1]

آپ کے خلف الرشید حضرت بابو فضل الدین صاحبؓ ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ لاہور[2] کی روایت ہے کہ:-

"میرے والد محترم میاں فیروزالدین صاحب رضی اللہ عنہ مدفون بہشتی مقبرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم جب پہلی مرتبہ ۱۸۹۶ء[3] میں قادیان گئے تو حضور کی دستی بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی چونکہ والد محترم کے ہموطن تھے اس لئے اُن کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت مولوی صاحب موصوف کے ساتھ مسجد مبارک کے ساتھ ملحقہ کوٹھری میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد کا وہاں سے گذر ہُوا۔ ہم نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ صاحبزادہ کہاں تعلیم

---

[1] روایات صحابہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۷ (غیر مطبوعہ)۔ [2] ولادت ۲، فروری ۱۸۹۷ء وفات ۱۲ ستمبر ۱۹۷۳ء۔ تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۲۰۴ ریکارڈ بہشتی مقبرہ۔ [3] یہ واقعہ ۱۸۹۲ء کا ہے۔ (ناقل)۔

حاصل کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں اس کا باپ تعلیم حاصل کرتا ہے![1]

۴۔ مرزا محمد احسن بیگ صاحبؓ راجستھان

(ولادت قریباً ۱۸۸۹ء ۔ بیعت ۲۰ اگست ۱۹۰۲ء اندازاً[2] ۔ وفات ۵ مارچ ۱۹۵۴ء)

مرزا محمد احسن بیگ صاحب مرزا اعظم بیگ صاحب کے پوتے تھے جن کے والد ماجد مرزا محمد بیگ صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی بڑی بہن حضرت مراد بیگم صاحبہ کے ساتھ شادی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے آپ کی وفات پر حسب ذیل نوٹ لکھا:۔

"مرحوم صحابی تھے۔ حضرت تائی صاحبہ[3] کی چھوٹی ہمشیرہ کے صاحبزادہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو بہت عزیز تھے۔ بعض سفروں میں حضور اُن کو اپنے ہمراہ رتھ میں بٹھلاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ حضور بٹالہ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو بٹالہ قادیان سڑک پر موضع اوآن بالمقابل وڈالہ گرنتھیاں کے قریب حضور کو پیشاب کی حاجت ہوئی اور مَیں نے پانی کا لوٹا بھر کر پیش کر دیا اور دوسری طرف مُنہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ حضور ابھی فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ایک آوارہ سانڈھ حضورؑ پر حملہ آور ہونے کے لئے لپکا۔ میرے پاس لاٹھی تھی جو مَیں نے اس پر تڑا تڑ لگائیں اور وہ بھاگ گیا۔ اس سفر میں بھی مرحوم حضورؑ کے ہمراہ رتھ میں سوار تھے اور کوئی دو سال کی بات ہے کہ انہوں نے ایک خط میں اس واقعہ کی طرف اشارہ بھی کیا تھا۔ حضورؑ نے مرحوم کے پاس خاطر مجھے اُن کے پاس کا مٹہ بھیج دیا تھا جب بھی مَیں واپسی کا ارادہ کرتا مرحوم حضورؑ کی خدمت میں لکھ دیتے اور حضور کا ارشاد مجھے آتا میاں عبدالرحمٰن ہماری خوشی چاہتے ہو تو مرزا احسن بیگ کے پاس رہو۔ اس پر میں ٹھہر جاتا۔ کم و بیش چار سال تک ان کے پاس میرا قیام رہا۔ گو درمیان میں تھوڑے عرصہ کے لئے قادیان آنے کا موقعہ بھی ملتا رہا۔ ۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ایک چیتے نے مجھے زخمی کر دیا اور اس وجہ سے

---

[1] تاریخ احمدیت لاہور صفحہ ۲۰۴-۲۰۵ (از مولانا شیخ عبدالقادر صاحبؒ)۔ [2] الحکم ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء۔

[3] محترمہ حرمت بی بی صاحبہ اہلیہ مرزا غلام قادر صاحب مرحوم (برادر اکبر حضرت مسیح موعودؑ) حضرت مسیح موعودؑ کو ۱۹۰۰ء میں الہام ہوا۔ "تائی آئی" یہ الہام اس طور پر پورا ہوا کہ آپ ۱۹۱۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئیں۔

میں وہاں سے واپس آگیا۔ مرحوم کی عمر پینسٹھ[65] برس کی ہوگی۔ مرحوم کے خاندان کے سوا اس مقام پر کوئی احمدی نہیں ہے[1]۔

آپ کو حضرت مصلح موعودؓ کی ذات مقدس کے ساتھ گہرے دوستانہ تعلقات کا شرف حاصل تھا۔ حضورؓ نے ایک بار رؤیا میں دیکھا کہ آپ آئے ہیں۔ یہ خواب غیر معمولی رنگ میں کس طرح بہت جلد پوری ہوگئی؟ اس کا ذکر حضور ہی کے الفاظ میں پڑھئے۔ حضورؓ نے ۴؍اپریل ۱۹۴۲ء کو مجلس عرفان کے دوران فرمایا:۔

"بعض دفعہ اللہ تعالیٰ ایمان کی مضبوطی کے سامان بہت جلد پیدا کر دیتا ہے۔ گذشتہ دو دن چونکہ بارش ہوتی رہی ہے۔ اس لئے میں بیٹھ نہ سکا۔ ہفتہ کے دن مغرب کی نماز کے بعد ہم یہاں بیٹھے اور میں نے دوستوں کو ایک رؤیا سنایا تھا۔ میں نے کہا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مرزا احسن بیگ صاحب آئے ہیں اسی طرح پیر احسن الدین صاحب ڈپٹی کمشنر کے متعلق دیکھا کہ انہوں نے مجھے بلا بھیجا ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی تھی کہ کوئی احسن بات ظاہر ہونے والی ہے کیونکہ خواب میں جب کسی شخص کے متعلق دیکھا جائے کہ وہ آیا ہے تو اس سے مراد بعض دفعہ اس سے تعلق رکھنے والا کوئی واقعہ بھی ہوتا ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے پچھلے تیس[۳۰] سال میں ایک دفعہ بھی مرزا احسن بیگ کو خواب میں دیکھا ہو مگر ادھر میں نے یہ رؤیا دیکھا اور ادھر دوسری صبح یہ اطلاع آئی کہ مرزا احسن بیگ صاحب کی بیٹی قادیان آتی ہوئی گاڑی میں گم ہوگئی ہیں۔ مرزا افضل بیگ صاحب اپنے لڑکے کے رخصتانہ کے لئے وہاں گئے تھے۔ اور وہ اُن کی لڑکی کو رخصت کرا کے لا رہے تھے کہ راستہ میں گاڑی کا وہ حصہ جس میں مستورات سوار تھیں ریلوے والوں نے وہ گاڑی سے کاٹ کر کسی اور گاڑی کے ساتھ لگا دیا اور وہ گاڑی دوسری طرف چلی گئی۔ پس مرزا احسن بیگ صاحب کا رؤیا میں آنا درحقیقت یہی تعبیر رکھتا تھا۔ پھر اُدھر یہ واقعہ ہوا اور اِدھر آج رات ہی مجھے رؤیا میں یہ تمام نظارہ دکھا دیا گیا۔ اب تو مرزا افضل بیگ صاحب آچکے ہیں۔ مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ آ رہے ہیں اور نہ مجھے یہ معلوم تھا کہ کہاں یہ واقعہ ہوا۔ مگر آج رات جب کہ میں نے ان کے لئے دعا کی تو مجھے دکھا دیا گیا کہ اصل واقعہ یہ ہوا ہے کہ ایک اسٹیشن پر ان کی گاڑی کٹ کر کسی اور طرف لگ گئی

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۷؍اپریل ۱۹۵۴ء صفحہ ۲ کالم ۳۔

ہے اور جدھر وہ آ رہے تھے اس کے بجائے مشرق کی طرف چلی گئی ہے۔ چنانچہ آج دوپہر دو بجے کے قریب ان کے محلّہ کی ایک عورت ہمارے گھر میں آئی اور اس نے ذکر کیا کہ وہ لوگ رات ۱۲ بجے آگئے ہیں اور واقعہ یوں ہُوا تھا کہ ریلوے والوں نے گاڑی کا وہ حصّہ کاٹ کر ایک دوسری گاڑی کے ساتھ لگا دیا۔ جو آگرے کو چلی گئی۔ اس طرح مرزا افضل بیگ تو دہلی پہنچ گئے اور اُن کی بہو آگرے جا پہنچیں۔ مَیں نے بھی یہی دیکھا تھا۔ کہ گاڑی کٹ کر مشرق کی طرف چلی گئی ہے۔ اس طرح دونوں خوابیں پوری ہوگئیں۔ گاڑی کا کٹ جانا بھی پُورا ہوگیا اور مرزا احسن بیگ صاحب کا آنا بھی پُورا ہوگیا۔ کیونکہ اُن کی بیٹی آگرے سے مل گئی اور قادیان پہنچ گئی[1]۔

آپ حضرت مرزا ناصر علی صاحب کے داماد تھے۔ اُن کی بڑی بیٹی ممتاز بیگم صاحبہ پیر اکبر علی صاحب سے بیاہی گئیں اور دوسری بیٹی شریف بیگم صاحبہ آپ کے عقد میں آئیں۔

اولاد:- (۱). مرزا اشرف بیگ صاحب

(۲). زرینہ بیگم صاحبہ (۳). سلیمہ بیگم صاحبہ[2]

(۴). مرزا اطہر بیگ صاحب (بقیدِ حیات)۔ (۵). ناصرہ بیگم صاحبہ

۵ حضرت مولوی مہرالدین صاحبؓ لالہ موسیٰ

(بیعت اگست ۱۸۹۴ء ——— وفات ۲۹ مئی ۱۹۵۴ء[3])

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ۳۱۳ صحابہ کبار میں آپ کا نمبر ۲۰۴ ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص۴۳)

آپ سلسلہ احمدیہ کے ممتاز بزرگ عالمِ دین حضرت مولانا برہان الدین صاحب جہلمی کے شاگردوں میں سے تھے۔ لالہ موسیٰ میں احمدیت کا بیج آپ ہی کے ہاتھوں بویا گیا۔ لالہ موسیٰ میں آنے والے احمدی مسافر اکثر آپ کے پاس ٹھہرتے تھے۔ اور آپ کمال محبّت اور شوق سے اُن کی خدمت بجا لاتے تھے اور

---

[1] اخبار "الفضل" قادیان ۱۲ر اپریل ۱۹۴۴ء صفحہ ۱۔

[2] حضرت مصلح موعودؓ کے مذکورہ بالا بیان میں مرزا احسن بیگ صاحب کی جس بیٹی کی شادی کا ذکر ہے۔ وہ سلیمہ بیگم صاحبہ ہیں جو مرزا افضل بیگ کے فرزند مرزا ارشد بیگ صاحب کے ساتھ بیاہی گئیں۔

[3] الفضل ۱۶ر جون ۱۹۵۴ء ص۳۔

اپنوں اور بیگانوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے[1] آپ اپنے قبول احمدیت کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"میں لالہ موسیٰ میں گارڈ ننگ روم میں خانساماں تھا اور وہاں سے جہلم سودا لینے کے لئے جایا کرتا تھا۔ ۱۸۹۲ء میں حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی سے قرآن مجید پڑھا کرتا تھا۔ وہ اس وقت احمدی تھے۔ میں نے ان سے حضور کے دعویٰ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم آپ جاکر حضرت صاحب کو دیکھو اور اُن سے ملو کیونکہ تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی کو کہا جائے کہ یہ روپیہ کھرا ہے تو پھر وہ جاکر پتھر پہ مارتا ہے تاکہ کھرے کھوٹے کی شناخت کرے تو بہتر یہ ہے کہ تم پہلے جاکر آپ دیکھ لو اس کے بعد میں چار یوم کی رخصت لیکر قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ مغرب کا وقت تھا۔ اور حضور مسجد مبارک کی چھت پر تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت مسجد میں صرف چھ آدمی ہی بیٹھ سکتے تھے اور دو آدمی اس کی منڈیر پر بیٹھ سکتے تھے۔ مولانا حکیم فضل دین صاحب بھیروی نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مہرالدین کی بیعت منظور فرمائیں۔ حضور نے فرمایا ابھی نہیں۔ حکیم صاحب نے پھر اصرار کیا کہ شاید پھر حضور کو فرصت نہ ملے مگر حضور اس پر خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی برہان الدین صاحب جو قادیان میرے آنے سے پہلے ہی آئے ہوئے تھے وہ بھی اس وقت پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور جیسا فرماتے ہیں وہی درست ہے۔ میرے خیال میں میری بیعت اس دن اس لئے نہ لی کہ دوسرے دن عبداللہ آتھم کی پیشگوئی کے پورا ہونے کی تاریخ تھی۔ چنانچہ دوسرے دن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام غالباً ظہر کے وقت مسجد میں ایک کاغذ پر ایک مضمون لکھ کر لائے جسے حضور نے مسجد میں پڑھ کر سُنایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ آتھم نہیں مَرے گا کیونکہ اس نے حق کی طرف رجوع کر لیا ہے اور میں پُرخار جنگلوں میں چلوں گا نازک پاؤں والے جو میرے ساتھ نہیں چل سکتے وہ ابھی سے علیحدہ ہو جائیں[2]۔۔۔

چار دن کے بعد قادیان سے واپس اپنے وطن چلا گیا۔ وہاں سے پھر میں تین چار ماہ کے بعد غالباً اگست میں قادیان آیا۔ میرے دل میں راستے میں بہت سے شبہات اُٹھتے تھے کہ جس کے پاس تم جاتے ہو وہ شاید ملے یا نہ ملے تو اس صورت میں تمہارے جانے کا کیا فائدہ ؟ پھر میں نے

---

[1] الفضل ۲۰ جون ۱۹۵۴ء صفحہ ۵۔ [2] "انوار الاسلام" صفحہ ۲۳

بٹالہ سے پیدل چل کر تہر پہ نماز ظہر ادا کی۔ عصر کے وقت مَیں قادیان پہنچا۔ مجھے خیال آیا کہ مَیں مسجد مبارک میں جاؤں اور کسی واقف سے بات چیت کروں۔ اس لئے میں سیدھا مسجد مبارک میں آیا جب میں سیڑھیوں کے اوپر پہنچا تو دیکھا کہ حضور کھڑے ہیں۔ مَیں نے السّلام علیکم عرض کیا اور حضور نے مصافحہ کیا اور پیچھے ہٹ کر حضور اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کہاں سے آئے۔ اس وقت میرے راستے کے سارے شبہات مٹ گئے کیونکہ میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ شاید حضور ملیں گے بھی یا نہیں۔ مگر یہاں پر اس کے برخلاف حضور مجھ سے شفقت کی باتیں کرنے لگے۔ حضور نے پوچھا کہ آپ اپنے وطن میں کیا کرتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ گارڈنگ روم میں خانساماں ہوں۔ حضورؑ نے وہاں کے کھانوں کی تفصیلات دریافت فرمائیں۔ اس کے بعد میں نے بیعت کے لئے عرض کی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ آپ نے آگے بیعت نہیں کی تھی۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضور نہیں۔ آپ نے مجھے واپس کر دیا تھا۔ حضورؑ نے اسی وقت میری بیعت منظور فرمائی.....

اس کے بعد میں پھر ایک دفعہ قادیان آیا یہ غالباً ۱۹۰۰ء کا ذکر ہے۔ قمر الدین صاحب جہلمی گھڑی ساز میرے ساتھ آئے تھے انہوں نے کہا کہ میں بیعت کرنے کے لئے آیا تھا اور اب میرا دل نہیں چاہتا۔ تو ہم نے ڈاکٹر عبداللہ کے ذریعے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ملاقات کا کچھ وقت مل جائے۔ حضور علیہ السّلام نے عصر کے وقت ہمیں وقت عنایت فرمایا اور اندر مکان کے برآمدے میں بلوالیا۔ گرمی کا موسم تھا حضورؑ نے غرارہ پہنا ہوا تھا۔ ململ کا کرتہ تھا اور رُومی ٹوپی تھی۔ حضورؑ نے فرمایا کہ کیا کہتا ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ نے کہا کہ حضورؑ یہ قمر الدین کہتا ہے مَیں بیعت کرنے کے لئے آیا تھا اور میرا اَب جی نہیں چاہتا۔ کیونکہ مجھے دل میں قبض ہو گئی ہے۔ حضورؑ نے اس پر فرمایا کہ ہاں ضرور قبض ہونی چاہیئے کیونکہ ایمان بازار سے نہیں ملتا کہ انسان پھر خرید لے گا مگر سوال یہ ہے کہ اگر یہاں سے یہ قبض لے کر جائیں گے تو اس میں اور بھی زیادتی ہو گی آپ کو چاہیئے کہ جب تک یہ کیفیت دُور نہ ہو یہاں سے نہ جائیں کیونکہ جب دُنیا کے کام بگڑ جائیں تو تم چھوڑ نہیں دیتے اس کے سنوارنے کی کوشش کرتے ہو اور یہ ایمان کا معاملہ ہے کیا تم اسے ایسا ہی چھوڑ دو گے یہ تو ٹھیک نہ ہو گا۔ ہم پروا نہیں کرتے کوئی بڑا سے بڑا عالم جب ہم قرآن پیش کرتے ہیں تو یا وہ اس کا جواب دے گا یا مان لے گا۔ دو ہی صورتیں ہیں اگر وہ جواب بھی نہ دے اور مانے بھی نہیں تو شرارت اس کی ثابت ہو جائے گی۔ اس پر مجھے بھی

ایک وہم ہُوا کرتا تھا کہ ہم قرآن کی آیت کسی عیسائی کے سامنے پیش کریں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میرا قرآن پر ایمان نہیں. ہمارے لئے یہ اتمام حجت نہیں ہوسکتا اس وقت مرے وہم کا بس حضور نے ازالہ کر دیا حالانکہ شرم کے مارے میں نے سوال پیش نہیں کیا آپ نے اس تقریر کے ضمن میں یہ فرمادیا کہ ہم اس کی پروا نہیں کرتے کہ کوئی یہودی یا نصرانی ہو یا آریہ ہو اور وہ کہہ دے کہ قرآن ہمارے لئے حجت نہیں ہوسکتا کیونکہ ہمارا اس پر ایمان نہیں. ہم کہتے ہیں کہ وہ وجہ بیان کرو جس سے تمہارا اس پر ایمان نہیں. اگر وجہ بھی بیان نہ کرسکو اور ایمان بھی نہ لاؤ تو اتمام حجت تم پر ہوگیا یا تم عذر کرکے اپنی بریت ثابت کرو یا پھر مان لو تو اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو اتمام حجت تم پر ہوگیا. اس کے بعد حضور اندر تشریف لے گئے اور ہم باہر آگئے۔

اس کے بعد ایک دفعہ عید کے موقع پر قادیان آیا (اس کا سن یاد نہیں) تو حضور نے مسجد اقصیٰ میں عید کے موقع پر فرمایا کہ میرے گاؤں کے جو لوگ ہیں ان کو دعوتِ جسمانی دی جائے اور اس کے بعد روحانی دعوت دی جائے. اس پر مولوی محمد احسن امروہوی اور مولوی نورالدین صاحب اُن کو سمجھانے کے لئے لگائے جائیں تو میں نے عرض کیا کہ حضور اس کے لئے مولوی محمد احسن امروہوی موزوں نہیں ہیں. مولوی برہان الدین جہلمی موزوں ہیں کہ وہ پنجابی میں تقریر کرتے ہیں. حضور علیہ السّلام نے میری اس تجویز کو منظور فرمایا اور مولوی برہان الدین صاحب جہلمی نے پنجابی میں تقریر کی. اس روز پچیس ۲۵ آدمی نے بیعت کی اس پر حضور بہت خوش ہوئے[1]

۶۔ حضرت میرزا محمد رمضان علی صاحبؓ پشاوری

(ولادت قریباً ۱۸۶۶ء ۔ بیعت ۱۸۹۷ء ۔ وفات ۱۸ جون ۱۹۵۴ء)

آپ نسباً فاروقی اور مذہباً شیعہ تھے. شروع جوانی میں ہی تکمیلِ دینیات کرکے صوفیاء کی صحبت اختیار کی. اصلاحِ نفس اور صفائی قلب کے واسطے مجاہدات کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ علم توجہ کی طرف بھی راغب رہے. حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ اور حضرت مولانا غلام حسن خانؓ کے فیض تربیت اور شاگردی کا اثر تھا کہ آپ جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اور عبادات اور تقویٰ شعاری

---

[1] روایات صحابہ جلد ۱ صفحہ ۱۴ - ۵۱.

میں خوب ترقی کی ۔ آپ کے اخلاق حسنہ ، خاموش تبلیغ اور دعاؤں کے نتیجہ میں خدا کے فضل سے کئی سعید روحوں کو صداقت قبول کرنے کی توفیق ملی۔[۱] چنانچہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی قاضی خیل ہوتی ضلع مردان سابق امیر جماعت سرحد تحریر فرماتے ہیں :-

"آپ کے توسط ، تبلیغ اور صحبت صالح سے آپ کے خالہ زاد بھائی محترم نذر علی خان صاحب میرزا یوسف علی خانصاحب اور میرزا رجب علی خان صاحب پسران مرزا نوروز علی خان صاحب کشمیری محلہ چیڑدہ کوہان پشاور ۱۹۰۲ء میں احمدی ہوئے اور محترم میرزا نذر علی مرحوم نے شیعہ مذہب کی تردید میں کثرت سے مضامین اور رسائل شائع کئے ۔ آپ کے توسط سے میرزا شبیر علی خان خلف میرزا رجب علی خان صاحب ساکن کوچہ گل بادشاہ شہر پشاور جو سوات لیوی میں جمعدار تھے ۔ اور شیعہ سے احمدی ہوئے ۔ میرزا محمد سلطان صاحب اور میرزا محمد شریف خان اور صوفی محمد اسمٰعیل صاحب احمدی ہوئے ۔ حضرت میرزا رمضان علی صاحب فطرتاً نہایت حلیم الطبع ، بُردبار ، صوفی منش ، مرنجان مرنج انسان تھے تہجد خوان ، پرہیزگار ، خیرخواہ اور ہمدرد تھے ۔ قرآن کریم کی تلاوت کا بڑا شوق تھا ۔ محترم میرزا نذر علی خان بھی خوش الحان اور ذوق وشوق سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے آپ کی مجلس میں کشوف و رؤیا اور الہام کا تذکرہ رہتا اور خود بھی صاحب کشف والہام تھے ۔ اکثر دعاؤں میں لگے رہتے مستجاب الدعوات تھے ...... آپ نے احمدیت کی وجہ سے .... ہر طرح کی اذیت صبر و تحمل سے برداشت کی آپ کو صوفیت اور صوفیاء سے انس رہا۔"[۲]

آپ کا جنازہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نے پڑھایا اور آپ کو پشاور کے احمدیہ قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا ۔

اولاد :- (۱) میرزا عبد الواحد صاحب مرحوم ۔ (۲) میرزا عبد اللہ جان صاحب مرحوم۔[۳] (۳) میرزا نثار احمد صاحب[۴]

---

[۱] غیر مطبوعہ مکتوب میرزا نثار احمد صاحب فاروقی پشاور (۱۵ اپریل ۱۹۷۶ء) ۔ [۲] تاریخ احمدیت سرحد صفحہ ۲۳۔۲۲ (از حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت احمدیہ سرحد) مطبوعہ منظور عام پریس پشاور۔ [۳] یہ دونوں غیر شادی شدہ فرزند آپ کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے مگر آپ ہمیشہ راضی بقضا رہے اور نہایت صبر و شکر سے یہ صدمات برداشت کئے [۴] موصوف بقید حیات اور صاحب اولاد ہیں ۔ آپ کو جلسہ سالانہ اور بعض مرکزی اجتماعات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام سنانے کے کئی مواقع میسر آئے ۔

۷۔ حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ "مرہم عیسیٰ"

(ولادت قریباً ۱۸۶۹ء[۱] ۔ بیعت ۱۸۹۲ء[۲] ۔ وفات ۲۸ اکتوبر ۱۹۵۴ء[۳])

آپ سلسلہ احمدیہ کے پُرجوش مبلغ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ مبارک میں آپ کی تبلیغ سے کئی لوگ احمدی ہوئے۔ آپ کو ۳۱۳ اصحاب میں شمولیت کا فخر بھی حاصل تھا حضور اقدس علیہ السّلام نے ضمیمہ "آئینہ کمالاتِ اسلام" اور ضمیمہ "انجام آتھم" کی فہرستوں میں آپ کا نام بالترتیب نمبر ۲۵۰ اور نمبر ۱۷۲ پر درج فرمایا ہے

آپ لاہور کے بہت بڑے رئیس خاندان میں سے تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ شاہان مغلیہ میں سے تھے۔ جن کو ایک زمانہ تک صوبہ پنجاب کی حکومت کا کام سپرد تھا حکیم موصوف کے پردادا نواب الٰہی بخش صاحب تھے۔ آپ کے چھوٹے بھائی نواب محمد سلطان صاحب تھے۔ جن کی لاہور میں سرائے سلطان لنڈا بازار اور کوچہ سلطان وغیرہ مشہور جگہیں ہیں حکیم صاحب موصوف کے والد بزرگوار حضرت میاں چراغ الدین صاحب رضی اللہ عنہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اولین صحابہ میں سے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والد بزرگوار بھی پنجاب کے نامور رئیسوں میں سے تھے۔ سرکار انگریزی کے عہد حکومت میں جب پنجاب کے بڑے رؤسا کو کسی تقریب کے لئے سرکاری طور پر لاہور بلایا جاتا تھا تو وہ رؤسا نواب محمد سلطان صاحب مرحوم کے رئیس خانہ میں جو لاہور ریلوے سٹیشن کے سامنے واقع تھا (جہاں آجکل برگنزا ہوٹل ہے) رہا کرتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے والد بزرگوار کو میاں محمد سلطان صاحب مرحوم سے دوستی اور محبت کا تعلق تھا۔ جب کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام بچپن میں اپنے والد کے ہمراہ رئیس خانہ میں تشریف لاتے تو وہ ہمیشہ میاں چراغ الدین صاحب (جو میاں محمد سلطان صاحب مرحوم کے بھائی کے پوتے تھے) اور میاں فیروز الدین صاحب (جو میاں محمد سلطان کے متبنّیٰ تھے) کے ساتھ مل کر خدا کی محبت کے حصول کے ذرائع پر اور دینی امور پر باتیں کرتے۔ اور اکٹھے نمازیں پڑھا کرتے تھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو دونوں سے محبت تھی۔

---

[۱] ، [۲] طبی مائۃ عامل ص۳ (مرتبہ حضرت حکیم محمد حسین صاحبؓ)

[۳] اخبار الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء/ ۳۰ اخاء ۱۳۳۳ہش ۔

اور حضور کے دعوے پر حضرت میاں چراغ الدین صاحب مرحوم اور حضرت میاں فیروز الدین صاحب مرحوم نے حضورؑ کی بیعت بھی کر لی تھی۔ حضرت میاں چراغ الدین صاحب کئی بار بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام جب ان کے مکان پر فروکش ہوتے تو اکثر حضور ان سے یوں مخاطب ہُوا کرتے تھے کہ "میاں صاحب تو میرے بچپن کے رفیقوں میں سے نہایت پیارے رفیق ہیں جو خدا نے مجھے دیئے ہیں" وغیرہ۔ حضرت میاں چراغ دین صاحب بچپن سے ہی صوفی منش، سادگی پسند، مسکین طبع، نیک دل اور باخدا انسان تھے۔

حضرت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ، حضرت میاں چراغ الدین صاحب رئیس لاہور کے پہلے اور سب سے بڑے لڑکے تھے۔ میاں چراغ الدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حکیم صاحب موصوف نے پیدائش کے بعد دو سال تک چلنا اور بولنا نہیں سیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے میاں چراغ دین صاحب کو سخت تشویش تھی۔ جب حکیم صاحب کی عمر ۲ سال ہو گئی تو اتفاقاً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کسی کام کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے اور میاں چراغ دین صاحب سے بھی ملے تو میاں چراغ دین صاحب حضرت اقدس کو گھر لے آئے اور اپنے بیٹے کو اٹھا کر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی گود میں ڈال کر عرض کیا کہ یہ بچہ نہ اب تک بولتا ہے اور نہ چلتا ہے حضورؑ اس کے لئے دُعا فرمائیں۔ چنانچہ حضورؑ نے ان کو گود میں لئے ہوئے لمبی دعا کی۔ اور اس کے بعد میاں چراغ دین صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ فکر نہ کریں انشاء اللہ یہ بچہ بڑا بولنے والا ہو گا۔ اور اپنی کثیر اولاد کی کئی نسلیں دیکھے گا۔ چنانچہ اس کے بعد بہت جلد آپ نے بولنا اور چلنا شروع کر دیا۔ آپ ساری عمر بلند آواز سے بولنے کے عادی تھے اور تبلیغ کرتے ہوئے کبھی تھکتے نہ تھے۔ خدا نے آپ کو اپنی اولاد کی چار نسلیں دکھلائیں جو آپ کی وفات کے وقت سینکڑوں کی تعداد میں تھی اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا فرمان حرف بحرف پورا ہُوا۔[1]

حضرت حکیم صاحب ۱۸۹۲ء میں داخل بیعت ہوئے اور حضرت مسیح موعودؑ کی ہدایت پر "مرہم عیسیٰ" کا اصل نسخہ تیار کر کے بڑی شہرت پائی اور "ملک بھر میں "مرہم عیسیٰ" ہی کے نام سے موسوم ہوئے۔ چنانچہ آپ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں لکھتے ہیں :۔

---

[1] الفضل ۴ دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ ۴ (مضمون ماسٹر نذیر حسین صاحب چغتائی)۔

"اسی زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا چرچا ہوا تو ہم قادیان پہنچے۔ اور وہاں دینی علوم حاصل کرنے کا بہت بڑا موقع ملا۔ اور کئی مسائل میں شرح صدر حاصل ہوئی۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت امام زمان کی بیعت میں داخل ہوگیا۔ ۱۸۹۲ء کا ذکر ہے اس زمانے میں حضرت مولوی نورالدین صاحب نہایت ہی بے نظیر عالم اور بہت ہی بڑے ذیشان طبیب تھے۔ اور مجھے ان سے اتنی محبت ہوگئی کہ میں ہر وقت ان کے پاس ہی بیٹھنا پسند کرتا تھا۔ وہ دین اور طب کے علم میں سمندر تھے۔ اور ایک فرشتہ خصلت دلربا نہایت حسین سفید ریش۔ اور بہت ہی بڑے بزرگ تھے۔ وہ قرآن مجید کا درس ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد دیا کرتے تھے۔ اور وہ درس اس قسم کا بے نظیر ہوتا تھا کہ میں نے اپنی ساری عمر میں ایسا درس کسی بڑے سے بڑے عالم کا بھی نہ سنا تھا۔ میں بڑے بڑے دوسرے مولویوں کے درس میں بھی جایا کرتا تھا مگر جو معارف اور حقائق حضرت سیدنا نورالدین اعظم کے درس میں تھے وہ کہیں بھی نہ پائے جاتے تھے۔ میں اپنی عادت کے مطابق زور سے سلام علیکم کہا کرتا تھا۔ اور میرے ہاتھ بڑھانے سے حضرت استاذی بھی نہایت محبت سے ہاتھ بڑھایا کرتے تھے۔ بہرحال ہم نے جو لذت اور جو شرف اور جو لطف علم طب اور علمِ دین کا قادیان میں حاصل کیا تھا۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں علیٰ وجہ البصیرت قرآن کا ایسا والہ وشیدا ہوگیا ہوں کہ میں قرآن پاک کی ایک آیت سننے کے ساتھ ہی وجد کی حالت میں آجاتا ہوں۔ میں نے حضرت استاذی حکیم نورالدین صاحب سے باوجود علم طب کے پڑھنے اور خود مطب کرنے کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں طب پڑھنے کے لئے ہی حضورؓ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں بہرحال اگر تم شوق سے پڑھنا چاہتے ہو تو ضرور پڑھو۔ میری طبیعت ان دنوں میں بہت جوشیلی تھی اور میں ہر ایک بات کے متعلق اعتراض کیا کرتا تھا۔ جس کا وہ نہایت ہی تسلّی بخش جواب دیا کرتے تھے۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ خدا کے ہی کام ہوتے ہیں اسی نے ہی ایسے اسباب اپنے فضل سے مہیا فرما دیئے کہ ہمیں ایسے بڑے بزرگوں سے بھی استفادہ اور تعلیم حاصل کرنے کی توفیق ملی۔

حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کے بعد میں نے جوش بھرے اور دردمندانہ آواز سے کہا کہ میں گلی گلی اور کوچے کوچے اور شہر بشہر پھر کر بھی اس بات کی تبلیغ کروں گا کہ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ اسرائیلی نبی فوت ہوچکے ہیں اور آنیوالے

مسیح موعودؑ حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ صلوات من ربہ و رحمتہ ہیں۔ حضرت والد صاحب بزرگوار بھی یہی چاہتے تھے کہ میں حضرت سیدنا حکیم نور الدین صاحب کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہوں۔ ان کے برابر تو کس نے ہونا تھا ان کے شاگردوں میں سے سب سے بڑھ کر نام پاؤں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت والد بزرگوار کی یہ تمنا پوری ہوئی۔

ان دنوں ایک حیرت انگیز انکشاف ہوا۔ اور حضور مسیح موعودؑ نے مرہم عیسیٰ کے متعلق انکشاف فرمایا کہ یہ حضرت مسیحؑ کے صلیبی زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس وقت میں نے قرابا دین میں اس کے اصل نسخہ کے متعلق تلاش شروع کی۔ کیونکہ اس کے مختلف نسخے تھے کسی نسخہ میں ایک دوائی تھی اور کسی میں دوسری اور کسی میں کسی دوائی کا بدل لکھا ہوا تھا۔ میری طبیعت میں چونکہ خاص جستجو کا مادّہ ہے اس لئے میں نے لاہور کی پبلک لائبریری کی جو عجائب گھر کے سامنے ہے تمام قرابادینوں کو پڑھنا شروع کیا۔ خدا کی شان ہے کہ میں نے جتنے نسخے مرہم عیسیٰ کے دیکھے ایک کتاب کے دوسری کتاب کے ساتھ وہ نسخے نہیں ملتے تھے۔ کہیں اوزان کا اختلاف تھا اور کہیں دواؤں کا۔ آخر تلاش کرتے کرتے لائبریری میں سے ایک انگریزی طبی ڈکشنری سے یہ اصل نسخہ مل گیا۔ اور اس میں تمام نام جو دوائیں مرہم عیسیٰ میں پڑتی تھیں وہ انگریزی میں لکھے ہوئے تھے۔ جب میں نے مرہم بنانے کا ارادہ کیا تو پہلے میں نے تمام دیسی عطاروں اور دوا خانوں سے مرہم عیسیٰ کی دوائیں تلاش کرنی شروع کیں مگر ان میں جاؤ شیر۔ سکبینج اور زراوند طویل کہیں سے دستیاب نہ ہوئی۔ آخر میں نے انگریزی نام جو ان دواؤں کے تھے اور وہ یہ تھے:۔

ارسٹولوچیا لانگا [1] (زراوند طویل)

اوپوپونکسکائی رونم (جاؤ شیر [2])

سگابینم [3] (سکبینج)

یہ تین دوائیں ہم نے خاص ولایت سے منگوانے کا آرڈر دے دیا۔ ولایت میں

---

[1] ARISTOELCHIA LONGA [2] فارسی نام گاؤ شیر۔ انگریزی نام GALBANUM

"لغات کبیر" حصہ دوم ص ۱۲۱ مؤلفہ حکیم محمد کبیر الدین شیخ الجامعہ جامعہ طبیہ دہلی طبع سوم ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء۔

[3] SAGABANUM

بیروز ویلکم ایک بہت بڑی کمپنی مشہور دوا فروش کی تھی اس سے یہ دوائیں منگوائیں۔ اور نہ پونڈ، پونڈ بلکہ بیس، بیس پونڈ تک منگوائیں۔جس پر میرا ایک ہزار روپیہ خرچ ہو گیا۔اس وقت مَیں نے یہ دوائی اصلی اجزاء کے ساتھ بنانی شروع کی۔اور خدا کے فضل سے میں اس کے بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اصل دوا مہیا ہو گئی یعنی اصل نسخہ مرہم عیسیٰ کا تیار ہو گیا۔اور مَیں نے اس دوا کا اشتہار اس رنگ میں دینا شروع کیا کہ ایک تو اس سے تبلیغ کا پہلو نکلے اور دوسرا عیسائیت پر حجت تمام ہو اور خدا کا کلام قرآن مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ صحیح اور بالکل خدا کا سچا کلام ثابت ہو اور عیسائی دُنیا معلوم کرلے کہ قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بالکل حق ہے۔چنانچہ مَیں نے اشتہار کی یہ صورت بنائی کہ اشتہار کے سرے پر تو مرہم عیسیٰ۔مرہم حواریین۔مرہم رُسل موٹے حروف کے ساتھ چھپوایا اور اشتہار کے درمیان میں حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم کی وہ تصویر جو گرجوں میں لٹکی ہوتی ہے اور حواریوں کی وہ تصویر جو حضرت مسیح کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور حضرت مسیح کے ہاتھوں میں وہی صلیب پر میخیں ٹھوکنے کے نشان جو وہ حواریوں کو دکھا رہے ہیں۔اور ان حواریوں میں سے ایک حواری کا طبیب ہونا جیسا کہ لوقا کے متعلق کے انجیلوں میں لکھا ہے پیارا طبیب۔ وہ بارہ حواری اور بارہ دوائیں اور پرانے وقت کا وہی کھرل اور وٹہ اور دوائیں بنانے کی ترکیب حضرت مسیح کے صلیبی زخموں کے لئے جو یہ مرہم بنائی گئی تھی۔اس کا رنگ دے کر اس تصویر کے نیچے اس مرہم کے فوائد درج کئے گئے تھے۔اور مَیں اس وقت بھاٹی دروازہ میں اس مکان میں رہتا تھا جو والد صاحب بزرگوار نے مجھے علیحدہ بنا کر دیا تھا۔اس تصویر والے اشتہار کے ساتھ ایک بہت بڑا پوسٹر بہت بڑی موٹی جلی قلم سے نہایت خوشخط اس زمانے میں میاں نتھو بہت بڑے خوشنویس تھے ،ان کے ہاتھ سے لکھوا کر اور گلاب سنگھ کے پریس میں چھپوا کر اس مرہم کی وجہ تسمیہ یہ لکھی تھی کہ مرہم عیسیٰ اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح صلیب پر سے زندہ بچ گئے حواریوں نے حضرت مسیح کے صلیبی زخموں پر لگانے کے لئے الہام الٰہی کے ماتحت اس مرہم کو بنایا تھا۔حضرت مسیح تو بیماروں کو اچھا کرتے تھے مگر اس مرہم نے حضرت مسیح کو چنگا کر دیا۔ اس اشتہار کا نکلنا تھا کہ تمام عیسائی دُنیا کے اندر ایک تہلکہ مچ گیا۔اس زمانے میں لاہور کے جو ڈپٹی کمشنر تھے وہ سلطان پورہ کیمپ میں گئے ہوئے تھے وہاں انہوں نے ایک

پولیس کے بڑے آفیسر کو میرے پتے پر میرے مکان پر یہ کہلا کر بھیجا کہ اس اشتہار کو جو تم نے شائع کیا ہے اس کو فوراً تمام درو دیوار سے اتار دو ورنہ تمہیں گرفتار کیا جائے گا۔اس زمانہ میں خواجہ کمال الدین صاحب وکیل اور کالی پرسن ایک بنگالی وکیل۔ ان دونوں کو مَیں نے اس مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کر لیا۔ والد صاحب بزرگوار چونکہ نہایت ہی رقیق القلب تھے انہوں نے سمجھا کہ شاید میرے بیٹے کو کہیں قید ہی نہ کر لیا جائے اور کوئی سزا ہی نہ دی جائے۔رات دن روتے رہتے تھے۔اور مجھ سے کہتے تھے کہ تم نے ایسا اشتہار کیوں نکالا۔مگر میرے دل کے اندر اس قدر خوشی اور اس قدر مسرت اور اس قدر جوش تھا کہ میں والد صاحب بزرگوار سے عرض کرتا تھا کہ آپ گھبرائیں نہیں اللہ تعالےٰ بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔اُدھر حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ اس اشتہار کو دیکھ کر بڑے خوش تھے۔اور ہر تاریخ پر جو اس مقدمہ کی ہوا کرتی تھی میں حضرت صاحب کے پاس جایا کرتا تھا۔اور وہ بھی اس قدر خوش تھے کہ مَیں ان کی خوشی کو بیان نہیں کر سکتا۔صبح کی سیر کے وقت جب حضرت مسیح موعودؑ دوستوں کے ہمراہ جایا کرتے تھے تو ڈاکٹر نور محمدؐ نے جو کہ کوچہ چابک سواراں لاہور لوہاری دروازہ میں رہا کرتے تھے آگے بڑھ کر حضرت سے عرض کیا کہ حضور اگر فرمائیں تو مَیں بھی اس کا اشتہار دُوں اور محمدؐ حسین کے ساتھ مَیں بھی ان کے اس مقدّمہ میں شریک ہو جاؤں۔تو حضرت نے بڑی نفرت سے فرمایا کہ آپ ہرگز یہ اشتہار نہیں نکال سکتے۔جس کا حصّہ تھا اللہ تعالےٰ نے اسی سے یہ کام کرایا ہے۔اس اشتہار کے واقعات بہت ہی عجیب ہیں۔سیالکوٹ اور لاہور کی اخباروں میں اس مقدمے کا اتنا چرچا ہوا کہ حد ہی ہوگئی۔ اخباروں نے اس بات پر زور دیا کہ امہات المؤمنین جو عیسائیوں نے شائع کی ہے۔ جس میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اور حضور کی خانگی زندگی پر نہایت ناپاک اور دُور از صداقت جو حملے کئے گئے ہیں ان کے مقابل پر اشتہار عیسائیوں کے لئے ایک سبق ہے۔ ان کو اس اشتہار سے جو واقعات کے مطابق اور صحیح تاریخ کے ساتھ لکھا گیا ہے اور حق بات بیان کی گئی ہے اس قدر غیظ و غضب کیوں ہوا کہ تمام عیسائی پبلک ہی بغاوت کے لئے تیار ہو گئی۔

غرض ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں ہم پہنچے۔خواجہ کمال الدین صاحب اور کالی پرسن بنگالی میری طرف سے وکیل تھے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کی خدمت میں یہ بیان کیا کہ اشتہار جو دیواروں پر لگ چکے ہیں وہ اتنی کثرت سے چسپاں ہیں کہ باوجود ساری جماعت احمدیہ کی کوشش کے ہم ان کو ایک دن

کے اندر نہیں اتار سکتے۔ ڈپٹی کمشنر اپنے عملے کو حکم دے کہ وہ اشتہار دیواروں پر سے اتار ے۔ اس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ میں اپنا حکم نہیں بدل سکتا۔ پھر ہم اوپر کی کچہری میں سیشن جج کے پاس پہنچے اور اس مقدمہ کی اپیل وہاں دائر کر دی۔

چنانچہ جب میں مقدمے کی پیروی کے لئے وکیلوں کو لے کر سیشن جج کی عدالت میں گیا تو اس نے تصویر والا اشتہار دیکھ کر اس قدر غضب کا اظہار کیا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ اور اس نے ہمارے مقدمے کے متعلق کوئی اپیل نہ سنی اور اس کو خارج کر دیا۔ اور پھر ہم ہائی کورٹ میں پہنچے۔ ہائیکورٹ میں جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو عیسائیوں کی طرف سے لاٹ پادری اور دوسرے عیسائی منّاد بھی موجود تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ججوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے ایک عرضداشت اپنی قلم مبارک سے لکھ کر دی تھی گویا عیسائیوں پر حجت تمام کر دی۔ اس میں حضور نے ایک ایسی بے نظیر بات لکھی تھی کہ جس کا کوئی جواب لاٹ پادری بھی نہیں دے سکتا تھا حضور نے اس میں یہ لکھا تھا کہ انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے صلیب کے بعد اپنے صلیبی زخم حواریوں کو دکھائے تھے۔ اور حواریوں میں سے ایک طبیب بھی تھا۔ چنانچہ لوقا کے متعلق انجیلوں میں لکھا ہے پیارا طبیب۔ طب کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ یہ مرہم مسیح کے لئے بنائی گئی تھی۔ اور حضرت مسیحؑ کی زندگی میں سوائے صلیب کے واقعہ کے کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا جس کے لئے حضرت عیسیٰؑ کے لئے مرہم بنائی جاتی۔ پس انجیلیں بتاتی ہیں کہ حضرت مسیح کے ہاتھوں میں صلیبی زخم تھے اور طب کی کتابیں بتاتی ہیں کہ وہ زخم اس مرہم سے اچھے ہوئے تھے۔

ہائیکورٹ میں اس مقدمہ کو سننے کے لئے بہت بڑی مخلوق جمع تھی۔ اور حضرت والدم بزرگوار میاں چراغ الدین صاحب رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی اور میرے چچا اور دوسرے تمام رشتہ دار اس مقدمہ کو سننے کے لئے ہائیکورٹ میں گئے ہوئے تھے۔ اس وقت جج ایک انگریز تھا جس کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا تھا۔ اس نے حضرت مسیح کی اشتہار میں تصویر دیکھ کر اور مرہم عیسیٰ کے بڑے اشتہار پوسٹر اور انگریزی اشتہار جو میں نے الگ بطور ہینڈبل کے تقسیم کیا ہوا تھا۔ اس کو دیکھ کر وہ ایسا برہم ہوا اور غصہ میں بھر گیا۔ اور اسی غصہ کی حالت میں اس نے کہا

کہ اس اشتہار کے لکھنے والا کون ہے؟ ۔ مَیں جج کے سامنے حاضر ہُوا مگر اس کو غصے کے اندر کچھ نظر نہ آیا۔ پھر مَیں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کہا کہ کس نے یہ اشتہار شائع کیا۔ پھر میں اُٹھ کھڑا ہُوا اور میں نے کہا کہ یہ اشتہار میں نے شائع کیا ہے۔ وہ اپنے غیظ و غضب میں اس قدر بھرا بیٹھا تھا کہ میں باوجود اس کے سامنے ۲ دو دفعہ پیش ہونے کے اس کو پھر بھی نظر نہ آیا کہ اشتہار دینے والا مَیں ہوں۔ پھر اس نے تیسری دفعہ کہا کہ کون ہے جس نے یہ اشتہار شائع کیا ہے۔ پھر مَیں اٹھا تو میرے وکیل کالی پرسن نے جج کو مخاطب کیا اور کہا کہ کیا یہ عدالتیں ہیں کہ تین دفعہ میرا موکّل کھڑا ہُوا ہے اور اُس نے کہا کہ مَیں نے اشتہار دیا ہے مگر جج کو نظر تک نہیں آیا۔ اس وقت تمام گیلری کے اندر ایک شور مچ گیا۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسرا جج اس مقدمے کو سُننے کے لئے آگیا۔ اس وقت حضرت امام سیّدنا مسیح موعودؑ کا لکھا ہُوا وہ مضمون پڑھ کر سنایا گیا۔ جس کا ترجمہ خواجہ کمال الدین صاحب نے بنا کر دیا تھا۔ تو سارے پادری اور عیسائی حیران رہ گئے کیونکہ اس میں بتایا گیا تھا کہ انجیل بتاتی ہے کہ حضرت مسیحؑ کے صلیبی زخم تھے جو انہوں نے اپنے حواریوں کو صلیب پر سے زندہ اُتر آنے کے بعد دکھائے تھے۔ اور حواریوں میں سے ایک حواری طبیب بھی تھا جس کا نام لوقا تھا۔ الہام الٰہی کی بنا پر اس مرہم کو بنایا گیا تھا۔ اور حضرت مسیح کے صلیبی زخم بھی اسی سے اچھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد اس بات پر بحث ہوئی کہ مرہم عیسیٰ کا نام کچھ اور رکھ کر اس کو فروخت کیا جائے۔ اس وقت ہم نے اپنے وکیلوں کو سمجھا دیا ہُوا تھا کہ اگر کوئی ایسی بات پیش ہو جس سے اس مرہم کو دوسرے نام سے موسوم کرنے کے لئے جج اپنا فیصلہ لکھے تو ان کو بتایا جائے کہ اس طرح تو بہت سی دواؤں کے متعلق ہائیکورٹ کو ایک قانون بنانا پڑے گا۔ آج عیسائی لوگ مرہم عیسیٰ کے نام سے بھی رنجیدہ ہوتے ہیں تو کل ہندو سوسائٹی گاؤ زبان کے نام سے بھی رنجیدہ ہو گی۔ اور حکومت کی لجسلیٹو اسمبلی کو مندرجہ ذیل دواؤں کے نام بدلانے کے لئے ایک قانون نافذ کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ہندو لوگ گاؤ زبان اور گئو دنتی کا لفظ اپنے مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی عود صلیب اور پنجہ مریم کے نام سے چڑتے ہیں۔ اور بھی بے شمار نام ہیں جن کے نام مذہبی نقطۂ نظر کے رو سے ہر مذہب والا اس کو سُننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ اس لئے یہ قانون نیا بنانا پڑے گا۔ کہ یہ یہ دوائیں جو اس نام کی مشہور ہیں ان کا نام بدلنا چاہیئے۔ اگر ہائیکورٹ ایسا کوئی قانون بنائے گا۔ تو ہم بھی اس مرہم کا نام بدل لیں گے۔ طب کی کتابوں میں سے نہ یہ نام محو ہو سکتے ہیں۔ اور نہ دوسرے کوئی

نام ان کے مقرر ہو سکتے ہیں۔

آخری بڑی حیث و بحث کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ نام تو یہی رہے مگر وجہ تسمیہ اس مرہم کی یہ نہ لکھی جائے کہ حضرت مسیح کے صلیبی زخموں کو چنگا کرنے کے لئے حواریوں نے اس کو بنایا تھا حضرت مسیح تو دوسرے بیماروں کو چنگا کرتے تھے۔ اس مرہم نے حضرت عیسیٰ کو چنگا کر دیا۔ بہرحال جب یہ فیصلہ ہو چکا تو ہم نے پوسٹروں میں سے اس کی وجہ تسمیہ نکال دی اور اس کی بجائے یہ لکھا کہ یہ مرہم حواریوں نے حضرت عیسیٰ کے لئے بنائی تھی اور یہ مرہم سرطان۔ خنازیر۔ بواسیر۔ طاعون اور تمام قسم کے زہریلے پھوڑوں کے لئے اکسیر ہے۔ اس کامیابی پر تمام اخباروں نے ہمیں مبارک باد دی۔ اور اسی مرہم کی وجہ سے ہندوستان۔ انگلستان اور تمام دوسرے ممالک میں میرا نام مرہم عیسیٰ مشہور ہو گیا اور مرہم کی اتنی بکری ہوئی کہ ہزاروں روپے ہم نے اس کی وجہ سے کمائے۔

دواخانہ میں اس دوائی کے ذریعے دوسری دواؤں کو بھی بہت شہرت حاصل ہو گئی اور ہم نے اپنے دواخانہ کا نام بھی دواخانہ مرہم عیسیٰ رکھا۔ اور اسی نام سے تمام ہندوستان اور دوسرے تمام ملکوں میں یہ دواخانہ مشہور ہے۔"[1]

آپ کی وفات پر ماسٹر نذیر حسین صاحب چغتائی نے ایک مضمون میں تحریر فرمایا کہ:-

"حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے طب میں شاگرد بھی تھے اور آپ سے والہانہ محبت بھی رکھتے تھے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو بھی آپ سے بے حد درجہ کی محبت تھی حضرت خلیفہ اوّلؓ نے اپنی وفات سے چند دن پہلے جبکہ خاکسار اور والدم بزرگوار اور دادا صاحب حضرت میاں چراغ الدین صاحب ان کے پاس تھے مجھے مخاطب کر کے فرمایا:- مجھے حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ بہت پیارے ہیں مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ میرے بعد مجھے چھوڑ دیں گے۔ میری محبت نے مجھے مجبور کیا کہ میں ان کے لئے دعا کروں کہ خدا اس تقدیر کو بدل دے۔ تو مجھے بتلایا گیا کہ گیارہ کے بعد یہ پھر میرے ہو جائیں گے۔ پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میاں نذیر تم نے گیارہ کا خیال رکھنا ہے۔ اس وقت دادا صاحب حضرت میاں چراغ دین صاحب بھی موجود تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کو خدا

---

[1] کتاب طبی مائۂ عامل مصنفہ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ صٹ تا صہ صہ تا صہ۱ : (مطبوعہ استقلال پریس لاہور۔ مارچ ۱۹۵۰ء)۔

نے یہ بھی بتا دیا ہوگا کہ وہ والد صاحب کی بیعت خلافت ثانیہ کے وقت زندہ نہ ہوں گے اسلئے حضور نے مجھے فرمایا (اور میاں چراغ دین صاحب کو اس کے لئے مخاطب نہیں کیا) چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ والد صاحب حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد غیر مبایعین جماعت کے لیڈروں میں جا ملے اور گیارہ سال بڑے زور سے مبایعین کی مخالفت کی۔ عین گیارھویں سال میں حضرت خلیفہ ثانی کی آکر بیعت کر لی۔ اور اس طرح حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ کی وہ بات پوری ہوگئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

حضرت میاں چراغ الدین صاحب ۱۹۲۰ء میں فوت ہوئے تھے اور والد صاحب نے ۱۹۲۵ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت کی تھی۔"[1]

حضرت مصلح موعودؓ کو آپ کی بیعت پر بہت خوشی ہوئی۔ اور حضور نے آپ کی درخواستِ بیعت کے جواب میں حسب ذیل خط ارقام فرمایا:۔

"مکرمی حکیم محمد حسین صاحب!

السّلام علیکم۔ آپ کا بیعت کا خط پڑھ کر مجھے نہایت خوشی ہوئی۔ دو وجہ سے ایک تو اس تعلق کی وجہ سے جو اس فتنہ سے پہلے آپ میں اور مجھ میں تھا۔ آپ کو جو محبت مجھ سے تھی اور جس خلوص سے آپ میرے ساتھ رہتے تھے۔ وہ حالت اور موجودہ حالت اس قدر متبائن تھی کہ دل کو اس پر صدمہ اور افسوس ہوتا تھا گو میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ اگر بعض نہایت ہی محبت کرنیوالے احباب اس موقع پر الگ ہو کر مقابل پر کھڑے نہ ہوتے تو شاید دشمنوں کا یہ اعتراض کہ مَیں نے کوئی سازش کی تھی۔ بعض لوگوں کے دلوں میں کھٹکتا رہتا۔ مگر بعض ایسے لوگوں کا فریق مخالف سے جا ملنا جو ہر وقت پاس رہنے والے تھے اور ہر قسم کے کاموں سے واقف تھے۔ اور ان کا اقرار کرنا کہ مَیں نے کوئی سازش نہیں کی۔ خدا تعالیٰ نے میرے لئے بریت کا ذریعہ بنا دیا۔ بہر حال پہلے تعلق کو مدّنظر رکھتے ہوئے مجھے آپ کے بیعت کرنے سے بہت خوشی ہوئی۔ دوسرا سبب آپ کے والد صاحب کا تعلق ہے۔ ان کا تعلق اور ان کی محبت عدیم المثال ہے وہ ان خاص لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو بے جان کر کے مسیح موعود علیہ السّلام کے سپرد کر دیا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ۔ ان کے اخلاص اور پھر اس محبت کی وجہ سے جو مجھے ان سے تھی مجھے اس اَمر کی دُہری خوشی ہوئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ

---

[1] الفضل ۴ دسمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۴۔

آج مرحوم کی رُوح بھی خوش ہوگی۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا ہے کہ عقائد میں جس قدر اختلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو دُور فرما کر ایسی حقیقی صفائی فرمائے جس کے بعد کوئی کدورت باقی نہ رہے۔ اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے اور اپنے عذاب سے پناہ میں رکھے۔ اللھم آمین

خاکسار

مرزا محمود احمد" [1]

مولانا شیخ عبدالقادر صاحبؓ (سابق سوداگرمل) "لاہور۔ تاریخ احمدیت" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت حکیم مرہم عیسیٰ صاحب قرآن مجید کے عاشق تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے ازحد محبّت رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو جب ایک شقی القلب مخالف نے نماز کے بعد مسجد مبارک ربوہ کے محراب میں گردن پر چاقو مارا تو آپ یہ سُن کر بے چین ہوگئے۔ ہسپتال میں بیمار تھے۔ آنکھ کا تازہ تازہ اپریشن ہُوا تھا۔ مگر آپ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور جب تک ربوہ پہنچ کر حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت نہیں کر لی چین نہیں لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے احسانات سُناتے وقت اکثر آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔" [2]

حضرت حکیم صاحب تہجد گزار اور شب بیدار بزرگ تھے۔ نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔ خلوت میں استغفار اور ذکر الٰہی کرنا اُن کا عمر بھر معمول رہا۔ نہایت درجہ مہمان نواز، لین دین کے معاملات میں صاف اور مخلوقِ خدا کے شفیق و ہمدرد!!۔ صحت آخر دم تک نہایت اعلیٰ تھی اور کوئی اُن کی صحت کو دیکھ کر ان کی اچانک موت کا خیال نہیں کر سکتا تھا۔ ۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۴ء کو اپنی ساری اولاد کو اپنے پاس بُلایا اور سب کو پابندِ دین رہنے کی وصیت فرمائی اور رات کو حرکتِ قلب کے بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ اگلے دن جماعتِ احمدیہ لاہور کے کثیر احباب نے مولانا عبدالقادر صاحب مبلغ سلسلہ کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی بعد ازاں آپ کی نعش بذریعہ لاری ربوہ لائی گئی۔

---

[1] "الفضل" قادیان ۱۵ر ستمبر ۱۹۲۵ء صـ۲ کالم ۳

[2] "لاہور۔ تاریخ احمدیت" صـ۱۲۴ مطبوعہ ۲۰ر فروری ۱۹۶۶ء۔

جہاں آپ مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں صحابہ کے ساتھ دفن کر دیئے گئے۔[1]

حضرت حکیم صاحب کی طبی خدمات ناقابل فراموش ہیں بہت سے پیچیدہ اور خطرناک امراض میں مبتلا مریض آپ کے زیر علاج رہے اور خدا کے فضل سے شفایاب ہوئے ملک کے کئی طبی اداروں کے صدر رہے۔ مدت دراز تک رسالہ "حکیم حاذق" کی کامیاب ادارت کی اور اکابر طب سے خراج تحسین وصول کیا۔ آپ کے قلم سے مختلف امراض اور جدید تجربات کے متعلق بہت سے مضامین چوٹی کے طبی رسالوں میں شائع ہوئے جن کی ترتیب و تدوین سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آپ کی طبی تالیفات یہ ہیں :-

طبی مأۃ عامل۔ طبی اربعین۔ بیاض مرہم عیسیٰ۔ شاہی طبی فارما کوپیا۔ افادات مطب نورالدین۔ مجربات خاندان حکیماں لاہور۔ مجربات خصوصی۔

اولاد

(۱) ڈاکٹر عبدالمجید صاحب چغتائی۔ (پیدائش ۴ر جنوری ۱۸۹۱ء وفات ۶ر مئی ۱۹۶۶ء) (۲) مرزا نذیر حسین صاحب (پیدائش ۱۰ر اگست ۱۸۹۲ء)۔ (۳) عبدالرحمٰن صاحب چغتائی انجینئر (پیدائش ۲۵ر دسمبر ۱۹۰۹ء وفات ۱۵ر اپریل ۱۹۷۴ء)۔ (۴) حکیم احمد حسین صاحب (پیدائش ۲۶ر جون ۱۹۱۲ء)۔ (۵)۔ رابعہ بیگم مرحومہ (پیدائش ۲۰ر مئی ۱۸۹۹ء۔ وفات ۲۸ر اپریل ۱۹۷۹ء)۔ (۶) عائشہ بیگم صاحبہ۔ (پیدائش ۲۵ر مارچ ۱۹۰۰ء)۔ (۷) سعیدہ بیگم صاحبہ (پیدائش اپریل ۱۹۰۳ء)۔ (۸)۔ حمیدہ بیگم مرحومہ (پیدائش جنوری ۱۹۰۴ء، وفات ۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۶ء)۔ (۹)۔ صغریٰ بیگم صاحبہ (پیدائش ۲۴ر جولائی ۱۹۱۴ء)۔ (۱۰) محمد احمد صاحب (پیدائش ۶ر دسمبر ۱۹۱۶ء)۔ (۱۱) حکیم محمد عیسیٰ صاحب (پیدائش ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۳ء)۔ (۱۲) محمد یحییٰ صاحب۔ (پیدائش ۴ر مارچ ۱۹۲۰ء)۔ (۱۳)۔ محمد ذکریا صاحب (پیدائش یکم جولائی ۱۹۲۳ء)۔ (۱۴) محمد الیاس صاحب (پیدائش ۱۲ر اکتوبر ۱۹۲۶ء) (۱۵)۔ محمد ادریس صاحب (پیدائش ۲۶ر جون ۱۹۲۹ء)۔ (۱۶)۔ آدم عبدالواسع صاحب (پیدائش ۱۹ر دسمبر ۱۹۳۳ء)۔

حضرت حکیم صاحب نے تین شادیاں کی تھیں۔ جن میں سے ستائیس ۲۷ بچے پیدا ہوئے۔ گیارہ بچے ابتدائی عمر میں فوت ہو گئے۔ جو زندہ موجود ہیں ان کے نام اوپر درج ہو چکے ہیں۔

---

[1] الفضل ۳۰ر اکتوبر و ۴ر دسمبر ۱۹۵۴ء۔

۸۔ حضرت حافظ احمد دین صاحبؓ ڈنگوی ولد حکیم پیر بخش صاحب

(ولادت قریباً ۱۸۶۹ء ۔ بیعت ۱۸۹۸ء ۔ وفات ۱۸۔۱۹ / نومبر ۱۹۵۴ء)

حضرت حافظ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ :-

"جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے دعوٰی فرمایا تو میرے بعد میرے استاد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ خود قادیان جاکر دیکھا جائے..... اس وقت ہر جگہ یہ مشہور تھا کہ مرزا صاحبؑ کے پاس کوئی جادو ہے۔ جو کوئی بھی قادیان جاتا ہے اسے جادو والی روٹی کھلا دی جاتی ہے۔ اور پھر وہ بغیر بیعت کئے واپس نہیں آتا۔ اس خیال کی بناء پر میں نے اور میرے استاد نے تین چار دنوں کی خوراک اپنے ساتھ لے لی تاکہ قادیان کی روٹی کھائیں ہی نہ۔ جب قادیان کی طرف روانہ ہوئے تمام راستے میں یہی سوچتے آئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے کیا کیا سوال کریں گے ؟ جس وقت ہم قادیان پہنچے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور تقریر فرما رہے تھے۔ ہم بھی خاموشی سے مجلس میں جاکر بیٹھ گئے۔ مرحوم فرماتے تھے کہ جو جو سوال دل میں سوچ کر گئے تھے۔ انہیں سوالوں کا جواب حضور دے رہے تھے۔ ہم حیرت سے حضور کا چہرہ دیکھنے لگے اور اسی وقت بیعت سے مشرّف ہو گئے"۔

حضرت حافظ صاحبؓ شروع ہی سے جماعت احمدیّہ ڈنگہ کے امیر اور سیکرٹری مال چلے آتے تھے اور وفات تک ان عہدوں پر فائز رہے۔ نہایت رقیق القلب، بہت نیک، پابند صوم وصلوٰۃ بلکہ تہجد گذار تھے۔ اور اُن کا گھر گویا جماعت ڈنگہ کا مرکز تھا جہاں عیدین، جمعہ اور پانچوں وقت کی نمازیں ادا ہوتی تھیں۔ بہت سے احمدی بچّوں اور بچیوں نے آپ سے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت نیک فطرت عطا کی تھی۔ علم طب میں ماہر تھے گو ان کا روزگار اس علم پر نہ تھا مگر ہر وقت مختلف دوائیاں آپ کے پاس رہتی تھیں اور آپ انہیں حاجتمندوں کو مفت دیا کرتے تھے اور اگر کوئی شخص آدھی رات کے وقت بھی آجاتا تو آپ فوراً اُس کے علاج کے لئے مستعد ہو جاتے تھے۔ آپ حضرت ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب مہاجر قادیان کے حقیقی بھائی تھے۔[1] حضرت بھائی صاحب نے ۱۹۰۳ء

---

[1] الفضل ۲۱ / ستمبر / تبوک ۱۳۳۴ ہش ۱۹۵۵ء۔

میں حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت و بیعت کی۔

مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری نے آپ کی وفات پر لکھا کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پرانے صحابہ میں سے ہر ایک کی وفات جماعت کے لئے ایک قومی سانحہ سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ یہی وہ مقدس وجود ہیں جنہوں نے تحریک احمدیت کے آغاز میں خدا کے مامور کو شناخت کیا۔ اس کے انوار و برکات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کے کلمات طیبات کو اپنے کانوں سے سُنا۔ اللہ تعالیٰ اپنی خاص رضا کے عطر سے ان مقدسوں کو ممسوح فرمائے۔ آمین۔

ڈنگہ ضلع گجرات میں سلسلہ احمدیہ کے اولین خدام میں حضرت حافظ احمد دین صاحب ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی زاہدانہ اور تقویٰ کے بلند مقام پر تھی۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ نے ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد ہمیشہ احمدیت کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف رہے۔ قول کی بجائے زیادہ تر اپنے نیک عمل اور صالح اسوہ سے آپ نے اسلام کی تبلیغ کی۔ آپ نے اپنی اولاد کی نہایت اچھی تربیت کی۔ جو ان کے لئے باقیات صالحات میں ہیں۔ آپ کی اولاد میں مکرم جناب محمد الدین صاحب اسسٹنٹ میڈیکل آفیسر عارف والا ضلع منٹگمری اور میاں غلام محمد صاحب ٹیلر ماسٹر سرگودھا کے علاوہ دو صاحبزادیاں ہیں۔ حضرت حافظ صاحب مرحوم کی ایک نواسی برادرم مکرم حافظ قدرت اللہ صاحب فاضل مبلّغ انڈونیشیا کے نکاح میں ہیں۔ اور اس وقت اپنے خاوند کے ہمراہ خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔

مورخہ ۱۹/۱۸ نومبر کی رات کو آپ کا انتقال بچاسی سال کی عمر میں ڈنگہ میں ہوا۔ بیماری کے عرصہ میں حضرت حافظ صاحب کے بچوں اور بچیوں نے ان کی پوری خدمت کی۔ جزاھم اللہ۔ وفات کے وقت مکرم ڈاکٹر صاحب ان کی نعش کو ربوہ لائے اور سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے ۲۰ نومبر کو دس بجے صبح حضرت حافظ صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت حافظ صاحب مرحوم کو موصیوں کے بہشتی مقبرہ کے قطعۂ صحابہ میں دفن کیا گیا۔[1]"

اولاد:۔ (۱) ایم غلام محمد صاحب ٹیلر ماسٹر حال جماعت قادیان۔

(۲)۔ ڈاکٹر محمد دین صاحب (حال امیر جماعت احمدیہ ضلع وہاڑی صوبہ پنجاب۔ پاکستان)

---

[1] الفضل ۲۵ نومبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۶۔

(۳۷). صابرہ بیگم صاحبہ۔ (اہلیہ بابو عبداللطیف صاحب)۔

(۴۰). ماجدہ بیگم صاحبہ۔ (اہلیہ ڈاکٹر مبارک احمد صاحب)۔

بعض دیگر مخلصین احمدیت کی وفات

ان بلند پایہ صحابہؓ کے علاوہ اس سال مندرجہ ذیل مخلصینِ احمدیت بھی وفات پاگئے:۔

۱۔ الحاج السیّد عبدالرؤف الحصنی دمشقی:۔ (وفات ۲۴ راپریل ۱۹۵۴ء)۔

آپ جماعت احمدیہ دمشق کے سابق امیر اور السیّد منیر الحصنی (موجودہ امیر دمشق) کے چھوٹے بھائی اور الہام "یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ اَبْدَالُ الشَّامِ" کے مصداق تھے جیسا کہ مکرّم شیخ نور احمد صاحب منیرؔ مبشر بلادِ عربیہ کے مندرجہ ذیل مطبوعہ نوٹ سے نمایاں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"الحاج مرحوم جماعت دمشق میں اخلاص اور ایثار کا نمونہ تھے۔ سلسلہ کی تمام مالی تحریکات میں ایک مثال رکھتے تھے۔ ہفتہ واری میٹنگ میں شمولیت، نماز جمعہ میں باقاعدگی، ضیافت، خندہ پیشانی، سنجیدگی اولاد کی تربیت، چغلی سے نفرت ان کی نمایاں خوبیاں تھیں قدرتًا نورانی شکل رکھتے تھے۔ انہی اوصاف کی وجہ سے جماعت دمشق نے ان کو پریذیڈنٹ منتخب کیا۔ مرحوم خدام سلسلہ سے محبت رکھتے تھے سلسلہ کے کئی مبلغین کرام جن کو دمشق سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے ان کو مشہور اور تاریخی مقامات کی زیارت کرواتے۔ اُن کے ساتھ ہوا خوری کے لئے نکلتے اور ان کی ملاقات کے لئے بار بار آتے۔ مجھے دمشق میں تین سال رہنے کا اتفاق ہوا اور مَیں نے مرحوم کو سلسلہ کے لئے قابل قدر اور مفید وجود پایا۔

ایک دفعہ الحاج عبدالرؤف اور عاجز دمشق کے سرسبز مقام "ربوہ" گئے۔ راستے میں کہنے لگے کہ احمدیت کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ احمدیت نے مجھے صحیح راستہ پر چلادیا۔ قرآن کریم سے ان کو عشق تھا۔ تفاسیر سُننے کے ہمیشہ مشتاق تھے۔ کانوں میں نقص کی وجہ سے وہ اونچی سُنتے اس لئے وہ پاس بیٹھ کر اور خاص توجہ سے سُننے کے عادی ہوچکے تھے۔ تجوید اور قرأت سیکھا کرتے۔ حج دوسری مرتبہ کرنے کا ارادہ تھا۔ اور حج سے واپسی پر حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز، اصحاب المسیح الموعود علیہ السّلام اور قادیان کی زیارت کرنے کے خواہشمند تھے افسوس کہ ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

ان کا ایک نمایاں وصف جو قابلِ رشک و اقتداء ہے وہ اولاد کی تربیت کرنا ہے جمعہ کی نماز میں آپ اپنے تمام بچوں کو ساتھ لاتے۔ الحاج مرحوم نے اپنے گھر میں احمدیت کا ماحول پیدا کر دیا تھا۔ ان کا گھرانہ اس لحاظ سے قابلِ رشک تھا"۔[1]

۲۔ محترم جناب خان بہادر سعد اللہ خاں صاحب ۔ خٹک احمدی رئیس اعظم موضع امیر و تھانہ نظام پور ضلع پشاور وفات ۳۱ اگست ۱۹۵۷ء ۔ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب امیر صوبہ سرحد تحریر فرماتے ہیں :۔

" آپ ملک خوشحال خان خٹک (مشہور خانِ قوم و شاعر زبان پشتو و فارسی بزمانہ اورنگ زیب عالمگیر گذرے تھے) کی نسل سے تھے۔ اور قوم خٹک میں قد و قامت خوبصورت اندام اور جوان رعنا ہونے کی وجہ سے دلکش انسان تھے۔ نہایت متین سنجیدہ طبع اور حسنِ اخلاق کا مجسمہ تھے ہر شخص سے خواہ امیر ہو یا غریب حُسن سلوک سے پیش آتے گویا وہ اسی کے ہیں۔ سخی طبع۔ فیاض۔ مہمان نواز۔ مسافر نواز۔ خوش طبع۔ سلامت رو انسان تھے۔ اپنی قوم خٹک ضلع پشاور و کوہاٹ میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ اور قوم ان کی دلدادہ اور قدردان تھی آباً عن جدٍ رئیس قوم تھے۔ روساء ملک میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ موضع خوشحال گڑھ ضلع کوہاٹ آپ کی جاگیر تھی۔ دو شادیاں کیں۔ مگر اولاد نہ تھی۔

آپ سوات میں عرصہ دراز تک صوبیدار میجر رہے مالاکنڈ آپ کا صدر مقام تھا۔ سوات پر انگریزوں کا قبضہ ۱۸۹۵ء میں ہوا۔ غالباً پہلا صوبیدار میجر شہزادہ محمد نادر جان درانی ساکن پشاور تھا اور ان کے بعد غالباً ۱۹۰۱ء میں خان بہادر صاحب دوسرے صوبیدار میجر ہوئے جو ۱۹۲۱ء تک رہے۔ آپ کی پیدائش غالباً ۱۸۶۷ء کے قریب ہوئی۔ آپ نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے فارسی اردو میں تعلیم پائی۔ اور سوات میں خدا جانے کب مگر غالباً آغاز جوانی میں ملازم ہوئے۔ ۱۹۰۱ء سے صوبیدار میجر ہوئے۔ خدماتِ حسنہ کے باعث حکومت وقت نے خان بہادر کا خطاب دیا۔

مالاکنڈ میں آپ کی قیام گاہ حکام ایجنسی و عہدیداران کی تفریح گاہ تھی۔ جہاں مہمان نوازی کے واسطے لنگر خانہ ہر وقت جاری رہتا اور چائے کا دور مسلسل جاری رہتا۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور ۱۶ جون ۱۹۵۴ء ص۵۔

ان ایام میں میرے محترم حافظ حضرت مظفر احمد صاحب کلانوری سوات بمقام مالاکنڈ پے حوالدار تھے۔ جو پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ تہجد خوان اور حافظ قرآن تھے اور خاکسار کی تحریک سے بمقام کوچہ بہار شاہ پشاور جہاں انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی نذیر حسین صاحب ساکنانِ کلانور کے گھر شادی کی تھی۔ یہ شادی ان کا نکاحِ ثانی تھی) حضرت احمد قادیانی علیہ السّلام کی بیعت کی تھی۔ محترم حافظ حضرت مظفر احمد صاحب نے موقع پا کر ایک دن ۱۹۱۰ء میں خان بہادر موصوف کو اُن کے روزمرہ زندگی گذارنے کی طرز کی طرف متوجہ کیا اور ان کے اصلاح کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور کہا کہ آپ چالیس دن باقاعدہ نماز باجماعت پڑھیں اور تہجد بھی پڑھا کریں اور درس قرآن کریم کم از کم ایک رکوع روزانہ کریں۔ اگر یہ صورت پسند نہ آئے تو پھر موجودہ زندگی کا اختیار کرلینا تو مشکل نہیں۔ چنانچہ خان موصوف جو فطرتاً نیک اور سعید انسان تھے انہوں نے یہ مشورہ قبول کرلیا۔ اور تمام فضولیات اور لغویات جو خلافِ شریعت تھیں ترک کرکے بڑے اخلاص سے پابندی صوم وصلوٰۃ کی طرف مائل ہوئے۔ اور چالیس دن تک بڑے انہماک سے یہ نیا مشغلہ جاری رکھا۔ اپنے سابقہ طرز عمل سے توبہ کرکے حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر داخل احمدیت ہوئے۔ یہ ۱۹۱۱ء تھا۔ الحمدللہ۔ وہ تبدیلی اختیار کی کہ آپ ولی اللہ بن گئے۔ ایک دفعہ مالاکنڈ کے قدیمی دوست قاضی محمد احمد جان صاحب جو احمدیت کے مخالف تھے اور قابل عبرت سزا پاچکے تھے چند اور افسر ساتھ لے کر خان بہادر موصوف کے پاس بطور جرگہ آئے۔ اور کہا کہ خان صاحب ہم کو یہ سُن کر کہ آپ احمدی ہوئے ہیں سخت صدمہ اور افسوس ہوا ہے۔ کیا اچھا ہوگا اگر آپ پھر توبہ کرلیں۔ خان بہادر صاحب نے جواب دیا کہ جب میں آپ کی طرح مسلمان تھا تو آپ کو معلوم ہے کہ آپ صاحبان کی مہربانی سے نہ نماز پڑھتا نہ تہجد نہ قرآن کریم سے کوئی واقفیت یا تعلق تھا سارا دن تاش اور شطرنج میں گذرتا اور لڑکے آکر ناچتے۔ خدا بھلا کرے ہمارے مولوی مظفر احمد صاحب کا جن کے نیک نصائح اور پاک صحبت نے اس گندی زندگی سے بیزار کراکر پابند نماز و تہجد کیا۔ اور درس قرآن کا شوق دلایا۔ اگر اسلام یہ نہیں جو احمدیت کے ذریعے حاصل ہوا اور اسلام دراصل وہ تھا جو میں آپ لوگوں کی رفاقت میں اختیار کرچکا تھا۔ تو مجھے یہ کفر اسلام سے پسندیدہ ہے۔ اس پر وہ لوگ شرمندہ ہوئے اور اُٹھ کر چلے گئے۔

بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ کو غصّہ نہ آتا تھا بڑی نرمی اور معقولیّت اور میٹھی زبان میں معترض کو جواب

دیتے .... امیرو میں صرف وہی احمدیت کا روشن ستارہ تھا جو قریباً نوّے سال کی عمر میں آسمانِ احمدیت پر چوالیس سال چمک کر مدہم پڑ گیا۔ اللھم اغفرہ وارحمہٗ وادخلہ فی الجنۃ۔ آمین[1]

۳۔ منشی محمد خالد صاحب صدر جماعت احمدیہ جھانسی یوپی بھارت (وفات ستمبر ۱۹۵۷ء)[2]۔ جناب گیانی عباد اللہ صاحب آپ کی قابل رشک مومنانہ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"مرحوم نہایت مخلص احمدی تھے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ سے انہیں والہانہ عقیدت تھی۔ خاکسار کو ان سے غالباً ۱۹۴۷ء میں تعارف حاصل ہوا تھا۔ آپ جی۔ آئی۔ پی میں ڈرافٹسمین تھے۔

پاکستان بننے سے قبل نظارت دعوۃ و تبلیغ نے یوپی اور سی پی وغیرہ علاقوں میں تبلیغ اسلام کی غرض سے ایک وفد بھجوایا تھا۔ یہ وفد کئی سال تک اِن علاقوں میں تبلیغ اسلام کا فریضہ حسب توفیق ادا کرتا رہا۔ خاکسار بھی ایک ممبر تھا۔ جب ہم دورہ کرتے ہوئے پہلی مرتبہ جھانسی گئے تو اتفاق سے ان دنوں محمد خالد صاحب مکرم کسی خاص کام کی وجہ سے بمبئی تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ ہم جتنے دن جھانسی میں ٹھہرے مخلص باپ کے مخلص بچوں نے ہمارا ہر طرح خیال رکھا اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دی اِن کا ایک لڑکا تو اپنا تمام کام چھوڑ کر ہمارے ساتھ رہا۔ ہمیں وہاں یہ معلوم ہوا کہ منشی محمد خالد صاحب مکرم نے ۲۰/۲۲ سال سے بیعت کی ہوئی ہے۔ لیکن بعض وجوہات کی بنا پر وہ قادیان کی ایک مرتبہ بھی زیارت نہ کر سکے ہم ان کی غیر حاضری میں تین چار دن جھانسی ٹھہرے اور صداقت اسلام وغیرہ مسائل پر تقریریں کر کے اپنے پروگرام کے مطابق بھوپال چلے گئے جاتے ہوئے ہم ایک مختصر سا رقعہ لکھ کر ان کے لئے رکھ گئے اس میں صرف اتنا ہی مرقوم تھا:۔

"ہم جھانسی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے مگر آپ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری آپ سے پہلی ملاقات قادیان میں جلسہ سالانہ پر ہو۔"

یہ ہماری طرف سے انہیں اصل میں جلسہ سالانہ پر قادیان آنے کی ایک دعوت تھی جسے انہوں

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ یکم اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۴۔
[2] "بدر" قادیان ۴ ستمبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۲ کالم ۲۔

نے بخوشی قبول کر لیا اور ہمیں جواب دیا کہ خواہ کچھ ہو۔ میں اس دفعہ انشاء اللہ ضرور قادیان آؤں گا اور دیار محبوب کی زیارت کروں گا۔ چنانچہ وہ حسب وعدہ جلسہ سالانہ پر تشریف لائے اخلاص تو ان میں پہلے ہی بہت تھا۔ لیکن وہ سب غائبانہ تھا۔ جب انہوں نے دیارِ محبوب اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو انہیں ایسی لذت محسوس ہوئی کہ پھر وہ ہر سال جلسہ سالانہ پر تشریف لاتے رہے چونکہ خدا کے فضل وکرم سے ان کے بال بچے کافی تھے اس لئے وہ باری باری اپنے بچوں کو قادیان ساتھ لاتے رہے اس طرح انہوں نے ایک مرتبہ اپنے تمام بچوں کو قادیان کی زیارت کروا دی۔ اور اس کی بے حد خوشی منائی کہ میرے تمام بچوں نے خدا کے پیارے مسیح کی بستی دیکھ لی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی زیارت کر لی ہے۔ وہ جب بھی ہمیں ملتے بہت محبت سے ملتے ۔ ہمیں بسلسلۂ تبلیغ متعدد مرتبہ جھانسی جانے کا اتفاق ہوا۔ ہر مرتبہ وہ ہمیں اپنے پاس ٹھہراتے اور ہمارے آنے پر بہت خوشی محسوس کرتے۔ ہم جتنے دن وہاں ٹھہرتے وہ ہمیں اپنے حلقہ احباب سے ملواتے اور تبلیغی مجالس قائم کرواتے ایک دو مرتبہ تو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے جلسہ کروا کر ہماری تقریریں بھی کروائی تھیں۔ خدا کے فضل وکرم سے جھانسی میں ان کی نیکی کی اچھی شہرت تھی اور لوگ ان کا کافی احترام کرتے تھے۔

جھانسی میں ان کا مکان کافی کھلی جگہ میں تھا۔ اس کے ایک حصّہ میں انہوں نے ایک اچھی مسجد بھی بنوائی ہوئی تھی۔ اس مسجد میں بیک وقت سو ڈیڑھ سو آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ اس مسجد کا نام انہوں نے بعض خوابوں کی بنا پر" احمدیہ نورانی مسجد" رکھا ہوا تھا۔ یہ مسجد انہوں نے بغیر کسی اور صاحب سے کوئی امداد لئے خود آپ ہی آہستہ آہستہ بنائی تھی۔ چنانچہ جب ہم پہلی مرتبہ جھانسی گئے تو ان کے بچوں نے ہمیں بتایا کہ ہمارے والد صاحب کا ارادہ یہاں مسجد بنانے کا ہے دوسری مرتبہ ہم گئے تو وہاں چھوٹی چھوٹی دیواریں بنائی ہوئی تھیں جو کہ پتھر اور چونہ سے بہت خوبصورت تعمیر کی ہوئی تھیں۔ تیسری مرتبہ ہم گئے تو وہ دیواریں چھت تک پہونچ چکی تھیں۔ لیکن ابھی ان پر چھت نہیں ڈالی گئی تھی۔ چوتھی مرتبہ ہمارے جانے سے قبل اس مسجد پر چھت بھی ڈالی جا چکی تھی اور خدا کے فضل وکرم سے مسجد مکمل ہو چکی تھی۔ چنانچہ ہم سب نے مل کر وہاں ایک جمعہ بھی پڑھا تھا جو مولانا عبد المالک خان صاحب نے پڑھایا تھا اس جمعہ کی نماز میں محمد خالد صاحب مکرم کے تمام بال بچے شامل ہوئے تھے۔

اس بات سے انہیں جتنی خوشی ہوئی تھی اسے مَیں پورے طور پر بیان کرنے سے قاصر ہوں باوجود اس کے کہ وہاں مقامی لحاظ سے صرف اُن کا ایک ہی گھر احمدی تھا۔ پھر بھی انہوں نے اچھی بڑی اور خوبصورت مسجد بنائی تھی وہ اکثر ہمیں یہ بتایا کرتے تھے کہ اس مسجد کو میرے سب بیوی بچّوں نے مل کر تعمیر کیا ہے۔ اور اس کی تعمیر کا ہر کام اپنے ہاتھوں سے خوشی خوشی کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں یہ بھی بتایا تھا کہ ہم نے صرف ایک معمار باہر سے لگایا ہُوا تھا۔ باقی سب کام ہم خود کیا کرتے تھے۔ اور اینٹیں اور گارا اٹھاتے وقت خدا کے حضور یہ دُعائیں کیا کرتے تھے کہ اے اللہ ہم نے تیرا گھر بنانے کا تہیّہ کیا ہے اب تیرا کام یہ ہے کہ اب اس آبادی کے لئے یہاں ایک ایسی جماعت پیدا کر دے جو تیرے امام کی اطاعت میں تبلیغ اسلام کا فریضہ بجا لانے والی ہو۔

ان کی اہلیہ محترمہ بھی ایک پاکباز اور راستباز خاتون ہیں وہ گھر میں روڑی کوٹتے وقت اور مسجد کی تعمیر کے دوسرے کام کرتے وقت قرآن مجید کی آیات تلاوت کیا کرتی تھیں اور خدا کے حضور دُعائیں کیا کرتی تھیں اس طرح ان سب نے مل کر جھانسی کے محلہ علی غول میں خدا کا گھر تعمیر کیا تھا اس میں کوئی شک نہیں کہ دُنیا میں اس وقت تک لاکھوں کروڑوں مسجدیں بنائی جا چکی ہیں اور آئندہ بھی لاکھوں اور کروڑوں مسجدیں بنائی جائیں گی لیکن جس رنگ میں منشی محمد خالد مرحوم نے جھانسی میں احمدیہ نورانی مسجد تعمیر کی ہے وہ سنّت ابراہیمی کا ایک عملی نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین ثم آمین[1]

۴۔ خان بہادر نواب احمد نواز جنگ بہادر حیدرآباد دکن (وفات ۲۲ دسمبر ۱۹۵۴ء)

مکرم شیخ محمود الحسن صاحب (۵۹۲/۶ سرور روڈ لاہور چھاؤنی پاکستان) کا بیان ہے:-

"حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب احمدی ہونے کے بعد اپنے تمام قریبی رشتہ داروں کو احمدیت کی تبلیغ متواتر کیا کرتے تھے چنانچہ ان کی بڑی بہو فیض النساء بیگم کے نانا حضرت ابراہیم بھائی الہ دین نے احمدیت قبول کی اور صاحب کشف و رؤیا کے مدارج پر فیضیاب ہوئے اس طرح اپنے سمدھی حضرت فاضل بھائی ابراہیم کو بھی احمدیت کی قبولیت کی سعادت نصیب ہوئی، مگر اُن کی دلی خواہش تھی کہ اُن کے تین سوتیلے بھائی جو سب اُن سے چھوٹے تھے وہ بھی اس سعادت سے حصّہ

[1] روزنامہ "الفضل" لاہور ۱۲ تبوک ۱۳۳۳ہش مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۵۴ء صہ ۵۔

پادیں ان کے سب سے چھوٹے بھائی سیٹھ قاسم علی صاحب اسماعیلی مذہب ترک کر کے اہل حدیث جماعت میں شامل ہو گئے اور آخر وقت تک اسی مسلک پر قائم رہے اُن سے بڑے بھائی سیٹھ غلام حسین اسماعیلی عقیدے پر قائم رہے۔ اُن کے تیسرے بھائی جو عمر کے لحاظ سے دوئم نمبر پر تھے اور جن کا نام احمد علاؤ الدین تھا۔ کاروباری دنیا میں بہت کامیاب رہے پہلے سرکار انگریزی کی طرف سے خان بہادر اور بعد میں O.B.E. کے خطابات عطا ہوئے اور عہدِ عثمانیہ کے آخری دَور میں نواب احمد نواز جنگ کے خطاب سے سرفراز ہوئے ان کی طرف حضرت قبلہ سیٹھ صاحب کی ہمیشہ توجہ رہی چنانچہ ایک طرف تو سر آغا خان کی طرف سے وہ ریاست حیدر آباد کی اسماعیلی جماعت کے وزیر تھے تو دوسری طرف حضرت مصلح موعودؓ سے بے حد عقیدت رکھتے تھے اور تحریک جدید کے مجاہدین میں آخر وقت تک شامل رہے اور جب کبھی انہیں کاروبار میں منافع ہوتا تو ایک خطیر رقم حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرتے چنانچہ جب ۱۹۳۸ء میں حضرت مصلح موعودؓ حیدر آباد دکن کی سیاحت پر گئے تو نواب احمد نواز جنگ کو حضور نے میزبانی کا شرف عطا کیا۔ اس عرصے میں وہ سرکار نظام کے ساتھ کئی بڑی سی صنعتوں میں ۴۹ فیصد کے تناسب سے حصّہ دار بن گئے۔ اس کاروبار میں میر لائق علی بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ سیٹھ صاحب کے متواتر اصرار پر انہوں نے ۱۹۴۸ء سے قبل کسی وقت مخفی بیعت بھی کر لی اور اس کے اعلانیہ اظہار کو پردۂ اخفا میں رکھنے کے لئے یہ عذر کیا کہ چونکہ سرکار نظام کاروبار میں سینئر پارٹنر ہیں اور احمدیت سے بغض رکھتے ہیں لہٰذا بیعت کے اعلانیہ اظہار سے اُن کے کاروبار کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔

لیکن جب ستمبر ۱۹۴۸ء میں ہندوستان نے حیدر آباد پر قبضہ کر لیا تو نظام حیدر آباد کی سرکار کے جو ۵۱ بر حصے اُن صنعتوں میں تھے وہ کانگریس گورنمنٹ نے ضبط کر کے برلا اینڈ کو کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔ اُدھر میر لائق علی سیاسی وجوہ کی بنا پر پہلے نظر بند ہوئے اور بعد میں فرار ہو کر پاکستان آ گئے۔ ہندوستانی حکومت نے اس شبہ کی بنا پر کہ میر لائق علی کے فرار میں نواب صاحب کا ہاتھ ہے انہیں گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ اور کچھ عرصے بعد رہا کر دیا۔ نواب صاحب اس صدمے سے بہت مضمحل ہوئے اور ۱۹۵۴ء میں انتقال کر گئے مگر ۱۹۴۹ء میں جبکہ نظام حیدر آباد کی حکومت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

اور نواب صاحب مرحوم کے کاروبار پر اُن کے یعنی دباؤ کا مزید کوئی اندیشہ نہ تھا حضرت مصلح موعودؓ نے سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کو لکھا " اس رمضان میں خصوصیت سے آپ کے لئے اور احمد بھائی کے لئے دعائیں کرتا رہا ہوں...... احمد بھائی کے لئے اب مناسب تو یہی ہے کہ جب وہ نظام والا بُت ٹوٹ گیا ہے تو اب وہ مخفی بیعت کو ترک کر کے ظاہر ہو جائیں آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہمجولی والے بُت کو توڑ دیا ہے اب تو اُن کو خدا کی راہ سے ہی عزت ملے گی اور جس طرح ان کے اندر اخلاص پایا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ یہ قدم اٹھائیں تو گو انہیں مزید قربانیاں کرنی پڑیں گی مگر دین و دُنیا کی برکات بھی بہت ملیں گی مگر چونکہ اُن کے دل پر دُنیا کی محبت کا رنگ ابھی ہے اس لئے میں زور نہیں دیتا کہ رہا سہا تعلق بھی کمزور نہ پڑ جائے اور اللہ تعالیٰ سے ہی دُعا کرتا ہوں کہ وہ اُن کو ہمت بخشے ۔

والسّلام ۔ خاکسار

مرزا محمود احمد

نواب صاحب کے مخفی بیعت کے بارے میں حال ہی میں چوہدری صاحب (سر محمد ظفر اللہ خان صاحب) سے لاہور میں گفتگو ہوئی تو انہوں نے فرمایا :-

" مجھے نواب صاحب (یعنی قبلہ سیٹھ صاحب کے بھائی) کی مخفی بیعت کا علم تھا میں نے اُن سے کہا کہ آپ اپنی بیعت کا اعلانیہ اظہار کیوں نہیں کرتے تو نواب صاحب نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ اگر اس کی نگاہ میں میرا ایسا کرنا بہتر ہے تو مجھے ہمت دے اس پر میں نے پوچھا کہ جب آپ فراخیٔ رزق کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں تو کیا اس وقت بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو میرے لئے فراخیٔ رزق کو بہتر جانتا ہے تو فراخی عطا کر انہوں نے کہا نہیں اس پر اس موقعہ پر تو میں بلا شرط دُعا کرتا ہوں ۔ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے ۔"

فصل چہارم

سنہ ۱۳۳۳ہش ۱۹۵۴ء کے بعض متفرق مگر اہم واقعات

خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ میں اضافہ خدا تعالیٰ کے پاک وعدوں کے مطابق سنہ ۱۹۵۴ء کا سال بھی خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ میں ترقی اور اضافے کا موجب ہوا اور بوستانِ احمد میں اس سال دو نئے پھول کھلے۔ یعنی:

(۱) امۃ العلیم صاحبہ بنت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (ولادت ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۹۵۴ء)[1]

(۲) مرزا طیّب احمد صاحب ابن صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (ولادت ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۵۴ء)[2]

"حج فنڈ" خدام الاحمدیہ سندھ کے ایک احمدی دوست فضل الٰہی صاحب ارشد نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں تجویز بھجوائی کہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ایک فنڈ قائم کرے جس میں زیادہ سے زیادہ خدام شامل ہوں جو ایک روپیہ سالانہ چندہ ادا کریں۔ اس طرح جو رقم جمع ہو اس سے ہر سال کم از کم ایک احمدی کو حج بیت اللہ کرایا جائے۔ حضور نے اس تجویز پر اظہار خوشنودی کیا اور فرمایا کہ فی الحال یہ تحریک کی جائے کہ جو شخص چھ سو روپیہ خود ادا کرے اسے اس فنڈ سے مزید چھ سو روپے دیئے جائیں گے تاکہ وہ حج کر کے آسکے۔ اس ارشادِ مبارک کی تعمیل میں سال سنہ ۱۹۵۴ء کے شروع میں حج فنڈ مجلس خدام الاحمدیہ کی مد امانت کھول دی گئی۔[3] اس مبارک تحریک کی بدولت متعدد احمدیوں کو فریضۂ حج بجا لانے کی توفیق ملی۔[4]

---

[1] اخبار "بدر" قادیان ۲۸ اکتوبر سنہ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔ "الفضل" لاہور ۲۹ اکتوبر سنہ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱

[2] "الفضل" ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔ [3] "الفضل" ۸ صلح سنہ ۱۳۳۳ہش (۸ جنوری سنہ ۱۹۵۴ء) صفحہ ۲

[4] مثلاً (۱) ملک عزیز محمد صاحب ریٹائرڈ ڈرافٹسمین پورن نگر سیالکوٹ (سنہ ۱۹۵۵ء)۔

(۲) ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ننکانہ (۱۹۵۷ء) (باقی اگلے صفحہ پر)

گورنر جنرل پاکستان کو ولندیزی ترجمہ قرآن کا تحفہ

۲۷؍صلح ۱۳۳۳ہش/جنوری ۱۹۵۴ء کو سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جماعت احمدیہ کے ایک وفد نے مکرم مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کی قیادت میں ولندیزی ترجمۂ قرآن کا ایک نسخہ ہز ایکسی لینسی گورنر جنرل پاکستان جناب غلام محمد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ وفد صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے علاوہ مکرم ملک غلام فرید صاحب ایم اے ایڈیٹر تفسیر القرآن انگریزی۔ مکرم سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا اور مکرم مولوی عبدالمالک خان صاحب مبلغ سلسلہ پر مشتمل تھا[1]۔ یہ ترجمہ قرآن جماعت احمدیہ کی طرف سے ۱۹۵۳ء میں ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ سے شائع ہوا تھا۔ سلسلہ کے ایک مخالف ہفت روزہ "المنبر" نے اس واقعہ پر حسب ذیل نوٹ لکھا:۔

"پہلا ضابطۂ قیام وارتقاء یہ ہے وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ[2] ہر وہ چیز جو انسانیت کے لئے نفع رساں ہو اسے زمین پر قیام وبقاء عطا ہوتا ہے۔ رحیم و رحمان کی رحمت کا جوش اور دوام متقاضی ہے کہ انسانیت بڑھے پھولے اور ترقی پائے۔ اسی مقصد کیلئے کائنات میں "نفع رسانی" کا عنصر سب پر غالب رکھا گیا ہے۔ اور جس چیز میں یہ جوہر جب تک موجود رہتا ہے۔ اس کی حفاظت عناصر فطرت کے ذمہ بطور فرض عائد ہے۔ درخت کے پتے خواہ کانٹے دار درختوں کے ہوں یا پھل دار اشجار کے۔ جب تک زہریلی گیسوں کو جذب کرتے اور صحت آور ہوا باہر پھینکتے رہتے ہیں۔ درخت کی جڑ انہیں غذا بہم پہنچاتی رہتی ہے لیکن جونہی ان کی افادیت ختم ہوجاتی ہے۔ ٹہنیاں انہیں اپنے جسم سے کاٹ دیتی ہیں اور وہ ایندھن کی شکل

بقیہ حاشیہ:۔ (۳) ماسٹر محمد ابراہیم صاحب خلیل سابق مبلغ اٹلی۔ مغربی افریقہ۔

(۴) قریشی محمد مطیع اللہ صاحب آف سیالکوٹ (۱۹۵۸ء)

(۵) نذیر احمد صاحب کلاتھ مرچنٹ گولبازار ربوہ (۱۹۶۴ء)

(۶) چوہدری محمد رمضان صاحب برادر چوہدری محمد حسین صاحب مؤذن مسجد مبارک ربوہ (۱۹۶۶ء)

درسالہ "خالد" فروری ۱۹۵۹ء آخری سرورق، مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۴۷۔ جون ۱۹۵۶ء آخری سرورق۔ اکتوبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۷)

[1] "المصلح" کراچی ۲۰؍صلح ۱۳۳۳ہش/جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔ [2] سورۃ الرعد: ۱۸

میں پھاڑوں اور چولہوں میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔

قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں ان میں اولین اہمیت اس جد وجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیر مسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآن مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ سید المرسلین کی سیرت طیبہ کو پیش کرتے ہیں۔ ان ممالک میں مساجد بنواتے ہیں اور جہاں کہیں ممکن ہو۔ اسلام کو امن وسلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں ...... یہ امر قابلِ اعتراف ہے کہ "فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ کا فرض جو اُمتِ محمدیہ پر عائد کیا گیا تھا اُمت کی کوتاہی کے باعث معطل یا کم از کم نیم معطل تھا۔ اس باطل گروہ کے ذریعہ اسلام اور صاحب اسلام کا رسمی تعارف اور بعض حصوں میں تفصیلی تعارف ان کے ذریعہ کرایا جا رہا ہے اور جب تک کوئی صحیح العقیدہ گروہ آگے بڑھ کر کرۂ ارضی کے تمام باشندوں میں اسلام کی دعوت کا بیڑہ نہیں اٹھا لیتا۔ عین ممکن ہے کہ صرف اسی کام کے لئے اس جماعت کو نعمتِ زندگی عطا کی جائے۔

غیر مسلم ممالک میں قرآنی تراجم اور اسلامی تبلیغ کا کام صرف اسی اصول "نفع رسانی" کی وجہ سے قادیانیت کے بقاء اور وجود کا باعث ہی نہیں ہے ظاہری حیثیت سے بھی اس کی وجہ سے قادیانیوں کی ساکھ قائم ہے۔ ایک عبرت انگیز واقعہ خود ہمارے سامنے وقوع پذیر ہوا ۱۹۵۴ء میں جب جسٹس منیر انکوائری کورٹ میں علم آور اسلامی مسائل سے دل بہلا رہے تھے اور تمام مسلم جماعتیں قادیانیوں کو غیر مسلم ثابت کرنے کی جدّ وجہد میں مصروف تھیں۔ قادیانی عین انہی دنوں ڈچ اور بعض دوسری غیر ملکی زبانوں میں ترجمہ قرآن کو مکمل کر چکے تھے۔ اور انہوں نے انڈونیشیا کے صدر حکومت کے علاوہ گورنر جنرل پاکستان مسٹر غلام محمدؒ اور جسٹس منیر کی خدمت میں یہ تراجم پیش کئے۔ گویا وہ بزبانِ حال وقال یہ کہہ رہے تھے کہ ہم ہیں وہ غیر مسلم اور خارج از ملّت اسلامیہ جماعت جو اس وقت جبکہ ہمیں آپ لوگ "کافر" قرار دینے کے لئے پَر تول رہے ہیں۔ ہم غیر مسلموں کے سامنے قرآن اُن کی مادری زبان میں پیش کر رہے ہیں۔

غور فرمایئے ان لوگوں کا تأثر کیا ہوگا؟ اور قادیانیوں کا یہ کام ان کی زندگی اور ترقی میں کس حد تک ممد ومعاون ہے۔"[1]

---

[1] ۔ ہفت روزہ "المنبر" لائل پور ۲، مارچ ۱۹۵۶ء ص۱۰۔

مسجد احمدیہ "دارالذکر" لاہور کا سنگ بنیاد

۱۹۴۷ء کے بعد لاہور میں جماعت کی تعداد ترقی کر گئی اور مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ بالکل ناکافی ثابت ہوئی تو حضرت مصلح موعودؓ نے تحریک فرمائی کہ اب یہاں کی مسجد ان کی ضرورت کے لئے کافی نہیں۔ انہیں کوئی اور مسجد بنانی چاہیئے۔ اس تحریک پر مخلصین جماعت نے جوش اور اخلاص سے لبیک کہا اور بہت جلد ۲۲ ہزار کے وعدے ہوئے اور وصولی بھی قریباً ۱۶ - ۱۷ ہزار کی ہوگئی لیکن جماعت زمین نہ خرید سکی اور معاملہ التواء میں پڑتا چلا گیا۔ جس پر حضور نے ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء کو رتن باغ لاہور میں خاص اسی غرض سے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور لاہور کے دوستوں کو نصیحت فرمائی کہ " وہ جلدی مسجد بنائیں۔ اس کے لئے تم زیادہ انتظار نہ کرو۔ معمولی چار دیواری بناؤ اور نماز پڑھنی شروع کر دو۔" نیز فرمایا۔ " یہ نئی مسجد بھی کسی وقت تمہارے لئے تنگ ہو جائے گی۔ اس لئے تم جامع مسجد کسی کو نہ کہو۔ .... تمہیں کیا معلوم کہ خدا تعالیٰ یہاں احمدیت کو کتنی ترقی دینا چاہتا ہے ؟۔ فرض کرو تم دو یا چار کنال میں جامع مسجد بنا دو اور لاہور کے دس لاکھ آدمیوں میں سے دو لاکھ احمدی ہو جائیں تو اسمیں جمعہ کی نماز کہاں پڑھ سکتے ہیں ؟۔ ان کے لئے تو پچاس ایکڑ میں مسجد بنانی پڑے گی۔ پس ابھی کوئی نام نہ رکھو۔ بس اپنی ضروریات کے لئے ایک نئی مسجد بنا لو۔"[1] حضور کے اس اثر انگیز خطبے نے جماعت لاہور کے اندر ایک نئی رُوح پھونک دی اور خدا کے فضل سے گڑھی شاہو میں چھ کنال زمین کا ایک مناسب اور باموقعہ قطعہ بھی خرید لیا گیا۔

سنگِ بنیاد کے لئے حضور نے ۲۲ فروری ۱۹۵۴ء کا دن مقرر فرمایا۔ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ لاہور نے بنیاد کھودی اور سڑک سے سٹیج تک اور سٹیج سے جائے بنیاد تک ایک راستہ بنایا جو قریباً پانچ سو فٹ لمبا تھا۔ نیز دریوں۔ شامیانوں اور قناتوں کا انتظام کیا اور سڑک سے جائے بنیاد تک معروف اور مخلص خدام دو رویہ قطار میں کھڑے تھے کہ حضرت مصلح موعودؓ رتن باغ سے دس بجے تشریف لائے۔ حضور نے پہلی زیر تجویز جگہ کی بجائے ایک دوسری جگہ بنیاد کیلئے پسند فرمائی اور وہیں حضور نے اپنے دستِ مبارک سے سنگِ بنیاد رکھا اور حاضرین

---

[1] "بدر" قادیان ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء صفحہ ۵-۷۔ د" لاہور تاریخ احمدیت" صفحہ ۶۸ از مکرم شیخ عبدالقادر صاحب۔

سمیت دُعا فرمائی۔[1]

یہ وہی مسجد ہے جو اب علامہ اقبال روڈ پر "دارالذکر" کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد دارالذکر کی بنیاد محترم جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ لاہور کے عہد امارت میں رکھی گئی مگر اس کی تکمیل چوہدری اسداللہ خان صاحب کے زمانۂ امارت میں ہوئی۔[2] چوہدری صاحب نے چندہ کی فراہمی کے لئے ایک مسجد کمیٹی بنائی جس نے مختلف حلقوں میں دورے کر کے چندہ فراہم کیا۔ اور نہ صرف مختلف مواقع پر سرکردہ احباب کو براہ راست تحریک کی بلکہ اپنے خطبات میں متواتر اور مسلسل پُر زور طریقے سے احباب جماعت کو اس جماعتی فریضہ کی طرف توجہ دلائی۔ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب کی کتاب "لاہور تاریخ احمدیت" سے معلوم ہوتا ہے کہ فروری ۱۹۶۶ء تک تین لاکھ روپے اس عالی شان مسجد کی تعمیر پر خرچ ہوئے۔

جلالۃ الملک شاہ سعود سے جماعت احمدیہ کراچی کے ایک وفد کی ملاقات

جماعت احمدیہ کراچی کے ایک وفد نے ۱۵ اپریل ۱۹۵۴ء کو شاہ سعود ابن عبدالعزیز حکمران سعودی عرب سے ملاقات کر کے جماعت کی طرف سے ان کی آمد پر مبارکباد دی۔ شاہ سعود نے جماعت کے وفد سے مل کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ وفد مولوی عبدالمالک خانصاحب مبلغ کراچی۔ جنرل سیکرٹری صاحب جماعت کراچی۔ مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ و سیکرٹری تبلیغ کراچی اور مولوی نورالحق صاحب انور سابق نائب وکیل التبشیر پر مشتمل تھا۔ جب شاہ موصوف کو بتایا گیا کہ مولوی نورالحق صاحب انور فریضۂ تبلیغ ادا کرنے کے لئے امریکہ جارہے ہیں تو شاہ موصوف نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے دُعا کی۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں سلسلہ کی کتب کا ایک سیٹ بھی پیش کیا گیا۔[3]

ربوہ میں بجلی کی رَو کا افتتاح

۹ جون ۱۹۵۴ء کو ربوہ میں نماز عشاء کے بعد بجلی کی کرنٹ کا افتتاح ہوا۔ آئی۔ سی۔ ڈی کمپنی لمٹیڈ ربوہ کے زیر انتظام مسجد مبارک

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۱۴ مئی ۱۹۵۴ء صد ۲ ۔ [2] آپ مئی ۱۹۵۴ء میں لاہور کے امیر مقرر ہوئے۔

[3] "الفضل" ۲۰ اپریل ۱۹۵۴ء صد ۱ و "بدر" قادیان ۷ مئی ۱۹۵۴ء صد ۸ ۔

کی پیشانی اور بڑے دروازہ پر مختلف رنگوں کے بلب لگائے گئے تھے اور شارع صدر پر کھمبوں کے ساتھ ٹیوبیں نصب تھیں۔ جونہی بجلی کی رَو آئی مسجد مبارک اور شارع صدر جگمگا اُٹھے اور ربوہ بقعہ نور بن گیا۔ اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے کثیر احباب سمیت دعا فرمائی۔[1]

ایک احمدی کوہ پیما کی کامیابی

ماؤنٹ ایورسٹ کے بعد کوہ ہمالیہ کی دوسری بلند ترین اور انتہائی دشوار گزار چوٹی ماؤنٹ گاڈون آسٹن MOUNT GODWIN AUSTIN (K.2) ہے۔ اس چوٹی کو ۱۹۰۴ء سے سَر کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں جو اس سال بار آور ہوئیں اور ۳۱ /جولائی کو اسے سَر کر لیا گیا۔[2] اس کامیاب مہم کا سہرا جس اطالوی ٹیم کے سَر رہا اس کے ایک اہم ممبر پاکستانی کوہ پیما اور مخلص احمدی جوان کرنل محمد[3] عطاء اللہ صاحب بھی تھے۔

۱؎ روزنامہ "الفضل" لاہور ۱۳، ۱۷ /جون ۱۹۵۴ء صفحہ ۲۔

۲؎ "مغربی پاکستان" لاہور ۵ /اگست ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔

۳؎ کرنل محمد عطاء اللہ صاحب ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے پنجاب میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد مزید تعلیم لاہور میں حاصل کی ۱۹۲۸ء میں ایم بی بی ایس کا امتحان میڈیکل کالج لاہور سے امتیاز کے ساتھ پاس کیا اور مزید تعلیم انگلینڈ میں حاصل کی جہاں سے دیگر اعلیٰ ڈگریوں کے علاوہ آنکھ کے ماہر بن کر لاہور تشریف لائے۔ ۱۹۳۱ء میں آپ کو فوج میں کمیشن ملا۔

آپ میڈیکل کور کے افسر ہونے کے علاوہ ڈیرہ اسمٰعیل خان ہری پور اور پشاور میں سپرنٹنڈنٹ جیل بھی رہ چکے تھے۔ دوسری جنگِ عظیم میں سینکڑوں افسروں میں سے منتخب کرنے کے بعد آپ کو اپنی قابلیت اور حسنِ انتظام کی وجہ سے بیس فیلڈ ہسپتال کا کمانڈنگ افسر بنا کر ایران کے محاذ پر بھیجا گیا۔ اس محاذ کے اعلیٰ حکّام آپ کی غیر معمولی قابلیت اور حسنِ انتظام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہر مشکل کام میں آپ کی خدماتِ جلیلہ سے فائدہ اٹھایا گیا چنانچہ مصیبت زدگان کے انخلاء کا کام آپ کے سپرد کیا گیا جسے آپ نے بطریق احسن انجام دیا۔ زاں بعد جب ایران میں خوراک کے مسئلہ نے نازک صورت اختیار کی تو آپ کو ایرانی محکمۂ خوراک کا انچارج بطور

جامعۃ المبشرین کی پختہ عمارت کی بنیاد

کئی سال سے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ دوسری مرکزی درس گاہوں کی طرح مرکز میں جامعۃ المبشرین جیسی اہم درس گاہ کی پختہ عمارت بھی تعمیر ہو۔ اس سال اللہ تعالیٰ نے اس کے اسباب مہیّا فرما دیئے۔ مکرم مولوی ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعۃ المبشرین اور دیگر اساتذہ جامعہ کی تحریک پر جماعت کے کئی مخیّر دوستوں نے اس کے لئے چندہ دیا اور تحریک جدید کی نگرانی میں تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے مغربی جانب بنیادوں کی کھدائی کا کام شروع کر دیا گیا۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے سفر کراچی وسندھ پر جانے سے ایک روز قبل ۵ احسان/جون کو تین بنیادی اینٹوں پر دُعا فرمادی اور ۲۵ ظہور/اگست ۱۳۳۳ہش/۱۹۵۴ء کو حضرت مولوی غلام رسول صاحب نے یہ تینوں مبارک اینٹیں بطور بنیاد رکھیں۔ پھر ایک ایک اینٹ مندرجہ ذیل بزرگوں کے ہاتھوں رکھی گئی:۔

حضرت مرزا عزیز احمد صاحب ناظر اعلیٰ۔ حضرت مولوی محمد دین صاحب ناظر تعلیم و تربیت

بقیہ حاشیہ:۔ حکومت کے مشیر اور وزیر کے مقرر کیا گیا ہے۔ آپ نے اپنے حُسنِ انتظام سے ملک کو قحط کے خطرہ سے بچا لیا۔ ان خدمات کے صِلہ میں حکومت نے آپ کو او۔ بی۔ ای (O.B.E) کا خطاب دیا۔ تقسیم ہند کے بعد کشمیر کے محاذ پر آپ کو ڈائرکٹر آف میڈیکل سروسز مقرر کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں ہمالیہ کی دوسرے نمبر کی اونچی چوٹی پر چڑھائی کے لئے جو امریکی مہم گئی تھی۔ آپ اس کے ساتھ بھی تھے۔ مگر یہ مہم ناکام واپس آئی۔ ۱۹۵۴ء میں آپ اطالوی مہم میں شریک ہوئے اور بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب و بامراد واپس آئے۔

نئی دہلی کے مشہور اخبار سٹیٹسمن کے سابق ایڈیٹر مسٹر آئین سٹیفنز نے اپنی کتاب HORNED MOON میں موصوف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

آپ ذرا اندازہ کیجیئے۔ ایک چھوٹے قد گٹھے ہوئے جسم کے چاق و چوبند انسان کا، جس کے سر سے بال قدرے غائب۔ عمدہ گیند نما پیشانی۔ دونوں آنکھوں کے درمیان کافی فاصلہ۔ مناسب خدّوخال۔ حاضر الخیالی کا مجسمہ۔ ٹھوڑی پر خشخشی داڑھی۔ یہ لینن کی شکل ہے جیسا کہ اس کی تصاویر سے ظاہر ہے۔ یہی تفصیل کرنل عطاء اللہ پی۔ اے ایم۔ سی کی ہے جن کے ساتھ میں نے آزاد کشمیر کا

حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحب ۔ حضرت مولوی علی احمد صاحب بھاگلپوری ایم ۔اے پروفیسر جامعۃ المبشرین ۔ مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری پرنسپل جامعۃ المبشرین ۔

بعد ازاں تمام حاضرین نے دعا کی[1]

جامعۃ المبشرین کی یہ پختہ عمارت نہایت تیزی سے مکمل کی گئی اور اس عمارت میں قریباً سات سال تک تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری رہا ۔ ازاں بعد سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ[2] کی کوشش سے جب جامعہ کی موجودہ شاندار عمارت تیار ہوئی اور ۳ ؍ دسمبر ۱۹۶۱ء کو حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے دستِ مبارک سے اس کا افتتاح ہوا تو جامعہ کی پہلی عمارت دار الاقامہ (ہوسٹل) کے طور پر استعمال ہونے لگی ۔ لیکن یہ عمارت اب ہوسٹل کی ضروریات کے لئے بھی مکتفی نہ رہی تھی اس لئے سید داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ نے اس کی جگہ جدید طرز کے ایک نہایت وسیع ہوسٹل کی تعمیر شروع کروادی جو ان کی وفات (۲۴/ ۲۵ ؍ اپریل ۱۹۷۳ء) کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچی[3]

بقیہ حاشیہ: بہت سا سفر کیا ہے ۔ وہ حکیمانہ دورے پر تھے ۔ کشمیر کی جنگ کے دوران میں انہوں نے اپنا بہت سا وقت کشمیر میں صرف کیا تھا ۔ ہسپتالوں کا انتظام ، ایمبولینس بھارڈ ۔ سویلین ، عوام ، زخمی رضاکاروں کے لئے طبی انتظام میں منہمک رہتے ۔

کرنل عطاء اللہ صاحب نہایت قوی دل کے مالک اور وسیع النظر جرمن نسل کے انسانوں کی طرح گھٹے ہوئے جسم والے ہیں ۔ جہاں تک میں نے دیکھا ان کا اپنے ماتحت افسروں سے برتاؤ ضبط اور انتظام کو قائم رکھتے ہوئے نہایت ہمدردانہ تھا ۔ چونکہ وہ کشمیر کے ساتھ بطور ڈاکٹر نہ کہ سیاست دان ابتداء سے ہی وابستہ رہے ہیں اس لئے آزاد کشمیر کے سفر کے دوران میں ان کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنے سے مجھے اپنے قائم کردہ تازہ تازہ نقطہ ہائے نگاہ کو پرکھنے کا کافی موقعہ مل گیا ۔ (ترجمہ) (روزنامہ "الفضل" لاہور ۱۷ ؍ ظہور ۱۳۳۳ ہش / اگست ۱۹۵۴ء صہ ۳)

[1] "الفضل" ۲۹ ؍ اگست ۱۹۵۴ء صہ ۲ ۔

[2] یاد رہے کہ یکم جولائی ۱۹۵۷ء کو سیدنا حضرت مصلح موعود نے فیصلہ صادر فرمایا کہ جامعہ احمدیہ کو جامعۃ المبشرین میں مدغم کرکے ایک ادارہ بنادیا جائے ۔ حضور نے سید داؤد احمد صاحب کو اس نئے جامعہ احمدیہ کا پہلا پرنسپل مقرر فرمایا ۔

[3] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "سیرت داؤد" صہ ۴۷ تا صہ ۶۱ ۔ ناشر الجمعیۃ العلمیہ بالجامعۃ الاحمدیہ بربوہ ۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی نئی عمارت کا افتتاح

۶، دسمبر ۱۹۵۴ء / فتح ۱۳۳۳ہش کو سیدنا المصلح الموعودؓ کے دستِ مبارک سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی نئی عمارت کا افتتاح ہوا۔ اس موقعہ پر حضور نے ایک نہایت ہی پُروقار تقریب میں کالج کے طلباء سے ڈیڑھ گھنٹہ تک ایک بصیرت افروز خطاب فرمایا جس میں انہیں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے اور اس طرح اپنے کالج کی اسلامی روایات برقرار رکھنے کی طرف نہایت مؤثر پیرائے میں توجہ دلائی اور نصیحت فرمائی کہ اگر وہ اسلامی ضابطہ اخلاق کو، جو ہر قسم کے فرقہ وارانہ اختلافات سے بالا ہے، اپنا شعار بنالیں اور اپنی زندگیوں کو اسلامی رنگ میں رنگین کرلیں تو وہ صحیح معنوں میں ملک و قوم کے معمار کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے اور اُن کا نفع رساں وجود قومی زندگی میں ایک انقلابِ عظیم برپا کرنے کا موجب بن جائے گا۔ اس ضمن میں حضور نے علم کی تعریف، حصول علم کے ذرائع اور پھر قول و فعل میں مطابقت کی اہمیّت پر روشنی ڈالی اور قرآن کریم کے نقطہ نگاہ سے علم کے ہر شعبہ کی اہمیّت کو نہایت وضاحت سے بیان فرمایا۔

اس تقریب میں اصحاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور تحریک جدید کے وکلاء صاحبان، سلسلہ کے سب مرکزی تعلیمی اداروں کے ممبرانِ اسٹاف اور بعض دیگر صیغہ جات کے انچارج بھی تشریف لائے ہوئے تھے علاوہ ازیں گورنمنٹ کالج سرگودھا اور اسلامیہ کالج چنیوٹ کے پرنسپل اور سٹاف کے بعض دیگر ممبران نے بھی شرکت فرمائی۔ خطاب کے بعد حضور نے کالج کے جملہ طلباء، اور باہر سے آئے ہوئے بعض احباب کو شرف مصافحہ بخشا پھر تعلیم الاسلام کالج ہوسٹل میں مہمانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا تناول فرمایا اور پھر واپس تشریف لے گئے۔[1] (اس مبارک تقریب کے مفصّل واقعات "تاریخِ احمدیّت" جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۴ ـ ۱۱۸ میں آچکے ہیں۔)

بیرونی مشنوں کی تبلیغی سرگرمیاں

۱۹۵۴ء / ۱۳۳۳ہش میں جماعت احمدیہ کے مشنوں نے اسلام کا نُور ہر جگہ پھیلانے اور مسلمانوں کی خدمات بجا لانے کی کوششیں برابر جاری رکھیں اور اس کے بہت شاندار نتائج پیدا ہوئے۔ اس سلسلہ میں بعض مشنوں کے چند ضروری واقعات اور کوائف کا تذکرہ ضروری ہے۔

---

[1] "الفضل" ۷، ۸، دسمبر ۱۹۵۴ء / فتح ۱۳۳۳ہش (روداد) "الفضل" ۶، ۷، دسمبر ۱۹۵۵ء / فتح ۱۳۳۴ہش (حضرت امیر المؤمنین کی تقریر کا متن)۔

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کی افتتاحی تقریب کے موقع پر گروپ فوٹو

حضرت مصلح موعودؓ کالج اسٹاف سے مصافحہ فرمارہے ہیں

انڈونیشیا مشن:۔ مغربی جاوا کا گاؤں مانس لور MANIS LOR چری بون شہر کے قریب واقع ہے۔ اس گاؤں میں تبلیغ کی ابتداء ایک ایسے مخلص احمدی کے ذریعہ ہوئی جو باہر کے علاقہ سے متعین ہو کر وہاں آیا تھا۔ پہلے پہل جب ایک چھوٹی سی جماعت قائم ہوئی تو اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر احمدیوں کے استقلال کو دیکھ کر کئی سعید الفطرت احمدی ہو گئے اور بالآخر اس سال چند دنوں میں ہی یہ پورا گاؤں آغوش احمدیت میں آگیا۔ اس وقت گاؤں میں بسنے والے بالغ افراد کی تعداد ۴۰۰ تھی۔ اس گاؤں کی تبلیغ میں جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے مقامی مبلغ جناب حاجی بصری حسن صاحب کی مخلصانہ کوششوں کا بہت دخل تھا۔[1]

مشرقی افریقہ مشن:۔ شیخ مبارک احمد صاحب رئیس التبلیغ و امیر جماعت احمدیہ مشرقی افریقہ نے سلطان زنجبار سید خلیفہ بن ہارود کی خدمت میں اُن کی ۷۵ دیں یوم پیدائش پر مبارکباد اور نیک جذبات کا تار دیا جس کا شکریہ انہوں نے اپنے ایک برقی پیغام میں ادا کیا۔ علاوہ ازیں مبلغ سلسلہ مولوی جلال الدین صاحب قمر اور چوہدری مختار احمد صاحب ایاز پر مشتمل ایک وفد نے ان کو "سواحیلی ترجمۃ القرآن" کا تحفہ پیش کیا۔ جسے انہوں نے نہایت مسرت کے ساتھ قبول کیا۔[2]

نائیجیریا مشن:۔ ا۔ "دی مسلم ویلفیئر ایسوسی ایشن ایسٹ افریقہ (THE MUSLIM WELFARE ASSOCIATION EAST AFRICA) مشرقی افریقہ کے مسلمانوں کی ایک مشہور سوسائٹی کا نام ہے جس کے سرپرست اُن دنوں اسماعیلی فرقہ کے مشہور لیڈر سر آغا خاں تھے۔ اس سوسائٹی کا ایک وفد خیر سگالی ۲۳ احسان/جون کو لیگوس (نائیجیریا) میں پہنچا وفد پانچ ارکان پر مشتمل تھا اور اس کے لیڈر مسٹر عبدالکریم جی میئر آف دارالسلام تھے۔ شام کو لیگوس کے ممتاز مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجلاس منعقد ہوا جس میں مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی امیر جماعت ہائے احمدیہ نائیجیریا نے بھی شرکت کی۔ اجلاس کا افتتاح لیگوس ٹاؤن کونسل کے ایک ممبر نے کیا۔ الحاج اے۔ کے لاگوڈا A.K. LAGUDA

---

[1] الفضل ۹ تبوک ۱۳۳۳ ہش / ۹ ستمبر ۱۹۵۴ء صہ۴۔ مضمون حافظ قدرت اللہ صاحب سیکرٹری احمدیہ مسلم مشن انڈونیشیا۔

[2] الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۵۴ء / اخاء ۱۳۳۳ ہش صہ۲۔

سیکرٹری مُسلم و یلفیئر ایسوسی ایشن لیگوس نائیجیریا نے مسلمانوں کی زبوں حالی کا ذکر کرتے ہوئے وفد کو بتایا کہ :-

" ہمارے آباء و اجداد تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھے وہ صرف نام کے مسلمان تھے۔ اسلام کی حقیقت اور فلاسفی کا انہیں ذرہ بھر بھی علم نہ تھا اگر احمدیت ہمارے مُلک میں داخل نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ ہم کبھی کے عیسائی بن چکے ہوتے اور آج نائیجیریا میں اسلام کا نام و نشان نہ ملتا۔ لیکن جب سے احمدیت نے ہمارے مُلک میں پاؤں رکھا ہے نہ صرف یہ کہ ہمیں عیسائیت کے پنجہ سے نجات ملی بلکہ ہم نے زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی اور اسی کے طفیل آج آپ لوگ چند ایک پڑھے لکھے مسلمانوں سے مل سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی جماعت ہے جس نے نائیجیریا میں سب سے پہلا سکول جاری کیا "

ایک اور غیر احمدی مقرر نے نائیجیریا پریس کا ذکر کرتے ہوئے وفد کو بتایا کہ اگرچہ نائیجیریا میں مسلمان اکثریت میں ہیں لیکن حال یہ ہے کہ آج تک اُن میں سے کوئی بھی اس قابل نہ ہوا کہ ایک مسلمان اخبار جاری کرے جس کے ذریعے ہماری اولاد دین اسلام کی صحیح رُوح کو سمجھ سکیں اگر کسی کو توفیق ملی ہے تو وہ صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے ایک اخبار THE TRUTH جاری کر رکھا ہے۔

اگلے روز یہ وفد مسلم کانگریس آف نائیجیریا کی دعوت پر نائیجیریا کے سب سے بڑے شہر ابادان میں گیا۔ کانگریس کے جنرل سیکرٹری نے بذریعہ تار مکرم سیفی صاحب کو شمولیت کی دعوت دی جس پر آپ بھی تشریف لے گئے۔

اسی روز شام کے دس ہزار مسلمانوں کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں لیگوس کے مسلم زعماء نے خطاب کیا۔ مکرم سیفی صاحب کی دوسری تقریر تھی آپ نے وفد کا خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ وفد کی آمد ہمارے لئے ایک سبق ہے اور وہ یہ کہ مسلمان خواہ دُنیا کے کسی خطہ سے تعلق رکھیں خواہ مختلف زبانیں بولنے والے ہوں یا مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہوں جب تک وہ مسلمان ہیں سب کے سب ایک ہیں کیونکہ ہمارا خدا ایک ہمارا رسول ایک اور ہماری کتاب ایک ہے۔ آپ کی تقریر ازحد پسند کی گئی اور صدر جلسہ نے بھی اسے خوب سراہا اور کم از کم چار دفعہ حاضرین کو بتایا کہ جناب سیفی صاحب چونکہ مشنری ہیں اس لئے اگر دوسرے مقرر ان جیسی عمدہ تقریر نہ بھی کر سکیں تو تعجب کی بات نہیں۔ اس یادگار تقریر کے بعد چند اور تقاریر ہوئیں اور سات بجے شب کے قریب جلسہ

اختتام پذیر ہوا اور ممبران وفد نائیجیریا میں سہ روزہ قیام کے بعد گولڈ کوسٹ (غانا) کی طرف روانہ ہو گیا۔[1]

مکرم نسیم سیفی صاحب اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں[2]:-

" احمدیہ جماعت کو مغربی افریقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی عظیم الشان کامیابی نصیب ہوئی ہے کہ اس نے دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں بھی ایک امید کی شعاع پیدا کر دی ہے ان کے بعض افراد کے دل میں بھی یہ جذبہ موجزن ہو گیا ہے کہ مغربی افریقہ میں اسلام کی چلتی گاڑی کو ہاتھ لگا ہی دینا چاہیئے۔ چنانچہ اس جذبہ کے ماتحت مشرقی افریقہ کے پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کا ایک وفد سیٹھ کریم جی کی قیادت میں نائیجیریا پہنچا۔ اگرچہ " ٹروتھ " TRUTH جمعہ کے روز شائع ہوتا تھا لیکن ان کی آمد کے پیش نظر اور ان کو خوش آمدید کہنے کے لئے میں نے اس ہفتہ پرچہ بدھ ہی کے روز شائع کر دیا۔ کیونکہ وہ اس دن لیگوس پہنچ رہے تھے۔ کثیر تعداد میں مسلمان ہوائی اڈے پر پہنچے ہوئے تھے۔ میں بھی اس استقبال میں کسی سے پیچھے نہ تھا۔ مجھے تو ہمیشہ یہ خواہش رہی تھی کہ دوسرے مسلمان بھی آگے آئیں اور جس قدر بھی اور جس رنگ میں بھی ممکن ہو اسلام کی خدمت کر کے احمدیہ جماعت کا ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ میں نے اس وفد کے لیگوس پہنچنے پر ان کے استقبال کے لئے اپنا اخبار ٹروتھ جس کے پہلے صفحہ کی سب سے بڑی خبر اس وفد کی آمد تھی پیش کیا۔ وفد ہوائی اڈہ سے سیدھا لیگوس کے مقامی حاکم OBA ADELE II کے محل پہنچا۔ وہاں ایک چھوٹی سی تقریب منعقد کی گئی اور اس کے بعد انہیں ان کی جائے رہائش پر لے جایا گیا۔

شام کے وقت لیگوس کے تمام مقتدر مسلمان ان سے ملاقات کے لئے مدعو تھے۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ جب لیگوس کے مسلمانوں کی طرف سے انہیں ایڈریس (غیر رسمی) پیش کیا جانے لگا یا یوں کہیئے کہ جب لیگوس کے مسلمانوں کا تعارف کرایا جانے لگا تو مقرر نے نصف گھنٹہ تک احمدیہ جماعت ہی کی مساعی کو پیش کیا۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح احمدیہ جماعت کے نائیجیریا میں قیام سے قبل عام مسلمانوں کی سماجی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اپنے آپ کو مسلمان کہلانا کارے دارد والا معاملہ تھا کیونکہ

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳؍اخاء ۱۳۳۳ہش ۳؍اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۴۔
[2] غیر مطبوعہ سوانح۔

مسلمان کہلا کر بھی کوئی شخص معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا جا سکتا تھا حتّٰی کہ اگر کوئی شخص رومی ٹوپی پہن کر باہر نکلتا تھا تو سب لوگوں کی کیفیت یہ رہتی تھی کہ وہ اس پر پتھراؤ کرنے کے درپے نظر آتے تھے اس مقرر نے (ان کا نام مسٹر اے کے لاگوڈا تھا) وضاحت کے ساتھ بتایا کہ جب سے احمدیہ جماعت نے کام شروع کیا ہے اور سکولوں کا آغاز کیا ہے نائیجیریا کے مسلمانوں کی حالت بالکل بدل گئی ہے۔ اور اب تو وہ اللہ کے فضل سے گردن اونچی کر کے فخر کے ساتھ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور یہ کہ وہ وقت قریب ہے جب اسلام دنیا میں اپنی جگہ پیدا کر کے رہے گا۔ اس سے اگلے روز اباداں IBADAN میں مسلم کانگریس آف نائیجیریا نے اس وفد کے استقبال کا انتظام کیا ہوا تھا میں بھی وہاں مدعو تھا۔ اباداں لیگوس سے کوئی سوا سو میل کے فاصلہ پر ہے۔ بارش کی وجہ سے سڑک خراب تھی۔ راستے میں کئی جگہوں پر موٹروں کو رک رک کر چلنا پڑتا تھا۔ چنانچہ میں اور میرے ساتھی کسی قدر تاخیر کے ساتھ اباداں پہنچے لیکن یہ تاخیر بھی ایک رنگ میں مفید اور دلچسپ ثابت ہوئی جب میں اباداں کی حدود میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ایک جلوس جا رہا ہے۔ حاجیوں نے اپنے زرق برق لباسوں سے جلوس کی شان دوبالا کر رکھی ہے ابھی میری موٹر ذرا ہی آگے بڑھی تھی کہ جلوس رک گیا اور مسلم کانگریس کے سیکرٹری حاجی اشولا صاحب دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور مجھے موٹر سے اتار کر جلوس کی طرف لے گئے۔ وفد کے اراکین کچھ متحیر نظر آ رہے تھے غالباً ان کو اس بات کی امید نہ تھی کہ ایک احمدی مبلغ کا اتنا خیال رکھا جاتا ہوگا لیکن اشولا صاحب تو جانتے تھے کہ میں نے ہر ممکن کوشش کر کے مسلم کانگریس کے نام کو آگے بڑھایا تھا اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ مسلم کانگریس میرا خیال نہ رکھے۔ بہرحال جلوس جامع مسجد میں پہنچا اور وہاں استقبالیہ جلسہ منعقد کیا گیا اور ایک لکھا ہوا ایڈریس وفد کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ ایڈریس پیش کرنے والوں نے وہیں ایڈریس پر دستخط کئے اور ان میں سے پہلے مجھ سے دستخط کروائے گئے۔ شام کے وقت لیگوس میں گلوور میموریل ہال میں انہیں استقبالیہ دیا جانے والا تھا چنانچہ اباداں کے استقبالیہ جلسہ میں شرکت کے بعد میں لیگوس پہنچا۔ گلوور ہال میں مقامی حاکم اوبا اڈیلے OBAADELE نے تقریر کی اور اس کے بعد میں نے تقریر کی۔ میں نے اپنی تقریر میں چند ایک باتیں تو وفد سے کہیں اور چند ایک باتیں مقامی مسلمانوں سے۔ اس کے بعد فیڈرل حکومت کے وزیر تعلیم (جو بعد میں شمالی نائیجیریا کے گورنر مقرر

ہوئے) نے تقریر کی اور پھر ایک دو اصحاب کو بھی اظہارِ خیال کا موقعہ دیا گیا۔

۲۔ ۱۹۵۵ء سے نائیجیریا کے مغربی علاقہ میں جبری تعلیم کا سسٹم رائج کیا جا رہا تھا گورنمنٹ کی اس نئی سکیم سے مسلمان سخت پریشان ہوئے وجہ یہ کہ مسلمانوں کے پاس دینیات پڑھانے کے لئے ایسے اساتذہ کا ہونا ضروری تھا جو حکومت کے قانون کے مطابق قابل QUALIFIED ہوں مگر عملاً صورت یہ تھی کہ دینیات پڑھانے والوں میں سے پانچ فیصد لوگ بھی تجربہ کار نہیں تھے جس کے نتیجہ میں یہ خطرہ یقینی نظر آنے لگا کہ مسلمان اسکولوں میں دینیات پڑھانے کا انتظام نہ ہوسکے گا اور نائیجیریا کے مسلمانوں کی نئی نسل اپنے مذہب سے بے گانہ محض رہ جائے گی۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لئے مسلمان اسکولوں کے پروپرائٹرز کا ایک خصوصی اجلاس ہوا۔ جس میں مولوی مبارک احمد صاحب ساقی مبلغ نائیجیریا بھی شامل ہوئے اور فیصلہ ہوا کہ حکومت سے پُرزور اپیل کی جائے کہ وہ مسلمان سکولوں میں دینیات پڑھانے کا انتظام کرے۔ کونسل نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ بہت جلد مسلمان اسکولوں کے لئے دینیات کا نصاب مقرر کرکے محکمہ تعلیم میں بھیجا جائے اس بروقت اقدام کا خاطر خواہ اثر ہُوا اور حکومت نے بعض ایسے کالج کھولنے کا فیصلہ کرلیا جن میں عربی اور دیگر مشرقی زبانیں پڑھانے کا انتظام کیا گیا تھا اور اُن کے فارغ التحصیل طلباء حکومت کے ہاں بھی مستند سمجھے جانے لگے۔[1]

سیرالیون مشن:۔ اس سال مشن نے مالی تحریکات خصوصاً زکوٰۃ کی وصولی کی طرف خاص توجہ دی جس کے نتیجہ میں بعض دوستوں نے نمایاں قربانی کا نمونہ دکھایا اور ایک گراں قدر رقم چندہ زکوٰۃ کے طور پر ادا کی۔ چنانچہ ایک شامی بھائی سید امین خلیل صاحب اور ایک افریقن بھائی مسٹر سلیمان سیسے نے ۲۰۰ ۲۰۰ پاؤنڈ پیش کیا۔

دو مقامات پر نئی مساجد قائم ہوئیں اور باما BAMA اور دوسری فالا FALA میں۔ اگرچہ فالا میں پہلے سے ایک مسجد موجود تھی۔ مگر وہ نہایت خستہ حالت میں اور صرف گھاس پھوس کی تھی۔

اس سال خدا تعالےٰ کے فضل سے ۵۳ افراد کا جماعت سیرالیون میں اضافہ ہُوا جن میں سے ایک

---

[1] "الفضل" ۲۸ تبوک ۱۳۳۳ہش صفحہ ۴

شامی مسٹر مصطفےٰ احدرج بھی تھے۔ یہ دوست آٹھ دس سال سے زیرِ تبلیغ تھے۔ سالانہ کانفرنس کے موقعہ پر انہیں بیعت کرنے کی توفیق ملی اور فارم بیعت پُر کر کے حلقہ بگوشِ احمدیت ہوگئے اِن کے احمدیت قبول کرنے میں شامی احمدی دوست السیّد حسن محمد ابراہیم صاحب الحسینی کا بھی بہت دخل تھا۔ السیّد حسن ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ۱۹۳۹ء میں مکرم نذیر احمد صاحب علی کو دعوت دی کہ ان کے خرچ پر میںنڈے کے علاقے میں تشریف لائیں اور یوں تبلیغ احمدیت کی بنیاد پڑی چنانچہ بعد میں ایک جماعت کے سوا سب جماعتیں اسی علاقہ میں قائم ہوئیں۔

جماعت احمدیہ سیرالیون کی چھٹی سالانہ کانفرنس مورخہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۵۴ء کو شروع ہو کر ۱۹ر دسمبر کو بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔ کانفرنس حسبِ معمول جماعت کے مرکز بو میں منعقد ہوئی۔ ملک کے طول وعرض سے احمدی احباب شرکت کے لئے تشریف لائے۔ مختلف مذہب وملّت کے متعدد احباب بھی اس میں شامل ہوئے۔ تین دن کی کانفرنس میں کُل چھ اجلاس ہوئے جس سے مندرجہ ذیل مبلغین اور مخلصین نے خطاب فرمایا۔ مکرم نذیر احمد علی صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون۔ مسٹر ابوبکر معلّم مدرسہ احمدیہ بو۔ مسٹر موسیٰ سوری لوکل مبلغ۔ مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری۔ مولوی محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری بیرسٹر علی روجرز۔ مسٹر الفا شریف صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ بو۔ الفا محمد ادریس۔ الفا شیخو بنگورہ۔ مسٹر محمد بونگے ہیڈ ماسٹر احمدیہ سکول روکوپر۔

کانفرنس کے ایک اجلاس کی صدارت پیراموٹ چیف الحاج المامی سوری پریذیڈنٹ جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون نے کی۔ کانفرنس میں ایک مشاورتی کانفرنس بھی ہوئی۔

اس موقعہ پر ۴۵ احباب نے ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ تبلیغ کے لئے وقف کیا اور ایک عربی اور دینی سکول بو میں کھولنے کا فیصلہ ہوا۔ تحریک جدید دفتر دوم کے نئے سال کے چالیس پونڈ کے وعدے ہوئے جن میں سے ۳۳ پونڈ نقد ادا کئے گئے اسی طرح بو جماعت کے پریذیڈنٹ مسٹر الفا شریف نے لوکل مشن کی مالی حالت کو سدھارنے کے لئے ایک ہنگامی اپیل کی جس پر ایک سو تیس پونڈ کے وعدے ہوئے جن میں سے ساٹھ پونڈ نقد ادا ہوگئے[1] کانفرنس میں ۳۴ جماعتوں کے ۲۰۰ نمائندوں نے شرکت کی اور کانفرنس کے انتظامات اور مہمان نوازی میں جماعت احمدیہ بو

---

[1] الفضل ربوہ۔ ۱۲ر جنوری۔ ۳ر مارچ ۱۹۵۵ء صٓ۳۔

کی مساعی قابلِ قدر تھیں۔

شام دمشق:۔ ملک شام کے مشہور اخبار" صوت العرب "کی ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۴ء کی اشاعت میں شام کے ممتاز قانون دان محمد آفندی الشوا کا خیال افروز مضمون شائع ہوا جس کا ترجمہ مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

" دمشق کے مشہور روزنامہ "العلم" نے اپنی اشاعت مورخہ ۱۹ر دسمبر ۱۹۵۴ء میں اپنے ایک نامہ نگار کی طرف سے مفتیٔ عام دمشق کا ایک بیان شائع کیا ہے جس میں انہوں نے عام الناس کو احمدیت کے قبول کرنے سے روکا ہے کیونکہ مفتی صاحب کے خیال کے مطابق احمدی عقائد قرآن مجید اور سنّت کے خلاف ہیں لیکن جناب مفتی صاحب نے احمدیت کے مخالف قرآن وسنّت ہونے کے بارے میں کوئی معین چیز ذکر نہیں فرمائی۔

چونکہ احمدی لوگ ہی تمام براعظموں میں اسلام کو پھیلا رہے ہیں اور سب کو قرآن کریم اور سنّت نبویؐ کی طرف بلاتے ہیں اس لئے میں جناب مفتی صاحب سے التماس کرتا ہوں کہ وہ کم از کم ایک چیز تو ایسی ذکر فرمائیں جو احمدیوں کے عقائد میں داخل ہو۔ اور مفتی صاحب اس کے مخالف قرآن و سنت ہونے پر کوئی دلیل قائم کر سکیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ انہوں نے لوگوں کے سامنے ایک ایسا فتویٰ پیش کیا ہے جس پر کوئی دلیل اور برہان قائم نہیں۔

گذشتہ دنوں شاہ فاروق کے علیحدہ کئے جانے سے قبل کی بات ہے کہ مصر کے بہت سے مشہور لوگ احمدیوں کو سچا مسلمان قرار دے چکے ہیں جب مصر کے سابق مفتی نے آنریبل چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بارے میں ایک فتویٰ دیا تھا تو مصر کے مشاہیر نے چودھری محمد ظفر اللہ خان کی تائید میں اور مصر کے سابق مفتی کے خلاف بیانات شائع کئے۔ ان مشاہیر میں سابق ترین مفتی علّامہ علام لضار الاستاذ محمد ابراہیم سالم چیف جسٹس عدالت عالیہ شرعیہ۔ الاستاذ عبدالرحمٰن عزام سابق جنرل سیکرٹری عرب لیگ اور الاستاذ خالد محمّد خالد محترم اور بہت سے دیگر علماء شامل ہیں۔

علاوہ ازیں ملک شام میں احمدیت کے ماننے والوں میں تمام مشہور اور قابل ذکر شاہی خاندانوں کے لوگ موجود ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں میں المالکی العظم۔ المرادی۔ شبیب۔ الحصنی۔ الساعاتی۔ الجبال۔

الارناؤوط ۔ سُوقیہ ۔ القبانی ۔ النوبلاتی ۔ سلطان ۔ الارکشلی ۔ الجابی ۔ المیروان ۔ انرکی ۔ الشریف ۔ باکیر ۔ البسطی ۔ اور الشوا وغیرہ خاندانوں کے لوگ شامل ہیں ۔ اور اِن تمام لوگوں نے احمدیت کو پورے اطمینان ، مکمل تحقیق اور کامل یقین کے ساتھ قبول کیا ہے اور یہ لوگ ہمیشہ حکمت اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت الی اللہ کر رہے ہیں اور اِن لوگوں کی گفتگو ہمیشہ بادلیل اور باسلوب احسن ہوتی ہے ۔ یہ لوگ جبر اور تشدد کے اس دھمکی آمیز طریق کو اس طرح حرام جانتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور نبیٔ پاک صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنی سنّت میں اسے حرام ٹھہرایا ہے یہ جبر و تشدد کا طریق وہی ہے جسے اس زمانہ میں اسلام کے نام سے پیش کرنے والے بہت سے فرقے ممالک اسلامیہ میں پائے جاتے ہیں حال ہی میں پاکستان اور مصر میں ان لوگوں نے حکومت کے خلاف اسی طریق پر ناکام کوششیں کی ہیں ۔

احمدی لوگ ہر ملک اور ہر حکومت میں جہاں مذہبی آزادی قائم ہے مُلکی قوانین کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں کیونکہ قرآن مجید کا یہی حکم ہے نیز اسلام کی اشاعت اور امن کا قیام اسی کے ساتھ وابستہ ہے ۔ اسلام رعایا میں سے کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ اپنی حکومت سے خیانت سے پیش آئے اور اس کے خلاف دل میں منصوبے باندھے اور قانون شکنی کرے درآنحالیکہ وہ حکومت عقیدہ اور خیال کی پوری پوری آزادی دے رہی ہو ۔ پس اس صورت میں جبکہ احمدی لوگ ہر جگہ پر قائم شُدہ حکومت کے نہایت وفادار ہیں مفتی شام کا شامی گورنمنٹ کو احمدیوں کے خلاف اکسانا مفتی صاحب کے لئے مفید ثابت نہیں ہوسکتا اس طرح جناب کا احمدیوں کے خلاف فتویٰ بھی انہیں اپنے عقیدے سے منحرف نہیں کرسکتا کیونکہ وہ لوگ احمدیت کو حقیقی اسلام یقین کرتے ہیں اور جناب مفتی صاحب نے اپنے فتویٰ کے سچا ہونے پر ابھی تک کوئی دلیل پیش نہیں کی اور نہ ہی انہوں نے ہمارے مبلّغ الاستاذ منیر الحصنی کے ان سوالات کا جواب دیا ہے جو انہوں نے روزنامہ "العلم" مؤرخہ ۱۱ جولائی ۱۹۵۲ء اور بعد ازاں رسالہ جامعہ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۵۴ء میں شائع کئے تھے اور جنہیں حال ہی میں انہوں نے اپنے ٹریکٹ " الجماعۃ الاحمدیہ والانکلیز " میں چھاپ کر علماء کرام کے سامنے پیش کیا ہے ۔

میں نے بطور ایک حق پرست وکیل کے قسم کھا رکھی ہے کہ میں صرف اس امر کا دفاع کرونگا

جسے مَیں حق سمجھوں گا. لہٰذا مَیں جناب مفتی صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ انہوں نے احمدیوں کے خلاف جو فتویٰ دیا ہے اس کے درست ہونے پر کوئی دلیل قائم کریں کیونکہ قرآن مجید جو ہم سب کے نزدیک کامل حَکَم کی حیثیت رکھتا ہے. فرماتا ہے. قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. اگر تم سچے ہو تو اپنے دعویٰ پر دلیل پیش کرو۔[1]

جرمن مشن:۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے ارشادِ مبارک کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ کے یورپین مشنز کے مشنری انچارج کئی سال سے ایک مقام پر اکٹھے ہو کر سال بھر کے کام کا جائزہ لینے اور تبلیغ کے کام میں وسعت پیدا کرنے کے ذرائع پر غور و فکر کرنے کے لئے جمع ہوتے آ رہے تھے. چنانچہ اس سال یہ سعادت جرمنی مشن کو حاصل ہوئی. ہمبرگ میں یورپین مشنز کی یہ کانفرنس ۱۸ سے ۲۰ نومبر ۱۹۵۴ء تک جاری رہی باہمی غور و فکر کے علاوہ اس موقعہ پر تبلیغی رنگ میں بفضلہ تعالیٰ وسیع طور پر پراپیگنڈا کرنے کا انتظام کیا گیا. موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۱۸ نومبر کو پریس کانفرنس اور ۱۹ نومبر کو وسیع طور پر تبلیغی میٹنگ کا انتظام کیا گیا. مبلغ جرمنی چوہدری عبد اللطیف صاحب کے علاوہ سوئٹزرلینڈ سے شیخ ناصر احمد صاحب ہالینڈ سے مولوی غلام احمد صاحب بشیر اور سپین سے چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر نے کانفرنس میں شمولیت اختیار کی کانفرنس کے انعقاد سے ایک ہفتہ قبل جرمن نیوز ایجنسی نے اپنے نیوز بلیٹن کے ذریعے کانفرنس کی اطلاع بڑی بڑی اخباروں کو بھجوائی اور کئی ایک اخبارات نے اس خبر کو کانفرنس کے شروع ہونے سے پہلے ہی شائع کر دیا اور شامل ہونے والے مشنری انچارج کے نام بھی شائع کئے. اٹھارہ نومبر کو پریس کانفرنس منعقد کی گئی اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے گورنمنٹ کے پریس سیکشن والوں سے تعاون حاصل کیا گیا اور ان کی وساطت سے ہمبرگ کی اخبارات اور پریس کو دعوت نامے بھجوائے گئے. یہ کانفرنس ہمبرگ کے سب سے بڑے ہوٹل ATLANTIC میں شام ۴½ بجے منعقد ہوئی. ہمبرگ کے تمام روزانہ اخبارات اور بعض ہفتہ وار اخبارات کے نمائندوں کے علاوہ چھ معروف نیوز ایجنسیوں کے نمائندے شامل ہوئے بعض دیگر نامور جرنلسٹ اور ہمبرگ کے ایک مشہور مستشرق DR. ABEL بھی تشریف لائے ہوئے تھے. یہ دوست جرمن نیوز ایجنسی کے اسلامی ممالک کے

---

[1] "الفضل" ربوہ ۲۴ فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۳

نمائندے تھے کانفرنس کی کارروائی شروع کرتے ہوئے چوہدری عبداللطیف صاحب نے برادران کا پریس والوں سے تعارف کرایا اور اپنی افتتاحی تقریر میں اسلامی تعلیمات کا مختصر طور پر ذکر کرتے ہوئے یورپ میں مشنوں کے قیام کی غرض وغایت بتائی۔ اس کے بعد شیخ ناصر احمد صاحب نے ایک دلچسپ تقریر میں جماعت احمدیہ کی کامیاب تبلیغی مساعی پر روشنی ڈالی بعدازاں ڈیڑھ گھنٹہ تک پریس والوں نے مختلف سوالات دریافت کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔ گفتگو کے دوران خدا کے فضل وکرم سے اسلامی تعلیمات کے متعدد پہلوؤں پر سیر کن بحث کرنے کا موقعہ ملا۔ اگلے روز ہمبرگ کے تمام اہم روزنامہ اخبارات نے اس پریس کانفرنس کا نمایاں طور پر اپنے ایڈیٹوریل کالموں میں ذکر کیا اور چھ اخبارات نے مبلغین کے فوٹو بھی شائع کئے ایک روزنامہ اخبار نے اس پریس کانفرنس کا ذکر " اللہ کے مشنری ہمبرگ میں" کے زیر عنوان حسب ذیل الفاظ میں کیا:۔

"جماعت احمدیہ کے مشنوں کا مقصد اسلامی تعلیمات کی تمام دنیا میں اشاعت ہے اور اسلامی تعلیمات کے بارہ میں غلط فہمیوں کا ازالہ ہے"

ایک دوسرے اخبار نے فوٹو شائع کرنے کے علاوہ پریس کانفرنس کی خبر پر حسب ذیل عنوانات قائم کئے:۔ "پانچ اسلامی مشنری ہمبرگ میں۔ اسلام کی طرف سے دنیا کو فتح کرنے کا عزم" آگے چل کر اس اخبار نے لکھا۔ "اسلام پہلا مذہب ہے جس نے عورت کو ورثہ میں حصّہ دار قرار دیا ہے جب ایک مسلمان ایک سے زیادہ شادیاں کرتا ہے تو وہ اسے اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ ان سب سے ایک جیسا سلوک کرے اس لئے ایک مسلم غیر معمولی حالات میں تعداد ازدواج پر عمل کرکے قربانی کا ثبوت دیتا ہے"[1]

سب سے مؤثر اور دلچسپ تبصرہ ایک عیسائی اخبار کا تھا جس نے لکھا:۔

"عیسائی مشن اور چرچ کے لئے ایک اہم سوال۔ یہ سوال عیسائی دنیا کو اپنے سامنے رکھنا چاہیئے کہ اسلام نہ صرف اپنی اشاعت کے اولین دَور میں عظیم روحانی اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس زمانہ میں اپنے تبلیغی مشنوں کے ذریعہ یورپ میں بہت اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ انہی دنوں اسلامی مشنوں کے انچارج ہمبرگ میں جمع ہوئے تھے تاکہ وہ اسلام کو کامیاب طور پر یورپ میں پھیلانے کے ذرائع پر غور کرسکیں جرمنی۔ انگلینڈ۔ ہالینڈ۔ سوئٹزرلینڈ اور اسپین میں اسلام کی تبلیغ آئندہ تقاریر اور لٹریچر کے ذریعے زیادہ زورشور

---

[1] اخبار "الفضل" ربوہ ۸ جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ اور صفحہ ۷

سے کی جائے گی۔ جرمنی میں اسلام کی کامیابی کا میدان زیادہ وسیع ہے۔ چند سال کے اندر اندر ہمبرگ میں مسجد بھی تعمیر کی جائے گی۔ ان واقعات سے ہمیں آنکھیں بند نہیں کرنی چاہئیں۔ ویسے اس بارہ میں احتجاج بلند کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہیں۔ اسلام گذشتہ تیرہ صدیوں میں اتحاد باہمی اور مؤثر اشاعت کے ذریعے اپنے آپ کو ایک عالمی طاقت ثابت کر چکا ہے ان حالات میں عیسائی دُنیا کو ایک بہت بڑا اور مشکل ترین مرحلہ درپیش ہے۔[۱] (ترجمہ)

امریکہ مشن:۔ اس سال امریکہ کی احمدی جماعتوں کی ساتویں کامیاب سالانہ کنونشن ۴-۵ر تبوک / ستمبر کو پٹس برگ میں منعقد ہوئی۔ یہ وہی شہر ہے جہاں احمدی مجاہد مرزا منور احمد صاحب مرحوم نے ۱۵ ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو تبلیغ اسلام کرتے ہوئے راہ مولیٰ میں اپنی جان دی تھی۔ کنونیشن کے منتظم مولوی عبدالقادر صاحب ضیغم تھے۔

۴ر تبوک / ستمبر کو ۱۰ بجے مشن ہاؤس پٹس برگ میں چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر مبلغ انچارج امریکہ نے کانفرنس کا افتتاح فرمایا جس میں آپ نے بتایا کہ چند روز قبل یہاں کرسچن کونسل آف ورلڈ چرچز THE CHRISTAIN COUNCIL OF WORLD CHURCHES کا اجلاس ہو رہا تھا جس میں عیسائیت کا پیغام دُنیا کو پہنچانے کی ترکیبیں سوچی جا رہی تھیں اب ہم اکناف عالم میں اسلام کی اشاعت کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ عیسائیوں کے ذرائع ابلاغ نہایت وسیع اور تعداد بہت زیادہ ہے اس کے مقابل ہم تعداد اور وسائل دونوں اعتبار سے انتہائی کمزور ہیں مگر ہمیں خدا تعالیٰ کی نصرت پر پورا یقین ہے۔ پس آؤ ہم دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحم سے ہمارے ارادوں اور کوششوں میں برکت ڈالے اور ہم سے اسلام کی خدمت کا صحیح طور پر کام لے۔ اس افتتاحی خطاب اور دُعا کے بعد پہلا اجلاس منعقد ہوا جس میں چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر، عبدالشکور حسین صاحب (واشنگٹن)، نورالاسلام صاحب (شکاگو) اور بشارت احمد صاحب منیر[۲] ایم اے نے سوالات کے دلچسپ جواب دیئے اور دوسرے اجلاس میں مختلف مرکزی سیکرٹریوں نے اپنے اپنے شعبوں کی سالانہ رپورٹیں پیش کیں۔ نیز مختلف قرار دادیں پاس کی گئیں۔

۱۔ روزنامہ الفضل ربوہ ۸ر جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

۲۔ ابن مرزا نذیر حسین صاحب چغتائی لاہور۔

اگلے روز (۵ ستمبر/ تبوک) صبح کو بیک وقت تین اجلاس ہوئے۔ فائنینس FINANCE کمیٹی کا اجلاس مشن ہاؤس میں۔ خدام الاحمدیہ کا احمدیہ مسجد میں اور لجنہ اماء اللہ امریکہ کا اجلاس وائی۔ این۔ سی اے ہال Y.N.C.A HALL میں۔ ان اجلاسوں کی صدارت کے فرائض بالترتیب چوہدری خلیل احمد ناصر صاحب مبلغ انچارج، محترم چوہدری غلام یٰسین صاحب اور محترمہ مریم بشیر صاحبہ (شکاگو) نے انجام دیئے۔ کانفرنس کا آخری اجلاس نماز ظہر وعصر کے بعد ہوا جس میں سیدنا حضرت المصلح الموعود کی زبان مبارک سے انگریزی میں ریکارڈ شدہ ایک تقریر سنائی گئی جو "ڈیماکریسی اور کمیونزم" DEMOCRACY AND COMMUNISM کے موضوع پر تھی۔ اس یادگار تقریر کے بعد مولوی نورالحق صاحب انور، چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر اور چوہدری غلام یٰسین صاحب نے خطاب فرمایا۔ کنونشن کے دوران تین افراد مسلمان ہوئے۔ تقاریر کے بعد دعا کے ساتھ کنونشن کا اختتام ہوا۔ بعد ازاں رات کے وقت قادیان کے جلسہ سالانہ کی ایک فلم" اصحاب حضرت مسیح موعودؑ کی تصاویر اور قادیان کے بعض تصویری مناظر دکھائے گئے۔

اس کنونشن کی رپورٹ مکرم بشارت احمد صاحب منیر ایم۔ اے نے مرتب کر کے الفضل کو بھجوائی اور اس کے آخر میں لکھا:۔

"ہر پہلو سے یہ ایک کامیاب کنونشن کہلانے کی مستحق ہے۔ مختلف جگہوں سے آئے ہوئے احمدی بھائیوں میں اکثر اخلاص کا اچھا نمونہ پیش کر رہے تھے۔ امریکہ جیسے دنیادار اور عیش وعشرت میں ڈوبے ہوئے ملک میں یہ اسلام کے مجسمے، یہ داڑھی والے چہرے اور چادر پوش خواتین عام امریکی باشندوں سے بہت مختلف دکھائی دے رہے تھے۔ یہ مٹھی بھر اسلام کے پروانے امریکہ جیسے وسیع ملک میں آٹے میں نمک بھی نہیں مگر انشاء اللہ یہی وہ ستون ثابت ہوں گے جن پر امریکہ میں اسلام کی عظیم الشان عمارت کھڑی ہوگی۔ خدا کرے اسلام کا جھنڈا سب دنیا میں بلند ہو اور ساری دنیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے گونج اٹھے۔ آمین"[1]

ہاورفورڈ کالج (امریکہ) سے چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا خطاب

بین الاقوامی عدالت انصاف (THE INTERNATIONAL

---

[1] الفضل ۱۹ اخاء ۱۳۳۳ہش صہ ۸۔

COURT OF JUSTICE) میں تقریر کے بعد سے محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کو کئی ایک یونیورسٹیوں کی طرف سے خطاب کرنے کی دعوتیں آئیں جن میں سے بعض کو آپ نے اپنی دوسری مصروفیات کے باوجود منظور فرمایا ان میں ایک دعوت کو یکرز QUAKERS کے مشہور کالج ہاور فورڈ HAVER FORD کی طرف سے تھی جو اس فرقہ کا ایک مرکزی ادارہ ہے اور مذہبی امور میں خاص دلچسپی رکھتا ہے۔ حضرت چوہدری صاحب نے اسلام سے متعلق دو روز تک ان کی مختلف میٹنگز اور کلاسز میں شاندار تقاریر کیں۔ اس سلسلے میں اس کالج کے ڈیپارٹمنٹ آف پولیٹیکل سائنس DEPARTMENT OF POLITICAL SCIENCE کے پروفیسر فیلڈ ہیوی لینڈ PROFESSOR FIELD HAVILAND نے آپ کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب لکھا:۔

"مکرم جناب!

میں اس خط کے ذریعے ایک دفعہ پھر یہ موقع حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی اس نوازش کا شکریہ ادا کروں جو آپ نے اپنے مصروف پروگرام سے HAVE FORD کالج کے لئے وقت نکال کر ہم پر فرمائی ہے۔

آپ کے تشریف لے جانے کے بعد کالج کے کئی ایک طلباء نے جن کو آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا مجھے بتایا کہ وہ آپ سے گفتگو کے شرف سے کس قدر مفتخر محسوس کرتے ہیں۔ کالج کی تاریخ میں ایسے مواقع کم ہی آئے ہیں جبکہ ایک سپیکر نے اس اتھارٹی کے ساتھ اور پھر اس قدر وضاحت اور صاف گوئی کے ساتھ اسلام اور دوسرے متعلقہ مسائل پر اظہار خیال کیا ہو۔ یہاں پر متفقہ طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ فلپس پروگرام کے ماتحت آپ کی تشریف آوری ہمارے لئے ایک کامیاب ترین تقریب تھی۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ آپ ان مصروفیات سے تھک نہیں گئے ہوں گے۔

ہم میں سے اکثر کو اس لحاظ سے افسوس ہے کہ عالم سیاست میں اب آپ کی اس قدر دانا اور زیرک آواز اتنی سرگرم نہیں رہے گی جتنی کہ ماضی میں رہی ہے۔ مگر ہمیں یہ احساس ہے کہ آپ اس بلند عزت کے واقعی مستحق ہیں جو آپ کو دی گئی ہے۔ ہم آپ کے نئے کام میں آپ کی شاندار کامیابی کے متمنی ہیں۔"[1] (ترجمہ)

---

[1] الفضل لاہور ۱۰ فتح ۱۳۳۳ہش / ۱۰ دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ

مبلغین احمدیت کی مرکز سے روانگی اور واپسی

۱۹۵۴ء / ۱۳۳۳ھش میں جو مجاہدین احمدیت اعلائے کلمہ اسلام کے لئے بیرونی ممالک میں تشریف لے گئے اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں

(۱) ڈاکٹر بدرالدین صاحب مبلغ بورنیو (روانگی برائے بورنیو از کراچی مؤرخہ ۱۱ جنوری ۱۹۵۴ء)[۱]

(۲) چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین (روانگی از ربوہ مؤرخہ ۱۲ مارچ ۱۹۵۴ء)[۲]

(۳) مولوی محمد سعید صاحب انصاری مبلغ بورنیو (روانگی برائے انڈونیشیا مورخہ ۴ اپریل ۱۹۵۴ء)[۳]

(۴) مولوی نورالحق صاحب انور۔ (روانگی برائے امریکہ از ربوہ ۱۲ اپریل ۱۹۵۴ء)[۴]

(۵) مکرم نذیر احمد صاحب علی امیر و انچارج مبلغ سیرالیون (روانگی برائے سیرالیون از ربوہ ۹ مئی ۱۹۵۴ء)[۵]

(۶) صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب (روانگی از ربوہ برائے انڈونیشیا ۶ جون ۱۹۵۴ء)[۶]

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک خط میں مکرم رئیس التبلیغ صاحب انڈونیشیا کے نام تحریر فرمایا کہ "عزیزم مرزا رفیع احمد اور اس کی بیوی انڈونیشیا آرہے ہیں۔ میں نے انڈونیشیا کو ان کے لئے اس لئے چنا ہے کہ تا اس ملک کے لوگوں پر اپنی محبت کا اظہار کردوں۔"[۷]

(۷) سید شاہ محمد صاحب رئیس التبلیغ انڈونیشیا۔ (روانگی برائے انڈونیشیا از ربوہ ۹ اکتوبر ۱۹۵۴ء)[۸]

(۸) سید محمود احمد صاحب ناصر (روانگی از ربوہ برائے انگلستان ۱۲ نومبر ۱۹۵۴ء)[۹]۔

(۹) سید جواد علی صاحب (روانگی برائے امریکہ از ربوہ مؤرخہ ۱۲ نومبر ۱۹۵۴ء)[۱۰]

(۱۰) مسٹر عبدالشکور کنزے (روانگی برائے امریکہ از ربوہ مؤرخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۵۴ء)[۱۱]

---

۱ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۲

۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵ ریکارڈ وکالت تبشیر ربوہ۔

۶۔ "الفضل" ۸ جون ۱۹۵۴ء صفحہ ۱

۷ "الفضل" ۷ اگست ۱۹۵۴ء صفحہ ۴۔

۸ "الفضل" ۱۰ اکتوبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱

۹، ۱۰ "الفضل" ۱۷ نومبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۱۔

۱۱ ریکارڈ وکالت تبشیر ربوہ۔

جو مبلغین تبلیغی خدمات بجا لانے کے بعد مرکز میں واپس تشریف لائے۔ وہ یہ تھے:۔

(۱) مکرم نذیر احمد صاحب مبشر امیر و مبلغ انچارج گولڈ کوسٹ (آمد کراچی مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۵۴ء)[1]

(۲) سید ولی اللہ شاہ صاحب مبلغ مشرقی افریقہ۔ (آمد ربوہ ۲۹ مارچ ۱۹۵۴ء)[2]

(۳) مولوی صالح محمد صاحب مبلغ گولڈ کوسٹ (ربوہ میں آمد مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۵۴ء)[3]

(۴) چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر انچارج امریکہ مشن (آمد ربوہ ۱۸ مئی ۱۹۵۴ء)[4]

(۵) چوہدری نذیر احمد صاحب رائے ونڈی مبلغ سیرالیون (آمد ربوہ ۲۲ جولائی ۱۹۵۴ء)[5]

(۶) شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سوئٹزرلینڈ (آمد ربوہ ۱۱ دسمبر ۱۹۵۴ء)[6]

(۷) قاضی مبارک احمد صاحب (آمد ربوہ از شام ۱۱ دسمبر ۱۹۵۴ء)[7]

(۸) مولوی عبدالکریم صاحب مبلغ سیرالیون (آمد ربوہ ۲۹ دسمبر ۱۹۵۴ء)[8]

نیا لٹریچر اشاعتی اعتبار سے بھی یہ سال بہت بابرکت سال ثابت ہوا کیونکہ اس کے دوران بہت سی مفید اور پُر از معلومات کتابیں شائع کی گئیں جو یہ ہیں:۔

(۱)۔ "شانِ خاتم النبیین" (از مولانا قاضی محمد نذیر صاحب رضؓ)

(۲)۔ "حیات بقاپوری" حصہ دوم (از حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رضؓ)

(۳)۔ "نبیوں کا سردار" (اردو ترجمہ دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی از حضرت مصلح موعودؓ)

(۴)۔ "سیر روحانی" جلد اوّل (از حضرت مصلح موعودؓ)

(۵)۔ "مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ" (از افاضات حضرت المصلح الموعودؓ)

(۶)۔ "قادیانی مسئلہ کا جواب" (از سیدنا المصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ)

(۷)۔ "مودودی صاحب کے بیان پر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ" (از مولانا جلال الدین صاحب شمس رضؓ)

(۸)۔ "محاسن کلام محمود" (از جناب اختر گوبندپوری)

(۹)۔ "مسلمان عورت کی بلند شان" (از حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ)

---

[1] "المصلح" کراچی مورخہ ۲ مارچ ۱۹۵۴ء صفحہ ۱ ۔ [2] ریکارڈ وکالت تبشیر ربوہ

[3] "الفضل" لاہور ۱۲ مئی ۱۹۵۴ء صفحہ ۴ ۔ [4] "الفضل" لاہور ۲۳ مئی ۱۹۵۴ء صفحہ ۵ ۔

[5] "الفضل" ۲۵ جولائی ۱۹۵۴ء صفحہ ۶ ۔ [6]، [7]، [8] ریکارڈ وکالت تبشیر ربوہ۔

(۱۰)۔ "رسالہ حج" (از حضرت مولانا عبداللطیف صاحب بہاولپوریؓ)

(۱۱) "رسالہ معیار شناخت انبیاء" (از مولوی غلام باری صاحب سیف پروفیسر جامعۃ المبشرین ربوہ)۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی بلند پایہ تقریر "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ایک نیا ایڈیشن بھی الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ کی طرف سے شائع کیا گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے سالانہ جلسہ ۱۹۵۴ء کے موقع پر مندرجہ بالا کتب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اس سال کچھ نئی کتابیں اور لٹریچر شائع ہوا ہے۔ جن میں سے ایک کتاب مسئلہ ختم نبوّت پر قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے لکھی ہے¹۔ میں نے اب تو یہ کتاب نہیں دیکھی لیکن جب انہوں نے یہ مضمون لکھنے کا ارادہ کیا تھا تو وہ اس کے ہیڈنگ بنا کر میرے پاس لائے تھے۔ اور مجھ سے انہوں نے مشورہ کیا تھا۔ میرا اثر یہی ہے کہ یہ کتاب اچھی اور اس زمانہ کے لحاظ سے مفید ہوسکتی ہے۔ میں نے ان کو سمجھایا تھا کہ ہمارے ہاں پہلے جو طریق رہا ہے کہ بعض بے احتیاطیوں کی وجہ سے لوگوں کو خواہ مخواہ ٹھوکر لگی اس سے آپ کو بچنا چاہیئے۔ جب صداقت پہلے بھی آپ لوگ پیش کرتے تھے اور اب بھی پیش کرتے ہیں تو کیوں نہ ایسے الفاظ میں اس کو پیش کیا جائے جو دوسروں کے لئے تکلیف دہ نہ ہوں یا کم سے کم ان کو پیچھے پھرانے والے نہ ہوں۔

دوسری کتاب "حیات بقاپوری" ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض فتاوے بھی جمع کئے ہیں۔ نہ معلوم وہ ہیں جن میں وہ بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے یا ان کو پسند تھے کہ انہوں نے لکھ لئے لیکن اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے بعض خیالات اور

---

¹ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کتاب پر حسب ذیل تبصرہ لکھا:۔

"حال ہی میں ایک کتاب "شان خاتم النبیینؐ" مصنفہ محترمی قاضی محمد نذیر صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ شائع ہوئی ہے دراصل یہ کتاب قاضی صاحب موصوف کی ایک تقریر کی توسیع ہے جو انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۲ء کے موقعہ پر کی تھی اور میں نے اس تقریر کے خاتمہ پر محترم قاضی صاحب کو اس کامیاب تقریر پر

آپ کے اذکار بعض مسائل کے متعلق نہایت اعلیٰ درجہ کے لکھے گئے ہیں بلکہ ایک حوالہ تو ایسا ہے جس کی ہم کو تلاش رہی اور پہلے ہم کو نہ ملا۔ اس میں ہمیں مل گیا۔ یہ بھی اچھی دلچسپ کتاب ہے۔ اسی طرح مرکز میں کتب کی اشاعت کے لئے دو کمپنیاں بنائی گئی ہیں ..... جو کمپنی انگریزی اور دوسری غیر زبانوں کا لٹریچر تیار کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے ...... اس وقت تک ان کی طرف سے ڈچ ترجمہ قرآن اور جرمن ترجمۃ القرآن شائع ہو چکا ہے اور انگریزی ترجمۃ القرآن کل مجھے ملا ہے (اس موقعہ پر حضور نے انگریزی ترجمۃ القرآن کی کاپی لوگوں کو دکھائی اور فرمایا) یہ ابھی مکمل نہیں ہے۔ انہوں نے اس کی جلدبندی صرف جلسہ کے لوگوں کو دکھانے کے لئے کر دی ہے۔ ورنہ اس میں ابھی دیباچہ شامل ہونا ہے۔ پریس والوں نے کہا ہے کہ ان دنوں ہمیں کرسمس کا کام ہے۔ ہم اس وقت نہیں چھاپ سکتے۔ دو تین مہینہ کے بعد چھاپیں گے۔ اس لئے انہوں نے یہ شکل آپ لوگوں کو دکھانے کے لئے بھیج دی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ کئی لوگ ساری جلدوں میں قرآن شریف نہیں خرید سکتے اور پڑھ بھی نہیں سکتے۔ اس لئے یہ ترجمہ انشاء اللہ مفید ثابت ہوگا اور انگریزی جاننے والے ملکوں مثلاً انگلینڈ اور امریکہ اور آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ وغیرہ میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اس سے اعلیٰ درجہ کی تبلیغ

(**بقیہ حاشیہ**:-) مبارک باد دیتے ہوئے تحریک کی تھی کہ اگر اس تقریر کو مناسب نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تو انشاء اللہ بہت مفید ہوگا۔ اور مجھے دلی خوشی ہوئی کہ بالآخر یہ تقریر ایک مستقل رسالہ کی صورت میں شائع ہو گئی ہے۔

قاضی صاحب نے اس دلچسپ اور علمی تصنیف میں حضور سرور کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی علیہ وسلم کے مقام ختم نبوت کے متعلق بہت سیر کن بحث کی ہے اور دلائل نقلیہ اور عقلیہ کی رو سے یہ بات ثابت کی ہے کہ حضور سرور عالم کا مقام ختم نبوت ایک ایسا بلند اور ارفع مقام ہے جو نہ صرف تمام دوسرے نبیوں کے لئے کل سر سبد کا حکم رکھتا ہے بلکہ حقیقۃً یہ ایک عدیم المثال قدرتی آبشار ہے جس سے پانی حاصل کر کے تمام پہلی اور پچھلی نہریں روحانی کھیتوں کو سیراب کر رہی ہیں ضمناً اس کتاب میں یہ بحث بھی کافی صورت میں آگئی ہے کہ ختم نبوت کے مقام کا جو تصور آج کل دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں پایا جاتا ہے وہ اس عجیب و غریب مقام کی صحیح اور حقیقی تشریح نہیں ہے اور نہ اس میں اس غیر معمولی بلندی کا نظریہ موجود ہے جو اس عدیم المثال مقام کا مرکزی نقطہ ہے۔" (روزنامہ "الفضل" ربوہ ۶؍ جنوری ۱۹۵۵ء صفحہ ۶)

ہو سکے گی۔

.... اسی طرح دوسری کمپنی جو اردو لٹریچر کیلئے قائم ہوئی ہے انہوں نے بھی اس سال بہت سی کتابیں شائع کی ہیں۔ ایک تو "نبیوں کا سردار" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات ہیں۔ دراصل میری کتاب "دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی" میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو لائف تھی اس کا یہ اردو ترجمہ ہے اور اس کا نام انہوں نے "نبیوں کا سردار" رکھا ہے۔ یہ ۳۲۰ صفحہ کی کتاب ہے۔

..... اسی طرح اس کمپنی کی طرف سے اس سال "اسلامی اصول کی فلاسفی" "سیر روحانی" "مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ" "رسالہ حج" اور رسالہ "معیارِ شناختِ انبیاء" یہ چھ کتابیں شائع کی ہیں۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی" مدت سے نہیں مل رہی تھی۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ یہ کتاب بڑی مبارک ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کا لوگوں کے دلوں پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے

"سیر روحانی" میری تقریروں کا مجموعہ ہے۔ ایک حصہ اس کا پہلے شائع ہوا تھا جس میں میری پہلی تقریر تھی۔ اَب تک گیارہ عنوانات پر تقریریں ہو چکی ہیں۔ بہرحال جو پہلی تقریر تھی وہ تو شائع ہو گئی تھی لیکن اَب میں نے فیصلہ کیا کہ الگ الگ تقریریں شائع کرنا ٹھیک نہیں۔ تین جلدوں میں سب مضمون شائع کر دیا جائے۔ سو اس جلد میں میری پہلی تقریر کو شامل کر کے جو الگ شائع ہو چکی تھی۔ دو سال کی تقریریں مزید برآں شامل کر دی گئی ہیں اور اب یہ جلد ۳۲۷ صفحہ کی ہو گئی ہے۔ اگلے سال انشاء اللہ اس کی دوسری جلد شائع کر دی جائے گی۔ مصالحہ سب موجود ہے۔ پھر جب یہ تقریریں ختم ہو جائیں گی تو تیسری جلد شائع ہو جائے گی۔

"مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ" وہ بیان ہے جو انکوائری کمیشن کے سامنے پیش کیا گیا تھا اور ان کے کہنے پر سوالات کا جواب لکھا گیا تھا ..... پس یہ کتابیں ہیں جن کی طرف میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں۔ ان کے علاوہ کچھ کتابیں سیّد محمد سعید صاحب سلیم نے شائع کی ہیں۔ ان میں سے بھی بعض ایسی ہیں جو اصل میں سلسلہ کی طرف سے لکھوائی گئی ہیں بہرحال وہ کتابیں یہ ہیں:۔

قادیانی مسئلہ کا جواب۔ مودودی صاحب کے بیان پر صدر انجمن احمدیہ کا تبصرہ۔ (یہ بھی ہائیکورٹ کے کہنے پر لکھا گیا) محاسن کلام محمود اور مسلمان عورت کی بلند شان ......

"...... یہ جو" محاسن کلام محمود" کتاب ہے اس پر مجھے اس لئے خوشی ہے کہ ہماری جماعت کے ایک نوجوان ادیب نے اسے لکھا ہے۔ لوگوں میں عادت ہوتی ہے کہ جب وہ ذرا آگے بڑھنا شروع کرتے ہیں تو ان کو خیال ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات نہ کہیں جس سے اس حلقہ میں ہماری بدنامی ہو جائے مگر اس نوجوان کی ہمت ہے کہ اس نے شاعری کا شوق رکھتے ہوئے یہ کتاب لکھ دی اور وہ نہیں ڈرا کہ دوسرے شاعر جن کی مجلسوں میں میں جاتا ہوں وہ مجھے کیا کہیں گے۔ یوں میرے دل میں خود خیال آیا کرتا تھا کہ میرے اکثر شعر درحقیقت کسی آیت کا ترجمہ ہوتے ہیں یا کسی حدیث کا ترجمہ ہوتے ہیں یا کسی فلسفیانہ اعتراض کا جواب ہوتے ہیں۔ لیکن لوگ عام طور پر اگر صرف وزن میں ترنم پایا جاتا ہے اور موسیقی پائی جاتی ہے تو سُن کر ہا ہا کر لیتے ہیں۔ مجھے کئی دفعہ خیال آتا تھا کہ لوگ سمجھنے کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس طرف توجہ کرے تو شاید یہ زیادہ مفید ہو سکے۔ چنانچہ اس نوجوان نے یہ پہلی کوشش کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ اور کوشش کرنے والے کوشش کریں گے یا انہی کو توفیق مل جائے گی اور یا پھر اور لوگ پیدا ہو جائیں گے۔

درحقیقت اگر دیکھا جائے تو میرے اشعار میں سے ایک کافی حصہ بلکہ میں سمجھتا ہوں ایک چوتھائی یا ایک ثلث حصہ ایسا نکلے گا جو درحقیقت قرآن شریف کی آیتوں کی تفسیر ہے یا حدیثوں کی تفسیر ہے لیکن ان میں بھی لفظ پھر مختصر ہی استعمال ہوئے ہیں ورنہ شعر نہیں بنتا۔ شعر کے چند لفظوں میں ایک بڑے مضمون کو بیان کرنا آسان نہیں ہوتا یا اسی طرح کئی تصوف کی باتیں ہیں جن کو ایک چھوٹے سے نکتہ میں حل کیا گیا ہے۔ مثلاً اس نوجوان نے بھی ایک شعر اس میں درج کیا ہے اور اس کو اس شکل میں پیش کیا ہے کہ دیکھو یہ بڑا ادبی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تصوّف کا یہ ایک پرانا سوال ہے کہ خلق عالم کس طرح ہوّا۔ اس سوال کا جواب اس شعر میں دیا گیا ہے جو درحقیقت ایک فلسفیانہ بات کا جواب ہے کہ اصل میں ہمارے نزدیک خلق عالم کا ذریعہ یہ ہے اگر اس کو کوئی زیادہ غور کے ساتھ دیکھے تو اسے پتہ چل سکتا ہے بے شک انسان جب محبت کی دھن میں ہوتا ہے تو اس میں کئی خیالات عام جذباتی بھی آجاتے ہیں۔ لیکن کچھ ایسے بھی خیالات ہوتے ہیں جن میں فلسفہ یا حکمت بیان کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔"[1]

---

[1] روزنامہ" الفضل" ربوہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳-۴۔

مندرجہ بالا لٹریچر کے علاوہ جو پاکستان میں شائع ہُوا۔ سیٹھ محمد معین الدین صاحب چنت گنٹہ حیدر آباد دکن (بھارت) نے حضرت مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی کی خود نوشت اور ایمان افروز سوانح "حیاتِ قدسی" حصہ سوم شائع کرائی۔

یہ کتاب حضرت مولوی صاحب کی تبلیغی مہمات، ایمان کو جلا بخشنے والے حالات اور الٰہی تائیدات کے بہت سے واقعات پر مشتمل تھی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے اپنے ایک خط میں حضرت مولوی صاحب کو لکھا:۔

"آج آپ کا رسالہ حیات قدسی حصہ سوئم مرزا عزیز احمد صاحب نے لا کر دیا ہے اور میں نے پڑھنا شروع کیا ہے۔ مبارک ہو۔ بہت روح پرور مضامین ہیں۔ ایسی کتابوں کی احمدیوں اور غیر احمدیوں میں بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ مناظرانہ باتوں کی نسبت اس قسم کے روحانی مذاکرات کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر اور علم میں برکت عطا کرے۔"[1]

الحاج مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلا کا قبول احمدیت

اس سال جو خوش نصیب تحریک احمدیت سے وابستہ ہوئے اُن میں ایک ممتاز شخصیت الحاج مولوی حافظ عزیز الرحمٰن صاحب فاضل منگلا کی ہے۔ جو جلسۂ سالانہ کے موقع پر حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے اور ضلع جھنگ میں بہت سی نئی جماعتوں کو قائم کرنے کا موجب ہوئے۔ اور اب اپریل ۱۹۵۷ء سے مربی سلسلہ احمدیہ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

محترم مولوی صاحب موصوف چک منگلا کے رہنے والے ہیں۔ جو ریلوے اسٹیشن سوبھاگہ ضلع سرگودھا کے عین مشرق میں دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ عرصہ ہُوا ایک جیّد عالم اور دیوبند کے فارغ التحصیل پیر منوّر الدین صاحب (ساکن بھوچھال کلاں ضلع جہلم) اس گاؤں میں رہائش پذیر ہوگئے۔ اور وہاں ایک مدرسہ جاری کر دیا جس میں ارد گرد کے طلباء نے کافی تعداد میں داخل ہو کر تحصیل علم کیا۔ مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب نے آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد مذکورہ مدرسہ میں داخل ہو کر ابتدائی طور پر عربی علوم کی تحصیل کی۔ بعد ازاں ایک مشہور عالم مولوی نصیر الدین صاحب

---

[1] "بدر" ۲۱ تا ۲۸ نومبر و ۷ دسمبر ۱۹۵۶ء۔

ساکن جکڑالہ پھر مکرّم مولوی حبیب الرحمٰن صاحب ساکن کھلانٹ ضلع ہزارہ سے صرف و نحو۔ معانی۔ فقہ اور کتب حدیث پڑھیں۔ مکرم مولوی صاحب موصوف کو احمدیّت کا تعارف اس طرح ہؤا کہ اُن کے استاد مکرّم پیر منوّر الدین صاحب ایک دفعہ لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے علماء کو ملنے کا پروگرام بنایا۔ اس سلسلہ میں وہ مکرم مولوی محمد علی صاحب امیر انجمن احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے پاس بھی احمدیہ بلڈنگس تشریف لے گئے۔ وہاں ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے متعلق بات چیت ہوئی۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کو کافی تعداد میں کتب اپنی گرہ سے خرید کر پیش کیں۔ واپس آکر مکرّم پیر صاحب نے ان کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ مکرم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب چونکہ اُن کی لائبریری کے منتظم تھے۔ اس لئے ان کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ آپ نے اپنی مطبوعہ سوانح عمری میں تحریر فرمایا ہے:۔

"عام طور پر مَیں ایک کتاب پڑھتا جاتا تھا اور پیر صاحب لیٹے لیٹے سُنتے جاتے۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ براہین احمدیہ کے پہلے حصّہ سے لیکر ۱۸۹۹ء تک کی تمام کتابیں ہم نے خوب مطالعہ کر لیں اور چونکہ یہی کتابیں ہمیں لاہور سے ملی تھیں۔ علاوہ ازیں مولوی محمد علی صاحب کی اپنی لکھی ہوئی چند کتابیں مثلاً "النبوۃ فی الاسلام" وغیرہ جن میں جماعت کے اختلافی مسائل پر بحث تھی۔ ان کتابوں کے ذریعہ سے ہمیں علم ہؤا کہ مرزا صاحب کی جماعت کے دو گروہ ہیں۔ اور ان کے درمیان یہ اختلافی مسائل ہیں مسئلہ نبوّت۔ مسئلہ خلافت۔ پیشگوئی مصلح موعود وغیرہ۔ لیکن اس زمانہ میں ہم مرزا صاحب کا ترجمان مولوی محمد علی صاحب کو سمجھتے تھے...... وہی عقائد ہمارے دلوں میں گڑ گئے کہ مرزا صاحب ایک نیک آدمی ہیں نبی نہیں۔ نہ ہی آپ کے بعد خلافت کی ضرورت ہے۔

ہمارے ان عقاید کا علم جب ہمارے دوسرے علماء کو ہُوا تو لاہور۔ گوجرانوالہ۔ راولپنڈی۔ واں بھچراں سے کئی بزرگ علماء چک منگلا آنے شروع ہوئے۔ مثلاً مولوی غلام اللہ خان صاحب۔ قاضی شمس الدین صاحب۔ قاضی نور محمد صاحب۔ مولوی شہاب الدین صاحب اور بے شمار علماء حضرات۔

ہمارے ساتھ ان کا یہ جھگڑا ہوتا کہ تم مرزا صاحب کو کافر کیوں نہیں کہتے۔ ہم کہتے ہم احمدی نہیں صرف مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتے۔ وہ کہتے جو مرزا صاحب کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ ہم کہتے کہ ہمیں سمجھاؤ مرزا صاحب کیوں کافر ہیں۔ وہ دلائل دیتے ہم ان کو جواب دینے کہ

یہ وجوہ کافر بنانے کے لئے کافی نہیں۔

چونکہ پیر صاحب کی طرف سے حوالہ جات وغیرہ پیش کرنے والا میں تھا مجھے اچھی مزاولت ہوتی گئی اور مسائل ذہن نشین ہوتے گئے۔

ہوتے ہوتے پیر صاحب کے تمام مریدوں کے عقاید پختہ ہو گئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور حضرت مرزا صاحب نیک انسان ہیں لیکن ہمیں ان کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ اور مرزا صاحب کو نیک بزرگ مانتے ہوئے ہمیں اپنی پیری مریدی کا سلسلہ قائم رکھنا چاہیئے۔ ایک مرید کی دعوت پر پیر منوّر الدین صاحب سلانوالی تشریف لے گئے۔ اور وہاں تقسیم ملک کے بعد کافی مہاجر آباد ہو چکے تھے اور وہ لوگ ہمارے عقاید سے واقف ہو چکے تھے۔ انہوں نے ہمیں مرزائی مشہور کر دیا اور ہمارے ساتھ مناظرہ کی طرح ڈالی۔ پیر صاحب بھی جوشیلے آدمی تھے انہوں نے لکھ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور مرزا صاحب اپنے تمام دعاوی میں سچے ہیں۔ اس پر مناظرہ رکھا گیا۔ انہوں نے راتوں رات مولوی بلوا لئے۔ ہمیں نہ اس قسم کے مناظروں کا پتہ۔ نہ پورے دلائل کا علم۔ بہرحال دوسرے دن عبداللہ معمار امرتسری ان کی طرف سے مناظر مقرر ہوا۔ اور خاکسار عزیز الرحمٰن پیر صاحب کی طرف سے مناظر مقرر ہوا۔ مجھے کہیں سے احمدیہ پاکٹ بک بھی مل گئی۔ ویسے بھی وفاتِ مسیح کے دلائل ایک کاپی پر جمع کر رکھے تھے۔

خدا تعالےٰ کے فضل سے مناظرہ بہت اچھا رہا۔ اور یہ بھی عجیب قسم کا مناظرہ تھا نہ ہم احمدی نہ لاہوری نہ قادیانی اور وفاتِ مسیح اور صداقت حضرت مرزا صاحب پر مناظرہ کر رہے ہیں۔ لیکن اصل میں خدا تعالیٰ ہمیں ٹریننگ دے رہا تھا۔ کہ تم نے احمدی بن کر تبلیغ کرنی ہے۔ ابھی سے تیاری اور مشق کر لو۔

انہیں ایام میں ربوہ مرکز احمدیت جب ہمارے علاقہ میں آباد ہونا شروع ہوا اور سرگودھا شہر میں بھی کافی احمدی احباب آ گئے تو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تمام تصنیفات اکٹھی کرنی شروع کیں۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم پڑھی۔ حقیقۃ الوحی پڑھی۔ نبوّت کا مسئلہ حل ہو گیا۔ ان دنوں میں نے مسئلہ مصلح موعود، مسئلہ خلافت پر دونوں جماعتوں کا لٹریچر پڑھا۔ خدا تعالےٰ نے مجھ پر حق واضح کر دیا کہ خلافت برحق۔ اور حضرت مرزا صاحب کی تحریرات کی روشنی میں مصلح موعود میرا پیارا محمود ہے۔

اس کے بعد میرا اور میرے استاد پیر صاحب کا اختلاف شروع ہوا۔ وہ اسی عقیدے پر جم گئے کہ مرزا صاحب نبی نہیں اور نہ ہی خلافت کی ضرورت ہے اور نہ ہی بیعت کی ضرورت ہے۔ اور خاکسار ان مسائل کی تہ تک پہنچ گیا۔

اَب میں اعتقاداً احمدی ہو چکا تھا۔ لیکن پیر صاحب کو چھوڑنا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ ان کے ہم پر بہت سے احسانات تھے اور ان کا رعب بھی اتنا تھا کہ ان کو چھوڑنا کارے دارد تھا لیکن لٹریچر کے ذریعہ سے اب حق واضح ہو چکا تھا۔ مَیں ایک دفعہ لاہور گیا وہاں جودھامل بلڈنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۹۴۷ء کی ہجرت کے بعد رہائش پذیر تھے۔ شام کی نماز میں نے حضور کی اقتداء میں ادا کی اور مولوی ابوالمنیر نورالحق صاحب نے میرا تعارف کرایا۔ نماز کے بعد ان دنوں حضور نفسیات پر کچھ لیکچر دیا کرتے تھے اور کافی دوست جمع ہو جایا کرتے۔ حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اور حضور کے طرز گفتگو نے مجھے کچھ ایسا گرویدہ کیا کہ مَیں رونے لگ گیا۔

حضور نے علاقہ پوچھا تعلیم پوچھی مَیں نے سب کچھ بتایا۔ لیکن اس ملاقات اور حضور کی نگہ نے مجھے اپنا مطیع بنا لیا۔ قال الشاعر :-

آں دل کہ ام نمودے از خوبرد جواناں
دیرینہ سال پیرے بردش بیک نگاہے

اَب مَیں نے علیحدگی میں پیر صاحب سے بات چیت مؤدبانہ انداز میں شروع کی۔ اور اپنے دلائل دینے شروع کئے کہ جناب! جب حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں تو پھر خدا کے مامور کے مقابلہ میں آپ کو اپنی گدی چھوڑ دینی چاہیئے اور بیعت میں شامل ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ قدم اُٹھانا ان کے لئے بہت مشکل تھا۔ اور ہمیں پیر صاحب کا چھوڑنا بہت مشکل تھا۔ اسی کشمکش میں ۱۹۵۰ء میں مَیں نے حج کا ارادہ کیا۔ اور اس سفر میں میری ایک غرض یہ تھی کہ اس معاملہ کے متعلق مقامات مقدسہ پر دُعا کروں گا۔ مجھے بیس دن کراچی ٹھہرنا پڑا کیونکہ ہمارا جہاز لیٹ ہو گیا تھا۔ میں جمعہ کی نماز احمدیہ ہال میں جا کر پڑھتا اور رات دن سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کرتا۔ مجھے یاد ہے کہ دعوۃ الامیر اور ذکر الٰہی میں نے وہاں ہی کسی احمدی دکاندار سے خریدیں اور سفر حج پر ساتھ لے گیا۔ ہاں مرقاۃ الیقین بھی ہر وقت

اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور اس کا بار بار مطالعہ کرتا تھا۔

سُن رکھا تھا کہ خانہ کعبہ پر پہلی بار نظر ڈالنے کے وقت جو دُعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ لہٰذا دو دعائیں مانگیں۔ (۱) خدایا عمر بھر جو دُعا مانگوں قبول فرمانا۔ (۲) جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہونا اگر تیری رضا کا موجب ہے تو مجھے ضرور داخل فرمانا۔

یوں تو بیت اللہ۔ مدینہ منورہ۔ منیٰ۔ عرفات وغیرہ تمام مقاماتِ مقدسہ پر دُعائیں کیں۔ لیکن یوم عرفہ یعنی حج کے دن تو خصوصاً دُعا کا موقعہ ملا۔

عرفات کے میدان میں تقریباً آٹھ نو بجے پہنچ گیا تھا۔ دوپہر کے بعد ظہر و عصر جمع کر کے احرام کی حالت میں ایک مشکیزہ پانی کا کندھے پر ڈالے اور کاپی دعاؤں کی ساتھ لئے ایک چھتری لے کر جبل رحمت پر چڑھ گیا۔ جہاں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے خطبہ دیا تھا۔

خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اس مقام پاک پر حج کے دن کھڑے ہو کر قرآنی دُعاؤں اور احادیثی دُعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنے خدا سے یوں مخاطب ہُوا۔

مولا کریم میں گنہگار پاکستان سے تیرے اس متبرک مقام پر اس لئے آیا ہوں کہ میرے گناہ بخش اور اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تیرا سچا مسیح موعود ہے اور اس کی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے تو مجھے اس جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اے میرے مالک اگر قیامت کے روز تو مجھ سے سوال کرے گا کہ تو نے مسیح موعود کو کیوں نہ مانا۔ تو اس کا ذمّہ دار تُو ہوگا۔ میں روتے گرتے پڑتے تیرے در پر پہنچ گیا ہوں اب آئندہ تو راستہ کھول۔ جو حالتِ دُعا اور حالتِ گریہ اس وقت مجھ پر طاری ہوئی مجھے ساری عمر نہیں بھولے گی .... واپس آ کر دو سال متواتر مکرم پیر صاحب سے بحث و مکالمہ ہوتا رہا اور اس عرصہ میں مجھے کئی خوابیں بھی آئیں۔ جن کو میں نوٹ کر لیتا۔ اور میری عقیدت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوماً فیوماً بڑھتی گئی۔ آخر میں نے حتمی فیصلہ کر لیا۔ اور خدا تعالےٰ نے میرے اندر قوت بھر دی کہ خواہ پیر صاحب ناراض ہوں اب خدا تعالیٰ نے عقلی، علمی، روحانی طور پر مجھ پر حجت پوری کر دی ہے اب اگر مداہنت سے کام لوں تو شاید سلب ایمان کا معاملہ نہ ہو جائے۔ پس ۱۹۵۴ء کے جلسہ سالانہ پر یہ خاکسار حضور کی دستی بیعت سے مُشرف ہُوا۔ اور میرے ساتھ رائے اللہ بخش ولد احمد منگلا نے بھی بیعت کی۔ اور بعد میں خاکسار کے ذریعہ سے

پیر منوّر الدین صاحب کے تمام مرید سوائے چند ایک کے اللہ تعالیٰ کے فضل سے داخل سلسلہ حقہ ہو گئے۔ فالحمد للہ ربّ العٰلمین۔" [1]

حضرت مصلح موعودؓ نے اجتماع انصار اللہ مرکزیہ ۱۹۵۶ء کے دوران فرمایا:۔

"آج کل ضلع جھنگ کے بعض نئے احمدی ہوئے ہیں ان میں سے ایک مولوی عزیز الرحمٰن صاحب ہیں جو عربی کے بڑے عالم ہیں۔" [2]

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب کا قبولِ احمدیت اور آپ کے ذریعہ سے پیر منوّر الدین صاحب کے قریباً تمام مریدوں کا نورِ احمدیت سے منوّر ہونا تائیدِ الٰہی کا چمکتا ہوا نشان ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے زمانہ میں یہ علاقہ جس میں ہمارا مرکز ہے اس میں کوئی احمدی نہیں تھا۔ آپ کی وفات کے قریب عرصہ میں یہاں صرف ایک احمدی تھا۔ لیکن اب ضلع جھنگ میں ہزاروں احمدی موجود ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں جبکہ ہم ہجرت کر کے یہاں آگئے تھے۔ اس علاقے کے صرف پانچ چھ احمدی تھے اب دو تین ہزار احمدی ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت میں داخل ہونیوالے ایسے آسودہ حال لوگ ہیں کہ حیرت آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان مالداروں کو احمدیت کی طرف ہدایت دیدی۔ ملاقات کے وقت ہر شخص جو اس علاقہ کا آتا ہے اس سے دریافت کیا جائے کہ تمہاری کتنی زمین ہے تو وہ کہتا ہے ۱۰ مربعے یا ۲۰ مربعے یا ۴۰ مربعے اور اس وقت مربعے کی قیمت ۵۰، ۶۰ ہزار روپیہ ہے بہت کم لوگ ایسے ہیں جن کے پاس آٹھ مربعے سے کم زمین ہوتی ہے۔ اگر ٹوٹل کیا جائے تو میرے خیال میں یہاں ایک ہزار مربع جماعت کا ہو گیا ہے گویا پانچ کروڑ کی جائیداد صرف اس ضلع میں پیدا ہو گئی ہے اور یہ انقلاب ایک تھوڑے سے عرصہ میں ہوا ہے۔ صرف تین سال کی بات ہے کہ جب یہ انقلاب ہوا۔ اب دیکھ لو۔ یہ معجزہ ہے یا نہیں۔ پہلے اس علاقہ میں جس میں احمدی ہیں ایک پیر منوّر الدین صاحب تھے۔ وہ قادیان بھی گئے تھے۔ واپس آکر انہوں نے اپنے مریدوں کو کہنا شروع کیا کہ مرزا صاحب کی بات سچی معلوم ہوتی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام یقیناً وفات پا گئے ہیں مگر جب اُن

---

[1] "قبول احمدیت کی داستان" از الحاج مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا صـ۲۲ تا صـ۲۷ ناشر مکتبہ سلطان القلم ربوہ۔

[2] الفضل ربوہ ۲۷ مارچ ۱۹۵۶ء صـ۵۔

کے مُرید جماعت میں داخل ہونے لگے تو انہیں ہماری جماعت سے بغض پیدا ہو گیا کیونکہ ہماری وجہ سے ان کی آمدن کم ہو گئی۔ کُجا تو اُن کی یہ حالت تھی کہ اس علاقہ میں ان کی بڑی عزت اور قدر کی جاتی تھی اور کُجا یہ کہ جب اُن کے تمام مرید احمدی ہو گئے تو انہیں رہنے کے لئے کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر ایک دوست صالح محمد صاحب نے انہیں اپنے بنگلہ میں ٹھہرایا اور پھر وہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ غرض اللہ تعالیٰ احمدیت کی تائید میں ہمیشہ نشانات دکھاتا چلا آرہا ہے۔"[۱]

فصل پنجم

(خلافت ثانیہ کا بیالیسواں سال ۱۳۳۴ہش / ۱۹۵۵ء)

۱۹۵۵ء کا پہلا خطبہ جمعہ

اس باب کے ساتھ ہم خلافت ثانیہ کے بیالیسویں سال میں قدم رکھتے ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کا ہمیشہ یہ طریق تھا کہ ہر سال کے شروع میں جماعت کو اس کی بڑھتی ہوئی نئی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ اس دستور کے مطابق حضور نے سال نو کے پہلے خطبہ جمعہ (فرمودہ ۷ جنوری ۱۹۵۵ء) میں مخلصین کو تحریک فرمائی کہ وہ نئے سال کو اس عزم اور ارادے کے ساتھ شروع کریں کہ ہم نے محنت کرنی ہے اور ہماری محنت ہی سے اعلیٰ نتائج پیدا ہوں گے اور واضح فرمایا کہ محنت اور قربانی کے بغیر خدا تعالیٰ کی مدد نہیں آیا کرتی چنانچہ فرمایا:۔

"تم یہ ارادہ کرلو کہ تم اس سال میں ہر جگہ شور مچاؤ گے کہ عمل کرو۔ عمل کرو۔ عمل کرو اور یہ خیال دل سے نکال دو گے کہ تمہارے کاموں کا خراب نتیجہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلتا ہے۔ اگر تم سچی محنت کرو گے تو لازمی طور پر اس کا اعلیٰ نتیجہ نکلے گا اگر تمہارے کسی کام کا بُرا نتیجہ نکلتا ہے تو اس کا

---

[۱] الازہار لذوات الخمار" حصہ دوم ص۲۰۱۔ مرتبہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ۔

موجب تم خود ہو۔ خدا تعالیٰ بناتا ہے تم ضائع کرتے ہو۔ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء: ۸۱) بیماری تم خود لاتے ہو شفا خدا تعالیٰ دیتا ہے۔ پس جب بھی کوئی کام ٹوٹے گا تمہاری طرف سے ٹوٹے گا اور جب بھی کوئی کام بنے گا تو وہ خدا تعالیٰ بنائے گا۔ اگر تم یہ نکتہ سمجھ لو تو تمہاری حالت بدل جائیگی۔

احادیث میں آتا ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ میں تین بُری عادتیں ہیں جن کو ترک کرنے کی میں اپنے اندر طاقت نہیں پاتا۔ آپؐ کوئی ایسا طریق بتائیں جس کے اختیار کرنے سے میں اِن بُری عادات سے چھٹکارا حاصل کر سکوں۔ ان تین بُری عادات میں سے ایک جھوٹ بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا تم میری ایک بات مان لو۔ دو کا میں ذمّہ لیتا ہوں تم ایک عیب چھوڑ دو یعنی جھوٹ بولنا۔ اس نے کہا بہت اچھا اور چلا گیا۔ کچھ مدّت کے بعد وہ شخص دوبارہ آیا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا آپ تمہارا کیا حال ہے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ جھوٹ کے چھوڑنے سے سارے عیب چھوٹ گئے۔ مَیں جب بھی کوئی غلطی کرنے لگتا تو خیال آتا تھا کہ میں لوگوں کو کیا جواب دُونگا؟ اگر سچ بولوں گا تو لوگ بُرا بھلا کہیں گے اور اگر جھوٹ بولا تو اپنا عہد توڑدں گا۔ اس طرح محض جھوٹ نہ بولنے کی برکت سے میں سب عیوب سے نجات پا گیا ہوں۔ اسی طرح اگر تم اس سال محض یہ عہد کرلو۔ کہ ہم نے محنت کرنی ہے اور ہماری محنت سے ہی اعلیٰ نتائج پیدا ہوں گے اور اگر ہمارے کسی کام کے اعلیٰ نتائج پیدا نہ ہوئے تو ہمیں اقرار کرنا ہوگا کہ ہم نے محنت نہیں کی یا کوئی حماقت کی ہے جس کی وجہ سے ہماری محنت کا صحیح نتیجہ نہیں نکلا تو تمہاری کایا پلٹ سکتی ہے پس تم یہ سال اس نئے ارادہ اور عزم سے شروع کرو۔ اس نتیجہ میں تم اگلا سال اس سے بھی نیک اور اعلیٰ ارادہ سے شروع کروگے اور تم اپنے ایمانوں میں ایسی پختگی دیکھو گے جس کو کوئی شخص توڑ نہیں سکے گا۔"[1]

اس خطبہ کی نسبت حضور نے یہ ہدایت فرمائی کہ ہر جماعت جمعہ میں یہ خطبہ سُنائے اور پھر تمام افراد سے عہد لے کہ وہ صحیح محنت کی عادت ڈالیں گے اور اپنے دعویٰ کو تب سچ سمجھیں گے جب اس کے اعلیٰ نتائج نکلیں۔ اگر اعلیٰ نتائج نہ نکلیں تو اقرار کریں گے کہ انہوں نے صحیح محنت نہیں کی۔"[2]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۵ء / صلح ۱۳۳۴ہش صفحہ ۵۔
[2] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۵ء / صلح ۱۳۳۴ہش صفحہ ۳

اسی تسلسل میں حضور نے ۲۱ جنوری ۱۹۵۵ء کو ایک اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں جماعت کے ہر فرد کو دوبارہ یہ تاکید فرمائی کہ اسے یہ عہد کر لینا چاہیئے کہ وہ محنت سے کام کرے گا۔ عقل سے محنت کرے گا اور اپنے آپ کو ہر کام کے نتیجے کا ذمّہ دار قرار دے گا حضور کا یہ خطبہ" الفضل" ۹ فروری ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں چھپا اور اس کی نسبت بھی حضور کی طرف سے یہ حکم دیا گیا کہ:-

"یہ خطبہ ایک دفعہ ہر مسجد احمدیہ میں سُنایا جائے اسی طرح ایک ایک مرتبہ ہر جگہ کی خدام الاحمدیہ کی مجلس میں بھی سُنایا جائے"

حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا کیلئے ایک قیمتی تبرّک

جماعتہائے احمدیہ انڈونیشیا کے نائب صدر مکرم راڈن ہدایت صاحب اوائل ۱۹۵۵ء میں مرکز سلسلہ ربوہ میں ایک ماہ سے زائد عرصہ مقیم رہنے کے بعد جب واپس اپنے وطن تشریف لے جانے لگے تو انہوں نے حضرت اقدس المصلح الموعودؓ سے خواہش کی کہ جماعت ہائے احمدیہ انڈونیشیا کے لئے انہیں کوئی تبرک عنایت فرمایا جائے۔ حضور نے ان کی خواہش کے احترام میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تصنیف حقیقۃ الوحی کے مسودہ کا ایک حصّہ جو آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ اپنے پاس سے عنایت فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اصل مسودہ[1] کا عکس مرکز میں محفوظ رکھا جائے چنانچہ حضور کی اس ہدایت کی تعمیل میں اس کے عکس کی تین کاپیاں لی گئیں جو خلافت لائبریری ربوہ میں محفوظ ہیں۔ اور پھر اصل تبرک دو رومالوں میں لپیٹ کر اور ڈبے میں بند کر کے جناب ایکسپریس کی روانگی سے قبل ۳ فروری ۱۹۵۵ء کو مکرم راڈن صاحب ہدایت کے سپرد کر دیا گیا اس تبرک کے ساتھ حضرت المصلح الموعود نے جماعت احمدیہ انڈونیشیا کو ایک خط بھی لکھا جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

" جماعت احمدیہ انڈونیشیا! خدا تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کی جماعت کے اخلاص اور محبتِ احمدیت کو دیکھ کر میں ایک تبرک حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا آپ کو بھجواتا ہوں اور یہ آپ کی ایک تحریر ہے جو

---

[1] یہ مسودہ حقیقۃ الوحی طبع اوّل کے ص۹۳ تا ص۱۰۱ سے متعلق ہے جس کے شروع میں الہام " احافظ کل من فی الدار" درج ہے اور آخر میں" وہی مسیح موعود کہلائے گا منہ" کی عبارت ہے۔

آپ کے اپنے دستِ مبارک کی لکھی ہوئی ہے۔ درحقیقت یہ آپ کی کتاب حقیقۃ الوحی کے مسودہ کا ایک حصہ ہے مگر اس کے بارے میں یاد رہے کہ یہ تحریر قلم برداشتہ ہے۔ حقیقۃ الوحی کے چھپنے وقت اصل کاپیوں اور مطبوعہ کلام کا مقابلہ کرنے پر، اور ترجموں پر نظرثانی کرنے پر اصلاح کی گئی اس لئے حقیقۃ الوحی مطبوعہ اور اس مسودہ میں کچھ قلیل سا فرق ہو گیا ہے۔ ایسے اختلاف کے بارہ میں یاد رکھنا چاہئیے کہ جو حقیقۃ الوحی میں چھپا ہے۔ وہ اصل ہے اور جو اس مسودہ میں ہے وہ اس کے تابع ہے۔ یہ مسودہ بطور تبرک زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے اور حقیقۃ الوحی کا مطبوعہ کلام بطور صحت زیادہ قدر و قیمت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی قدر سمجھنے اور کرنے کی توفیق بخشے۔ والسلام۔ خاکسار۔

مرزا محمود احمد۔ ۳/۲/۵۵

حضور نے یہ مکتوب مولانا محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل انچارج شعبہ زود نویسی کو لکھوایا اور اس کے آخر میں حضور انور نے اپنے قلم مبارک سے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔[1]

فارغ التحصیل شاہدین کیلئے نئی سکیم

سیّدنا حضرت مصلح موعود نے اس سال کے شروع میں فارغ التحصیل طلبائے جامعہ کے لئے ایک نئی سکیم جاری فرمائی جس کا اعلان ۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء کے خطبہ جمعہ میں درج ذیل الفاظ میں فرمایا:-

"میری تجویز یہ ہے کہ جو طالب علم مبلغین کلاس پاس کر لیں انہیں تبلیغ کے کام پر لگانے سے پہلے تین تین ماہ کے لئے کم سے کم چار دفاتر میں کام کرنے کا موقع دیا جائے۔ مثلاً تین ماہ وہ بیت المال میں کام کریں، تین ماہ نظارت امور عامہ میں تین ماہ دعوۃ و تبلیغ میں کام کریں تین ماہ کسی اور دفتر میں کام کریں اور اگر آدمی زیادہ ہو جائیں تو اس ایک سال کے عرصہ کو دو سال تک بڑھا دیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا ذہن صرف مولویت تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کی طرح اُن کے اندر دفتری کاموں، تجارت، صنعت اور زراعت، سیاست، اقتصاد معاشرت پر غور کرنے کی عادت پیدا ہو جائے گی اُن کے اندر مال کے انتظام اور اس میں ترقی دینے، جماعت کی حالت کو سدھارنے اور تعلیم وغیرہ کی قابلیت بھی پیدا ہو جائے گی۔ انہیں مختلف محکموں کے کام کا پتہ لگ جائے گا اور ضرورت پڑنے پر وہ اس کام کے کرنے کی اہلیت رکھنے ہوں گے اگر ہمارے

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۳۔

پاس اس قسم کے مبلغ تیار ہو جائیں تو جب تک ہم کوئی نیا مشن نہیں کھولتے ہم ان سے دوسرے محکموں میں کام لے سکتے ہیں ۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم انہیں امور عامہ زراعت، تجارت یا کسی اور محکمہ میں نائب ناظر لگا دیں یا نائب ناظر نہیں تو سپرنٹنڈنٹ ہی لگا دیں اور وقت پڑ و کالت اور نظارت ان کے سپرد کر دیں اس سے ہمارا خرچ بہت حد تک کم ہو جائے گا۔ ایک شخص جس نے زراعت کے محکمہ میں کام کیا ہو، وہ اگر کسی ایسے ملک میں بھیجا جاتا ہے جہاں لوگوں کا زیادہ تر گذارہ زراعت پر ہے تو وہ بوجہ اپنے تجربہ کے تبلیغ کے علاوہ جماعت کی زرعی حالت کو بھی درست کرے گا بہت سے ممالک ایسے ہیں جو زراعت، صنعت اور تجارت میں ابھی پاکستان سے بہت پیچھے ہیں ۔ یورپ اور امریکہ تو بہت آگے جا چکے ہیں لیکن ایشیا اور افریقہ میں بہت سے ایسے ممالک ہیں جن کی حالت پاکستان کی نسبت بہت خراب ہے ۔ اگر ہمارے مبلّغ اس قسم کے کام سیکھ کر وہاں جائیں تو دوسرے ممالک میں جا کر نہ صرف وہ جماعت کے لئے مفید وجود ثابت ہوں گے بلکہ گورنمنٹ کی نظر میں بھی اور پبلک کی نظر میں بھی وہ ملک کے لئے مفید ہوں گے اور وہ سمجھے گی کہ یہ لوگ صرف مولوی نہیں بلکہ ایک زمیندار ۔ صنّاع اور تاجر بھی ہیں اور اگر یہ طریق اختیار کر لیا جائے کہ فارغ وقت میں مبلّغین کو کسی اور کام پر لگا دیا جائے تو یہ خطرہ نہیں ہو گا کہ زیادہ آدمیوں کو کہاں لگائیں ۔ پھر یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ مبلّغین کو بی اے کرا کے جرنلسٹ یا استاد بنا دیا جائے ..... میں نے بارہا اس طرف توجہ دلائی کہ مبلّغین کو طبّ سکھائی جائے ۔ اگر ایسا انتظام کیا جائے تو بہت تھوڑی سی توجہ سے وہ طبیب بن جائیں گے[1]۔

حضور کی اس مفید سکیم کے مطابق جامعۃ المبشرین میں دیسی طب اور ٹیکہ لگانے کا کام سکھایا جانے لگا اور حضور کے ارشاد پر دو شاہد ربوہ کے قریب الاٹ شدہ زمین پر زراعت کے کام پر لگا دیئے گئے جنہوں نے بڑی محنت سے کام کیا ۔

یہ خدمت جن شاہدین کو سپرد کی گئی اُن میں سے ایک چوہدری رشید الدین صاحب اور دوسرے چوہدری محمد اشرف صاحب تھے ۔ مقدم الذکر بعد میں نائیجیریا اور لائبیریا میں تبلیغی خدمات بجا لاتے رہے اور اب مرکز میں ہیں ۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳ ، فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۴

صدر انجمن احمدیہ کے لئے واقفین کی تحریک

۸ ؍فروری ۱۹۵۵ء کو حضرت امام ہمام نے مندرجہ ذیل تحریک فرمائی :۔

" اب تک صرف تحریک جدید کے لئے واقفین لئے جاتے تھے اب ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ صدر انجمن کے لئے بھی واقفین زندگی کی تحریک کی جائے۔ پس اس بارہ میں مَیں اعلان کرتا ہوں کہ مخلص احباب اپنے آپ کو سلسلہ کے لئے پیش کریں عام رہنمائی کے لئے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل قسم کے احباب کار آمد ہو سکیں گے :۔

اوّل :۔ ایم اے ایل ایل بی۔ ڈاکٹر۔ دوم :۔ بی اے بی ٹی۔ سوم :۔ ایسے افراد جن کو انتظامی کاموں کا تجربہ ہو خواہ پنشنر ہوں۔ چہارم :۔ ایسے احباب جو تجارتی یا صنعتی دلچسپی رکھتے ہوں خواہ مڈل تک کی تعلیم ہو گذارہ کے متعلق ہر ایک واقف کو صدر انجمن احمدیہ اطلاع دے گی کہ کس اصل پر وہ گذارہ دے سکتی ہے۔ (مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی)[1]

ضرورتِ زمانہ کے مطابق لٹریچر تیار کرنے کا ارشاد

حضرت مصلح موعود نے ۴ ؍فروری ۱۹۵۵ء کو ارشاد فرمایا کہ سلسلہ احمدیہ کے علماء اور مبلغین کا فرض ہے کہ وہ ایسے رنگ میں لٹریچر تیار کریں جو زمانے کی ضرورت کے مطابق ہو چنانچہ حضور نے اس روز خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا :۔

" مَیں علماء کو کہتا ہوں کہ وہ نئے طریقِ کلام کو جاری کریں اور سائنس۔ اقتصادیات اور سیاسی ترقی کے نتیجہ میں جو وساوس لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئے ہیں ان کو مدِّنظر رکھ کر لٹریچر تیار کریں اور پھر اسے شائع کرا کے لائبریریوں میں رکھوائیں۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بعثت کا مقصد پورا ہو سکتا ہے اگر ہم موجودہ وساوس کو دُور نہ کریں اور اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے ان کا ازالہ نہ کریں تو ہمارا لٹریچر مفید نہیں ہو سکتا .... رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مختلف لوگوں سے مختلف طریق سے گفتگو فرماتے تھے۔ عورتوں سے اور رنگ میں کلام فرماتے مردوں سے اور رنگ میں بات کرتے۔ مہاجروں سے اور رنگ میں گفتگو فرماتے اور انصار سے کلام فرماتے تو آپ کا رنگ اور ہوتا۔ ایک ہی بات کو سننے والوں کی نسبت سے چکر دے کر بیان فرماتے اور اس

---

[1] روزنامہ " الفضل " ربوہ ۸ ؍فروری ۱۹۵۵ء صہ ۳۔

رنگ میں کہتے کہ وہ خوبصورت نظر آتی مہاجروں کا ذکر آتا تو آپ فرماتے ہیں جن لوگوں نے خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے وطن چھوڑ دیئے اپنے مال چھوڑ دیئے۔ ان سے اچھا اور کون ہو سکتا ہے۔ اور انصار سے گفتگو فرماتے تو آپ اس رنگ میں گفتگو فرماتے کہ جن لوگوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے محض خدا تعالیٰ کی خاطر اپنے مال پیش کر دیئے ان پر اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے ان سے اچھا اور کون ہو سکتا ہے۔ اس طرح دونوں فریق خوش ہوتے اور اپنی اپنی جگہ قربانی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ پس مبلغین اور دوسرے علماء کا کام ہے کہ وہ اس قسم کا لٹریچر تیار کریں جس کی اس زمانہ میں ضرورت ہے وہ اس طرز پر تصنیف نہ کریں جس طرز پر پچھلے علماء تصنیف کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر تم نماز کی صرف رکعات اور سجدے بیان کرتے ہو تو یورپ والوں کی سمجھ میں تمہاری بات نہیں آسکتی لیکن اگر تم اس طرز سے یہ بات پیش کرو کہ نماز سے تمہارے اخلاق۔ احساسات اور جذبات پر یہ اثر پڑتا ہے تو یورپ والوں کی سمجھ میں یہ بات آجائے گی اور وہ تمہاری بات سننے کے لئے تیار ہو جائیں گے کیونکہ وہ علم النفس کو سمجھتے ہیں۔ کوئی زمانہ تھا جب یہ کہا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کہتا ہے نماز پڑھو تو لوگ بات مان لیتے تھے لیکن اب اگر کہا جائے کہ خدا کہتا ہے نماز پڑھو تو لوگ کہیں گے خدا تعالیٰ کو نماز کی کیا ضرورت ہے ہر اک زمانہ کی زبان الگ الگ ہوتی ہے اور اپنی بات سمجھانے کے لئے اس زبان میں بات کرنی پڑتی ہے جسے لوگ سمجھتے ہوں۔ ایک بزرگ نے اپنے پاس بیٹھنے والوں سے دریافت کیا کہ جنت کیوں اچھی ہے تو کسی نے کہا اس میں بڑی بڑی نعماء ملیں گی اس لئے وہ اچھی ہے۔ کسی نے کہا جنت میں مومن کو دائمی زندگی ملے گی اس لئے وہ اچھی ہے۔ غرض ہر ایک نے کوئی نہ کوئی وجہ بیان کر دی ہے اس بزرگ نے کہا کہ میرے لئے دوزخ اور جنت دونوں برابر ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ مجھے دوزخ میں ڈالتا ہے تو میرے نزدیک دوزخ اچھی ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ مجھے جنت میں ڈالتا ہے تو میرے نزدیک جنت اچھی ہے یہ ایک عشقیہ رنگ تھا جو آج کل نہیں چلتا اب اگر کہیں کہ مومن کو جنت ملے گی تو لوگ کہتے ہیں جنت کہاں ہے کس جگہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے جنت کیوں بنائی ہے غرض اس زمانہ میں پرانے جوابات سے لوگ مطمئن نہیں ہوتے صرف یہ کہہ دینا کہ خدا تعالیٰ خوش ہو گا لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں۔ تصوف آئے گا تو یہ باتیں لوگ مان لیں گے اس سے پہلے نہیں۔ کسی زمانہ میں اگر یہ کہا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ ہمیں دوزخ

میں بھی ڈال دے تو ہم اس پر راضی ہیں تو جسم پر جذبہ ایمان سے کپکپی آجاتی تھی لیکن اب یورپ والے اس بات پر ہنس پڑتے ہیں ہاں وہ مادی زبان اور علم النفس کی بات کو فوراً مان جاتے ہیں۔ باقی باتوں کے ماننے کے لئے وہ تیار نہیں ہوتے اس لئے قرآن کریم نے دونوں قسم کی باتوں کو لیا ہے۔ اس نے عشقیہ رنگ کو بھی لیا ہے۔ جیسے فرمایا اے رسولؐ جس نے تیرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اس نے گویا میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور علم النفس کو بھی لیا ہے۔ کہ فرمایا ہم جو حکم دیتے ہیں وہ تمہارے فائدے کے لئے دیتے ہیں ہمیں اپنا کوئی فائدہ مدِّ نظر نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض جگہوں پر آمرانہ طرز عمل بھی اختیار کیا گیا ہے پس ہر زمانہ میں الگ الگ زبان ہوتی ہے آمریت اور جمہوریت دونوں باتیں قرآن کریم میں موجود ہیں لیکن ایک وقت میں اور ایک قوم کے سامنے ایک ہی بات پر زور دیا جا سکتا ہے دونوں پر نہیں۔ پس تم اس رنگ میں لٹریچر تیار کرو پھر جب لٹریچر تیار ہو جائے تو جماعت کا فرض ہے کہ وہ اس لٹریچر کو پھیلائے۔[1]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۷ ؍ فروری ۱۹۵۵ء؁ / ۱۷ تبلیغ ۱۳۳۴ہش صفحہ ۴-۵ ۔

پانچواں باب

◉ حضرت مصلح موعودؓ کی تشویشناک علالت ◉ علاج کیلئے یورپ جانے کا فیصلہ ◉ رُوح پرور پیغامات کا سلسلہ ◉ حضور انور کا دوسرا سفر یورپ ◉ کراچی، دمشق، بیروت، زیورک، تیوربرگ، ہمبرگ اور ہالینڈ میں شاندار تربیتی اور تبلیغی مساعی ◉ لنڈن میں مبلّغین اسلام کی عالمی کانفرنس ◉ سعید روحوں کا قبول اسلام ◉ لنڈن کے کئی اجتماعات وتقاریب سے ایمان افروز خطاب ◉ جماعت احمدیہ نائیجیریا کے دو رکنی وفد کی حضرت امام ہمام سے ملاقات ◉ پاکستان میں مراجعت ◉ ربوہ میں فقید المثال استقبال ◉ مبارک سفر کا مبارک اختتام

فصل اوّل

حضرت مصلح موعودؓ کی تشویشناک علالت

۲۶؍ فروری ۱۹۵۵ء کا آفتاب غروب ہوتے ہی غم و اندوہ اور کرب والم کی ایک تاریک رات پوری دُنیائے احمدیّت پر چھا گئی۔ احمدی بے چین دل اور مضطرب رُوح کے ساتھ خدا کے حضور سجدہ ریز ہوگئے اور اپنے محبوب اور مقدس آقا کی شفایابی کے لئے دُعائیں کرتے ہوئے آنکھ کے پانی سے اپنی سجدہ گاہوں کو تر کر دیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود قصرِ خلافت میں نماز مغرب کے بعد لیٹے ہوئے تھے۔ پونے سات بجے کا وقت تھا۔ حضور کی حرم حضرت سیدہ اُمّ متین، حضور کے ساتھ تھیں۔ آپ نے اٹھنا چاہا کہ فوراً گر پڑے اور بے ہوشی طاری ہوگئی حضرت سیدہ نے بڑی مشکل سے حضور کو سہارا دے کر چارپائی پر لٹایا۔ اس وقت حضور کے جسم مبارک کا بایاں حصّہ بے حسّی کی حالت میں تھا۔ آواز لڑکھڑا رہی تھی اور کرب کی حالت تھی حضور کا بلڈ پریشر جو عام طور پر ایک سو بیس۱۲۰ کے قریب رہتا تھا۔ ایک سو ستّر۱۷۰ تک پہنچ چکا تھا۔ حضور بول سکتے تھے۔ مگر آواز صاف نہیں تھی۔ نو بجے شب کے قریب حضور کی حالت میں کسی قدر افاقہ ہوا اور حِسّ بتدریج واپس آنے لگی۔ اور گیارہ بجے کے قریب بیماری کے بہت سے اثرات زائل ہوگئے۔ بلڈ پریشر کم ہونے لگا اور زبان پر بھی بیماری کا بہت خفیف سا اثر رہ گیا۔ اور حضور اپنی بائیں ٹانگ اور بازو کو حرکت دینے لگے[۱]

حضور کی اس متوحّش بیماری کی اطلاع ملتے ہی بے شمار دوست انتہائی بے تابی اور دلولۂ اخلاص کے ساتھ دیوانہ وار دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں پہنچ گئے۔ اور بہت سے اجتماعی طور پر دُعا کرنے کے لئے مسجد مبارک اور دیگر مساجد میں جمع ہوگئے۔ اور ساتھ ہی صدقے کے طور پر بکرے ذبح کئے جانے لگے۔ یہ گویا حشر کی رات تھی جو ربوہ کی تمام آبادی نے نوافل اور دُعاؤں میں

---

[۱] ضمیمہ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷؍ فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

گذار دی۔ ابتدائی علاج کے لئے صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب انچارج فضل عمر ہسپتال حضور کی خدمت میں حاضر رہے۔ اُن کے ساتھ ڈاکٹر کیپٹن محمد رمضان صاحب بھی تھے۔

(۱) جس روز بیماری کا حملہ ہُوا سب سے پہلے ڈاکٹر محمد اسلم صاحب پیرزادہ لاہور کو ربوہ چلنے کے لئے کہا گیا باوجودیکہ رات کا وقت تھا اور ربوہ رات کے ایک بجے پہنچنے کا امکان تھا مگر انہوں نے بلا تامل منظور کر لیا اور رات کے ایک بجے پہنچ کر معائنہ کیا اور علاج تجویز کیا۔

(۲) ڈاکٹر پیرزادہ صاحب نے تین دن کے بعد پھر دیکھنے آنا تھا مگر حضرت صاحب نے خانصاحب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب کو بھی بایں الفاظ یاد فرماتے ہوئے بُلا بھیجا کہ وہ بھی ہمارے خاندان کے پُرانے معالج ہیں اور تعلق رکھتے ہیں۔

(۳) ڈاکٹر پیرزادہ صاحب اور ڈاکٹر خانصاحب محمد یوسف صاحب کا علاج جاری تھا اور علاج سے فائدہ بھی ہو رہا تھا لیکن حضور نے از خود ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب کا نام بھی لیا فرمایا انہیں بھی بُلا لیا جائے۔ کرنل صاحب موصوف نے بعد معائنہ نہایت محبّت کے لہجے میں پُرزور طریق پر اطمینان دلایا کہ حضرت صاحب! آپ کو کوئی فالج PARALYSIS کا مرض نہیں ہے آپ قطعاً فکر نہ کریں۔ جب دوسری بار دیکھنے کے لئے ربوہ آئے تو اپنے سامنے حضور کو کھڑا کر کے ٹہلوایا۔

(۴) ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب کی ہدایت کے مطابق دو ہفتے تک علاج جاری رہا اور صحت میں ترقی ہو رہی تھی مگر پھر خانصاحب ڈاکٹر محمد یوسف کی یاد دل میں آئی اور لاہور پہنچنے[۱] پر مشورہ کیلئے بلایا مشورہ کیا تھا گویا ملنا مقصود تھا۔

(۵) کرنل الٰہی بخش صاحب اور خانصاحب ڈاکٹر محمد یوسف صاحب سے دوبارہ سہ بارہ مشورہ لیا جا چکا تھا اور مناسب علاج جاری تھا کہ ڈاکٹر پیرزادہ صاحب کی پھر یاد دل میں آئی اور تیسری بار پھر بُلا بھیجا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور انہیں گویا صرف اپنے علاج کے مشورہ کے لئے نہیں بلا رہے بلکہ خود انہیں دیکھنا چاہتے ہیں۔

(۶) کرنل الٰہی بخش صاحب نے مختلف قسم کے امتحان قارورہ و خون کے تجویز کئے اور ڈاکٹر غلام محمد

---

[۱] حضور ۹ مارچ کو ربوہ سے لاہور تشریف لے گئے اور ۱۶ مارچ کو واپس آئے۔ (رپورٹ صدر انجمن احمدیہ ۵۶-۱۹۵۵ء صفحہ ۳)

صاحب انچارج کلینیکل لیبارٹری میوہسپتال سے امتحانات کروانے تجویز کئے حضرت صاحب نے فورًا انہیں ربوہ لانے کے لئے لاہور موٹر بھجوادی اور ساتھ ہی ذکر کیا کہ یہ عمومًا ہمارے کنبہ کے لوگوں سے فیس نہیں لیتے جب موٹر ان کو لانے کے لئے لاہور پہنچی تو یہ فورًا ہی تیار ہو کر ربوہ آ گئے اور خوشی خوشی امتحان کے لئے خون لیا اور ان کے واپسی کے وقت حضور نے اِن کو ایک معقول رقم دینے کی سخت تاکید کی۔ رقم دینے والے شخص نے باصرار نوٹوں والا لفافہ ان کی جیب میں ڈال دیا مگر وہ بھی رقم واپس کرنے میں عجیب طور سے کامیاب ہو گئے وہ اس طرح کہ موٹر پر سوار ہونے سے قبل لفافہ کو جو بظاہر ایک چٹھی کی شکل میں تھا۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب کو ہاتھ میں دے کر بھاگ کر موٹر پر سوار ہو گئے اور شیشے بند کر لئے اور موٹر کو چلوا دیا۔[1]

بیماری کی تشخیص کے متعلق ڈاکٹر صاحبان کی رائے

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب بیماری کے ابتدائی لمحات سے حضور کے کوائف سے جماعت کو باقاعدگی کے ساتھ بذریعہ الفضل آگاہ فرما رہے تھے۔ آپ نے ۸ مارچ ۱۹۵۵ء کو بذریعہ مضمون مخلصین جماعت کو یہ اطلاع دی کہ:۔

"خدا کے فضل سے حضرت صاحب کی حالت میں مزید افاقہ کی صورت پیدا ہوئی ہے اور بائیں بازو کے اثر میں تخفیف پیدا ہونے کے علاوہ اعصابی حالت میں بھی افاقہ محسوس ہو رہا ہے چنانچہ کل صبح ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش صاحب نے لاہور سے آکر حضرت صاحب کا معائنہ کرنے کے بعد رفتارِ صحت کے متعلق تسلّی کا اظہار کیا۔ اور اتنے دنوں کے بعد حضور کو بستر سے سہارے کے ساتھ اٹھا کر آرام کرسی پر بٹھایا گیا۔ اور اس کے بعد تین چار قدم سہارے سے چلایا بھی گیا۔ جس کی وجہ سے حضور کی طبیعت میں مزید بشاشت پیدا ہوئی۔ یہ سب ہمارے آسمانی آقا کے فضل و کرم اور دوستوں کی دردمندانہ دعاؤں کا نتیجہ ہے وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔"[2]

ڈاکٹروں کی طرف سے بغرض علاج یورپ یا امریکہ جانیکا متفقہ مشورہ

پچھلے سال مخلصین جماعت نے مجلسِ مشاورت ۱۹۵۴ء کے موقع پر حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور بغرضِ علاج امریکہ تشریف لے جائیں اور ساتھ ہی ایک

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۳۰ اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۵۔ [2] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۰ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۲

خاصی رقم اخراجاتِ سفر کے لئے پیش کر دی جو حضور کے ہمراہ جانے والے خادموں کے لئے تھی۔ لیکن خلفاء کوئی جماعتی قدم خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر نہیں اٹھا سکتے اور چونکہ مشیّتِ الٰہی میں بیرونی سفر کسی آئندہ وقت کے لئے مقدر تھا۔ اس لئے نو دس ماہ گذرنے کے باوجود حضور کو اس مشورہ کو قبول کرنے میں سراسر تامل رہا۔[1] لیکن جب لاہور کے چیدہ ڈاکٹروں نے علاج کے لئے یورپ یا امریکہ جانے کا مشورہ دیا تو حضور کا ذہن بھی خدا تعالیٰ کے تصرفِ خاص سے اس طرف منتقل ہو گیا اور خود استخارہ کرنے کے علاوہ مندرجہ ذیل احباب سے بھی استخارہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:۔ (۱) ڈاکٹر سید غلام غوث صاحب۔ (۲) حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔ (۳) حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب۔ (۴) حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی۔ (۵) حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری۔ (۶) صوفی محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول۔[2]

یورپ جانے کا فیصلہ

آخر جب دعاؤں کے بعد جناب الٰہی کی طرف سے حضور کو اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو حضور نے بھی یہ مشورہ قبول فرما لیا مگر امریکہ جانے کے لئے زرِ مبادلہ کی دقتوں کی وجہ سے حضور نے امریکہ کی بجائے یورپ تشریف لے جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ حضور کو بتایا گیا کہ یورپ میں علاج بہت اعلیٰ ہو گیا ہے خصوصاً سوئٹزرلینڈ کے ڈاکٹر امریکہ جا جا کر سیکھ کر آ رہے ہیں۔ اور اقوام متحدہ کی طرف سے یورپ کے ہسپتال بھی اپ ٹو ڈیٹ (UP TO DATE) ہو گئے ہیں۔[3]

حضرت مصلح موعود نے سفر یورپ کا فیصلہ کرنے کے ساتھ یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ اپنے اہلِ بیت کو بھی شریکِ سفر رکھیں گے چنانچہ حضور نے انہی دنوں حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے نام ایک مکتوب میں لکھا:۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں یورپ ہو آؤں تاکہ میں کام کے قابل ہو جاؤں ایسی حالت میں میں بیوی بچوں کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے سب کو ساتھ لئے جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ۔ لوگوں کی نگاہ میں اتنے بڑے قافلے کو لے جانا عجیب معلوم ہوتا ہے مگر میرا یقین ہے کہ وہ عجیب خدا ان حالات میں بھی میرے لئے

---

[1] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۵ء صفحہ ۴ [2] الفضل ۳۰ اپریل ۱۹۵۵ء۔
[3] مکتوب حضرت مصلح موعود بنام سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب مطبوعہ ۱۶ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۲

عجائب ہی دکھائے گا انشاء اللہ مشکلات رائی کائی ہو جائیں گی آسمان گرائے گا اور زمین اُگائے گی اور خدا کے فرشتے ہر جگہ پر انتظام کرتے پھریں گے کیوں کہ آخر وہ میرے دوست اور ساتھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے درمیان دوستی اور بھائی چارہ پیدا کیا ہے۔ پس آسمان پر جبرائیل اور زمین پر جبرائیل کے مظہر میرے کام میں لگیں گے پھر مجھے فکر کس بات کی ہو۔ فکریں عارضی آتی ہیں مگر خدا تعالیٰ اِن فکروں کو بھی نرم کر دے گا ولایت میں ہمارا پتہ وہی ہو گا جو ہمارا مشن کا پتہ ہے۔ آپ سہولت سے وہاں خط بھجوا سکتے ہیں۔ اگر کوئی تبدیلی ہوئی تو آپ کو اطلاع دے دُوں گا۔ ان دنوں آپ کا خاندان بھی بہت دُعاؤں کا محتاج ہے انشاء اللہ اس سفر میں آپ کے خاندان کو دُعاؤں میں یاد رکھوں گا۔ آپ میری زندگی کے سفر کے ساتھی ہیں پھر میں آپ کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے پاس اللہ تعالیٰ نے سیٹھ عبدالرحمٰنؓ اللہ رکھا مدراسیؓ کی شکل میں اپنے فرشتے بھجوائے تھے۔ میرے پاس اللہ تعالیٰ نے آپ کی شکل میں فرشتے بھجوائے ہیں۔ اس لئے لازماً جب بھی کوئی فرشتہ آئے گا تو آپ کو یاد کیا جائے گا۔ کیونکہ بھائی بھائی اور دوست دوستوں کو یاد رکھتے ہیں۔ جن کو خدا ملائے ان کا رشتہ کوئی نہیں توڑ سکتا اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں بھی آپ جیسا اخلاص پیدا کرے بلکہ آپ سے بھی بڑھ کر جو دینوی برکات آپ کو اور آپ کے بھائیوں کو نصیب ہوئی تھی وہ اَب آپ کی اولاد کی طرف منتقل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ احمد بھائیؓ مرحوم کی اہلیہ مکرمہ کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی اولاد پر بھی بڑے فضل کرے اور اُن کو اپنی ماں بہنوں کی خدمت کی توفیق بخشے تا ان کے باپ کی رُوح خوش رہے۔

ہندوستان کی جماعت کا خیال رکھیں آپ کی طبیعت میں جو شرم و حیا ہے اس کی وجہ سے میں آپ پر کام کی ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ مگر وقت آگیا ہے کہ آپ آگے آکر جماعت کو مضبوط کریں۔ اور مرکز قادیان کو مضبوط کرنے کی سعی فرمائیں۔ میں نے اپنا ایک بیٹا اس وادی غیر ذرع میں بسا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کام کی توفیق دے اور آپ دونوں مل کر اس وسیع ملک کے باوا آدم ثابت ہوں۔ ایک دن آنے والا ہے کہ ان ملکوں میں آپ لوگوں ہی کی روحانی اور جسمانی نسل ہو گی آپ نے ہمیشہ میرے ساتھ وفاداری کا سلوک کیا۔ حالانکہ آپ انسان اور کمزور تھے۔ خدا تعالیٰ جو طاقتور اور مالک ساز و سامان ہے وہ کس طرح آپ سے بے وفائی کر سکتا ہے۔ اگر وہ آپ سے بے وفائی کرے گا۔ تو گویا مجھ سے بے وفائی کرے گا۔ مگر مجھ سے بے وفائی نہ پہلے اس نے کی نہ آئندہ کرے گا۔ وہ میرے دائیں بھی بائیں بھی آگے بھی پیچھے بھی

سر کے اوپر بھی اور دل کے اندر بھی ہے۔ ہر ایک شخص جو میری طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور جو مجھ پر زبان چلاتا ہے خدا کی طرف چلاتا ہے اس کی ماں اسے نہ جنتی تو اچھا تھا۔ اسکی دردناک حالت پر فرشتے رحم کریں۔

دستخط مرزا محمود احمد"[ل]

رُوح پرور پیغامات کا جدید سلسلہ

حضرت مصلح موعودؓ کو جماعت احمدیہ کے ہر فرد سے بے مثال محبت تھی جو اپنی ذاتی تکلیف کے ہر موقعہ پر بھی ایک تیز فوارہ کی طرح پھوٹ پڑتی تھی

یہی وجہ ہے کہ اس بیماری کے اثرات جتنی شدت کے ساتھ ظاہر ہوئے اتنے ہی شدید احساسات ایک روحانی باپ کی حیثیت میں آپ کے شفیق و حلیم دل میں جماعت کے لئے پیدا ہو گئے اور آپ نے مخلصین جماعت کو حالات سے برابر مطلع رکھنے کے لئے پیغامات کا ایک نیا سلسلہ جاری فرما دیا۔

پہلا پیغام
مورخہ ۱۱ر مارچ ۱۹۵۵ء

اس تعلق میں حضور کی طرف سے ۱۱ر مارچ ۱۹۵۵ء کو پہلا پیغام جو دیا گیا۔ اس میں آپ نے اپنی بیماری کی نوعیت اور ڈاکٹروں کی رائے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"برادران! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ڈاکٹری مشورہ سے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ میں اہل وعیال اور دفتری عملہ کو لے کر کچھ عرصہ کے لئے یورپ چلا جاؤں تا کہ جلدی اس مرض کی روک تھام ہو جائے پہلے امریکہ کا خیال تھا مگر چونکہ امریکہ کا ایکسچینج نہیں ملتا اس لئے اس ارادہ کو چھوڑنا پڑا لیکن یورپین علاقہ میں انگریزی سکہ چل جاتا ہے اور برطانوی کامن ویلتھ کے مختلف علاقوں میں ہماری جماعت خدا کے فضل سے کافی تعداد میں موجود ہے مثلاً افریقہ کے کئی علاقے وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے یورپ جانے میں مشکلات بہت کم ہیں۔ مَیں نے عزیزم چودھری ظفراللہ خانصاحب کو مشورہ کے لئے تار دی تو انہوں نے تار میں جواب دیا کہ خدا کے فضل سے یورپ کے بعض ممالک میں علاج کی بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں اور کامل سامان مل سکتا ہے اس لئے بیشتر اس کے کہ تکلیف بڑھ جائے میں یورپ چلا جاؤں اور وہاں کے ڈاکٹروں سے علاج کراؤں تا کہ میں اچھا ہو کر خطبہ بھی دے سکوں۔ تفسیر بھی مکمل کر سکوں

[ل] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۶ر مارچ ۱۹۵۵ء صہ ۲

اور جماعتی ترقی کے لئے جس غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے وہ قائم رہے چونکہ سکّہ کی دقتیں یورپ کے سفر میں ہمارے راستے میں اس قدر روک نہیں ہوں گی جس قدر امریکہ کے سفر میں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے اس سفر کے لئے ممکن ہے کہ اگر سلسلہ کے پاس روپیہ ہو تو گورنمنٹ کے طرف سے غیر ملکی سکّہ مِل جائے یا اگر ہماری افریقہ کی جماعتیں اخلاص کا ثبوت دیں تو غیر ملکی سکّہ کی بہت سی مشکلات ان کے ذریعہ سے پوری ہو جائیں گی کیونکہ ان کے پاس وہی سکّہ ہے جو یورپ میں چلتا ہے جب میں ۱۹۲۴ء میں انگلینڈ گیا تھا تو ہندوستان کی مالی حالت بہت خراب تھی اور ہندوستانی جماعت اخراجاتِ سفر برداشت نہیں کر سکتی تھی اس وقت زیادہ ایسٹ افریقہ عراق اور چند اور غیر ممالک کے احمدیوں نے اکثر حصّہ بوجھ کا اٹھایا تھا۔ قادیان کی انجمن ہمارے کھانے پینے کے لئے بھی خرچ نہیں بھجوا سکتی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے افریقہ اور عرب کی جماعتوں کے اندر اس قدر اخلاص اور ایمان پیدا کر دیا کہ سارے قافلہ کے کھانے اور تبلیغ کا خرچ یہی ادا کرتا تھا یا یوں کہو اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے ادا کرتا تھا۔ واقعہ اس طرح ہوا کہ مَیں نے مالی مشکلات کو دیکھتے ہوئے ایسٹ افریقہ کے چند دوستوں کو لکھا کہ مجھے سفر کی ضرورتوں اور جماعت کے وفد کے اخراجات کے لئے کچھ انگریزی سکّہ قرض کے طور پر دیدیں۔ وہ آدمی تو تھوڑے سے تھے مجھے یاد ہے کہ اس وقت تک ایسی حیثیت کے آدمی چند تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میاں اکبر علی صاحب، سیّد معراج الدین صاحب اور بابو محمد عالم صاحب ممباسوی ایسی حالت میں تھے کہ کچھ قرض دے سکیں لیکن ایمان دنیا کے خزانوں سے بڑا ہوتا ہے ایمان نے ان کی تمام مالی کمزوریوں کو دُور کر دیا مجھے یاد ہے کہ بابو اکبر علی صاحب نے اپنی تجارت کا ایک حصّہ نیلام کر دیا اور روپیہ مجھے قرض بھجوا دیا چونکہ یہ جماعتی حساب میں تھا جماعت نے ادا کر دیا مگر اس وقت ایک عجیب لطیفہ ہوا جو خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔ عراق میں ہمارے صرف ایک احمدی دوست تھے اور اُن کی مالی حالت کچھ اچھی نہیں تھی میں نے اُن کو خط لکھا انہوں نے اپنے کسی اور دوست سے ذکر کر دیا ایک دن لنڈن کے ایک بنک نے مجھے اطلاع دی کہ تمہارے نام اتنے سو پونڈ آیا ہے۔ مَیں نے سمجھا کہ قادیان نے مبلغین کے قافلہ کا خرچ بھجوایا ہے لیکن دریافت کرنے پر بنک نے بتایا کہ قادیان یا ہندوستان سے وہ روپیہ نہیں آیا بلکہ عراق سے آیا ہے میں نے بیت المال قادیان کو اطلاع دی کہ آپ لوگوں نے قرض کی تحریک کی تھی اور مَیں نے بھی اس کی تصدیق کی تھی اس سلسلہ میں روپیہ آنا شروع ہوا ہے آپ نوٹ کر لیں اور چونکہ بعد میں ادا کرنا ہے اور عراق کا پتہ ان کو بتا دیا

کہ یہاں سے اتنے سو پونڈ آیا ہے۔

جب میں ہندوستان واپس آیا تو مَیں نے اس وقت کے ناظر صاحب بیت المال سے کہا کہ کیا اس روپیہ کا پتہ لیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم رجسٹریاں لکھ لکھ کر تھک گئے ہیں۔ سارے احمدی انکاری ہیں کہ ہم نے روپیہ نہیں بھیجا۔ مَیں نے اس سعید غیر احمدی کو خط لکھنے شروع کئے کہ اتنا روپیہ آپ کی طرف سے ملا ہے یا غالباً اس قرضہ کی تحریک کے نتیجہ میں ہے جو بیت المال کی طرف سے کی گئی تھی۔ آپ اطلاع دیں تاکہ سلسلہ اس کو اپنے حساب میں درج کرلے لیکن کئی ماہ مسلسل رجسٹری خطوط بھجوانے کے بعد ایک جواب آیا اور وہ جواب یہ آیا کہ آپ کو غلطی لگی ہے کہ مَیں نے سلسلہ احمدیہ کو کوئی قرض دیا ہے چھ سو یا آٹھ سو پونڈ انہوں نے لکھے کہ مَیں نے لنڈن بنک کے ذریعہ آپ کو بھجوائے تھے مگر وہ بیت المال کو قرض نہیں بھجوائے تھے بلکہ وہ آپ کو نذرانہ تھے۔ اس خط کے وصول ہونے پر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ اس غیر احمدی کو اللہ تعالیٰ نے وہ توفیق دی جو کئی احمدیوں کو بھی نہ ملی تھی ممکن ہے کہ غیر احمدیوں میں کوئی مال دار ہو مگر میرے علم میں تو غیر احمدیوں میں بھی کوئی اتنا مال دار نہیں تھا جو اس بشاشت سے چھ سو یا آٹھ سو پونڈ نذرانہ بھجوا دے مگر بہرحال چونکہ وہ سلسلہ کے لئے مدنظر تھا اور وہ بھیجنے والا غیر احمدی تھا اس لئے میں نے نوٹ کر لیا کہ یہ روپیہ سلسلہ کا ہے اور مسجد لنڈن کے حساب میں مَیں نے وہ رقم بنک میں جمع کرا دی اور حساب کر کے گذشتہ سال تحریک جدید کو مسجد لنڈن کے حساب میں ۷۳۱ یا ۷۵۰ پونڈ ادا کر دیئے۔ جس سے مسجد لنڈن کی مرمت وغیرہ ہوئی۔ بہرحال اس طرح میں بھی اپنے قرض سے سبکدوش ہوا۔ اور مرمت بھی ہو گئی اور خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی کہ میں اس کے احسان کی قدر اس صورت میں ظاہر کر دوں کہ وہ روپیہ خانۂ خدا کے بنانے پر خرچ ہو جائے۔

اس وقت ہماری جماعت اس وقت سے کئی گنا زیادہ ہے بلکہ شاید بیس گنے زیادہ ہے اور اگر مرکز احمدیت کی تحریک پر وہ لوگ بھی انگریزی سکّہ سے ہماری مدد کریں خواہ قرض کے طور پر ہی ہو تو یہ سفر ہمارا آسانی سے گذر جاتا ہے چونکہ میں بیماری کی وجہ سے جا رہا ہوں اس لئے اُمید ہے کہ گورنمنٹ کی طرف سے بہت سا انگریزی سکّہ خریدنے کی اجازت مل جائے گی لیکن وہ لوگ جن پر پاکستانی قانون نہیں چلتا اگر انگریزی سکّہ ہمیں مہیا کر دیں تو انٹرنیشنل قانون کے ماتحت یہ جرم نہیں اللہ تعالیٰ احبابِ جماعت کو یہ توفیق دے کہ وہ اپنے فرض کو سمجھ سکیں۔ ادا کر سکیں۔ تاکہ اگر وحی جلی ان پر نازل نہیں ہوئی

تو وحی خفی تو ان پر نازل ہو جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا الہام ہے یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِّنَ السَّمَآءِ عنقریب تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن پر ہم وحی کریں گے گویا جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی مدد کرتا تھا وہ وحی کے ماتحت کرتا تھا یہی معاملہ خدا کا میرے ساتھ رہا ہے۔ مَیں نے تو ہمیشہ خدا تعالیٰ کا ہاتھ پکڑا ہے اور اس سے کہا ہے کہ اپنے نوکر کو دوسروں کی ڈیوڑھی سے مانگ کر گذارہ کرنے پر مجبور مت کر۔ اس میں نوکر کی ہتک نہیں۔ آقا کی ہتک ہے۔ اگر میرا نوکر دوسرے کے گھر سے روٹی مانگے تو میری عزت برباد کرتا ہے اس لئے کبھی انسان کے مال پر نہ مَیں نے نظر رکھی ہے اور نہ آئندہ کبھی رکھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ میری خود ہی مدد کی ہے اور آئندہ بھی وہی مدد کرے گا کسی نے میری مدد نہیں کی کہ خدا تعالیٰ نے اس سے بیسیوں گنے اس کی مدد نہ کی ہو۔ درجنوں مثالیں اس کی موجود ہیں جو چاہے میں اس کا ثبوت دے سکتا ہوں تاکہ کوئی یہ نہ شبہ کرے کہ مَیں لوگوں پر اثر ڈالنے کے لئے یہ بات کر رہا ہوں آخر وہ اس کا کیا جواب دے گا۔ کہ ایک شخص جو بالکل غریب حالت میں تھا اس نے میری مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو دولت دے دی یا اس کی اولاد کو اتنی تعلیم دلا دی کہ وہ صاحبِ اثر و رسوخ بن گیا۔

خیال ہے خدا توفیق دے تو اپریل میں ہوائی جہاز کے ذریعہ سے جاؤں احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھول دے اور اگر یہ سفر اللہ تعالیٰ کے منشاء کے بموجب ہے تو اس کو صحت کا موجب بنائے دوستوں نے سفر امریکہ کے لئے گذشتہ شوریٰ پر ایک چندہ کی تحریک کی تھی۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حفاظتِ خاص یعنی جماعت احمدیہ کے امام کی حفاظت کے لئے جو رقوم تجویز کی گئی تھیں گو کافی روپیہ اس میں آیا ہے مگر جتنی ضرورت ہے اتنا نہیں آیا۔ اس لئے میں اپنے محبّوں اور مخلصوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ فیصلہ جو خود ان کا ہے کم سے کم اسے پورا کرنے کی کوشش کریں تاکہ غیروں کے سامنے شرم اور ذلّت محسوس نہ ہو۔

اس موقعہ پر میں یہ کہنے میں بھی فخر محسوس کرتا ہوں کہ مجھے جو شکوہ پیدا ہوا تھا کہ اس سال تحریکِ جدید کے وعدے پورے نہیں آرہے خدا تعالیٰ نے جماعت کو اس شکوہ کے دُور کرنے کی توفیق بخش دی ہے۔ اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے آج کی تاریخ تک قریباً چھ ہزار کے وعدے زائد آچکے ہیں اور موجودہ رفتار پر قیاس رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ میعاد کے آخر تک اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت

سے چالیس پچاس ہزار روپے کے وعدے بڑھ جائیں گے۔ دنیا کی نظروں میں یہ بات عجیب ہے مگر خدائے عجیب کی نظر میں یہ بات عجیب نہیں۔ کیونکہ اس کے مخلص بندوں کے ہاتھوں سے ایسے معجزے ہمیشہ ہی ظاہر ہوتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے چلے جائیں گے پہلے بھی خدا تعالیٰ ایسے ہی بندوں کے چہروں سے نظر آتا رہا ہے اور اب ہمارے زمانہ میں بھی ایسے ہی انسانوں کے چہروں سے خدا نظر آئے گا اور ان کے دلوں اور ایمانوں سے ایسے معجزے ظاہر نہیں ہوں گے بلکہ برسیں گے منکر انکار کرتے چلے جائیں گے۔ جبرائیل کا قافلہ بڑھتا جائے گا اور آخر عرش تک پہنچ کر دم لے گا۔ عرش کا راستہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنی امت کے لئے کھول دیا ہوا ہے۔ اب کوئی ماں ایسا بیٹا نہیں جنے گی جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کھولا ہوا راستہ بند کر سکے۔ شیطان حسد سے مر جائے گا۔ مگر خدا تعالیٰ کی مدد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو شیطانی حسد کی آگ سے بچالے گی دوزخ چاہے گندھک کی آگ کی بنی ہوئی ہو یا حسد کی آگ سے صاحب الخلق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے محفوظ کیا گیا ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ دوزخ کے شرارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے لئے ہیں اس کے دوستوں کے لئے کوثر کا خوش گوار پانی اور جنت کے ٹھنڈے سائے ہیں صرف اتنی ضرورت ہے کہ وہ ہمت کرکے ان سایوں کے نیچے جا بیٹھیں اور آگے بڑھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے کوثر کا پانی لے لیں۔ لوگ اپنے باپ کی زمینوں اور مکانوں کو نہیں چھوڑتے اور ملک کی اعلیٰ عدالتوں تک جاتے ہیں کہ ہمارا ورثہ ہمیں دلوایا جائے اگر مسلمانوں میں سے کوئی بدبخت اپنے روحانی باپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ورثہ کو نظر انداز کرتا ہے تو اس پر افسوس ہے اس کو تو فیڈرل کورٹ تک نہیں بلکہ عرش کی عدالت تک اپنے مقدمہ کو لے جانا چاہیئے اور اپنا ورثہ لے کر چھوڑنا چاہیئے۔ اگر وہ ہمت نہ ہارے گا اگر وہ دل نہ چھوڑے گا۔ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ اس کو ملے گا اور ضرور ملے گا۔ صاحب العرش کی عدالت کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کرتی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی باپ دنیا کے ظالم دادوں کی طرح اپنے پوتوں کو طبعی حق سے محروم نہیں کرتا بلکہ جب وہ اس سے اپیل کرتے ہیں وہ اُن کے روحانی باپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ورثہ اُن کو دیتا ہے بلکہ ورثہ کے حصہ سے بھی بڑھ کر دیتا ہے کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے اور وہ رحیم کریم یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اُن کی روحانی اولاد اپنے

ورثہ سے محروم ہو جائے۔ سو دوستو بڑھو کہ تمہیں ترقی دی جائے گی۔ قربانی کرو کہ تمہیں دائمی زندگی عطا کی جائے گی۔ اپنے فرض کو پہچانو کہ خدا تعالےٰ اس سے بڑھ کر اپنے فرض کو پہچانے گا اور جب وہ وقت آئے گا تو نہ صرف تمہارے گھر برکتوں سے بھر جائیں گے بلکہ ہر وہ گوشت کا لوتھڑا جو تمہارے جسم سے نکلے گا اس کو بھی برکتوں کی چادر میں لپیٹ کر بھیجا جائے گا اور جو تمہارے ہمسائے میں رہے گا اس پر بھی برکتیں نازل ہوں گی جو تم سے محبت کرے گا اس سے خدا تعالےٰ محبت کرے گا اور جو تم سے دشمنی کرے گا اس سے خدا تعالےٰ دشمنی کرے گا۔

مَیں نے آپ کو کبھی نہیں کہا تھا کہ آپ میرے باہر جانے کی سکیم بتائیں۔ یہ سکیم آپ لوگوں کی طرف سے پیش ہوئی آپ نے ہی اسے منظور کیا مَیں نے ایک لفظ بھی اس کے حق میں نہیں کہا اب آپ کا فرض ہے کہ تکلیف اٹھا کر بھی جو ریزولیوشن آپ نے پاس کیا تھا اس کو پورا کریں دوستوں کو مَیں اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ قادیان میں ایک امانت فنڈ کی مَیں نے تجویز کی تھی اور وہ یہ تھی کہ قادیان کی ترقی کے لئے احباب کثرت سے امانتیں قادیان میں جمع کروائیں خاص خاص وقت پر اپنی اغراض کے لئے خلیفۂ وقت اور جماعت بوقت ضرورت کچھ قرض لے لیا کریں گے اس سے احباب کا روپیہ بھی محفوظ رہے گا اور بغیر ایک پیسہ چندہ لئے جماعت کے کام ترقی کرتے رہیں گے۔ قادیان میں اسی تحریک کے مطابق ترقی کرتے کرتے ستائیس لاکھ روپیہ اس امانت میں پہنچ گیا تھا اور بغیر ایک پیسہ کی مدد کے احباب کرام سلسلہ کی خدمت کرنے کی توفیق پا جاتے تھے۔ چنانچہ اس تحریک کا نتیجہ تھا کہ پارٹیشن کے بعد جب سارا پنجاب لُٹ گیا تو جماعت احمدیّہ کے افراد محفوظ رہے اور ان کو اس امانت کے ذریعے دوبارہ پاکستان میں پاؤں جمانے کا موقع مل گیا .... اگر اب بھی دوست میری بات کو مانیں گے تو انشاء اللہ بڑی بڑی برکتیں حاصل کریں گے۔ انہیں اغراض کے ماتحت روپیہ جمع کرانا ہوگا۔ جو مَیں نے اوپر بیان کی ہیں تحریک، صدر انجمن احمدیہ اور مَیں انشاء اللہ ذاتی طور پر ان امانتوں کے واپس کرنے کے ذمہ دار ہوں گے جس طرح پہلے دَور میں ذمہ دار تھے اور ایک ایک پیسہ احباب کو ادا کر دیا تھا۔ روپیہ کا گھر میں پڑا رہنا یا سونے کی صورت میں عورتوں کے پاس رہنا قومی ترقی کے لئے روک ہے اس لئے اپنی اولادوں کی ترقی کی خاطر ان کی تعلیم اور پیشوں کی ترقی کے خاطر اپنی آمدن میں سے تھوڑی ہو یا بہت پس انداز کرنے کی عادت ڈالیں اور امانت کے طور پر تحریک جدید یا صدر انجمن

کے خزانہ میں جمع کراتے رہیں۔ اور اس کا نام امانت خاص رکھیں۔ یہ امانت اوپر کے بیان کردہ اغراض کے لئے ہوگی صرف اتنا فرق ہوگا کہ جو شخص اپنی امانت میں سے دس ہزار روپیہ یا اس سے زائد لینا چاہے۔ اسے عام طور پر سات دن کا نوٹس دینا ہوگا۔ مگر یہ ضروری نہیں امانت داروں کی ضرورت کے مطابق فوری روپیہ بھی ادا کر دیا جائے گا۔ مگر جو لوگ چند سو یا ہزار لینا چاہیں گے ان کو بغیر کسی نوٹس کے فوری طور پر روپیہ ادا ہو جائے گا۔ مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ سلسلہ کی تمام خواتین اور مرد میری اس تحریک پر لبیک کہیں گے اور بغیر پیسہ خرچ کرنے کے دین و دُنیا کے لئے ثواب عظیم کمائیں گے اور انشاء اللہ یہ امانت ان کی مالی ترقی کا بھی موجب بنے گی اور اس کے لئے سکیم آئندہ بنائی جائے گی۔ چونکہ یہ ایک مؤقت امانت ہوگی جس کے لئے آٹھ دن کے نوٹس کی شرط ہوگی یہ قرضہ بن جائے گا اور زکوٰۃ سے آزاد ہو جائے گا اور ان کے کام میں کوئی نقص نہیں ہوگا۔ اگر جماعت کے مَرد اور عورتیں اس طرف توجہ کریں تو پندرہ بیس لاکھ روپیہ چند روز میں جمع ہونا مشکل نہیں۔ اور یورپ کا سفر اور سلسلہ کے کام بسہولت جاری رہ سکیں گے اور مالی اعتبار سے بھی مجھے بے فکری رہے گی۔

مَیں اس وقت بالکل بے کار ہوں اور ایک منٹ نہیں سوچ سکتا اس لئے اپنے پرانے حق کی بناء پر جو پچاس برس سے زیادہ عرصہ کا ہے، تمام بہنوں اور بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ دُعا کریں کہ خدا تعالیٰ مجھے بے عملی کی زندگی سے بچائے کیونکہ اگر یہ زندگی خدانخواستہ لمبی ہوتی ہے تو مجھے اپنی زندگی سے موت بھلی معلوم ہوگی۔ سو میں خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے خدا جب میرا وجود اس دُنیا کے لئے بے کار ہے تو تُو مجھے اپنے پاس جگہ دے جہاں میں کام کر سکوں۔ سو اگر چاہتے ہو کہ میری نگرانی میں اسلام کی فتح کا دن دیکھو تو دُعاؤں اور قربانیوں میں لگ جاؤ۔ تاکہ خدا تمہاری مدد کرے۔ اور جو کام ہم نے مل کر شروع کیا تھا وہ ہم اپنی آنکھوں سے کامیاب طور پر پورا ہوتا دیکھیں میں اُمید کرتا ہوں کہ اس امانت کی تحریک کے متعلق مجھے بار بار تحریک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ احباب جماعت اور خواتین خود ہی یہ تحریک اپنے دوستوں میں کرتے رہیں گے اور اس کو زندہ رکھیں گے۔

جب ۱۹۲۴ء میں مَیں نے لندن کا سفر کیا تھا تو اس قدر مالی تنگی ہوگئی تھی کہ تبلیغ کے لئے جو وفد گیا تھا اس کا خرچ بھی مجھ کو ہی دینا پڑا تھا۔ مگر اب ڈاکٹروں کی ہدایت ہے کہ فکر بالکل نہ کریں۔

اگر یہ تجویز کامیاب ہوجائے تو میری فکر بھی دُور ہوجائے اور اللہ تعالےٰ آپ کو بھی اس نیکی میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ والسّلام۔ خاکسار

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۵۵-۳-۱۱"[1]

دوسرا پیغام
(۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی طرف سے ۱۵ مارچ کی شب کو لاہور سے احباب جماعت کے نام ایک انگریزی پیغام موصول ہوا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

"اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اَب میں رُو بصحت ہوں۔ اگرچہ کل شام بہت پریشانی رہی۔ گاہے گاہے دل کا حملہ ہوتا رہا لیکن ڈاکٹروں کی متفقہ رائے یہ تھی کہ یہ صرف دل سے ظاہری فعل سے تعلق رکھنے والے معمولی حملے تھے کسی قسم کی دل کی عضوی اور اندرونی خرابی سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ ان کی وجہ صرف معدے اور ہاضمے کی خرابی تھی۔ ان حملوں کے باوجود انہوں نے اس بات پر اصرار کیا کہ مجھے لارنس گارڈن میں سیر کے لئے جانا چاہیئے۔ چنانچہ میں سیر کے لئے گیا اور اس کا میری صحت پر بہت خوشگوار اثر پڑا۔ جب ہم سیر سے واپس آئے تو عام حالت بہت اچھی تھی۔ لیکن سابقہ حملے کی وجہ سے دماغ میں ایک قسم کا خوف سا بیٹھ گیا تھا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کئی گھنٹے تک میرے پاس رہے اور نبض دیکھتے رہے اس سے دل میں اعتماد بحال ہوگیا۔ اور مَیں کئی گھنٹے گہری نیند سویا۔ صبح حالت نسبتاً بہتر تھی۔ میں اپنے کمرے میں ٹہلتا رہا۔ دن میں بہت سے ڈاکٹروں کو مشورے کے لئے بلایا گیا۔ ان میں ایک جرمن ڈاکٹر بھی شامل تھا۔ جرمن ڈاکٹر نے برقی مشین کے ذریعہ دل کے فعل کا عکس (کارڈیوگرام) اتارا۔ وہ بھی حتمی طور پر ڈاکٹر کرنل الٰہی بخش کی اس رائے سے متفق تھا کہ حملے کی شدت خواہ کسی بھی نوعیت کی تھی خدا تعالےٰ کے فضل سے اَب دُور ہوچکی ہے اور اس قسم کے بُرے اثرات باقی نہیں ہیں کہ جن سے بیماری کا نشان ملتا ہو اور یہ کہ اَب میرے لئے صرف یہ علاج ہے کہ میں تبدیلیٔ آب وہوا کے لئے مُلک سے باہر چلا جاؤں اور اپنی بیماری کے متعلق سب کچھ بھلا دُوں۔ مکمل آرام اور ہر قسم کے تفکرات کو بھلا دینے کے بعد میرا جسم اور دماغ معمول کے مطابق کام شروع کردے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے میں پوری

---

[1] اخبار روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱، ۲۔

[2] " " " ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱-۳۔

طرح صحت مند ہو جاؤں گا۔ میں نے اس سے کہا کہ تفکرات کو بھلا دینے کی تلقین تو آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا مشکل ہے۔ لیکن اس نے اصرار کیا کہ ایسا کرنا ہی پڑے گا۔ اور اس کے آغاز کے طور پر مجھے تمام ملاقاتیں وغیرہ بند کر دینی چاہئیں اور اپنے دوستوں اور احباب سے دُور کہیں باہر چلا جانا چاہیئے۔ میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ میں اس کی ہدایت کے مطابق ایسا کرنے کی پوری کوشش کروں گا لیکن اپنے اس وعدے کو پورا کرنے کے لئے احباب کی دُعاؤں اور ان کی مدد کی ضرورت ہے۔ خدا ہمارا حامی و ناصر ہو جس طرح کہ وہ پہلے بھی ہماری نصرت فرماتا رہا ہے بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر اس کی مدد ہمارے شاملِ حال رہے۔" آمین۔ (خلیفۃ المسیح) [1]

قائم مقام امیر اور ناظر اعلیٰ کا تقرر

حضور نے اپنے پہلے سفر یورپ کے دوران حضرت مولانا شیر علی صاحب بی۔ اے کو امیر مقامی مقرر فرمایا تھا۔ اس سفر میں یہ سعادت حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے حصّہ میں آئی چنانچہ حضور نے روانگی سے قبل اعلان فرمایا کہ میں چونکہ بیماری کے علاج کے لئے یورپ جا رہا ہوں اس لئے میری غیر حاضری میں قائمقام امیر مرزا بشیر احمد صاحب اور ناظر اعلیٰ اختر صاحب (میاں غلام محمد صاحب اختر) ہوں گے۔ تحریک اور صدر انجمن کے تعاون اور صحیح کام کے لئے میں نے کچھ ہدایات دیدی ہیں۔ میں یہ بھی اُمید کرتا ہوں کہ میں نے جو نئے ناظر اعلیٰ اور مقامی امیر مقرر کئے ہیں ان کی بھی تمام افسر اطاعت کریں گے۔ اور اُن سے تعاون کریں گے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ تا احکامِ ثانی صدر انجمن احمدیہ سے تعلق رکھنے والے تمام کاموں میں صدر انجمن کا حکم آخری ہوگا۔ اور تحریک جدید سے متعلقہ تمام کاموں میں تحریک جدید کا فیصلہ آخری سمجھا جائے گا۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ ہر ایک افسر اور ہر ایک انجمن بغیر جنبہ داری اور بغیر رعایت کے اور بغیر دوستی کے خیال کے اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کرے گی۔ قادیان سے تعلق رکھنے والے سب امور میں صدر انجمن قادیان کا حکم آخری ہوگا۔ مگر اس کی نگرانی کا حق میاں بشیر احمد صاحب کو ہوگا۔ مگر وہ کسی شخص کو وہاں سے آنے کی اجازت نہیں دے سکیں گے۔ یہ فیصلہ بہرحال میری زندگی میں مجھ سے تعلق رکھے گا۔ مرزا محمود احمد۔ خلیفۃ المسیح الثانی ۱۸/۳/۵۵ [2]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔ [2] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۔

تیسرا پیغام

مورخہ ۱۲ر مارچ ۱۹۵۵ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِرُ

احباب جماعت۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کو یہ اطلاع ہو چکی ہے کہ ڈاکٹروں نے مجھے علاج کے لئے یورپ جانے کا مشورہ دیا ہے میرے پہلے اعلان سے ایک غلط فہمی ہوئی ہے۔ پہلے اعلان میں یہ لکھا گیا تھا کہ ڈاکٹروں نے مجھے اپنے خاندان سمیت جانے کا مشورہ دیا ہے۔ اس پر ایک احمدی ڈاکٹر صاحب مجھے ملے اور انہوں نے کہا کہ مشورہ کے وقت میں موجود تھا۔ انہوں نے خاندان کا لفظ نہیں بولا تھا صرف آپ کے لئے کہا تھا۔ یہ بات ان کی ٹھیک تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کا مشورہ یہ تھا کہ میں علاج کے لئے یورپ جاؤں اور ہر قسم کے تفکرات سے بچنے کی کوشش کروں۔ مَیں اپنی طبیعت کی بناء پر جانتا تھا کہ اس حالت میں مَیں اگر باہر گیا تو میری بیویوں اور بچوں کے دل میں شدید اضطراب ہوگا۔ کہ نہ معلوم اتنی دور کیا واقعہ گذر جائے اور اپنی طبیعت کے لحاظ سے میں یہ بھی جانتا تھا کہ بیوی بچوں کے ان تفکرات کو میں برداشت نہیں کر سکوں گا اس لئے مشورہ کے آخری حصہ کی بناء پر میں یہی سمجھتا تھا کہ مجھے اپنی بیوی بچوں کو ساتھ لے جانا چاہیئے تاکہ سفر میں مجھے ان کی تکلیف لاحق نہ ہو چنانچہ اس کے بعد مجھے ایک اور ڈاکٹر ملے وہ احمدی تو نہیں ہیں لیکن بہت ہی محبت رکھتے ہیں۔ انہوں نے میری رائے سُن کر اس سے اتفاق کیا اور کہا کہ آپ میرا نام لے کر بے شک ڈاکٹروں کو بتادیں کہ اگر آپ ان کے بغیر گئے تو آپ کے تفکرات بڑھ جائیں گے کم نہیں ہوں گے۔ بہرحال میں کچھ انجمن اور تحریک کے عملہ کو ساتھ لے کر جو وہاں تعلیم کے لئے جا رہے ہیں یا مبلّغ ہو کر جا رہے ہیں اور اپنی بیویوں اور بعض بچوں کو لے کر جا رہا ہوں۔

میرے پہلے اعلان کے بعد مجھے پے درپے دل کی تکلیف کے حملے ہوئے جن میں بعض اتنے شدید تھے کہ بعض وقتوں میں مَیں سمجھتا تھا کہ مَیں ایک منٹ یا ڈیڑھ منٹ سے زیادہ کسی صورت میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب ڈاکٹروں کو بُلا کے دکھایا گیا تو انہوں نے آلے لگا کر اور نبضیں دیکھ کر یہی رائے قائم کی کہ بیماری دل کی نہیں ہے بلکہ اعصاب اور معدہ کی ہے لیکن تکلیف اور احساس کے لحاظ سے دونوں

بیماریوں میں فرق نہیں۔ اگر اس خیال سے بیماری کو دیکھا جائے کہ بیمار کیا محسوس کر رہا ہے تو پھر ویسی ہی یہ خطرناک ہے جیسی وہ خطرناک ہے چنانچہ ایک اور ڈاکٹر نے جب یہی بات کہی تو میں نے اُن سے کہا کہ بتائیے میں فکر کس طرح نہ کروں جبکہ میرا دل محسوس کر رہا ہے کہ میری حالت خطرے میں ہے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب تک آپ سے زیادہ دماغی طاقت والا ڈاکٹر آپ کو ماننے پر مجبور نہ کر دے۔ آپ معذور ہیں میں کیا کہہ سکتا ہوں آپ کو یہ یقین دلا دینا کہ اس وقت آپ خطرے سے باہر ہیں۔ یہ کسی ایسے ڈاکٹر کے اختیار میں نہیں جو اپنی دماغی قوت کے لحاظ سے آپ سے زیادہ نہ ہو۔

بہرحال اس مشورہ کے بعد بعض ربوہ کے ہمارے احمدی ڈاکٹر جو تھے انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ ابھی نہیں جانا چاہیئے۔ ابھی سردی ہے اور یہ مرض سردی سے ہی متاثر ہوتی ہے۔ میں نے اس پر سوئٹزرلینڈ اور اٹلی اور ہالینڈ اور انگلینڈ تاریں دیں جن کے جوابات بذریعہ تار آئے کہ ہم نے یہاں کے ڈاکٹروں سے مشورہ کر لیا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ آپ کی بیماری کا علاج یہاں بڑی حد تک ہو سکتا ہے اور یہاں کا موسم ہرگز آپ کی بیماری کے خلاف نہیں آپ فوراً آجائیں یہاں ہر قسم کا انتظام ہسپتال وغیرہ کا موجود ہے۔ یورپ کے ملکوں کے رہنے والے ڈاکٹروں کی ان تاروں سے ربوہ کے ڈاکٹروں کے مُنہ بند ہو گئے کیونکہ سردی میں تو وہ رہ رہے ہیں۔ ربوہ والے تو نہیں رہ رہے۔ ربوہ والے تو اپنے موسم پر قیاس کرتے ہیں پھر وہ لوگ ان بیماریوں کے ماہر بھی ہیں۔

عزیزم شیخ ناصر احمد نے سوئٹزرلینڈ سے تار دی ہے کہ میں نے معین صورت میں یہاں کے ڈاکٹروں سے مشورہ کر لیا ہے اور وہ یہی کہتے ہیں کہ وہ یہاں آجائیں ہم علاج کر سکتے ہیں۔ اور یہاں ہر قسم کی سہولتیں مہیا ہیں۔ قریباً اسی مفہوم کی تار انگلینڈ سے بھی آئی ہے اس لئے میں نے جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ہر انسان جو پیدا ہوا ہے اس نے مرنا ہے اُن گھڑیوں میں جب میں محسوس کرتا تھا کہ میرا دل ڈوبا کہ ڈوبا مجھے یہ غم نہیں تھا کہ میں اس دُنیا کو چھوڑ رہا ہوں۔ مجھے یہ غم تھا کہ میں آپ لوگوں کو چھوڑ رہا ہوں اور مجھے یہ نظر آرہا تھا کہ ابھی ہماری جماعت میں وہ آدمی نہیں پیدا ہوا جو آپ کی نگرانی ایک باپ کی شکل میں کرے میرا دماغ بوجھ نہیں برداشت کر سکتا تھا مگر اس وقت میں برابر یہ دُعا کرتا رہا کہ اے میرے خدا جو میرا حقیقی باپ اور آسمانی باپ ہے مجھے اپنے بچوں کی فکر نہیں کہ وہ

یتیم رہ جائیں گے۔ مجھے اس کی فکر ہے کہ وہ جماعت جو سینکڑوں سال کے بعد تیرے مامور نے بنائی تھی وہ یتیم رہ جائے گی اگر تو مجھے یہ تسلی دلا دے کہ ان کے یتیم کا میں انتظام کردوں گا تو پھر میری یہ تکلیف کی گھڑیاں سہل ہو جائیں مگر تو مجھ سے یہ کس طرح اُمید کر سکتا ہے کہ یہ لاکھوں روحانی بچے جو تو نے مجھے دیئے ہیں جن کے دشمن چپے چپے پر دُنیا میں موجود ہیں اور جن کو ختم کرنے کے لئے ہر وقت شیطانی نیزے اُٹھ رہے ہیں جب میرے بعد ان نیزوں کو اپنی چھاتی پر کھانے والا کوئی نہیں رہے گا تو تو ہی بتا کہ میں اس بات کو کس طرح برداشت کر لوں۔ مجھے موت کا ڈر نہیں مجھے اُن لوگوں کے یتیم ہو جانے کا ڈر ہے جنہوں نے تیرے نام کو روشن کرنے کے لئے پچاس سال متواتر قربانیاں کیں ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا دُنیا نے ان کو کمائی سے محروم کر دیا تھا پھر بھی وہ ہر اس آواز پر آگے بڑھے جو تیرے نام کے روشن کرنے کے لئے میں نے اٹھائی تھی۔ اب اے میرے وفادار آقا! میں تجھے تیری ہی وفاداری کی قسم دیتا ہوں ان کمزوروں نے اپنی کمزوریوں کے باوجود تجھ سے وفاداری کی۔ تو طاقتور ہوتے ہوئے اُن سے بے وفائی نہ کیجیو کہ یہ بات تیری شان کے شایاں نہیں اور تیری پاکیزہ صفات کے مطابق نہیں۔ میں ان لوگوں کو تیری امانت میں دیتا ہوں۔ اے سب امینوں سے بڑے امین، اس امانت میں خیانت نہ کیجیو اور اس امانت کو پوری وفاداری کے ساتھ سنبھال کر رکھیو۔

ڈاکٹر مجھے کہتے ہیں فکر مت کرو۔ لیکن میں اس امانت کا فکر کس طرح نہ کروں جسے میں نے پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک اپنے سینہ میں چھپائے رکھا اور ہر عزیز ترین شے سے زیادہ عزیز سمجھا۔

اے میرے عزیزو! تم سے کوتاہیاں بھی صادر ہوئیں تم سے قصور بھی ہوئے مگر میں نے یہ دیکھا کہ ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ کی آواز پر تم نے لبیک کہا تم موت کی وادیوں میں سے گذر کر بھی خدا تعالیٰ کی طرف دوڑتے رہے ہو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں نہیں چھوڑے گا خدا تمہیں بے کسی اور بے بسی کی موت نہیں دے گا۔

ڈاکٹروں کی رائے تو یہی ہے کہ میری بیماری صرف عوارض کی بیماری ہے حقیقت کی بیماری نہیں لیکن جو کچھ بھی ہو ہمارا خدا سچا خدا ہے۔ زندہ خدا ہے۔ وفادار خدا ہے۔ تم ہمیشہ اس پر توکل رکھو اور اپنی اولاد کو بھی اس پر توکل رکھنے کی تلقین کرو اور اس دُعا کے طریقہ کو یاد رکھو جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ میں نے ساری عمر جب بھی اس رنگ میں اخلاص کے ساتھ دُعا کی ہے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ اس دعا

کے قبول ہونے میں دیر ہوئی ہو۔ اگر تم اس رنگ میں اپنے ربّ سے محبت کرو گے اور اس کی طرف جھکو گے تو وہ ہمیشہ تمہاری مدد کے لئے آسمان سے اترتا رہے گا۔ ایک دولت مَیں تمہیں دیتا ہوں ایسی دولت جو کبھی ختم نہیں ہو گی۔ ایک علاج تمہیں عطا کرتا ہوں وہ علاج جو کسی بیماری میں خطا نہیں کرے گا۔ ایک عصا مَیں تمہارے حوالے کرتا ہوں ایسا عصا جو تمہاری عمر کی انتہائی کمزوری میں بھی تمہیں سہارا دے گا اور تمہاری کمر کو سیدھا کرے گا۔ اے خدا تو اپنے ان بندوں کے ساتھ ہو۔ جب انہوں نے میری آواز پر لبیک کہی تو انہوں نے میری آواز پر لبیک نہیں کہی بلکہ تیری آواز پر لبیک کہی۔ اے وفادار اور صادق الوعد خدا اے وفادار اور سچے وعدے والے خدا تُو ہمیشہ ان کے اور ان کی اولادوں کے ساتھ رہیو اور ان کو کبھی نہ چھوڑیو۔ دشمن ان پر کبھی غالب نہ آئے اور یہ کبھی ایسی مایوسی کا دن نہ دیکھیں جس میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ مَیں سب سہاروں سے محروم ہو گیا ہوں۔ یہ ہمیشہ محسوس کریں کہ تُو ان کے دل میں بیٹھا ہے ان کے دماغ میں بیٹھا ہے اور ان کے پہلو میں کھڑا ہے اَللّٰھُمَّ آمین بعض ڈاکٹر جو زیادہ ماہر نہیں ہیں وہ تو میرے جانے پر گھبراتے ہیں مگر ماہر ڈاکٹر یہی کہتے ہیں کہ جلدی جاؤ اور جلدی آؤ۔ بہرحال ہر شخص کے رُتبہ کے مطابق اس کی بات پر یقین کیا جاتا ہے۔ مَیں ان ماہرین کی رائے پر اعتبار کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے جاتا ہوں خدا کرے میرا یہ سفر صرف میرے لئے نہ ہو بلکہ اسلام کے لئے ہو اور خدا کے دین کے لئے ہو اور خدا کرے کہ میری عدم موجودگی میں تم غم نہ دیکھو اور جب مَیں لوٹوں تو خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت میرے بھی ساتھ ہو اور تمہارے بھی ساتھ ہو۔ ہم سب خدا کی گود میں ہوں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام ہمارے پاس کھڑے ہوں۔ مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۲۱ ۳/۵۵ [1]

چوتھا پیغام

مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۵ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَ النَّاصِر

احبابِ جماعت احمدیہ — السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

---

[1] ضمیمہ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۲ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱-۲۔

کئی دن کی تاروں کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اب مجھے روانہ ہو جانا چاہیئے میں انشاء اللہ کل ۲۳ مارچ کو بدھ کے دن لاہور جا رہا ہوں تاکہ وہاں سے کراچی جاؤں۔ احباب کو چاہیئے کہ دعاؤں میں لگے رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اِن کا حافظ و ناصر ہو۔ میں بھی انشاء اللہ جس حد تک مجھے توفیق ملی، دعائیں کرتا جاؤں گا۔ مجھے ایک حد تک تشویش تو ہے لیکن مایوسی نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دعاؤں کے جواب میں اپنی مدد ضرور بھیجے گا اور معجزانہ رنگ میں مدد بھیجے گا اگر میری دعاؤں کی تائید میں جماعت کی دعائیں بھی شامل رہیں تو انشاء اللہ تاثیر بڑھ جائے گی احباب کو خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جب کبھی ذمّہ دار افسر اِدھر اُدھر ہوتا ہے تو شریر لوگ فتنہ پیدا کرتے ہیں ہماری جماعت بھی ایسے شریروں سے خالی نہیں بعض لوگ اپنے لئے درجہ چاہتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے لئے شہرت چاہتے ہیں ایسا کوئی شخص بھی پیدا ہو یا کوئی بھی آواز اٹھائے خواہ کسی گاؤں میں یا شہر میں یا علاقہ میں تو اس کی بات کو کبھی برداشت نہ کریں۔ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ یہ معمولی بات ہے۔ فساد کوئی بھی معمولی نہیں ہوتا حدیثیں اس پر شاہد ہیں جب کوئی شخص اختلافی آواز اُٹھائے فوراً لاحول اور استغفار پڑھیں اور خواہ آپ عمر میں سب سے چھوٹے ہوں اور درجے میں سب سے چھوٹے ہوں اور خواہ آپ کے بزرگ اس فتنہ انداز کی بات کی تائید کر رہے ہوں فوراً مجلس میں کھڑے ہو جائیں اور لاحول پڑھ کر کہدیں کہ ہم نے احمدیت کو خدا کے لئے اختیار کیا تھا۔ ہمارا آسمانی باپ خدا ہے اور ہمارے روحانی باپ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ جماعت میں فتنہ پھیلانے والی بات اگر ہمارے عزیز ترین وجود سے بھی ظاہر ہوئی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔

عبداللہ بن ابی ابن سلول کتنا بڑا منافق تھا قرآن کریم میں متعدد آیات اس کی منافقت کے لئے بیان کی گئی ہیں ایک جنگ میں جب اس نے بعض صحابہؓ کی کمزوری دیکھی اور کہا کہ مدینہ چل لو وہاں پہنچتے ہی جو مدینہ کا سب سے بڑا معزز آدمی ہے یعنی نعوذ باللہ عبداللہ بن ابی ابن سلول وہ مدینہ کے سب سے ذلیل آدمی یعنی نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کو وہاں سے نکال دے گا۔ تو عبداللہ بن ابی ابن سلول کا بیٹا بھی اس جگہ پر موجود تھا۔ وہ دوڑتا ہوا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہؐ میں آپ کو بتاتا ہوں۔ میرے باپ نے آج کیسی خیانت کی ہے۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہؐ میں سمجھتا ہوں میرے باپ کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں اگر آپ یہ

واجب فیصلہ کریں تو اس کے پورا کرنے کا مجھے حکم دیں تا ایسا نہ ہو کہ کوئی اور مسلمان ایسا کر بیٹھے تو میرے دل میں منافقت پیدا ہو اور اس کا بغض میرے دل میں پیدا ہو جائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا ارادہ یہ نہیں ہے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو چونکہ عبداللہ بن ابی ابن سلول نے یہ کہا تھا کہ مدینہ پہنچنے دو۔ مدینہ کا سب سے معزز آدمی یعنی عبداللہ بن ابی ابن سلول مدینہ کے سب سے ذلیل آدمی یعنی نعوذ باللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دے گا عبداللہ بن ابی ابن سلول کے لڑکے نے تلوار نکال لی اور مدینہ کے دروازے کے آگے کھڑا ہو گیا اور اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہا اے باپ تو نے یہ فقرہ کہا تھا خدا کی قسم میں وہ وقت ہی نہیں آنے دُونگا کہ تُو اس بات کو پورا کرنے کا ارادہ کرے تُو ایک قدم بھی آگے بڑھنے کی کوشش کر۔ میں اپنی تلوار سے تیرا سر کاٹ دُوں گا۔ صرف ایک صورت تیرے مدینہ میں داخل ہونے کی ہے۔ اپنی سواری سے اُترآ اور زمین پر کھڑے ہو کر کہہ کہ مدینہ کا سب سے معزز آدمی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور سب سے ذلیل وجود میں ہوں۔ اگر تو یہ کہے گا تو میں تجھے مدینہ میں داخل ہونے دُوں گا ورنہ تجھے قتل کر دوں گا۔ عبداللہ بن ابی ابن سلول اپنے بیٹے کے ایمان کو دیکھ کر ایسا مرعوب ہوا کہ فوراً اپنے اونٹ سے اُتر آیا اور اس نے وہی فقرے کہے جو اس کے بیٹے نے کہے تھے تب اس کے بیٹے نے اسے مدینہ میں داخل ہونے دیا۔ سو دین کے معاملہ میں باپ۔ دادا۔ استاد۔ پیر کی بھی کوئی حیثیت نہیں جو کہتا ہے دین کی حقارت کرو تم اس کا مقابلہ کرو اگر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے بھی ہو جائیں تو خوشی سے اس موت کو قبول کرو کیونکہ وہ موت تمہاری نہیں تمہارے دشمن کی ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے آخری زمانہ میں دجال ایک مومن کو قتل کرے گا پھر اس کو زندہ کرے گا۔ پھر اس کو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا لیکن خدا اس کو توفیق نہیں دے گا۔ سو یاد رکھو کہ وہ موت جو تم خدا کے لئے قبول کرو گے وہ موت آخری نہیں ہو گی اس کے بعد خدا تمہیں پھر زندہ کریگا اور تمہیں دین کی خدمت کی توفیق دے گا۔

پس اے نوجوانو! اے خدام الاحمدیہ کے ممبرو! میری اس نصیحت کو یاد رکھو عبداللہ بن ابی ابن سلول کے بیٹے کے واقعہ کو یاد رکھو۔ حدیثِ دجال کو یاد رکھو۔ اگر تم خدا کے لئے موت قبول کرو گے تو خدا تم کو ایسی زندگی دے گا جس کو کوئی ختم نہیں کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ تم کو سچا مومن اور سچا بندہ بننے کی توفیق دے۔ اللّٰھم آمین۔ خاکسار۔ مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۵۵-۳-۲۲[1]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ (ضمیمہ) ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۔

فصل دوم

سیدنا حضرت مصلح موعود قبل ازیں ۱۹۲۴ء[1] میں ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے یورپ تشریف لے گئے تھے۔ اس اعتبار سے یہ حضور کے عہد خلافت کا دوسرا اور آخری سفر یورپ تھا جس کا آغاز ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء کو اور اختتام ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء کو ہوا۔ یہ سفر حضور نے اگرچہ بغرض علاج اختیار فرمایا تاہم اپنی برکات اور تاثیرات کے نتیجہ میں یورپ میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی مضبوط بنیاد ثابت ہوا۔

اکتیس[۳۱] سال پہلے کا ایک رؤیا

ریاست بڑودہ کے ایک غیر احمدی رئیس نواب سید صدر الدین صاحب حسین خان صاحب نے ۱۹۲۴ء میں یہ خواب دیکھا کہ:۔

"ایک مکان میں اسباب بندھا رکھا ہے اور اہل خانہ کسی بڑے سفر کی تیاری میں مصروف ہیں۔ اتنے میں دیکھا کہ صاحبِ خانہ بھی نہایت مصروفیت کی شان سے سامان درست کر رہے ہیں۔ آخر میں انہوں نے فرمایا۔ جہاز تیار کرو اور یہ اسباب ان پر لاد دو۔ عرض کیا۔ حضور کہاں کا ارادہ ہے فرمایا یورپ جاتا ہوں۔ علاج کرنا ہے۔ یہ دریافت کیا گیا۔ آپ کا اسم شریف؟ فرمایا میرا نام عمر ابن الخطاب ہے"[2]

حضرت فضل عمر کا یہ سفرِ یورپ ۱۹۲۴ء کے اس رحمانی خواب کی ایک شاندار عملی تعبیر تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کا فیصلہ بھی غیر از جماعت ڈاکٹروں کے پیہم اصرار اور مشورے کی بناء پر کیا گیا۔

سفر یورپ کا آغاز

۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی علاج کے لئے یورپ جانے کے ارادے سے صبح نو بجے بذریعہ کار لاہور تشریف لے گئے۔

---

[1] ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء تا ۲۴ نومبر ۱۹۲۴ء تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو تاریخ احمدیت جلد پنجم صفحہ ۳۹۰ تا صفحہ ۴۳۸۔

[2] رسالہ صوفی بحوالہ روزنامہ "الفضل" قادیان ۹ر اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۵

صدر انجمن اور تحریک جدید کے ناظر و وکلاء صاحبان، دیگر شعبہ جات کے افسران، محلوں کے پریذیڈنٹ صاحبان اور اہالیانِ ربوہ نے کثیر تعداد میں قصرِ خلافت کے باہر جمع ہو کر محبت و ارادت اور اخلاص و عقیدت کے گہرے جذبات اور درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دُعاؤں کے ساتھ اپنے محبوب امام کو رخصت کیا۔ تمام احباب اپنے آقا کی اس عارضی جدائی پر بے چین ہوئے جا رہے تھے اور عجیب اضطراب کے عالم میں زیرِ لب نہایت درجہ عاجزی اور الحاح سے رب العزّت کے حضور دعائیں کر رہے تھے کہ اے خدا تو اس مقدس وجود کا جو تیری ہی عنایت اور تیری ہی شفقت سے ہمارے لئے سایۂ رحمت ہے ہر گھڑی اور ہر لمحہ نگہبان ہو اور اُسے اپنے خاص الخاص فضل کے تحت اپنی بارگاہ سے شفائے کامل و عاجل عطا کر تا کہ بہت جلد ہمارے درمیان پھر رونق افروز ہو کر ہمارے دلوں کو شاد کام کرے اور اس کے وجود کی برکت سے ہم میں خدمتِ اسلام کا ایک نیا جوش اور نیا ولولہ پیدا ہو کہ جو دُنیا کی کایا پلٹ دے۔

قصرِ خلافت سے روانگی

حضور نو بجے سے چند منٹ قبل قصرِ خلافت کے اس دروازے سے باہر تشریف لائے جو مسجد مبارک کے عقب کی جانب ہے۔ تمام احبابِ جماعت قصرِ خلافت کے باہر راستے کے دونوں طرف صف بستہ کھڑے زیرِ لب دعاؤں میں مصروف تھے۔ سید داؤد احمد صاحب کے کندھے کا سہارا لے کر حضور موٹر کار میں سوار ہوئے کار کی پچھلی سیٹ پر رونق افروز ہونے کے بعد حضور نے اجتماعی دُعا کرائی درد و سوز میں ڈوبی ہوئی دُعاؤں کا یہ رُوح پرور نظارہ ایک خاص کیفیت کا حامل تھا۔ احبابِ کرام حضور ایدہ اللہ کی اقتدا میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفر کے بابرکت ہونے اور کامل شفایابی کے بعد حضور کے بخیر و عافیت واپس آنے کے لئے اس قدر عاجزی اور الحاح سے دُعائیں کر رہے تھے کہ مسجد مبارک اور قصرِ خلافت سے ملحقہ سارا علاقہ ہچکیوں اور سسکیوں کی دردانگیز آوازوں سے گونج رہا تھا اور ہر دل گواہی دے رہا تھا کہ مولا کریم اور اس کے محبوب بندوں کا یہ راز و نیاز انشاء اللہ العزیز اثر لائے بغیر نہ رہے گا۔ دُعا کے اختتام پر ہر آنکھ سے آنسو رواں تھے اور ہر فرد اپنے محبوب آقا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بیتاب تھا۔

صدقے کے طور پر بکروں کی قربانی

ٹھیک نو بجے جب حضور کی کار حرکت میں آئی تمام فضا فی امان اللہ تعالیٰ، اور بسلامت روی و باز آئی، کی آوازوں سے گونج اٹھی۔ موٹر کے حرکت میں آتے ہی مسجد مبارک کے عقب میں صدر انجمن احمدیہ اور

تحریک جدید کی طرف سے دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔ ایک بکرا صدر انجمن کی طرف سے مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور دوسرا بکرا تحریک جدید کی طرف سے قائم مقام وکیل اعلیٰ جناب چوہدری غلام مرتضیٰ صاحب نے ذبح کیا۔ حضور کی کار قافلے کی دوسری کاروں کے ہمراہ آہستہ آہستہ روانہ ہوئی۔ احباب جماعت جو قصرِ خلافت کے دروازے سے لے کر چنیوٹ جانے والی پختہ سڑک تک دو رویہ کھڑے ہوئے تھے پُرنم آنکھوں کے ساتھ بلند آواز سے "السّلام علیکم امیرالمؤمنین" اور" فی امان اللہ تعالیٰ" کہتے جاتے تھے۔ حضور کی کار جونہی احاطہ مسجد مبارک کے صدر دروازے سے باہر آئی۔ ربوہ کی مقامی جماعت کی طرف سے دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے لے کر چنیوٹ جانے والی پختہ سڑک تک احباب کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔

حضرت سیّدہ نصرت جہاں کے مزارِ مبارک پر دُعا

حضور قصرِ خلافت سے روانہ ہونے کے بعد پہلے موصیوں کے قبرستان میں حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم کے مزار مبارک پر دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ مزار مبارک کی چار دیواری کے باہر دروازے کے عین سامنے موٹر میں بیٹھے ہوئے ہی حضور نے دُعا فرمائی جس میں خاندانِ حضرت مسیح موعودؑ کے اکثر افراد اور بعض خدام شریک ہوئے دُعا سے فارغ ہونے کے بعد حضور لاہور روانہ ہوئے جب حضور کی کار قافلے کی دوسری کاروں کے ساتھ پختہ سڑک پر پہنچی تو ربوہ کے تمام احباب دوڑ دوڑ کر پھر پختہ سڑک کے دورویہ جمع ہو چکے تھے اور قطاروں کا یہ سلسلہ جانب شرقی قریب قریب پہاڑیوں تک پھیلا ہوا تھا جب تک حضور کی کار سڑک پر دو پہاڑیوں کے درمیان سے گذر کر حدِ نگاہ سے دور نہ چلی گئی۔ احباب جماعت سڑک پر کھڑے کار کی طرف دیکھتے رہے اور پھر سفر کے بابرکت ہونے اور کامل صحت کے ساتھ حضور کے واپس تشریف لانے کے بارے میں دُعائیں کرتے ہوئے ربوہ واپس لوٹے اس وقت دیگر دُعاؤں کے ساتھ اکثر احباب یہ شعر بھی بار بار پڑھ رہے تھے۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی[1]

---

[1] اخبار روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴ر مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

لاہور سے کراچی

حضرت مصلح موعود اسی روز بخیریت لاہور پہنچے اور رتن باغ میں قیام فرما ہوئے۔ ۲۶ ؍ مارچ کو صبح ساڑھے چھ بجے حضور رتن باغ سے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل احباب جماعت کے ساتھ حضور نے پُر سوز دُعا کی اور اسٹیشن پر تشریف لے گئے جہاں عشاقِ خلافت کا ایک بہت بڑا ہجوم الوداع کہنے کے لئے موجود تھا۔ اسٹیشن پر حضور نے دوبارہ اجتماعی دُعا کروائی۔ ہر شخص اپنے پیارے اور محسن آقا کی بیماری کے باعث سخت غمگین اور پریشان خاطر تھا۔ حضور خیبر میل کے ذریعہ اگلے روز ۲۷ ؍ مارچ کو بخیر و عافیت کراچی پہنچے اور مالیر میں رہائش پذیر ہوئے[1]

۱۴ ؍ اپریل کا دن قیام کراچی کے دوران ایک یادگار دن تھا کیونکہ اس روز حضور نے اپنی فرودگاہ میں بیماری کے حملہ کے بعد پہلی بار نماز کی امامت کی اور ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ اسی خوشی میں قیام جگہ کے جملہ اصحاب نے شکرانے کے طور پر ایک بکرا ذبح کیا اور اس کا گوشت تقسیم کرایا[2]۔ اس کے بعد حضور عام طور پر نمازیں پڑھانے لگے۔ نماز کے بعد کے بعض اوقات حضور خدام کے درمیان بھی تشریف فرما ہوتے اور اپنے کلماتِ طیبات سے نوازتے[3]۔

ملک میں بے بنیاد اور جھوٹی افواہیں اور حضرت امیر مقامی کے دو زوردار مضامین

جونہی حضرت مصلح موعود ربوہ سے سفر یورپ کے ارادہ سے کراچی تشریف لے گئے بعض مخالفین کی طرف سے حضور کے متعلق بعض جھوٹی اور بے بنیاد افواہیں مشہور کر دی گئیں۔ اور جلد ہی پنجاب اور کراچی کے پریس میں اُن کو خاص اہتمام سے جگہ بھی دی جانے لگی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب امیر مقامی نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے حسب ذیل دو زوردار اور مسکت و مدلّل مضامین سپردِ قلم فرمائے :-

(۱) "جیسا کہ احباب جماعت کو معلوم ہے کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سفر یورپ کے ارادہ سے کراچی تشریف لے گئے ہوئے ہیں اور وہاں سے انشاء اللہ عنقریب یورپ روانہ ہو جائیں گے۔ جماعت کے دوستوں کو اس موقعہ پر خصوصیت کے ساتھ دُعائیں کرنی چاہئیں کہ

---

[1] "الفضل" ۲۶ ؍ مارچ و ۲۹ ؍ مارچ ۱۹۵۵ء صا۔ [2] "الفضل" ۱۷ ؍ اپریل ۱۹۵۵ء صا
[3] "الفضل" ۲۳ ؍ اپریل ۱۹۵۵ء صا۔

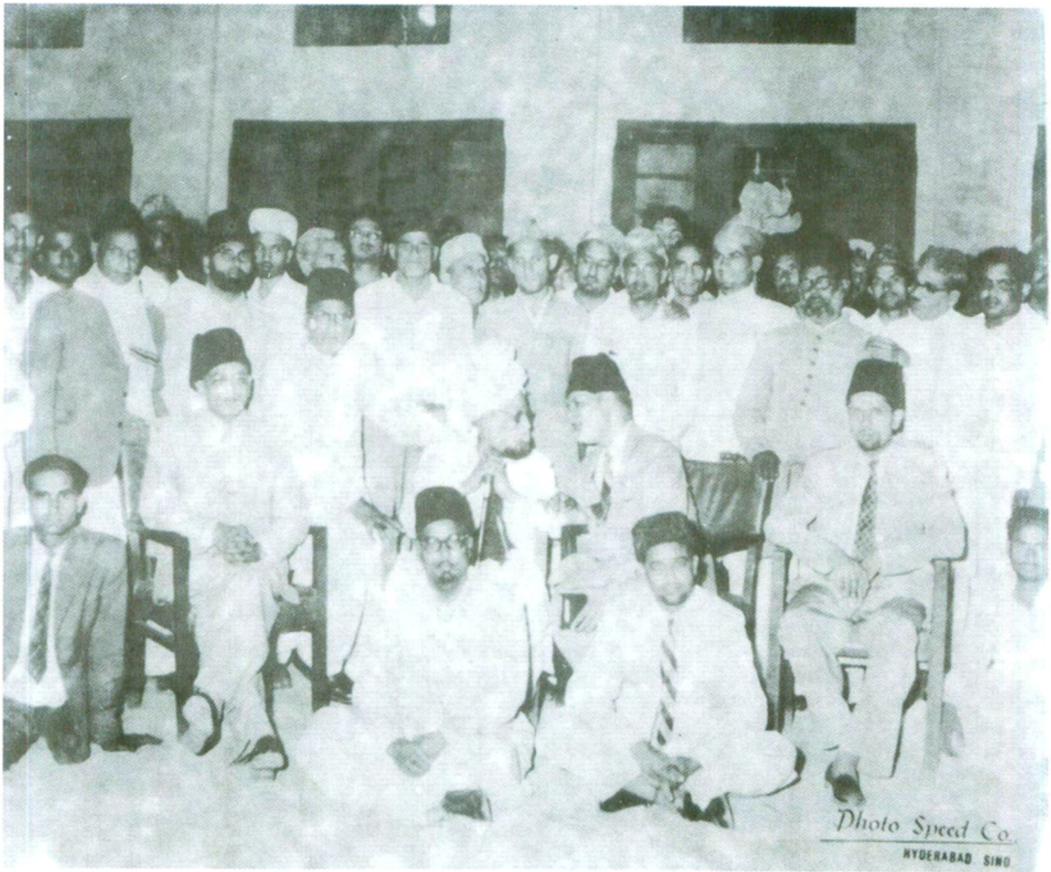

کراچی سے یورپ کے لیے روانگی

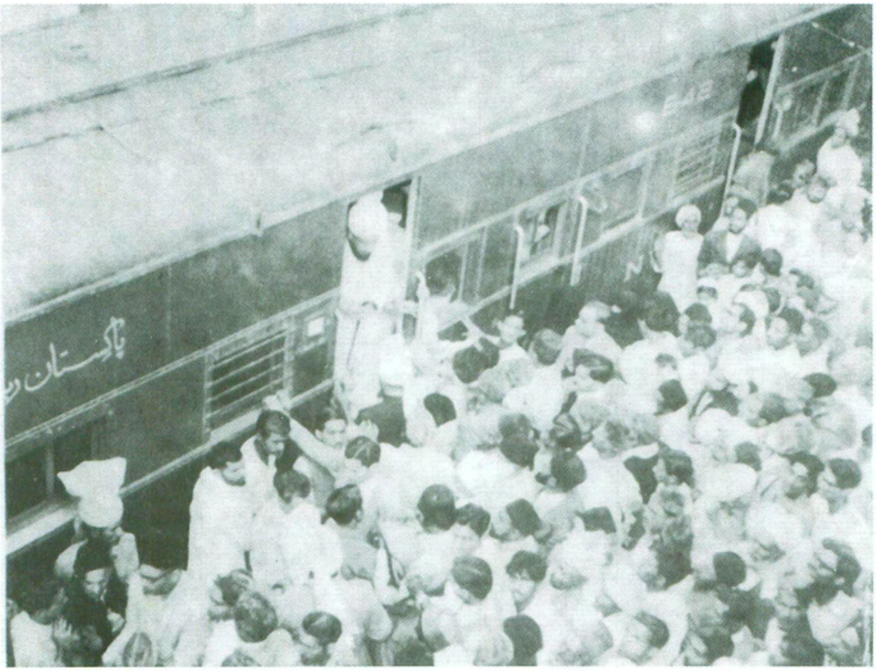

لاہور اسٹیشن سے حضرت مصلح موعودؓ کی سفر یورپ کیلئے روانگی

اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ سفر مقدّر ہے تو وہ اپنے فضل و کرم سے حضور کو خیریت کے ساتھ لے جائے اور پوری طرح صحت یاب کر کے کامیاب اور بامراد واپس لے آئے اور حضور کے اس سفر کو دین و دنیا اور ظاہر و باطن اور حال و مستقبل کے لحاظ سے مفید اور بابرکت اور مثمر ثمراتِ حَسنہ کرے۔ آمین یا ارحم الرّاحمین۔

جیسا کہ میں نے اپنے ایک سابقہ اعلان میں ذکر کیا تھا حضور کی یہ بیماری اعصابی نوعیت کی ہے جو کثرتِ کار اور کثرتِ افکار کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔ اس وقت حضور کو آج کل کامل جسمانی اور دماغی سکون کی ضرورت ہے۔ اس لئے دوستوں کو دُعاؤں کے علاوہ یہ بھی احتیاط رکھنی چاہئے کہ ان ایّام میں حضور کی خدمت میں کوئی ایسا خط یا رپورٹ نہ بھجوائی جائے جو کسی جہت سے فکر اور تشویش پیدا کرنے کا موجب ہو کیونکہ موجودہ حالت کا یہ تقاضا ہے کہ ان ایّام میں تمام فکروں اور بوجھوں کو جماعت خود اپنے سر اور کندھوں پر لے لے اور اپنے امام کو ڈاکٹری مشورہ کے مطابق ہر قسم کے فکر اور تشویش سے آزاد رہ کر سکون حاصل کرنے کا موقع دے۔ اُمید ہے کہ سب دوست اس پہلو کو خصوصیّت کے ساتھ مدّنظر رکھ کر حضرت صاحب کی صحت کی بحالی میں عملاً ہاتھ بٹاتے ہوئے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

اس موقعہ پر احباب کی خدمت میں یہ بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ تاریخ اور ہمارے آقا آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم کے سوانح سے پتہ چلتا ہے ایسے موقعوں پر جب کہ امام کسی دُور دراز کے سفر پر ہو بیرون از جماعت مخالفین اور اندرون جماعت منافقین امام کی غیر حاضری سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر مختلف قسم کے اندرونی اور بیرونی فتنے برپا کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کے سفر تبوک کے موقعہ پر ہُوا۔ اس لئے احباب جماعت کو عموماً اور امراء جماعت اور صدر صاحبان کو خصوصاً اس امکانی خطرے کی طرف سے بھی ہوشیار رہنا چاہیئے اور اپنے مخصوص اتحاد اور قربانی اور چوکسی اور احساس ذمہ داری اور بیدار مغزی سے ثابت کر دینا چاہیئے کہ کوئی اندرونی یا بیرونی خطرہ انہیں خدا کے فضل سے غفلت کی حالت میں نہیں پا سکتا اور نہ ان کے پائے ثبات میں کسی قسم کی لغزش پیدا کر سکتا ہے۔

بعض مخالفین ابھی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے پیش آمدہ سفر کے متعلق بعض جھوٹی اور بے بنیاد افواہیں مشہور کر رہے ہیں بلکہ بعض افواہوں کو تو اخباروں تک میں بھی جگہ دے کر

فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس قسم کی افواہوں کے متعلق بھی جماعت کے ذمہ دار طبقہ بلکہ ہر احمدی کو ہوشیار رہنا چاہیئے جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے حضور کا یہ سفر علاج اور صحت کی غرض سے ہے اور ایسے موقعہ پر عزیزوں کی معتدبہ تعداد اور مناسب عملہ کو ساتھ لے جانے کا خیال آنا ایک طبعی اَمر ہے اور اَب تو ابتدائی تجویز شدہ تعداد میں آخری نظرثانی کے وقت کافی کمی بھی کی جارہی ہے۔ بہرحال اس قسم کے سفر کو جو خالصتہً علاج اور صحت کی غرض سے اختیار کیا جارہا ہے۔ بے بنیاد افواہوں کا نشانہ بنانا اس گندی ذہنیت کا مظہر ہے جو بدقسمتی سے ملک کے ایک طبقہ میں ہمارے متعلق پائی جاتی ہے مگر یہ اَمر خوشی کا موجب ہے کہ خدا کے فضل سے ملک کا شریف اور سمجھ دار طبقہ اس قسم کے خلافِ اخلاق رجحانات سے پاک ہے اور بعض عقائد میں اختلاف کے باوجود ہمارے ساتھ انصاف اور ہمدردی کا رویہ رکھتا ہے چنانچہ موجودہ بیماری میں بھی کثیر التعداد غیر احمدی اصحاب نے حضرت صاحب کی عیادت میں حصّہ لیتے ہوئے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ہمارا اور سب بہی خواہان ملک و ملّت کا حافظ و ناصر ہو — آمین

خاکسار مرزا بشیر احمد ربوہ ۳ر اپریل ۱۹۵۵ء"[1]

(۲) "پنجاب اور کراچی کے بعض اخباروں میں اس قسم کے فتنہ انگیز نوٹ شائع ہوئے ہیں کہ امام جماعت احمدیّہ کے ربوہ سے تشریف لے جانے کے بعد ربوہ میں نعوذ باللہ پارٹی بازی اور سازشوں کا میدان گرم ہے اور مختلف پارٹیاں اقتدار حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہی ہیں اور نوجوان سروں پر کفن باندھے پھرتے ہیں اور ہر لحظ خون ریزی کا خطرہ ہے وغیرہ وغیرہ

جماعت کے احباب اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ رپورٹیں از سرتا پا افترا اور سو فیصد جھوٹ ہیں۔ جو ہمارے ایسے مخالفین نے جنہیں جھوٹ سے کوئی پرہیز نہیں اپنے قدیم طریق کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے مشہور کرنی شروع کی ہیں تاکہ ایک طرف تو جماعت کمزور ہو رہی ہو اور دوسری طرف خود جماعت کے سادہ لوح اور ناواقف طبقہ کے دلوں میں یہ گھبراہٹ اور بے چینی پیدا کی جائے کہ نہ معلوم جماعت کے مرکز میں کیا ہو رہا ہے جس سے ہم دُور افتادہ لوگ بالکل بے خبر ہیں۔

---

[1] - روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵ر اپریل ۱۹۵۵ء صا

اس ذلیل قسم کی فتنہ انگیزی اور افتراء پردازی کے جواب ہیں جو ایسے وقت میں کی جارہی ہے جبکہ ملکی حالات ہر قسم کے فتنہ پیدا کرنے والے انتشار سے قطعی اجتناب کے متقاضی ہیں۔ ان مخالف حضرات سے تو صرف اس قدر عرض کرنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ :-

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

"یعنی اے ہمارے مہربانو! تم جس رنگ کا بھی جامہ پہننا چاہو پہن لو ہم تمہیں تمہارے لباس کے رنگ سے نہیں بلکہ تمہارے قدو قامت کے انداز سے پہچانتے ہیں"

اَللّٰھُمَّ انا نجعلك فی نحورھم و نعوذبك من شرورھم ونتوکل علیك ولاحول ولا قوۃ الا بك۔ باقی رہا جماعت کا سوال سو علاقہ دار امراء اور صدر صاحبان کو میری یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں ناواقف اور دُور افتادہ دوستوں کو اس قسم کے فتنوں کے متعلق باخبر اور ہوشیار رکھیں اور انہیں بتا دیں کہ یہ سب جھوٹا اور مفتریانہ پراپیگنڈا ہے جو بعض مخالفین کی طرف سے جماعت اور مرکز کے خلاف کیا جا رہا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ یہ پراپیگنڈا ان خدشات کی عملی تصدیق ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سفر پر جانے سے قبل جماعت پر ظاہر کرکے اسے متنبہ کیا تھا کہ امام کی غیر حاضری میں اس قسم کے فتنے اُٹھ سکتے ہیں۔ جماعت کو اس خطرہ کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ ہماری جماعت خدا کے فضل سے اور حضرت افضل الرسل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی) کی پیشگوئی کے مطابق ایک ہاتھ پر جمع ہو کر اخوت اور اتحاد اور راستی اور صداقت کے طریق پر قائم ہے اور ہر قسم کے فتنوں سے الگ رہ کر امن اور آشتی کے رنگ میں اسلام کی خدمت بجا لانا چاہتی ہے اور یہی اس کا واحد مقصد و منتہا ہے پس ہمیں چاہیئے کہ ہر قسم کی انتشار پیدا کرنے والی باتوں سے الگ رہ کر اپنی پوری توجہ اور پوری کوشش اور پوری طاقت کے ساتھ اس مرکزی نقطہ پر قائم رہیں جو خدائے علیم و قدیر نے ہمارے لئے مقرر فرمایا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے اس مقصد کے حصول کا طریق صبر و صلوٰۃ ہے۔ صبر کے معنے ایک طرف دوسروں کے مظالم پر ضبط نفس سے کام لینا اور دوسری طرف نیکیوں پر مضبوطی کے ساتھ ثابت قدم رہنا ہے۔ اور صلوٰۃ کے معنی ایک طرف اپنی کوششوں کی کامیابی کے لئے خدا سے دردمندانہ دعائیں کرتے

رہنا اور دوسری طرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ کی اُمّت کی اصلاح اور بہبودی کی غرض سے درود بھیجنا ہے اور غور کیا جائے تو یہی دو چار ستون ہیں جن پر ایک مومن کے ایمان اور اس کی سعی وجہد کا انحصار ہے۔ پس دوستوں کو چاہیئے کہ ان ایّام میں خاص طور پر دعاؤں اور صدقہ وخیرات سے کام لیں اپنے اندر تقویٰ اور طہارت نفس پیدا کریں اور اپنے ہمسایوں اور ماحول کے لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک بلکہ غیر معمولی احسان سے پیش آئیں۔ امن اور اتحاد اور تعاون باہمی کا کامل نمونہ دکھائیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو اسلام اور احمدیت کی تعلیم کے خلاف اور موجودہ ملکی حالات میں حکومت کے لئے کسی جہت سے پریشانی کا باعث ہو۔ وکان اللّٰہ معنا و معکم اجمعین۔

والسّلام۔ خاکسار مرزا بشیر احمد۔ ربوہ ۱۸؍اپریل ۱۹۵۵ء[1]

پانچواں پیغام
مورخہ ۷؍اپریل ۱۹۵۵ء

۷، ۸، ۹؍اپریل ۱۹۵۵ء بمطابق ۷، ۸، ۹؍شہادت ۱۳۳۴ھش کو ربوہ میں جماعت احمدیہ کی چھتیسویں مجلس مشاورت کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس دفعہ کی یہ مجلس بے رونق سی تھی کیونکہ حضور اس وقت سفر یورپ سے قبل کراچی میں رونق افروز تھے۔ حضرت مصلح موعود کو اس کا پوری شدت سے احساس تھا اور اسی لئے حضور نے مناسب سمجھا کہ ایک تحریر کے ذریعہ سے نمائندگانِ جماعت کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں اس غرض کے لئے حضور نے حسبِ ذیل پیغام لکھوایا جو مشاورت کے اجلاس دوم میں مرزا عبدالحق صاحب (امیر صوبائی پنجاب) صدر مجلس مشاورت نے پڑھ کر سنایا۔[2]

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

احباب جماعت احمدیہ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

پہلی بات تو مَیں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ شوریٰ میری غیر حاضری میں آرہی ہے۔ پہلے سال میں بوجہ زخم کے مَیں شوریٰ میں پورا حصّہ نہیں لے سکا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مشق کروا دی مگر میں محسوس

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱؍اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ [2] رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۵ء صفحہ ۷ تا ۹۔

کرتا ہوں کہ ابھی آپ لوگوں میں اتنی طاقت نہیں پیدا ہوئی کہ میری غیر موجودگی میں اپنی ذمہ داری پر پورا کام کر سکیں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ایسی طاقت بھی پیدا کر دے اور مجھے بھی ایسی صحت بخشے کہ آپ سے مل کر اسلام کی فتح کی بنیادیں رکھ سکوں جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے پچھلے چند دنوں سے میری طبیعت زیادہ خراب ہونے لگ گئی تھی مگر دو دن سے پھر بحالی کی طرف قدم جلدی جلدی اُٹھ رہا ہے چنانچہ اس وقت بھی کہ میں یہ پیغام لکھوا رہا ہوں مَیں کمرہ میں ٹہل رہا ہوں اور میرے قدم آسانی کے ساتھ چل رہے ہیں پہلے جو بیماری کے حملہ کے بعد دماغ خالی خالی معلوم ہوتا تھا کل سے وقفہ وقفہ کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں بھی نیک تغیر پیدا ہو رہا ہے اور مَیں بعض اوقات محسوس کرتا ہوں کہ مَیں سوچ سکتا ہوں اور پچھلے واقعات کا تسلسل میرے دماغ میں شروع ہو جاتا ہے بلکہ کراچی آتی دفعہ ریل میں ایک سورۃ میرے دماغ میں آئی جس کے بعض حصے لوگوں سے اَب تک حل نہیں ہو سکے تھے اور باوجود بیماری کے اس سورۃ کی شرح اور بسط مَیں نے کرنی شروع کی اور وہ تفسیر عمدگی کے ساتھ حل ہونی شروع ہو گئی تب مَیں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی اے خدا! ابھی دُنیا تک تیرا قرآن صحیح طور پر نہیں پہنچا اور قرآن کے بغیر نہ اسلام ہے نہ مسلمانوں کی زندگی۔ تو مجھے پھر سے توفیق بخش کہ مَیں قرآن کے بقیہ حصّہ کی تفسیر کر دوں اور دُنیا پھر ایک لمبے عرصے کے لئے قرآن شریف سے واقف ہو جائے اور اس پر عامل ہو جائے اور اس کی عاشق ہو جائے۔ بہرحال آج میری طبیعت پچھلے چند دن سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ سفر کی پریشانیاں جو پیدا ہو رہی تھیں وہ دُور ہو رہی ہیں۔ پچھلے دنوں اختر صاحب اور مشتاق احمد صاحب باجوہ جو کام کے لئے جاتے تھے تو اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ فوراً رپورٹ نہ پہنچی تو مجھے صدمہ ہو گا دو چار دن کے تجربہ کے بعد مَیں نے خود اس بات کو محسوس کر لیا اور انہیں ہدایت کر دی کہ جب وہ باہر جایا کریں تو ایک زائد آدمی لے کر جایا کریں اور اسے اس وقت کی رپورٹ دے کر میرے پاس بھجوا دیا کریں تاکہ مجھے پتہ لگتا رہے جب سے اس پر عمل ہوا۔ میری گھبراہٹ اور پریشانی دور ہونی شروع ہو گئی اور اَب خدا تعالیٰ کے فضل سے طبیعت میں سکون ہے خدا نے یہ بھی فضل کیا کہ جہاز کے ٹکٹوں کے ملنے کے غیر معمولی سامان ہو گئے اور ایکسچینج کے ملنے کے سامان بھی پیدا ہو گئے۔ اس موقعہ پر اسلامی ملکوں کے بعض نمائندوں نے غیر معمولی شرافت کا ثبوت دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے ان کے

ملکوں کو عزّت اور ترقی بخشے۔ اس واقعہ سے طبیعت میں اور بھی زیادہ سکون پیدا ہوا اور پریشانی دُور ہوئی۔ خدا کرے۔ کہ مسلمانوں میں پھر سے اتحاد پیدا ہو جائے اور پھر سے وہ گذشتہ عروج کو حاصل کرنے لگ جائیں اور اسلام کے نام میں وہی رُعب پیدا ہو جائے جو آج سے ہزار بارہ سو سال پہلے تھا میں اس دن کے دیکھنے کا متمنی ہوں اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا گو ہوں۔ جب سعودی۔ عراقی، شامی اور لبنانی، ترک۔ مصری اور یمنی سو رہے ہوتے ہیں میں ان کے لئے دُعا کر رہا ہوتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ دُعائیں قبول ہوں گی خدا تعالیٰ ان کو پھر ضائع شدہ عروج بخشے گا اور پھر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم ہمارے لئے فخر و مباہات کا موجب بن جائے گی خدا کرے جلد ایسا ہو۔

میں شوریٰ میں آنے والے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سنجیدگی سے بجٹ اور دوسری باتوں پر غور کریں اس سال دس بارہ دن لگا کر میں نے خود بجٹ کو حل کیا ہے اس لئے بجٹ میں دوستوں کو زیادہ تبدیلی نہیں کرنی چاہیئے میرا خیال ہے کہ میری بیماری کا موجب وہ محنت بھی تھی جو تحریک اور انجمن کے بجٹوں کو ٹھیک کرنے کے لئے مجھے کرنی پڑی۔ میں تو بیمار ہو گیا مگر میری وہ محنت کئی سال تک آمد و خرچ کے توازن کو ٹھیک کر دے گی۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو اور آپ کو ان فرائض کے پورا کرنے کی توفیق دے جن کا آپ وعدہ کر چکے ہیں اور جن کے بغیر جماعت کی قریب کی ترقی ناممکن ہے۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۵۵-۴-۶"[1]

چھٹا پیغام

مورخہ ۱۲ر اپریل ۱۹۵۵ء

مجھے مشورہ دیا گیا ہے کہ مجھے ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنا چاہیئے سو ہم انشاء اللہ کراچی سے ۳۰ر اپریل کو نصف شب کے قریب روانہ ہو کر یکم مئی کو دمشق پہنچیں گے۔ اس سے قبل ہمارے قافلے کا ایک حصّہ کراچی سے براہِ راست لندن جائے گا اور انشاء اللہ ۲۷ر اپریل کو وہاں پہنچ جائے گا۔

احباب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس سفر کو بابرکت کرے اور میری صحت بہتر ہو جائے اور میں تفسیر القرآن کا کام مکمل کر سکوں۔ (خلیفۃ المسیح)

نوٹ:- یہ تار کراچی سے ۱۲ر اپریل کو صبح ۷ بجے چلی مگر ربوہ میں ۱۴ر اپریل کی شام کو پہنچی[2]

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۰ر اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۱-۲ ؛ [2] روزنامہ الفضل ربوہ ۱۶ر اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ کالم ۱

ساتواں پیغام
مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۵ء

"برادران! میں چند روز میں ہوائی جہاز کے ذریعے سفر یورپ پر جا رہا ہوں. چونکہ کچھ دن پیشتر ایک ہوائی جہاز جس میں ایک درجن کے قریب چینی وزراء سفر کر رہے تھے گر کر تباہ ہوگیا ہے اس لئے قدرتی طور پر میرا بیمار ذہن کسی قدر گھبراہٹ محسوس کرتا ہے. لیکن سفر اس موسم میں بہتر خیال کیا جاتا ہے. اس لئے میں اپنے خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے ہوائی سفر کو ہی ترجیح دیتا ہوں. وہ جو کچھ ہمارے ساتھ کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے اور اگر ہم کسی وقت مایوس ہوتے ہیں تو یہ ہماری اپنی ہی غلطی اور کم نگاہی کی وجہ سے ہوتا ہے. خدا اب بھی اور آئندہ بھی ہر حال میں آپ کے ساتھ ہو. میں آپ کو اپنے خدا کے سپرد کرتا ہوں جس نے آج تک کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑا ہے. (مرزا محمود احمد)

نوٹ:۔ یہ تار کراچی سے ۱۳ اپریل کو رات پونے بارہ بجے کے قریب چلی مگر ربوہ میں ۱۴ اپریل کی شام کو پہنچی[1]

آٹھواں پیغام
مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۵۵ء

۱۵ اپریل کو جمعہ سے قبل حضور نے جماعت احمدیہ کے نام حسب ذیل پیغام جاری فرمایا:۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هو الناصر

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج پندرہ تاریخ ہے. اور اگر خدا تعالیٰ نے خیریت رکھی تو ہم انشاء اللہ پندرہ دن بعد یعنی ۳۰ اور یکم کی درمیانی رات کو ہوائی جہاز سے روانہ ہوں گے. اللہ تعالیٰ کے فضل سے کل میں نے ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے جماعت کے ساتھ پڑھائی گو میں سجدے اور رکوع کے درمیان بھول جاتا تھا مگر میں نے اپنے ساتھ دوستوں کو بٹھا دیا تھا کہ مجھے یاد کراتے جائیں بہر حال چار رکعتیں کھڑے ہو کر میں پڑھا سکا. آج جمعہ ہے اور انشاء اللہ ارادہ ہے کہ میں جمعہ کی نماز بھی پڑھاؤں. یہ بات ہیں

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۶ اپریل ۱۹۵۵ء صا کالم ۲.

بد پرہیزی سے نہیں کر رہا بلکہ ڈاکٹر نے مجھے حکم دیا ہے کہ جمعہ کی نماز پڑھاؤں اور یہ ڈاکٹر بھی غیر احمدی ڈاکٹر ہے احمدی نہیں گو اس نے تاکید کر دی ہے خطبہ اونچی آواز سے نہ ہو۔ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے ہو اور پانچ منٹ سے زیادہ نہ ہو آدمی پاس بیٹھے رہیں جو پانچ منٹ کے بعد روک دیں۔ پچھلے چند دنوں سے خدا کے فضل سے طبیعت اچھی ہوتی چلی گئی گو دل کی کمزوری کے دَورے بعض دنوں میں ہوتے رہے آج پہلی دفعہ ایک خواب چھوٹی سی آئی اور مجھے یاد رہ گئی۔ مَیں نے دیکھا کہ دو نوجوان مجھے ملنے آئے ہیں اور مَیں نے اُن کو ملاقات کا وقت دیا ہے اور اُن کے ساتھ کوئی اُن کے پروفیسر بھی ہیں کچھ دیر کے بعد نیم خوابی کی حالت ہوئی اور مَیں نے محسوس کیا کہ ابھی وہ طالب علم اور اُن کے پروفیسر ملنے نہیں آئے اور مَیں نے اپنی بیوی کو کہا اور وقت پوچھا انہوں نے کہا گیارہ بجے ہیں پھر مَیں نے اُن سے پوچھا کہ دو طالب علم جنہوں نے وقت مقرر کیا تھا وہ نہیں آئے انہوں نے کہا نہیں آئے پھر مَیں نیند کے زور سے دوبارہ سو گیا بہرحال اُس وقت دماغ پر بوجھ کسی قدر کم معلوم ہوتا تھا۔ اور مَیں محسوس کرتا تھا کہ خیالات معطل ہونے کی جو کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اس میں کمی آ گئی ہے بہرحال اللہ تعالیٰ کا فضل ہے گو بہت آہستہ مگر پھر بھی طبیعت بحالی کی طرف مائل ہے۔ اگر انجمن اور تحریک کے افسروں نے مجھے دق نہ کیا تو شاید صحت اور جلدی ٹھیک ہو جائے گی وہ ضروری ہدایت پر عمل کرنے اور ضروری رپورٹیں بھیجنے میں کوتاہی کرتے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ آپ کی صحت کے پیش نظر ایسا کرتے ہیں حالانکہ رپورٹ وقت پر آئے تو اس سے طبیعت میں سکون پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال احباب دعا کرتے رہیں۔ یورپین ڈاکٹروں کی رائے کا علم تو وہاں جا کر ہی ہوگا۔ فی الحال ہوائی سفر کا طبیعت پر بوجھ ہے کیونکہ مجھے اس کی عادت نہیں تندرست آدمی بھی اس کا بوجھ محسوس کرتا ہے تو اعصابی بیمار تو اور بھی زیادہ کمزور ہوتا ہے لیکن دوسرا کوئی راستہ اس وقت ممکن نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ خیریت سے پہنچائے اور خیریت سے واپس لائے تو علاج اور دوستوں کی ملاقات طبیعت میں اچھی تبدیلی پیدا کر دے گی۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو اور آپ کو اپنے فرائض کے صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق دے اور اسلام سے ایسی وابستگی ہو کہ دنیا کا کوئی ظلم اور تشدّد آپ کو اپنے عہد سے پھرا نہ سکے اور اللہ تعالیٰ ایسی عقل آپ کو عطا فرمائے کہ آپ کو وہ صحیح راستہ ہمیشہ روشن نظر آتا رہے جو خدا تعالیٰ کے کاموں کو چلانے اور اسلام کے قائم کرنے میں ممد ہو سکتا ہے۔ والسّلام

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۱۵-۴-۵۵[1]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۰ اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

پیغام لکھوانے کے بعد حضور نے درج ذیل مختصر خطبہ ارشاد فرمایا جو بیماری کے بعد حضور کا پہلا خطبہ تھا:۔

تشہد اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

پرسوں تک تو مَیں چارپائی پر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا مگر کل جو لیڈی ڈاکٹر علاج کے لئے آئیں (جن کے والد مرحوم سے جو مولانا محمد علی صاحب مرحوم اور ڈاکٹر انصاری صاحب کے واقف اور دوست تھے) واقف تھا انہوں نے اعصابی بیماریوں کے علاج کی تعلیم امریکہ سے کی ہے۔ نہایت سنجیدہ اور توجہ سے علاج کرنے کی عادت ہے اس لئے کرنل سعید صاحب سرجن سندھ نے میری گردن کے علاج کے لئے انہیں بھجوایا تھا وہ گورنر جنرل صاحب کی بھی معالجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں کیا ڈال کہ انہوں نے مجھے کہا کہ آپ باہر جا کر نماز پڑھا کریں مَیں نے کہا کہ مجھے تو باہر جانے میں کمزوری محسوس ہوتی ہے لیکن انہوں نے کہا کہ آپ کو صرف سیڑھیوں سے اترنے کی تکلیف ہوگی لیکن باہر جانے سے آپ کا دل بھی لگے گا اور آپ کی جماعت کے دوست بھی خوشی محسوس کریں گے۔ پھر انہوں نے اصرار کیا کہ کل جمعہ ہے آپ جمعہ کی نماز بھی پڑھائیں۔ مَیں نے کہا مجھے تو گلے کی تکلیف ہے اس لئے میں زیادہ بول بھی نہیں سکوں گا۔ لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ آپ تھوڑا بولیں اس سے آپ کی جماعت بھی خوش ہوگی اور آپ کی تفریح بھی ہو جائے گی۔ میں نے بتایا کہ مجھے تو لمبا بولنے کی عادت ہے اور اگر بولنا شروع کردوں تو دیر تک بولتا چلا جاتا ہوں۔ انہوں نے پھر کہا کہ آپ اپنے پاس دونوں طرف دو آدمی بٹھا لیں جو تھوڑی دیر کے بعد کرتہ سے پکڑ کر آپ کو کھینچ کر بتا دیں اور آپ تقریر ختم کر دیں مَیں نے کہا یہ کس کو جرأت ہوسکتی ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے بیٹوں میں سے کسی کو پاس بٹھا لیں میں نے کہا کہ میں تو ان کی طرف اگر غضب سے دیکھوں بھی تو وہ پہلے ہی سے بہت دُور بھاگ رہے ہوں گے۔ لیکن چونکہ انہوں نے پھر بھی اصرار کیا اس لئے مَیں نے خیال کیا کہ یہ بھی کوئی الٰہی تحریک ہی ہوگی اس لئے مَیں نے ان کی بات مان لی اور فیصلہ کیا کہ مَیں جمعہ کی نماز پڑھاؤں گا۔ کل ظہر اور عصر کی نماز بھی مَیں نے اس لئے باہر پڑھائی تھی بہرحال اس طرح وہ بھی اس کے ثواب میں شریک ہوگئیں اور آپ لوگوں کی بھی خواہش پوری ہوگئی۔

چند دنوں کے اندر اندر ہم انشاء اللہ چلے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کون ملے گا اور کون نہیں۔ مَیں جاتے ہوئے جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پاس ایک ایسا خزانہ

ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے اور وہ خزانہ دُعا کا ہے ہم نے ہمیشہ اس سے پہاڑ اڑتے اور سمندر خشک ہوتے دیکھے ہیں اس خزانہ کو مضبوطی سے پکڑو اور ہاتھ سے جانے نہ دو ورنہ اس کی مثال ایسی ہو گی جیسی کسی کو سونے کی کان ملے اور وہ اسے چھوڑ کر سمندر کے کنارے کوڑیاں چننے کے لئے چلا جائے ......

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور ہر حالت میں اور ہر موقعہ پر اور ہر زمانہ میں آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔[1]

۱۹؍اپریل ۱۹۵۵ء کو حضور نے نہ صرف پیغام دیا بلکہ اپنے قلم مبارک سے اپنی صحت کے متعلق ایک ضروری نوٹ بھی تحریر فرمایا۔ دونوں کا متن درج ذیل ہے:۔

نواں پیغام

مورخہ ۱۹؍اپریل ۱۹۵۵ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

هُوَ النَّاصِرُ

برادران! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

اب انشاء اللہ چند دن میں ہم یورپ روانہ ہونے والے ہیں اور ممکن ہے کہ جب یہ مضمون شائع ہو تو روانہ ہو چکے ہوں یا روانہ ہونے والے ہوں مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مفسد اور شر پسند لوگ یہ مشہور کر رہے ہیں کہ گویا میرا بیوی بچوں کو ساتھ لے کر جانا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ گویا میرے نزدیک ربوہ خدانخواستہ اب تباہ ہونے والا ہے۔ جو احمدی یا غیر احمدی یہ خیال رکھتا ہے وہ خود تباہ ہونیوالا ہے۔ ربوہ تباہ ہونے والا نہیں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شرارتی لوگوں کو ذلیل اور رسوا کر دے گا اور وہ اس تباہی کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے جس تباہی کی انہوں نے ربوہ اور اس کے رہنے والوں کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نظارہ کو دیکھنے کے بعد کہ قادیان کی تمام آبادی کو مَیں بحفاظت نکال کر لے آیا۔ اور کئی سال تک بے سامانی میں ان کے کھانے پینے کا سامان کیا اور سینکڑوں احمدیوں کی لاکھوں روپے کی امانتیں بحفاظت اُن کے گھروں تک پہنچا دیں اور یہ دیکھتے ہوئے کہ باوجود ہر قسم کی مخالفت کے اور کُلّی بے سامانی کے مَیں نے ہزاروں آدمیوں کو ربوہ میں بسا دیا اور کالج اور اسکول بھی بنوا دیئے اور زنانہ کالج بھی بنوا دیا جو قادیان میں نہیں تھا اور پختہ دفتر بھی بنوا دیئے جو قادیان میں نہیں تھے۔ اور خدا کے

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۰؍اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۲

فضل سے پختہ جامعۃ المبشرین بھی بن رہا ہے ان تمام باتوں کو دیکھنے کے بعد اگر کوئی احمدی یہ خیال کرتا ہے کہ مَیں ربوہ چھوڑ کر بھاگ گیا ہوں۔ اور ربوہ تباہ ہونے والا ہے تو اس بدبخت کو کوئی زمینی طاقت نہیں بچا سکتی کیونکہ جس نے خدا تعالیٰ کو دیکھ کر انکار کیا اس کے دل میں ایمان اور دماغ میں عقل کوئی شخص نہیں پیدا کر سکتا۔

مَیں جب انسان ہوں تو بیماری سے بالا نہیں اور جب مَیں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں جس کے متعلق چھ سات چوٹی کے ڈاکٹروں نے کہا ہے جو احمدی نہیں تھے کہ یہ محنت شاقہ کا نتیجہ ہے بلکہ ایک ڈاکٹر نے تو یہ بھی کہا کہ اگر میرا بس چلتا تو میں دو سال پہلے ان کو پکڑ کر نکال دیتا کہ کیوں انہوں نے جبرًا آپ کو کام سے نہیں روکا۔ پس ان منافقین کے اعتراضوں کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی خلیفہ محنت کرتے کرتے بیمار ہو جائے تو اس کو یہ بھی اجازت نہیں کہ وہ علاج کے لئے باہر جائے۔ اور اگر وہ باہر جائے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ جماعت کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ اگر ان خبیثوں کے اعتراض میں کوئی صداقت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خلافت ایک لعنت ہے۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں کہ میرے باہر علاج کرانے سے مجھے کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں مگر مجھے اس بات کا یقینی علم ہے کہ جن منافق احمدیوں کے دل میں ایسا خیال گذرا ہے اُن کے گھروں کو خدا تعالیٰ برباد کر کے چھوڑے گا اور ربوہ کی موجودگی اور ترقی میں اپنے گھروں کو برباد ہوتے دیکھیں گے۔

مَیں نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا کہ مَیں خواہ کتنی محنت تم لوگوں کے لئے کروں نہ میں بیمار ہونگا نہ مجھے علاج کی ضرورت ہوگی مجھے پہلے تو بیماری کے حملہ کی شدت کی وجہ سے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ بیماری کا حملہ کس طرح ہؤا اور کس دن ہؤا۔ بعد میں لوگوں سے باتیں کرنے سے مجھے پتہ لگا کہ یہ حملہ ہفتہ کے دن ہؤا تھا اور عورتوں میں درس قرآن دینے کے بعد ہؤا تھا پس میرا قصور صرف یہ ہے کہ مَیں نے باوجود کمزور اور بیمار ہونے کے تمہاری بیویوں اور لڑکیوں کو خدا کا کلام سُنایا۔ اگر میرا قصور یہی ہے کہ جیسا کہ ظاہر ہے تو سمجھ لو کہ اس اعتراض کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی بے حد نصرت مجھے ملے گی اور خدا تعالیٰ کا بے حد غضب ایسے معترضین پر نازل ہوگا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ میں سارے کارکن نکال کر اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں اس میں کوئی شک نہیں کہ دو ڈاکٹر میرے ساتھ جا رہے ہیں لیکن ایک مزید ڈاکٹر کو ربوہ کے کام کے لئے مَیں نے

خدمات وقف کرنے کے لئے آمادہ کیا ہے اور وہ اس وقت ربوہ میں کام کر رہا ہے جو دو ڈاکٹر میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک میرا بیٹا ہے جس کو مَیں نے اپنے خرچ سے پڑھوا کر احمدیہ جماعت کے لئے وقف کیا جب کہ سینکڑوں دوسرے ڈاکٹر اس خرچ پر دو مہینہ کے لئے بھی آنے کو تیار نہیں تھے۔ اگر ان معترضین کے دل میں دیانت ہے تو آٹھ سال کے لئے نہیں صرف چھ چھ مہینے کے لئے اپنے رشتہ داروں کو خدمت جماعت کے لئے لے آئیں اور منوّر احمد سے دگنا گذارہ لے لیں اب بھی مَیں اسے اپنے خرچ پر لے جا رہا ہوں تاکہ وہاں وہ بڑے بڑے ہسپتالوں میں نئی دریافتیں سیکھ کر آئے اور ربوہ پہنچ کر جماعت کی خدمت کرے پس اس کا لے جانا بھی آپ لوگوں پر احسان ہے کیونکہ اس کا خرچ میں خود دے رہا ہوں اور اس کے علم کا فائدہ آپ کو پہنچے گا۔

جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے دُنیا کے آخر میں جنّت بھی قریب آجائے گی اور دوزخ بھی قریب آجائے گی۔ مَیں نے ساری عمر کوشش کی کہ قریب آئی ہوئی جنت میں تم داخل ہو جاؤ اگر تم میں سے بعض پھر بھی دوزخ ہی میں گھسنے کی کوشش کریں تو مَیں تو حسرت بھرے دل سے اِنّا لِلّٰہ ہی پڑھ سکتا ہوں اور کیا کر سکتا ہوں۔ خدا تعالےٰ تمہاری آنکھیں کھولے اور ان دشمنوں کی بھی آنکھیں کھولے جو احمدیت پر جھوٹے اعتراض کرتے ہیں۔ والسّلام

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی از کراچی ۵۵/۴/۱۹ [1]

اپنی صحت سے متعلق حضور کا رقم فرمودہ نوٹ

مورخہ ۱۹؍ اپریل ۱۹۵۵ء

"یوں طبیعت بہتر ہو رہی ہے۔ مگر عارضی طور پر طبیعت گرتی ہے۔ ویسے مرض کے بعض حصّوں کی زیادتی معلوم ہوتی ہے۔ یعنی بائیں بازو کی حرکت میں جو آسانی پیدا ہو گئی تھی۔ اس میں کمی آگئی ہے۔ مُٹھی بناتے وقت انگلیاں سیدھی ہونے لگ گئی تھیں۔ اب پھر مڑنے لگ گئی ہیں۔ لیکن یہ فرق بھی ہے کہ پہلے میں بائیں ہاتھ کی مدد سے آزار بند باندھ نہیں سکتا تھا۔ اَب میں باندھنے پر قادر ہو گیا ہوں۔ کسی قدر عجیب سا معلوم ہوتا ہے مگر باندھ لیتا ہوں۔ اسی طرح پہلے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں پوری حس نہیں تھی۔ جب انگلیاں میں ملاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کچھ حس میں فرق ہے دائیں ہاتھ کی تشہد کی انگلی اور انگوٹھے سے کوئی چیز نہیں پکڑی

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۳؍ اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۔

جاتی تھی۔ پھسل جاتی تھی اَب تشہد کی انگلی اور انگوٹھے سے سوئی پکڑ بھی لیتا ہوں اور اٹھا کر دوسری جگہ رکھ بھی دیتا ہوں۔ مگر انگلیوں کے بند کرنے میں بدنمائی ابھی تک قائم ہے۔

احباب دُعا کرتے رہیں۔ اب ہمارے یورپ کی طرف سفر کرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ آج یہ مشورہ کر رہے ہیں کہ وہاں کی سردی مضر تو نہیں ہوگی۔ اس وقت ڈاکٹروں کا خیال ہے۔ کہ جنوبی یورپ کی سردی مضر نہیں ہوگی۔ بلکہ اگر گرمی کا خیال رکھا جائے۔ تو مفید ہوگی۔ کچھ دنوں سے بائیں کندھے میں بھی درد ہے۔ جس کو ڈاکٹر محض تھکان قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے خون کا دورہ پورا نہیں ہوتا۔ اس لئے جس بازو پر آپ زیادہ لیٹے رہتے ہیں۔ اس میں درد ہونے لگتا ہے۔ ایک نمایاں فرق یہ ہے۔ کہ جب وہ حملہ ہُوا جسے فالج سمجھا گیا تھا۔ تو اس کے بعد میں بائیں ہاتھ میں قینچی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ اور انگلیوں میں اتنا ضعف تھا۔ کہ میں قینچی کے سوراخوں میں انگلیاں اور انگوٹھا ڈال کر کھول نہیں سکتا نہ بند کر سکتا تھا۔ اس کے نتیجہ میں مَیں ناخن نہیں کاٹ سکتا تھا۔ مگر اس وقت کہ میں حال لکھوا رہا ہوں۔ مَیں نے قینچی کے سوراخوں میں ہاتھ ڈالا ہُوا ہے۔ اس کو کھول بھی رہا ہوں۔ بند بھی کر رہا ہوں۔ اور بعض دفعہ ناخن کاٹنے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہوں۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

۱۹ ـ ۴ ـ ۵۵ ۔ بوقت ۹ بجے صبح ۔ از کراچی"۔[۱]

دسواں پیغام

مورخہ ۲۰ راپریل ۱۹۵۵ء

برادران۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آج ۲۰ تاریخ ہے اور انشاء اللہ ۳۰ کو ہم جا رہے ہیں۔ گرمی ان دنوں کراچی میں بڑی شدید پڑ رہی ہے اور اس وجہ سے طبیعت میں کمزوری محسوس ہوتی ہے .... چونکہ ہوائی سفر قریب آ رہا تھا اس لئے خیال کیا گیا کہ ایک دفعہ دل کے ماہر ڈاکٹروں سے پھر مشورہ کر لیا جائے۔ چنانچہ کراچی کے سب سے بڑے ماہرِ قلب ڈاکٹر ایم شاہ صاحب جو اس فن کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں اور امریکہ سے خاص طور پر اس کا مطالعہ کر کے آئے ہیں، سے خواہش کی گئی کہ وہ ایک دفعہ جانے سے پہلے آلہ تحقیق قلب سے دل کا پھر مطالعہ کر لیں چونکہ اس آلہ کا گھر پر لانا ناممکن تھا اس لئے ہسپتال میں دکھانے کا فیصلہ ہُوا چنانچہ مَیں آج صبح دس بجے وہاں گیا۔ ڈاکٹر شاہ

---

[۱] ۔ الفضل ۲۴ راپریل ۱۹۵۵ء۔

صاحب نے نہایت محبت اور توجہ سے آلہ تحقیق قلب لگا کر دل کی حرکات کا مطالعہ کیا اور آلہ کھولنے کے بعد میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ مبارک ہو دل سو فیصد ٹھیک ہے پھر فرمایا کہ ہوائی سفر کا فیصلہ نہایت مبارک ہے۔ مَیں آپ کو یہی مشورہ دینا چاہتا تھا مگر ڈرتا تھا کہ آپ کسی وجہ سے اس سفر سے گھبراتے نہ ہوں۔ مگر دل یہی چاہتا تھا کہ آپ ہوائی سفر کریں تاکہ سفر کی کوفت نہ ہو اور علاج جلدی ہو جائے بہرحال ماہر ڈاکٹروں کے مشورہ سے ہوائی سفر کا فیصلہ ہوا ہے۔ انشاء اللہ چند روز میں چل پڑیں گے مَیں اُمید کرتا ہوں کہ جماعت نمازوں، دعاؤں میں لگی رہے گی اور ہر فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہے گی اور خدا تعالےٰ سے اتنی محبت کرے گی کہ خدا اس کا ہو جائے گا۔

جہاں تک احساس کا سوال ہے میری طبیعت محسوس کرتی ہے کہ اگر گرمی کچھ کم ہو جائے تو انشاء اللہ طبیعت بہت جلد بحال ہونے لگ جائے گی۔ آج میں نے خدا تعالےٰ کے فضل سے پھر ظہر عصر کی نماز پڑھائی۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے پہلی بار تھی کہ ساری نماز ٹھیک پڑھائی اور کوئی غلطی نہ ہوئی۔ آج مَیں نے یورپ کی تبلیغ پر بھی غور کیا اور مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے یقین ہے کہ میں خیریت سے وہاں پہنچا تو یورپ کی تبلیغ میں نمایاں تبدیلی ہو جائے گی۔ ۲۴ء میں جب مَیں نے سفر کیا تو گو مَیں نوجوان تھا اور مضبوط تھا مگر اتنا تجربہ کار نہیں تھا۔ لیکن اَب کمزور اور ناتواں ہوں لیکن خدا تعالےٰ کے فضل سے ایک وسیع تجربہ میری پشت پر ہے اور میرا دماغ بھی خدا تعالےٰ کے فضل سے تھوڑا بہت کام کرنے لگ گیا ہے خدا تعالےٰ مدد فرمائے تو انشاء اللہ برکت رحمت اور فضل کے دروازے کھلیں گے اور اسلام ترقی کی طرف قدم اٹھائے گا انشاء اللہ۔ انشاء اللہ۔ انشاء اللہ۔ اے خدا ایسا ہی ہو تیرا دین پھر اپنی جگہ حاصل کر لے اور کفر پھر غار میں اپنا سر چھپا لے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں یورپ اور امریکہ کے تمام مبلغین کو اکٹھا کر کے قضیہ زمین برسرِ زمین طے کرنے کی کوشش کروں گا مگر ابھی منزلِ مقصود کے درمیان ایک بہت بڑا سمندر حائل ہے جس کو پار کروانا محض اللہ تعالےٰ کے فضل پر مبنی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں اپنی زندگیوں میں اسلام کی فتح کا دن دیکھنا نصیب کر دے اور ہماری موتیں ہماری پیدائشوں سے زیادہ مبارک ہوں اور کامیابی ہمارے قدم چومے اور ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فاتح جرنیل بن جائیں اور قیامت کے دن تمام دُنیا کی حکومت کی کنجیاں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں رکھنے کا فخر حاصل کریں۔ اپنے فرض کو سمجھو اور رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار سپاہیوں کی طرح کفر کے مقابلے کے لئے طیار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور تمہارے خاندانوں کی زندگیوں کو بابرکت بنائے آمین اللّٰھم آمین۔

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی از کراچی ۲۰؍ ۵؍ ۵۵)[۱]

مدیر "صدق جدید" کا خراجِ تحسین

حضور کے اس پیغام کو پڑھ کر برصغیر کے مشہور عالم دین مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے اپنے اخبار "صدق جدید" مورخہ ۱۰؍ جون ۱۹۵۵ء میں آپ کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"جماعتِ احمدیہ (قادیانی) کے امام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے قلم سے اپنی جماعت کے نام سفر یورپ پر روانہ ہوتے وقت:۔

"آج میں نے یورپ کی تبلیغ پر بھی غور کیا۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقین ہے کہ میں خیریت سے وہاں پہونچا تو یورپ کی تبلیغ میں نمایاں تبدیلی ہو جائے گی۔ ۱۹۲۴ء میں جب میں نے سفر کیا تو میں نوجوان تھا اور مضبوط تھا مگر اتنا تجربہ کار نہیں تھا۔ اب گو کمزور اور ناتواں ہوں لیکن خدا کے فضل سے اب وسیع تجربہ میری پشت پر ہے......... خدا تعالیٰ مدد فرمائے تو انشاء اللہ برکت اور رحمت اور فضل کے دروازے کھلیں گے اور اسلام ترقی کی طرف قدم بڑھائے گا انشاء اللہ تعالیٰ اے خدا ایسا ہی ہو تیرا دین پھر سے اپنی جگہ حاصل کر لے اور کفر پھر غار میں اپنا سر چھپا لے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں یوروپ اور امریکہ کے تمام مبلغین کو اکٹھا کر کے قضیہ زمین بر سر زمین طے کرنے کی کوشش کروں گا۔ مگر ابھی منزل مقصود کے درمیان ایک بہت بڑا سمندر حائل ہے جس کو پار کرنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر مبنی ہے کیا تعجب ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اپنی زندگیوں میں اسلام کی فتح کا دن دیکھنا نصیب کر دے اور ہماری موتیں ہماری پیدائشوں سے زیادہ مبارک ہوں اور کامیابی ہمارے قدم چومے اور ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتح جرنیل بن جائیں اور قیامت کے دن تمام دُنیا کی حکومت کی کنجیاں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا رکھنے کا فخر حاصل ہو۔ اپنے فرض کو سمجھو اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وفادار سپاہیوں کی طرح کفر کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو.........۔"

---

[۱] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۶؍ اپریل ۱۹۵۵ء ص۱

"خدمتِ اسلام کے ولولہ جس کسی کی بھی زبان سے ادا ہوں۔ بہرحال باعثِ مسرت و موجب شکر ہی ہوتے ہیں۔ یہ مسرت بدرجہا زاید ہوتی اگر یہ الفاظ اہل سنّت کے کسی عالم کی زبان سے یورپ کی روانگی کے وقت ادا ہوتے۔" "صدق جدید" ۱۰ جون ۱۹۵۵ء[1]

بنگالی احمدیوں کے نام خصوصی پیغام

انہی دنوں حضور کو بنگال سے بعض نام نہاد احمدیوں کی نسبت افسوسناک اطلاعات پہنچیں جس پر حضور نے جماعت احمدیہ مشرقی پاکستان کے نام حسب ذیل خصوصی پیغام دیا:-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ النَّاصِرُ

میرے، بنگال کے احمدی بھائیو! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جب کسی قوم کے افراد اختلافات کو ہوا دینا شروع کر دیتے ہیں تو وہ انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں اور اُن کا کردار پست ہو کر رہ جاتا ہے چنانچہ دیکھ لو جب مسلمانوں کے دل متحد نہ رہے تو دنیا بھر میں اُن کا وقار زائل ہو گیا بالآخر ۱۳۰۰ سال کے ادبار کے بعد خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو بھیجا اور چاہا کہ مسلمان پھر ان کے ذریعے متحد ہو جائیں۔

مجھے حال ہی میں ایک رپورٹ ملی ہے کہ (لوگ) اس خیال کو ہوا دے رہے ہیں کہ چونکہ خلیفہ غلطی کر سکتا ہے اس لئے اس کی اطاعت حکم کا درجہ نہیں رکھتی ...... مذکورہ بالا خیال اگرچہ بظاہر معمولی نظر آتا ہے لیکن یہی خیال تھا جو گذشتہ زمانہ میں بالآخر مسلمانوں کی تباہی کا باعث بنا۔ بظاہر سادہ نظر آنے والے یہی اصول تمہاری جماعت کو بھی تباہ کرنے کا موجب بن سکتے ہیں۔ پس ان حالات میں سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ میں یہ اعلان کروں کہ میں ہر سچے احمدی سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ ان لوگوں کو میرا پیرو نہ سمجھے بلکہ انہیں آزاد اور میرے منصب کا باغی تصوّر کرے۔ اگر یہ لوگ حق پر ہیں تو انہیں اس اعلان پر خوش ہونا چاہئیے اور جو غلطی میں نے کی ہے اور جس چیز کو میں نے تباہ کیا ہے انہیں اس کی اصلاح اور اس کی تعمیر کے لئے کمربستہ ہو جانا چاہئیے اور اپنے ایمان اور اپنے عمل کی فوقیت ظاہر کرنی چاہئیے ....

---

[1] بحوالہ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۵ جون ۱۹۵۵ء صہ۳۔

پس میں اس اُمید کے ساتھ جماعت احمدیہ بنگال کے نام یہ خط ارسال کر رہا ہوں کہ اگر وہ اپنے مرکز اور اپنے خلیفہ سے محبّت رکھتے ہیں تو وہ کسی قسم کا شک کئے بغیر حتمی طور پر ان سے اپنا تعلق منقطع کر لیں گے ان سے کسی قسم کا کوئی واسطہ نہ رکھیں گے اور پورے وثوق کے ساتھ اُن کے خیالات کی تردید کریں گے اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے صحت عطا کر دی تو میں انشاء اللہ بنگال سے اس بدی کو مٹانے کی پوری کوشش کروں گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہے تو پھر بھی وہ تم سے ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا سلوک تم میرے ساتھ روا رکھو گے یہ میرا کام نہیں ہے کہ مَیں اپنی عزت کا بدلہ لُوں یہ خدا کا کام ہے۔ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو پھر تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر مَیں اس دنیا میں خدا کا برحق نمائندہ ہوں تو پھر اس لعنت سے ڈرو جو تمہارا پیچھا کرتی چلی آرہی ہے اپنے قدموں پر نگاہ رکھو ایسا نہ ہو کہ احمدیت پر سے تمہارا لفظی ایمان بھی جاتا رہے اللہ تعالیٰ یقیناً احمدیت کی حفاظت کرے گا وہ قادر و توانا ایسے لوگوں کو آگے لائے گا جو ہوں گے تو تم ہی میں سے لیکن وہ قربانیوں میں تم سے بہت آگے ہوں گے۔ اور اس طرح ان کی قربانیوں کے ذریعہ احمدیت اور زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گی۔ احمدیت کی ترقی کا انحصار نہ مجسٹریٹوں پر ہے اور نہ سب رجسٹراروں پر اور ان میں سے کوئی بھی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر ہو نہ وہ جو ڈپٹی کے عہدے پر فائز ہوں اور نہ وہ جو سب رجسٹرار ہوں۔

میں نہیں کہتا ہوں کہ تم خدائی سزا کا انتظار کرو۔ مَیں جانتا ہوں کہ وہ آرہی ہے آسمانوں والا خدا میرے ساتھ ہے اس لئے مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ خدائی فیصلے کا انتظار کرو اور پھر حق کو پہچانو مَیں تم سے صرف یہ کہتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے اور جو کوئی بھی میرے خلاف اُٹھتا ہے وہ یقیناً خدا کی طرف سے سزا پائے گا اور اس کا اور اس کی پارٹی کا اثر و رسوخ اسے خدا کے غضب سے نہیں بچا سکے گا۔ تمہارے لئے ابھی غور و فکر سے کام لینے اور خدائی منشاء کو جو قرآن میں مذکور ہے سمجھنے کا موقعہ ہے اگر تم وقت پر ایسا نہیں کرو گے تو پھر تمہاری تباہی تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی و مصلح موعودؑ
مالیر۔ کراچی

ؔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۱ اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۲

ربوہ میں مقیم بنگالیوں کا اخلاص نامہ

اس پیغام کی اشاعت پر بنگال کے ربوہ میں مقیم احباب کی طرف سے حضور کی خدمت میں حسب ذیل مکتوب پہنچا۔ جس کے لفظ لفظ سے محبت ٹپکتی تھی :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

امامنا و مطاعنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ہم ربوہ میں مقیم بنگالی اہالیان کو جماعت بنگال کے نام حضور پُرنور کے درد بھرے پیغام کو پڑھ کر سخت صدمہ پہنچا۔ زیادہ صدمہ ہمیں اس وجہ سے بھی ہُوا کہ بنگال کے بعض ایسے افراد سے جو جماعت کے لئے اخلاص رکھنے والے سمجھے جاتے تھے ایسی نازیبا حرکت سرزد ہوئی جو سب کے لئے مقامِ عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو محفوظ رکھے اور اطاعت میں کامل بنائے۔ (آمین یارب العالمین)۔

ہم ان لوگوں سے جو جماعت کے لئے فتنہ کا موجب بنے ہیں خواہ وہ کتنے ہی اثر و رسوخ رکھنے والے ہوں ان کے اس طرزِ عمل پر اظہارِ نفرت کرتے ہیں اور حضور کو اپنی وفاداری کا پورا یقین دلاتے ہیں کہ حضور کے ہر ارشاد پر چلتے ہوئے ہر ایسے فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم ہر وقت تیار ہیں حضور پُرنور سے ہماری مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس دور افتادہ جماعت پر جس کا اکثر حصّہ مرکز میں آکر حضور کے فیوض سے بذاتِ خود مستفیض نہیں ہو سکتا اور ہمیں یقین ہے کہ ان کے اخلاص اور صدق و وفا میں کوئی کمی نہیں ہے اور باوجود بعض کوتاہ بین افراد سے ایسی فتنہ پرور حرکت سرزد ہونے کے حضور کے ادنیٰ اشارہ پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہیں حضور پُرنور پدرانہ رحم فرما کر دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہمیں ہدایت کی راہ پر چلائے اور خلافت کے حقیقی منصب کو سمجھتے ہوئے اس کی برکات سے ہمیشہ اور پورا پورا مستفیض ہونے کی توفیق بخشے۔

اللہ تعالیٰ حضور کے اس سفرِ یورپ کو بابرکت فرمائے اور صحت کاملہ کے ساتھ جلد واپس لائے اور حضور نے اپنے پیغام میں بنگال سے جن بدیوں کو دُور کرنے کا ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ وہ دن بہت جلد لائے جب حضور واپس تشریف لا کر اپنے اس نیک و بابرکت ارادہ کو پورا فرمائیں اور بنگال بدیوں

سے پاک ہو کر خیر و برکت کا گہوارہ بن جائے۔ آمین ثم آمین

ہم ہیں حضور کے ادنیٰ ترین خادم بنگالی اہالیان مقیم ربوہ ۲۲؍۴؍۵۵ء "[1]

۲۲؍اپریل ۱۹۵۵ء کا خطبہ جمعہ

فرمایا:-
"آج رات مجھے شدید تکلیف تھی۔ ہاتھ کی مٹھی تک بند نہ ہوتی تھی اور سر بھی خالی خالی محسوس ہوتا تھا۔ جس وقت ذرا آرام آیا تو خواہش ہوئی کہ تذکرہ جو حضرت صاحب کے الہامات کا مجموعہ ہے اسے پڑھوں مَیں نے اسے یونہی کھولا اور کسی خاص اندازے کے بغیر ایک جگہ سے پڑھنا شروع کیا تو میری بیماری اور میرے شام کی طرف سفر کرنے کا بھی اس میں ذکر تھا۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے آخری زمانہ میں انگریزوں کی مدد سے فلسطین میں داخل ہونے کا بھی ذکر تھا۔ ان الہامات سے یہ بھی معلوم ہُوا کہ یہود کا اس علاقہ میں آنا مسلمانوں اور خصوصاً عربوں کے لئے سخت نقصان دہ ہوگا۔ مگر یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ تعالیٰ ان خطرناک نتائج کو کچھ عرصہ کے لئے ٹلا دیگا اور پھر اللہ تعالیٰ کی فتح اور نصرت آنی شروع ہوگی۔ پھر یہ بھی دیکھا کہ اللہ تعالیٰ احمدیت کے پاؤں عرب ممالک میں جما دے گا۔ گو وہاں مبشرات کے ساتھ منذرات کا بھی ذکر ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ منذرات کے پہلوؤں کو کم کردے اور مبشرات کو بڑھا دے تو کوئی تعجب نہیں کہ ہمارا وہاں جانا اسلام۔ احمدیت اور عربوں کے لئے مفید ہو مگر چونکہ حضرت صاحب کے الہامات میں منذرات کا بھی ذکر ہے اس لئے دوستوں کو دُعائیں بھی کرنی چاہئیں"[2]

گیارھواں پیغام مورخہ ۲۷؍اپریل ۱۹۵۵ء

۲۷؍اپریل کو حضور نے کراچی سے حسب ذیل پیغام ارسال فرمایا:-

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

برادران! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۴؍مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۸
[2] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۷؍اپریل ۱۹۵۵ء صفحہ ۲

ہمارا پہلا قافلہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہوائی جہاز کے ذریعہ قاہرہ پہنچ چکا ہے۔ ۲۹ر کو مَیں انشاء اللہ تعالیٰ رات کے ساڑھے بارہ بجے بقیہ قافلہ کے ساتھ دمشق روانہ ہوں گا۔ وہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ دوسری تار دی جائے گی۔ احباب جماعت نے خدا تعالےٰ کے فضل سے مجھے فکر سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ بعض اشخاص کے جنہوں نے باوجود سفر اور بیماری کے نیش زنی سے پرہیز نہیں کیا۔ لیکن تھوڑے بہت تو ساری قوم میں ہی مجرم ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے مخلص گروہ ہی جیتے گا اور وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ میری بیماری کی وجہ سے انہیں سر اٹھانے کا موقعہ مل گیا ہے ناکام و نامراد ہوں گے اور خدا تعالےٰ مخلص حصّہ کا ساتھ دے گا۔ اور دن رات کے کسی حصّہ میں بھی ان کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے کراچی آنا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اور یہاں یوروپ کے علاج کے متعلق نہایت مفید مشورے حاصل ہوئے ہیں اور ڈاکٹروں نے نہایت محبت سے علاج کے مثبت اور منفی پہلو سمجھا دیئے ہیں۔ اب صرف ایک تشخیص باقی ہے۔ ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ وہ تشخیص یوروپ میں ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ اگر وہ بھی تسلّی دلانے والی ہو تو انشاء اللہ بیماری کا کوئی حصّہ بھی تشویش ناک باقی نہیں رہے گا۔ بلکہ جب کل مَیں نے ایک مشہور اعصابی بیماریوں کے ماہر سے مشورہ لیا۔ کہ اگر تشخیص کے بعد ڈاکٹر وہاں علاج تجویز کر دیں اور میں واپس آنا مفید سمجھوں تو کیا ان کے نزدیک باقی علاج کراچی میں ہو سکے گا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ جب مکمّل تشخیص کے بعد نسخہ بھی وہ تجویز کر دیں تو ان کی اجازت اور حالات کے مطابق اگر میں کراچی آجاؤں۔ تو بقیہ علاج وہ امید کرتے ہیں یہاں ہو سکے گا۔ مگر اس میں انحصار وہاں کے ڈاکٹروں کی رائے پر کرنا چاہیئے۔ اگر جماعت کے احباب کی دعائیں اللہ تعالیٰ سُن لے تو کوئی تعجب نہیں۔ ایسی صورت نکل آئے کہ میں چند دن یا چند ہفتے اس وقت کے قیاس سے پہلے آسکوں۔ والعلم عند اللہ گو زور ان کا یہی ہے کہ وہاں کی آب و ہوا سے فائدہ اٹھانا چاہیئے جو اس مرض کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ بعض علاجوں کے متعلق انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ سخت تکلیف دِہ ہیں۔ اگر وہاں کے ڈاکٹر وہ علاج تشخیص کریں تو اس سے انکار کر دیا جائے۔ اور کہا جائے کہ ہم یہ علاج کراچی میں کروالیں گے۔ جہاں یہ سب سامان موجود ہے۔ مگر ان کی رائے یہی ہے۔ کہ ایسے سخت علاج کی ضرورت پیش نہیں آئے

کراچی ائرپورٹ پر مصافحہ

کراچی سے سفرِ یورپ کے لیے روانگی

گی۔ انشاء اللہ۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۲۷؍۵؍۵۵ ء[1]

کراچی سے دمشق کے لئے روانگی

۲۹ اور ۳۰ اپریل کی درمیانی شب کو سیّدنا حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی سفر یورپ کے ارادہ سے کے ایل ایم کے طیارہ کے ذریعہ کراچی سے دمشق کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور کے ساتھ سیّدہ اُمّ متین صاحبہ، سیّدہ مہر آپا صاحبہ، صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب۔ صاحبزادی امۃ الجمیل صاحبہ اور صاحبزادی امۃ المتین صاحبہ کے علاوہ عزت مآب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خانصاحب بھی تھے۔ ڈرگ روڈ کے ہوائی اڈہ سے پونے دو بجے شب حضور کا طیارہ دمشق کے لئے روانہ ہوا اس موقعہ پر کراچی کی جماعت کے کثیر احباب کے علاوہ بیرونجات مثلاً سندھ بلوچستان اور پنجاب کی کئی جماعتوں کے دوست بھی بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ حضور پرنور کی روانگی کے سلسلہ میں سب سے پہلی اجتماعی دعا رات کے نو بجے حضور کی قیام گاہ (کوٹھ والا بلڈنگ ماکیر) پر ہوئی اس تقریب کے متعلق مقامی جماعت کے جنرل سیکرٹری میجر شمیم احمد صاحب کی طرف سے مطبوعہ اعلان کے ذریعے احباب جماعت کو قبل از وقت اطلاع کر دی گئی تھی۔ اس طرح جمعہ کی نماز میں بھی بہ تکرار احباب کو آگاہ کر دیا گیا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے شب تک حضور کے قیام گاہ کے صحن میں مقامی اور بیرونی جماعتوں سے آئے ہوئے احباب جمع ہو چکے تھے ان کے بیٹھنے کے لئے باقاعدہ دریوں اور فرش وغیرہ کا معقول انتظام تھا۔

حضور کی تشریف آوری سے قبل مولانا عبد المالک خانصاحب مبلغ سلسلہ[2] نے حسب ذیل دعائیں لاؤڈ سپیکر پر پڑھیں اور احباب کو ان کے دہرانے کی تلقین کی یہ دعائیں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود نے خاص اس موقعہ کے لئے خود انہیں لکھوائی تھیں۔

۱۔ اَللّٰهُمَّ اَخْرِجْهُمْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اَدْخِلْهُمْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لَهُمْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيْرًا۔

۲۔ رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْهُمْ وَانْصُرْهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔

۳۔ يَا حَفِيْظُ يَا عَزِيْزُ يَا رَفِيْقُ۔

۱؎۔ الفضل ۲؍ مئی ۱۹۵۵ء۔ ۲؎ حال ناظر اصلاح وارشاد ربوہ۔

۴۔ فِیْ حِفَاظَۃِ اللّٰہِ وَ رَحْمَتِہٖ ۔

۵۔ اِرْجِعُوْا سَالِمِیْنَ غَانِمِیْنَ تَحْتَ رَحْمَۃِ اللّٰہِ ۔

اسی طرح سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی وہ مشہور نظم بھی خوش الحانی سے پڑھی گئی جس میں حضور نے سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور دیگر اولاد کے لئے دُعا فرمائی ہے ۔

سوا نو بجے تھے کہ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خدام میں تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ کر مجمع سمیت لمبی اور پُر سوز دُعا فرمائی دُعا کا یہ نظارہ حد درجہ ایمان افروز اور رقت انگیز تھا اور اس کی کیفیت کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالےٰ نے اس موقعہ پر شریک ہونے کی سعادت عطا فرمائی تھی ۔

دُعا کے بعد حضور جب واپس تشریف لے گئے تو احباب جماعت بھی لبوں اور کاروں وغیرہ کے ذریعے ہوائی مُسْتَقَر کی طرف جانا شروع ہو گئے ساڑھے گیارہ بجے تک ہوائی مستقر میں احباب اور خواتین کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے محبوب آقا کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہو چکی تھی سوا گیارہ بجے شب حضور پُر نور بذریعہ کار اپنی قیام گاہ سے ہوائی مستقر کے لئے روانہ ہوئے اس موقعہ پر مقامی جماعت اور صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے ۔

ائیر پورٹ پر ملاقاتیوں کے احاطہ میں احباب جماعت قطار در قطار اپنے محبوب اور محسن آقا کی انتظار میں چشم براہ تھے کہ حضور تشریف لے آئے حضور کرسی پر بیٹھ گئے اور احباب جماعت نے باری باری مصافحہ اور زیارت کا شرف حاصل کرنا شروع کیا ۔ دو تین صفوں کے احباب یہ شرف حاصل کر چکے تھے کہ حضور نے اپنی طبیعت کی کمزوری کی بنا پر مصافحہ سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ باقی دوست ایک ایک کر کے حضور کے سامنے سے گذرتے گئے اور حضور کی خدمت میں ہدیۂ سلام و عقیدت اور درخواستِ دُعا پیش کرتے رہے ۔ یہاں سے فراغت کے بعد حضور اور قافلہ کے دیگر اراکین کسٹم کے کمرہ میں تشریف لے گئے جہاں سفر سے متعلقہ بعض ضوابط کی تکمیل ضروری تھی اور اس کے بعد حضور پھر واپس اسی جگہ تشریف لے آئے اور جہاز تک جانے سے پہلے مختلف احبابِ جماعت سے گفتگو فرماتے رہے چونکہ تھوڑی دیر تک حضور ہوائی جہاز تک جانے والے تھے اس لئے زیادہ تر احباب ائیر پورٹ کی عمارت کی اوپر کی گیلری میں چلے گئے جہاں سے وہ حضور کو طیارہ

میں سوار ہوتے اور پھر طیارہ کو اڑتے ہوئے بآسانی دیکھ سکتے تھے۔

۱½ بجے شب حضور محترم چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب اور دیگر ساتھیوں کی معیت میں جہاز پر سوار ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ جہاز کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے اور اس سے قبل بھی کئی مواقع پر بعض دوستوں نے تصاویر اتاریں۔ حضور جہاز میں تشریف رکھ چکے تھے کہ حسب پروگرام امیر مقامی جناب چودھری عبد اللہ خانصاحب کی قیادت میں اجتماعی دُعا شروع ہوئی۔ ابھی دُعا ختم ہی ہوئی تھی کہ جہاز حرکت میں آیا اور پونے دو بجے شب کراچی کی سرزمین سے دمشق کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب تک کالے کالے آسمان پر جہاز کی سُرخ روشنیاں نظر آتی رہیں عاشقانِ محمود دھڑکتے ہوئے دلوں اور پُرنم آنکھوں سے زیرلب دُعا کرتے ہوئے اپنی جگہوں پر کھڑے جہاز کو دیکھتے رہے۔ اس موقعہ پر بھی مقامی جماعت کی طرف سے دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے۔

حضور کی روانگی کے موقعہ پر بیرونجات سے جو احباب شریک ہوئے ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں:-

حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی از قادیان۔ چوہدری انور حسین صاحب شیخوپورہ۔ خواجہ محمد یعقوب صاحب سیالکوٹ۔ صوفی محمد رفیع صاحب سکھر۔ چوہدری شریف احمد صاحب خانیوال۔ میاں عبد الرحیم صاحب پراچہ ملتان۔ چوہدری عزیز اللہ صاحب ظفر آباد۔ بابو عبد الغفار صاحب حیدر آباد سندھ۔ منشی محکم دین صاحب باڑہ۔ بابو سلیم اللہ صاحب میرپور خاص۔ حاجی عبد الرحمٰن صاحب پریذیڈنٹ رئیس باندھی۔ چوہدری فضل احمد صاحب محمود آباد۔ مولوی غلام احمد صاحب فرخ نواب شاہ۔[1]

ربوہ میں اجتماعی دُعائیں

امیر مقامی حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب کی تحریک پر ۲۹ر اپریل کی رات کو سفر یورپ کے لئے حضور کی روانگی کے موقعہ پر ربوہ میں مقامی جماعت کی طرف سے صدقہ کا انتظام کیا گیا۔ نیز رات کو ایک بجے جب کہ حضور نے ہوائی جہاز کے ذریعہ کراچی سے دمشق روانہ ہونا تھا اہلِ ربوہ نے مسجدوں میں جمع ہو کر سفر یورپ کے بابرکت ہونے کے متعلق نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں۔

ان خصوصی دُعاؤں کو اجتماعی رنگ دینے کے لئے محلہ جات کے پریذیڈنٹ صاحبان کے

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹ر مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۵

زیرِ انتظام رات کے ساڑھے بارہ بجے ربوہ کے تمام احباب کو جگا کر انہیں مسجدوں میں جمع ہونے کی ہدایت کی گئی اور انہیں بتایا گیا جب مسجد مبارک کے لاؤڈ سپیکر سے دُعا کے شروع ہونے کا اعلان ہو تو محلوں کی تمام مساجد میں بھی عین اسی وقت دُعا شروع کر دی جائے اور اس وقت تک جاری رہے کہ جب مسجد مبارک کے لاؤڈ سپیکر سے اختتام دُعا کا اعلان ہو۔ ربوہ کے مقامی احباب رات کو ساڑھے بارہ بجے کے قریب ہی مساجد میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ایک بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ مسجد مبارک کے لاؤڈ سپیکر سے دُعا کے آغاز کا اعلان ہُوا اور اس اعلان کے ساتھ ہی ربوہ کی تمام آبادی اللہ تعالیٰ کے حضور ان دُعاؤں میں مصروف ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے تحت حضور خیریت کے ساتھ منزلِ مقصود پر پہنچیں اور کامل صحت یابی کے بعد بخیر و عافیت واپس تشریف لائیں درد و سوز میں ڈوبی ہوئی یہ اجتماعی دُعا جو مسجد مبارک میں مکرم قاضی محمد نذیر صاحبؓ لائلپوری پرنسپل جامعہ احمدیہ نے کرائی۔ بیس منٹ تک جاری رہی اور اس طرح شب کو ٹھیک سوا بجے اختتام پذیر ہوئی اس کے بعد احباب کرام اپنے محبوب آقا کی سفر پر بخیریت روانگی اور کامیاب و بامراد واپسی کے لئے دُعائیں کرتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس لوٹے اور اکثر احباب نے سحری کے وقت تک کا عرصہ نوافل پڑھنے اور اپنے اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور دُعائیں کرنے میں گذارا۔ علاوہ ازیں گذشتہ رات نماز تراویح کے بعد بھی تمام مساجد میں اجتماعی دعا کی گئی۔[1]

دمشق میں ورود اور ہفت روزہ قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود بروز ہفتہ بتاریخ ۳۰ اپریل تقریباً سات بجے بذریعہ ڈچ ہوائی جہاز دمشق کے ہوائی اڈہ پر وارد ہوئے۔ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ پرائیویٹ سیکرٹری ۲۸ اپریل سے یہاں موجود تھے۔ احباب جماعت حضور کی آمد کے بے تابی سے منتظر تھے۔ کئی ایک کو اس بارہ میں رؤیا میں بھی بشارات مل چکی تھیں۔ کل جمعہ میں خاصا اجتماع تھا۔ ہمارے محترم دوست استاذ السید منیر الحصنی صاحب نے استقبال کے بارہ میں احباب کو ہدایات دیں احباب جماعت عموماً انتہا درجہ کے مصروف اور اکثر ذمہ واری کے مناصب پر مقرر ہیں۔ لیکن کچھ تو صبح ہی زاویۃ الحصنی میں (جہاں جماعت کا مرکز ہے) پہنچ گئے اور پھر اکٹھے الحاج سید بدرالدین الحصنی صاحب کے مکان پر

[1] روزنامہ الفضل ربوہ یکم مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

حضرت مصلح موعودؓ لنڈن میں

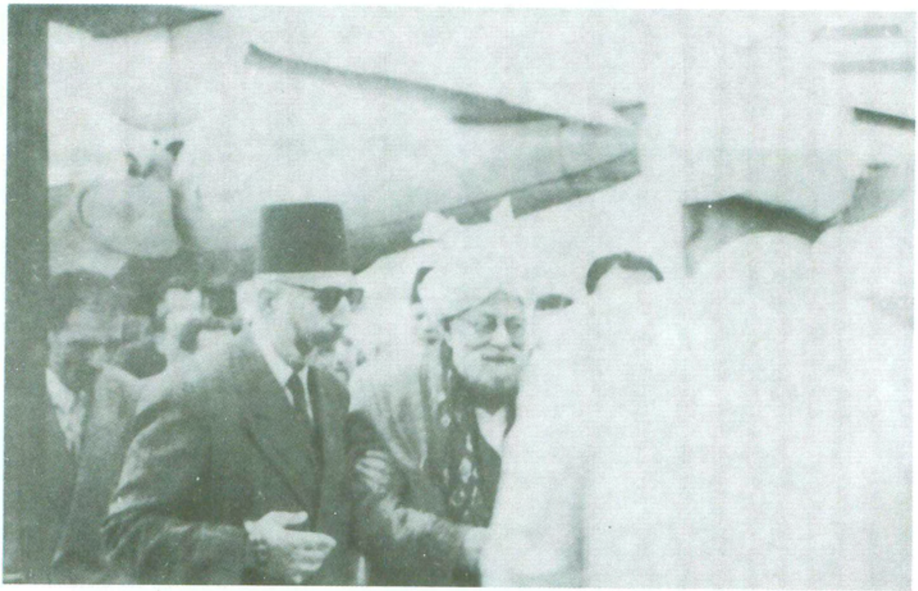

حضرت مصلح موعودؓ کا نزول دمشق ۱۹۵۵ء

بیروت کے فضائی مستقر پر

پہنچے جہاں دوسرے دوست پہلے ہی پہنچ چکے تھے کاروں کا انتظام کیا گیا اور سات بجے سے قبل ہوائی اڈہ پر جا پہنچے۔ سیّد منیر الحصنی صاحب، چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اور ایک اور دوست جنہیں طیارہ کی سیڑھی کے دروازے پر جانے کی اجازت تھی آگے بڑھے۔ حضور تشریف لائے اور شرف مصافحہ بخشا۔ پھر حضور اپنے احباب کے اجتماع میں سہارا لئے ہوئے پولیس کے دفتر میں جہاں پاسپورٹ وغیرہ چیک کئے جاتے ہیں تشریف فرما ہو گئے اور استاذ منیر الحصنی پاس ہی کھڑے ہو کر باری باری احباب کا تعارف کرواتے گئے۔ حضرت سیّدہ اُمّ امۃ المتین صاحبہ، حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ۔ صاحبزادی امۃ الجمیل اور صاحبزادی امۃ المتین کے استقبال کے لئے الحاج بدرالدین الحصنی کے خاندان کی مستورات تشریف لائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے انہیں خوش آمدید کہا اور اپنے قابل احترام مہمانوں کو لے کر بلا تاخیر گھر کو روانہ ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب پاسپورٹ چیک ہو گئے تو حضور بھی اپنے خدام کے ہمراہ الحاج بدرالدین صاحب کے مکان کو روانہ ہو گئے اور چند میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد اپنے میزبان کے مکان پر پہنچ گئے۔ حضور کا قیام بالا خانہ پر ہوا جو نہایت صاف ستھرا آرام دہ تھا اور اپنے آقا کے قدموں تلے آنکھیں بچھانے والے حصنی خاندان کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ الحاج بدرالدین صاحب کا ریشمی کپڑے کا کارخانہ ہے آپ ہمارے دمشق کے مبلغ انچارج السیّد منیر الحصنی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضور تھوڑی دیر ڈرائنگ روم میں بیٹھے اور پھر اندر آرام فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضور قریباً سات روز تک دمشق میں رونق افروز رہے۔ دوران قیام کے بعض کوائف بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

۳۰ر اپریل ۱۹۵۵ء:۔ حضور نماز ظہر کے لئے تشریف لائے اور سفر کی تکان کے باوجود دمشق کے مخلص احمدیوں کے طبعی اشتیاق کے پیشِ نظر مجلس میں تقریباً ۲ گھنٹے تشریف فرما رہے اور مختلف امور پر اظہار خیال فرماتے رہے۔

یکم مئی ۱۹۵۵ء:۔ دوپہر کو کھانے سے قبل دمشق سے تین چار میل کے فاصلہ پر ایک باغ "اَلْمُنْشِیَّۃ" مع اہل بیت تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب۔ سید منیر الحصنی صاحب اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کو بھی شرفِ معیّت حاصل ہوا۔ اس باغ میں بہنے والی نہر کے کنارے کے ساتھ نشست گاہیں بنی ہوئی تھیں۔

حضور کچھ وقت وہاں تشریف فرما رہے اور پھر واپس تشریف لائے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں اور اس کے بعد مخلصین کو مصافحہ کا موقعہ عطا فرمایا۔ تقریباً ساڑھے پانچ بجے ڈاکٹر یوسف الموصلی صاحب معائنہ کے لئے تشریف لائے انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ حضور کو مکمل آرام کی ضرورت ہے اور یہی اصل علاج ہے۔

شیخ نور احمد صاحب منیر جو ان دنوں بیروت (لبنان) میں مبلغ احمدیت کے فرائض انجام دے رہے تھے ایک روز قبل شرفِ ملاقات حاصل کرچکے تھے اس روز بھی لبنان کی جماعت کے ایک اور دوست کے ساتھ آئے تا حضور کی خدمت میں اصرار کے ساتھ یہ درخواست کریں کہ حضور بیروت میں بھی تشریف لاویں اور جماعت کو زیارت کا موقع دیں۔ حضور نے از راہ شفقت بیروت میں قیام منظور فرمالیا۔

۲رمئی ۱۹۵۵ء:۔ اس روز حضور نے ظہر وعصر کی نماز کے بعد بعض شامی اور فلسطینی احباب سے مسئلہ فلسطین کے بارہ میں عربی میں گفتگو فرمائی۔ نیز مشرق وسطیٰ میں سلسلہ کی ترقی کے بارہ میں بعض سکیموں پر غور کیا اور اصحاب الرائے سے مشورہ فرمایا۔

۳رمئی ۱۹۵۵ء:۔ اس دن حضور نے امیر مقامی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے نام ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں سفرِ دمشق اور آئندہ پروگرام پر روشنی ڈالنے کے علاوہ السیّد منیر الحصنی اور ان کے مخلص خاندان کی عقیدت ومحبت کا نہایت پیارا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ مذکورہ مکتوب کے الفاظ یہ تھے:۔

دمشق ۳ــ۵ــ۵۵ء

عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب　　　　السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

آج دمشق آئے تیسرا دن ہے ہوائی جہاز میں تو اس حادثہ کے سوا کہ اس کے کمبل گلوبند کی طرح چھوٹے عرض کے تھے اور کسی طرح بدن کو نہیں ڈھانک سکتے تھے خیریت رہی۔ سردی کے مارے ساری رات جاگا اور پھر وہم ہونے لگا کہ شاید مجھے دوبارہ حملہ ہوُا ہے۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب ساری رات مجھے کمبلوں سے ڈھانکتے رہے مگر یہ اُن کے بس کی بات نہ تھی آخر جب میں بہت نڈھال ہوگیا تو میں نے چودھری صاحب کی طرف دیکھا جو ساتھ کی کرسی پر تھے تو اُن کا چہرہ مجھے بہت نڈھال نظر آیا اور مجھے یہ وہم ہوگیا کہ چوہدری صاحب بھی بیمار ہوگئے ہیں۔ آخر میں نے منوّر احمد سے کہہ کر نیند کی دوائی منگوائی چودھری صاحب

نے قہوہ منگوا کر دیا وہ گرم گرم پیا ایک اسپرین کی پڑیا کھائی تو پھر جا کر نیند آئی اور ایسی گہری نیند آئی کہ جب چودھری صاحب صبح کی نماز پڑھ چکے تو مَیں جاگا۔ چودھری صاحب نے عذر کیا کہ آپ کی بیماری اور بے چینی کی وجہ سے مَیں نے آپ کو نماز کیلئے نہیں جگایا بہرحال قضائے حاجت کے بعد کرسی پر نماز ادا کی اور پھر ناشتہ کیا۔ اتنے میں روشنی ہو چکی تھی۔ دُور دُور سے عرب اور شام کی زمینیں نظر آ رہی تھیں بہرحال بقیہ سفر نہایت عمدگی سے کٹا اور ہم سات بجے دمشق پہنچ گئے ایروڈروم پر دمشق کی جماعت کے احباب تشریف لائے ہوئے تھے جو سب بہت اخلاص سے ملے برادرم منیر الحصنی بھی جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہوئے تھے۔ ایروڈروم کے ہال میں جا کر بیٹھ گئے جہاں پاکستان کے منسٹر بھی چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کے ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے۔ مستورات کے لئے برادرم سید بدرالدین الحصنی جو منیر الحصنی کے چھوٹے بھائی ہیں، کی مستورات تشریف لائی ہوئی تھیں۔ وہ مستورات کو گھر لے گئیں پیچھے پیچھے ہم بھی پہنچ گئے محبت اور اخلاص کی وجہ سے بدرالدین الحصنی نے سارا گھر ہمارے لئے خالی کر دیا ہے اس وقت ہم اس میں ہیں جس محبت سے یہ سارا خاندان ہماری خدمت کر رہا ہے اس کی مثال پاکستان میں مشکل سے ملتی ہے۔ برادرم سید بدرالدین حصنی شام کے بہت بڑے تاجر ہیں لیکن خدمت میں اتنے بڑھے ہوئے ہیں کہ اپنے اخلاص کی وجہ سے وہ خادم زیادہ نظر آتے ہیں رئیس کم نظر آتے ہیں یہاں چونکہ سردی بہت ہے اور یورپ کی طرح HEATING SYSTEM نہیں ہے۔ مجھے سردی کی وجہ سے زیادہ تکلیف ہو گئی ہے۔ یہاں کے قابل ڈاکٹر کو بلایا گیا جس کے معائنہ کو دیکھ کر معلوم ہُوا کہ وہ واقعی قابل ہے۔ فرانس کا پڑھا ہُوا ہے۔ بعض امور جو تجربہ سے بیماری کو بڑھانے والے ہوتے ہیں اس نے اُن کو بہت جلدی اخذ کر لیا۔ منوّر احمد نے بتایا کہ جب ڈاکٹر کو فیس دینے لگے تو سید منیر الحصنی صاحب نے بڑے زور سے روکا یہ ہمارا خاندان کا ڈاکٹر ہے ہم اس کو سالانہ فیس ادا کرتے ہیں اس کو فیس نہ دیں اس سے معلوم ہُوا کہ یہاں بھی بڑے خاندان یورپ کی طرح ڈاکٹروں کو ماہانہ یا سالانہ فیس ادا کرتے ہیں اور ہر دفعہ آنے پر الگ فیس نہیں دی جاتی۔ اب یہ پروگرام ہے کہ انشاء اللہ سات تاریخ کو ہم بیروت جائیں گے اور آٹھ کو اٹلی روانہ ہوں گے۔ چودھری صاحب انشاء اللہ ساتھ ہی ہوں گے ان کی ہمراہی بہت تسلّی اور آسائش کا موجب رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔ دلوں میں ایسی محبّت کا پیدا کرنا محض اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔

انسان کی طاقت نہیں اس لئے ہم اللہ تعالےٰ کے ہی شاکر ہیں کہ اس نے ہمارے لئے وہ کچھ پیدا کر دیا جو دوسرے انسانوں کو باوجود ہم سے ہزاروں گنے طاقت رکھنے کے حاصل نہیں۔ ایک دن یہاں بھی شدید دَورہ ہوُا تھا مگر خدا کے فضل سے کم ہو گیا اب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ملک میں پہنچ کر جہاں HEATING SYSTEM ہوتا ہے۔ بیماری کے ایک حصّہ کو کافی فائدہ ہو گا۔ جو حملہ یہاں آکر ہوُا وہ زیادہ تر دماغی تھا۔ یعنی جسم پر حملہ ہونے کی بجائے دماغ پر لگتا تھا بڑی سخت گھبراہٹ تھی۔ اس وقت یہ دل چاہتا تھا کہ اڑ کر اپنے وطن چلا جاؤں مگر مجبوری اور معذوری تھی ادھر علاج کا مقام بھی بہت قریب آگیا تھا اس لئے عقل کہتی تھی اب سفر کی غرض کو پورا کرو شاید اللہ تعالیٰ کُلّی صحت ہی عطا فرما دے اور جسم آئندہ کام کے قابل ہو جائے اِنْشاء اللہ ہم اب آٹھ یا نو تاریخ کو تار یا خط کے ذریعہ سوئٹزرلینڈ سے اپنے حالات لکھیں گے۔ احباب دعاؤں میں مشغول رہیں کیونکہ علاج کا مرحلہ تو اب قریب آرہا ہے اس سے پہلے تو سفر ہی سفر تھا۔ سب احباب جماعتِ احمدیہ اور عزیزوں اور رشتہ داروں کو السّلام علیکم۔

مرزا محمود احمد[1]

اس روز حضور نے نماز ظہر سے قبل سیّدہ نجمیّہ (بنت الحسن الجابی مرحوم) کا نکاح سیّد سعید القبّانی کے ساتھ ایک ہزار لیرہ سوری مہر معجل اور پانچ صد لیرہ سوری مہر مؤجل پر پڑھا اور اس کے بابرکت ہونے کی دُعا فرمائی۔ یہ پہلا نکاح تھا جو حضور نے ایک شامی احمدی کا ایک شامی خاتون کے ساتھ پڑھایا۔

نماز ظہر کے بعد حضور مجلس عرفان میں رونق افروز رہے اور شامی احباب سے بلا تکلّف عربی زبان میں گفتگو فرماتے رہے۔ ایک دوست نے عرض کیا کہ حضور ہمارا جی چاہتا تھا کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور حضور کی زیارت کریں لیکن اس کی ہمّت نہ تھی ہمارا اللہ خود حضور کو ہمارے پاس لے آیا یہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی بات تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صرف متکلم ہی نہیں بلکہ مجلس میں ہر موجود شخص کا یہی احساس تھا حضور نے فرمایا ہاں ایسا ہو جاتا ہے اور پھر ایک حکایت سنائی کہ ایک شہر میں اللہ کا ایک معذور بندہ رہتا تھا اس سے دُور ایک ولی اللہ تھا اس معذور بزرگ کے دل

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۰ رمئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۲۔

کی خواہش تھی کہ کسی طرح اس ولی اللہ سے ملاقات ہو لیکن وہ جا نہ سکتا تھا۔ اور ولی اللہ کو بلانے کی جرأت نہ تھی آخر ایک دن وہ ولی خود اس کے پاس آگئے وہ بڑا حیران ہوا۔ پوچھا آپ کیسے آئے۔ کہا سلطان کی طرف سے مجھے حاضری کا حکم پہنچا تھا اس لئے آیا ہوں اس بزرگ نے عرض کیا نہیں خدا تعالےٰ مجھ معذور کی زیارت کے لئے آپ کو لایا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ایک پیغامبر آیا اس نے بتایا کہ وہ فلاں صاحب کے لئے یہ شاہی حکم لے کر جا رہا ہے کہ ان کو نہیں بلایا گیا بلکہ غلطی سے حکم ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا وہ تکلیف نہ کریں اس بزرگ نے جواب دیا تم فکر نہ کرو وہ یہاں ہی ہیں۔ اور یہ اطلاع ان کو پہنچ گئی۔ پس حضور نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ خود اپنے بندوں کی خواہش کے پورا کرنے کا سامان پیدا کر دیتا ہے حضور مختلف احباب سے حالات دریافت فرماتے رہے اس دوران میں عطروں کا ذکر آیا الف لیلہ میں دمشق کے عطروں کا بڑا ذکر آتا ہے احباب نے عرض کیا کہ یہاں تو فرانسیسی عطر زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں لیکن بعض عطر مثلاً گلاب اور چنبیلی خاصے اچھے ہیں۔ بعض لوگوں کے اخلاص کا بھی عجیب رنگ ہوتا ہے۔ الحاج سید بدرالدین الحصنی نے کسی کو مختلف قسم کے عطر لانے کی ہدایت کر دی اور چند منٹ بعد مختلف عطر وہ حضور کی خدمت میں پیش کر رہے تھے حضور نے مختلف عطروں کو سونگھتے ہی بتا دیا کہ یہ سب کیمیکل ایسنس کے ہیں۔

رات کے کھانا کی سید منیر الحصنی کے مرحوم بھائی سید عبدالرؤف الحصنی کے ہاں دعوت تھی۔ السید عبدالرؤف الحصنی کے بڑے بیٹے سید نادر الحصنی اپنے خاندان کے لئے اخلاص کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ حضور کی طبیعت شگفتہ تھی اور اس شگفتگی سے ساری مجلس باغ و بہار بنی رہی۔ لطائف کا سلسلہ چلتا رہا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد حضور نے دُعا فرمائی۔ پھر سید نادر الحصنی کے چھوٹے بھائی السید نورالدین الحصنی صاحب نے سورہ والضحیٰ کی نہایت خوش الحانی سے تلاوت کی۔

۴ رمئی ۱۹۵۵ء:۔ کو حضور مُلک شام میں سلسلہ احمدیہ کی ترقی کی سکیم پر غور فرماتے رہے۔

۵ رمئی ۱۹۵۵ء کو حضور نماز ظہر و عصر کے بعد مجلس میں تشریف فرما رہے اور بھائیوں کے متعلق السید رشدی البسطی سے حالات دریافت کئے۔ دعوتِ عشائیہ السید منیر مالکی کے ہاں تھی جس میں حضور نے شرکت فرمائی۔ کئی ایک شامی احباب بھی مدعو تھے۔[1]

---

[1] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۵ رمئی ۱۹۵۵ء ص ۳ ۔

۶ رمئی ۱۹۵۵ء کو جمعہ کا دن تھا. حضور چونکہ ہفتہ کے روز بیروت روانہ ہو رہے تھے اسلئے صبح سے ہی کثرت سے احباب حضور کی فرودگاہ پر تشریف لانے لگے. جماعت نے اس تاریخی موقعہ کی یادگار ظاہری طور پر محفوظ کرنے کے لئے فوٹو گرافر کا انتظام کیا جس نے مختلف فوٹو لینے شروع کئے اس اثنا میں نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ الحاج بدرالدین صاحب کو یہ بھی سعادت حاصل ہوئی کہ حضرت المصلح الموعود ان کے مکان میں ہی جمعہ پڑھائیں۔

حضور نے فصیح و بلیغ عربی زبان میں ایک مختصر خطبہ جمعہ پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آج سے تقریباً نصف صدی قبل جب کہ آپ میں سے اکثر ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام فرمایا

"یَدْعُوْنَ لَكَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰهِ مِنَ الْعَرَبِ"[لے]

یعنی تیرے لئے شام کے ابدال اور عرب کے نیک بندے دعائیں کرتے ہیں آج تمہارے وجود میں یہ نشان پورا ہو رہا ہے۔

نماز جمعہ کے بعد حضور کچھ وقت مجلس میں رونق افروز رہے. سید محمد ذکی صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی۔ السید محمود الربانی نے حضرت مسیح موعود کا عربی قصیدہ پڑھا اور پھر السید ابراہیم الجبان نے حضرت مصلح موعود کی شان مبارک میں ایک شاندار قصیدہ پڑھا جو ان کی قلبی واردات کا آئینہ دار اور اخلاص کا مرقع تھا۔ اس یادگار تقریب کے کئی فوٹو لئے گئے اور دعا پر یہ تقریب ختم ہوئی۔[لے]

دمشق کی مخلص احمدی جماعت نے زاویۃ الحصنی شاغور میں حضور کے اعزاز میں دعوتِ عشائیہ کا اہتمام کیا تھا. مگر شام کے وقت حضور کی طبیعت ناساز تھی. اس لئے حضور اس میں شریک نہ ہو سکے۔ احباب کھانے سے فارغ ہو کر حضور کی قیام گاہ پر حاضر ہو گئے حضور تقریباً پون گھنٹہ احباب میں تشریف فرما رہے اور انہیں شرفِ مصافحہ و معانقہ بخشا۔

لے۔ مکتوباتِ احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۸۶۔

لے۔ مکمل قصیدہ "الفضل" ۱۹ مئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ پر شائع شدہ ہے۔

۱۹۲۴ء اور ۱۹۵۵ء کے دمشق کا موازنہ

حضرت مصلح موعود ۱۹۲۴ء میں بھی نزیل دمشق ہوئے تھے مگر اکتیس سال قبل کے دمشق اور موجودہ دمشق میں ایک بھاری فرق تھا۔ ۱۹۲۴ء میں یہاں کوئی دمشقی احمدی نہ تھا اور حالات اس درجہ مخالف تھے کہ دمشقی عالم الشیخ عبدالقادر المغربی نے حضور سے کہا آپ یہ اُمید نہ رکھیں کہ ان علاقوں میں کوئی شخص آپ کے خیالات سے متاثر ہو گا۔ کیونکہ ہم لوگ عرب نسل کے ہیں اور عربی ہماری مادری زبان ہے اور کوئی ہندی خواہ وہ کیسا ہی عالم ہو۔ ہم سے زیادہ قرآن و حدیث کے معنیٰ سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ اولوالعزم فضل عمر اس چیلنج پر خاموش نہ رہ سکے اور فرمایا" اب ہندوستان واپس جانے پر میرا پہلا کام یہ ہو گا کہ آپ کے ملک میں مبلّغ روانہ کروں۔ اور دیکھوں خدائی جھنڈے کے علمبرداروں کے سامنے آپ کا کیا دَم خم ہے[1]۔ اللہ اللہ کس توکل علی اللہ اور کس عزم کا اظہار تھا جس نے خدا کے فضلوں کو ایسی تیزی سے جذب کیا کہ اب جو اکتیس سال کے بعد وہی اولوالعزم اور متوکّل اور مسیح محمدی کا لختِ جگر اور پسرِ موعود دمشق میں وارد ہوا تو مخلصینِ احمدیت کی ایک بے مثال جماعت قائم ہو چکی تھی۔ اور حضور کے عاشق خدام اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس کے ہاتھ کو بوسہ دینے کے لئے اور اس کے رُوح پرور کلمات سُننے کے لئے اور اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے لئے بے تاب نظر آتے تھے۔ اور اس سے تعارف کا فخر حاصل کرنے اور اس کی دُعاؤں کے حصول کیلئے تڑپتے تھے اور خدا کے اس موعود خلیفہ کے در کی پاسبانی کے لئے فخر و عزت محسوس کر رہے تھے[2]۔

دمشق سے بیروت

سیدنا محمود المصلح الموعود ایک ہفتہ دمشق میں قیام فرمانے اور اس کی فضاؤں کو اپنے انوار و برکات سے معطر کرنے کے بعد ۷ رمئی کو سوا سات بجے صبح دمشق سے بیروت کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضور کے ساتھ دمشق کی جماعت کے مخلصین کی ایک تعداد سید منیر الحصنی صاحب کی قیادت میں بیروت آئی ان مخلصین کے اسماء حسب ذیل ہیں :۔

محمد الشواء پلیڈر ۔ سعید القبانی ۔ علاؤالدین نوبلاتی ۔ ذکریا الشواء سلیم حسن الجابی

---

[1] ۔ تاریخ احمدیت جلد پنجم ص۴۱۳، ۴۱۴۔

[2] ۔ "الفضل" ۱۵ رمئی ۱۹۵۵ء ص۳ ۔

نادر الحصنی ۔ ابراہیم الجبان۔ محمد ذکی ۔

حضور شتورہ سے بعلبک دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے وہاں پر ان آثار قدیمہ کو پوری دلچسپی سے دیکھا کچھ دیر پہلے قرآن کریم اور قصیدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سُنا۔ شتورہ میں کھانا کھایا ۔

لبنان کی مخلص جماعت کے نمائندگان کا ایک وفد حضور کے استقبال کے لئے دمشق بیروت کی سڑک پر عالیہ صحت افزا پہاڑی مقام سے آگے تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر گیا ہوُا تھا۔ اس میں مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر مبشر اسلامی ۔ محمد توفیق الصفدی صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ لبنان ۔ الشیخ عبدالرحمٰن البرجاوی صاحب ۔ عدنان الحصنی صاحب ۔ توفیق محمد صفدی صاحب ۔ مرزا اجمال احمد صاحب۔ ابوالولید شہاب الدین اور چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ شامل تھے حضور کا قافلہ تقریباً ڈیڑھ بجے عالیہ پہنچا۔ ان کے ہمراہ بیروت میں مکرم محمد درجنانی صاحب کے مکان پر پہنچے جہاں حضور کے ٹھہرانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

حضور کی پیشوائی اور ملاقات کے لئے لبنان کے احمدی دوست طرابلس اور برجا سے معہ بچوں کے آئے ہوئے تھے جونہی حضور کی کار دروازہ پر پہنچی دوستوں نے کہنا شروع کردیا جَاءَ مَوْلَانَا الْخَلِیْفَۃ اور دوستوں نے حضور کو اَھْلًا وَّ سَھْلًا وَّ مَرْحَبًا کہا۔ حضور کی آمد ان حالات میں غیر متوقع تھی اس لئے دوستوں کو حضور کی ملاقات سے انتہائی خوشی تھی اور سب دوست حضور کی صحت عاجلہ اور عمر طویل کے لئے دعا گو تھے ۔

ڈاکٹری ہدایت کے پیش نظر حضور نے آتے ہی آرام فرمایا اور سو گئے۔ چائے نوشی کے بعد حضور ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھانے کے لئے تشریف لائے دوستوں نے حضور کی اقتدا میں نماز پڑھی نماز کے بعد حضور نے بعض مقامی امور کے متعلق استفسار فرمایا اور شیخ نور احمد صاحب منیر نے لبنان کے جملہ احباب کا تعارف حضور سے کرایا۔ تمام دوستوں نے حضور سے مصافحہ کیا۔ سیکرٹری محمد توفیق الصفدی صاحب نے ایک مختصر ایڈریس[1] حضور کی خدمت مبارک میں پیش کیا۔ جس میں حضور کی آمد پر جماعت نے اپنے آقا کو مرحبا کہا تھا۔ اور اپنے جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا

---

[1] ۔ یہ ایڈریس "الفضل" ۱۹ مئی ۱۹۵۵ء صہ۴ میں چھپا ہوُا ہے۔

اور حضور کی کامل شفاء کے لئے دُعا کی۔

السیّد محمد توفیق الصفدی کے بعد السیّد نجم الدین نے بھی ایک قصیدہ پیش کیا۔ ازاں بعد حضرت مصلح موعودؓ نے الشیخ عبدالرحمٰن البرجادی کی درخواست پر جماعت احمدیہ برجا کی مرکزی عمارت کے لئے بنیادی پتھر پر ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی۔

برجا کے علاوہ طرابلس الشام سے بھی محمود ابراہیم عَنتبلی صاحب اپنے بچوں کے ہمراہ آئے ہوئے تھے۔ حضور اُن کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ یہ مختصر مجلس برخاست ہوئی تو دوستوں نے دوبارہ مصافحہ کیا۔ اور پھر حضور ساحلِ سمندر کی طرف تشریف لے گئے اور نئے بیروت کے بعض حصّوں کو دیکھا۔ اس وقت چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ اور مکرّم توفیق محمد صفدی صاحب کو حضور کی کار میں بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضور لبنان میں سلسلہ کی ترقی کے لئے بعض اُمور پر تبصرہ فرماتے رہے۔

مغرب کی آذان ہو چکی تھی۔ حضور سیر سے واپس تشریف لائے۔ نماز مغرب وعشاء پڑھائیں اور بعض نئے دوستوں کو شرفِ ملاقات بخشا۔ ایک زیرِ تبلیغ عیسائی دوست کمیل شلوب نے بھی حضور سے مصافحہ کیا۔ مصافحہ کے بعد اس شخص نے ایک دوست سے کہا وَ اللّٰهِ لَقَدِ انْشَرَحَ قَلْبِي مِنْ زِيَارَةِ هٰذَا الشَّخْصِ۔ بخدا اس شخص کی ملاقات سے میرے دل میں انشراح پیدا ہوا ہے[1]

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ بیروت کے جنرل سیکرٹری محمد توفیق الصفدی صاحب اور محمد درجنانی صاحب ساری رات اخلاص اور مستعدی سے پہرہ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

بیروت سے زیورک تک

۸ رمئی کو پونے سات بجے مکان سے ایر پورٹ کے لئے روانگی کا وقت مقرر تھا۔ دمشق اور بیروت کی جماعت کے احباب جمع ہونے شروع ہو گئے روانگی کا وقت قریب آ گیا۔ لبنانی۔ فلسطینی اور شامی جماعت نے بڑھ بڑھ کر آقا کے ہاتھوں کو عقیدت اور محبت کے بوسے دیئے۔

پروگرام کے مطابق کاروں کا قافلہ ایر پورٹ کو روانہ ہوا جب ایر پورٹ پر حضور کار سے

---

[1] الفضل ۱۹ رمئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳-۴ و الفضل ۱۰ رجون ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۔

اترنے لگے ڈرائیور نے تیزی سے اپنا دروازہ کھولا حضور کا ہاتھ اس پر تھا اس نے بے احتیاطی کی اور جلدی سے حضور کا دروازہ کھولنے کے لئے اسے بند کر دیا حضور کی انگلی اس میں آگئی۔ حضور کی بے چینی کے ساتھ جماعت بے چین ہوگئی۔ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب نے پٹی کی۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ زیادہ زخم نہ آیا۔ ڈرائیور گو احمدی نہیں تھا لیکن عقیدت مندوں کے اجتماع سے متاثر تھا اور سخت نادم تھا کہ اس کی بے احتیاطی سے حضور کی انگلی پر زخم آیا۔ حضور ائیر پورٹ کے ہال میں تشریف فرما تھے اور زخمی انگلی والا ہاتھ سلنگ میں تھا اس ڈرائیور نے حضور کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور موقعہ پا کر بڑھ کر حضور کے زخمی ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنی ندامت کا اظہار کیا۔ سامان دیکھا گیا۔ پاسپورٹ چیک ہوگئے۔ ہوائی جہاز میں سیٹوں کے کارڈ لئے گئے اور حضور اس کمرہ انتظار میں تشریف لے گئے۔ جہاں سے نکل کر ہوائی جہاز کو جانا تھا۔ سوائے سیّد منیر الحصنی صاحب شیخ نور احمد صاحب منیر اور چند اور دوستوں کے باقی کو باہر سے ہی حضرت صاحب کو رخصت کرنا پڑا احباب کی زبانوں پر دعائیں تھیں آنکھوں سے رقت ہویدا تھی۔ ان کا محبوب آقا اُن سے جدا ہو رہا تھا۔ حضور کمرہ انتظار سے باہر ہوائی جہاز کے لئے روانہ ہونے لگے۔ سید منیر الحصنی اور دوسرے دوست پھر اس دروازہ کی طرف بڑھے اور دُعاؤں کے ساتھ پھر اپنے آقا کا ہاتھ چوما حضور نے سیّد منیر الحصنی صاحب کو عربی میں فرمایا کہ تمام دوستوں کو میرا سلام پہنچا دیں۔ حضور اور قافلہ بشمول چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب ہوائی جہاز میں سوار ہوگئے۔

حضور کے ساتھ مکرّم چودھری ظفر اللہ خانصاحب بیٹھے۔ حضور کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی رہی۔

تقریبًا ساڑھے گیارہ بجے ہوائی جہاز یونان کے دارالخلافہ ایتھنز میں پہونچا۔ حضور نے بمعہ قافلہ ائیر پورٹ کے ریسٹوران میں وقفہ کا وقت گذارا۔ ساڑھے بارہ بجے پھر جہاز پر روم کے لئے سوار ہوئے اور اڑھائی بجے تقریبًا روم پہنچے۔ جہاں ایک دوست استقبال کے لئے موجود تھے علیحدہ کمرہ کا نشست کے لئے انتظام تھا۔ مکرم چودھری ظفر اللہ خان صاحب روم سے سیدھے ایک گھنٹہ کے وقفہ کے بعد ایمسٹرڈم کو روانہ ہوگئے۔ اور حضور تقریبًا ساڑھے تین گھنٹے بعد شام کے چھ بج کر پانچ منٹ پر T.W.A کے جہاز پر جینوا کے لئے روانہ ہوئے۔ مطلع ابر آلود ہوگیا تھا۔

بجلی کڑک رہی تھی۔ اور دل میں خوف تھا کہ کہیں خرابیٔ موسم کے باعث حضور کو طیارہ میں تکلیف نہ ہو۔ مکرم ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب بھی بار بار کہتے کہ دُعا کرو مطلع صاف ہو جائے اور خیریت رہے۔ ہوائی جہاز کے شروع کے سفر میں کچھ ہچکولے محسوس ہوئے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پرواز میں کامل سکون رہا۔ طیارہ ایلپس پہاڑ پر سے گذرا تو تقریبًا ۱۸ ہزار فٹ کی بلندی سے پرواز کر رہا تھا۔ پائلٹ نے طیارہ کو اس بلند پہاڑ کے پہلو میں سے گذارا تا کہ مسافر پورا نظارہ حاصل کر سکیں۔ حضور اس نظارہ سے محظوظ ہوتے رہے طیارہ کے جنیوا پہنچنے کا وقت ساڑھے آٹھ بجے تھا۔ لیکن مقررہ وقت سے کچھ قبل ہی اُتر آیا۔

طیارہ کے دروازہ پر شیخ ناصر احمد صاحب مبلّغ سوئٹزرلینڈ اور چودھری نصیر احمد صاحب استقبال کے لئے موجود تھے۔ ماٹگر ولس جو جماعت نے چودھری نبی احمد آف ماڈرن موٹرز کی وساطت سے جرمنی سے لی ہے۔ ایئرپورٹ کے دروازے پر موجود تھی۔ قافلہ دولیکیو ہوٹل HOTEL DEL'ECU جنیوا میں پہنچا۔ یہ ہوٹل جنیوا کی مشہور جھیل کے کنارے واقع ہے اور درمیانہ درجہ کے ہوٹلوں میں سے اچھا آرام دہ ہے۔ رات ہوٹل میں گذارنے کے بعد اگلے دن صبح تھوڑے وقت کے لئے جنیوا کی سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر نو بج کر دس منٹ کی گاڑی پر حضور بمعہ اہل وعیال و شیخ ناصر احمد صاحب زیورک کے لئے روانہ ہوئے[۱]

"۹ رمئی کو حضور تقریبًا ایک بجے زیورچ پہنچے اور کاروں میں سوار ہو کر قافلہ اپنی جائے رہائش BEGONIAN STRASSE.2 میں آیا۔

حضور نے زیورچ پہنچنے کے بعد پونے چھ بجے شام امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے نام تار ارسال فرمایا کہ

"ہم خدا کے فضل سے اہل وعیال کے ساتھ بخیریت زیورچ پہنچ گئے ہیں۔ جنیوا سے آگے تمام انتظامات شیخ ناصر احمد (مبلّغ سلسلہ) نے کئے تھے جو کہ بہت عمدہ تھے۔ شروع میں مکان میں تازہ روغن ہونے کی وجہ سے کچھ تکلیف ہوئی لیکن چند گھنٹے کے بعد یہ تکلیف رفع ہو گئی۔ بیروت میں بھی تمام انتظامات اچھے تھے۔ دمشق کے دوست ہمیں رخصت کرنے کے لئے بیروت آئے

---

[۱] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۲ رمئی ۱۹۵۵ء صـ۳ـ۴۔

ہوئے تھے۔ چودھری ظفر اللہ خانصاحب روم تک ہمارے ساتھ آئے اور پھر وہاں سے ہیگ (ہالینڈ) روانہ ہوگئے۔ ان کا ساتھ خدا کے فضل سے ایک نعمت ثابت ہؤا۔ اللہ تعالیٰ تمام ان دوستوں پر فضل فرمائے جنہوں نے اس سفر کے تعلق میں مدد کی ہے۔ اب عنقریب یہاں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے گا۔ احباب خاص دُعائیں جاری رکھیں کیونکہ یہ میرے علاج کی کوششوں کا آخری مرحلہ ہے۔
(خلیفۃ المسیح)"[۱]

اگلے دن ۱۰ رمئی کو ۳ بجے ڈاکٹر پروفیسر روسیو PROFESSOR PROSSIER سے جو زیورک ہسپتال KANTONSPITZEL میں کام کر رہے تھے۔ وقت مقرر تھا۔ حضور اور خاندان و خدام کی طبیعت میں فکر تھا اور دعائیں کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ حضور کے مرض کی صحیح تشخیص اور اس کے علاج کا سامان بنائے۔ وقت مقررہ پر حضور ڈاکٹر روسیو کے پاس پہنچے وہ نہایت تپاک سے پیش آیا بڑی توجہ سے حضور کے کیس کے نوٹس لئے اور مختلف معائنوں کی تاریخیں مقرر کیں۔

ڈاکٹر پروفیسر روسیو یہاں کے ایک ماہر طبیب تھے۔ ہز ایکسی لنسی مسٹر غلام محمد سابق گورنر جنرل پاکستان نے بھی ان سے ہی علاج کروایا تھا۔

۱۱ رمئی کو اسی تسلسل میں ہی سر کے مختلف ایکس ریز لئے گئے۔ حضور اس معائنہ کے بعد تشریف لائے تو بہت تعریف فرمائی فرمایا یہاں بہت ہی اچھا معائنہ کرتے ہیں۔ اس خوبی سے ایکس ریز لئے گئے کہ کوئی حصّہ نہیں چھوڑا۔

۱۲ رمئی کو ڈاکٹر روسیو کے انتظام کے ماتحت کوئی معائنہ نہ تھا لیکن حضور نے ایک ہومیوپیتھک ڈاکٹر گیزل (GISEL) سے ملنے کا وقت مقرر کروایا ہؤا تھا۔ حضور صبح نو بجے ان سے ملے یہ بڑا زندہ دل طبیب تھا۔ خود ہنستا اور حضور کو ہنساتا رہا اور توجہ سے حالات سُنے اور ادویہ تجویز کیں لیکن یہ معلوم ہونے پر کہ حضور خود بھی ہومیوپیتھی سے واقف ہیں حضور کو اپنی ادویہ کی الماری دکھائی اور حضور نے اسے مختلف ادویہ بتائیں جو حضور استعمال فرما چکے تھے۔

حضور وہاں سے فارغ ہو کر کچھ وقت کے لئے بازار کی طرف تشریف لے گئے اور پھر پچھلے پہر حضور باہر سیر کے لئے گئے ایک خوشنما مقام BELVOIR PARK نامی ایک ریستوران

---

[۱] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۲ رمئی ۱۹۵۵ء صا

SCHWEIZERISCHE FACHSCHALE FURDAS GOSTGEWERE

تھا۔جس کے ساتھ درسگاہ تھی۔جس میں سروس کے کام کی ٹریننگ دی جاتی تھی اس کے مینیجر نے حضور کو دیکھتے ہی خیال کیا کہ یہ کوئی عظیم شخصیت ہے اور درخواست کی کہ حضور کا فوٹو لینے کی اجازت دی جائے اور ساتھ ہی عرض کیا کہ یہ پریس کے لئے نہیں بلکہ اپنے لئے ہی حضور کی آمد کی یادگار کے طور پر ہوگا۔حضور نے اجازت دے دی پھر اس نے حضور کے دستخط اپنی کتاب میں لینے چاہے حضور نے وہ بھی فرما دیئے۔

اس عرصہ میں سلسلہ کی ڈاک بھی آئی۔حضور نے ملاحظہ فرمائی اور جواب لکھوائے۔حضور ان ایام میں چونکہ یورپ میں تبلیغ کو کامیاب طور پر وسیع کرنے کے سوال پر غور فرما رہے تھے۔اس لئے حضور نے حکم دیا کہ یورپ کے مبلغین اور امریکہ کے دو پرانے مبلغین اور مکرم ملک محمد شریف صاحب سابق مبلغ اطالیہ کو لکھ دیا جائے کہ وہ تار ملنے پر کانفرنس کے لئے آنے کے واسطے تیار رہیں۔

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب جو کراچی سے سیدھے لنڈن تشریف لے گئے تھے۔حضور کی ہدایت کے ماتحت ۱۰رمئی کو زیورک پہنچ گئے اور علاج کے متعلق مشوروں میں شامل ہو گئے۔[1]

بارھواں پیغام

مورخہ ۱۹رمئی ۱۹۵۵ء

"پاکستان، ہندوستان اور دنیا کے تمام احمدی بھائیوں کو عید مبارک ہو۔میں ان سب کی مشکلات اور تکالیف کے دور ہونے اور روحانی ترقی کے لئے دعا کرتا ہوں ——— خلیفۃ المسیح"[2]

(از زیورچ ۱۹رمئی ۱۹۵۵ء)

تیرھواں پیغام

مورخہ ۲۰رمئی ۱۹۵۵ء ۱۱بجے شب

"خدا کا شکر ہے تمام طبی ٹسٹ مکمل ہو گئے ہیں اور بیماری متعین کر لی گئی ہے۔مشہور معالج ڈاکٹر بوسیو DR.BOSIO نے رپورٹوں کا مطالعہ کرنے کے بعد آج اپنی تشخیص سے مطلع کر دیا ہے ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خون اور شریانیں اور باقی ہر چیز معمول کے مطابق پائی گئی ہیں لیکن یہ کہ مجھے بہت زیادہ آرام کرنا چاہیئے اور اگر ممکن ہو سکے تو مجھے یہاں کچھ زیادہ عرصہ قیام کرنا چاہیئے پھر یہ کہ

[1] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴رمئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳

[2] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۲رمئی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

میری تقریریں مختصر ہونی چاہئیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ گذشتہ سال حملے کے نتیجے میں زخم لگا تھا وہ خطرناک تھا اور یہ کہ سرجن کی رائے درست نہیں تھی۔ ایکسرے فوٹو سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چاقو کی نوک گردن میں ٹوٹ گئی تھی جواب بھی اندر موجود ہے اور ریڑھ کی ہڈی (سپائنل کارڈ SPINAL CORD) کے قریب ہے خدا کا شکر ہے کہ جن خطرناک معائنوں سے بچنے کی کوشش کی جا رہی تھی اُن کی ضرورت باقی نہیں رہی میرا مکمل آرام دوستوں کے ہاتھ میں ہے اگر دوست میری پوری طرح مدد کریں تو ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق کچھ مزید کام کر سکتا ہوں اگر دوستوں نے تعاون نہ کیا تو خطرہ موجود ہے۔
خلیفۃ المسیح"[1]

سورہ فاتحہ سے متعلق چار پُر معارف خطبات

زیورچ میں حضور نے چار پُر معارف خطباتِ جمعہ اس موضوع پر ارشاد فرمائے کہ سورۃ فاتحہ میں کمیونزم اور کیپٹلزم کے مقابلہ کے لئے کیا گُر بیان کئے گئے ہیں۔ حضور کے ان خطبات کا خلاصہ درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

۱۔ (خطبہ جمعہ ۲۰ رمئی ۱۹۵۵ء) "چند سال ہوئے کہ میں ایک دفعہ برف دیکھنے کے لئے ڈلہوزی گیا وہاں پر میں دوپہر کے وقت تھوڑی دیر کے لئے بیٹھا تو مجھے الہام ہوا کہ دنیا میں امن کے قیام اور کمیونزم کے مقابلہ کے لئے سارے گُر سورہ فاتحہ میں موجود ہیں۔ مجھے اس کی تفسیر سمجھائی گئی جو عرفانی طور پر تھی نہ تفصیلی طور پر۔ عرفان کے معنے یہ ہیں کہ دل میں ملکہ پیدا کر دیا جاتا ہے لیکن وہ تفصیلی الفاظ میں نہیں نازل ہوتی کچھ دنوں کے بعد دوستوں سے اس کا ذکر آیا اور وہ پوچھتے رہے کہ اس کی کیا تفسیر ہے میں نے کہا کہ میں کبھی اس کے متعلق مفصّل رسالہ لکھوں گا۔ خصوصاً جب مخالف دعویٰ کرے کہ اس کے پاس ان دوتوں کے جواب موجود ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی مشیّت تھی کہ مجھے اب تک یہ رسالہ لکھنے کا موقعہ نہ ملا۔

اب جب کہ مَیں بیمار ہو گیا ہوں اور بظاہر اس کا موقعہ ملنا مشکل ہے۔ مَیں نے مناسب سمجھا کہ خواہ اشارۃً ہی چند الفاظ میں ہو مَیں اس کا مضمون بیان کرتا رہوں تا وہ علماء کے کام آئے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴ رمئی ۱۹۵۵ء صا

پہلی بات سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں بیان کی گئی ہے
اس میں بتایا گیا ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں اور اس کی وجہ آیت کے پچھلے حصہ میں
بتائی گئی ہے کہ وہ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے یعنی تمام کے تمام افراد کے ساتھ اس کا سلوک ربوبیّت
کا ہے طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے ربوبیّت اور عالمیّت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا موٹا مفہوم مختصراً
یہ ہے کہ ہر قسم کی مدح کا وہی مستحق ہوتا ہے اور ہر قسم کی مدح لوگ اس کی کرتے ہیں جس کی ربوبیّت
کسی خاص قوم اور فرقہ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ وسیع ہوتی ہے مثلاً امریکہ اور روس کی حکومت
ہے۔ امریکہ اپنے آپ کو ڈیماکریسی کا لیڈر سمجھتا ہے اور روس اپنے آپ کو عوامی تحریکوں کا لیڈر
سمجھتا ہے لیکن اگر دونوں کو دیکھا جائے تو امریکنوں کی ساری طاقت امریکنوں کی ترقی پر خرچ ہوتی
ہے اور روس کی ساری طاقت روسیوں کی ترقی پر خرچ ہوتی ہے روس ان لوگوں کے لئے کچھ نہیں کرتا
جو دنیا کے دُور کناروں پر بس رہے ہیں اور دُنیا کی تمام آسائشوں سے محروم ہیں اور نہ امریکہ اس
بارہ میں کچھ کرتا ہے روس کرتا ہے تو یہی کہ اپنے خیالات دوسرے لوگوں میں پھیلا دیتا ہے تا وہ
لوگ اپنی حکومت کے خلاف کھڑے ہو جائیں اسی طرح اگر امریکن دوسرے لوگوں کو امداد دیتے ہیں تو
اس میں بھی اپنے فوائد مدنظر ہوتے ہیں اگر اس امداد سے وہ ملک اپنے حالات کو درست بھی کر
لے تو پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکے گا۔ کہ امریکہ نے دوسرے لوگوں کی مدد کی۔ بلکہ وہ بھی ان کی اپنی ہی
مدد ہو گی۔ اس طرح روس بھی ہر دوسرے ملک کو مدد دیتے وقت اپنے فوائد کو بھی ملحوظ رکھتا ہے
نہ کہ عوام الناس کے فوائد کو۔ حقیقی مدح اس وقت ہوتی ہے جب بغیر غرض کے لوگوں کو اونچا
کیا جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ تمہاری عبادتیں مجھے فائدہ نہیں پہنچاتیں اور
تمہاری قربانیوں کا گوشت مجھے نہیں پہنچتا بلکہ تم یا تمہارے ہمسائے کھاتے ہیں۔ مجھے صرف تمہارے
دل کی صفائی کی ضرورت ہے حقیقی تعریف کے مستحق وہی حکومت ہو گی جو اس آیت کے ماتحت کام
چلائے گی۔ اور وہی ٹھیک امن قائم کر سکے گی۔ مثلاً اگر روس بغیر اپنا رسوخ قائم کرنے کے صرف
غرباء کو اٹھانے کے لئے روپیہ خرچ کرے تو یقیناً روس کی سچی محبت قائم ہو گی لیکن موجودہ حالات
میں حقیقی محبت قائم نہیں ہوتی۔ جس کو امریکہ سے فائدہ پہنچ جاتا ہے وہ اس کی تعریف کرتا ہے جس
کو روس سے فائدہ پہنچ جاتا ہے وہ اس کی تعریف کرتا ہے نہ یہ فائدہ مکمل نہ یہ تعریف کامل۔ کامل

تعریف اُسی وقت ہوتی ہے جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پر عمل کیا جائے۔ سورہ فاتحہ میں تمام گُر بیان کئے گئے ہیں۔ سب سے پہلا مُوٹا گُر یہ بیان کیا ہے کہ خدمتِ خلق کرو اور بلاغرض اور بلا ذاتی فائدہ کی خواہش کے خدمت کرو۔ اگر ایسا کروگے تو ہر شخص تمہاری تعریف کرے گا لیکن اگر کوئی صرف ایک طبقہ کو اٹھانے کی کوشش کرتا ہے تو وہی طبقہ اس کی تعریف کرے گا۔ مثلاً کوئی حکومت لیبر کو اٹھاتی ہے .... تو لیبر ہی اس کی تعریف کریں گے بڑے اور درمیانہ درجہ کے نہیں کریں گے اور اگر کوئی حکومت درمیانہ اور بڑے درجہ کو اٹھانے کی کوشش کرے تو یہ طبقے ہی تعریف کریں گے لیبر نہیں کریں گے کیونکہ وہ حکومت رب العالمین نہیں بلکہ فرقہ کی اور جماعت کی رب ہے۔ حقیقی حکومت وہی ہے جو تمام طبقوں کو بلکہ قوم کو بھی بھلا دے کیا اس تعلیم پر عمل کرنے کے بعد دُنیا میں امن کے مٹنے کا شائبہ بھی ہوسکتا ہے؟ اور کیا کوئی ایسی قوم کا دشمن بھی ہوسکتا ہے؟ دوسرے وجوہ سے دشمن ہوجائے تو ممکن ہے لیکن اس فعل کی وجہ سے دشمن نہیں ہوسکتا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ آپ کے دشمن ہیں۔ مگر اس وجہ سے نہیں کہ آپ نے غریبوں کو کیوں اونچا کیا بلکہ مذہبی تعصّب کی وجہ سے اس لئے کہ آپ نے نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کی کیوں تعلیم دی۔ اسی طرح اگر آج لوگ احمدیت کے دشمن ہیں تو اس وجہ سے نہیں کہ احمدی یتیموں کی پرورش کرتے ہیں غریبوں کی امداد کرتے ہیں اور بیواؤں سے حسن سلوک کرتے ہیں اور خدام الاحمدیہ ہر ایک کی مدد کرتے ہیں بلکہ اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ایسا مخالف شقی القلب ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔"[1]

۲۔ (خطبہ جمعہ ۲۷ رمئی ۱۹۵۵ء) "میں نے پچھلے خطبے میں بیان کیا تھا کہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا کہ سورۂ فاتحہ میں دُنیا کے امن اور کمیونزم اور کیپٹلزم کے جھگڑے کے استیصال کے گُر بتائے گئے ہیں اور میں نے سب سے پہلے سورہ فاتحہ کی پہلی آیت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ایک نسخہ بیان کیا تھا اور بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جو اَلْحَمْدُ کہا گیا ہے تو وجہ بھی بیان کی ہے کہ وہ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ ہے جب تک کوئی شخص رَبُّ الْعَالَمِیْنَ نہ ہو۔ چاہے اپنی پارٹی کے ساتھ وہ کتنا ہی اچھا سلوک کیوں نہ کرتا ہو وہ اَلْحَمْد کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اَلْحَمْد

[1] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۱ رمئی ۱۹۵۵ء صہ۲

کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو پارٹیوں سے بالا ہو اور ہر قوم اور ملّت سے اس کا سلوک انصاف اور رحم والا ہو۔ اس سلسلے میں مَیں نے بتایا تھا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم تو اس صفت کے ظاہر کرنے میں سب سے بالا تھے لیکن آپ پر بھی اعتراض ہوئے لیکن وہ اعتراض اس قسم کے نہیں تھے جو معقول ہوں بلکہ غیر معقول اعتراض تھے جو اپنی ذات میں اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ یہ چسپاں نہیں ہوتے میں آج اس سلسلہ میں ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کا سب سے بڑا دشمن ابوسفیان تھا۔ جب آپؐ نے ہرقل کو خط لکھا تو ہرقل بادشاہ نے کہا۔ دیکھو جس شخص نے خط لکھا ہے اس کی قوم کے کوئی لوگ اس ملک میں ہیں تو معلوم ہؤا کہ ابوسفیان ان دنوں اپنے قافلہ سمیت تجارت کے لئے آیا ہؤا ہے جب اس کو پتہ لگا تو اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو بُلایا اور ابوسفیان کو آگے کھڑا کیا اور اس کے ساتھیوں کو پیچھے اور کہا کہ دیکھو میں بادشاہ ہوں میرے سامنے جھوٹ بولنا بڑا سخت سزا کا مستوجب بنا دیتا ہے۔ میں اس سے سوال کروں گا۔ اگر یہ کسی وقت جھوٹ بولے تو فوراً مجھے بتا دینا کہ جھوٹ بولا ہے۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ ہرقل نے پہلے مجھ سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ نبوّت کے دعویٰ سے پہلے اس شخص کے اخلاق کیسے تھے تو مَیں نے کہا کہ بڑے اچھے تھے تو اس نے کہا مَیں نے یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ نبوّت کے دعویٰ کے بعد تو تمہاری دشمنی ہوگئی پس دعویٰ سے پہلے کی گواہی ہی سچّی گواہی ہوسکتی ہے بعد کی گواہی تو دشمنی کے ماتحت ہوگی۔ پھر اس نے پوچھا کہ جب اس نے دعویٰ کیا تو اس دعویٰ کرنے کے بعد تم نے اس کا رویّہ کیسا دیکھا؟ کیا اس نے کبھی تم سے جھوٹ بولا تو وہ کہنے لگا کہ نہیں اس کے ساتھ ہمارے کئی معاہدے ہوئے ہیں کبھی اس نے وعدہ شکنی نہیں کی لڑائیوں کے بعد جب بھی معاہدہ ہؤا اس نے اسے پورا کیا تو آپ گویا یہ ایک شدید ترین دشمن کی گواہی ہے جو درحقیقت انعامات کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ سزا کا مستحق ہوتا ہے اس لئے اس کو شکوہ زیادہ پیدا ہوسکتا ہے اور بہت ممکن تھا کہ وہ اعتراض کرتا بلکہ وہ خود بھی کہتا ہے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مَیں جھوٹ بول کر اعتراض کردوں مگر چونکہ بادشاہ نے میرے پیچھے ساتھی کھڑے کئے ہوئے تھے میں ڈرا کہ اگر مَیں نے جھوٹ بولا تو انہوں نے بول پڑنا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ اموال غنیمت تقسیم کئے تو ایک شخص بولا تِلْكَ قِسْمَةٌ مَا

اُرِیْدَ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ یعنی یہ ایسی تقسیم تھی جس میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مدِّ نظر نہیں رکھا گیا۔ اَب یہ ایک اعتراض ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ وہ تقسیم جس میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مدِّ نظر نہ رکھا جائے چند قسم کی ہو سکتی ہے مثلاً ایسی تقسیم کہ اپنے آپ انسان مال کھا جائے یا ایسی تقسیم جس میں رشتہ داروں کو مال دیدے یا ایسی تقسیم کہ جس نے اعتراض کیا ہے اس کا حق مارا جائے تبھی وہ غلط ہو سکتی ہے لیکن اس نے ایک مثال بھی پیش نہیں کی اَب بکواس کرنے کو تو ہر شخص بکواس کر سکتا ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ جب اس نے کہا مَا اُرِیْدَ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ تو کیا اس نے کوئی مثال پیش کی ؟ کہ میرا حق مجھے نہیں دیا یا کیا اس نے یہ مثال پیش کی کہ آپؐ نے اپنا حصّہ اتنا نکال لیا جو جائز نہیں تھا یا اپنے رشتہ داروں کو اتنا مال دے دیا جو جائز نہیں تھا کوئی ایک مثال پیش نہیں کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے فقرہ نے ہی بتادیا کہ وہ جھوٹا الزام لگا رہا تھا ورنہ ان تینوں مثالوں میں کوئی مثال تو بتاتا جس میں ناجائز سلوک ہوتا ہے یا یہ بتاتا کہ آپ نے مال زیادہ لے لیا یا یہ کہ اپنے رشتہ داروں کو مال دے دیا جس کے وہ مستحق نہیں تھے یا یہ کہ میں مستحق تھا مجھے نہیں دیا تو نہ رشتہ داروں کی مثال پیش کرتا ہے۔ اور نہ اپنی مثال پیش کرتا ہے جس سے ثابت ہو کہ اس کا اعتراض معقول تھا پس پتہ لگا کہ درحقیقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی رَبُّ الْعَالَمِیْن والی ظلّی صفت پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ محض اپنی حماقت کا اقرار کرتا ہے تو اس قسم کے اعتراضات رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم کے ظلّ ربّ العالمین ہونے کو زیادہ ثابت کرتے ہیں اگر واقعہ میں کوئی غلطی ہوئی تھی تو وہ بتاتا کیوں نا۔ کہ یہ غلطی ہوئی ہے اس کا نہ بتانا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ بھی جانتا تھا کہ آپ رَبُّ الْعَالَمِیْن ہیں اور میں اعتراض کر ہی نہیں سکتا نہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میرا حق نہیں دیا کیونکہ جھوٹا بنوں گا نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اپنے رشتہ داروں کو دے دیا ہے نہ یہ کہ حضور نے خود لے لیا ہے کیونکہ لوگ کہیں گے کہ بتا تو سہی کہاں لے لیا گو اس کا اپنا فقرہ ہی یہ بتاتا ہے کہ وہ حضور کو صفتِ ربّ العالمین کا ظلّ سمجھا ہے اس لئے اعتراض کا ہونا اس بات کی علامت نہیں کہ آپ اَلْحَمْد کے مستحق نہیں وہ اعتراض اتنا غیر معقول تھا کہ اپنی ذات میں ثابت کر رہا تھا کہ آپ رَبُّ الْعَالَمِیْن کے ظلّ ہیں اور اس لئے آپ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے بھی ظلّ ہیں اور ہر قسم کی تعریفوں کے مستحق ہیں۔"[1]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۶؍جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۔

۳ - (خطبہ جمعہ ۳ ؍جون ۱۹۵۵ء) " آج میں دوسری آیت کو لیتا ہوں یعنی الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی تعریف اس لئے ہے کہ وہ رَحْمٰن اور رَحِیْم ہے۔ جو رَحْمٰن اور رَحِیْم ہوگا وہ ساری قوموں کی تعریف کا مستحق ہوگا۔ رَحْمٰن کے معنے قرآن کریم کی رو سے یہ معلوم ہوتے ہیں کہ جس نے کوئی نیک کام اور کوئی خدمت نہ کی ہو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنے والا اور جس کے پاس کچھ نہ ہو اسے وہ ذرائع مہیا کرکے دینے والا ہو جن ذرائع کی وجہ سے وہ اعلیٰ ترقی حاصل کر سکے اور رحیم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص جو کام کرتا ہے اس کے کام کا بدلہ متواتر جاری رہے۔ دنیا میں اس کی مثال پنشن میں ملتی ہے یعنی ایک آدمی نوکری کرتا ہے پھر بیس بائیس یا چالیس سال کے بعد وہ گورنمنٹ کا کام چھوڑ دیتا ہے تو اس کو پنشن مل جاتی ہے رحیم کا یہی مطلب ہے کہ جب کوئی شخص نیک کام کرتا ہے تو اس کا بدلہ جاری رکھتا ہے بار بار دیتا ہے تو پنشن ایک ادنیٰ مثال ہے۔ قرآن کریم کی رُو سے رحیمیت کے معنے پنشن سے بہت زیادہ ہیں کیونکہ پنشن تنخواہ سے آدھی ہوتی ہے بعض دفعہ وہ گذارہ کے لئے کافی نہیں ہوتی یا پھر بڑھاپے میں جو امداد دی جاتی ہے وہ بھی گذارہ کے لئے کافی نہیں ہوتی کہ انسان آرام سے بڑھاپے میں گذارہ کر سکے صرف اتنا ہی ہوتا ہے جو اس کو ملتا ہے مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کریں گے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کریں گے انہیں جنت ملے گی اور جنت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ نیز فرماتا ہے وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ یعنی جو کچھ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوگی یا زبان پر آئے گی وہ انہیں مل جائے گی بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے لیکن انسان اس کو زبان پر لانے کی جرأت نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ یہ بہت بڑا مطالبہ ہے تو باوجود دل میں خواہش ہونے کے چونکہ وہ بیان نہیں کرتا اس لئے وہ پوری نہیں ہوتی اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان مُنہ سے ایک بات کہتا ہے لیکن دل میں جانتا ہے کہ یہ میرا حق نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں معنے بیان فرما دیئے کہ جنت میں لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ بھی ہوگا اور لَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ بھی یعنی جو دل میں خواہش ہوگی وہ بھی پوری ہو جائے گی۔ پھر ہو سکتا ہے کہ جنت کی ضروریات کا علم انسان کو یہاں نہیں ہوتا، انسان وہاں ایسی چیزیں مانگے جو اچھی ہوں اور اس کو مل جائیں گی لیکن وہ ناواقفی

میں یہ نہ سمجھتا ہو کہ وہ اس کے بیوی بچوں کے لئے بھی کافی ہوں گی یا نہیں تو قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی مومن جس درجہ کا مستحق ہوگا۔ اس کے بیوی بچے اور اولاد اور ساتھی بھی وہیں رکھے جائیں گے گویا نہ صرف اس کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا کہ اس کی ضرورتیں پوری کی جائیں بلکہ اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے دوست رشتہ داروں کی ضرورتیں پوری کی جائیں گی اب دیکھ لو پنشن کا اس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں پھر فرماتا ہے کہ جنّت ہمیشہ رہنے والی ہے اور پنشن میں تو گورنمنٹ پراویڈنٹ فنڈ کا اندازہ کرتی ہے پھر پنشن مقرر کرتی ہے کہ اگر ہم اس کو پراویڈنٹ فنڈ دیتے تو عام طور پر اتنی عمر میں لوگ مر جایا کرتے ہیں تو اس کا حساب لگا لیا اور اس کا سود لگا کر پیسے دے دیئے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہاں وہ ہمیشہ ہی زندہ رکھے جائیں گے گویا پنشن دائمی ہوگی اوّل پنشن دائمی ہوگی۔ دوم پنشن اس کی سب ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہوگی سوئم وہ پنشن ایسی ہوگی کہ اس کی ضرورتوں کو ہی پورا نہ کرے گی بلکہ سارے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرے گی اگر اولاد بڑھتی چلی جاتی ہے پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہوتی چلی جاتی ہیں تو پنشن والے کہیں گے کہ ہم نے کہاں سے حساب کر کے دینا ہے مگر وہ فرماتا ہے کہ وہ سب بھی اسی مقام پر رکھے جائیں گے اور جو حق اس کو دیئے جائیں گے وہ اُن کو بھی دیئے جائیں گے جنہوں نے خدمت نہیں کی ......

اگر دنیوی حکومتیں ان اصولوں کو قبول کر لیں تو وہ بھی اَلْحَمْد کی مستحق ہو جائیں گی اور ان میں لڑائی جھگڑے اور فساد بند ہو جائیں گے اور ان کے دشمن باقی نہ رہیں گے۔ اگر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم والی حکومت کو کوئی دشمن مٹانا چاہے تو اس کا مطلب ہوا نا کہ آپ بھی مرے، یہ تو ہمیں بتاتی ہے کہ نہ صرف کام کرنے والے زندہ رکھے جائیں بلکہ جو کام نہیں کرتے وہ بھی زندہ رکھے جائیں اب اگر کوئی گورنمنٹ یہ طاقت اختیار کر لے اور پھر اسے وسیع کیا جائے تو صرف اپنے مُلک کے لوگوں کے لئے ہی نہیں بلکہ باقی لوگوں کے لئے بھی۔ لازمی بات ہے کہ اس حکومت کا دُنیا میں کوئی دشمن ایسا پاگل کون مل سکتا ہے جو اپنے گلے پر آپ چھری پھیرنے لگ جائے اگر دُنیا اس اصول پر عمل کرے تو سارے جھگڑے کیپٹلزم اور کمیونزم کے ختم ہو جاتے ہیں۔[1]

لے۔ روزنامہ الفضل ربوہ ۲۲ جون ۱۹۵۵ء ص ۳، ۴۔

۴۔ (خطبہ جمعہ ۱۰ ؍جون ۱۹۵۵ء) "مَیں کئی جمعوں سے سورۃ فاتحہ کے متعلق یہ بیان کر رہا ہوں کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے وہ گُر بیان کئے ہیں جن سے کیپٹلزم اور کمیونزم کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے آج بھی اس سلسلہ میں ایک کڑی مَیں نے بیان کرنی تھی لیکن بوجہ اس کے کہ ہم سفر کی تیاری کر رہے ہیں طبیعت میں کچھ پریشانی سی ہے اس لئے وہ سارے پہلو جو میں بیان کرنا چاہتا تھا بیان نہیں کرتا صرف مختصراً کچھ کہہ دیتا ہوں۔

آج مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ والا حصّہ ہے دُنیا میں حکومت کی بڑی غرض یہی سمجھی جاتی ہے کہ وہ ہنگامی حالات EMERGENCIES میں کام آئے عام حالات میں افراد خود اپنا انتظام کر لیتے ہیں حکومت کا کام یہی ہوتا ہے کہ جب ایک جتھہ اور گروہ یا ایک قوم کوئی شرارت کرے تو اس وقت اس کو سنبھال لے لیکن عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ حکومت ایسے کام سے عہدہ برآ نہیں ہوتی ....

.... اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بیان کیا ہے کہ الٰہی حکومت جو اَلْحَمْد کی مستحق ہوتی ہے اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْن ہوتی ہے۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں لیکن میں ایک پہلو کو لیتا ہوں۔ يَوْمِ الدِّيْن کے لفظی معنے تو جزا سزا کے وقت کے مالک ہیں لیکن اصل مطلب یہ ہے کہ قومی یا مجموعی خرابی یا مجموعی طور پر اچھے کام کے اجزاء اور فیصلہ کے وقت انفرادی واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں ان کے روکنے یا اِن کے جزا دینے سے نہ گورنمنٹ ڈرتی ہے نہ اس پر ان کا کوئی بوجھ ہوتا ہے اصل میں قومی واقعات ہی ایسے آتے ہیں جنہیں يَوْمِ الدِّيْن کہنا چاہئے۔ ایسے وقت میں بعض دفعہ گورنمنٹ ڈر جاتی ہے کہ پبلک ہم سے کل پوچھے گی یا بعض دفعہ وہ جزا دینے سے کوتاہی کر جاتی ہے کیونکہ جزا اس کی طاقت سے بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ دنیوی حکومتیں جزا سزا کے دن کی جج تو ہوتی ہیں مالک نہیں ہوتیں۔ خدا تعالےٰ جب جزا سزا دیتا ہے تو اسے کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔ وہ مجبور نہیں ہوتا کہ کسی کو جزا دے یا سزا دے لیکن ایک جج ایسا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ عام عقل یہ کہتی ہے کہ کوئی قوم جو مجرم ہے وہ کسی وقت پکڑی جاتی ہے تو کل کو وہ پھر شرارت کرے گی جب مکّہ فتح ہوا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے دشمنوں کو یہ کہہ کر معاف کر دیا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اب یہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ والا سلوک ایک جج نہیں کر سکتا کیونکہ عام عقل یہ کہتی ہے کہ کوئی قوم جو مجرم ہو جب وہ کسی وقت پکڑی جائے تو

اسے سزا دینی چاہیئے ورنہ کل وہ پھر شرارت کرے گی لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم تو مالک ہیں دنیوی حکومتیں اس لئے مجبور ہیں کہ اوّل تو وہ مالک نہیں دوسرے انہیں پتہ نہیں ہوتا کہ کل کو کیا ہو جائے گا۔ اگر آج عفو کر دیا تو ممکن ہے کل شرارت ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم مالک ہیں آج کے دن کے بھی اور جب کل آئے گا تو ہم مالک ہیں کل کے دن کے بھی۔ ہمیں یہ ڈر نہیں کہ کل کو یہ لوگ اپنی شرارت میں کامیاب ہو جائیں گے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دشمنوں سے فرمایا کہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ظاہری عقل نے کہا کہ آپ نے بڑی نادانی کی وہ قوم جو تیرہ سال سے تکالیف دے رہی تھی اور جس کی شرارتیں متواتر چلی آرہی تھیں آج وہ اتفاقاً قابو میں آگئی ہے اور یہ اسے معاف کر رہے ہیں کل کو اگر پھر انہوں نے شرارت کی تو پھر کیا ہو گا چنانچہ عملی نمونہ بھی خدا تعالیٰ نے دکھلا دیا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ کہلانے والا بھی مالک تھا اس لئے جو خرابیاں اس کے نتیجے میں عقلی طور پر پیدا ہو سکتی تھیں وہ بھی پیدا نہ ہوئیں ....

تو مالک یوم الدین میں بتایا کہ یہ بھی ایک طریقہ ہے جس سے حمد حاصل ہوتی ہے اگر کوئی حکومت مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بن کر رہے جس طرح خدا تعالیٰ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بن کر حکومت کرتا ہے تو پھر عوام الناس ہیں اور پبلک میں اور ارد گرد کے لوگوں میں بغض کبھی پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ تعریف ہی ہوتی ہے کہ بڑے اچھے ہیں تو فرماتا ہے کہ اَلْحَمْدُ حاصل ہوتی ہے۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ سے۔ جو مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ نہیں اُسے اَلْحَمْدُ نہیں ملتی۔ جو رَبُّ الْعَالَمِيْنَ نہیں اسے اَلْحَمْدُ نہیں ملتی۔ جو رَحْمٰن نہیں اُسے اَلْحَمْد نہیں ملتی۔ جو رَحِیْم نہیں اُسے اَلْحَمْدُ نہیں ملتی۔ اَلْحَمْدُ تبھی ملتی ہے جب کہ وہ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کی صفت کا مظہر ہو۔ رحمانیت کا مظہر ہو۔ رحیمیت کا مظہر ہو اور مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْن کا مظہر ہو۔[1]

چودھواں پیغام

مورخہ ۲۲ رمئی ۱۹۵۵ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ✧ وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ

هُوَ النَّاصِرُ خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۳۰ رجون ۱۹۵۵ء صہ ۳ تا ۴۔

زیورچ ۲۲ مئی ۱۹۵۵ء

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

سالہا سال کی بات ہے میں نے خواب دیکھی تھی اور وہ اخبار میں کئی دفعہ چھپ بھی چکی ہے میں نے دیکھا کہ میں کرسی پر بیٹھا ہوں اور سامنے ایک بڑا قالین ہے اور اس قالین پر عزیزم چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب عزیزم چوہدری عبداللہ خانصاحب اور عزیزم چوہدری اسداللہ خانصاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ سر ان کے میری طرف ہیں اور پاؤں دوسری طرف ہیں اور سینہ کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور میں دل میں کہتا ہوں کہ یہ تینوں میرے بیٹے ہیں۔ عزیزم چوہدری ظفر اللہ خانصاحب نے ساری عمر دین کی خدمت میں لگائی ہے اور اس طرح میرا بیٹا ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ میری بیماری کے موقعہ پر تو اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کو اپنے بیٹا ہونے کو ثابت کرنے کا موقعہ دیا بلکہ میرے لئے فرشتہ رحمت بنا دیا وہ میری محبت میں یورپ سے چل کر کراچی آئے اور میرے ساتھ چلنے اور میری صحت کا خیال رکھنے کے ارادہ سے آئے چنانچہ ان کی وجہ سے سفر بہت اچھی طرح کٹا اور بہت سی باتوں میں آرام رہا آخر کوئی انسان پندرہ بیس سال پہلے تین نوجوانوں کے متعلق اپنے پاس سے کس طرح ایسی خبر دے سکتا تھا۔ دُنیا کا کون سا ایسا مذہبی انسان ہے جس کے ساتھ محض مذہبی تعلق کی وجہ سے کسی شخص نے جو اتنی بڑی پوزیشن رکھتا ہو جتنی چودھری ظفر اللہ خان صاحب رکھتے ہیں اس اخلاص کا ثبوت دیا ہو کیا یہ نشان نہیں؟ مخالف مولوی اور پیر گالیاں تو مجھے دیتے ہیں مگر کیا وہ اس قسم کے نشان کی مثال بھی پیش کر سکتے ہیں کیا کسی مخالف اور پیر نے ۲۰ سال پہلے کسی نوجوان کے متعلق ایسی خبر دی اور بیس سال تک وہ خبر پوری ہوتی رہی اور کیا کسی ایسے مولوی اور پیر کی خدمت کا موقعہ خدا تعالیٰ نے کسی ایسے شخص کو دیا جو چودھری ظفر اللہ خانصاحب کی پوزیشن رکھتا تھا اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو بغیر معاوضہ کے نہیں چھوڑے گا۔ اور اُن کی محبّت کو قبول کرے گا اور اس دُنیا اور اگلی دُنیا میں اس کا ایسا معاوضہ دے گا کہ پچھلے ہزار سال کے بڑے آدمی اس پر رشک کریں گے کیونکہ وہ خدا شکور ہے اور کسی کا احسان نہیں اٹھاتا اس نے ایک عاجز بندہ کی محبت کا اظہار کیا اور اس کا بوجھ خود اٹھانے کا وعدہ کیا اب یقیناً جو اس کی خدمت کرے گا خدا تعالیٰ اس کی خدمت کو قبول کرے گا۔ اور دین و دُنیا میں اس کو ترقی دے گا۔ وہ صادق الوعد ہے اور رحمان و رحیم ہے۔ اب

دو اڑھائی مہینے میں ہماری واپسی کا وقت قریب آجائے گا۔ احباب دعا کریں خیریت سے ہم پاکستان واپس آئیں اور وہاں بھی اللہ تعالیٰ ہر طرح خیریت کے سامان پیدا کرے۔ اس وقت جب کہ میں یہ پیغام لکھوا رہا ہوں۔ میری طبیعت بہت اچھی معلوم ہو رہی ہے گو یہاں بارش بہت ہے مگر یہاں کی آب و ہوا نے بہت اچھا اثر میری طبیعت پر ڈالا ہے اگر SOUTH میں جگہ مل جاتی تو اس سے بھی اچھا اثر پڑتا ممکن ہے آئندہ مختصر قافلہ کے ساتھ دس بارہ دن کے لئے پھر ڈاکٹری مشورہ کے لئے آنا پڑے کیونکہ ڈاکٹر نے کہا ہے مجھے وقتاً فوقتاً دکھاتے رہو۔

مرزا محمود احمد[۱]

ربوہ کی دردناک اجتماعی دُعا اور اس کا نظارہ عالم رؤیا میں

۲۹ مئی ۱۹۵۵ء (مطابق ۲۹ رمضان) کو ربوہ میں حسب معمول درس قرآن مجید کے اختتام پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اجتماعی دُعا کرائی۔ حضور کی غیر حاضری کو اس موقعہ پر اہل ربوہ نے بہت محسوس کیا۔ اور اپنے آقا اور روحانی باپ کی جدائی نے ان پر سوز و رقت کی خاص کیفیت طاری کر دی۔ چند لمحوں میں ہی گریہ و زاری تضرع اور خشوع و خضوع کا ایسا سماں بندھ گیا جس کو الفاظ ادا نہیں کر سکتے احباب اس قدر تڑپ، الحاح اور گڑگڑاہٹ کے ساتھ دُعا کر رہے تھے کہ بعض غیر احمدی دوستوں نے اس گریہ و بکا کو نصف میل کے لگ بھگ فاصلے سے سُنا اور اس پر حیرت کا اظہار کیا۔ یہ تضرع اور عاجزی اور گریہ و زاری اور تڑپ ان مخصوص دعاؤں کی خصوصیت کا رنگ رکھتی تھی جو قبولیت کا درجہ پالیتی ہیں۔ دُعا کرنے والوں کی حالت ایسی تھی جیسے کسی کو ذبح کر دیا گیا اور وہ چلّا رہا ہو اور درحقیقت ایسی دُعائیں ہی عرش الٰہی کو ہلا دیتی اور اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت کو آسمان سے کھینچ لاتی ہیں[۲]۔ یہ متضرعانہ دعائیں خدا کو ایسی مقبول ہوئیں کہ اس نے اپنے پیارے خلیفہ اور امام برحق سیدنا حضرت مصلح موعود کو زیورچ شہر میں اپنے خدام کی حالت کا نظارہ عالم رؤیا میں دکھا دیا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا:۔

---

[۱] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۹ مئی ۱۹۵۵ء صـ۱ ۔

[۲] ۔ روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۳ جون ۱۹۵۵ء صـ۳ ۔

"۲۳، اور ۲۴، مئی کی درمیانی رات کو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہزاروں ہزار آدمی جماعت کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہیں اور میرے لئے دعا کر رہے ہیں وہ اتنا دردناک نظارہ تھا کہ اس سے میرا دل دہل گیا۔ اور میری طبیعت پھر خراب ہوگئی۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود ارادہ کے میں عید پڑھانے نہیں جاسکا چونکہ اس رؤیا میں میرے لئے ایک دہشت تھی اور اب بھی اس کا نظارہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے میں سفر میں اس رؤیا کو لکھ کر بھجوانا پسند نہیں کرتا۔ اس عرصہ میں ربوہ سے خطوط آئے ہیں ان میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ آخری رمضان کی شام کو جو دعا کی گئی وہ ربوہ میں ایک غیر معمولی دعا تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا گویا عرش بھی ہل گیا ہوگا۔ ان خطوں میں بھی گویا میری رؤیا کا نقشہ کھینچا گیا تھا۔ جَزَی اللّٰہُ سَاکِنِیْ رَبْوَۃَ خَیْرًا۔"[1]

ربوہ میں بکثرت درخت لگوانے کی تاکید حضور نے زیورچ سے مئی ۱۹۵۵ء میں ناظر صاحب اعلیٰ کو حسب ذیل مکتوب لکھا جس میں تاکید فرمائی کہ اہل ربوہ کی صحت کے لئے زیادہ سے زیادہ درخت لگوائے جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

BEGONIEN STRASSE, 2

ZURICH, 57. SWITZER LAND

مکرمی اختر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ربوہ میں لوگوں کی صحت کے لئے زیادہ سے زیادہ درخت لگانے نہایت ضروری ہیں اور درخت بغیر پانی کے نہیں لگ سکتے آپ فوری طور پر صدر انجمن میں یہ معاملہ رکھ کر پاس کرائیں کہ پہلے ٹیوب ویل کو درست کرایا جائے۔ بلکہ بہتر ہو کہ بجلی کا انجن اس کی جگہ فوری لگ جائے تاکہ پانی بافراط مہیا ہو سکے اور پہلے لگے ہوئے درخت سوکھ نہ جائیں اس کے علاوہ مزید ٹیوب ویل بھی جلدی لگائے جانے ضروری ہیں اس بارہ میں کسی واقف سے مشورہ کرکے فوری اپنی رپورٹ بھجوائیں۔ کہ کس کس جگہ ٹیوب ویل لگ سکیں گے جن سے تمام ربوہ کی سڑکوں پر پودوں کے لئے پانی آسانی سے دیا جاسکے۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۴؍ جون ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۔

ضروری ہے موجودہ درختوں سے بھی دس پندرہ گنے بلکہ زیادہ درخت لگائے جائیں بجلی سے اَب کام بہت آسان ہو گیا ہے۔ ——— مرزا محمود احمد

جنیوا کا دوبارہ سفر

۳۰ رمئی کو حضور ڈاکٹر شمٹ ہومیوپیتھ سے مشورہ لینے کے لئے زیورک سے جنیوا تشریف لے گئے اور یکم جون کو واپس زیورک آ گئے۱؎

زیورچ کے احمدی احباب سے خطاب

حضرت مصلح موعود نے ۵ رجون ۱۹۵۵ء کو ایک ٹی پارٹی کے موقعہ پر زیورچ کے احمدی احباب سے انگریزی میں خطاب فرمایا جس کا ترجمہ بعد میں شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ انچارج سوئٹزرلینڈ نے جرمن زبان میں کیا۔ حضور نے فرمایا:-

"میرے دوستو اور بھائیو ...... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

میں ایک سخت بیماری کے بعد تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہُوا ہوں اس بیماری کے دوران میں بعض اوقات مجھے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ شاید مَیں تمہیں کبھی دیکھنے کے قابل نہ ہو سکوں گا لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے تم سے ملنے کا موقعہ مہیا فرما دیا ہے میری بڑی خواہش تھی کہ مَیں تم سے ملوں بالکل اسی طرح جس طرح ایک باپ کو اپنے بچوں سے ملنے کی خواہش ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں میرے روحانی فرزند بنایا ہے اس لئے تم سے میری محبت کا رشتہ طبعًا دنیاوی بیٹوں سے زیادہ مضبوط ہے ——— آج سے تیس سال قبل روم سے براستہ میلان فرانس جاتے ہوئے میں تمہارے ملک سے گذرا تھا لیکن میں یہاں پر قیام نہ کر سکا تھا۔ مَیں نے اس وقت درخت جھیلیں اور ندیاں دیکھی تھیں۔ اور خیال کیا تھا کہ سوئٹزرلینڈ انتہائی خوبصورت ملک ہے جس میں اس قسم کے ہرے بھرے منظر عمدہ جھیلیں اور سرسبز درخت ہیں۔ میں اس وقت یہ نہ جانتا تھا کہ اس ملک میں بھی ایسی وفادار اور مخلص دل رکھنے والی روحیں پیدا ہوں گی۔ جو خدا تعالیٰ کے حضور جھکیں گی۔ اور اس کی ہدایت کو حاصل کریں گی۔ لیکن اَب مَیں اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ رہا ہوں اور اس پر مَیں بہت ہی خوشی محسوس کر رہا ہوں

مَیں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں صراطِ مستقیم پر چلائے اور تم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر

۱؎ "الفضل" ۲۶ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۵

لو اور تم اس کے اس طرح پیارے بن جاؤ جس طرح بچے اپنے باپ کو پیارے ہوتے ہیں اگر تم خدا تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرو گے تو تمہاری تعداد آہستہ آہستہ بڑھ جائے گی۔ اور تم اس دنیا پر غالب آجاؤ گے (انشاء اللہ تعالیٰ)

تمہارا ملک ایک صنعتی ملک ہے گو یہ بہت اہمیت رکھتا ہے تاہم یہ ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن اگر تم خدا تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرو گے تو بڑے ملک بھی تم پر رشک کرنے لگیں گے۔ اور خدا تعالیٰ تمہیں ہمیشہ کے لئے زیادہ سے زیادہ شان و شوکت عطا فرمائے گا[1]

ٹیلی ویژن پر انٹرویو اور ایک یوگوسلاوین کا قبولِ اسلام

۸ رجون کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا۔ کیونکہ اس روز سوئس ٹیلیویژن کے ذریعہ حضور کا انٹرویو نشر ہوا۔ حضور نے یہ انٹرویو انگریزی زبان میں دیا۔ جس کا ترجمہ شیخ ناصر احمد صاحب مبلغ سوئٹزرلینڈ نے جرمن زبان میں کر کے سنایا۔ حضور نے سفر یورپ کی غرض، رمضان المبارک کی اہمیت۔ جماعت احمدیہ کی تبلیغی جدوجہد اور اس کی ضرورت سے متعلق سوالات کے جوابات دیئے۔ علاوہ ازیں یوگوسلاویہ کا ایک باشندہ حضور کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا[2]

زیورک سے جرمنی تک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود سوئٹزرلینڈ میں ایک ماہ تک قیام فرمانے کے بعد زیورچ سے ۱۰ رجون ۱۹۵۵ء کو بذریعہ کار جنوبی سوئٹزرلینڈ کے مقام لوگانو کو روانہ ہو گئے۔ حضور ۱۱ رجون کو اٹلی کے مشہور شہر وینس میں پہنچے اور ۱۴ رجون کو وینس سے انسبروک (آسٹریا) تشریف لے گئے۔ ۱۵ رجون کو حضور آسٹریا سے جرمنی چلے گئے۔ ۶ بجے کے قریب حضور نیورنبرگ پہنچے۔ جہاں چوہدری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی اور کئی اور مخلصین حضور کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ نیورنبرگ میں پندرہ مرد اور عورتیں احمدی نومسلم تھے اور وہ سب کے سب اخلاص اور محبت سے سرشار تھے۔ اس مقام پر حضور نے نومسلمین کے ساتھ جرمنی میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر تبادلہ خیالات بھی فرمایا۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۳ رجون ۱۹۵۵ء صا

[2] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۱ رجون ۱۹۵۵ء صا

۱۷؍جون کو حضور نیورنبرگ سے روانہ ہوئے اور ۱۸؍جون کو پانچ بجے کے قریب ہیگ پہنچے جہاں مقامی مبلغ مولوی غلام احمد صاحب بشیر اور مکرم مولانا محمد ایوب صاحب سماٹری اور کئی نو مسلم دوست حضور کے استقبال کے لئے موجود تھے۔

۱۹؍تا ۲۴؍جون حضور ہالینڈ میں قیام فرما رہے[1] اور پھر دوبارہ جرمنی تشریف لے گئے۔

حضور ۲۵؍جون کو شام کے چار بج کر دس منٹ پر سیدہ ام متین صاحبہ، سیدہ مہر آپا، صاحبزادی امۃ الجمیل اور صاحبزادی امۃ المتین۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، میر داؤد احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ اور محترمی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی معیت میں ہمبرگ کے ہوائی مستقر پر ہوائی جہاز سے اُترے چودھری عبداللطیف صاحب کے علاوہ برادرم عبدالکریم صاحب ڈنگر۔ برادرم عبدالحمید صاحب ڈنگر (DANGAR)، ایک پاکستانی دوست محمود الٰہی صاحب اور برادرم عبدالکریم صاحب کی اہلیہ محترمہ ہوائی اڈہ کے اندر موجود تھے اور حضور کو ہوائی اڈہ سے اترتے ہی اَھْلًا وَّ سَھْلًا وَّ مَرْحَبًا کہا اور مسٹر اور مسز ڈنگر نے حضور کی خدمت میں پھول پیش کئے کسٹم وغیرہ سے فارغ ہو کر حضور ۵ بجے ہوٹل میں پہنچے جہاں دیگر احباب جماعت موجود تھے۔ حضور نصف گھنٹہ کے بعد ملاقات کے کمرہ میں تشریف لے آئے۔ پہلے ہمبرگ کے ایک مشہور جرنلسٹ مسٹر (PIRATH) نے اپنے فوٹو گرافر کے ساتھ حضور کا انٹرویو لیا اور کئی ایک فوٹو لئے اس کے بعد ایک گھنٹہ تک حضور پر نور احباب جماعت سے مشن کے استحکام کے متعلق تبادلہ خیالات فرماتے رہے اور دیگر ضروری امور کے علاوہ ہمبرگ میں مسجد کی تعمیر کے متعلق تفصیلی گفتگو فرمائی اور بعد ازاں شام کے کھانے کے لئے تمام قافلہ کے ساتھ چودھری عبداللطیف صاحب کے ہاں تشریف لائے اور محبت اور پیار کے ساتھ بچوں کے ساتھ باتیں فرماتے رہے۔

ایک نامور مستشرق کی بیعت

۲۶؍جون بروز اتوار صبح دس بجے حضور اپنے ڈاکٹری معائنہ کے لئے چوہدری عبداللطیف صاحب کے علاوہ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے ہمراہ ہمبرگ یونیورسٹی کے پروفیسر PROF. DR. N. PETHE کے مکان پر تشریف لے گئے۔ پروفیسر مذکور نے حضور کا مکمل

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۷؍ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۸

معائنہ کیا اور حضور کی صحت کی ترقی کی رفتار پر خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا واپس تشریف لا کر حضور نے کچھ آرام فرمایا اور اس کے بعد KIEL سے آئے ہوئے جرمنی کے بہت بڑے مستشرق اور KAMAOUR سے ایسی مؤثر گفتگو فرمائی کہ اُس نے اُسی روز حضور پُر نور کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بیعت لینے کے بعد حضور نے فرمایا "خدا تعالیٰ نے غالباً مجھ کو ہمبرگ اس لئے لایا تھا کہ آپ میرے ہاتھ پر اسلام قبول کریں حضور نے ان کا اسلامی نام زبیر تجویز فرمایا۔ CONTIPRESS کا ایک نمائندہ حضور سے ملاقات کے لئے آیا اور بہت سے فوٹو لئے ہمبرگ کے ایک نامور جرمن مستشرق ڈاکٹر AHEL حضور سے ملاقات کے لئے آئے اور نصف گھنٹہ تک حضور ان سے عربی میں گفتگو فرماتے رہے بعد میں حضور نے اُن کی زبان دانی کی تعریف فرمائی۔ ان ملاقاتوں سے فارغ ہونے پر حضور نماز کے لئے تشریف لائے۔ لوکل احمدی بھی نماز کے لئے آئے ہوئے تھے حضور نے ظہر اور عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نماز کے بعد ہوور سے آئے ہوئے احمدی دوست جو پریس فوٹو گرافر ہیں نے کثرت سے فوٹو لئے حضور قریباً ایک گھنٹہ مجلس میں رونق افروز رہے اور لوکل احمدیوں سے مختلف امور کے بارہ میں گفتگو فرماتے رہے حسب ضرورت جرمن میں ترجمہ چوہدری عبداللطیف صاحب کرتے رہے۔ حضور نے دیگر امور کے متعلق علاوہ مسجد تعمیر کرنے کے بارہ میں پھر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور جلد از جلد زمین کے حصول کی تاکید فرمائی۔ شام کے قریب حضور سب کے ساتھ سیر کے لئے تشریف لے گئے اور ہمبرگ کی بندرگاہ دیکھی بعد ازاں حضور از رہ ذرہ نوازی شام کے کھانے کیلئے پھر معہ قافلہ چوہدری عبداللطیف صاحب کے ہاں تشریف لائے اور انہیں اپنی محبت اور شفقت سے نوازا۔

۲۷ر جون بروز سوموار پہلے حضور خرید و فروخت کے لئے تشریف لے گئے اور کئی ایک ضروری اشیاء خرید فرمائیں اس کے بعد ہوٹل تشریف لائے اور CLANEN شہر سے آئے ہوئے ایک احمدی دوست KRETZC HMAR سے ملاقات فرمائی حضور کی بلند پایہ شخصیت کے پیش نظر ہمبرگ گورنمنٹ نے بھی RECEPTION کا انتظام کیا اور حضور ہمبرگ گورنمنٹ کے نمائندگان کو ملنے کے لئے دس بج کر پینتالیس (۱۰ — ۴۵) منٹ پر ٹاؤن ہال تشریف لے گئے اور وزیر تعمیر مسٹر FISENNE اور گورنمنٹ کے سیکرٹری جنرل مسٹر JOSS

نے حضور سے ملاقات کی۔ حضور نے ان سے بیس منٹ تک گفتگو فرمائی اس موقعہ پر (CONTI-PRESS) کے نمائندہ نے کثرت سے فوٹو لئے جو ہمبرگ کے دو روزنامہ اخبارات میں شائع ہوئے (ان دونوں تصاویر کو حضور نے بہت پسند فرمایا) اس ملاقات سے فارغ ہونے کے بعد حضور ہمبرگ کے مشہور سرجن (PROF. DR. JUNPER) سے مشورہ کے لئے تشریف لے گئے۔ پروفیسر مذکور نے ایکس رے فوٹو دیکھنے کے بعد کہا کہ چاقو کی جو نوک اندر رہ گئی ہے اس کو نکالنے کی ضرورت نہیں اس سے حضور پُرنور کی تسلی ہو گئی۔ یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ دوبارہ اپریشن کی ضرورت ڈاکٹری رائے میں پیش نہیں آئی۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام برادرم عبدالکریم ڈنکر نے کیا۔

مقامی جماعت کی طرف سے حضور کے اعزاز میں دعوت

اسی روز شام کے ساڑھے سات بجے حضور کے اعزاز میں ہمبرگ کی جماعت نے دعوت چائے کا انتظام کیا جس میں احمدی احباب کے علاوہ ہمبرگ کے معززین نے بھی شرکت کی۔ پریس کے نمائندے بھی شامل ہوئے اور انہوں نے فوٹو بھی لئے۔ برادرم عبدالکریم صاحب ڈنکر نے حضور کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا جس کے جواب میں حضور نے کھڑے ہو کر ایک خاص ولولہ اور روحانی کیفیت کے ساتھ نصف گھنٹہ تک انگریزی زبان میں تقریر فرمائی جس میں احمدی احباب کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ربوہ مرکز احمدیت کی تعمیر کی تفاصیل بیان فرمائیں کہ کس طرح ایک بنجر علاقہ جس میں صرف تین (TENT) ابتدا میں تھے خدا تعالےٰ نے ایک پُررونق شہر بسا دیا حضور نے فرمایا اس جگہ پینے کا پانی نام کو نہ تھا اور وہاں کے پانی کو جب معائنہ کے لئے لاہور بھجوایا گیا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ پانی انسانوں کے لئے مضر ہے حضور نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اس وقت الہامًا بتایا کہ یہاں میٹھا پینے کا پانی ضرور مہیا ہو گا۔ اور اب وہاں خدائی وعدے کے مطابق پینے کے پانی کی کمی نہیں اور یہ خدا تعالےٰ کے زندہ ہونے اور احمدیت کی صداقت کا بیّن نشان ہے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ جرمن قوم کا کیرکٹر بلند ہے اور انہوں نے ہمبرگ شہر کو اتنی جلدی تعمیر کر لیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جرمن قوم اس زندہ روح کے ساتھ ضرور جلد از جلد اسلام کو جو خود اسی روح کو بلند کرنے کے لئے تعلیم دیتا ہے قبول کرے گی حضور نے فرمایا کہ میں اس نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

کا پیرو کار ہوں جس نے دُنیا میں امن اور روا داری کو قائم کرنے کی پوری کوشش کی اور اپنے مخالفین جنہوں نے مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا، کو فاتح ہونے کی حیثیت میں کس طرح معاف کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اسلام اس روا داری کی تعلیم کا حامل ہے اور اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ اسلام قومیت اور رنگ و نسل کی تمیز سے بالا ہے اور دُنیا میں عالمگیر برادری اور اخوت کو قائم کرنے کے لئے زریں اصول پیش کرتا ہے۔ حضور کی اس محبت بھری تقریر کا جرمن ترجمہ چوہدری عبداللطیف صاحب نے بعد میں کیا۔ حاضرین نے حضور کی تقریر کو بہت پسند کیا۔

اخبارات میں چرچا ہمبرگ کی ایک روزنامہ اخبار HAMBURGAR ANGEIGER نے اپنی اشاعت مورخہ ۲۸ جون ۱۹۵۵ء میں حضور کی اس تقریر اور ہمبرگ گورنمنٹ کی طرف سے خوش آمدید کا ذکر ایک نہایت اچھے فوٹو کے ساتھ حسب ذیل الفاظ میں کیا۔

"امیر المومنین ٹاؤن ہال میں"

"احمدیہ جماعت کے امام حضرت مرزا محمود احمد صاحب (تصویر بائیں طرف) لوکل ٹاؤن ہال میں MINISTER VON FUEMNE نے خوش آمدید کہا۔ ۶۶ سال کی عمر کے امیر المومنین نے کل جماعت کی طرف سے دی ہوئی دعوتِ چائے کے موقعہ پر بیان کیا کہ ربوہ کی تعمیر کس طرح ۱۹۵۰ء میں مخالف حالات میں ہوئی۔ ایک بے آب و گیاہ گاؤں سے کس طرح یہ ایک بڑا شہر بنا۔ جس میں اب مختلف کالج اور مشنری کالج تعمیر ہو چکے ہیں۔ اسلام صلح اور امن کا مذہب ہے۔ اور عالمگیر اخوت کو قائم کرنے کے لئے اصول پیش کرتا ہے اس لئے اسلام یورپ کے لئے مناسبِ حال مذہب ہے۔ اور خاص طور پر جرمنی کے لئے عالمگیر مذہب ہونے کی بناء پر اسلام کا مستقبل جرمن میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ اسلامی روح جرمنی میں زندہ ہے۔ احمدیہ جماعت کا جرمنی میں مرکز ہمبرگ ہے اور اس کے تبلیغی مشن مختلف ممالک میں موجود ہیں۔

اس روزنامہ کے علاوہ جرمنی کے دیگر بیسیوں اخبارات میں بھی حضور کی آمد کی خبر کم و بیش مندرجہ ذیل الفاظ میں شائع ہوئی:-

اسلامی خلیفہ بطور مہمان ہمبرگ میں حضرت مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ تین روز کے لئے بطور مہمان تشریف لائے۔ ان کا ایک خطاب امیر المومنین بھی ہے۔ ۶۶ سال کی عمر کے

خلیفہ ربوہ پاکستان سے آئے ہیں۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے بیٹے بھی ہیں۔ ہمبرگ گورنمنٹ کے ایک وزیر MINISTER VON FLSENNE نے انہیں ٹاؤن ہال میں خوش آمدید کہا۔"

اکثر اخبارات نے یہ خبر حضور کے فوٹو کے ساتھ شائع کی۔

۲۸ جون بروز منگل بھی حضور نے جماعت کے بعض افراد سے گفتگو فرمائی اور ظہر و عصر کی نمازیں پڑھائیں۔ شام کو سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ بعد ازاں حضور مع قافلہ عشائیہ میں شرکت کے لئے چودھری عبداللطیف صاحب مبلغ کے ہاں تشریف لے گئے۔

مبلغ جرمنی کی مخلصانہ خدمات پر اظہارِ خوشنودی

اسی دن چودھری عبداللطیف صاحب مبلغ جرمنی نے حضور کی خدمتِ اقدس میں مشن کی GUEST BOOK دستخط کے لئے پیش کی اس پر حضور نے اپنے قلم مبارک سے حسبِ ذیل ریمارکس درج فرمائے:۔

Dear Abdul Latif,

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Your success in Germany is wonderful and miraculous. You have won the hearts of German people and this could not be done by your efforts. It is surely God's work. Some converts are wonderfully zealous in Islam and pure hearted. May God give you more and more converts and open the hearts of German people for Islam and your hands and help you to erect a fitting mosque in Humburg and make it a centre for German people and specially German Muslims, Amen !

Europe is certainly going to be muslim as is foretold by Promised Messiah. As this prophecy is going to be fulfilled through you, it will be a great blessings for you and your family. May God bless the German Muslims and increase their number to million and million and millions, untill they become majority in Germany.

Mirza Mahmood Ahmad
28, June, 1955

؎ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۳-۴۔

(ترجمہ) :- عزیزم عبداللطیف ۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

جرمنی میں تمہاری کامیابی حیرت انگیز ہے اور معجزانہ رنگ رکھتی ہے ۔ تم نے جرمنی کے رہنے والوں کے دلوں کو فتح کیا ہے اور یہ کام صرف تمہاری کوششوں سے نہیں ہو سکتا تھا ۔ یہ یقینی طور پر خدا کا کام ہے ۔ بعض نومسلم نہایت جوشیلے اور مخلص ہیں ۔ خدا تعالیٰ تمہیں زیادہ سے زیادہ نومسلم عطا فرمائے ۔ اور تمہارے ذریعہ جرمنی کے لوگوں کے دل اسلام کے لئے کھول دے اور خدا تعالیٰ تمہیں ہمبرگ میں ایک موزوں مسجد تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو جرمنی کے تمام لوگوں کے لئے اور خاص طور پر یہاں کے نومسلموں کے لئے ایک مرکز بنائے ۔ آمین ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی پیشگوئی کے مطابق یورپ یقینی طور پر اسلام کی طرف رجوع کر رہا ہے ۔ چونکہ یہ پیشگوئی تمہارے ذریعہ سے پوری ہو رہی ہے اس لئے یہ تمہارے لئے تمہارے خاندان کے لئے بہت بڑی برکت کا موجب ہوگی ۔ خدا تعالیٰ جرمنی کے نومسلموں کو اپنی برکات میں سے حصہ عطا فرمائے اور ان کو لاکھوں لاکھ کی تعداد میں بڑھاتا چلا جائے یہاں تک کہ جرمنی میں ان کی اکثریت ہو جائے ۔ آمین ۔

(دستخط) مرزا بشیر الدین محمود احمد ۔ ۲۸ ؍ جون ۱۹۵۵ء[1]

جرمنی سے دوبارہ ہالینڈ میں ورودِ مسعود

حضور ۲۹ ؍ جون کو بذریعہ ہوائی جہاز دوبارہ ہیگ (ہالینڈ) میں تشریف فرما ہوئے ۔

ہیگ میں حضور نے اپنے تین روزہ قیام میں علاوہ دیگر دینی مصروفیات کے یکم جولائی کو ایک معرکہ آرا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا ۔ یہ خطبہ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

" برادران ۔ کل صبح میں آپ کے ملک سے جا رہا ہوں ۔ طبعی طور پر یہ جدائی مجھ پر شاق گذر رہی ہے ۔ افسوس ہے کہ میں یہاں ایسے وقت میں آیا جبکہ میں بیمار تھا اور اس بیماری کی وجہ سے میری نظر کان اور قوّتِ یاد داشت کافی حد تک اثر پذیر ہیں ۔ اس لئے میں احباب کے چہروں اور ان کے ناموں کو بہت جلد بھول جاتا ہوں ۔ مجھے ڈر ہے کہ میرے بھائی یہ محسوس نہ کریں کہ میں ان کی طرف توجہ نہیں کرتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ میں بعض اوقات ان کے چہروں کو بھول جاتا ہوں اور دوسروں سے

---

[1] ۔ روزنامہ الفضل ربوہ ۱۵ ؍ جولائی ۱۹۵۵ء ص۴ ۔

پوچھتا ہوں کہ "وہ صاحب کون ہیں" پس یہ بات صرف میری بیماری کی وجہ سے ہے۔ عدم توجہ کی وجہ سے نہیں ہے۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بیماری خدا تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے حالانکہ درحقیقت بیماری خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ خود ہماری غلطیوں کی وجہ سے آتی ہے ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ میری بیماری اس سخت کام کی وجہ سے آئی ہے جو مَیں نے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر کیا تھا تقریباً ایک ماہ تک میں ساری ساری رات پڑھتا رہا اور لیکچروں کی تیاری کے لئے نوٹ لیتا رہا۔ اور میری اس عمر کے لحاظ سے یہ بہت زیادہ کام تھا۔

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ مَیں اس سے قبل بہت زیادہ کام کرتا رہا ہوں۔ لیکن اَب میری صحت ویسی نہیں ہے جیسے جوانی کے ایّام میں تھی ایک ڈاکٹر نے مجھے بتلایا کہ اگر چند سال قبل مجھے اس قدر کام نہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا تو غالباً اس بیماری کا حملہ نہ ہوتا۔

برادران! خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے پھر کب ہم ایک دوسرے سے ملیں گے لیکن مجھے اُمید ہے کہ ہمارے دل ہمیشہ ایک دوسرے سے قریب رہیں گے۔

مَیں یہاں تھوڑے عرصہ کے لئے آیا تھا۔ اور جلد ہی آپ لوگوں سے رخصت ہو رہا ہوں اور موجودہ حالات میں مَیں یہ خیال نہیں کر سکتا کہ دوبارہ جلد آپ کے پاس آسکوں گا اگرچہ مَیں نے پختہ ارادہ کیا ہے کہ انشاء اللہ سفر سے واپسی پر ایک دن کے لئے یہاں مسجد کی افتتاحی تقریب میں شمولیت کے لئے آؤں گا اگر ایسا ہؤا تو اُمید کرتا ہوں کہ تقریباً ایک ماہ تک میں ایک دو دن کے لئے یہاں آؤں گا اور دوبارہ آپ سے مل کر اپنے دل کو خوش کر سکوں گا۔

برادران۔ چونکہ میں ایک دور دراز کے مقام پر رہتا ہوں اس لئے یہ بات آپ لوگوں کے لئے بہت مشکل ہے کہ آپ کثرت سے میرے پاس آسکیں اسی طرح یہ بات میرے لئے بھی اس عمر میں اور اس بیماری کی حالت میں ناممکن ہے کہ مَیں تمہارے پاس بار بار آسکوں اس لئے طبعی طور پر میری یہ خواہش ہے کہ جو کچھ مَیں کہوں وہ آپ اچھی طرح یاد رکھیں۔ اگر میں آپ لوگوں کے پاس بار بار آنے کے قابل ہوتا تو میں خیال کرتا کہ جو کچھ میں اَب کہتا ہوں انہیں باتوں کو میں اپنی دوبارہ آمد کے موقع پر دُہراؤں گا لیکن چونکہ دوسرا موقعہ ابھی بہت فاصلہ پر ہے اس لئے طبعی طور پر

میری یہ انتہائی خواہش ہے کہ جو کچھ میں آپ سے کہوں آپ اس کو یاد کریں اور اس بلند معیار تک پہنچ جائیں جو اسلام آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ لوگ اس کے لئے کوشش کریں تو آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں ایسی جماعت جس میں مسٹر صادق وانڈر لینڈ اور مسٹر عبداللطیف ڈی لائین جیسے جوشیلے کارکن موجود ہوں وہ ضرور ایسا کر سکتی ہے یہ نوجوان اپنے یقین اور ایمان میں اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ انسان ان کے چہروں سے ہی اس جوش کا اندازہ لگا سکتا ہے جو ان کے دلوں میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے پایا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی دنیا میں سچائی آتی ہے۔ تو وہ ہمیشہ ایک بیج کی طرح آتی ہے۔ جب میں نوجوانی کو پہنچا تو اس وقت میں نے اپنا ایک اخبار "الفضل" نامی جاری کیا تھا بلکہ اس سے بھی پہلے جب میں صرف چودہ سال کی عمر کا تھا تو میں نے ایک ماہوار رسالہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے نکالا تھا۔ اور پہلا مضمون جو میں نے اس میں لکھا۔ اس کا مضمون یہ تھا کہ تم یہ نہ دیکھو کہ اس وقت کتنے احمدی ہیں بلکہ تم قدرت کے کام کی طرف دیکھو تم دیکھتے ہو کہ یہ بڑے بڑے جنگلات جو سینکڑوں میل میں پھیلے ہوئے ہیں یہ صرف چھوٹے سے بیج سے شروع ہوئے ہیں اسی طرح ایک چھوٹا سا بیج اس زمین میں بویا گیا۔ اور اس نے اس زمین میں جڑیں پکڑ لی ہیں اور اب اس سے ایک عظیم الشان درخت پیدا ہوا ہے مگر آئندہ اس درخت سے اور بیج پیدا ہوں گے اور وہ زمین پر گریں گے۔ اور ایک درخت کی جگہ کئی درخت اُگیں گے اور اس طرح آہستہ آہستہ ان چھوٹے چھوٹے بیجوں سے بڑے بڑے باغات پیدا ہو جائیں گے یہی حالت سچائی کی ہوتی ہے جب میری عمر انیس سال کی تھی تو احمدیوں کی تعداد صرف چند سو تھی اس وقت میں نے کہا کہ " اگرچہ اس وقت ہم صرف چند سو ہیں لیکن ایک وقت آئے گا جب کہ ہم ہزاروں پھر لاکھوں پھر کروڑوں کی تعداد میں ہو جائیں گے۔"

اب تم اس زمانہ پر جس وقت میں نے یہ مضمون لکھا نظر ڈالو اور جماعت کی موجودہ حالت کو دیکھو تمہیں پتہ لگے گا کہ ہماری جماعت نے کیسی حیرت انگیز ترقی کی ہے۔

ایک جلسہ سالانہ میں جبکہ قادیان میں احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آئے ان کی تعداد صرف سات سو تھی لیکن اب ہر سال جلسہ سالانہ پر پچاس ہزار لوگ صرف اس کے شاگرد اور خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھ رہی ہے اس

زمانہ میں ان سات سو میں کوئی ایک بھی غیر ملکی نہیں تھا۔ اب اس زمانہ میں سالانہ اجتماع کے موقعہ پر افریقہ۔ امریکہ۔ یورپ اور کئی دوسرے ممالک کے لوگ موجود ہوتے ہیں وہ صرف اس لئے جوق درجوق آتے ہیں تاکہ وہ آقا کو نہیں بلکہ اس کے شاگرد کو دیکھیں اور بانی جماعت کو نہیں بلکہ اس کے خلیفہ کی زیارت کریں۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے ہر قوم کے لوگوں کے دلوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ڈال دی ہے لیکن ابھی صرف ابتدا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب ہے جو تھوڑا ہی عرصہ ہوا میں پڑھ رہا تھا لیکن اب میں نہیں پڑھ سکتا۔ کیونکہ اب میری آنکھیں کمزور ہیں اگرچہ صرف چند ماہ گذرے میں نے دیکھا کہ میں نے بعض اوقات پوری پوری رات بیٹھ کر تقریباً ایک سو کتب کا مطالعہ کیا تھا۔ لیکن اب میں ایک صفحہ بھی نہیں پڑھ سکتا۔ بہرحال ایک دن میں حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کی کتاب (تذکرہ) پڑھ رہا تھا کہ ایک جگہ مجھے آپؑ کی یہ تحریر نظر آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ میرے ماننے والے بڑھنے شروع ہوں گے اور وہ تمام دنیا میں پھیل جائیں گے اور وہ اس قدر ترقی کریں گے کہ دوسرے مذاہب یعنی عیسائیت ہندو مت اور بدھ مت وغیرہ کے ماننے والے میری جماعت کے مقابلہ میں چھوٹے چھوٹے گروہ بن کر رہ جائیں گے۔ پس پچاس ساٹھ ہزار لوگ جو ہر سال میری زیارت اور میری باتیں سننے کے لئے مرکز میں آتے ہیں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو آئندہ ہمارے مرکز میں بانی جماعت احمدیہ سے عقیدت کا اظہار کرنے کے لئے آئیں گے کچھ بھی نہیں۔

پس میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ لوگ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک آلہ بن جائیں گے اور اس کی تعلیمات کو اس مُلک میں پھیلائیں گے۔ اور یہ بات اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ لوگ اپنے آپ کو منظّم نہیں کر لیتے یہ بات یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کی تمام برکات اطاعت اور تنظیم سے وابستہ ہیں۔ آپ لوگ ابھی تک اسلام کی تعلیمات سے ناواقف ہیں لیکن یہ ناواقفیت ان مبلّغین کے ذریعہ سے جو ہم یہاں بھیجیں گے اَنشاءاللہ جلد دُور ہو جائے گی۔

دُنیا نے کوشش کی کہ وہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء (علیہم السّلام) کو ناکام بنا دے لیکن وہ اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ دُنیا نے ہٹلر کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب ہو گئی کیونکہ خدا تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ نہ تھی اگر خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا تو

وہ ضرور روس اور امریکہ کی فوجوں کو تباہ کر دیتا اور اس کو فتح عطا کرتا لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ نصرت حاصل نہیں ہوئی اس لئے ثابت ہو گیا کہ ہٹلر موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السّلام) کی طرح خدا تعالیٰ کے برگزیدہ انسانوں میں سے نہ تھا۔ اگر ہٹلر جیسا انسان ان لوگوں کو منظم کر سکتا ہے تو تم جو ایک سچے مذہب کے ماننے والے ہو کیوں منظم نہیں ہو سکتے اگر تم ایسا نہیں کرتے تو یہ تمہاری اپنی غلطی ہے۔ پس اس موقعہ سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے آپ کو منظم کرو تم اپنے میں سے مختلف ممبروں کو مثلاً تبلیغ۔ مال۔ تعلیم۔ استقبال۔ اور غرباء کی خبر گیری کے لئے انتخاب کرو اور یہ نہ خیال کرو کہ تم تھوڑے ہو تم پر بھی ضروری فرائض عائد ہوتے ہیں جو کثیر التعداد افراد پر عائد ہوا کرتے ہیں۔ مرکز میں ہمارے پاس ہر روز کثرت کے ساتھ مہمان آتے رہتے ہیں جن کا کھانا اور رہائش کا انتظام جماعت کرتی ہے اس طرح دو سو سے زائد بیوگان اور یتیم بچے ہیں جن کا تمام خرچ جماعت برداشت کرتی ہے۔

اس وقت تم دنیا کے سب سے بڑے ملک امریکہ میں بھی یہ نہیں پاؤ گے کہ وہاں غرباء کو مفت تعلیم دی جاتی ہو جیسا کہ ہمارے ہاں دی جاتی ہوتی ہے۔ ابھی مجھے ربوہ سے اطلاع ملی ہے کہ اس سال یونیورسٹی کے امتحانات کے نتائج صرف ۲۲ فیصدی نکلے۔ لیکن ہمارے ربوہ کی لڑکیوں کے کالج (جامعہ نصرت) کا نتیجہ ۶۳ فیصدی رہا اور ان پاس ہونے والی طالبات میں سے اکثر وہ ہیں جن کی فیسیں ہر ماہ میں خود ادا کرتا تھا وہ کالج کی فیسیں مہیا نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن ہم نے ان کے اخراجات کو برداشت کیا اور اس طرح عورتوں کی تعلیم کو ترقی دی اس سے پہلے قادیان ایک وقت میں عورتوں کی تعلیم کا ایک بڑا مرکز تھا۔ وہاں پر کل تعلیم کا باسٹھ فیصدی تھا۔ لڑکوں کی تعلیم کا تناسب نوّے فیصدی تھا۔ اور عورتوں کی تعلیم کا تناسب سو فیصدی تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی قوم پردہ میں ترقی نہیں کر سکتی۔ لیکن ہماری طرف دیکھو کہ ہماری بچیوں کو جو عورتیں پڑھاتی ہیں وہ بھی پردہ کی پابند ہیں۔ خود میری اپنی بیوی کالج کی پرنسپل ہے وہ عربی میں ایم اے ہے اور وہ اس کام کا کچھ معاوضہ نہیں لیتی لیکن وہ خود بھی پردہ کرتی ہیں اور لڑکیاں بھی پردہ میں رہتی ہیں۔ اگر ضرورت کے موقعہ پر کالج میں بعض مرد تعلیم کے لئے لگائے جاتے ہیں تو وہ بھی پردہ کے پیچھے بیٹھ کر پڑھاتے ہیں اور لڑکیاں بھی پردہ میں ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود یونیورسٹی کے

۲۲ فیصدی نتائج کے مقابل میں ان کا نتیجہ ۶۳ فیصدی ہے حقیقت یہ ہے کہ جب کبھی عورتیں پختہ ارادہ اور عزم کر لیں گی وہ علم حاصل کر لیں گی۔ اور دُنیا کو دکھا دیں گی کہ پردہ میں رہ کر بھی ہر چیز حاصل کی جا سکتی ہے۔

بعض بڑے بڑے کالج ہیں جن کی گورنمنٹ مدد کرتی ہے اور جن میں امریکہ اور لنڈن وغیرہ سے آئے ہوئے پروفیسر پڑھاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کا نتیجہ صرف ۲۲ فیصدی ہے۔ لیکن ہماری عورتوں کے نتائج تریسٹھ فیصدی ہیں اور یہ چیز صرف عزم اور عملی عروج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اگر تم بھی مشکلات پر عبور کرنے کے لئے پختہ عزم کر لو تو تم لوگوں کو یہ بتا سکتے ہو کہ اسلامی قوانین ترقی حاصل کرنے میں روک نہیں ہیں۔ تم میں بعض ایسے نوجوان ہیں جن کے چہرے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اسلام سے محبت رکھتے ہیں۔ پس تم پہلے پختہ ارادہ کرو کہ تم اسلامی تعلیم پر عمل کرو گے اور پھر کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو تمہیں سیدھے راستہ کی طرف چلائے اور اگر کوئی شخص تمہاری اور تمہارے بھائیوں کی راہنمائی کرے گا تو تم بھی اسی طرح کامیابی حاصل کر لو گے جس طرح ہماری جماعت کی لڑکیاں کامیاب ہوئی ہیں۔ پس اپنے دلوں میں تبدیلی پیدا کرو تا کہ خدا تعالیٰ تمہارے حالات میں بھی تبدیلی پیدا کرے تمہارے حالات تمہارے ہاتھ میں نہیں بلکہ ان کا انحصار تمہارے دل پر ہے اگر تم اپنے دلوں میں تغیّر پیدا کر لو تو یقیناً خدا تعالیٰ کی مدد تمہارے پاس آئے گی اور تم کامیابی حاصل کر لو گے تم سے جدا ہوتے ہوئے مَیں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دلوں سے سُستی کو دور کرو اور عزم کر لو کہ تم سچائی کو دُنیا میں پھیلا دو گے اور اس کو ہر انسان کے دل اور دماغ میں ڈال دو گے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھو گے جب تک تم اس کام کو سرانجام نہ دو گے۔ خدا تعالیٰ تمہاری بھی مدد کرے اور میری بھی۔ اگرچہ میں کمزور ہوں اور بیماری کی وجہ سے میری قوتِ یادداشت کافی حد تک اثر پذیر ہے۔

تاہم دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جس قدر میری زندگی باقی ہے اس میں سچائی کی اشاعت کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کر سکوں اور میری موت اس گھوڑے کی طرح نہ ہو جو اپنی گاڑی کے آگے گر پڑتا ہے بلکہ اس گھوڑے کی طرح ہو جو آخری وقت تک اپنے کام کو کرتا چلا جاتا اور گاڑی کو اپنی منزل کی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے۔

میں دلی طور پر چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ مجھے ایسی بیماری سے محفوظ رکھے جو مجھے ناکارہ کر دے تاکہ میں اپنے آخری سانس تک انسانیت کی خدمت کرتا چلا جاؤں۔"[1]

فصلِ سوم

◉ ہالینڈ سے لنڈن میں تشریف آوری ◉ لنڈن میں حضور کی زیر صدارت مبلغین اسلام کی عالمی کانفرنس ◉ مالٹا کے ایک انجنیئر کا قبولِ اسلام ◉ جماعت احمدیہ نائیجیریا کی عقیدت ◉ سفر یورپ سے مراجعت اور مرکزِ احمدیت ربوہ میں حضور کی آمد اور فقید المثال استقبال

ہالینڈ سے روانگی اور لنڈن میں تشریف آوری

حضور مع اہل بیت و خدام ہیگ سے بخیریت ۳ر جولائی کو لنڈن پہنچے۔ مقامی جماعت کے مخلص احباب امام مسجد لنڈن مولود احمد خان صاحب کی قیادت میں بندرگاہ پر موجود تھے۔ جنہوں نے حضور کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ حضور کے قافلہ نے بندرگاہ سے مسجد احمدیہ لندن تک کا فاصلہ چھ کاروں میں طے کیا۔ مسجد احمدیہ میں بھی احباب حضور کے استقبال کے لئے منتظر تھے جنہیں حضور نے شرف مصافحہ بخشا۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹ر اگست ۱۹۵۵ء صہ ۳ ر ۴

ایڈیٹر صاحب "الفضل" کے نام مکتوب

ایک طویل سفر کی وجہ سے حضور کی طبیعت لنڈن کے ابتدائی ایام قیام میں بہت ناساز رہی جس کی تفصیل حضور نے درج ذیل مکتوب میں تحریر فرمائی جو آپ نے شیخ روشن دین صاحب تنویر ایڈیٹر الفضل کے نام تحریر فرمایا تھا

"مکرمی ایڈیٹر صاحب الفضل! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

انگلستان آکر پہلے طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ اب ٹھیک ہو رہی ہے مگر شدید نزلہ اور کھانسی جو شروع ہوئے تھے ابھی تک جاری ہیں گو کمی کی طرف مائل ہیں۔ شکر ہے کہ کچھ دلیسی دوائیں جن سے مجھے فائدہ ہوتا تھا۔ لنڈن میں مجھے مل گئیں اور کچھ نزلہ اور کھانسی کے جوشاندے خدمتِ خلق سے لیکر اختر صاحب نے لنڈن بھجوا دیئے ہیں ابھی ملے نہیں۔ ملیں گے تو ان کا استعمال کریں گے۔

آج ۱۳ اور ۱۴ جولائی کے درمیان میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کمرہ گرم کرنے کی انگیٹھی ہے جیسی کہ ہندوستان میں مکانوں میں ہوتی ہے۔ صاف ہے وجہ سے اس میں آگ نہیں جلی اور اس کو صاف کر لیا گیا ہے شاید یہ مطلب ہے کہ ہندوستان میں آج کل سخت گرمی ہے اور جون کے مہینے سے وہاں انگیٹھیوں میں آگ نہیں جلتی۔ اس انگیٹھی پر میرا کوئی پوتا یا نواسہ پیٹ کے بل لیٹا ہوا ہے۔ میں نے اپنے کسی بچہ کا بچہ اسے سمجھا۔ اور اسے آواز دی کہ ادھر آؤ پھر مجھے خیال آیا کہ یہ بچہ تو ابھی بہت چھوٹا ہے یہ جواب کس طرح دے گا اور آئے گا۔ پھر معًا خیال آیا کہ یہ میرے لڑکے انور احمد کا بچہ احسن احمد ہے میری آواز سن کر اس نے اپنی ٹانگیں ٹیڑھی کرکے زمین پر رکھ لیں اور پھر میرے پاس آگیا اور میں نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ شاید اس خواب کی یہ تعبیر ہو کہ میرے کسی اور بچہ کے ہاں لڑکا ہو۔ یا احسن کے لفظ سے یہ تعبیر ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامل صحت بخشے اور اس کے فضل سے بعید نہیں ہے۔ والسلام مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی حال لنڈن ۵۵/۷/۱۴"[1]

لنڈن میں مبلّغین اسلام کی عالمی کانفرنس

۲۲ تا ۲۴ جولائی ۱۹۵۵ء

لنڈن میں حضور کا سب سے اہم کارنامہ وہ عظیم الشان تبلیغی کانفرنس ہے جو

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

تاریخ اسلام میں ایک انقلاب انگیز سنگِ میل کی حیثیت سے کبھی فراموش نہیں کی جا سکے گی اور جس کے نتیجے میں غیر اسلامی دُنیا میں تبلیغ کا ایک نیا دَور شروع ہُوا۔

کانفرنس غیر معمولی اہمیت کے باعث حضور نے کانفرنس شروع ہونے سے ایک دن پہلے مندرجہ ذیل برقیہ کے ذریعہ تمام احمدیوں کو دعائے خاص کی تحریک فرمائی۔

"پٹنی - (لنڈن) ۲۱ر جولائی -

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد کل پہلی مرتبہ دُنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے لنڈن میں ایک نہایت اہم اور عظیم الشان کانفرنس شروع ہو رہی ہے --- کانفرنس میں امریکہ۔ عرب الہند۔ افریقہ اور یورپ کے قریباً تمام اہم ممالک میں متعین احمدی مبلّغین شامل ہوں گے۔

۲۲ر جولائی سے چودھری محمد ظفر اللہ خان بھی اس کانفرنس میں شامل ہو رہے ہیں دوست کانفرنس کی نمایاں اور اس کے وسیع ترین کامیاب نتائج کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دردِ دل سے دُعا کریں۔ (خلیفۃ المسیح)[1]

اس کانفرنس کا فیصلہ در اصل حضور نے زیورچ میں ہی وسطِ جون کے قریب کر لیا تھا۔ چنانچہ یورپ۔ امریکہ اور نائیجیریا کے مبلّغین کو وہاں سے ایجنڈا بمعہ ایک سوالنامہ کے بھجوا دیا گیا تھا تا سب اپنے اپنے ہاں دوسرے مبلّغوں اور جماعتوں سے مشورہ کر کے پوری تیاری کے ساتھ کانفرنس میں شامل ہوں۔ اس کانفرنس کے پانچ اجلاس ہوئے اور سب میں حضور نے شرکت فرمائی۔ کانفرنس میں ایک ایک مُلک کی رپورٹ کو لے کر بحث و تمحیص کی گئی۔ موجودہ مشنوں کی مضبوطی اور ترقی۔ اسلامی لٹریچر کی تیاری اور اشاعت اور نئی مساجد کی تعمیر کے متعلق اہم فیصلہ جات کئے گئے۔ سیدنا حضرت المصلح الموعود بکمال شفقت ایک ایک تجویز کے متعلق راہنمائی اور ہدایات دیتے رہے۔ کانفرنس کے موقعہ پر آنے والے مبلّغین الگ بھی حضرت اقدس سے ملتے رہے اور اپنی مشکلات پیش کر کے راہ نمائی حاصل کرتے رہے۔"[2]

---

[1] - روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴ر جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔
[2] - روزنامہ "الفضل" ربوہ مورخہ ۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳ کالم ۱۔

کانفرنس کے کامیاب اختتام پر اخبار الفضل میں مفصل خبر

اخبار الفضل نے اپنی ۲۷ر جولائی ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں کانفرنس کے اختتام پر درج ذیل الفاظ میں مفصل خبر شائع کی :۔

" لنڈن میں دُنیا بھر کے برّ اعظموں کے مبلّغین اسلام کی جو تاریخی کانفرنس سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہو رہی تھی وہ ۲۴ر جولائی کو نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوگئی ۔ کانفرنس میں یورپ، امریکہ اور افریقہ میں تبلیغی مساعی کو تیز کرنے اور اسلامی لٹریچر کی وسیع اشاعت کے متعلق نہایت اہم اور دُور رس فیصلے کئے گئے اس موقعہ پر تمام نمائندگان نے حضور کی ہدایت کے ماتحت اپنی زندگیوں کو اسلام کے لئے وقف کرنے کا از سر نو عہد کیا ۔ آمدہ برقیوں کا مکمّل ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے :۔

" لنڈن ۲۳ر جولائی (آٹھ بج کر اٹھارہ منٹ شب) " دُنیا کے تمام برّاعظموں سے آنے والے مبلّغین اسلام کی کانفرنس کے اجلاس گذشتہ دو روز کامیابی کے ساتھ ہوتے رہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے دونوں روز صبح اور شام کے اجلاسوں میں شرکت فرمائی اور ضروری ہدایات سے سرفراز فرمایا ــــ چودھری ظفر اللہ خانصاحب نے بھی یورپ اور افریقہ میں تبلیغ اسلام ۔ اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور تعلیمی اسکیموں سے متعلق بحث میں حصّہ لیا ــ کل کے اجلاس میں برّ اعظم امریکہ میں تبلیغی مساعی کو وسعت دینے کے علاوہ دیگر اہم اُمور کے متعلق بھی غور خوض ہوگا ۔ مشتاق احمد باجوہ "

لنڈن ۲۴ر جولائی (۱۰ بج کر ۱۸ منٹ شب) " آج بعد دوپہر مبلّغین اسلام کی کانفرنس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوگئی ــــ افریقہ اور مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے ضروری ذرائع فراہم کرنے کے متعلق آخری رپورٹ کافی بحث و تمحیص کے بعد منظور کر لی گئی ــــ ان تجاویز کو جلد عملی جامہ پہنانے کے لئے نہایت اہم اور دُور رس فیصلے کئے گئے نیز آئندہ کام کرنے کے متعلق بھی اہم تجاویز منظور کی گئیں کانفرنس کے اختتام پر کارکنوں اور نمائندگان نے از سر نو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگیوں کو

وقف کرنے کا عہد کیا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کانفرنس کے اختتام پر امریکہ روانہ ہو رہے ہیں ــــ (مشتاق احمد باجوہ)"[1]

اخبار "المنیر" لائل پور کا تبصرہ

لائل پور (حال فیصل آباد) کے مشہور مخالفِ احمدیت ہفت روزہ "المنیر" نے اس عظیم الشان عالمی کانفرنس پر زوردار تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"کیا ایسی تحریک کو اشتعال انگیز تقریروں کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے؟ کیا ایسے منظم ادارے کو خواہ وہ سو فیصدی بد دیانتی پر قائم ہو گدھے اور کتّے کے جلوس نکالنے سے ناکام بنایا جا سکتا ہے؟ کیا یورپ و ایشیا میں ایک پلین کے تحت کام کرنے والے باطل کو کہاوتوں کی پھبتیوں اور استہزا کے قہقہوں سے دُنیا بدر کیا جا سکتا ہے؟؟؟

آیئے ہم آپ کو تازہ صورت حال سے آگاہ کریں۔

لنڈن کانفرنس

لنڈن ۲۱ جولائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد کل پہلی مرتبہ دُنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے لنڈن میں ایک نہایت اہم اور عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی ہے کانفرنس میں امریکہ، بعزب الہند، افریقہ اور یورپ کے قریباً تمام اہم ممالک میں متعین احمدی مبلّغین شامل ہوں گے۔

۲۲ جولائی سے چودھری محمد ظفر اللہ خانصاحب بھی اس کانفرنس میں شامل ہو رہے ہیں۔"

(الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۵۵ء)

اس کے بعد ۲۶ جولائی کے الفضل میں حسب ذیل برقیہ شائع ہوتا ہے:۔

"آج برطانیہ میں دُنیا کے تمام بر اعظموں سے آنے والے مبلّغین اسلام کی کانفرنس کے پہلے دن کی کارروائی کامیاب طور پر اختتام پذیر ہوئی" الحمد للہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے باوجود اس کے کہ طبّی مشورے کے لئے ڈاکٹر کے ساتھ وقت مقرر ہو چکا تھا صبح اور شام دونوں اجلاسوں میں کئی گھنٹے تک شرکت فرمائی۔ کانفرنس

---

[1] روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء صا

میں تمام مشنوں کی رپورٹوں پر سیر حاصل بحث کی گئی مغربی ممالک میں اسلام کے پیغام پہنچانے کی تجاویز کے علاوہ کانفرنس میں تمام دنیا میں وسیع پیمانہ پر اسلامی لٹریچر کی اشاعت۔ بعض نئے مقامات پر مساجد کی تعمیر، نئے مشنوں کا قیام اور موجودہ مشنوں کی توسیع کے متعلق غور و خوض کیا گیا۔

آخری اطلاع

۲۲ر جولائی کے بعد ۲۳ر اور ۲۴ر جولائی کے حسب ذیل دو تار ملاحظہ ہوں۔

(لنڈن ۲۳ر جولائی ۱۹۵۵ء آٹھ بجکر اٹھارہ منٹ شب) دنیا کے تمام برّ اعظموں سے آنے والے مبلغین اسلام کی کانفرنس کے اجلاس گذشتہ دو روز کامیابی کے ساتھ ہوتے رہے۔ الحمد للہ۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے دونوں روز صبح اور شام کے اجلاسوں میں شرکت فرمائی اور ضروری ہدایات سے سرفراز فرمایا۔ چودھری ظفر اللہ خانصاحب نے بھی یورپ اور افریقہ میں تبلیغ اسلام۔ اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور تعلیمی اسکیموں سے متعلق بحث میں حصہ لیا۔ کل کے اجلاس میں بر اعظم امریکہ میں تبلیغی مساعی کو وسعت دینے کے علاوہ دو اہم امور کے متعلق بھی غور و خوض ہوگا۔

(لنڈن ۲۴ر جولائی ۱۰ بج کر اٹھارہ منٹ شب) آج بعد دوپہر مبلغین اسلام کی کانفرنس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوگئی۔ افریقہ اور مغربی ممالک میں اسلام کی تبلیغ کو تیز سے تیز تر کرنے کے لئے ضروری ذرائع فراہم کرنے کے متعلق آخری رپورٹ کافی بحث تمحیص کے بعد منظور کر لی گئی۔ ان تجاویز کو جلد عملی جامہ پہنانے کے لئے نہایت اہم اور دور رس فیصلے کئے گئے۔ نیز آئندہ کام کرنے کے متعلق بھی اہم تجاویز منظور کی گئیں کانفرنس کے اختتام پر کارکنوں اور نمائندگان نے از سر نو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق اسلام کی خدمت کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کرنے کا عہد کیا۔ چوہدری محمد ظفر اللہ خانصاحب کانفرنس کے اختتام پر امریکہ روانہ ہو رہے ہیں۔"

اس پروگرام کو کن جذبات کے ساتھ اپنانے کا عزم ہے۔ الفضل ۲۷ر جولائی ۱۹۵۵ء میں وکیل المال تحریک جدید ربوہ کا ایک اعلان شائع ہوتا ہے جس کی سرخی یہ ہے :-

"احمدیہ جماعت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے کا وقت آگیا" خدا تعالیٰ ہمارے لئے وہ دن قریب سے قریب تر لانا چاہتا ہے جب ہم نے اسلام کی لڑائی کو اس کے اختتام اور کامیاب اختتام تک پہنچانا ہے اَب کسی ایک ملک یا دو ملکوں کا سوال نہیں۔ ایک مبلّغ یا دو مبلّغوں کا سوال نہیں اَب سر دھڑ کی بازی لگانے کا سوال ہے۔ یا کفر جیتے گا اور ہم مریں گے یا کفر مرے گا اور ہم جیتیں گے درمیان میں اب بات نہیں رہ سکتی۔"

لمحۂ فکریہ! خدارا غور کیجئے کتنی دُور رس سکیم ہے "تمام دُنیا میں وسیع پیمانہ پر اسلامی لٹریچر کی اشاعت" ایک ایسی شق کو سامنے رکھیئے اور بتلایئے کہ آپ کی یہ شور و غل بپا کرنے والی جماعتیں اس کا توڑ کیا مہیّا کر رہی ہیں؟ اور جیسی معیاری تقاریر ہمارے ہاں قادیانیوں کے خلاف کی جا رہی ہیں کیا وہ اس منصوبہ بندی کا توڑ ہو سکتی ہیں......

خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کام کا جواب نعروں سے ؟ مسلسل جد و جہد کا توڑ اشتعال انگیزی سے علمی سطح پر مساعی کو ناکام بنانے کا داعیہ صرف پھبتیوں، بے ہودہ جلوسوں، اور ناکارہ ہنگاموں سے پورا نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے جب تک وہ انداز اختیار نہ کیا جائے جس سے فکری اور عملی تقاضے پورے ہوں ہنگامہ خیزی کا نتیجہ وہی برآمد ہو گا جس پر مرزا صاحب کا الہام "اِنِّی مُهِيْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِهَانَتَكَ" صادق آئے گا۔

جو لوگ اس طرز پر مثبت کام نہیں کر سکتے وہ قادیانی تحریک کے صحیح حامی اور مددگار ہیں وہ اس نہج پر جتنا کام کریں گے اس سے یہ تحریک تقویت حاصل کرے گی۔"[1]

حضرت مصلح موعود کا پُر شوکت اعلان اس جگہ یہ بتانا ضروری ہے کہ اخبار "المنبر" نے اپنے تبصرہ میں وکیل المال کا جو اقتباس درج کیا ہے۔ وہ دراصل حضرت مصلح موعود کے خطبہ جمعہ ۳۰ / نومبر ۱۹۵۱ء سے ماخوذ ہے۔ حضور کا یہ خطبہ تحریک جدید سے متعلق تھا جس میں آپ نے اس عالمی تحریک کا پس منظر بیان کر کے نہایت پُر شوکت انداز میں فرمایا تھا:۔

"آج میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اٹھارہ یا انیس سال کا کوئی سوال نہیں ہم نے

---

[1] ہفت روزہ المنبر لائل پور (حال فیصل آباد) ۱۰ / اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۰ / ۱۱

تمام دُنیا میں اسلام کی تبلیغ کرنی ہے اور یہ کام ہم سے ہماری دائمی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اس وقت مغرب میں بھی ہمارے مبلّغ موجود ہیں اور مشرق میں بھی۔ شمال میں بھی ہمارے مبلّغ موجود ہیں اور جنوب میں بھی۔ آج ہر ملک اور ہر قوم میں اسلام اور احمدیّت کا جھنڈا گاڑا جا رہا ہے۔ ابھی ہمارے مبلّغ تھوڑے ہیں اور ہمیں بار بار ان کو مدد بھجوانی پڑے گی۔ اسی طرح جس طرح شام اور ایران کے اسلامی لشکروں کو کمک کی ضرورت پڑتی تھی ایران میں جب مسلمانوں کو ایک جنگ میں شکست ہوئی تو اس وقت مدینہ میں مزید فوج بھجوانے کے لئے اعلان کیا گیا۔ مگر مدینہ اور اس کے نواح میں کوئی فوج نہیں تھی۔ جو مسلمانوں کی مدد کے لئے بھجوائی جاتی۔ یہی کیفیّت اس وقت ہماری ہو گی ہمیں بھی اس طرح جس طرح ایک بھٹیارہ پتے اور سوکھی شاخیں اپنی بھٹی میں جھونکتا چلا جاتا ہے اسلام کی اشاعت کے لئے متواتر اور مسلسل اپنا روپیہ بھی جھونکنا پڑے گا اپنے آدمی بھی جھونکنے پڑیں گے۔ اپنی کتابیں بھی جھونکنی پڑیں گی۔ اپنا لٹریچر بھی جھونکنا پڑے گا۔ اور اس راستہ میں ہر کسی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرنا پڑے گا۔ شیطان اپنی کرسی کو آسانی سے نہیں چھوڑ سکتا اس وقت خدا کے تخت پر شیطان متمکن ہے۔ اس وقت محمدّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے تخت پر شیطان کے ساتھیوں نے قبضہ کیا ہُوا ہے اور وہ اسے آسانی سے نہیں چھوڑ سکتے وہ لڑیں گے اور پورے زور کے ساتھ ہمارا مقابلہ کریں گے اور ہم کو بھی اپنا سب کچھ اس راہ میں قربان کر دینا پڑے گا۔ بہرحال جب یہ چیز واضح ہو جائے اور اس لڑائی کی اہمیّت کو انسان سمجھ لے تو اس کے بعد تین یا دس یا انیس کا سوال کوئی احمق ہی کر سکتا ہے۔ جب ہم نے یہ تحریک شروع کی تھی اس وقت ہم اس کے نتائج سے ایسے ہی ناواقف تھے جیسے مکّہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے معاہدہ کرنے والے انصار اپنے معاہدہ کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم پر اسلام کا شاندار مستقبل ابھی پورے طور پر روشن نہیں ہُوا تھا اسی طرح ہم پر بھی اس تحریک کا مستقبل اس وقت روشن نہیں ہُوا۔ پس مَیں نے تم سے اس طرح وَعدہ لیا جس طرح انصار سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے وَعدہ لیا تھا۔ اور تم نے اس طرح اقرار کیا جس طرح انصارؓ نے معاہدہ کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلّم سے اقرار کیا تھا۔ لیکن جب زمانہ نے پردے اُٹھا دیئے۔ قدرت نے انکشاف کر دیا تو نہ محمدّ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا وَعدہ وَعدہ رہا اور

نہ انصار کا معاہدہ رہا۔ اب دُنیا ہی بدل چکی تھی۔ اب ساری دُنیا کو فتح کرنے کا سوال تھا۔ اب ساری دُنیا میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے کا سوال تھا۔ اب مدینہ کے اندر یا مدینہ سے باہر کا کوئی سوال نہ تھا۔ اب ہر جگہ یہ لڑائی لڑی جانے والی تھی۔ اس طرح اب ہمارے لئے یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے لئے وہ دن قریب سے قریب تر لانا چاہتا ہے۔ جب ہم نے اسلام کی لڑائی کو اس کے اختتام اور کامیاب اختتام تک پہونچانا ہے اب کسی ایک مُلک یا دو ملکوں کا سوال نہیں۔ اب کسی ایک مبلّغ یا دو مبلّغوں کا سوال نہیں اب سر دھڑ کی بازی لگانے کا سوال ہے یا کفر جیتے گا اور ہم مریں گے یا کفر مرے گا اور ہم جیتیں گے۔"[1]

مالٹا کے ایک انجنیئر کا قبولِ اسلام

مالٹا کے ایک انجینیئر نے جو لنڈن میں مقیم تھے۔ ۲۷ر جولائی کو سیدنا حضرت مصلح موعود کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا۔ اس طرح مالٹا میں بھی جماعتِ احمدیہ کی بنیاد پڑ گئی۔[2]

پندرھواں پیغام

مورخہ ۲۹ر جولائی ۱۹۵۵ء
۱۰ بج کر ۲۹ منٹ صبح

۲۹ر جولائی کو حضور نے جماعت کے نام عید الاضحیہ کے موقعہ پر مبارک باد کا پیغام دیا جو اس سفر کے اعتبار سے پندرھواں اور آخری پیغام تھا۔ اور اس کے الفاظ یہ تھے:۔

"تمام بھائیوں کو عید الاضحیہ مبارک ہو۔ میری صحت بفضلہٖ ترقی کر رہی ہے لیکن قدرے بیماری ابھی باقی ہے۔ احباب دردِ دل کے ساتھ دُعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ حقیقی عید کا دن بھی دکھائے جبکہ تمام مذاہب پر اسلام کو فتح نصیب ہوگی۔"[3]

خطبہ عید الاضحیہ

۳۰ر جولائی کو حضور نے لندن میں نمازِ عید الاضحیہ پڑھائی اور ایک لطیف خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں حضور نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف سے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو قربان کرنے کے واقعہ کا ذکر فرمایا اور اسلام میں یہ قربانی جو اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی تشریح کی۔ حضور نے مغربی اقوام کو تلقین فرمائی کہ وہ بھی ان برگزیدہ ہستیوں کی طرح خدا تعالیٰ کی خاطر اور دُنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اپنے آپ کو

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۴ر دسمبر ۱۹۵۱ء صہ۶ - صہ۶۔
[2] "الفضل" ربوہ ۳۱ر جولائی ۱۹۵۵ء صہ۱ [3] "الفضل" ۳ر اگست ۱۹۵۵ء صہ۱

وقف کردیں۔ حضور نے اسلام کی یقینی اور قطعی فتح کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ایک دن ضرور آئے گا جبکہ آسمان پر صرف ایک خدا اور زمین پر صرف ایک قوم ہوگی۔

عید کی تقریب میں تقریباً پانچ صد اصحاب شامل ہوئے۔ مہمانوں میں ارجنٹائن۔ ہیٹی اور چلّی کے سفراء۔ لندن کے مقامی میئر سر فرینک براؤون اور دیگر بعض اہم شخصیتیں مثلاً سپریچولسٹ ڈسمنڈ شا خاص طور پہ قابلِ ذکر ہیں۔

آخر میں امام مسجد لندن مولوی احمد خان صاحب نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور حضور کی خدمت میں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضور کے مبارک عظیم اور روح پرور وجود کی وجہ سے اس تقریب کی برکات میں بہت اضافہ ہوگیا ہے۔"[1]

عید کے بعد ڈسمنڈ شا کی ملاقات

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :۔

"میں جب انگلستان اپنے علاج کے لئے گیا تو عید کی تقریب پر ڈسمنڈ شا بھی آیا۔ جب میں واپس گھر کی طرف آیا۔ اور اندر داخل ہونے لگا۔ تو مجھے اپنے پیچھے کی طرف سے آہٹ آئی۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ تو ڈسمنڈ شا آرہا تھا۔ میں نے کہا تم تو رخصت ہوگئے تھے کہنے لگا میرے دل میں ایک سوال پیدا ہوا تھا۔ میں نے چاہا کہ آپ سے پوچھ لوں۔ میں نے کہا پوچھو۔ کیا سوال ہے۔ کہنے لگا جب میں یہ تقریر کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے امن پسند نبی ہیں۔ تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان سے خدا بول رہا ہے۔ مگر لوگوں پر اثر نہیں ہوتا۔ میں نے کہا ڈسمنڈ شا خدا جب بولتا ہے تو دل میں بولتا ہے۔ اور تم لوگوں کے کان میں بولتے ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ جس دن خدا لوگوں کے دلوں میں بھی بولا ان پر بھی اثر ہو جائے گا۔ وہ ہنس پڑا اور کہنے لگا معلوم ہوتا ہے بات یہی ہے۔ میں نے کہا تم انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو۔ کہ جب تم بولا کرو۔ تو خدا تعالیٰ صرف تمہاری زبان سے نہ بولے۔ بلکہ لوگوں کے دلوں میں بھی بولے۔ جس دن وہ لوگوں کے دلوں میں بھی بولنے لگے گا۔ لمبی چوڑی تقریروں کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ سارا یورپ

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ

تمہاری بات ماننے لگ جائے گا"۔[1]

جماعت احمدیہ نائیجیریا کے نمائندہ وفد کی ملاقات

۴ر اگست کو جماعت احمدیہ نائیجیریا (مغربی افریقہ) کا ایک نمائندہ وفد حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جو مسٹر عبد الغفور ککو (A.G. KUKU) وائس پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نائیجیریا اور جناب نسیم سیفی صاحب مبلغ مغربی افریقہ و ایڈیٹر اخبار ٹروتھ (TRUTH) پر مشتمل تھا۔ مسٹر ککو نے کھڑے ہو کر نہایت بے تابی کے ساتھ حضور کی خدمت میں اپنے جذباتِ عقیدت پیش کئے اور عرض کیا کہ حضور ہمارے روحانی باپ ہیں اور ہم حضور کے بچے ہیں ہماری شدید خواہش ہے کہ حضور نائیجیریا تشریف لائیں اور اپنے روحانی بچوں کو اپنی شفقت و محبت سے نوازیں۔ حضور کی بیماری ہمارے لئے باعثِ تشویش رہی ہے اور ہم حضور کے لئے دُعا گو رہے ہیں حضور نے فرمایا کہ بے شک آپ سب میرے روحانی بچے ہیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے پاس جاؤں میری صحت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ مسٹر ککو نے عرض کیا کہ مَیں الفاظ میں اظہار نہیں کر سکتا کہ میں کس قدر خوش ہوں اور خدا کا شکر گزار ہوں کہ مجھے خود اپنی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے فرزند ارجمند اور خلیفۃ المسیح کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی فالحمد للہ۔

اس کے بعد محترم جناب نسیم سیفی صاحب نے جماعت کا مکتوب حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ اس میں یہ بھی تحریر تھا۔ کہ جماعت نائیجیریا اپنی محبت و عقیدت کی نشانی کے طور پر نائیجیریا کی بنی ہوئی ایک چھڑی حضور کی خدمت میں اپنے نمائندہ کے ذریعہ پیش کرتی ہے۔ نیز درخواست کرتی ہے کہ حضور جماعت نائیجیریا کو اپنی چھڑی تبرکاً مرحمت فرمائیں تا جماعت اس محبت کی نشانی کو محفوظ رکھ سکے۔ حضور نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔ نائیجیریا کی چھڑی قبول فرمائی اور اپنی چھڑی مسٹر ککو کو عطا فرما دی، جو انہوں نے کھڑے ہو کر ہاتھ میں لی اور وفورِ عقیدت کے ساتھ اپنے سینہ سے لگا لی۔ اس وقت اُن پر سرور اور وجد کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی اور وہ زبان سے بے ساختگی کے ساتھ بار بار الحمد للہ کہہ رہے تھے۔[2]

---

[1] روزنامہ "الفضل" ۱۸ر اپریل ۱۹۵۵ء۔ خطباتِ محمود جلد اوّل ص۳۴۶ ناشر فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ

[2] اخبار "الفضل" ربوہ ۱۲ر اگست ۱۹۵۵ء ص۱

اس ملاقات کی مستقل یادگار ایک فوٹو بھی ہے جو رسالہ "خالد" ربوہ (مئی ۱۹۵۵ء) میں چھپا اور جس میں حضور کے ساتھ مسٹر کو بھی موجود ہیں۔

یہ متبرک چھڑی لیگوس کے احمدیہ مشن ہاؤس میں اب تک محفوظ ہے اور امیر جماعت نائیجیریا مختلف اہم تقاریب پر اُس سے برکت حاصل کرتے اور جلسوں یا معززین سے ملاقات کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

ایڈیٹر ماہنامہ ایسٹرن ورلڈ (EASTERN WORLD) کی ملاقات

۵/ اگست کو برطانیہ کے ایک مؤقر ماہنامہ (EASTERN WORLD) کے ایڈیٹر حضور کی ملاقات کے لئے آئے۔ یہ ملاقات ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی اور حضور نے انہیں جماعت احمدیہ کے حالات بتلائے۔ جن کو سُن کر وہ حد درجہ متاثر ہوئے۔ وہ اس اَمر سے حیران تھے کہ کس طرح حضور کے ذریعہ قلیل وقت میں ایک مہاجر جماعت کا نیا مرکز قائم ہو گیا اور اس میں درس گاہیں اور دفاتر بھی تعمیر ہو گئے اور جماعت از سرِ نو مستحکم بنیادوں پر کھڑی ہو گئی۔[1]

طلبائے زنجبار کی ملاقات

اسی روز حضور نے زنجبار کے دو طلبا مسٹر سالم اور مسٹر احمد کو شرفِ ملاقات بخشا۔ حضور نے مختصر طور پر اتحاد اسلامی کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا جن کا ان کی طبیعت پر گہرا اثر معلوم ہوتا تھا۔[2]

حضرت اماں جان کے انتقال پر پیغام تعزیت

حضور کو لندن میں یہ اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت اماں جان حرم حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ۶-۷/ اگست ۱۹۵۵ء کی درمیانی شب کو انتقال کر گئی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اِس المناک حادثہ پر حضور نے پیغام تعزیت ارسال فرمایا کہ:-

"امّاں جی کی خبر سُن کر بہت افسوس ہُوا تمام خاندان تک میری طرف سے تعزیت کا پیغام پہنچا دیں خدا تعالیٰ اُن کی رُوح کو بلند درجات عطا فرمائے ان کو صالحہ بیگم صاحبہ (اہلیہ میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم) کی قبر کے ساتھ دفن کیا جائے۔"[3]

---

[1][2] "الفضل" ۱۲/ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ؛ [3] "الفضل" ۱۰/ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

ایک سوئس کا قبول اسلام

۱۱ اگست کو ایک سوئس دوست جن کا نام MR STUDER تھا اور جو حضور کے ہمراہ بطور ڈرائیور سوئٹزرلینڈ سے آئے تھے۔ حضور کی بیعت کرتے ہوئے اسلام میں داخل ہوئے۔ جو نو مسلم دوست اپنی جرمنی زبان کے علاوہ اطالوی، فرانسیسی اور انگریزی بھی جانتے تھے[۱]

ناظر اعلیٰ ربوہ کے نام مکتوب اور واپسی کے پروگرام سے اطلاع

اسی روز حضور نے مکرم میاں غلام محمد صاحب اختر ناظر اعلیٰ ربوہ کے نام ایک مکتوب رقم فرمایا جس کے آخر میں ان الفاظ میں اپنی واپسی کے پروگرام سے اطلاع دی:۔

"ہم اگست تک لنڈن میں ہیں اور ۳۰ اگست تک زیورچ میں۔ انشاء اللہ پھر ۳ ستمبر تک بیروت اور انشاء اللہ ۴ ستمبر کو بیروت سے کراچی جائیں گے۔"

حضرت مصلح موعود کا لنڈن سے ایک ضروری اعلان

لنڈن سے سیدنا حضرت مصلح موعود نے ۱۷ اگست کو ایک برقیہ پیغام کے ذریعے اعلان فرمایا:۔

"چونکہ ڈاکٹروں نے مجھے مکمل طور پر آرام کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس لئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جب تک ڈاکٹر مجھے کام شروع کرنے کا مشورہ نہ دیں اس وقت تک کیلئے میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدیہ کراچی کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ وہ میرے بجائے کام کرتی رہیں۔

خلیفۃ المسیح"[۲]

قافلہ کی پہلی پارٹی کراچی میں

۲۴ اگست ۱۹۵۵ء کو حضور کے مبارک قافلہ کی پہلی پارٹی بخیریت لندن سے کراچی پہنچ گئی۔ اس پارٹی میں حضرت ام ناصر (حرم اوّل) اور حضرت ام وسیم (حرم ثانی) کے علاوہ آپ کے بعض صاحبزادگان نیز قریشی عبدالرشید صاحب وکیل التجارت بھی شامل تھے[۳]

۱۔ "الفضل" ۱۸ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ؛ ۲۔ "الفضل" ۲۰ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

۳۔ "الفضل" ۲۸ اگست ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ، ۳ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۳۔

حضرت مصلح موعود کا ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب

۲۵ر اگست ۱۹۵۵ء کو جماعت احمدیہ انگلستان نے حضور کے اعزاز میں گرد ونر ہاؤس کے وسیع ہال میں ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ امام مسجد لندن مولود احمد خانصاحب نے حضور کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا جس کے جواب میں حضور نے تمام اراکین جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ اپنی زندگی اسلامی اصول کے مطابق ڈھالیں۔ پاکستانی افراد کو تلقین فرمائی کہ وہ اپنے آپ کو پورے طور پر پاکستان کی وفادار اور دیانتدار رعایا ثابت کریں اور یورپین باشندوں سے فرمایا کہ وہ مادی اسباب کی بجائے خدا تعالیٰ کی ذات کی طرف توجہ دیں۔ صرف اسی صورت میں ایٹم بم جیسی خطرناک طاقتیں بھی تباہی و بربادی کی بجائے امن قائم کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اس دعوت میں لنڈن کے میئر سر فرانسس لو ۔ پاکستان کے ہائی کمشنر محمد میرخان اور پارلیمنٹ کے ممبر سر ہیول ٹیٹنڈ ۔ اور متعدد دیگر ممتاز شخصیتوں نے شرکت کی[1]

لنڈن سے کراچی تک

حضرت مصلح موعود لنڈن میں ایک ماہ چوبیس دن قیام پذیر رہنے کے بعد ۲۶ر اگست کو لنڈن سے پاکستان کے لئے روانہ ہوئے ۔ ۲۷ر اگست کو زیورچ میں وارد ہوئے ۲۸ر اگست ایک الوداعی دعوت سے خطاب فرمایا۔ اور پیشگوئی فرمائی کہ عنقریب وہ وقت آئے گا جبکہ مغربی اقوام اسلام کو قبول کر لیں گی[2] ۲۹ر اگست کو ڈاکٹر روز ہیر نے حضور کا آخری معائنہ کیا اور حضور کی صحت کو مکمل طور پر تسلی بخش قرار دیا[3]

۳۱ر اگست کو حضور نے زیورچ کے ایک مشہور علمی ادارہ (FREECS OYCEAM) میں "اسلام کی رُوح اور اس کے بنیادی اصول" کے موضوع پر انگریزی زبان میں ایک بصیرت افروز لیکچر دیا اور پھر ۵ر ستمبر کو بخیریت وارد کراچی ہوئے[4] جونہی کراچی سے یہ خبر ربوہ پہنچی صدر انجمن احمدیہ اور امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضور کی خدمت میں اہلِ ربوہ کی طرف سے حسب ذیل تار دیا ۔

" ہم حضور کا پُر تپاک خیر مقدم کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ حضور کی صحت زندگی اور کام میں

---

[1] الفضل ۲۵ر اگست ۱۹۵۵ء صا ، [2] روزنامہ الفضل ۳۱ر اگست ۱۹۵۵ء صا

[3] روزنامہ الفضل یکم ستمبر ۱۹۵۵ء صا ؛ [4] روزنامہ الفضل ۷ ۔ ۸ ر ستمبر ۱۹۵۵ء صا

برکت دے۔ اہل ربوہ حضور کی خدمت میں تہہ دل سے مبارک باد عرض کرتے اور دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ ——— مرزا بشیر احمد ۹/۶/۵۵[1]

"دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ"

اصل پروگرام کے مطابق حضور کی کراچی میں واپسی ۶ ستمبر بروز منگل مقرر تھی مگر آخری وقت پر کسی ناگزیر تبدیلی کی وجہ سے حضور کراچی میں مقررہ وقت سے ایک دن پہلے ہی یعنی پیر کے روز پہنچ گئے۔ اس طرح اس سفر پر بھی حضرت مسیح موعود کا پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق الہام "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کمال صفائی کے ساتھ صادق آگیا[2]

قادیان میں جشن مسرت

۶ - ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء

احمدیت کے دائمی مرکز - قادیان - میں بھی سیدنا حضرت مصلح موعود کی سفر یورپ سے کراچی میں کامیاب اور باعافیت مراجعت کی خبر ۶ ستمبر کو پہنچ گئی جس سے دیار حبیب کے تمام درویشوں میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور سب نے خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق اسی روز عصر کی نماز کے بعد مقبرہ بہشتی میں تمام درویشوں نے لمبی پُرسوز اجتماعی دُعا کی۔ اسی روز رات کے وقت منارۃ المسیح کے آٹھوں بجلی کے بڑے بڑے لیمپ روشن کئے گئے جن کی روشنی سارے قادیان کو بقعہ نُور بنا رہی تھی۔ اور تصویری زبان میں ہر دیکھنے والے کو اس امر کی دعوت دے رہی تھی کہ باوجود انقلاب زمانہ کے قادیان کا نور بدستور اکناف عالم میں پھیل رہا ہے اور احمدیت کے دائمی مرکز سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے سامان ہو رہے ہیں۔ منارۃ المسیح پر رنگارنگ کی جھنڈیاں الگ اپنی بہار دکھا رہی تھیں۔ سلسلہ کی مرکزی عمارات کے علاوہ درویشان کرام نے خاص طور پر اپنے اپنے گھروں پر چراغاں کا انتظام کر رکھا تھا۔ کہ احمدیہ محلہ کے بازار گلی کوچے ننھے ننھے چراغوں سے جگمگا رہے تھے۔

اگلے روز یعنی ۷ ستمبر کو اس خوشی میں تمام دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں تعطیل تھی اور حسب اعلان ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے صبح مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی جلسہ تشکر و تہنیت منعقد ہوا جس میں تلاوت قرآن کریم کے بعد چوہدری محمود احمد

---

[1] "الفضل" ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ کالم ۱ + [2] "الفضل" ۲۶ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۸۔

صاحب مبشّر کی تیار کردہ نظم ملک بشیر احمد صاحب ناصر نے خوش الحانی سے سُنائی جس میں مبشّر صاحب نے درویشانِ قادیان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور کی با صحت و سلامتی کامیاب مراجعت پر مبارکباد پیش کی۔

پہلی تقریر جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے فرمائی جس میں آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگ کیوں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی سے محبت رکھتے ہیں اور کیوں محبت رکھنی چاہیئے۔ اور پھر اس محبت کا کیا تقاضا ہے اور کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے درویشان کرام کو مقامات مقدسہ میں قیام کی غرض وغایت کما حقہٗ پورا کرنے اور اپنے تئیں پہلے سے بڑھ چڑھ کر خدماتِ دینیہ میں منہمک کرنے کی تلقین فرمائی کہ یہی اصل ذرائع ہیں۔ جن سے حضور کی خوشنودی اور نتیجۃً حضور کی بحالی صحت موقوف ہے۔

دوسری تقریر حضرت حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت نے فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر کے پہلے حصّے میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر یورپ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اور خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الہامات، و رؤیا و کشوف اور بڑودہ کے بزرگ کی رؤیا جو چالیس سال قبل رسالہ صوفی میں شائع ہوئی تھی کا ذکر کر کے بتایا کہ کس طرح یہ تمام باتیں پوری ہوئیں۔ تقریر کے دوسرے حصّے میں محترم حکیم صاحب نے آیت قرآنی اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً اور اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ کی لطیف تفسیر فرماتے ہوئے ان مخالفتوں کا ذکر فرمایا جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً اُٹھتی رہیں۔ اور ہر موقعہ پر خدا کا کلام اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً نہایت شان کے ساتھ پورا ہوتا رہا آپ کی یہ تقریر نہایت مؤثر و مدلّل تھی۔

بعدہٗ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے وہ سپاسنامہ پڑھ کر سنایا جو درویشان قادیان اور جماعتہائے ہندوستان کی طرف سے سفر یورپ سے کامیاب مراجعت پر بطور تہنیت و درخواستِ دُعا تیار کیا گیا تھا۔ حاضرین نے اسے سُن کر اس سے اتفاق کیا۔

اسی قسم کا ایک اور سپاسنامہ مجلس خدام الاحمدیّہ کی طرف سے تیار کردہ مکرّم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے پڑھ کر سُنایا اور اراکین مجلس خدام الاحمدیّہ نے اس سے اتفاق کیا۔

بعدۂ محترم امیر صاحب مقامی نے صدارتی تقریر میں حضور کے لئے مزید دعاؤں کی تحریک فرمائی اور بالآخر یونس احمد صاحب اسلم نے درثمین سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا اپنی اولاد کے حق میں دعائیہ منظوم کلام سنایا اور بعدہٗ جلسہ برخواست ہوا۔

پروگرام کے مطابق اس روز شام کا کھانا تمام درویشان نے مل کر کھانا تھا۔ چنانچہ نصرت گرلز سکول (یعنی مرزا گل محمد صاحب کے مکان) میں بعد عصر مستورات کے اجتماعی کھانے کا انتظام کیا گیا جس میں حلقہ درویشان کی جملہ مستورات اور چھوٹی عمر کے بچے شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ نے وہ سپاسنامہ بھی پڑھ کر سنایا جو لجنہ کی طرف سے حضور کی خدمت میں پیش کیا جانے والا تھا۔ بعد میں اجتماعی دعا ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد صحن بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں جملہ درویشان بھی اجتماعی کھانے میں شریک ہوئے اس موقعہ پر شہر کے بعض غیر مسلم معززین بھی مدعو تھے۔

کھانے کے بعد اجتماعی دعا ہوئی اور ۷ ستمبر کو بھی منارۃ المسیح کے آٹھوں بجلی کے لیمپ روشن کئے گئے اور اس طرح جشن مسرت کی یہ تقریب بفضلہ تعالیٰ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوئی۔[1]

درویشان قادیان کے جذبات عقیدت

قادیان دارالامان کے درویشوں کا سپاسنامہ خاص طور پر اُن جذبات عقیدت و فدائیت کی پوری عکاسی کر رہا تھا جو خدا کے مسیح کی بستی کے اُن عشاق محمود کے قلوب و ارواح میں بحر بیکراں کی طرح موجزن تھے۔ اس تاریخی سپاسنامہ کا متن یہ تھا:-

بحضور امام ہمام فضل عمر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بر موقع واپسی سفر یورپ

سیدنا و امامنا و مرشدنا ایدکم اللہ بنصرہ العزیز۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

ہم درویشان قادیان حضور پُر نور کی خدمت عالیہ میں سفر یورپ سے مع اہل بیت و خدام واپس تشریف آوری پر مبارکباد عرض کرتے ہیں جب حضور علاج اور صحت کی درستی کے لئے عازم یورپ ہوئے اس وقت حضور کے درویش خدام بوجہ حالات کی مجبوری کے خود حاضر خدمت ہو کر حضور کو رخصت نہ کر سکے۔ لیکن حضور

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۱۴ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

کی تشویشناک بیماری اور دُور دراز سفر کی وجہ سے ہمارے سب کے دل غم اور فکر سے بھرے ہوئے تھے اور اس دوران میں ہم محسن حقیقی اور شافی مطلق خدا کے حضور آپ کے لئے دردمندانہ دُعاؤں میں مصروف رہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ اس نے جماعت پر جو ابھی کمزور اور ناتوان ہے۔ بالخصوص اور بنی نوع انسان پر بالعموم رحم فرماتے ہوئے حضور کو صحت عطا فرما کر جلد واپس تشریف لانے کی توفیق بخشی۔ الحمد للہ۔

سیدنا! حضور کا یہ سفر جہاں اور بہت سے فیوض و برکات کا موجب ہوا ہے وہاں اس سفر میں حضور کے دوبارہ ورود دمشق سے ایک دفعہ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے نیز علاوہ اور پیشگوئیوں کے نواب سید صدر الدین رئیس ریاست بڑودہ کا آج سے چالیس بیالیس سال پیشتر کا خواب لفظی طور پر پُورا ہوا ہے جو رسالہ "صوفی" میں شائع شدہ ہے۔ جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ۔

"ایک صاحب سفر جہاز کی تیاری میں مصروف ہیں اور فرماتے ہیں کہ یورپ جاتا ہوں۔ علاج کرنا ہے۔ اور میرا نام عمر بن الخطاب ہے۔"

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے جس طرح حضور کے پہلے سفروں کو بابرکت کیا۔ اور ان کو اسلام اور احمدیت کی ترقی کا باعث بنایا اسی طرح باوجود علالت طبع کے حضور کا یہ سفر بھی ہر طرح سے مفید اور بابرکت ثابت ہوا جس میں حضور کو علاوہ یورپ کے ماہر ڈاکٹروں سے اپنی علالت کے متعلق طبّی مشورہ حاصل کرنے کے مغرب کے تثلیث کدوں میں اسلامی توحید و رسالت کی تبلیغ کو وسیع کرنے کے لئے انتظام کا موقعہ ملا۔ اور اہل یورپ کے کانوں میں ایک دفعہ پھر حضور کی آواز گونجی ؎

میری طرف چلے آئیں طبیب روحانی
کہ ان کے دردوں دکھوں کیلئے طبیب ہوں میں

امامنا! حضور نے اس سفر میں روانہ ہونے وقت اعلان فرمایا تھا کہ میں یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کو وسیع کرنے کے لئے بر موقع تجاویز و انتظامات کروں گا۔ اور "قصہ زمین برسرِ زمین" طے کروں گا۔ حضور کے اس اعلان کو ہندوستان اور پاکستان کے کئی اخبارات و رسائل نے نقل کیا۔

اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ کاش ! آپ کے سوا کسی اور مسلمان لیڈر کو ایسے پاکیزہ خیالات اور ہمدردیٔ اسلام کے جذبہ کے اظہار کا موقع ملتا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ باوجود ناسازیٔ طبع کے حضور نے لنڈن میں مبلغین اسلام کی کانفرنس اپنی صدارت میں منعقد فرما کر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کے متعلق مفید اور کار آمد مشورے دیئے اور یورپ کے موجودہ حالات کو خود مشاہدہ کر کے یورپ و امریکہ میں اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے اہم فیصلے فرمائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے نیک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق بخشی۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضور کا جہادِ عظیم عنقریب اپنے شیریں پھل لائے گا۔ اور دُنیا جلد ہی مغرب سے آفتابِ اسلام کو پوری آب وتاب سے طلوع ہوتے دیکھ لے گی وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔

سیّدنا! حضور کے سفرِ یورپ سے پاکستان میں بخیر و عافیت واپسی جہاں ہمارے دلوں میں مسرت و شادمانی کے جذبات موجزن کرنے کا باعث بنی ہے وہاں ہم مہجور درویشان کی یہ تمنّا بھی شدّت اختیار کر گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ کا وعدہ جلد پورا کرے اور حضور پُرنور اپنی عظمت اور جلالت شان کے ساتھ تختگاہِ رسول میں واپس تشریف لا کر رونق افروز ہوں اور آلِ مسیح موعود علیہ السّلام پھر ''امن است در مکان محبت سرائے ما'' کا منظر پیش کرے وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

آخر میں ہم خاکساران حضور کی خدمت عالیہ میں مؤدّبانہ عرض کرتے ہیں کہ حضور ہمارے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے ماتحت قادیان میں رہنے اور خدمتِ دین و مقاماتِ مقدّسہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ایسا بیج بنائے جس کے ذریعہ سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دُنیا میں اسلام اور احمدیّت کے شاندار درخت پیدا ہوں اور ہمیں ہر قسم کی سستیوں کوتاہیوں اور گناہوں سے بچائے اور مقامات مقدّسہ کی اور ہماری ہر طرح سے حفاظت فرمائے آمین

حضور کی خدمت اقدس میں یہ بھی گذارش ہے کہ اگرچہ یہ ایڈریس درویشانِ قادیان کی طرف سے ہے اور بوجہ وقت کی قلت کے دوسری ہندوستانی جماعتوں کو اس میں باقاعدہ شمولیت کے لئے اطلاع نہیں دی جا سکی۔ لیکن مرکز قادیان سے وابستہ جملہ احبابِ جماعتِ احمدیّہ ہندوستان حضور کے ساتھ اپنی عقیدت و محبّت میں کسی طرح ہم سے کم نہیں اور وہ اِن جذبات

کے اظہار میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ والسّلام

حضور کے ادنیٰ خدام درویشان قادیان مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۵ء[1]

نمائندگان جماعت ہائے احمدیہ پاکستان کا خلوص و فدائیت سے لبریز سپاس نامہ

درویشانِ قادیان کی طرح پاکستان کے احمدیوں کی خوشیوں اور مسرتوں کی کوئی حد نہ رہی تھی اور حضرت مصلح موعود کی سفر یورپ سے مظفر و منصور اور باصحت اور بامراد واپسی سے نہ صرف اُن کے ایمان و عرفان میں زبردست اضافہ ہوا بلکہ وہ نظام خلافت کے پہلے سے بڑھ کر فدائی اور شیدائی بن گئے۔ اس روحانی انقلاب کی ایک نمایاں جھلک اس سپاس نامہ سے عیاں ہوئی جو ۹ ستمبر ۱۹۵۵ء کو سوا دس بجے صبح احمدیہ مشن ہاؤس کراچی کی نو تعمیر عمارت میں چوہدری عبداللہ خان صاحب امیر کراچی نے جماعتہائے احمدیہ پاکستان کی طرف سے حضور کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس پُر اخلاص و محبت سپاس نامہ کا متن درج ذیل ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ واطلع شموس طالعکم۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

(۱) سیّدنا! ہم نمائندگان جماعتہائے احمدیہ پاکستان مغربی و مشرقی حضور کی باخیریت و باصحت واپسی پر اللہ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتے ہیں خدائے عزّ و جل کا جماعت احمدیہ پر یہ بے انتہاء احسان ہے کہ اس نے جماعت کو حضور ایدکم اللہ تعالیٰ کی بہترین قیادت میں اکناف عالم میں تبلیغ و اشاعت دین کی توفیق بخشی ہے اور وہ اپنے فضل سے اپنے سلسلہ کو دن بدن ترقی عطا فرما رہا ہے الحمدللہ علیٰ ذالک

(۲) سیّدنا! پانچ ماہ کا عرصہ گذرا کہ حضور کو علالت کے باعث پاکستان سے باہر بلاد یورپ میں بغرض علاج تشریف لے جانا پڑا۔ حضور کا یہ سفر تمام احمدی افراد کے لئے نہایت قلق و اضطراب کا موجب تھا حضور کے تمام خدام اپنے دل کی گہرائیوں سے ہر لمحہ حضور کی شفایابی کے لئے بارگاہِ ایزدی میں سراپا دُعا بنے رہے ہیں جس کا ایک نظارہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو دورانِ سفر حالت کشف میں بھی دکھایا۔

---

[1] ہفت روزہ "بدر" قادیان ۱۴ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۵۔

اور آج جب کہ حضور اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایابی حاصل کر کے واپس پاکستان تشریف لائے ہیں ساری جماعت کے دل اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لا رہے ہیں۔ اور ہم تمام جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے حضور کے اس قدوم میمنت لزوم پر خوشی و مسرت کے لئے کراچی میں حاضر ہوئے ہیں۔

(۳) سیدنا! جماعت نے ہر ہر مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار تائیدات کے نشانات مشاہدہ کئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی زبردست نصرت و حمایت کو حضور ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لئے کارفرما دیکھا ہے اب اس بیماری میں بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سے نشانات و معجزات مشاہدہ کئے ہیں جس سے جماعت کے دلوں میں ازدیاد ایمان و یقین کی ایک تازہ لہر دوڑ گئی ہے اللہ تعالیٰ نے عاجز بندوں کی دعاؤں اور ان کی زاری کو سن کر ایسے سامان پیدا فرمائے کہ حضور کے مرض کی صحیح تشخیص ہو کر صحیح طور پر علاج ہو سکا۔ اور خدائے ارحم الراحمین نے اپنے غیر معمولی فضل سے حضور کو صحت و شفا بخشی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الشَّافِي الْكَافِي۔

(۴) سیدنا! حضور نے اسلام اور جماعت کے لئے جو ان تھک محنت کی ہے اور جس طرح دن رات اس راہ میں اپنے آپ کو قربان کیا ہے جماعت کو اس کا کچھ کچھ اندازہ ہے اب ڈاکٹری مشورہ کے مطابق حضور کو کافی آرام کرنے کی ضرورت ہے ہم حضور کے خدام نہایت ادب سے درخواست کرتے ہیں کہ حضور ڈاکٹری مشورہ کے مطابق پوری طرح آرام فرمائیں سب جماعتیں حضور کی گراں مایہ صحت کے پیش نظر اقرار کرتی ہیں کہ اپنے جذبات کو ایک حد تک دبا کر بھی حضور کے آرام کے لئے ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتی رہیں گی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد حضور کو کامل صحت عطا فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور حضور کے عہد مبارک میں اسلام کو بیش از بیش ترقی و نفوذ عطا فرمائے اور جماعت کو حضور کی زیر ہدایت پورے جوش اور پورے خلوص سے کام کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

(۵) سیدنا! حضور کا یہ سفر اللہ تعالیٰ کی بشارت کے ماتحت ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت سے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ اپنے پیارے اور مقرب بندوں کا ہر آن حامی و محافظ ہے۔ احادیث نبویہ میں دمشق میں نزول المسیح کے ساتھ دو زرد چادروں کا بھی ذکر ہے بے شک حضور کے ۱۹۲۴ء کے سفر دمشق سے یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے مگر واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئی ۱۹۵۵ء کے سفر میں زیادہ نمایاں طور پر اور پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی ہے۔

اس مرتبہ حضور نے پاکستان سے طیارہ میں سفر فرمایا اور پہلی منزل دمشق ہی مقرر ہوئی حضور نے دمشق میں طیارہ سے نزول فرمایا اور اس وقت حضور علالت کی وجہ سے تعبیری زبان میں دو زرد چادروں میں ملبوس تھے۔ سو یہ سفر منجملہ دیگر نشانات کے اس عظیم الشان نشان کے ظہور کا بھی موجب ہؤا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

(۶) سیّدنا! یہ درست ہے کہ حضور کا یہ سفر درحقیقت بغرض علاج تھا مگر واقعات سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ سفر الٰہی مشیّت کے مطابق بلادِ عربیہ اور بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام کے استحکام کے لئے تھا۔ حضور نے علالت طبع کے باوجود بلادِ عربیہ اور یورپ کے تمام مشنوں کے لئے ہدایات دے کر اِن میں ایک نئی رُوح پیدا فرمادی ہے حضور نے یورپ و امریکہ اور افریقہ میں تبلیغ اسلام کے لئے نئی اور مؤثر سکیم بنانے کے لئے جس تاریخی کانفرنس کا انعقاد فرمایا ہے وہ ہمیشہ کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ اور انشاء اللہ حضور کی مقرر کردہ لائنوں پر کام کرنے سے اسلام کی اشاعت اور ترقی کے لئے غیر معمولی سامان پیدا ہوتے جائیں گے اسی طرح سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود کا مزید ظہور اس سفر کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے اللہ تعالیٰ حضور کی اس جدوجہد میں غیر معمولی برکت پیدا فرمائے اور اسلام کے جھنڈے کو ساری دُنیا میں بلند سے بلند تر فرمائے آمین ثم آمین۔

(۷) سیّدنا! ہم حضور کے خدام حضور کی اس باصحت واپسی کو اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان یقین کرتے ہیں اور اسے ایک غیر معمولی نشان الٰہی سمجھتے ہیں اس لئے اس موقعہ پر ہم صمیم قلب سے حضور کی اس باصحت واپسی پر حضور کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کے آستانہ پر شکر گزار اور دردمندانہ دلوں کے ساتھ اس نعمت میں مزید اضافہ کے لئے دست بدعا ہیں اللہ تعالیٰ حضور کو کامیاب ترین اور پوری صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے اور ہمارے سروں پر حضور کا سایہ لمبے عرصہ تک قائم رکھے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنَا بِطُوْلِ حَیَاۃِ اِمَامِ الْھُمَامِ وَ اَیِّدْہُ وَ انْصُرْہُ نَصْرًا عَظِیْمًا اَللّٰھُمَّ آمِیْن۔

ہم ہیں حضور کے خدام نمائندگان

جماعت ہائے احمدیہ پاکستان

(۱) ڈاکٹر عبدالصمد خاں نمائندہ مشرقی پاکستان۔ (۲) بدیع الزمان نمائندہ مشرقی پاکستان۔ (۳) قاضی محمد یوسف امیر جماعت ہائے صوبہ سرحد۔ (۴) محمد رفیع صوفی امیر جماعتہائے اپر سندھ (۵) احمد الدین امیر جماعت ہائے لوئر سندھ۔ (۶) مرزا عبدالحق امیر جماعت ہائے صوبہ پنجاب۔ (۷) شیخ کریم بخش امیر جماعت ہائے احمدیہ بلوچستان۔ (۸) چودھری عبداللہ خان امیر جماعت احمدیہ کراچی۔ (۹) مرزا عزیز احمد نمائندہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان و تحریک جدید[1]

حضرت مصلح موعودؓ کی بصیرت افروز تقریر

ایڈریس پڑھے جانے کے بعد حضور نے جو بصیرت افروز تقریر فرمائی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں ان تمام جماعتوں کے لئے دُعا کرتا ہوں جن کے نمائندے اس وقت کراچی میں تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔ چونکہ یہ ایک اہم موقعہ ہے اس لئے میں اس وقت کچھ ضروری باتیں کہنا چاہتا ہوں جو ان ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق ہیں جنہوں نے وہاں مجھے دیکھا ہے۔ ڈاکٹر روسی جن کا علاج تھا انہوں نے مجھے ایک بات کہی ہے یوں تو یورپ کے بعض دوسرے ممالک میں اور بھی کئی ڈاکٹروں نے مجھے دیکھا ہے جرمن ڈاکٹروں نے بھی دیکھا ہے۔ لیکن اصل علاج ڈاکٹر روسی کا تھا جو زیورک کے یونیورسٹی ہاسپٹل کے میڈیکل ڈائرکٹر ہیں پہلے بھی انہوں نے مجھے متواتر کہا تھا مگر چلتے وقت انہوں نے خصوصیت سے کہا کہ یہ بات ایک بار پھر بھی آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک معین طاقت رکھی ہے اور وہ اس طاقت کے مطابق کام کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں آپ نے اپنی گذشتہ عمر نارمل حالت سے ڈیڑھ سو فیصدی زیادہ کام کیا ہے اب میں آپ کی بیماری کی آخری حالت کو دیکھ کر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ نارمل حالت سے ڈیڑھ سو فیصدی زیادہ کام کر چکے ہیں تو اب ایک نارمل آدمی کی صلاحیت کے مطابق کام کریں لیکن اس سے زیادہ کام نہ کریں۔ آپ کو اب آرام کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ آرام کریں۔ اور طبیعت کو ہمیشہ خوش رکھیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی صحت میں جو ترقی ہو رہی ہے وہ ضائع ہو جائے۔ دوستوں کو چاہیئے کہ وہ ایک دوسرے کو یہ باتیں اچھی طرح سمجھا دیں تاکہ ڈاکٹری مشورہ کے مطابق وہ میری صحت کے لئے کسی تشویش کا موجب نہ بنیں۔

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۸ ستمبر ۱۹۵۵ء۔

اس کے بعد حضور نے مغرب میں تبلیغ اسلام کے موضوع پر اپنے قیمتی خیالات کا اظہار فرمایا اور بتایا کہ کس طرح اِن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام کی سچائی اثر کرتی چلی جا رہی ہے اور وہ قرآنی تعلیم کی افضلیت اور اس کی برتری کے قائل ہوتے جا رہے ہیں حضور نے جماعت کو مسلسل قربانیوں کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا :-

"اگر کسی سلسلہ کا صرف ایک فرد پر انحصار ہو تو آج نہیں تو کل وہ سلسلہ ختم ہو جائیگا۔ لیکن اگر جماعت کا ہر فرد اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرے اور وہ اور اس کی اولاد اسلام کی اشاعت کے لئے مسلسل کوشش کرتی چلی جائے تو ایک لمبے عرصے تک یہ سلسلہ ممتد ہو سکتا ہے اور بہت جلد اسلام دُنیا پر غالب آ سکتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ ابتدا میں ترقی ہمیشہ آہستگی کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن الٰہی سنّت یہ ہے کہ کچھ وقفہ کے بعد بڑے زور کے ساتھ بند ٹوٹتا ہے اور لاکھوں لاکھ لوگ سچے مذہب میں شامل ہونا شروع ہو جاتے ہیں پس اپنی جدوجہد کو جاری رکھو۔ اور اس دن کا انتظار کرو جب خدائی نصرت اور اس کی مدد کا وقت آ جائے گا۔ اگر ہماری جماعت نے قربانی کی اس سپرٹ کو قائم رکھا تو جب کامیابی کا وقت آئے گا۔ تو وہ لوگ جو ہمّت ہار کر بیٹھ چکے ہوں گے حسرت کریں گے کہ کاش ہم ہمّت نہ ہارتے اور ہم بھی اس فتح میں شریک ہو جاتے۔[1]

خطبات جمعہ میں تبلیغ اسلام کیلئے خصوصی تحریک

قیام کراچی کے دوران حضور انور نے احمدیہ ہال میں تین خطبات ارشاد فرمائے اور تینوں میں ہی مغربی ممالک کے اندر تبلیغ اسلام کی مہم کو تیز تر کرنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔

(۱) پہلا خطبہ (۹ ستمبر) زیادہ تر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اُن پیشگوئیوں سے متعلق تھا جو حضور کے اس سفر یورپ کے تعلق میں اشاعت اسلام کے بارہ میں تھیں حضور نے خطبہ میں فرمایا کہ اب مغربی ممالک میں اسلام کی طرف واضح رجحانات پیدا ہو رہے ہیں فصل تیار ہو رہی ہے اب صرف فصل کاٹنے والوں کی ضرورت ہے۔[2]

(۲)۔ دوسرے خطبہ (۱۶ ستمبر) میں بھی حضور نے مغربی ممالک میں تبلیغ کے لئے وقف کی پرزور تحریک فرمائی اور جماعت کو اس سلسلے میں انتہائی جدوجہد کی تلقین کی اور ان جوانوں کے لئے برکت کی

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ۞ [2] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

دعا کی جو اس خدمت کے لئے پہل کر کے آگے آئیں۔[1]

(۳) تیسرے خطبہ (۲۳ ستمبر) میں حضور نے احباب جماعت کو مزید قربانیوں اور خدمت اسلام کے لئے زندگیاں وقف کرنے کی ایک بار پھر تحریک فرمائی۔ اور فرمایا یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ہم اس مقام اور مرتبہ کو حاصل کر سکتے ہیں جو ہمارے آباؤ اجداد کو ملا۔ نماز جمعہ کے بعد حضور نے مکرم فضل الرحمٰن صاحب مجاہد افریقہ۔ مکرم مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور مکرم ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔[2] یہ احباب حضور کے سفر یورپ کے دوران وفات پا گئے تھے۔

مسلم فرقوں سے مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کی پُرزور اپیل

۲۱ ستمبر کی سہ پہر کو جماعت احمدیہ کراچی کی طرف سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کو بیچ لگژری ہوٹل BEACH LUXURY HOTEL میں ایک دعوت دی گئی۔ جس میں کثیر التعداد اصحاب شریک ہوئے احباب کی درخواست پر حضور نے مہمانوں سے خطاب فرمایا جو قریباً ایک گھنٹہ تک نہایت درجہ خاموشی اور توجہ کے ساتھ سنا گیا اپنے سفر یورپ کے "تاثرات" کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے تمام مسلمان فرقوں سے پُرزور اپیل کی کہ وہ مغربی ممالک میں غیر مسلموں کو تبلیغ کی تنظیم اور توسیع کے ذریعہ اسلام کی طرف کھینچنے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پہنچانے کی طرف توجہ دیں۔ یہ تقریب بہت کامیاب رہی اور تمام معزز مہمان حضور کے ایمان افروز خطاب سے از حد متاثر ہوئے۔[3]

حضرت مصلح موعود کا مرکز احمدیت میں ورود اور شمع خلافت کے پروانوں کا فقید المثال استقبال

اہل ربوہ اسی دن ہی سے کہ جب حضور نے ۵ ستمبر کو دوشنبہ کے روز کراچی میں ورود فرمایا تھا حضور کی آمد کا بیتابی سے انتظار کر رہے تھے وہ حضور کو خوش آمدید کہنے کے شوق میں دیدہ و دل فرش راہ کئے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ۲۵ ستمبر کو پانچ بجے سہ پہر کو یہ اطلاع ملنے پر کہ حضور چناب ایکسپریس کے ذریعہ رات کو ربوہ تشریف لا رہے ہیں۔ اہل ربوہ ریلوے اسٹیشن سے قصر خلافت تک اس راستے پر جو خوش آمدید

---

[1] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱ ؛ [2] روزنامہ "الفضل" ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱

[3] روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴ ستمبر ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۔

کی سجی ہوئی محرابوں اور رنگ برنگ کی جھنڈیوں سے آراستہ تھا جمع ہونے شروع ہو گئے۔

ہر چند کہ وہ اس خبر کو سننے کے ہر آن منتظر تھے تاہم حضور کی تشریف آوری کی خبر انہیں اچانک ملی۔ سوا پانچ بجے سہ پہر کے قریب جب احباب عصر کی نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو واپس لوٹے ہی تھے مسجد مبارک کے لاؤڈ سپیکر سے استقبال کمیٹی کے سیکرٹری مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر (حال ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ) نے یہ اعلان کیا کہ سیدنا حضرت المصلح موعود آج شام چناب ایکسپریس سے ربوہ تشریف لا رہے ہیں احباب استقبال کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مقررہ راستے پر اپنے اپنے حلقوں میں پہنچ جائیں۔ اس اعلان کا ہونا تھا کہ سارے ربوہ میں خوشی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے دیکھتے ہی دیکھتے اس راستے پر آجمع ہوئے جو استقبال کے لئے مقرر کیا گیا تھا وہ محلہ وار نظام کے تحت اپنے اپنے صدر صاحبان کی قیادت میں سرو قد ایستادہ اس معین لمحے کے منتظر تھے کہ جب حضور ربوہ کی سرزمین میں ورود فرمانے کے بعد اِن کے درمیان سے گذرتے ہوئے قصرِ خلافت کی طرف روانہ ہوں۔ اور وہ خود شرف دید سے سرفراز ہو کر صمیم قلب سے اَھْلاً و سَھْلاً و مَرحبًا۔ کہنے کی سعادت حاصل کریں۔ راستوں کی سجاوٹ، مشتاقانِ دید کا اجتماع ایک جھلک دیکھنے کی تڑپ میں چہروں پر ایک کیف آور اور اضطراب نیز در و دیوار کے چپے چپے پر چراغاں کا دلکش منظر ربوہ اور اس کے ماحول کو محو حیرت کئے دے رہا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس ماحول کا ذرّہ ذرّہ حضرت نواب مبارکہ بیگم کے الفاظ میں یہ کہہ رہا ہے کہ؎

صد مبارک آرہے ہیں آج وہ
روز و شب بے چین تھے جن کے لئے
آگیا آخر خدا کے فضل سے
دِن گنا کرتے تھے جس دن کے لئے[1]

---

[1] یہ قطعہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے خاص اسی تقریب کے لئے کہا تھا۔ جو "الفضل" کے "خیر مقدم نمبر" میں شائع ہوا۔

ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر جو بجلی کے قمقموں سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ امیر مقامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے علاوہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے دیگر افراد ربوہ میں مقیم ناظر اور وکلاء صاحبان اور استقبالیہ کمیٹی کے جملہ ارکان حضور کے خیر مقدم کی سعادت حاصل کرنے کے لئے پہلے ہی سے موجود تھے۔ یہ سب حضور کی بخیر و عافیت واپسی، صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے زیرِ لب دُعائیں کرنے میں مصروف تھے کہ سات بجے شب کے قریب یکایک دُور سے فضا میں گاڑی کی روشنی نمودار ہوئی۔ روشنی کا نمودار ہونا تھا کہ تمام احباب کے چہرے جو پورے نظم وضبط کے ساتھ کھڑے تھے خوشی اور مسرّت سے کھِل گئے۔ ہر چند کہ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوا چاہتی تھیں پھر بھی جذبۂ شوق کے ہجوم سے سب میں ایک پُر کیف اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ آن کی آن میں گاڑی پلیٹ فارم سے آن لگی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اور استقبالیہ کمیٹی کے ارکان آگے بڑھے اور ان کے پیچھے پیچھے سب کے دل قدم اٹھاتے ہوئے ڈبے تک جا پہنچے جس میں حضور رونق افروز تھے۔ تمام فضا اللہ اکبر اور امیر المومنین زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھی اُدھر مجلس اطفال الاحمدیّہ کے ایک گروپ نے جو پندرہ اطفال پر مشتمل تھا حضرت مسیح موعود کے حسب ذیل اشعار خوش الحانی سے پڑھ کر ایک سماں باندھ دیا۔

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نُور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

چونکہ ان دنوں ربوہ کے اسٹیشن پر ابھی کرسی دار پختہ پلیٹ فارم نہیں بنا تھا۔ اس لئے ڈبہ کے ساتھ لکڑی کا ایک زینہ لگا دیا گیا۔ حضور نے دروازہ کھولتے ہی اس زینے کو ہٹانے کا حکم دیا اور زینہ ہٹنے کے بعد حضور گاڑی کے پائیدانوں پر قدم رکھتے ہوئے نیچے اُترے جونہی حضور نے ربوہ کی سرزمین پر قدم رکھا مجلس استقبالیہ کی طرف سے ایک بکرا بطور صدقہ ذبح کیا گیا۔ اور غرباء میں نقدی تقسیم کی گئی۔ سب سے پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضور کا خیر مقدم کرتے ہوئے آگے بڑھ کر حضور پُر نور سے مصافحہ کیا۔ بعدۂ استقبالیہ کمیٹی کے صدر (اور نمائندہ خدام الاحمدیّہ و

و انصار)۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور کمیٹی کے دیگر ارکان مصافحہ سے مشرف ہوئے پھر حضرت اقدس صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور دیگر احباب کے ہمراہ اس جگہ تشریف لائے جہاں صحابہ کرام اور ناظر و وکلاء صاحبان حضور کے استقبال کے لئے صف ایستادہ تھے۔ حضور کے ساتھ مصافحہ کا شرف حاصل کرتے ہوئے ضعیف العمر صحابہ کی حالت غیر ہوئی جاتی تھی جوش مسرت سے اُن پر رقّت کا عالم طاری تھا۔ ان میں سے بعض بے اختیار ہو کر ہاتھ پھیلاتے ہوئے حضور کی طرف دوڑ پڑے۔ مسیح پاک کے ان حواریوں کا اپنے اس امام کی طرف بے تابانہ بڑھنا جو حسن اور احسان میں خود مسیح پاک کا نظیر تھا ایک ایسے رُوح پرور منظر کا حامل تھا جس کی یاد کبھی بھی نہیں بھول سکتی۔ حضور نے صحابہ کرام کو شرف دید اور شرف مصافحہ سے نوازتے ہوئے اُن سے اُن کا احوال پوچھا اور بالخصوص حضرت مولوی غلام نبی صاحب مصری سے جو کافی کمزور ہو رہے تھے ان کی صحت کے متعلق تفصیلی رنگ میں دریافت فرمایا۔

بعدہٗ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے حضور سے صدر انجمن احمدیہ کے ناظر اور تحریک جدید کے وکلاء صاحبان کا تعارف کرایا۔ اور حضور ان سب کو شرف مصافحہ سے نوازنے کے بعد قصر خلافت کی طرف روانہ ہونے کے لئے موٹر کار میں سوار ہوئے۔

حضور جونہی موٹر کار میں تشریف فرما ہوئے مولانا جلال الدین صاحب شمس نے استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے حضور کی خدمت میں کمیٹی کی طرف سے تئیس صفحات پر مشتمل الفضل کا شاندار اور باتصویر "خیر مقدم نمبر" پیش کیا۔ جو مغربی اقوام کو برکت بخشنے کے بعد حضور کی مرکز سلسلہ میں باصحت اور کامیاب و بامراد واپسی کے موقع پر مولانا شمس صاحب کی زیر نگرانی ادارہ الفضل نے شائع کیا۔

اس کے بعد حضور دیگر اہل قافلہ کے ہمراہ موٹر کاروں میں قصر خلافت کی طرف روانہ ہوئے۔ سب

لہ ۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس (نمائندہ صدر انجمن احمدیہ) صاحبزادہ میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم اے (نمائندہ تحریک جدید) چوہدری محمد عبداللہ صاحب (نمائندہ لوکل انجمن احمدیہ ربوہ)۔ چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر حال ناظر دیوان (نمائندہ صدر انجمن احمدیہ) حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب (نمائندہ میونسپل کمیٹی ربوہ)۔ چوہدری ظہور احمد صاحب باجوہ (نمائندہ تحریک جدید)۔

سے اگلی کار میں عقبی سیٹ پر حضور تشریف فرما تھے اور حضور کے ساتھ حضرت مرزا البشیر احمد صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ کار کی اگلی سیٹ پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب اور صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب تھے۔ اس کے پیچھے بعض خدام اور عملے کے دیگر افراد کی کار تھی۔ تیسری کار میں حضور کے قدیم طبی خادم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب (جنہیں اس سفر یورپ میں بھی حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا) کے علاوہ جائنٹ ناظر اعلیٰ میاں غلام محمد صاحب اختر۔ حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ مولانا جلال الدین صاحب شمس۔ کیپٹن محمد حسین صاحب چیمہ اور مکرم چودھری ظہور احمد صاحب آڈیٹر (حال ناظر دیوان صدر انجمن احمدیہ) سوار تھے۔ پچھلی کار میں سیدہ حضرت امّ ناصر حرم اوّل حضرت المصلح موعود اور صاحبزادی امۃ الجمیل بیگم تھیں۔ اس کار کے پیچھے سیدہ امّ متین صاحبہ حضرت سیّدہ مہر آپا صاحبہ اور صاحبزادی امۃ المتین بیگم کی کار تھی۔ اس سے پچھلی کار میں صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب آپ کی بیگم صاحبہ اور بچے تھے۔ اپنی کار کو صاحبزادہ موصوف خود ڈرائیو کر رہے تھے۔ آخری کار میں ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی بیگم صاحبہ اور بچے تھے۔

حضور کی کار دیگر کاروں کے ہمراہ خراماں خراماں قصر خلافت کی جانب روانہ ہوئی سب سے پہلے کار اسٹیشن کے عقب میں استقبالیہ کمیٹی کی طرف سے تعمیر کردہ گیٹ میں سے ہو کر گذری جس پر "السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ" کا طغریٰ آویزاں تھا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے بعض الہامات لکھے ہوئے تھے۔ یہاں بھی چند اطفال مکرم مولانا ابو المنیر نور الحق صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ کی زیر نگرانی حضرت مسیح موعودؑ کے دعائیہ اشعار نہایت خوش الحانی سے پڑھ پڑھ کر حضور کو خوش آمدید کہنے کی سعادت حاصل کر رہے تھے۔

اس گیٹ میں سے گذرنے کے بعد حضور کی کار محلہ دارالرحمت شرقی کی درمیانی سڑک پر پہنچی وہاں کاریں جانب شرق کراسنگ پر آئیں اور پھر گول بازار میں سے ہوتی ہوئیں دفاتر صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کی درمیانی سڑک طے کرنے کے بعد دائیں جانب مڑتے ہوئے احاطہ مسجد مبارک کے صدر دروازے کے راستے قصر خلافت کے قریب آکر رکیں۔ یہ تمام راستہ خوش آمدید کی خوبصورت محرابوں رنگدار جھنڈیوں اور بجلی کے دلکش قمقموں سے سجا ہوا تھا نیز مکانوں کی چھتوں پر منڈیروں کے ساتھ ساتھ دور دور تک مٹی کے ننھے ننھے چراغوں نے اپنی بے قرار روشنی کے ساتھ ایک عجیب

پُرکیف سماں باندھ رکھا تھا۔ بالخصوص گولبازار کی سج دھج اور روشنی قابل دید تھی۔ صدر انجمن احمدیہ۔ تحریک جدید۔ لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کے مرکزی دفاتر بجلی کے رنگ دار قمقموں اور خوش آمدید کے روشن حروف سے جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ راستے میں صدر انجمن احمدیہ۔ تحریک جدید۔ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری و خلافت لائبریری اور محلہ جات نے اپنی طرف سے علیحدہ علیحدہ خوش آمدید کی نہایت خوش نما محرابیں بنائی ہوئی تھیں جن پر مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہامات اور اشعار کپڑوں پر نہایت دلکش انداز میں لکھے ہوئے تھے۔ کہیں ؎

اے فخر رُسل قرب تو معلومم شُد

دیر آمدۂ زرہ دُور آمدہ

کا طغریٰ آویزاں تھا تو کہیں اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا کے الفاظ لکھ کر دلی جذبات کا اظہار کیا گیا تھا۔ کہیں "آمدنت باعث آبادیٔ ما" کا مصرعہ اپنی طرف متوجہ کرتا تھا۔ کہیں "نُور آتا ہے نُور" کا الہام اپنی روشنی سے نگاہوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ دارالصدر شرقی میں مولوی عبداللطیف صاحب ٹھیکیدار اور سردار رحمت اللہ صاحب نے بھی اپنے طور پر خوش نما اور رنگین دروازے لگا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا اور بالخصوص ڈاکٹر فرزند علی صاحب جنرل پریذیڈنٹ ربوہ نے احاطہ مسجد مبارک کے صدر دروازے پر خاص اپنی طرف سے بڑے اہتمام سے سبز رنگ کا دروازہ نصب کر کے اس طور پر استقبال میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔

ریلوے اسٹیشن سے لے کر احاطہ مسجد مبارک کے صدر دروازے تک مسلسل اہل ربوہ اپنے محبوب آقا کی ایک جھلک دیکھنے اور دل کی گہرائیوں سے اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا کہنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سراپا انتظار بنے کھڑے تھے۔ حضور کی کار دوسری کاروں کے ہمراہ اسٹیشن سے آہستہ آہستہ چلتی ہوئی جب اس راستے سے گذرنی شروع ہوئی تو احباب پر خوشی و مسرّت کا جو عالم طاری ہوا اور جس جوش و خروش کے ساتھ نعرے لگا لگا کر انہوں نے حضور کو خوش آمدید کہا وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے قدم قدم پر فضا السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ اَھْلاً وَّ سَھْلاً وَّ مَرْحَبًا۔ اللّٰہُ اکبر۔ اسلام زندہ باد۔ احمدیت زندہ باد۔ امیر المومنین زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھتی تھی۔ اور نعرے لگانے والوں کے ساتھ ساتھ ہر شخص کی نگاہیں اس اشتیاق کے ساتھ

استقبال کے لئے آگے بڑھتی تھیں کہ سب سے پہلے وہی شرف زیارت سے مشرف ہوں اس وقت کی کیفیت نہایت ہی عجیب اور ولولہ انگیز تھی۔ جب حضور کی کار احاطۂ مسجد مبارک کے صدر دروازے پر پہنچی تو احباب نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے نعرے لگانے بند کر دیئے اور ۳۰ اطفال کی ایک اور پارٹی نے جو محمد اسحاق صاحب خلیل ابن مکرّم مولوی محمد ابراہیم صاحب خلیل مبلغ مغربی افریقہ کی زیر نگرانی وہاں متعین تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تحریر فرمودہ آمین کے دعائیہ اشعار پڑھنے شروع کر دیئے۔ حضور ایدہ اللہ کی کار احاطہ میں داخل ہو کر مسجد مبارک کے عقب میں قصر خلافت کے مشرقی دروازے پر آ کر رک گئی۔

موٹر کار سے اترنے کے بعد حضور پہلے محراب کے دروازے میں سے مسجد مبارک میں (جس کے در و دیوار بجلی کے قمقموں سے بقعہ نور بنے ہوئے تھے) تشریف لے گئے اس وقت صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب۔ صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب۔ میاں غلام محمد صاحب اختر اور مولانا جلال الدین صاحب شمس بھی حضور کے ہمراہ مسجد میں داخل ہوئے۔ باقی احباب باہر ہی کھڑے رہے حضور نے اس حال میں کہ یہ چاروں اصحاب حضور کے پیچھے کھڑے تھے محراب میں قبلہ رُخ ہو کر نہایت رقّت انگیز دُعا کرائی۔ جس میں باہر کھڑے ہوئے احباب بھی شریک تھے۔

دُعا سے فارغ ہونے کے بعد حضور تمام احباب کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہہ کر ساڑھے سات بجے شب قصر خلافت میں تشریف لے گئے اور احباب اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور حضور کی صحت وسلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے دُعائیں کرتے ہوئے گھروں کو لوٹے۔

دیر گئے رات تک ربوہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں رونق رہی۔ چراغاں کے باعث ربوہ کی وہ وادی جو آج سے چند سال قبل بالکل بے آب وگیاہ تھی چراغاں کی وجہ سے جگمگ کر رہی تھی۔ چاند کی چٹکی ہوئی روشنی میں چراغاں کے باعث یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آسمان وزمین سے نُور کی متصل بارش ہو رہی ہے اس میں اہلِ ربوہ کے لئے ایک عظیم الشان نشان تھا اور وہ یہ کہ وہ مسیحی نفس جس کے دم سے مغرب میں اسلام کا سورج طلوع ہُوا ہے۔ "نُور آتا ہے نُور" کے الہام کے بموجب مغربی ملکوں کو منوّر کرنے اور وہاں کے اسیروں کی رستگاری کا سامان مہیّا کرنے کے بعد ان کے دلوں کو پھر جِلا بخشنے کے لئے ان کے درمیان واپس آیا ہے۔ اس کے آنے پر وہ چراغاں کے منظر ہیں" نور

آتا ہے نُور" کی عملی تفسیر مشاہدہ کر رہے تھے۔

یوں تو تمام محلوں کی گلیوں اور سڑکوں پر بجلی کی روشنی کا اہتمام کیا گیا تھا اور اہلِ ربوہ نے اپنے گھروں کی چھتوں پر بھی دیئے جلا کر چراغاں کی تھی لیکن مسجد مبارک، ملحقہ عمارتوں، دفاتر صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید، دفتر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ، تعلیم الاسلام کالج، فضل عمر ہوسٹل، جامعہ نصرت، تعلیم الاسلام ہائی سکول، فضل عمر ریسرچ انسٹیٹیوٹ، نصرت گرلز ہائی سکول، دارالضیافت، اور دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی روشنی کی بات ہی اور تھی۔ ربوہ کی پُر انوار بستی کا یہ نظارہ نہایت درجہ رُوح پرور تھا۔ اگرچہ اہلِ ربوہ اس وقت اپنے اپنے گھروں اور مسجدوں میں نوافل پڑھنے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں مصروف تھے۔ پھر بھی گھروں کی بلندیوں پر لگے ہوئے بجلی کے بڑے بڑے بلب راستوں کی روشنی اور بعض بڑی بڑی عمارتوں پر بجلی کے قمقموں کی ضیا پاشی آنکھوں کے سامنے ایک بڑے اور ترقی یافتہ شہر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ اور بالخصوص ربوہ کی جنوب مشرقی پہاڑی پر تیز روشنی کا جو اہتمام کیا گیا تھا وہ ایک روشن قندیل کی مانند جھلملا رہی تھی اور ایک ایسی کیفیت پیدا کر رہی تھی کہ گویا آسمان کا کوئی روشن ستارہ نیچے ہو کر زمین کے قریب آگیا ہے۔ اور اس کی بستی میں رہنے والوں کو ایک نئی صبح صادق کا مژدہ سُنا رہا ہے[1]

مبارک سفر کا مبارک اختتام

الغرض جس طرح الٰہی بشارت کے مطابق خداوند رحیم و کریم بزرگ و برتر کا یہ موعود خلیفہ مبارک تھا۔ اسی طرح اس کے سفر یورپ کا اختتام بھی ہر اعتبار سے مبارک ثابت ہوا جس کے قدم قدم پر آسمانی نصرتوں، برکتوں، تائیدوں کا غیر معمولی اجتماع ہوا جو حضرت مصلح موعود کی حقانیت کا چمکتا ہوا اقتداری نشان اور حضور کے مرتبۂ لقا کی بلند رفعتوں کا آئینہ دار تھا کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ صاف طور پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدتِ اتصال کی وجہ سے خدائے عزّ و جلّ کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیاتِ الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں اور محبوب حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اُٹھا کر نہایت شدید قُرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا

---

[1] - روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ ستمبر ۱۹۵۵ء صلہ ۲، صہ ۸۔

ہے۔ اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال و حرکات اور سکنات اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے۔ تب ہر یک چیز جو اس سے مَس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دُعا کرے برکت پاتی ہے۔ اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے اور اس کی خوشبو اس کو آتی ہے۔ جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دُنیا نور کی ساتھ لاتا ہے۔ غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کُنہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔[1]

---

[1] آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶۹

ضمیمہ

تاریخِ احمدیت جلد ہفدہم

۱۔ فہرست قافلہ پاکستان برائے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے قافلہ پاکستان کی مندرجہ ذیل فہرست روزنامہ 'المصلح' کراچی ۱۹؍ دسمبر ۱۹۵۳ء/ فتح ۱۳۳۲ ہش میں شائع کرائی اور اس کے شروع میں تحریر فرمایا کہ:۔

" قادیان جانے والا قافلہ انشاء اللہ زیر فیصلہ حکومت ۲۵؍ دسمبر ۱۹۵۳ء بروز جمعہ بوقت نو بجے صبح لاہور سے روانہ ہوگا۔ اس کے لیے ذیل کے اصحاب (مرد و زن) کا انتخاب کیا گیا ہے سو مندرجہ ذیل اصحاب کو ۲۴؍ دسمبر بروز جمعرات کی شام تک یا زیادہ سے زیادہ ۲۵؍ دسمبر بروز جمعہ کو صبح آٹھ بجے تک لاہور پہنچکر میرے دفتر میں اپنی حاضری کی رپورٹ کرنی چاہیئے جو جودھامل بلڈنگ بالمقابل رتن باغ لاہور میں عارضی طور پر کھولا جارہا ہے ہر شخص کے پاس گرم بستر اور کرایہ وغیرہ کی رقم مبلغ بیس روپے موجود ہونی چاہیئے جو میرے دفتر میں روانگی سے قبل باخذ رسید جمع کرانی ضروری ہوگی البتہ جو دوست گذشتہ سال بھی قافلہ میں گئے تھے ان سے بیس روپے کی بجائے صرف سولہ روپے وصول کئے جائیں گے۔ اس میں آنے جانے کا کرایہ اور پاسپورٹ کی فیس شامل ہے قافلہ کے امیر چوہدری اسداللہ خانصاحب

بیرسٹر لاہور ہوں گے ۔ قادیان سے قافلہ کی واپسی انشاء اللہ ۳۰؍ دسمبر بروز بدھ شام کو ہوگی ۔ پس دوستوں کو اس کے مطابق فرصت نکال کر شامل ہونا چاہیئے۔
وَکَانَ اللّٰہُ مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔

۱۔ چوہدری اسداللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۲۔ سعید احمد صاحب ابن بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار درویش ربوہ
۳۔ پیر بشیر احمد صاحب معرفت بدر سلطان صاحب ربوہ
۴۔ مہر دین صاحب دہلوی محلہ الف ربوہ
۵۔ چوہدری غلام حیدر صاحب مانگا ضلع سیالکوٹ
۶۔ ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب ریواز باغ لاہور
۷۔ مولوی فضل دین صاحب بنگوی نمک فروش لائل پور
۸۔ ماسٹر محمد یحییٰ صاحب سیدوالا ضلع شیخوپورہ
۹۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ربوہ حال پشاور
۱۰۔ حمید الدین صاحب پسر مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ربوہ حال پشاور
۱۱۔ زینب بیگم صاحبہ اہلیہ ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم جلیانوالہ لائل پور
۱۲ مریم بیگم صاحبہ بنت علیا مرحوم چک نمبر ۲۹۵ گ ب ضلع لائل پور
۱۳۔ بابو فضل دین صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ لاہور
۱۴۔ فاطمہ بی بی صاحبہ بنت مہر دین صاحب کوٹ مرزا جان گوجرانوالہ
۱۵۔ سکینہ بی بی صاحبہ اہلیہ منشی یعقوب علی صاحب گھنو کے ججہ ضلع سیالکوٹ
۱۶۔ غلام بی بی صاحبہ زوجہ سردار محمد صاحب چک نمبر ۱۸ بھوڑو ضلع شیخوپورہ
۱۷۔ سعیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ بھائی بشیر محمد صاحب درویش اوکاڑا
۱۸۔ سردار بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری نور احمد صاحب داتہ زید کا سیالکوٹ
۱۹۔ مریم بیگم صاحبہ زوجہ مستری محمد اسماعیل صاحب درویش ربوہ
۲۰۔ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ عبدالرحیم صاحب درویش ربوہ

۲۱۔ رحمت بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری غلام محمد صاحب چک نمبر ۹۹ شمالی سرگودھا
۲۲۔ اللہ رکھی صاحبہ بیوہ مرزا محمد کریم صاحب ربوہ
۲۳۔ آمنہ بی بی صاحبہ والدہ قاضی عبدالحمید صاحب درویش ربوہ
۲۴۔ مرزا واحد حسین صاحب تلونڈی راہوالی گوجرانوالہ
۲۵۔ ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحب بلاک نمبر ۱۲ سرگودھا
۲۶۔ چوہدری غلام محمد صاحب چک نمبر ۹۹ شمالی سرگودھا
۲۷۔ خان صاحب میاں محمد یوسف خان صاحب نمبر ۲۸۱ فیروز پور روڈ لاہور
۲۸۔ محمد شعیب ضیاء ابن میاں محمد یوسف خانصاحب نمبر ۲۸۱ فیروز پور روڈ لاہور
۲۹۔ مولانا مولوی ابوالعطاء صاحب ربوہ ضلع جھنگ
۳۰۔ نذیرہ بی بی صاحبہ بنت جلال دین صاحب درویش ربوہ
۳۱۔ حمید اللہ صاحب پسر نذیرہ بی بی صاحبہ مذکور ربوہ
۳۲۔ صابرہ بی بی صاحبہ زوجہ نذیر احمد صاحب شاد ربوہ حال ٹھٹھری (سندھ)
۳۳۔ رفیق احمد صاحب ابن نذیر احمد صاحب شاد مذکور
۳۴۔ فاطمہ صاحبہ (والدہ عبدالحمید) ابوالخیر شیخوپورہ
۳۵۔ عبدالواحد صاحب پسر فاطمہ صاحبہ مذکور ابوالخیر شیخوپورہ
۳۶۔ رقیہ صادق بیگم صاحبہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ربوہ
۳۷۔ احمد صادق صاحب ابن حضرت " " " " "
۳۸۔ حسن بی بی صاحبہ زوجہ فضل دین صاحب چک نمبر ۵۵ گ ب لائل پور
۳۹۔ امۃ الحمید صاحبہ بنت عبدالرحمٰن صاحب درویش " " " " " " " "
۴۰۔ حبیبہ بیگم صاحبہ اہلیہ قریشی بشیر احمد صاحب دھرم پورہ لاہور
۴۱۔ نعیم احمد صاحب پسر " " " " " " " "
۴۲۔ نیاز بیگم صاحبہ زوجہ مولوی فضل دین صاحب بنگوی کارخانہ بازار لائل پور
۴۳۔ عبدالحمید صاحب ابن فضل دین صاحب درویش موتی والا لائل پور

۴۴۔ خدیجہ بی بی صاحبہ والدہ قریشی عطاء الرحمٰن صاحب درویش راولپنڈی
۴۵۔ حلیمہ صاحبہ زوجہ رحیم بخش صاحب شاہدرہ
۴۶۔ استانی عائشہ بیگم صاحبہ زوجہ مولوی غلام مصطفٰے صاحب بدوملہوی ربوہ
۴۷۔ مشیت خاتون صاحبہ اہلیہ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی ربوہ
۴۸۔ ہاجرہ خاتون صاحبہ بنت غلام ربّانی صاحب مرحوم ربوہ
۴۹۔ خولہ بیگم صاحبہ بنت مولوی عبدالقادر صاحب ایم اے نسبت روڈ لاہور
۵۰۔ امیر بی بی صاحبہ والدہ مولوی برکت علی صاحبہ درویش نصیرہ ضلع گجرات
۵۱۔ رمضان بی بی بنت میاں امام الدین صاحب سیکھوانی مرحوم احمد نگر
۵۲۔ بشیرہ بیگم صاحبہ بنت عبداللہ صاحب درویش محلہ دارالیمن ربوہ
۵۳۔ زینب بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری بشیر احمد صاحب داتہ زید کا سیالکوٹ
۵۴۔ صاحب بی بی صاحبہ زوجہ حافظ محمد عبداللہ صاحب پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ
۵۵۔ غلام فاطمہ صاحبہ بیوہ عبداللہ صاحب مالی مرحوم دارالخواتین ربوہ
۵۶۔ ہاجرہ بی بی صاحبہ بنت محمد علی صاحب چک نمبر ۱۸ بھوڑو ضلع شیخوپورہ
۵۷۔ نور بی بی صاحبہ والدہ مستری عبدالغفور صاحب درویش ربوہ
۵۸۔ نذیر احمد صاحب ابن عبدالغفور صاحب مذکور ربوہ
۵۹۔ سیدہ نصرت بانو صاحبہ اہلیہ ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش ربوہ حال کراچی
۶۰۔ نورجہاں بیگم صاحبہ اہلیہ مولوی بشارت احمد صاحب وزیر چوک منٹگمری
۶۱۔ امینہ نعیم صاحبہ بنت مرزا محمد کریم صاحب دارالخواتین ربوہ
۶۲۔ کرم بی بی صاحبہ اہلیہ فتح محمد صاحب بھڈال ضلع سیالکوٹ
۶۳۔ کریم بی بی عرف مائی کیموں محلہ دارالخواتین ربوہ
۶۴۔ امتہ اللہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد اسحاق صاحب چک نمبر ۷۶ ۲ گوکھووال ضلع لائلپور
۶۵۔ ہاجرہ بی بی صاحبہ اہلیہ خیر دین صاحب سابق ذیلدار چک نمبر ۲۹۵ لائل پور
۶۶۔ ناصر احمد صاحب ابن چوہدری خیر دین صاحب مذکور

۶۷۔ عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ احمد دین صاحب آڑہ ضلع گجرات

۶۸۔ بھاگن صاحبہ بیوہ محمد بخش صاحب مرحوم ربوہ حال چاہ موسیٰ والا بہاولپور

۶۹۔ خدیجہ بی بی صاحبہ بنت الٰہی بخش صاحب ربوہ حال محمود آباد سندھ

۷۰۔ زینب بی بی صاحبہ بنت حکیم اللہ بخش صاحب ربوہ

۷۱۔ سعیدہ بیگم صاحبہ بنت قاضی عبدالرزاق صاحب مرحوم ربوہ

۷۲۔ سعیدہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری غلام محمد صاحب چک نمبر ۹۹ شمالی سرگودھا

۷۳۔ سیدہ ممتاز صاحبہ زوجہ سید محمد شریف صاحب درویش سیالکوٹ

۷۴۔ امۃ الرحیم صاحبہ بنت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ہجن ضلع سرگودھا

۷۵۔ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت خواجہ محمد عبداللہ صاحب دوکاندار ربوہ

۷۶۔ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت قاضی عبدالعزیز صاحب مرحوم ربوہ

۷۷۔ بیگم بی بی صاحبہ والدہ مبارک احمد صاحب دفتر نظارت علیا ربوہ

۷۸۔ اللہ جوائی صاحبہ والدہ فضل حق صاحب دوکاندار ربوہ

۷۹۔ چراغ بی بی صاحبہ بنت بڈھا صاحب چک نمبر ۹۶ گ ب لائل پور

۸۰۔ چراغ بی بی صاحبہ بنت عیسیٰ خان صاحب ربوہ حال کرنڈی سندھ

۸۱۔ محمد حسین صاحب ابن غلام محمد صاحب مدرس شادی وال گجرات

۸۲۔ محمد نواز صاحب ہسپتال ضلع اٹک

۸۳۔ جمال دین صاحب خلیل دواخانہ شیخوپورہ

۸۴۔ مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی لالیاں ضلع جھنگ

۸۵۔ شیخ ذکاء اللہ صاحب فوٹو گرافر منٹگمری

۸۶۔ محمد عبداللہ صاحب دوکاندار ظفروال سیالکوٹ

۸۷۔ نذیر احمد صاحب حلوائی بدوملہی ضلع سیالکوٹ

۸۸۔ ملک محمد ابراہیم صاحب محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ

۸۹۔ قریشی محمود احمد صاحب ۴۹ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور

۹۰۔ مرزا عبدالحق صاحب مدرس ڈی۔جی ہائی سکول اجنالہ گجرات
۹۱۔ ڈاکٹر محمد احمد صاحب ابن خان میر صاحب ربوہ حال ٹل (کوہاٹ)
۹۲۔ مولوی بشارت احمد صاحب ابن مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان لیہ ضلع مظفر گڑھ
۹۳۔ خواجہ عبدالکریم صاحب پان فروش ربوہ
۹۴۔ مولوی ابوالمبارک محمد عبداللہ صاحب پسرور ضلع سیالکوٹ
۹۵۔ رحمت خان صاحب ابن علی محمد صاحب ادرحمہ ضلع سرگودھا
۹۶۔ شیخ اللہ بخش صاحب بزاز لائلپور
۹۷۔ محمد صادق صاحب ابن بہاول بخش صاحب چک نمبر ایل ۳/۵ ضلع جھنگ
۹۸۔ سیّد پیر احمد شاہ صاحب ولد حاجی احمد صاحب سیالکوٹ
۹۹۔ چوہدری محمد یوسف صاحب مالو کے بھگت سیالکوٹ
۱۰۰۔ بابا شمشیر خان صاحب محلہ الف ربوہ
۱۰۱ ماسٹر خیرالدین صاحب ریٹائرڈ پی ای ایس سیالکوٹ شہر
۱۰۲۔ زینب بی بی صاحبہ ربوہ
۱۰۳۔ مائی جانو والدہ فتح محمد صاحب درویش ربوہ
۱۰۴۔ بھاگ دین صاحب محلہ دوبرجی پسرور
۱۰۵۔ عبدالمنان صاحب کریانہ فروش ربوہ
۱۰۶۔ منظور احمد صاحب ابن فتح دین صاحب شیخ پور گجرات
۱۰۷۔ حمیدالدین صاحب ابن عزیزالدین صاحب ربوہ حال کرنڈی سندھ
۱۰۸۔ برکت اللہ خاں صاحب ابن نیاز محمد صاحب چک نمبر ۱۱۹ کستووال ضلع منٹگمری
۱۰۹۔ میاں محمد اسماعیل صاحب گھی فروش لائل پور
۱۱۰۔ مستری ناصر احمد صاحب سائیکل ڈیلر احمد نگر جھنگ
۱۱۱۔ میاں اللہ دتہ صاحب سکرٹری مال سیالکوٹ شہر
۱۱۲۔ فضل دین صاحب ابن میاں محمد صاحب چک سکندر گجرات

۱۱۳۔ لال دین صاحب ابن احمد بخش صاحب گورنمنٹ ہائی سکول پسرور
۱۱۴۔ خواجہ محمد عبد اللہ صاحب بھیرہ ضلع سرگودھا
۱۱۵۔ عبد الحمید صاحب ابن محمد بخش صاحب اورحمہ ضلع سرگودھا
۱۱۶۔ حاجی عبد الکریم صاحب ولد غلام حیدر خاں صاحب ربوہ حال کراچی
۱۱۷۔ مرزا اسلام اللہ صاحب ابن مرزا غلام اللہ صاحب ربوہ
۱۱۸۔ حافظ محمد عبد اللہ صاحب پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ
۱۱۹۔ شیخ صاحب دین صاحب ڈھینگرہ ہاؤس گوجرانوالہ
۱۲۰۔ شیخ سعید احمد صاحب دواخانہ خدمتِ خلق ربوہ
۱۲۱۔ محمد ارشاد صاحب ابن سردار خاں صاحب مہلکے ضلع گوجرانوالہ
۱۲۲ سید عبد الحمید صاحب پسر ڈاکٹر عطر دین صاحب درویش پریم نگر لاہور
۱۲۳۔ چوہدری قائم دین صاحب ابن وزیر خاں صاحب چک نمبر ۶۹ آر بی لائل پور۔
۱۲۴۔ سید منظور علی شاہ صاحب کچہری روڈ سیالکوٹ
۱۲۵۔ ماسٹر محمد انور صاحب نواں کوٹ ضلع شیخوپورہ
۱۲۶۔ ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے ربوہ
۱۲۷۔ چوہدری عبد اللہ صاحب ولد نواب دین صاحب چک نمبر ۲۱۹ گنڈا سنگھ والا لائل پور
۱۲۸۔ محمد صدیق صاحب کمیشن ایجنٹ غلہ منڈی گکھڑ گوجرانوالہ
۱۲۹۔ رحیم بخش صاحب دوکاندار سید والہ ضلع شیخوپورہ
۱۳۰۔ چوہدری غلام مصطفٰے صاحب چک نمبر ۷۸ گ ب لائل پور
۱۳۱۔ فتح محمد صاحب مڑھ بلوچاں شیخوپورہ
۱۳۲۔ محمد ادریس صاحب ابن عبد الحق صاحب نور ربوہ حال کرنڈی سندھ
۱۳۳۔ چوہدری کریم داد صاحب ابن علی اکبر صاحب چک نمبر ۱۶ آر بی لائل پور
۱۳۴۔ فضل احمد صاحب ولد حاجی احمد صاحب بھیرہ ضلع شاہ پور
۱۳۵۔ ڈاکٹر عبد المغنی صاحب معرفت صوفی خدا بخش صاحب ربوہ

۱۳۶۔ چوہدری بشیر احمد صاحب داتا زید کا ضلع سیالکوٹ
۱۳۷۔ ماسٹر رشید احمد صاحب چونڈہ ضلع سیالکوٹ
۱۳۸۔ شیخ نور احمد صاحب ایڈووکیٹ مزنگ روڈ لاہور
۱۳۹ چوہدری نور محمد صاحب ابن عبداللہ صاحب چک نمبر ۳۴۲ اسنیانی ضلع لائل پور
۱۴۰۔ چوہدری نذیر احمد خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ بورڈ منٹگمری
۱۴۱۔ عبدالرحیم صاحب ورق ساز شام نگر لاہور
۱۴۲ حمید احمد صاحب ابن بھائی شیر محمد صاحب منٹگمری
۱۴۳۔ قریشی قمر احمد صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور
۱۴۴۔ قریشی بشیر احمد صاحب اکوٹنٹ فضل عمر ہوسٹل لاہور
۱۴۵۔ سید مسعود مبارک شاہ صاحب ربوہ
۱۴۶۔ رشید احمد صاحب ظفر ابن حکیم خلیل احمد صاحب لاہور حال کراچی
۱۴۷۔ ملک محمد امین صاحب محلہ کریم پورہ لالہ موسیٰ گجرات
۱۴۸۔ حافظ فتح محمد صاحب چک نمبر ۹۸ شمالی سرگودھا
۱۴۹۔ شیخ فضل حسین صاحب بزازہ کارخانہ بازار لائل پور
۱۵۰۔ محمد عرفان صاحب اپیل نویس ربوہ حال مانسہرہ (سرحد)
۱۵۱۔ محمد ارشاد صاحب بشیر ربوہ ضلع جھنگ
۱۵۲۔ عبدالباسط صاحب ابن عبدالرحیم صاحب درویش ربوہ
۱۵۳۔ محمد اسحاق صاحب واقفِ زندگی دفتر محاسب ربوہ
۱۵۴۔ مقبول احمد صاحب ذبیح متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ
۱۵۵۔ منشی عبدالحق صاحب کاتب ربوہ
۱۵۶۔ محمد اسحاق صاحب ابن منشی عبدالحق صاحب مذکور
۱۵۷۔ مبارک احمد صاحب ظفر ابن سعید احمد صاحب نسبت روڈ لاہور
۱۵۸۔ شیخ محمد اکرم صاحب گول منشی محلہ لائل پور

۱۵۹۔ خدا بخش صاحب حجام ڈسکہ کلاں ضلع سیالکوٹ

۱۶۰۔ حفیظ احمد صاحب ابن خدا بخش صاحب مذکور

۱۶۱۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب دیا لگڑھی مسجد احمدیہ لائل پور

۱۶۲۔ غلام نبی صاحب ابن نظام الدین صاحب ٹھیکیدار ربوہ

۱۶۳۔ چوہدری میر احمد صاحب ابن صدر دین صاحب چک نمبر ۱۶ ج ب لائلپور

۱۶۴۔ عباس بن عبدالقادر صاحب نسبت روڈ لاہور

۱۶۵۔ کریم الدین صاحب ابن جلال دین صاحب چک نمبر ۱۲۱ ج ب لائل پور

۱۶۶۔ مولوی عبدالمالک خاں صاحب ربوہ حال کراچی

۱۶۷۔ ڈاکٹر سیّد غلام غوث صاحب ربوہ

۱۶۸۔ محمد اسحٰق صاحب ابن محمد اسمٰعیل صاحب درویش ملازم گورنمنٹ پریس لاہور

۱۶۹۔ محمد بوٹے خاں صاحب معرفت چوہدری محمد انور صاحب ہیرس روڈ سیالکوٹ

۱۷۰۔ فضل کریم صاحب اکمل ابن غلام احمد صاحب مدرس نواں کوٹ شیخوپورہ

۱۷۱۔ چوہدری عطا محمد صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار ربوہ

۱۷۲۔ ملک عزیز احمد صاحب پنشنر ایس ڈی او ۲ میکلوڈ روڈ لاہور

۱۷۳۔ میاں عبدالحکیم صاحب والد عبدالسلام صاحب درویش درگانوالی سیالکوٹ

۱۷۴۔ شعیب احمد صاحب اسلم جلیانوالہ چک نمبر ۳۶۱ لائلپور

۱۷۵۔ سید شفیق احمد صاحب خاور ابن سید محمد شریف صاحب چنبہ ہاؤس لاہور

۱۷۶۔ حمید اللہ صاحب صابر ابن میاں سراج الدین صاحب درویش ربوہ

۱۷۷۔ عبدالباری صاحب ابن چوہدری عبدالحمید صاحب درویش ربوہ

۱۷۸۔ چوہدری محمد جمیل صاحب ابن محمد بخش صاحب مرحوم ربوہ حال چاہ موسیٰ والا بہاولپور

۱۷۹۔ سردار محمد صاحب چک نمبر ۱۸ بھوڑو ضلع شیخوپورہ

۱۸۰۔ مہتہ عبدالرزاق صاحب ربوہ حال کراچی

۱۸۱۔ عالم خاں صاحب ابن سمندر خاں صاحب ربوہ حال مانسہرہ

۱۸۲۔ مرزا حمید احمد صاحب تحسینؔ ابن مرزا نذیر علی صاحب ربوہ
۱۸۳۔ حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ
۱۸۴۔ مولوی محمد اسماعیل صاحب اسلم واقف زندگی ربوہ
۱۸۵۔ خدا بخش صاحب ابن چراغ دین صاحب باغبانپورہ لاہور
۱۸۶۔ بشیر احمد صاحب ابن عبدالکریم صاحب درویش ربوہ
۱۸۷۔ سید امین احمد صاحب ابن حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم ربوہ
۱۸۸۔ عنایت اللہ صاحب ابن میراں بخش صاحب شیخ پور ضلع گجرات
۱۸۹۔ چوہدری نذیر احمد صاحب ابن اکبر علی صاحب بھلیرالوالہ گجرات
۱۹۰۔ محمد عالم صاحب ابن کریم داد صاحب ربوہ حال این، ڈبلیو، آر ایجنسی مانسہرہ
۱۹۱۔ مبارک احمد صاحب دفتر نظارت علیاء ربوہ
۱۹۲۔ مستری محمد صدیق صاحب ابن احمد دین صاحب ربوہ
۱۹۳۔ مولوی عبدالحق صاحب نور ربوہ حال کرنڈی سندھ
۱۹۴۔ نور دین صاحب واقفِ زندگی وکالتِ قانون ربوہ
۱۹۵۔ سید عبدالحیٔ صاحب ابن عبدالمنان صاحب جامعۃ المبشرین ربوہ
۱۹۶۔ صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب ایم اے ربوہ
۱۹۷۔ بشارت احمد صاحب ابن حسن محمد صاحب کوٹ رحمت خان شیخوپورہ
۱۹۸۔ صالحہ بی بی صاحبہ زوجہ مستری عبدالرحمٰن صاحب بٹہ سیداں سیالکوٹ شہر
۱۹۹۔ لعل خاں صاحب ولد احمد خاں صاحب کھاریاں ضلع گجرات
۲۰۰۔ ناصر احمد ولد سراج دین درویش ربوہ حال کوہاٹ [1]

---

[1] روزنامہ "المصلح" کراچی مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۳ء / صلح ۱۳۳۲ ہش صفحہ ۳ و ۴

۲۔ تصویر قافلہ پاکستان برائے جلسہ سالانہ قادیان

۱۹۵۳ء/۱۳۳۲ہش

دائیں سے بائیں۔ نیچے سے پہلی قطار میں بیٹھے ہوئے اصحاب

۱۔ ؟

۲۔ خواجہ عبدالکریم صاحب سابق درویش (حال گوجرہ)

۳۔ ناصر احمد صاحب پسر مولوی محمد عبداللہ صاحب درویش۔ ۴۔ ؟

۵۔ بشیر احمد صاحب ابن عبدالکریم صاحب درویش قادیان

۶۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ربوہ حال پشاور

۷۔ مستری ناصر احمد صاحب سائیکل ڈیلر احمد نگر ضلع جھنگ حال چنیوٹ

دوسری قطار میں بیٹھے ہوئے اصحاب

۱۔ ؟ ۔ ۲۔ چوہدری عطا محمد صاحب مرحوم ریٹائرڈ تحصیلدار سیکرٹری تعمیر ربوہ

۳۔ حضرت ڈاکٹر بھائی محمود احمد صاحبؓ بلاک نمبر ۱۲ سرگودھا

۴۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب اسلم حال صدر محلہ دارالیمن ربوہ۔ ۵۔ ؟

۶۔ مکرم گیانی مرزا واحد حسین صاحبؓ مبلغ سلسلہ احمدیہ ٹلونڈی راہوالی

۷۔ ملک عزیز احمد صاحب پنشنر ایس ڈی او، ۲ میکلوڈ روڈ لاہور

۸۔ حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحبؓ

۹۔ مرزا عبدالحق صاحب مدرس ڈی بی ہائی سکول اجنالہ گجرات

۱۰۔ مولانا غلام احمد صاحب فاضل بدوملہوی لالیاں ضلع جھنگ

۱۱۔ ؟ ۔ ۱۲۔ ؟

۱۳۔ حضرت منشی عبدالحق صاحبؓ کاتب (والد ماجد مولانا ابوالمنیر نورالحق صاحب ربوہ)
۱۴۔ مولوی عبدالباسط صاحب (ابن میاں عبدالرحیم صاحب درویش دیانت سوڈا فیکٹری قادیان)
۱۵۔ حاجی اللہ بخش صاحبؓ چندر کے منگولے
۱۶۔ ؟ - ۱۷ - ؟

پہلی قطار میں کھڑے ہوئے اصحاب

۱۔ خواجہ محمد عبداللہ صاحب گول بازار ربوہ حال راولپنڈی
۲۔ شیخ نور احمد صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۳۔ جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب جمونی بی۔اے ربوہ حال مبلغ امریکہ
۴۔ بھاگ دین صاحب محلہ اوبرجی لیپرور - ۵ - ؟
۶۔ حافظ فتح محمد صاحب چک نمبر ۹۸ شمالی سرگودھا (حال لاہور)
۷۔ تا ۱۴ ؟
۱۵۔ صاحب دین صاحبؓ ڈھینگڑہ ہاؤس گوجرانوالہ
۱۶۔ محمد عبداللہ صاحب ظفروال
۱۷۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فاضل دیال گڑھی مبلغ سلسلہ لائلپور حال انچارج شعبہ رشتہ ناطہ ربوہ
۱۸۔ تا ۲۰ ؟
۲۱۔ حضرت حاجی عبدالکریم صاحبؓ ولد غلام حیدر خاں صاحب کراچی
۲۲۔ حضرت بابو فضل دین صاحبؓ سیالکوٹی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ لاہور
۲۳۔ عبدالرحیم صاحبؓ ورق ساز شام نگر لاہور

دوسری قطار میں کھڑے ہوئے اصحاب

۱۔ مولانا عبدالمالک خانصاحب مربی سلسلہ احمدیہ کراچی (حال ناظر اصلاح وارشاد ربوہ)

۲۔ ؟ - ۳۔ جناب میاں محمد اسمٰعیل صاحب دارا پوری کارخانہ بازار لائلپور

۴۔ مکرم محمد یوسف صاحب مالو کے بھگت (والد ماجد محمد عیسیٰ صاحب مبلغ مشرقی افریقہ)

۵۔ ڈاکٹر میر مشتاق احمد صاحب لاہور

۶۔ شیخ سعید احمد صاحب آف ڈیرہ دون دواخانہ خدمت خلق ربوہ

۷۔ پیر بشیر احمد صاحب مرحوم ماڈل ٹاؤن آف ڈیرہ دون

۸۔ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحبؓ پرنسپل جامعۃ المبشرین ربوہ

۹۔ مولانا کے بالکل سامنے عبدالحمید ڈاہڈھا

۱۰۔ چوہدری محمد اسداللہ خاں صاحب بیرسٹر لاہور امیر قافلہ

۱۱۔ حضرت خانصاحب میاں محمد یوسف صاحبؓ ۲۸۱ فیروز پور روڈ لاہور

۱۲۔ حضرت سیّد پیر احمد صاحبؓ ہوشیار پوری سیالکوٹ

۱۳۔ حضرت ماسٹر خیر دین صاحبؓ ریٹائرڈ پی۔ای۔ایس سیالکوٹ شہر

۱۴۔ چوہدری قائم خاں صاحب گھسیٹ پورہ - ۱۵؟ ۱۶-؟

۱۷۔ غلام نبی صاحب پسر ٹھیکیدار نظام دین صاحب

۱۸۔ محمد اسحاق صاحب مرحوم واقف زندگی دفتر محاسب ربوہ (برادر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منیر مبلغ سیرالیون. سیلون و مارشیس)

۱۹۔ مرزا حمید احمد صاحب تحسین ابن مرزا نذیر علی صاحب ربوہ

۲۰۔ عبدالباری صاحب ابن چوہدری عبدالحمید صاحبؓ درویش قادیان

تیسری قطار میں کھڑے ہوئے اصحاب

۱۔ تا ۵ ؟

۶۔ حافظ محمد عبداللہ صاحبؓ مرحوم پنڈی بھٹیاں ضلع گوجرانوالہ (والد ماجد دوست محمد شاہد)

۷۔ مولوی محمد عرفان صاحب اپیل نویس مانسہرہ - ۸ - ؟

۹۔ بابا شمشیر خاں صاحب محلہ دارالیمن ربوہ

۱۰۔ نور دین صاحب باجوہ واقف زندگی وکالت قانون تحریک جدید ربوہ
۱۱۔ مبارک احمد صاحب کارکن نظارت علیا ربوہ - ۱۲ تا ۱۴ ؟
۱۵۔ ماسٹر محمد یحییٰ صاحب سید والا ضلع شیخوپورہ حال دارالیمن ربوہ

چوتھی قطار میں کھڑے ہوئے اصحاب

۱ - ؟ - ۲ - ؟
۳ - محمد بوٹے خاں صاحبؓ سابق مؤذن مسجد اقصیٰ قادیان ہیرس روڈ سیالکوٹ
۴ - ؟ - ۵ - ؟
۶ - نذیر احمد صاحب حلوائی مرحوم بدوملہی ضلع سیالکوٹ
۷ - ؟ - ۸ - شیخ فضل حسین صاحب بزاز مرحوم کارخانہ بازار لائلپور
۹ - ؟ - ۱۰ - شیخ اللہ بخش صاحب بزاز لائلپور
۱۱۔ مولوی مقبول احمد صاحب ذبیح متعلم جامعہ احمدیہ
۱۲۔ ؟ - ۱۳ عبدالمنان صاحب کریانہ فروش حال بازار ربوہ
۱۴۔ تا ۱۶ ؟

پانچویں (آخری) قطار میں کھڑے ہوئے اصحاب

۱ - ۲ - ؟ - ۳ - محترم جناب سید الحی صاحب کاشمیری جامعۃ المبشرین ربوہ، حال ایڈیٹر ماہنامہ "انصار اللہ"
۴۔ مولوی فضل الدین صاحب بنگوی کارخانہ بازار لائلپور حال ربوہ
۵ - مرزا اعظم بیگ صاحب آف لنگروال
۶ - شیخ محمد اکرم صاحب گول منشی محلہ لائلپور
۷ - ؟ - ۸ - بشارت احمد صاحب مرحوم ابن حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعت احمدیہ قادیان
۹ - قمر احمد صاحب ماڈل ٹاؤن لاہور
۱۰۔ عبدالحمید صاحب پسر ڈاکٹر عطر دین صاحب مرحوم درویش قادیان۔

۳۔ حضرت مصلح موعودؓ پر حملہ سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی رؤیا

اور اس بارے میں

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کی مراسلت

"دفتر محفوظ"

(بقلم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعالی خدمت حضور پُر نور حضرت خلیفہ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ:۔ ادباً عرض ہے کہ ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے ایک دن مجھے فرمایا کہ مجھے ایک بات کا ہمیشہ فکر رہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ کس بات کا فکر رہتا ہے؟

جناب شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عالم رؤیا میں دیکھا تھا کہ محمود کے کپڑوں پر خون کے چھینٹے (یا دھبے) پڑے ہوئے ہیں اس کا مجھے ہمیشہ فکر رہتا ہے۔ جب عرفانی صاحب قبلہ یہ الفاظ منہ سے بول رہے تھے ان کا چہرہ غم سے زرد ہوگیا تھا۔

مَیں نے یہ واقعہ اپنے چچازاد بھائی ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے سے بیان کر دیا تھا اور اس واقعہ سے بہت پہلے بیان کیا تھا۔

حضور کا خادم

ملک بشیر علی کنجاہی ۱۳-۵-۵۴

O/C

DP 12940

17/3/54

شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی

السلام علیکم! حضرت اقدس امیرالمؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق تحریر ہے کہ ملک غلام فرید صاحب آپ کی طرف منسوب کر کے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا دیکھی تھی جس میں حضرت مسیح الموعود علیہ السلام نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کپڑوں پر خون کے دھبے دیکھے تھے۔"

حضور اقدس دریافت فرماتے ہیں کہ آپ اس روایت کے صحیح الفاظ لکھکر فوراً بھجوائیں۔

والسلام

خاکسار محمد شریف اشرف ۱۶/۳/۵۴

اسسٹنٹ پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی"

رجسٹرڈ۔ A.D

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدی و امامی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کو حسب استفسار حضور لکھا گیا تھا کہ حضور کے کپڑوں پر خون کے چھینٹوں کے متعلق جو روایت ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس کے متعلق مطلع فرمادیں۔ چنانچہ اس کے متعلق اُن کی آمدہ چٹھی ارسال خدمت حضور ہے۔

دستخط

خاکسار عبدالرحمان انور ۲۱/۳/۵۴

پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی"

اس پر سُرخ قلم سے یہ ہدایت تحریر ہے:۔

" فرمایا یہ خط محفوظ رکھا جاوے۔ انور ۲۱/۳/۵۴"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اللہ دین بلڈنگ سکندر آباد دکن (بھارت)

۲۵ر مارچ ۱۹۵۴ء

مخدومی و مکرمی

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ :-

آپ کا رجسٹرڈ مکتوب محمولہ فوٹو خان قلات ملا۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

اسی میں میری ایک روایت کے متعلق بھی حضرت نے دریافت فرمایا ہے۔ جواباً عرض ہے۔ ۱۸۹۸ء کے موسم سرما کی بات ہے کہ مَیں نے حضرت امیر المؤمنین کے متعلق ایک رؤیا دیکھی۔ آپ تو اُس وقت بچے ہی تھے۔ رؤیا یہ تھی کہ

آپ ایک نہایت شاندار شاہانہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت میر محمد اسحٰق ؓ بھی اعلیٰ درجہ کے لباس میں ہیں۔ اُن کے لباس میں ایسا امتیاز تھا کہ وہ گویا سپہ سالار ہیں۔ اس کے بعد مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر اُوپر سے نیچے تک ایک ایک سطر میں یہ الفاظ درج تھے :-

نظام الملک

پولیٹیکل ایڈوائزر

وہ دن آگئے

ان الفاظ میں سے آخری "وہ دن آگئے" کے متعلق میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اُس الہام کی تشریح ہے جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا براہین میں درج ہے۔

"THE DAYS WILL COME WHEN GOD WILL COME WITH HIS ARMY."

یہ فجر کی نماز کے بعد کا واقعہ ہے۔ اُن دنوں حضرت اقدس اکثر نماز فجر کے بعد تشریف فرما ہوتے کوئی تازہ الہام یا رؤیا ہوتی تو سناتے۔ بعض لوگ اپنی خواب سناتے اور کبھی آپ مناسب وقت تقریر فرماتے۔

میں جب یہ رؤیا سنا چکا تو حضرت اقدس نے معاً (میرے آخری الفاظ ختم ہوتے ہی) بڑے جوش سے فرمایا

دُعا کرو

اور آپ نے بڑی لمبی دُعا کی - اور فرمایا (میں آپ کے بیان کو قریب ترین الفاظ میں بیان کرتا ہوں ممکن ہے کچھ کم و بیش ہو مگر مفہوم بالکل یہی ہے):-

میں نے بھی **محمود** کے متعلق بعض خواب دیکھے ہیں اور الہامات بھی ہیں جو اپنے وقت پر پورے ہونگے - میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ اس کا نام مسجد پر لکھا ہوا ہے اور ایک مرتبہ **سرخی** سے اس کا نام لکھا ہوا دیکھا - ایک مرتبہ اس کے کپڑوں پر خون کے دھبّے یا چھینٹے دیکھے -

فرمایا خوابوں کی تعبیر اپنے وقت پر ہوتی ہے جو لوگ بڑے ہوتے ہیں - ان کے دشمن بھی بہت ہوتے ہیں اس لیے میں نے دعا کی ہے کہ **ہر امر برکات کا موجب ہو۔**

یہ کہکر آپ تشریف لے گئے -

مجھے یہ تو یاد نہیں آتا کہ اخبار میں شائع ہوا یا نہیں مگر میں نے اپنی رؤیا اپنی نوٹ بک میں درج کی تھی اور حضرت کا ارشاد بھی -

یہ تو اصل واقعہ ہے - مجھ پر اپنی اس رؤیا کی بناء پر یہ یقین تھا کہ یہ کوئی عظیم الشان وجود ہوگا اور اس کی مخالفت ہوگی اور یہ وہم کبھی کم نہ ہوا کہ **آپ پر قاتلانہ حملہ ہوگا** اس خیال کا اظہار عام طور پر میں نے نہیں کیا اس لیے کہ مختلف مذاق کے لوگ ہوتے ہیں اور بعض اوقات غلط نتائج پیدا کرتے ہیں لیکن میں **مخفی** طور پر آپ کی نگرانی کرتا رہا، چنانچہ جب آپ شکار کو جانے لگے تو تنہا چلے جاتے تھے - مجھے محسوس ہوا کہ دیہاتی جاہل ہوتے ہیں ایسا نہ ہو کوئی بلاوجہ حملہ کر دے یا آپ کو سخت سُست کہدے میں نے اور مفتی فضل رحمٰن مرحوم نے اس اندیشہ کی بناء پر فیصلہ کیا کہ ہم کو ساتھ جانا چاہیئے تنہا نہ جائیں اور ہم نے عرض کر کے اجازت لے لی - یہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا، اس کے بعد جب آپ خلیفہ ہوئے

تو اندر باہر مختلف قسم کے انداز مخالفت نمایاں ہوئے۔ میں جب تک قادیان میں رہا اپنے وسائل کے لحاظ سے مخفی طور پر نگرانی کرتا رہا۔

جب مخالفت کی شدت مستریوں کے فتنہ سے شروع ہو کر احراریوں کے ہنگاموں میں تبدیل ہو گئی۔ تو میں نے مرحوم محمود احمد اپنے بیٹے کو مامور کیا کہ مخفی دشمنوں کی سازشوں اور حرکات سکنات کا علم کھلی آنکھ رکھ کر کرو۔

اس مقصد کے لیے بعض خاص ذرائع بھی استعمال کئے جاتے رہے۔ قادیان کے بعض آدمیوں سے روزانہ اطلاعات لی جاتی تھیں اور پنڈت سری ناتھ کو خاص طور پر بیرونی حلقہ احرار کی خبروں کے لیے مقرر کر رکھا تھا۔

غرض مجھے ہمیشہ یہ خطرہ تھا۔ جب میں یہاں آیا اور دشمنوں کی کارستانیوں کا کس قدر علم ہوتا رہا تو میں نے مکرم بھائی عبدالرحمٰن قادیانی کو لکھا کہ آپ خاص طور پر حضرت کی نگرانی رکھیں باڈی گارڈ کے بھروسہ پر رہ کر غافل نہ ہوں۔

ہماری سب سے قیمتی متاع یہی ہے

اور ہر قیمت پر اس کی حفاظت جہاں تک اسباب کا تعلق ہے ہم پر فرض ہے۔ یہ خلاصہ ہے اُن بعض خطوط کا جو میں نے بھائی جی کو لکھے اور وہ میرے کہنے کے بغیر ہی احساس شریف رکھتے تھے اور کبھی غافل نہیں رہے۔

پھر جب ملک بشیر علی صاحب ابن عم ملک غلام فرید صاحب ان کا سپارشی خط لیکر میرے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے ان کے کاروباری معاملہ میں اخلاقی مدد کی توفیق دی وہ اکثر میرے پاس آتے اور ہم گھنٹوں سلسلہ کے متعلق باتیں کرتے۔ اس سلسلہ میں دشمنوں کی متحدہ کوششوں کا ذکر بھی آتا اور میں نے یہ بھی اُن سے صراحتاً کہا کہ ہمارے خلاف وہاں خطرناک شورشیں ہونگی اور اسی سلسلہ میں یہ بھی کہا کرتا کہ بعض باتیں بیان کرنے کی نہیں ہوتیں اس لیے کہ ہر شخص ایسا نہیں ہوتا کہ صحیح رنگ میں اس کا مفہوم سمجھ لے، مگر مجھ پر یہ اثر ہمیشہ قائم رہا کہ حضرت اقدس کے بعض کشوف اور

الہامات و مبشرات کی ضمن میں ایسے اشارات ہیں کہ حضرت پر قاتلانہ حملہ ہوئیں اسے صراحتاً نہ کہتا بلکہ خطرات کے رنگ میں ظاہر کرتا اور مجھے یاد نہیں کہ جب میں نے ذکر کیا ہو تو میری حالت خود اس اندیشہ سے غیر نہ ہو گئی ہو۔ یہ خود ملک بشیر ہی بتا سکتے ہیں کہ اس واقعہ کے تصور سے میرا کیا حال ہوتا اور میں نے اکثر دعائیں کیں کہ اللہ تعالیٰ میری زندگی میں ایسا واقعہ نہ ہو اور اگر یہ تقدیر مبرم ہے تو اس کی صورت تبدیل کر دے، میں نے حضرت اقدس کے کشف و الہامات کی بناء پر اور بعض دوسرے حالات کے ماتحت متاثر ہو کر اسے تقدیر مُبرم ہی یقین کیا مگر یہ بھی یقین تھا کہ اس کی صورت کچھ اور ہوگی۔ مثلاً میں سمجھتا تھا کہ شاید خواب میں ایسا ہو جاوے جیسے اس واقعہ کا یقین تھا آپ کی سلامتی کے لیے بھی دل پُر امید تھا۔ ان تأثرات کی بناء بھی بعض الہامات تھے۔

میرا یہ یقین رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات جو آپ کی ذات کے متعلق سمجھے جاتے رہے ہیں اُن کا ظہور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے وجود میں ہونا مقدر تھا جیسے خواتین مبارکہ کا نکاح میں آنا۔ کثرت اولاد کا ہونا وغیرہ۔ اس طرح سلامت برتو اے مردِ سلامت۔ حضرت اقدس کو تو وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا الہام ہو چکا تھا۔ بہر حال مقادیر اللہ جس رنگ میں وہ چاہے پوری ہوتی ہیں۔

میں یہ لمبا قصہ آپ کے استفسار کے سلسلہ میں لکھ گیا اللہ تعالیٰ اس پاک وجود کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی عمر دے اور ہمکو توفیق بخشے کہ اس کی وہ قدر کریں جو حق قدر ہے۔ ویزا کے لیے کوشش کر رہا ہوں، گو مالی مشکلات ہیں تاہم دل بے چین ہے کہ آپ کو ایک مرتبہ دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ سامان اور مواقع میسر فرمائے۔ میرے تأثرات میں حضرت کی عمر ۷۸ - ۸۰ - یا ۸۲ ہوگی۔ اللہ کرے کہ اس سے بھی زیادہ ہو۔

خاکسار یعقوب علی عرفانی "

۴- حملہ کے عینی گواہوں کے عدالت میں بیانات

(انگریزی سے ترجمہ)

سرکار بنام عبدالحمید نمبرا

زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات پاکستان

سرکاری گواہ نمبرا .ON S. A

غلام مرتضیٰ ولد غلام مصطفیٰ راجپوت عمر ۳۵ سال فزیکل ٹریننگ انسٹرکٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کو چار بجے شام کے قریب میں نے عصر کی نماز (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد امام فرقہ احمدیہ کے پیچھے مسجد مبارک ربوہ میں پڑھی۔ میں پہلی صف میں تھا، ملزم نے بھی نماز پہلی صف میں ادا کی اور وہ میری بائیں جانب مجھ سے چوتھے نمبر پر تھا، ملزم اُس شخص کے بائیں طرف کھڑا تھا جو (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود کے بالکل پیچھے تھا، نماز پڑھا کر (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد مسجد کے اُس دروازہ سے جانے لگے جو محراب میں ہے اور جہاں سے (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود کے گھر کو راستہ جاتا ہے، پھر ملزم نے جو کہ اس وقت عدالت میں موجود ہے اور جس کو میں پہچانتا ہوں "یا علی" کا نعرہ لگاتے ہوئے یکدم (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد پر حملہ کر دیا۔ میں نے اُسے چاقو سے (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد کی گردن کے دائیں طرف پیچھے سے ضرب لگاتے ہوئے دیکھا۔ اس زخم کے لگنے پر (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد منہ کے بل گرنے لگے تھے۔ جبکہ پہریدار اقبال احمد نے آپ کو گرنے سے بچا لیا۔ ملک ولایت خان صاحب۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب، عبدالحکیم صاحب۔ قاضی عبدالسلام صاحب ملزم کو پکڑنے کے لیے دوڑے اس اثنا میں ملزم نے دوسری بار (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد پر چاقو کی ضرب لگانے کا قصد کیا، لیکن چونکہ اقبال احمد صاحب اس ؏

دوران (حضرت) مرزا صاحب اور حملہ آور کے درمیان حائل ہو چکے تھے۔ اس لیے چاقو کی ضرب اقبال احمد (صاحب) کے بائیں کان پر پڑی اور ضرب سے بائیں کان پر چاقو کا زخم آیا۔ میں نے پھر ملزم کو مضبوطی سے اپنے بازوؤں میں جکڑ لیا، ملزم نے اپنے آپ کو چھڑانے کی مجنونانہ کوشش کی اور اس دوران مجھے بھی چاقو کی تیز نوک کی ضربات سے بائیں آنکھ کے نیچے اور گال پر زخم آئے۔ میں نے ملزم کو اُن اشخاص کی مدد سے جنکے نام اوپر گنوائے گئے ہیں مغلوب کر لیا اور ہم نے اسے جکڑ لیا۔ ولایت خان (صاحب) سرکاری گواہ نے عبدالحمید ملزم کے ہاتھ سے چاقو چھین لیا اور یہ چاقو اب عدالت میں پیش کردہ۔ زیر P-1 موجود ہے۔ عدالت میں پیش کردہ P-1 کی دھار ایک طرف کو مڑ گئی تھی جب اُسے ملزم کے ہاتھ سے چھینا گیا (حضرت) مرزا البشیر الدین محمود احمد کو پکڑ کر آپ کو آپ کے گھر لے جایا گیا، جو کہ محراب کے دروازے سے ۳۰ فٹ کے فاصلہ پر ہے۔ (حضرت) مرزا البشیر الدین محمود احمد ملزم کی طرف مڑے نہیں تھے کہ اس کا چہرہ دیکھتے۔ مرزا صاحب کی عمر ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان ہے۔ ساڑھے چار بجے شام کے قریب میں نے رقعہ P.A. جو عدالت میں پیشکردہ ہے۔ لالیاں پولیس اسٹیشن کو لکھا۔ جس میں پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ یہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور اس کا مضمون درست ہے۔ یہ عبدالعزیز محتسب صاحب کے ذریعہ تھانہ پولیس کو بھجوایا گیا تھا۔ لالیاں سے پولیس چھ بجے شام کے قریب آئی۔ ہم نے ملزم کو ان کے حوالے کر دیا۔ ملک ولایت خان نے چاقو P-1 عدالت میں پیشکردہ پیش کیا۔ میرا معائنہ لالیاں میں ڈاکٹر نے کیا تھا۔

NIL XXN

R.O. & A.C.

M.I.C. SEC 30. JHANG, LALIAN.

12.5.1954

سرکاری گواہ نمبر ۲ .O N. S. A

ڈاکٹر ریاض قدیر[1] سرجن میو ہسپتال لاہور

۱۰ر مارچ ۱۹۵۴ء کو مرزا مظفر احمد صاحب (مرزا البشیر الدین محمود احمد کے بھتیجے) لاہور میں میرے پاس آئے اور وہ مجھے اپنے ہمراہ ربوہ لے گئے۔ تاکہ میں مرزا البشیر الدین محمود احمد کا معائنہ کروں اور اُن کی دیکھ بھال کروں۔

۱۰ر مارچ ۱۹۵۴ء کو گیارہ بجکر پندرہ منٹ رات کے وقت مَیں نے (حضرت) مرزا البشیر الدین محمود احمد کا معائنہ ربوہ میں آپ کی جائے رہائش پر کیا۔ مَیں نے آپ کے بدن پر مندرجہ ذیل زخم پائے۔

نمبر ۱۔ گردن کے پچھلے حصّہ پر چوڑے رُخ قطع کرتا ہوا سوا دو انچ لمبا زخم تھا۔ جو سیا جا چکا تھا۔ دائیں کان کے پیچھے دو انگل چوڑا اور گدی کے بیرونی ابھار کے نیچے ساڑھے تین انگل چوڑا (زخم تھا)

نمبر ۲۔ ایک سُوجی ہوئی خراش ساڑھے تین انچہ قطر کی اسی زخم کے اردگرد اس کے نچلے حصّہ پر خاص طور پر نمایاں تھی۔

مجھے بتایا گیا کہ سُوجن بڑھ گئی ہے۔ زخم کے ٹانکے لگانے کے بعد مجھے شبہ ہوا کہ زخم کے اندر سے خون اب بھی جاری ہو رہا ہو گا۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ زخم کو دوبارہ کھولوں چنانچہ ۵۴/۳/۱۱ کو سوا تین بجے صبح زخم کھولا گیا۔ اس سے پہلے جو تیاری ضروری تھی وہ کر لی گئی تھی۔ زخم کھولنے پر میں نے دیکھا کہ زخم چِرا ہوا تھا اور سیاہ رنگ کے خون کے لوتھڑوں سے پُر تھا اور ایک درمیانے سائز کی شریان کے زخم سے خون تیزی سے بہ رہا تھا۔ اس کے علاوہ زخم کی گہرائی سے اور سٹرنومے ٹائڈ (STERNO-MATOID) عضلات کے قطع شدہ سروں سے بھی عام خون جاری تھا۔ یہ زخم سوا دو انچہ گہرا تھا۔ اُن نسوں کو

---

[1] مقدمہ کے ریکارڈ میں فیض قدیر درج ہے۔

جن میں سے خون جاری تھا۔ باندھ دیا گیا اور جو عضلات کٹ گئے تھے۔ اُن کو سی دیا گیا۔ گیس پیک (GAS PACK) ڈریننگ ٹیوب (DRAINING TUBE) زخم کے اندر رکھ دی گئی اور ٹانکے لگا دیئے گئے اور جلد کو سی دیا گیا زخم تازہ تھا اور ہوسکتا ہے کہ چار بجے شام کے قریب اُسی دن زخم لگا ہو۔

P.B. عدالت میں پیشکردہ میری معائنہ رپورٹ ہے جو کہ مَیں نے پولیس کی درخواست پر ۵۴/۳/۱۱ کو تیار کی تھی۔ یعنی سب انسپکٹر انچارج پولیس سٹیشن لالیاں کے مطالبہ پر یہ P.B-1 عدالت میں پیشکردہ ہے۔

زخم نمبرا ہوسکتا ہے۔ چاقو سے لگا ہو۔ P.1 عدالت میں پیشکردہ

زخم نمبر۲ میری رائے میں حملہ آور کے ہاتھ اور اس کی پوری طاقت کے ساتھ ملاپ سے ہوا۔ یا چاقو کے کند حصّے کی ضرب سے یا سیئے ہوئے زخم میں خون کے جمع ہوجانے کی وجہ سے ہوا۔ ضروری شہ رگ کی شریان STENO-MASTOID عضلے کے نیچے واقع ہے۔ یہ رگ زخمی ہونے سے بچ گئی اگر یہ رگ کٹ جاتی اور فوری طور پر طبّی امداد نہ ملتی تو اس صورت میں زندگی کو خطرہ لاحق ہوسکتا تھا۔ زخم نمبرا و نمبر۲ کی نوعیت سادہ تھی۔ میں لاہور سے زخم دیکھنے کے لیے تین دفعہ ربوہ آیا۔ میں نے ٹانکے کھولے۔ زخم تسلّی بخش طور سے اچھا ہو رہا تھا۔

XXN-NiL

XXN عدالت سے۔ مرزا البشیرالدین محمود احمد کے جسم پر لگے ہوئے زخم زندگی کے لیے عام حالات میں خطرہ کا موجب نہیں ہوسکتے تھے۔ اس سے میری مراد یہ ہے کہ بروقت اور صحیح طبّی امداد ملنے کی صورت میں یہ زخم زندگی کے لیے خطرے کا موجب نہیں تھے۔

سرکاری گواہ نمبر ۳ ON S.A

ڈاکٹر مرزا منور احمد ایم۔بی۔ایس۔میڈیکل آفیسر آف ہلیتھ نوٹی فائیڈ ایریا کمیٹی بلدیہ ربوہ اور اسسٹنٹ انچارج نور ہسپتال ربوہ

مورخہ دس مارچ ۱۹۵۴ء کو چار بجے شام کے کچھ منٹ بعد مَیں نے (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کا قصرِ خلافت میں طبی معائنہ کیا اور مندرجہ ذیل زخم آپ کے جسم پر پائے۔

۱۔ ایک کٹا ہوا کھلا زخم تقریباً ۲½ انچ لمبا گردن کے پچھلی طرف دائیں حصہ پر دائیں کان کے تقریباً دو انگل پیچھے اور گدّی کے ساڑھے تین انگل نیچے۔ اس زخم سے خون بہت کثرت سے بہ رہا تھا اور مریض صدمہ یافتہ تھا اس لیے مَیں نے فوری طور پر خون روکنے کے لیے تین پٹیاں باندھیں۔ جب مَیں پٹیاں باندھ رہا تھا۔ تو میں نے محسوس کیا۔ کہ زخم کافی گہرا ہے، لیکن مین زخم کی صحیح گہرائی معلوم نہ کرسکا۔ کیونکہ اُس وقت پہلا اور فوری مقصد یہ تھا کہ خون کو بند کیا جائے۔ ورنہ اگر خون بلا روک ٹوک بہتا رہتا تو ایک خطرناک صورت حال پیدا ہوسکتی تھی۔ یہ زخم کسی تیز دھار والے آلہ سے لگایا گیا تھا اور غالباً زخم لگنے کا وقفہ پندرہ بیس منٹ ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ یہ زخم اسی چاقو کا ہو جو P.1 عدالت میں پیشکردہ ہے۔ P.C عدالت میں پیشکردہ معائنہ رپورٹ میری ہے۔ میری رائے میں یہ زخم جس کا میں نے معائنہ کیا تھا۔ زندگی کے لیے خطرہ کا موجب تھا۔ اس دن نصف شب سے تھوڑا عرصہ قبل لاہور سے ڈاکٹر ریاض قدیر ربوہ آئے اور انہوں نے (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد کا معائنہ کیا اور زخم کو کھول کر میری موجودگی میں سیا۔ اُن کے آنے سے پہلے کسی اور شخص نے زخم پر میرے لگائے ہوئے ٹانکوں کو نہیں چھُوا۔

NIL XXN

XXN عدالت میں نے زخم کو ٹانکے لگانے سے پہلے اس کی گہرائی ناپنے کے لیے ٹٹولا نہیں تھا، میں نے کس کر پٹی باندھ دی تھی تاکہ خون بند ہو جائے۔

R.O and A.C

M.I.C. SEC 30. JHANG

CAMP AT LALIAN, 12.5.54

سرکاری گواہ نمبر ۴ ON S.A

ڈاکٹر بشیر احمد۔ اے۔ ایم۔ او سول ہسپتال لالیاں

مورخہ ۱۱/۳/۵۴ بوقت ۸-۴۰ صبح میں نے عبدالحمید ابن منصب دار کا معائنہ کیا۔ ملزم بعمر تقریباً ۱۵/۱۶ سال جو کہ اس وقت عدالت میں موجود ہے۔ جو کہ جگ والا کا باشندہ ہے۔ اُسے ایف سی نمبر ۱۸ محمد شاہ ۱۰/۳/۵۴ کو بوقت ۹ بجے شام لایا۔ امتحانی رپورٹ میں تحریر کردہ ممیّزہ اشارات (نشانات) ملزم کے جسم پر پورے مطابق آتے تھے۔ میں نے اُس کے جسم پر مندرجہ ذیل زخم پائے۔

نو سطحی بکھری ہوئی خراشیں گردن کے اوپر نصف حصّے کے سامنے اور پہلوؤں پر جو ″$\frac{1}{4}$ × ″$\frac{1}{8}$ سے لیکر ″$\frac{1}{2}$ × ″$\frac{1}{8}$ سائز کی ہیں۔

گیارہ سطحی بکھری ہوئی خراشیں پیٹھ کے نچلے $\frac{1}{3}$ حصّہ پر جن میں سے ہر ایک خراش ″$\frac{1}{2}$ × ″۲ سے لیکر ″۲ × ″$\frac{1}{4}$ تک تھی۔

ایک سیدھی سطحی اُفقی کاٹ ″$\frac{1}{4}$ لمبی بائیں انگلی شہادت کی بنیاد سے ″۱ نیچے ہتھیلی کی سطح پر مذکورہ زخم معمولی تھے اور چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر لگائے گئے تھے۔

نمبر ۱ اور نمبر ۲ کسی کند ہتھیار سے لگائے گئے تھے اور نمبر ۳ کسی تیز دھار والے آلہ سے لگایا گیا تھا۔ نمبر ۱ انگلیوں کے ناخنوں سے لگائے گئے تھے۔ P.D عدالت میں پیش کردہ میری ڈاکٹری قانونی رپورٹ کی کاربن کاپی ہے۔ نمبر ۱ اور نمبر ۲ زخم فرار ہونیکی خاطر کوشش

کرتے ہوئے آسکتے ہیں ۔زخم نمبر۲ چاقو سے آسکتا ہے ۔ عدالت میں پیشکردہ P-1 ہے ۔

مورخہ ۵۴/۳/۱۱ بوقت ۸-۱۰ صبح میں نے اقبال ابن نور ماہی بعمر تقریباً ۳۰ برس کا معائنہ کیا جو کہ ربوہ کا باشندہ ہے جسے کہ ایف سی محمد شاہ لایا تھا اور اُس کے جسم پر مندرجہ ذیل زخم پائے ۔

د۔ ایک ناسور (کھلا زخم) $\frac{1}{2}''$ × $\frac{1}{4}''$ جو بائیں کان کے سوراخ کے اُبھار کو کاٹنے سے بنا تھا

ب۔ ایک عمودی کاٹ کا زخم بائیں کان کی گولائی میں $\frac{3}{4}''$ × $\frac{1}{8}''$ × $\frac{1}{6}''$ سائز کا۔

ج۔ ایک عمودی کاٹ کا زخم $2\frac{3}{4}''$ لمبا اور کھال کی موٹائی جتنا گہرا اور نصف انچ چوڑا اپنی بڑی چوڑائی میں بائیں جبڑے کے پیچھے اور نچلی سطح پر۔

محولہ بالا تینوں زخم د۔ب۔ج ایک ہی ضرب کا نتیجہ تھے ۔زخم سادہ تھے اور ۲۴ گھنٹوں کے اندر کسی تیز نوکدار آلے سے لگائے گئے تھے ۔

شناختی نشان نمبر۱ چاند کی صورت ایک پرانے زخم کا نشان $\frac{1}{2}''$ × $\frac{1}{4}''$ کا دائیں آنکھ کے باہر کے زاویے میں ۔

نمبر۲ گردن کے وسط میں بائیں طرف ایک تل یا مسّہ $\frac{1}{6}''$ × $\frac{1}{6}$

عدالت میں پیشکردہ P.E میری ڈاکٹری قانونی رپورٹ کی درست کاربن کاپی ہے زیر بحث زخم چاقو کی ضرب کی وجہ سے ہو سکتے ہیں جو عدالت میں پیشکردہ P-1 ہے ۔
میں نے غلام مرتضیٰ ابن چوہدری غلام مصطفےٰ بعمر تقریباً (۳۵ برس) جو کہ ربوہ کا مکین ہے کا بتاریخ ۵۴/۳/۱۱ بوقت ۸ بجے صبح جسے کہ ایف سی محمد شاہ لایا تھا ۔معائنہ کیا اور مندرجہ ذیل زخم اس کے جسم پر میں نے پائے ۔

۱۔ چار سطحی لکیر دار بکھرے ہوئے خراش کے زخم ہر ایک اُن میں سے $\frac{1}{4}''$ × $\frac{1}{8}''$ سے لے کر $\frac{1}{2}''$ × $\frac{1}{8}''$ تک سائز کا تھا ۔یہ سب ناک کے بائیں طرف اور بائیں رخسار پر تھے ۔

زخم سادہ تھا اور چوبیس گھنٹے کے دوران کسی کُند نوکدار ہتھیار کے ذریعے لگا یا گیا تھا مثلاً انگلیوں کے ناخن اور کسی کشمکش کا نتیجہ بھی ہو سکتے تھے ۔

شناختی نشان ۔ایک تل $\frac{1}{2}''$ × $\frac{1}{8}''$ ناک کے بائیں طرف درمیان میں ۔

۲- ایک پرانے زخم کانشان ½" × ½" کا پیشانی کے داہنی جانب ابرو کے نزدیک عدالت میں پیشکردہ P.E میری ڈاکٹری قانونی رپورٹ کی درست کاربن کاپی ہے۔

XXN NIL

R.O. AND
M.I.C. SEE 30 JHANG
AT LALIAN 12.5.79

سرکاری گواہ نمبر ۵ ON S.A.

اقبال احمد ابن نور ماہی بھٹی بعمر ۳۰ برس پہریدار (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد

بتاریخ ۱۰/۳/۵۴ میں نے نماز عصر پہلی صف میں ادا کی۔ میں (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد کے پیچھے ذرا سی داہنی جانب پہلی صف میں کھڑا تھا۔ ملزم عبدالحمید جو کہ عدالت میں موجود ہے۔ جسے کہ میں اب پہچانتا ہوں۔ اسی صف میں کھڑا تھا۔ میرے اور اُس کے درمیان تین افراد تھے۔ نماز (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد کی امامت میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد میں نے محراب میں دروازہ کھولا۔ میں نے اُن کے جوتے دروازے میں رکھے۔ جب میں جوتے رکھ رہا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ جیسے (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد نے کسی قسم کی ضرب کھائی ہے اور آپ چہرے کے بل گرا چاہتے ہیں۔ میں نے فوراً انہیں سنبھالا۔ اُس وقت (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد کی گردن کی داہنی جانب پر ایک زخم سے خون بہ رہا تھا۔ میں نے ملزم عبدالحمید کو (حضرت) مرزا صاحب کے پیچھے دیکھا۔ جب میں نے اپنے بائیں کان کے نزدیک گردن کی جانب کسی تیز دھار آلہ کی ضرب محسوس کی۔ اس وقت میں نے مرزا صاحب کو سہارا دیا ہوا تھا۔ اُس وقت غلام مرتضی P.W نے ملزم کو قابو میں کر لیا۔ اس کے بعد میں نے (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد کو سہارا

دے کر دروازے کے راستہ دوسرے گواہوں کی مدد سے انہیں اُن کی قیام گاہ پر پہنچا دیا میرا ڈاکٹری معائنہ کیا گیا۔ جب میرے بائیں کان اور گردن کے ایک حصے پر چوٹ اور زخم لگا تو میں اپنے حملہ آور کو نہ دیکھ سکا۔

XXN NIL

R.O. AND A.C

M.I.C. SEC: 30 JHANG

CAMP LALIAN 12.5.1954

سرکاری گواہ نمبر ۶ ON S.A.

ولایت خان ابن ملک حسن خان ذات ریحان بعمر ۴۸ برس نائب آڈیٹر۔ تحریک جدید انجمن احمدیہ پاکستان

بتاریخ ۱۹۵۴/۳/۱۰ میں ان بہت سے لوگوں میں شامل تھا، جو نمازِ عصر ادا کرنے کے لیے مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد نے پڑھائی (میں) اُن سے تین یا چار فٹ کے فاصلہ پر تھا۔ ملزم عبدالحمید بھی جو کہ اس وقت عدالت میں موجود ہے اور جیسے کہ میں پہچانتا ہوں پہلی صف میں دوران نماز مجھ سے تین یا چار افراد کے فاصلہ پر کھڑا تھا۔ وہ (حضرت) مرزا صاحب کے پیچھے تھا۔ نماز کے بعد جبکہ (حضرت) مرزا صاحب محراب والے راستہ سے مسجد سے جانا چاہتے تھے (تب) ملزم نے جو کہ اس وقت ایک کمبل لپیٹے ہوئے تھا۔ عدالت میں پیشکردہ P-1 چاقو نکال لیا اور "یاعلی" کا نعرہ لگا کر اُس نے عدالت میں پیشکردہ P-1 چاقو کی مدد سے (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد کی گردن پر ایک زخم لگایا۔ (حضرت) مرزا صاحب آگے کی طرف گر گئے، لیکن اقبال احمد P.W نے اُن کو سہارا دیا۔ تب ملزم نے (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد کو عدالت میں پیشکردہ P.1

چاقو کی مدد سے مزید ایک ضرب لگانا چاہی، لیکن یہ ضرب اقبال احمد P.W. کے کان پر لگی۔ جوکہ اُس وقت (حضرت) مرزا صاحب کو سنبھالے ہوئے تھا۔ قبل اس کے کہ ملزم تیسری کوشش کرتا۔ گواہ غلام مرتضیٰ نے ملزم کو کمر سے پکڑ لیا اور مَیں نے عدالت میں پیشکردہ P.1. چاقو ملزم کے ہاتھ سے چھین لیا۔ عدالت میں پیشکردہ P.1. چاقو کا پھل ایک طرف کو مُڑ گیا تھا۔ دوسرے لوگ (حضرت) مرزا صاحب کو اُن کے گھر لے گئے، ہم نے ملزم کو گھیرے رکھا اور اُسے مسجد ہی میں رکھا۔ تب گواہ غلام مرتضیٰ نے تحریری طور پر اس بات کی اطلاع لالیاں پولیس سٹیشن کو دی۔ پولیس پہنچ گئی۔ مَیں نے عدالت میں پیشکردہ چاقو P.1 پیش کردیا۔ پولیس نے عدالت میں پیشکردہ میمو P.G تیار کیا۔ جوکہ درست ہے اور اس پر میرے دستخط ثبت ہیں۔ تب اسے پولیس نے ایک سربمہر پارسل میں بند کردیا۔ عدالت میں پیشکردہ P.1 اُس وقت خون آلود تھا۔

XXN NIL

R.O. AND A.C
M.I.C. SEC: 30 JHANG
AT LALIAN 12.5.1954.

سرکاری گواہ نمبر ۷ ON S.A

عبدالحکیم (اکمل) ابن مولوی عبدالرحیم صاحب ذات بٹ بعمر ۲۱ سال طالب علم جامعۃ المبشرین ربوہ

بتاریخ ۱۰/۳/۱۹۵۴ مَیں اُس نماز عصر میں شامل تھا۔ جو (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد نے پڑھائی۔ مَیں پہلی صف میں تھا۔ ملزم عبدالحمید جسے کہ میں پہچانتا ہوں۔ میری بائیں طرف دو آدمیوں کے پرے کھڑا تھا۔ نماز کے بعد گواہ اقبال احمد نے محراب میں حضرت مرزا صاحب کے لیے دروازہ کھولا۔ ملزم نے جو اس وقت ایک کمبل لپیٹے ہوئے تھا۔ (حضرت)

مرزا صاحب پر ایک وار کیا۔ اُن کی گردن پر لگنے والے زخم سے خون بہ نکلا۔ آپ لڑکھڑا گئے لیکن اقبال احمد نے اُن کو سہارا دیا۔ تب ملزم نے (حضرت) مرزا صاحب کو مزید ایک ضرب لگانے کا ارادہ کیا۔ اس ضرب سے اقبال احمد کے بائیں کان پر ایک زخم لگا۔ تب گواہ غلام مرتضیٰ نے ملزم کو پکڑ لیا۔ اُس وقت میں نے عدالت میں پیشکردہ P. I. چاقو ملزم کے ہاتھ میں دیکھا۔ اُس وقت یہ خون آلود تھا، ملک ولایت خان نے اُس وقت ملزم کے ہاتھ سے چاقو چھین لیا

XXN NIL

R.O. AND A.C

M.I.C. SEC. 30. JHANG

CAMP AT LALIAN

12.5-1954

سرکاری گواہ نمبر ۸ ON S.A

عبدالرحمان ابن محمد عبداللہ ذات ریحان۔ بعمر ۴۶ سال پرائیوٹ سیکرٹری (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد امام فرقہ احمدیہ ربوہ

مَیں نے عدالت میں پیشکردہ P.H اور P.H.1 فارم پولیس کے روبرو پیش کئے۔ ایک میمو دوبارہ تیار کیا گیا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس قسم کا کوئی میمو تیار کیا گیا تھا۔

نوٹ : ایسا کوئی میمو فائل میں موجود نہیں۔

XXN NIL

R.O. AND M.C

M.I.C. SEC: 30 JHANG

CAMP LALIAN

12.5-1954

سرکاری گواہ نمبر ۹ ON S.A

داؤد احمد ابن محمد اسمٰعیل ذات ارائیں بعمر ۲۵ سال کلرک پرائیوٹ سیکرٹری مرزا بشیر الدین محمود احمد ربوہ

بتاریخ ۱۰/۳/۱۹۵۴ تقریباً ۱۵-۸ تا ۳۰-۸ بجے صبح عبدالحمید ان افراد میں شامل تھا۔ جنہوں نے (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد سے ملاقات کرنی تھی۔ میں نے عبدالحمید ملزم سے اُس کے نام کے بارہ میں دریافت کیا اور اس نے اپنا نام عبدالحمید بتلایا۔ جب میں نے اس سے ملاقات کرنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے مجھے بتلایا کہ وہ ملازمت کی تلاش میں ہے۔ میں نے جواب دیا کہ فی الحال کوئی آسامی موجود نہیں۔ اس پر ملزم نے کہا کہ وہ چاہتا ہے کہ اسے باضابطہ طور پر ربوہ کے سکول میں داخل کر لیا جائے۔ جس پر میں نے اسے بتایا کہ ہم کسی قسم کا کوئی سکول نہیں چلا رہے۔ ملزم نے اصرار کیا اور کہا کہ وہ احمدی جماعت میں شامل ہونے اور بیعت کرنے کے لیے آیا ہے۔

میں نے احمد دین چپڑاسی کو بلایا تا وہ ملزم کو اس مقصد کے لیے ایک طبع شدہ فارم مہیا کرے۔ تب میں اپنے دوسرے کام میں مشغول ہو گیا۔

XXN NIL

R.O. AND A.C

M.I.C. SEE: 30 JHANG

CAMP LALIAN 12-5-1954

سرکاری گواہ نمبر ۱۰ ON S.A

احمد دین ابن محمد دین ذات ملک بعمر ۲۲ سال چپڑاسی پرائیوٹ سیکرٹری (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد

وقوعہ کے روز تقریباً ۸ بجے صبح زیر ہدایت گواہ داؤد احمد میں نے ایک طبع شدہ فارم

عدالت میں پیشکردہ P.H ملزم عبدالحمید کو مہیا کیا جو کہ اس وقت عدالت میں موجود ہے اور جسے میں پہچانتا ہوں۔ اُس نے سُرخ پنسل سے میری موجودگی میں اندراجات کئے اس کے بعد اس پر اپنے انگوٹھے کا نشان ثبت کیا۔ میں نے اسے بتایا کہ درست طریق یہ تھا کہ فارم کو سیاہی سے پُر کیا جاتا۔ بعد ازاں میں نے اسے عدالت میں پیش کردہ P.H/1 مہیا کیا۔ ملزم نے یہ فارم سیاہی سے پُر کیا اور میری نگاہوں کے سامنے اُس پر اپنے دستخط ثبت کئے۔ ملزم نے عدالت میں پیشکردہ P.H کو توڑا مروڑا اور پھینک دیا۔ میں نے اسے ایک تختے پر رکھدیا۔ تب میں نے عدالت میں پیشکردہ P.H/1 فارم کو اُس بکس میں جو کہ اس قسم کے فارموں کے لیے مختص ہے۔ رکھدیا۔ ملزم نے دوبارہ کہا کہ اس کو مذکورہ بکس میں رکھ دو۔

XXN NIL

بذریعہ کورٹ جس سُرخ پنسل سے ملزم نے عدالت میں پیشکردہ P.H/1 اندراجات کئے تھے وہ پہلے ہی سے ملزم کے پاس تھی۔ اس نے عدالت میں پیشکردہ P.H/1 اُس قلم اور سیاہی سے پُر کیا جو کہ اُس جگہ پر اس قسم کے فارم پُر کرنے کے لیے رکھا رہتا ہے۔

R.O. AND M.C

M.I.C. SEE: 30 JHANG

AT LALIAN 12-5-1954

سرکاری گواہ نمبر ۱۱ ON S.A.

(حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد (امام) فرقہ احمدیہ ربوہ

میں نے بتاریخ ۱۰/۳/۱۹۵۴ کو عصر کی نماز کی امامت مسجد مبارک ربوہ میں تقریباً ۳ بجے تا ۳-۳۰ بجے سہ پہر کی۔ نماز کے بعد میں محراب میں دروازے کی طرف چلا۔ میں دروازے تک پہنچ گیا۔ مجھے کامل طور سے یاد نہیں کہ آیا میں ایک قدم دروازے سے باہر نکال چکا تھا یا کہ نہیں۔ اغلب قرین قیاس یہی ہے کہ میں ایک قدم دروازے سے باہر نکال

چکا تھا۔ مَیں نے محسوس کیا کہ کوئی چیز طاقت کے ساتھ میری گردن سے ٹکرائی ہے اس سے قبل میں نے کسی قسم کا نعرہ نہیں سنا تھا۔ مَیں نے چوٹ کھانے کے بعد دوران سر محسوس کیا اور جب میں کچھ سنبھلا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص مجھے سہارا دیئے ہوئے تھا۔ اس دوران سر کی حالت میں مجھے یہ بھی احساس ہوا کہ جو شخص مجھے سہارا دیئے ہوئے تھا اس کے کان پر زخم لگا ہے۔ زخم لگنے کے بعد غیر ارادی طور پر مَیں نے اپنا ہاتھ اُس جگہ پر رکھا جہاں ضرب لگی تھی۔ اُس شخص نے جو کہ مجھے سنبھالے ہوئے تھا غالباً اِس خیال سے کہ شائد میں اپنے جسم پر پورا قابو پا چکا ہوں مجھے چھوڑ دیا لیکن مَیں ضرب کے دھکے سے آگے کو گر گیا۔ تب دوسرے افراد میری مدد کو آئے اور مجھے دروازے کے باہر لائے۔ ضرب کے بعد مَیں نے دوران سر محسوس کیا اور چونکہ مَیں بوجہ دوران سر پوری طرح سمجھ نہیں سکا تھا کہ کیا ہوا ہے اس لیے مَیں نے وہاں موجود لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا واقعہ ہوا ہے۔ تب مجھے دو یا تین افراد نے بتایا کہ مجھ پر چاقو سے حملہ کیا گیا ہے۔ اُس وقت مَیں نے اپنا وہ ہاتھ ہٹا لیا جو مَیں نے اس جگہ پر رکھا ہوا تھا جہاں ضرب لگی تھی۔ جب میں نے ہاتھ کی طرف دیکھا تو وہ خون آلود تھا۔ ان لوگوں نے میری توجہ میرے کپڑوں کی طرف بھی مبذول کرائی۔ مَیں نے دیکھا کہ میرے کپڑے بھی خون میں لت پت تھے۔ مَیں نے لوگوں سے کہا کہ مجھے میرے گھر لے چلیں۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ مرزا منور احمد مقامی ایم او آف این اے سی ربوہ نے میرے زخم کا معاینہ کیا۔ انہوں نے میرے زخم کو ٹانکے لگا دیئے تقریباً گیارہ بجے رات ڈاکٹر ریاض قدیر لاہور سے آگئے اور ٹانکہ شدہ زخم کے معاینہ کے بعد انہوں نے ٹانکوں پر اطمینان کا اظہار نہ کیا اور انہوں نے کہا کہ زخم کے اندر سے خون بہ رہا ہے۔ انہوں نے زخم کو کھولا اور اس کو دوبارہ ٹانکے لگائے۔ ٹانکے آٹھ دن بعد کھول دیئے گئے اور ۱۲ یا ۱۳ دن کے بعد ٹیوب کو الگ کر دیا گیا اور زخم قریباً ۱۸ دن کے بعد مندمل ہو گیا۔

XX NIL

X X N

بذریعہ عدالت۔ مجھے یاد نہیں کہ مَیں نے ملزم عبدالحمید کو جو کہ اس وقت عدالت میں موجود

ہے نماز سے قبل یا نماز کے دوران دیکھا ہو۔

جو ضرب مجھے لگی تھی وہ حملہ آور کے ذریعے مجھے پیچھے سے لگائی گئی تھی۔ میں نے ملزم کو چاقو سے زخم لگاتے نہیں دیکھا وقوعہ سے قبل ملزم نے مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی۔ مجھے یاد نہیں کہ کسی شخص نے مجھے ملزم کے بارہ میں وقوعہ سے قبل کسی قسم کی کوئی اطلاع دی ہو۔

اس بیان کی سماعت کے دوران گواہ نے عدالت کو بتایا کہ مسجد کے دروازے کے آگے کچھ سیڑھیاں ہیں جن کے ساتھ ڈیڑھ فٹ بلند منڈیر ہے۔ لوگوں نے انہی سیڑھیوں کی منڈیر پر سے ان کی مدد کی تھی۔

R.O. AND A.C

M.i.C. SEC: 30 JHANG

LALiAN 12.5.1954

ملزم پر جرح کی جائے

M.I.C. SEC: 30 JHANG

LALIAN 12.5.1954

بیان عبدالحمید ابن منصب دار ذات جٹ بعمر ۱۶/۱۵ سال

طالب علم کلاس نہم سٹی مسلم ہائی سکول لائلپور۔ سکین چک نمبر ۲۲ جگ W.O.

سوال | کیا تم بتاریخ ۱۹۵۴/۳/۱۰ تقریباً ۸ بجے صبح داؤد احمد سرکاری گواہ کو (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد سے ملاقات کے سلسلے میں) ملے تھے۔

جواب | میں ملاقات کے ضمن میں ایک شخص سے ملا تھا، لیکن میں نہیں جانتا کہ آیا اس کا نام داؤد احمد ہے۔

سوال | کیا تم نے اس روز اور اس وقت داؤد احمد کو کہا تھا کہ تم احمدیہ فرقہ میں شامل ہونا چاہتے ہو۔

جواب | ہاں ۔ میں نے اس آدمی کو کہا تھا کہ میں فرقہ احمدیہ میں شامل ہونا چاہتا ہوں اور کہا تھا کہ اس مقصد کی خاطر مجھے فارم دیئے جائیں ۔

سوال | کیا تم نے متذکرہ بالا تاریخ کو اور تقریباً اسی وقت عدالت میں پیشکردہ .P.H اور P.H/1 سرکاری گواہ احمد دین سے وصول کئے تھے اور عدالت میں پیشکردہ P.H کو پنسل سے پُر کیا تھا اور اُس پر اپنے انگوٹھے کا نشان لگایا تھا اور پھر بعد میں جب تمہیں ایک اور فارم کو پُر کرنے کے لیے کہا گیا تو تم نے عدالت میں پیشکردہ P.H./1 کے اندراجات سیاہی سے پُر کئے تھے ۔

جواب | ہاں ۔ میں نے عدالت میں پیشکردہ .P.H اور P.H/1 سرکاری گواہ احمد دین سے وصول کئے تھے ۔ میں نے عدالت میں پیشکردہ .P.H سکہ کی پنسل سے پُر کیا تھا اور اپنے انگوٹھے کا نشان P.H/2 عدالت میں پیشکردہ پر ثبت کیا تھا ۔ میں نے عدالت میں پیشکردہ P.H/1 میں اندراجات سیاہی سے لکھے اور یہ میرے ہاتھ کی لکھائی ہے ۔

سوال | کیا یہ درست ہے کہ تم نے عدالت میں پیشکردہ .P.H میں اپنا نام عبدالکریم ابن عبدالرحیم جٹ لکھا اور عدالت میں پیشکردہ P.H/1 میں عبدالرحیم ابن عبدالکریم جٹ (لکھا) ؟

جواب | ہاں

سوال | کیا یہ درست ہے کہ بتاریخ ۱۰/۳/۱۹۵۴ تقریباً ۴ بجے شام تم نے ایک چاقو عدالت میں پیشکردہ P.1 کے ساتھ (حضرت) مرزا بشیرالدین محمود احمد (امام) فرقہ احمدیہ ربوہ کی گردن پر دائیں طرف جو کہ عضو رئیسہ ہے اس نیت سے اور ان حالات میں زخم لگایا کہ اگر تمہارے اس فعل سے اُن کی وفات ہو جاتی تو تم قتل کے مجرم ہوتے ۔

جواب | ہاں ۔ میں نے مرزا بشیرالدین محمود احمد کی گردن پر اُن کو قتل کرنے کی نیّت سے چاقو سے زخم لگایا تھا ۔ میں نے اُن پر قاتلانہ حملہ اس لیے کیا کہ میں نے محسوس

کیا۔ کہ انہوں نے میرے محبوب مقدّس رسول کی شان میں گستاخی کی ہے اور
میں اپنی جان ناموس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر قربان کر دینا چاہتا تھا۔

سوال | کیا تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟

جواب | میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا اور میں کوئی دفاعی وکیل نہیں کرونگا۔

CAMP LALIAN

DATED. 12.5.1954

بدیہی طور پر دفعہ ۳۰۷ پی پی سی کے تحت ملزم کے خلاف مقدمہ بنتا ہے۔ بدیں وجہ فرد جرم لگائی جائے۔

فہرست قافلہ قادیان ۱۹۵۴ء

۱۔ ایمنہ بی بی صاحبہ بنت حسین بخش صاحب چک ۸۸ لائلپور

۲۔ امۃ الحفیظ صاحبہ بنت چوہدری اسداللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ لاہور

۳۔ چوہدری اسداللہ خاں صاحب ایڈووکیٹ۔ امیر قافلہ۔ ۱ اکنال پارک لاہور

۴۔ آمنہ بیگم صاحبہ بنت شہاب الدین صاحب مرحوم میناپور سیالکوٹ

۵۔ آمنہ بیگم صاحبہ بیوہ ڈاکٹر محمد اشرف صاحب مرحوم معرفت پروفیسر محمد افضل صاحب انصار گلی منٹگمری۔

۶۔ ابوالمنیر مولوی نورالحق صاحب ولد منشی عبدالحق صاحب کاتب محلہ دارالصدر ربوہ

۷۔ میزالحق صاحب پسر مولوی نورالحق صاحب

۸۔ امۃ القیوم صاحبہ بنت ڈاکٹر بشیر احمد صاحب درویش معرفت محمد احمد صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۹۔ امۃ البشیر بیگم صاحبہ زوجہ عبدالمغنی صاحب راولپنڈی

۱۰۔ ڈاکٹر اقبال احمد خان صاحب مظفرگڑھ

۱۱۔ امۃ الرشید صاحبہ بنت عبدالرحیم صاحب درویش۔ دارالرحمت ربوہ

۱۲۔ آمنہ بیگم صاحبہ زوجہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۳۔ عبدالسلام صاحب پسر 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۴۔ امۃ السمیع صاحبہ زوجہ مرزا عبداللطیف صاحب درویش محلہ دارالیمن ربوہ

۱۵۔ عبدالحمید صاحب ابن 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۶۔ بشیر احمد صاحب ابن 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۷۔ نصیرہ بیگم صاحبہ بنت 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۸۔ احمد گل پراچہ صاحب ولد میاں فیض بخش صاحب ۵۱/۱۷ ۴ ناظم آباد کراچی

۱۹۔ چوہدری احمد مسعود نصراللہ خانصاحب ولد چوہدری احمد شکراللہ خانصاحب مرحوم ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

۲۰۔ مرزا اعظم بیگ صاحب ولد مرزا رسول بیگ صاحب اقبال روڈ ٹنڈو آدم سندھ
۲۱۔ بشیراں بی بی صاحبہ زوجہ محمد حسین صاحب دارالیمن ربوہ
۲۲۔ برکت بی بی زوجہ اللہ رکھا صاحب مرحوم سیمنٹ بلڈنگ لاہور
۲۳۔ بشریٰ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری اسداللہ خان صاحب ایڈووکیٹ لاہور
۲۴۔ چوہدری بشیر احمد صاحب ولد چوہدری محمد عبداللہ خانصاحب مرحوم داتہ زید کا ضلع سیالکوٹ
۲۵۔ پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے تعلیم الاسلام کالج لاہور
۲۶۔ بلقیس اسلم صاحبہ بنت ماسٹر محمد شفیع صاحب جلیانوالہ براستہ گوجرہ ضلع لائلپور
۲۷۔ برکت بی بی صاحبہ بنت منگل صاحب مرحوم مارکیٹ روڈ نواب شاہ سندھ
۲۸۔ بیگم بی بی صاحبہ زوجہ محمد عبداللہ صاحب گلی گوردوارہ آبادی حاکم رائے گوجرانوالہ
۲۹۔ بلقیس بیگم صاحبہ زوجہ ماسٹر محمد انور صاحب محلہ دارالصدر ربوہ
۳۰۔ امۃ المتین صاحبہ بنت " " " " " " " "
۳۱۔ بشیراں بی بی صاحبہ بنت عبدالرحیم صاحب درویش کرنڈی سندھ
۳۲۔ سردار بشیر احمد صاحب ایس ڈی او ولد (حضرت) سردار عبدالرحمٰن صاحب مرحوم ۲۶ للٹن روڈ لاہور
۳۳۔ بشیر احمد صاحب پسر عبدالکریم صاحب درویش ربوہ ضلع جھنگ
۳۴۔ ثناء اللہ صاحب ولد عبدالحق نور صاحب کرنڈی سندھ
۳۵۔ جنت بی بی صاحبہ زوجہ سکندر علی صاحب محلہ بھبھرانہ مگھیانہ جھنگ
۳۶۔ عبدالغفور صاحب ولد " " " " " " " "
۳۷۔ حبیبہ بیگم صاحبہ بیوہ محمد اسماعیل صاحب انصار گلی منٹگمری
۳۸۔ ہاجرہ بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری غلام محمد صاحب بقاپور ضلع گوجرانوالہ
۳۹۔ حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ پیر شیر عالم صاحب گولیکی ضلع گجرات
۴۰۔ حاکم بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری سائیں دتہ صاحب سٹھیالی چک نمبر ۲۵ ضلع شیخوپورہ
۴۱۔ ہاجرہ بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری حبیب اللہ صاحب کرنڈی سندھ
۴۲۔ مبشر احمد صاحب ولد " " " " " " "

۴۳۔ حاکم بی بی صاحبہ زوجہ سائیں صاحب سیمنٹ بلڈنگ لاہور
۴۴۔ حفیظہ بی بی صاحبہ زوجہ سائیں صاحب " " "
۴۵۔ حمیدہ بیگم صاحبہ زوجہ مرزا اعظم بیگ صاحب اقبال روڈ ٹنڈو آدم سندھ
۴۶۔ شاہین قیصر صاحبہ بنت " " " " " " " " " "
۴۷۔ بشریٰ نصرت " " " " " " " " " " " " "
۴۸۔ خدیجہ بی بی صاحبہ زوجہ حافظ محمد امین صاحب راولپنڈی
۴۹۔ داؤد احمد صاحب ولد شاہ محمد صاحب نمبردار دھاروروالی چک ۴۳ ضلع شیخوپورہ
۵۰۔ ملک روشن دین صاحب ولد کرم دین صاحب دارالیمن ربوہ
۵۱۔ ماسٹر رشید احمد صاحب ولد علی بخش صاحب ڈی۔ بی ہائی سکول چونڈہ سیالکوٹ
۵۲۔ رشیدہ بیگم صاحبہ زوجہ محمد امین صاحب انصار گلی منٹگمری
۵۳۔ منور احمد صاحب پسر " " " " " " "
۵۴۔ رضیہ سلطانہ صاحبہ بنت حافظ محمد امین صاحب ڈھوک دتہ راولپنڈی
۵۵۔ ریشم بی بی صاحبہ بیوہ محمد عبداللہ صاحب پورن نگر سیالکوٹ
۵۶۔ رحیم بی بی صاحبہ زوجہ شیخ فضل حسین صاحب کارخانہ بازار لائلپور
۵۷۔ امۃ الباسط صاحبہ بنت " " " " " " " " "
۵۸۔ رحیم بی بی صاحبہ زوجہ منشی محمد صاحب ریل بازار لائلپور
۵۹۔ غلام نبی صاحب پسر " " " " " " "
۶۰۔ ریشم بی بی صاحبہ زوجہ شاہ محمد صاحب نمبردار دھاروروالی چک نمبر ۴۳ شیخوپورہ
۶۱۔ زینب بی بی صاحبہ زوجہ بشیر احمد صاحب داتہ زیدکا ضلع سیالکوٹ
۶۲۔ زہرہ بی بی صاحبہ زوجہ ثناء اللہ صاحب کرنڈی سندھ
۶۳۔ نصیر احمد صاحب پسر " " " " " "
۶۴۔ حفیظہ بیگم صاحبہ بنت " " " " " "
۶۵۔ رضیہ بیگم صاحبہ بنت " " " " " "

۶۶۔ رشیداں بی بی صاحبہ بنت عزیز الدین صاحب کرنڈی سندھ
۶۷۔ رقیہ بی بی صاحبہ زوجہ چوہدری غلام قادر صاحب چک نمبر ۸۴ الف بہاولپور
۶۸۔ سکینہ بی بی صاحبہ زوجہ منشی یعقوب علی صاحب گھنوکے ججہ سیالکوٹ
۶۹۔ سلیمہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری شریف احمد صاحب ۱۱ کینال پارک لاہور
۷۰۔ سعید احمد صاحب باجوہ ولد 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۷۱۔ سلطان صلاح الدین صاحب فاتح ولد ڈاکٹر گوہر دین صاحب ڈھوک رتہ راولپنڈی
۷۲۔ مرزا سعید احمد صاحب سعید ولد مرزا محمد زمان صاحب درویش تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ
۷۳۔ سیف اللہ سیف صاحب ولد سردار خان صاحب مرحوم ملازم دفتر بجلی ربوہ
۷۴۔ سلیمہ بیگم صاحبہ زوجہ ماسٹر غلام رسول صاحب محلہ دار الیمن ربوہ
۷۵۔ سردار بی بی صاحبہ زوجہ شیخ فضل احمد صاحب کارخانہ بازار لائلپور
۷۶۔ کریم احمد صاحب پسر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۷۷۔ سلیمہ بی بی بنت نور محمد صاحب سابق درویش محلہ دار الرحمت ربوہ
۷۸۔ سکینہ بیگم صاحبہ زوجہ مرزا فتح دین صاحب دفتر پرائیوٹ سیکرٹری ربوہ
۷۹۔ شمیم صاحبہ زوجہ چوہدری اعجاز نصر اللہ خانصاحب ۱۱ کینال پارک لاہور
۸۰۔ چوہدری شمشیر علی صاحب ولد چوہدری فتح شیر صاحب نائب تحصیلدار سلانوالی ضلع سرگودھا
۸۱۔ چوہدری شیر محمد صاحب ولد چوہدری ابراہیم صاحب چک ۳۸ جنوبی ضلع سرگودہا
۸۲۔ شیر محمد صاحب ولد غلام محمد صاحب زرگر سید والا ضلع شیخوپورہ
۸۳۔ سکینہ بی بی صاحبہ بنت مولوی برکت علی صاحب درویش نصیرہ ضلع گجرات
۸۴۔ سردار بیگم صاحبہ زوجہ مرزا برکت علی صاحب انند پورہ گوالمنڈی راولپنڈی
۸۵۔ صابرہ بی بی صاحبہ زوجہ نذیر احمد صاحب شادھڑی سندھ
۸۶۔ رفیق احمد صاحب پسر 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
۸۷۔ صدیقہ عرف صدیقن صاحبہ زوجہ قدرت اللہ صاحب سمندری ضلع لائلپور
۸۸۔ صفیہ بیگم صاحبہ زوجہ چوہدری علی محمد صاحب گھنوکے ججہ ضلع سیالکوٹ

۸۹۔ مبارک علی صاحب پسر چوہدری علی محمد صاحب گھنوکے بجہ ضلع سیالکوٹ

۹۰۔ مرزا عبدالرشید صاحب ولد مرزا محمد عبداللہ صاحب درویش وکالت مال ربوہ

۹۱۔ عبداللطیف صاحب اسلم ولد نور محمد صاحب سابق درویش دارالرحمت ربوہ

۹۲۔ قریشی عبدالغنی صاحب ولد قطب الدین صاحب مرحوم۔ جنرل سٹور ربوہ

۹۳۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب ولد سردار بڈھا سنگھ صاحب کراچی

۹۴۔ عبدالرحمٰن صاحب قریشی ولد قریشی غلام محی الدین صاحب بنگلہ نمبر ۴۴ سکھر سندھ

۹۵۔ چوہدری عبداللہ خان صاحب ولد چوہدری پیر محمد صاحب قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ

۹۶۔ عبدالحق صاحب ولد شہاب الدین صاحب محلہ الف ربوہ

۹۷۔ ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب ولد رحیم بخش صاحب مرحوم مارکیٹ روڈ سندھ

۹۸۔ ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب ولد بابو عبدالغنی صاحب میڈیکل آفیسر سنٹرل جیل راولپنڈی

۹۹۔ عبدالشکور صاحب ولد حافظ محمد امین صاحب ڈھوک رتہ راولپنڈی

۱۰۰۔ شیخ عبدالمجید صاحب ولد شیخ رحمت اللہ صاحب بزاز امین پور بازار لائلپور

۱۰۱۔ عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ " " " " " " " " "

۱۰۲۔ عبدالستار صاحب ولد الٰہی بخش صاحب مرحوم کلاتھ مرچنٹ کرنڈی سندھ

۱۰۳۔ عبدالقدیر صاحب ولد چوہدری شیر محمد صاحب چک ۳۸ جنوبی سرگودھا

۱۰۴۔ ملک عزیز احمد صاحب ولد نور الدین صاحب مرحوم دارالصدر ربوہ

۱۰۵۔ عظیم قادر صاحب زرگر ولد مولوی برکت علی صاحب سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ

۱۰۶۔ مرزا عنایت اللہ صاحب اسلم ولد مرزا اسلام اللہ صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

۱۰۷۔ عبدالحق صاحب ولد چوہدری دین محمد صاحب پنڈی بھاگو سیالکوٹ

۱۰۸۔ عبدالحق صاحب شاکر ولد حکیم شیر محمد صاحب وکالت مال ربوہ

۱۰۹۔ ملک عبدالرحمٰن صاحب ولد ملک عمر دین صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ بدین ضلع حیدرآباد سندھ

۱۱۰۔ عزیزہ زاہدہ ملک صاحبہ زوجہ ملک محمد شفیع صاحب خالد چک نمبر ۱۱۹ منٹگمری

۱۱۱۔ عالم بی بی صاحبہ زوجہ چنن دین صاحب مرحوم دارالصدر ربوہ

۱۱۲۔ امۃ الحبیب صاحبہ بنت ملک محمد شفیع صاحب خالد چک ۱۱۹ منٹگمری

۱۱۳۔ عائشہ بی بی صاحبہ زوجہ اللہ دتہ صاحب ۱۱ کینال پارک لاہور

۱۱۴۔ غلام محمد صاحب زرگر ولد محمد قاسم صاحب مرحوم بیگھے والہ سیالکوٹ

۱۱۵۔ غلام رسول صاحب ولد محمد خان صاحب متعلّم جامعہ احمدیہ احمد نگر ضلع جھنگ

۱۱۶۔ غلام رسول صاحب ولد خوشی محمد صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ

۱۱۷۔ شیخ غلام احمد صاحب ابن شیخ برکت علی صاحب مرحوم انچارج سول ڈسپنسری بصیر پور منٹگمری

۱۱۸۔ غلام قادر صاحب ولد چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم چک ۸۴ الف ضلع بہاولپور

۱۱۹۔ فیض احمد اسلم صاحب ولد چوہدری مبارک علی صاحب کوٹ برکت علی ضلع ملتان

۱۲۰۔ ڈاکٹر فرزند علی صاحب ولد میاں حسین بخش صاحب محلہ دارالرحمت ربوہ

۱۲۱۔ شیخ فضل حسین صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب بزاز کارخانہ بازار لائل پور

۱۲۲۔ چوہدری فضل احمد صاحب ولد محمد دین صاحب مرحوم نائب ناظر تعلیم و تربیت ربوہ

۱۲۳۔ شیخ فضل احمد صاحب ولد شیخ برکت علی صاحب مرحوم کارخانہ بازار لائل پور

۱۲۴۔ خورشید احمد صاحب ولد شیخ فضل احمد صاحب کارخانہ بازار لائلپور

۱۲۵۔ فضل بی بی صاحبہ زوجہ شیخ اللہ بخش صاحب معرفت مسجد احمدیہ لائل پور

۱۲۶۔ سیدہ فرحت نسیم صاحبہ بنت سید بہادل شاہ صاحب ۴۰ نسبت روڈ لاہور

۱۲۷۔ مولوی فضل دین صاحب بنگوی ولد کالو خان صاحب محلہ مومن پورہ لائلپور

۱۲۸۔ کریم بی بی صاحبہ زوجہ نور محمد صاحب مرحوم محلہ دارالیمن ربوہ

۱۲۹۔ ملک گل محمد صاحب ولد علی محمد صاحب مرحوم دفتر قضاء ربوہ

۱۳۰۔ ماسٹر کمال دین صاحب ولد محمد علی صاحب مرحوم ملّو کے ضلع سیالکوٹ

۱۳۱۔ سیّد مبارک احمد شاہ صاحب ولد حضرت مولوی سیّد محمد سرور شاہ صاحبؓ دفتر بیت المال ربوہ

۱۳۲۔ مہراں بی بی صاحبہ زوجہ محمد ابراہیم صاحب ملہو کے ضلع سیالکوٹ

۱۳۳۔ منظور احمد صاحب پسر 〃 〃 〃 〃 〃 〃

۱۳۴۔ محمد یوسف صاحب ولد منشی نور محمد صاحب کنڈی سندھ

۱۳۵۔ شیخ محمد نصیب صاحب ولد شیخ قطب دین صاحب مرحوم خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ

۱۳۶۔ ڈاکٹر ممتاز نبی صاحب ولد چوہدری غلام عباس صاحب مرحوم پنڈ دادنخان ضلع جہلم

۱۳۷۔ محمد یعقوب صاحب ولد میاں الٰہی بخش صاحب ٹھیکیدار بھٹہ سیالکوٹ

۱۳۸۔ مرزا محمد یوسف صاحب ایاز ولد مرزا محمد دین صاحب بدوملہی ضلع سیالکوٹ

۱۳۹۔ چوہدری محمد حسین صاحب ولد چوہدری شاہ محمد صاحب مرحوم کتھووالی چک ۲۱۲ ضلع لائلپور

۱۴۰۔ مریم بی بی صاحبہ بنت اللہ بخش صاحب مرحوم کتھووالی چک ۲۱۲ ضلع لائلپور

۱۴۱۔ مہراں بی بی صاحبہ بیوہ فضل دین صاحب مرحوم درویش محلہ دارالیمن ربوہ

۱۴۲۔ چوہدری محمد بوٹا صاحب ولد چوہدری بدرالدین صاحب مرحوم دوکاندار ربوہ

۱۴۳۔ مریم بی بی صاحبہ زوجہ عنایت اللہ صاحب معرفت مبارک احمد صاحب نظارت علیاء ربوہ

۱۴۴۔ برکت اللہ صاحب پسر " " " " " " " " " " "

۱۴۵۔ محمد احمد صاحب ولد مہرالدین صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۱۴۶۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب ولد حضرت مولوی قطب الدین صاحب مرحوم راولپنڈی

۱۴۷۔ محمد عبداللہ صاحب ولد کرم دین صاحب پارچہ فروش محلہ الف ربوہ

۱۴۸۔ محمد شریف صاحب ولد چوہدری رحیم بخش صاحب ٹیچر کھوکھر والی ضلع سیالکوٹ

۱۴۹۔ محمد رمضان صاحب ولد چوہدری غلام محمد صاحب بقاپور ضلع گوجرانوالہ

۱۵۰۔ محمد عبداللہ صاحب ولد مہتاب صاحب مرحوم چک نمبر ۱۰۱ بکو والہ جنڈیالہ ضلع لائلپور

۱۵۱۔ مختار احمد صاحب ولد محمد عبداللہ صاحب " " " " " " "

۱۵۲۔ محمد بی بی صاحبہ بیوہ مولا بخش صاحب مرحوم دارالصدر ربوہ

۱۵۳۔ مولا بخش صاحب ولد فضل دین صاحب مرحوم خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ

۱۵۴۔ شیخ محمد منشی صاحب ولد محمد بخش صاحب مرحوم ریل بازار لائلپور

۱۵۵۔ مہرالدین صاحب حجام ولد پیراں دتہ صاحب مرحوم معرفت مسجد احمدیہ لائلپور

۱۵۶۔ سید محمد میاں سلیم شاہ صاحب ولد سید محمد علی صاحب نواب شاہ ۔ سندھ

۱۵۷۔ محمد اسمٰعیل صاحب ولد غلام حسین صاحب سمندری ضلع لائلپور

۱۵۸۔ منظور حسین صاحب ولد اللہ رکھا صاحب سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ

۱۵۹۔ محمد شریف صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب گلی گوردوارہ آبادی حاکم رائے۔ گوجرانوالہ

۱۶۰۔ محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ ملک نیاز محمد صاحب چک $\frac{119}{7\cdot0\cdot R}$ منٹگمری

۱۶۱۔ محمد اخلاق قریشی صاحب ولد محمد عمر صاحب پنشنر Q 20 B بنی راولپنڈی

۱۶۲۔ صوفی محمد رفیع صاحب ولد صوفی محمد علی صاحب ریٹائرڈ۔ ڈی۔ ایس۔ پی سکھر سندھ

۱۶۳۔ چوہدری محمد حسین صاحب ولد چوہدری خیر الدین صاحب چک ۴۴ جنوبی سرگودھا

۱۶۴۔ نذیراں بی بی صاحبہ زوجہ محمد حسین صاحب محلہ الف ربوہ

۱۶۵۔ مشتاق احمد صاحب پسر " " " " " " "

۱۶۶۔ ناصرہ بیگم صاحبہ بنت چوہدری بشیر احمد صاحب ۱۱ کینال پارک لاہور

۱۶۷۔ نصیرہ بیگم صاحبہ زوجہ محمود احمد صاحب چک ۳۱۲ ج ب کتھووالی ضلع لائلپور

۱۶۸۔ نسیمہ بیگم صاحبہ بنت ڈاکٹر بشیر احمد صاحب درویش معرفت محمد احمد صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۱۶۹۔ نواب دین صاحب ولد محمد عبد اللہ صاحب مکان نمبر ۴/۷ محلہ گڑھا چنیوٹ

۱۷۰۔ نذیراں بی بی صاحبہ زوجہ لعل دین صاحب ریل بازار لائل پور

۱۷۱۔ محمد صدیق صاحب پسر " " " " " "

۱۷۲۔ قریشی نور الدین صاحب ولد قریشی حبیب احمد صاحب جھنگی محلہ راولپنڈی

۱۷۳۔ مرزا نذیر علی صاحب ولد مرزا محمد علی صاحب محلہ دار الصدر ربوہ

۱۷۴۔ نور النساء بیگم صاحبہ زوجہ غلام محمد صاحب باورچی جامعۃ المبشرین ربوہ

۱۷۵۔ نیاز بیگم صاحبہ زوجہ مولوی فضل دین صاحب بنگوی محلہ مومن پورہ لائلپور

۱۷۶۔ محمود احمد صاحب ولد چوہدری محمد دین صاحب کتھووالی چک ۳۱۲ ضلع لائلپور

۱۷۷۔ مرزا محمد دین صاحب ولد مرزا بدر الدین صاحب گجو چک ضلع گوجرانوالہ

۱۷۸۔ ملک محمد شفیع صاحب ولد ملک مہر علی صاحب نائب مختار عام صدر انجمن احمدیہ ربوہ

۱۷۹۔ محمد سلطان اکبر صاحب ولد چوہدری ہدایت اللہ صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ

۱۸۰۔ محمود احمد صاحب ولد چوہدری غلام رسول صاحب گکھانوالی ضلع سیالکوٹ

۱۸۱۔ محمد امین صاحب ولد مولوی برکت علی صاحب علی صاحب درویش لاہور چھاؤنی
۱۸۲۔ مبارکہ شوکت صاحبہ بنت قاضی عبدالعزیز صاحب مرحوم ربوہ
۱۸۳۔ ایم سمیع اللہ صاحب ولد گلاب دین صاحب کمیٹی بازار سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ
۱۸۴۔ ماسٹر محمد شفیع صاحب ولد دین محمد صاحب چک ۲۵ ٹھیالی ضلع شیخوپورہ
۱۸۵۔ شیخ محمد علی صاحب ولد دوست محمد صاحب قلعہ صوبا سنگھ ضلع سیالکوٹ
۱۸۶۔ محمد یار صاحب ولد محمد لقمان خان صاحب سندھ ویجیٹیبل آئل کمپنی گوجرہ ضلع لائلپور
۱۸۷۔ مرزا محمد حکیم صاحب ولد مرزا محمد کریم صاحب محلہ دارالرحمت ربوہ
۱۸۸۔ محمد صادق صاحب ولد بہاول بخش صاحب چک ۵ احمدپور سیال ضلع جھنگ
۱۸۹۔ محمودہ بیگم صاحبہ زوجہ اللہ بخش صاحب مالوکے بھگت ضلع سیالکوٹ
۱۹۰۔ محمد داؤد میاں صاحب ولد خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب ۲۸۱ فیروزپور روڈ لاہور
۱۹۱۔ خان صاحب میاں محمد یوسف صاحب ولد میاں ہدایت اللہ صاحب مرحوم " " " " "
۱۹۲۔ محمد شعیب ضیاء صاحب پسر میاں محمد یوسف صاحب ولد میاں ہدایت اللہ صاحب مرحوم " " " " "
۱۹۳۔ مرزا منظور احمد صاحب ولد مرزا غلام اللہ صاحب نسیم آباد کنری سندھ
۱۹۴۔ مقصودہ بیگم صاحبہ زوجہ محمد احمد صاحب حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ
۱۹۵۔ شہناز اختر صاحبہ بنت محمد احمد صاحب " " " "
۱۹۶۔ محمود اے صاحب سید ولد سید مقبول حسین مرحوم ۱۴ - ۱۵ ملکانی محل کراچی
۱۹۷۔ محمد سعید احمد صاحب بی۔اے ولد صوفی محمد رفیق احمد صاحب مکان نمبر ۱۲ دھرم پورہ لاہور
۱۹۸۔ سید منیر احمد خلیل صاحب ولد سید علی احمد صاحب میڈیکل آفیسر بھلر جوگی ضلع کیمبل پور
۱۹۹۔ مرزا واحد حسین صاحب ولد مرزا حسین بیگ صاحب تلونڈی راہوالی ضلع گوجرانوالہ
۲۰۰۔ سید ولایت شاہ صاحب ولد سید محمد رمضان شاہ صاحب انسپکٹر وصایا ربوہ [1]

---

[1] روزنامہ الفضل ۱۵ر دسمبر ۱۹۵۴ء صفحہ ۵-۶